ضیاء القرآن

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاہور ۔ کراچی ۔ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ (بنی اسرائیل)

"بے شک یہ قرآن راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔"

تفسیر مظہر القرآن

مترجم و محشی

شیخ الاسلام مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی قدس سرہ العزیز

شاہی امام و خطیب جامع مسجد فتح پوری دہلی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ○ پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل)

"بے شک یہ قرآن راہ دکھاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے۔"

تفسیر مظہر القرآن

جلد اول

مترجم و محشی

شیخ الاسلام مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی قدس سرہ العزیز

شاہی امام و خطیب جامع مسجد فتحپوری دہلی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ۰ پاکستان

نام کتاب	تفسیر مظہر القرآن (جلد اول)
مترجم ومفسر	شیخ الاسلام مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی قدس سرہ العزیز شاہی امام وخطیب جامع مسجد فتح پوری، دہلی
باہتمام	مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، ایم اے، پی ایچ ڈی اعزاز فضیلت
ناشر	محمد حفیظ البرکات شاہ
نظر ثانی	پروفیسر قاری محمد رفیق، محمد عبد الستار طاہر مسعودی
زیر نگرانی	قاری اشفاق احمد خان
تاریخ اشاعت	نومبر 2007ء، ذیقعدہ 1428ھ
تعداد	ایک ہزار
کمپیوٹر کوڈ	1Z483

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔7221953 فیکس:۔042-7238010

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔7225085-7247350

14۔انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون:021-2212011-2630411۔ فیکس:۔021-2210212

e-mail:- sales@zia-ul-quran.com

zquran@brain.net.pk

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

قرآن مجید کی سورتوں کی فہرست

عرض ناشر

قرآن حکیم کتاب ہدایت ہے۔اس میں انسان کے لئے رہنمائی کا پورا سامان ہے رہنمائی کے لئے قرآن کا علم اور فہم ضروری ہے اور یہ علم اور فہم قرآن کی تفسیر پر ہی منحصر ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں بے شمار حضرات تفسیر کے میدان میں اترے اور اس میں خوب داد تحقیق دے کر متلاشیان حق کے لئے رہنمائی کا سامان کیا۔

برصغیر پاک و ہند میں شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس کا بیڑا اٹھایا۔آپ نے 1737ء میں مسلمانوں کے اندر قرآن فہمی کا جذبہ پیدا کرنے اور انہیں اس کا شعور بخشنے کے لئے آسان فارسی میں قرآن پاک کا ترجمہ کیا جو 1738ء میں چھپ کر عوام الناس تک پہنچا۔آپ سمجھتے تھے کہ قرآن کے نازل ہونے کا مقصد یہ ہے کہ انسان اسے پڑھے اور اس کے احکام اور تعلیمات کو اپنی زندگی کا دستور العمل بنائے۔اس لئے اس کا رائج الوقت زبانوں میں ترجمہ ضروری ہے۔شروع میں تو اس پر بڑی لے دے ہوئی۔لیکن بعد میں وقت نے ثابت کر دیا کہ اس ترجمہ نے عوام کو قرآنی تعلیمات کی حقیقی روح سے آشنا کیا ہے اور انہیں فہم قرآن کا منشور بخشا ہے۔آپ کے بعد آپ کے بیٹوں شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین نے اس سلسلہ کو جاری رکھا۔

برصغیر پاک و ہند میں قرآن مجید کے اس پہلے فارسی ترجمے کا اردو ترجمہ کرنے کی سعادت مفتی اعظم ہند شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی رحمہ اللہ کے حصہ میں آئی۔آپ جامع منقولات و معقولات تھے۔70 سال تک جامع مسجد فتح پوری میں امامت و خطابت کے فرائض سرانجام دیئے۔بے شمار ہندو اور عیسائی آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔آپ کو فقہ میں بڑی مہارت تھی۔آپ نے بے شمار فتاویٰ تحریر فرمائے جو اس وقت کی اعلیٰ عدالتوں میں تسلیم کئے جاتے تھے۔آپ نے نہ صرف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے فارسی ترجمہ کا اردو ترجمہ کیا بلکہ اس پر تفسیری حواشی بھی تحریر فرمائے جو آپ کے علم،فکر کا نتیجہ اور مطالعہ و تجربہ کا نچوڑ ہیں۔جو ہر طبقہ کے لئے ہر لحاظ سے مفید ہیں۔خصوصاً عقائد کی اصلاح کا بہت خیال رکھا گیا ہے۔

مفتی اعظم علیہ الرحمہ کے صاحبزادے عزت مآب جناب ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب نے ہمیں فرمایا کہ اس تفسیر کی اشاعت ادارہ ضیاء القرآن کرے۔یہ اپنی نوعیت کا بہت بڑا کام تھا اس کی از سر نو کمپوزنگ کرائی اور متن قرآن مجید کی سیٹنگ کے بعد اسے زیور طباعت سے آراستہ کیا۔

اب اس تفسیر کو کمپوزنگ،طباعت اور جلد بندی کی جملہ رعنائیوں کے ساتھ آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔امید ہے آپ ہماری کاوش کو پسند کریں گے۔اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہماری اس سعی کو قبول فرمائے اور ہمارے لئے ذریعہ نجات بنائے۔آمین۔

طالب دعا

محمد حفیظ البرکات شاہ

تاریخ نزول، کتابت واشاعت قرآنِ حکیم

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

{ا}

الحمدللمتوحد بجلا له المتفرد

وصلوٰۃ دوماعلی خیر الانام محمد

(۱)

جب آسمان سجایا جارہا تھا--- جب زمین بچھائی جارہی تھی--- جب دُنیا آباد کی جارہی تھی، کس کو معلوم تھا یہاں کیا ہونے والا ہے--- یہاں کون آنے والا ہے؟--- کیا لانے والا ہے؟--- صدیوں تک یہ راز راز ہی رہا--- آنے والے آتے رہے، جانے والے جاتے رہے--- خوشخبریاں سناتے رہے--- بشارتیں دیتے رہے۔ اچانک جبلِ نور کی فضائیں گونج اٹھیں۔ ہر طرف اُجالا ہی اُجالا ہوگیا--- اور وہ آنے والا آیا جس کا صدیوں سے انتظار کیا جارہا تھا اور علم ودانش کے محیطِ بیکراں سے ایک گوہر آبدار لایا جس کی چمک دمک سے سب چمکنے والوں کی چمک ماند پڑگئی--- وہ محیط بے کراں جس کی وسعت وپنہائی کا یہ عالم ہے!

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ وَ لَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ (سورۂ کہف)

"تم فرمادو: اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہوتو ضرور سمندر ختم ہوجائے گا' اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں گی' اگرچہ ہم ویسا ہی اور اس کی مدد کو لے آئیں"۔

ایک جگہ اور ارشاد ہوتا ہے:

وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّ الْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۲۷﴾ (سورۂ لقمان)

"اور اگر زمین پر جتنے پیڑ ہیں سب قلمیں ہوجائیں' اور سمندر اس کی سیاہی ہو، اس کے پیچھے سات سمندر اور، تو اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ بے شک اللہ عزت وحکمت والا ہے"۔

اللہ اللہ! رُوئے زمین کے سارے درختوں کی شاخیں قلمیں بن جائیں اور ایک سمندر نہیں بلکہ ایسے ہی سات سمندر اور ہوں، سیاہی بن جائیں--- قلمیں گھس گھس کر ٹوٹ جائیں گی اور سمندر لکھتے لکھتے ختم ہوجائیں گے پھر بھی اللہ کی باتیں ختم نہ ہوں گی--- اللہ اکبر!

وہ اپنے پیارے بندوں کو اپنے لامتناہی علم سے خاص فیض پہنچاتا ہے اور اُن کو نوازتا ہے۔ نوازنے کے انداز الگ الگ ہیں' جس کا ذکر قرآن حکیم میں یوں فرمایا:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴿۵۱﴾

''اور کسی آدمی کو نہیں پہنچتا کہ اللہ اس سے کلام فرمائے مگر وحی کے طور پر یا یوں کہ وہ بشر پردۂ عظمت کے اُدھر ہو یا کوئی فرشتہ بھیجے کہ وہ اس کے حکم سے وحی کرے جو وہ چاہے --- بے شک وہ بلندی و حکمت والا ہے''۔ (سورہ شوریٰ)

علم الٰہی کی بات تو بہت اونچی ہے لوح محفوظ جس کو ''اُم الکتاب'' کہا گیا ہے' اس کی شان یہ ہے کہ زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اس میں نہ لکھا ہو، پیدا ہونے کے بعد کہاں رہے گا اور کہاں بسے گا' اور کہاں مرے گا اور کہاں دفن ہوگا۔ یہ سب کچھ ایک صاف بیان کرنے والی کتاب میں ہے اور تو اور۔ ارشاد ہو رہا ہے:

وَكُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ﴿۵۳﴾ (سورۂ قمر)

''اور ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے''۔

کب سے دنیا قائم ہے اور کون جانے کہ کب تک دُنیا قائم رہے گی --- ابتدا سے انتہا تک جو کچھ گزر چکا، گزر رہا ہے، گزرے گا وہ سب کچھ اُس روشن کتاب میں ہے --- اور یہ قرآن حکیم بھی نہ معلوم کب سے اس 'اُم الکتاب' میں --- اس روشن کتاب میں محفوظ چلا آ رہا تھا۔ ارشاد ہوتا ہے:

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ﴿۲۱﴾ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾ (سورۃ البروج)

''بلکہ وہ کمال شرف والا قرآن ہے، لوح محفوظ میں''۔

اسی خزانے سے نزول قرآن کا آغاز ہوا اور کس پر نازل ہوا، اس کی شان تو ملاحظہ کریں:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ (سورۂ آل عمران)

''اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا: ''جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے، تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا، اس کی مدد کرنا'' --- فرمایا: ''کیوں تم نے اقرار کیا؟ اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟'' --- سب نے عرض کی: ''ہم نے اقرار کیا'' --- فرمایا: ''تو پھر ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں''۔

یہ اتنا اہم عہد و پیماں تھا کہ پھر یاد دلایا گیا اور ارشاد ہوا:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؗ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۷﴾ (سورۃ المائدہ)

''اور یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر اور وہ عہد جو اس نے تم سے لیا جب کہ تم نے کہا کہ ''ہم نے سنا اور مانا'' --- اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے''۔

عہد و پیمان کو بار بار یاد دلا کر انبیاءِ سابقین کے متبعین کو اس طرف متوجہ کیا جا رہا ہے کہ تمہارے نبیوں نے اللہ تبارک وتعالیٰ سے جو عہد و پیمان باندھا تھا' اب تم پر واجب ہے کہ اس کو پورا کرو اور پورا اِس صورت میں ہوگا کہ تم حضور ﷺ پر ایمان لاؤ اور آپ کا اتباع کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام جب سرزمین مکہ میں داخل ہوئے تو دل سے ایک دعا مانگی --- دعا کے الفاظ قرآن حکیم نے یوں ارشاد فرمائے:۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾ (سورۃ البقرہ)

''اے ہمارے رب! اور بھیج ان میں سے ایک رسول ان میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرمادے، بے شک تو ہی ہے غالب، حکمت والا''۔

اُس آنے والے کے لیے عہد لیا گیا، دعائیں مانگی گئیں اور پے در پے بشارتیں سنائی گئیں --- جس کی گواہی خود قرآن حکیم دے رہا ہے:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (سورۃ الصف: ۶)

''اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں' اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں' اور اُن رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے، ان کا نام 'احمد' ہوگا''۔

اسی لیے فرمایا:

الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ (الاعراف: ۱۵۷)

''جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس توریت اور انجیل میں''۔

اور زرتشت (جس کو مجوسی نبی مانتے ہیں) نے ''ژند اوستا'' میں حضور اکرم ﷺ کی آمد آمد کی خبر دیتے ہوئے مجوسیوں کو بشارت دی:۔

''آخری زمانے میں ایک انسان کامل ظاہر ہوگا جس کو لوگ ''اشزریکا'' کہیں گے''۔[1]

'اشزریکا' کے معنی ہیں: ''ایسا باخبر انسان جو دنیا کو عدل و انصاف سے مزین کردے'' --- حضور اکرم ﷺ ایسے باخبر تھے کہ جو خبریں آپ نے دیں وہ انسان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھیں، اور آپ کی آمد آمد کے بعد ظلم و ستم کی جگہ عدل و انصاف کا دور دورہ ہوا اور انسان نے چین کا سانس لیا۔

زرتشت کی طرح گوتم بدھ نے بھی اپنے خادم نندا کے استفسار کے جواب میں کہا:۔

''نندا! میں پہلا بودھ (پیغمبر) نہیں ہوں جو زمین پر آیا اور نہ میں آخری بودھ ہوں۔ اپنے وقت پر ایک بودھ آئے گا جو ''میتریا''

---

[1] ابن حزم: کتاب الفصل فی الملل والاھواء والنحل، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۱۷ھ، ص ۸ حاشیہ

کے نام سے موسوم ہوگا'' [1]

''میتریا'' کے معنی'' وہ جس کا نام رحمت ہے''۔ قرآن حکیم میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ، کے لقب سے یاد کیا گیا ہے--- یعنی وہ جو دونوں جہاں کے لیے رحمت ہیں۔

آنے والے کی آمد کا بار بار ذکر ہوتا رہے تو جاننے والے اس طرح جان جاتے ہیں جس طرح اپنے بچوں کو جانتے پہچانتے ہیں، اسی لیے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ (سورۃ الانعام: ۲۰)

''جنہیں ہم نے کتاب عطا فرمائی وہ اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسے کہ وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں''۔

دنیا کی کوئی شخصیت ایسی نہیں جس کو صدیوں بعد آج بھی اسی طرح جانا پہچانا جارہا ہو جس طرح صدیوں پہلے جانا پہچانا گیا۔

تاریخ عالم میں یہ امتیاز صرف اور صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات کو حاصل ہے--- زمانہ ہمارے آپ کے درمیان کوئی پردہ نہ ڈال سکا۔

اللہ اللہ چودہ سو برس گزر جانے کے باوجود آج بھی محققین و مورخین اور سیرت نگار اسی طرح دیکھ رہے ہیں، اس طرح پہچان رہے ہیں جس طرح چودہ سو برس پہلے دیکھا اور پہچانا تھا۔ ہاں ایسا جانا پہچانا، سارے عالم کے لیے بھیجا گیا اور اعلان کرادیا گیا:

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّىْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(سورۃ الاعراف: ۱۵۸)

''تم فرماؤ: اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا رسول ہوں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کو ہے''۔

دو عالم روز و شب در گفتگویش ہمہ قرآن در شان محمد

وہ آنے والا کوئی معمولی آنے والا نہ تھا--- اتنا عظیم تھا کہ خود خالقِ کائنات اس آنے والے کی آمد آمد کا ہم پر احسان بار بار جتا رہا ہے اور فرما رہا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ (سورۂ آل عمران)

''بے شک اللہ کا بڑا احسان ہے مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معبوث ہونا اور قرآن کا نازل ہونا یہ اتنا بڑا احسان تھا کہ اس پر خوشیاں منانے کا حکم دیا گیا اور فرمایا گیا:

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِى الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ۭ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾ (سورۂ یونس)

''اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان

---

[1] مناظر احسن گیلانی: النبی الخاتم مطبوعہ دہلی، ص ۵۰-۵۱

والوں کے لیے' تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت' اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں۔ وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے''۔

اور فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٥٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِينًا ﴿٥٧﴾ (سورۃ الاحزاب)

''بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس نبی پر۔ اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔ بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو، ان پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں''۔

جس کے حضور آسمان والے اور زمین والے درود و سلام کے گجرے پیش کر رہے ہیں۔ قرآن کی فضائیں اس کے ذکر و فکر سے گونج رہی ہیں۔ کہیں اس کی حیاتِ طیبہ کا ذکر[1] ہے تو کہیں اس کے مولد[2] مقدسہ کا --- کہیں اس کے حسن و جمال کا ذکر[3] ہے تو کہیں اس کے مزاج وہاج کا[4] --- کہیں اس کے رنج والم کا ذکر[5] ہے تو کہیں اس کی رضا و خوشنودی کا[6] --- کہیں اس کے اخلاق عالیہ کا ذکر[7] ہے تو کہیں اس کی تعلیمات وہبیہ کا[8] --- تو کہیں منصب نبوت پر اس کی سرفرازی کا ذکر[9] ہے تو کہیں اس سرفرازی پر خوشیاں منانے کا[10] --- کہیں اس کے منازل و مقامات کا ذکر[11] ہے تو کہیں اس کی محبوبیت اور قرابت کا[12] --- کہیں اس کے علم و فضل کا ذکر[13] ہے تو کہیں اس کی حکمت و دانائی کا[14] --- کہیں اس کی حقیقت و ماہیت کا ذکر ہے[15] تو کہیں سرِ کائنات[16] اور کہیں معراجِ سماوات کا[17] --- کہیں ہجرت کا ذکر ہے تو کہیں بیعت کا[18] --- کہیں غزوات کا ذکر[19] ہے تو کہیں فتوحات کا[20] --- کہیں سابقین کا اس کے طفیل فتح و نصرت کی دعائیں مانگنے کا ذکر[21] ہے تو کہیں اس کے انعام و اکرام کا[22] --- کہیں اس کی رحمت عام کا ذکر[23] ہے تو کہیں اس کی تعظیم و

---

[1] القرآن الحکیم: سورۃ الحجر: ۷۲ — [2] القرآن الحکیم: سورۃ البلد: ۱ — [3] القرآن الحکیم: سورۃ الضحیٰ، ۱

[4] القرآن الحکیم: سورۃ آل عمران، ۱۵۹ — [5] القرآن الحکیم: سورۃ الانعام، ۳۳ — [6] القرآن الحکیم: سورۃ البقرہ، ۱۴۴

[7] القرآن الحکیم: سورۃ القلم، ۴ — [8] القرآن الحکیم: سورۃ الاعلیٰ، ۶، سورۃ العلق، ۱۔۵، سورۃ النجم، ۵

[9] القرآن الحکیم: سورۃ الاعراف، ۱۵۸، سورۃ السبا، ۲۸ — [10] القرآن الحکیم: سورۃ یونس، ۵۸

[11] القرآن الحکیم: سورۃ بنی اسرائیل، ۷۹، سورۃ الاحزاب، ۴۰

[12] القرآن الحکیم: سورۃ النساء، ۶۴، سورۃ البقرہ، ۱۴۴، سورۃ الاحزاب ۶، سورۃ النحل، ۸۹

[13] القرآن الحکیم: سورۃ التکویر، ۲۴، سورۃ النساء، ۱۷

[14] القرآن الحکیم: سورۃ آل عمران، ۱۴۶، سورۃ الجمعہ، ۱، سورۃ البقرہ، ۱۵ — [15] القرآن الحکیم: سورۃ المائدہ، ۵

[16] القرآن الحکیم: سورۃ بنی اسرائیل، ۱ (۱۷) القرآن الحکیم: سورۃ النجم، ۶۔۱۸، سورۃ التوبہ، ۴۰ — [18] القرآن الحکیم: سورۃ الفتح، ۱۰۔۱۸،

[19] القرآن الحکیم: سورۃ آل عمران، ۱۳، ۱۲۲، سورۃ التوبہ، ۴۰ — [20] القرآن الحکیم: سورۃ النصر، ۱۔۲، سورۃ الفتح، ۱

[21] القرآن الحکیم: سورۃ البقرہ، ۸۹ — [22] القرآن الحکیم: سورۃ التوبہ، ۵۹، ۷۹

[23] القرآن الحکیم: سورۃ الانبیاء، ۱۰۷، سورۃ الانفال، ۳۳

توقیر کا ۱ --- کہیں اس کی شفقت و مرحمت کا ذکر ۲ ہے تو کہیں اس کے انصاف و عدالت ۳ کا --- کہیں اس کی عبادت و ریاضت کا ذکر ۴ ہے --- تو کہیں اس کے اخلاصِ عمل کا ۵ --- کہیں اس کی معصومیت کا ذکر ۶ ہے تو کہیں اس کی بے داغ سیرت کا ۷ --- کہیں اس کی مجلس کے آداب کا ذکر ۸ ہے --- تو کہیں اس کی باتوں کا ۹ --- کہیں اس کی اطاعت و فرماں برداری کا ذکر ہے ۱۰ --- تو کہیں اس سے فداکارانہ الفت و محبت کا اور اس شان کی محبت کا کہ دنیا کی ساری محبتیں اس کے سامنے ہیچ نظر آنے لگیں:۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ﰳاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ (سورۂ توبہ)

''تم فرماؤ: اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ --- اور تمہاری کمائی کے مال --- اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے --- اور تمہارے پسند کا مکان --- (یہ چیزیں) اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا''۔

اللہ اللہ! --- کہیں اس کی رفعت و بلندی کا ذکر ہے ۱۱ تو کہیں انشراحِ صدر کا ۱۲ --- کہیں عطائے خاص کا ذکر ۱۳ ہے تو کہیں اس کے فضل و کمال کا ۱۴ --- کہیں ازواجِ مطہرات کا ذکر ۱۵ ہے تو کہیں رفیقانِ دمساز کا ۱۶ --- کہیں فرشتوں کے آنے جانے کا ذکر ہے ۱۷ تو کہیں جنوں کے اسلام لانے کا ۱۸ --- الغرض کیا کیا بیان کیجئے اور کہاں تک بیان کیجئے۔

ع ہمہ قرآں درشانِ محمد!

۱ القرآن الحکیم: سورۃ الفتح، ۹، سورۃ الاعراف، ۱۵۷، الحجرات، ۱۔۲

۲ القرآن الحکیم: سورۃ التوبہ، ۱۲۸، سورۃ الکہف، ۶ — ۳ القرآن الحکیم: سورۃ النساء، ۶۵ — ۴ القرآن الحکیم: سورۃ المزمل، ۲۔۱۳، ۲۰

۵ القرآن الحکیم: سورۃ السباء ۴۷ — ۶ القرآن الحکیم: سورۃ النجم، ۲ — ۷ القرآن الحکیم: النجم، ۲، الاحزاب، ۲۱

۸ القرآن الحکیم: سورۃ النور، ۶۳ — ۹ القرآن الحکیم: سورۃ النجم، ۳

۱۰ القرآن الحکیم: الاعراف، ۱۵۸، آل عمران، ۳۱۔۳۲، الحشر، ۷ — ۱۱ القرآن الحکیم: سورۃ الانشراح، ۱

۱۲ القرآن الحکیم: سورۃ الانشراح، ۴ — ۱۳ القرآن الحکیم: سورۃ الکوثر، ۴

۱۴ القرآن الحکیم: سورۃ الاحزاب، ۴۰، سورۃ الضحیٰ، ۳، سورۃ النساء، ۶۴، سورۃ بنی اسرائیل، ۸۷

۱۵ القرآن الحکیم: سورۃ الاحزاب، ۱، ۳۲، — ۱۶ القرآن الحکیم: سورۃ التوبہ، ۴۰، سورۃ الفتح، ۲۹

۱۷ القرآن الحکیم: سورۃ القدر، ۴ — ۱۸ القرآن الحکیم: سورۃ جن، ۱۔۲

{ب}

ظلمتیں چھار ہی تھیں، مظلوم و مقہور انسانیت نُور کو ترس رہی تھی --- انتظار کرتے کرتے نگاہیں تھک چکی تھیں --- آنیوالے آتے رہے اور آمد آمد کی خبر دیتے رہے --- صدیاں بیت گئیں، عمریں گزر گئیں --- پھر وہ جو زمین و آسمان کا نُور ہے اس نے ایک نُور بھیجا اور ایک روشن کتاب --- پھر کیا تھا ہر طرف اُجالا ہی اُجالا ہو گیا۔ وہ آیا اور سارے جہاں کے درد کا مداوا لے کر آیا۔ خوش خبریاں لے کر آیا --- اپنے دامن رحمت میں بہاریں لے کر آیا --- پھر خزاں رسیدہ چمن ایسا لہلہایا کہ دنیا دیکھتی رہ گئی۔

اُس کریم کی عادت ہے کہ جب دنیا ترستی ہے وہ سیراب فرماتا ہے --- اس سے پہلے بھی سیرابی کا یہ سلسلہ جاری رہا --- زبور نازل ہوئی --- توریت نازل ہوئی --- انجیل نازل ہوئی --- اور نہ معلوم کتنے صحیفے نازل ہوئے ہوں گے --- وہ انسان جس نے آخری پیغام کے انتظار میں برسوں گزارے تھے --- آج پیغام لانے والا اس کے لیے آخری پیغام لایا ہے --- ہاں غارِ حرا[1] میں وہ پیکر نورانی تشریف فرما ہے، اچانک روح القدس جلوہ گر ہوتا ہے، آواز آتی ہے:۔

''پڑھیئے'' --- جواب ملتا ہے ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں'' --- آنے والا بغل گیر ہوتا ہے، پھر کہتا ہے ''پڑھیئے'' --- وہی جواب ملتا ہے: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں'' --- پھر وہ بغل گیر کرتا ہے اور عرض کرتا ہے: ''پڑھیئے'' --- جواب وہی ملتا ہے: ''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں'' --- پھر وہ اس زور سے بغل گیر کرتا ہے کہ وہ پیکر نورانی پسینہ پسینہ ہو جاتا ہے اور عرض کرتا ہے:۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ ؕ﴿۵﴾ (سورہ علق)

''پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا آدمی کو، آدمی کو خون بستہ سے بنایا، پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم، جس نے قلم سے لکھنا سکھایا، آدمی کو سکھایا جو نہ جانتا تھا''۔

وحی کبھی گھنٹی کی آواز کی صورت میں نازل ہوتی اور کبھی حضرت جبریل علیہ السلام انسانی صورت میں حاضر ہو کر ہم کلام ہوتے[2] اور جو آپ کہتے جاتے حضور ﷺ دُھراتے جاتے۔

المسعودی نے لکھا ہے کہ ولادت کے اکتالیسویں سال آپ نے اعلانِ رسالت و نبوت فرمایا، یہ پیر کا دن تھا جب کہ ربیع الاول کی دس راتیں گزر چکی تھیں۔[3] بخاری شریف وغیرہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی عمر شریف کے چالیس سال پر مبعوث ہوئے --- یعنی چالیس سال پورے ہونے پر --- المسعودی نے اپنی کتاب ''التنبیہ والاشراف'' میں بعثت کے دن کو ۲۳ اُبان ماہ ۱۳۵۷ سلطنت بخت نصر اور آٹھ دن ماہ شباط ۹۲۱ء اسکندری کے مطابق قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اس وقت

---

[1] جبل حرا --- جس کو انجیل میں ''جبل فاران'' کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور اب ''جبل نُور'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مکہ مکرمہ کے شمال مشرق میں منیٰ اور عرفات کو جاتے وقت بائیں ہاتھ سڑک سے چند فرلانگ کے فاصلے پر واقع ہے --- غارِ حرا تقریباً چار گز لمبا پونے دو گز چوڑا ہے اور اتنا اونچا کہ ایک آدمی کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکتا ہے اور پاؤں پھیلا کر سو سکتا ہے --- عجیب بات یہ ہے کہ یہ غار جو لمبا سا مستطیل شکل کا ہے۔ قدرتاً قبلہ رخ ہے --- یہی وہ پہلی عبادت گاہ ہے جہاں حضور اکرم ﷺ نے عبادت و ریاضت کا آغاز فرمایا --- تاریخ علم و حکمت میں اس غار کا بہت ہی بلند مقام ہے۔ (مسعود)

(۲) (ا) ابوعبداللہ مالک بن انس: الموطا، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۳ء ص ۹۳، (ب) ابوعبداللہ محمد بن اسمٰعیل بخاری: صحیح بخاری، ج ۱، مطبوعہ لاہور ۱۹۸۲ء ص ۹۴

(۳) المسعودی: مروج الذہب، ج ۲، ص ۲۹۴

آپ کی عمر شریف پورے چالیس برس ہو چکی تھی۔

ابن سعد نے آغاز وحی یعنی ابتدائے نزول قرآن ۱۷ رمضان المبارک کی رات بیان کی ہے اور اس بیان کو بعض نے قبول بھی کیا ہے[۱]۔ لیکن دو جلیل القدر صحابی حضرت جابر اور عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضور ﷺ کی تاریخ ولادت بارہ ربیع الاول روز دوشنبہ بتائی ہے چالیس سال بارہ ربیع الاول روز دوشنبہ ہی کو پورے ہوتے ہیں اس لیے قرآن کے نزول کی تاریخ بھی بارہ ربیع الاوّل روز دوشنبہ ہی قرار پاتی ہے۔ روز دوشنبہ کی اہمیت کا اس سے اندازہ ہوتا ہے جب حضور ﷺ سے روز دوشنبہ کے روزے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: ''پیر کے دن میں پیدا ہوا اور پیر کے دن ہی مجھ پر وحی نازل ہوئی''۔

ان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سئل عن صوم یوم الاثنین ! فقال فیہ ولدت و فیہ انزل علی۔[۲]

نزول قرآن کے بارے میں ماہِ رمضان المبارک اور ماہ ربیع الاوّل کی دو مختلف روایات کی تطبیق اس طرح کی جا سکتی ہے کہ لوح محفوظ سے یک بارگی بیت العزت میں نزول اوّل رمضان المبارک میں ہوا[۳] اور پھر وہاں سے نزول وحی کے سلسلہ کا آغاز ربیع الاوّل میں ہوا۔

بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن حکیم دو دو تین تین، چار چار اور پانچ پانچ آیتیں کر کے نازل ہوا۔۔۔ بعض چھوٹی بڑی سورتیں ایک ہی بار نازل ہوئیں۔۔۔ بعض روایات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بعض آیات اور سورتیں اپنی جلالت وعظمت کی وجہ سے فرشتوں کے بڑے بڑے جلوسوں کے ساتھ نازل ہوئیں۔[۴]

نبوت ورسالت کا جب منصب عطا ہوا تو آپ پورے چالیس برس کے تھے۔ اس کے بعد مکہ معظمہ میں آپ نے تیرہ برس قیام فرمایا، پھر ہجرت کا حکم ہوا اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے دس سال قیام فرمایا، پھر جب دنیا سے تشریف لے جانے لگے تو آپ کی عمر شریف تریسٹھ سال کی تھی اس طرح قرآن حکیم تئیس سال تک نازل ہوتا رہا۔

باعتبار سنہ عیسوی حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ۵۷۰ء میں ہوئی۔۔۔ ۶۱۰ء میں نزول وحی کا آغاز ہوا اور منصب نبوت ورسالت عطا ہوا۔۔۔ ۶۲۲ء میں مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی اور بقول مقالہ نگار انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا (ج ۱۲، مطبوعہ امریکہ) ۱۶ جولائی ۶۲۲ء سے سنہ ہجری کا آغاز ہوا۔۔۔ ۸ جون ۶۳۲ء کو حضور اکرم ﷺ نے عالم ظاہر سے پردہ فرمایا۔ اس طرح ۶۱۰ء سے ۶۳۲ء تک مکمل قرآن نازل ہوا۔۔۔

حضور اکرم ﷺ نے نزول وحی کے ساتھ ساتھ وحی کی کتابت کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ وحی نازل ہونے کے فوراً بعد آپ لکھوا دیا کرتے تھے۔ چنانچہ جن صحابہ سے حضور ﷺ نے قرآنی آیات اور سورتوں کی کتابت کرائی۔ ان کی تعداد ۴۰ سے زیادہ

---

[۱] تاریخ القرآن وغرائب رسمہ وحکمہ، مطبوعہ مصر، ص ۱۷، ۳۶

[۲] محمد بن علوی المالکی الحسنی: حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف، مطبوعہ مکہ مکرمہ ۱۴۰۲ھ ص ۹ بحوالہ ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری: مسلم شریف، کتاب الصیام ص ۷

[۳] جلال الدین سیوطی: الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۴۰

[۴] (ا) احمد بن حنبل: المسند، مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۸ھ، (ب) جلال الدین سیوطی: الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۳۷

ہے، مندرجہ ذیل صحابہ قابل ذکر ہیں:۔

☆ حضرت ابوبکر صدیق	☆ حضرت عمر فاروق	☆ حضرت عثمان غنی
☆ حضرت علی ابن طالب	☆ حضرت زبیر بن العوام	☆ حضرت سعد بن ابی وقاص
☆ حضرت معاویہ بن ابی سفیان	☆ حضرت زید بن ثابت	☆ حضرت خالد بن ولید
☆ حضرت عبداللہ بن رواحہ	☆ حضرت عمر بن العاص	☆ حضرت ابوایوب انصاری
☆ حضرت حذیفہ بن الیمان	☆ حضرت ابی بن کعب	☆ حضرت طلحہ بن عبیداللہ
☆ ثابت بن قیس بن شماس	☆ خالد بن سعید بن العاص	☆ ابوسفیان بن حرب
☆ یزید بن ابی سفیان	☆ شرجیل بن حسنہ	☆ محمد بن مسلمہ انصاری
☆ مغیرہ بن شعبہ	☆ ارقم بن ابی ارقم مخزومی	☆ عبداللہ بن زید بن عبدربہ انصاری
☆ عبداللہ بن ارقم قرشی	رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین[1]	

حضور اکرم ﷺ پر جب وحی نازل ہو چکتی تو خود یاد فرما لیتے' پھر کاتبین وحی کو بُلا کر لکھوا دیتے اور یہ نشاندہی فرماتے جاتے کہ فلاں آیت فلاں سورت میں رکھی جائے اور فلاں فلاں سورت میں--- اس طرح عہد نبوی میں پورا قرآن لکھا گیا اور کتابی صورت میں مرتب ہوا--- کاتبین وحی فوری طور پر جن اشیاء پر وحی الٰہی کی کتابت کرتے تھے اس کی تفصیل یہ ہے:۔

۱۔ الرقاع: کھال، کاغذ اور پتوں کے ٹکڑے

۲۔ الاکتاف: اونٹ یا بکری کے شانے کی ہڈی

۳۔ العسب: کھجور کے درخت کی شاخ کا چوڑا حصہ

۴۔ اللخاف: پتھر کی تختیاں یا پتلے ٹکڑے

۵۔ قطع الادیم: دباغت کی ہوئی کھال کے پتلے ٹکڑے

۶۔ الاضلاع: اونٹ وغیرہ کی پسلی کی چوڑی ہڈیاں

۷۔ الاقتاب: اونٹ کی کاٹھی کے پتلے اور چوڑے تختے[2]

جیسا کہ عرض کیا گیا یہ وہ اشیاء تھیں جن پر نزول وحی کے فوراً بعد آیاتِ قرآنی کی کتابت ہوئی تھی' اس کے بعد رق، مہرق، کاغذ وغیرہ پر صحائف کی شکل میں صاف کیا جاتا اور چوبی فائلوں میں مصحف کی شکل میں محفوظ کر لیا جاتا جس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔

---

[1] (ا) ابن حجر عسقلانی: الاصابة فی معرفة الصحابه، مطبوعہ مصر ۱۳۳۸ھ، ج ۱، ص ۱۴

(ب) ابن اثیر علی بن محمد جزری: اسد الغابه، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۹۰ھ ج ۱، ص ۴۷

(ج) ابی بکر احمد بن علی بن ثابت الخطیب بغدادی: الکمال فی اسماء الرجال، مطبوعہ بمبئی

(د) محدث ابن سید الناس: عیون الاثر، ج ۲، ص ۵، ۳۔۳۱۶　(ہ) محدث ابن سید الناس: السیرت الحلبیه، ج ۲، ص ۳۲۶

(و) ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری: صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۶۴　(ز) عبدالحق محدث دہلوی: مدارج النبوة، مطبوعہ لکھنؤ ۲، ص ۶۰۔۳۰

[2] (ا) جلال الدین سیوطی: الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، ص ۵۸　(ب) حافظ ابی بکر بن ابی داؤد: کتاب المصاحف، ص ۷، ۸

(ج) ابن ندیم: کتاب الفہرست، ص ۳۶، ۳۷

{ج}

چھٹی صدی عیسوی قبل اسلام عربی ادب کا تاریخی دور تھا، شاعری ادبی اظہار کا ذریعہ تھی، اور عربوں کو دل سے محبوب تھی، مشہور عربی قصائد جن کو ''سبعة المعلقات'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور جو آج بھی مدارس عربیہ میں پڑھائے جاتے ہیں، عربی ادب کا عظیم شہ کار تھے۔ سنہری حروف میں لکھ کر ان کو دیوار کعبہ پر لٹکایا گیا تھا اور برسوں سے اسی طرح معلق چلے آرہے تھے۔ لیکن قرآنی آفتاب کے آگے اُن کی چمک ماند پڑ گئی اور یہ بجھ کر رہ گئے --- وہ قرآن جو کسی انسان کی، کاوش کا نتیجہ نہ تھا، خالقِ الفاظ وحروف نے خود اتارا تھا --- قرآن قدم قدم پر خود اپنا تعارف کرا رہا ہے:۔

وَهٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ (سورۃ الانبیاء: ۵۰، سورۃ الاعراف: ۲)

''اور یہ ہے برکت والا ذکر کہ ہم نے اتارا''۔

اور فرمایا:

وَ اِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۞ (سورۃ نمل)

''اور بیشک تم قرآن سکھائے جاتے ہو حکمت والے، علم والے کی طرف سے''۔

فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۞ (سورۃ الکہف)

''سب خوبیاں اللہ کو جس نے اپنے بندے پر کتاب اتاری اور اس میں اصلاً کجی نہ رکھی''۔

اور فرمایا:

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۞ (سورۂ فرقان)

''بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو''۔

اللہ نے اُتارا، اپنے بندے پر اُتارا --- لیکن کون گواہ ہے کہ اللہ نے اتارا؟ اللہ اکبر! --- خود ارشاد فرما رہا ہے! شکوک رفع فرما رہا ہے --- دلوں کے زنگ دھو رہا ہے --- ارشاد ہوتا ہے:۔

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَاۤ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۞

(سورۃ النساء)

''لیکن (اے محبوب!) اللہ اس کا گواہ ہے جو اس نے تمہاری طرف اُتارا، وہ اس نے اپنے علم سے اُتارا ہے، اور فرشتے گواہ ہیں، اور اللہ کی گواہی کافی ہے''۔

اللہ تعالیٰ گواہی دے رہا ہے کہ اُسی نے قرآن آپ پر اتارا، اور فرشتے گواہ ہیں کہ اس نے قرآن آپ پر اُتارا --- اور اللہ سے بڑھ کر کس کی گواہی فیصلہ کن ہوگی!

قرآن حکیم دو طریقوں سے نازل ہوا: ❶ وحیِ الٰہی کے ذریعے اور ❷ حضرت جبریل امین کے ذریعے --- اس کی تفصیل خود قرآن حکیم بتا رہا ہے:

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ (سورۃ نساء: ۱۶۳)

''بے شک اے محبوب ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور اس کے بعد پیغمبروں کو بھیجی''۔

اور ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (سورہ شوری: ۵۲)

''اور یوں ہی ہم نے تمہیں وحی بھیجی ایک جانفزا چیز اپنے حکم سے''۔

براہِ راست وحی کے علاوہ بالواسطہ وحی کا سلسلہ بھی جاری رہا اور حضرت جبریلِ امین پیغامِ الٰہی لاتے رہے۔ قرآن حکیم کہہ رہا ہے:

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ (سورۃ البقرہ)

''تم فرما دو جو کوئی جبریل کا دشمن ہے تو اس (جبریل) نے تمہارے دل پر اللہ کے حکم سے یہ قرآن اُتارا --- اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتا ہے اور ہدایت و بشارت مسلمانوں کو''

اور فرماتا ہے:

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۹۲﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿۱۹۳﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ (سورۃ الشعراء)

''اور بے شک یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔ اسے روح الامین لے کر اُترا، تمہارے دل پر کہ تم ڈر سناؤ''۔

اور فرماتا ہے:۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۱۹﴾ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ﴿۲۰﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ﴿۲۱﴾

''بے شک یہ عزت والے رسول کا پڑھنا ہے جو قدرت والا ہے، مالک عرش کے حضور عزت والا، وہاں اس کا حکم مانا جاتا ہے، امانت دار ہے''۔ (سورہ التکویر)

اور پھر قسم کھا کر فرمایا جا رہا ہے:۔

فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۰﴾ (سورۃ الحاقہ)

''تو مجھے قسم ان چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے۔ بیشک یہ قرآن ایک کرم والے رسول سے باتیں ہیں''۔

معلوم ہو گیا قرآن حکیم کس نے اُتارا، کس طرح اُتارا، کس پر اُتارا --- اب یہ معلوم کرنا ہے کب اُتارا اور کس وقت اُتارا --- ایک دم اُتارا یا تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا --- ان تمام سوالات کے جوابات بھی خود قرآن حکیم کی زبانی سنئے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ

(سورۃ البقرہ: ۱۸۷)

''رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا، لوگوں کے لیے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں''۔

ماہ رمضان المبارک میں قرآن نازل ہوا۔ کس وقت نازل ہوا؟۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

حٰمٓ ۚ ﴿١﴾ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ ﴿٢﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ ﴿٣﴾

(سورۃ الدخان)

''قسم اس روشن کتاب کی بیشک ہم نے اسے برکت والی رات میں اُتارا بیشک ہم ڈر سنانے والے ہیں''۔

اور فرماتا ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۚ ﴿١﴾ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ ﴿٢﴾ لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۙ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ﴿٣﴾ (سورۃ القدر)

''بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اُتارا اور تم نے کیا جانا کیا شب قدر، شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر''۔

ایک دم اُترا یا رفتہ رفتہ اُترا!---اس سوال کا جواب قرآن حکیم یوں دیتا ہے:۔

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿٢٣﴾ (سورۃ الدہر)

''بے شک ہم نے تم پر قرآن بتدریج اتارا''۔

اور فرماتا ہے:۔

وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿١٠٦﴾ (سورۃ بنی اسرائیل)

''اور قرآن ہم نے جدا جدا کر کے اتارا کہ تم اسے لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو، اور ہم نے اسے بتدریج رہ رہ کر اُتارا۔''

پھر اس کی حکمت بھی بیان فرمائی کہ ایک دم کیوں نہ اتارا، رہ رہ کر کیوں اتارا۔

ارشاد ہوتا ہے:۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚ كَذٰلِكَ ۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿٣٢﴾ (سورۃ الفرقان)

''اور کافر بولے: قرآن اُن پر ایک ساتھ کیوں نہ اُتار دیا؟۔ ہم نے یونہی بتدریج اسے اتارا ہے کہ اس سے تمہارا دل مضبوط کریں اور ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا۔''

قرآن پورا اترا یا کچھ رہ گیا۔ اس کا جواب بھی قرآن حکیم یوں دے رہا ہے:۔

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١١٥﴾ (سورۃ الانعام)

''اور پوری ہوئی تیرے رب کی بات سچ اور انصاف پر۔ اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں، اور وہی ہے سنتا جانتا۔''

۲

(۱)

ہر عمل کا ردِ عمل ہوتا ہے --- ایک عظیم انسان آیا --- ایک عظیم کتاب لایا --- ایک عظیم انقلاب آیا --- اہل عرب ہکا بکا رہ گئے، یہ سب کچھ کیا ہورہا ہے، کیوں ہورہا ہے اور کیا ایسا بھی ہوسکتا ہے؟ ۔قرآن حکیم نے ان کے اچنبھے کو یوں بیان فرمایا:۔

اَکَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَیْنَآ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲﴾ (سورۂ یونس)

''کیا لوگوں کو اس کا اچنبھا ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک مرد کو وحی بھیجی کہ لوگوں کو ڈر سنائے، اور ایمان والوں کو خوشخبری دو کہ اُن کے لیے ان کے رب کے پاس سچ کا مقام ہے۔ کافر بولے: ''بے شک یہ تو کھلا جادوگر ہے۔''

قرآن کہتا ہے کہ یہ تو کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہاں اگر ایسا ہوتا کہ نبی عربی ہوتا اور وحی عجمی ہوتی تو یقیناً ان کا حیرت و استعجاب صحیح تھا۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِیًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰیٰتُهٗ ؕ ءَاَعْجَمِیٌّ وَّعَرَبِیٌّ (سورہ حم السجدہ)

''اور اگر ہم اسے عجمی زبان کا قرآن کرتے تو ضرور کہتے کہ اس کی آیتیں کیوں نہ کھولی گئیں، کیا کتاب عجمی اور نبی عربی؟

بیشک یہ حیرت کی بات ہوتی مگر پھر بھی ایک شک رہ جاتا ہے وہ یہ کہ جب رسول کی زبان خود عربی ہے تو یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ یہ کلام ان کا نہیں ان کے پالنہار کا ہے۔

کلام کے سمجھنے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں اور ایک ہی متکلم کے کلام میں کبھی بھی زمین و آسمان کا فرق نہیں ہوتا بلکہ متکلم اپنے کلام سے جانا پہچانا جاتا ہے --- پھر جب اُس متکلم کی زبان پر ایسا کلام آجائے جو کسی حالت میں اس کا ہو ہی نہیں سکتا تو عقل یہ یقین کرنے پر مجبور ہے کہ اس کا سرچشمہ کہیں اور ہے --- قرآن حکیم نے ایک اور حقیقت کی طرف توجہ دلائی ہے اور وہ کلام کا جھول ہے جو ہر اہل قلم کی تحریر میں پایا جاتا ہے، کلام کا یکساں طور پر بلیغ ہونا ممکن نہیں --- اس کے علاوہ معنوی طور پر، انسانی قانون و اصول تجربے اور مشاہدے کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں اور ایک حالت پر نہیں رہتے۔ مگر قرآن میں نہ صوری نشیب و فراز ہے نہ معنوی --- ارشاد فرماتا ہے:۔

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا ﴿۸۲﴾ (سورۂ النساء)

''تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے''۔

بیشک قرآن نے جو کہہ دیا، کہہ دیا --- وہ اٹل ہے --- سائنس و حکمت کے اصول بدل سکتے ہیں زمانے کے ہزار انقلاب آجائیں مگر قرآنی قانون و اصول ہرگز متاثر نہیں ہوسکتے --- ان کی بنیاد عالمگیر صداقت پر ہے، ان میں شک کا گزر ہی نہیں، آغاز ہی میں اعلان کردیا گیا:۔

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ ۛۚ فِیْهِ (سورۃ البقرہ)

''یہ کتاب تو وہ ہے جس میں شک کی جگہ ہی نہیں۔''

یہ شک وشبہ سے ایسا بالاتر ہے!

لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ (سورۂ حم السجدہ)

''باطل کو اس کی طرف راہ نہیں، نہ اُس کے آگے سے، نہ اس کے پیچھے سے''

یہ سرتاپا ''سچ'' ہے --- یہ سرتاپا ''حق'' ہے۔

فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ (سورہ الذریات: ۲۳)

''آسمان اور زمین کے پروردگار کی قسم! وہ ''حق'' ہے۔''

یہ خودساختہ نہیں، قرآن گواہی دے رہا ہے:

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ (سورۂ یونس)

''اور اس قرآن کی یہ شان نہیں کہ کوئی اپنی طرف سے بنالے بے اللہ کے اُتارے، ہاں وہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور لوح میں جو کچھ لکھا ہے اس کی تفصیل ہے، اس میں کچھ شک نہیں یہ پروردگار عالم کی طرف سے ہے''۔

پھر ارشاد ہوتا ہے:

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾ (سورۂ یونس)

''کیا یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اسے بنالیا ہے۔ تم فرماؤ کہ اس جیسی ایک سورت لے آؤ اور اللہ کو چھوڑ کر جو مل سکیں سب کو بلاؤ اگر تم سچے ہو''۔

اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ یہ قرآن (معاذ اللہ) ہمارے رسول کا خودساختہ ہے تو جو چیز ایک انسان نے بنائی ہے۔ اور جو خوبی ایک انسان نے پیدا کی ہے، وُہ دوسرا انسان بھی بنا سکتا ہے اور پیدا کرسکتا ہے تو ہم تمہیں چیلنج کرتے ہیں کہ تم ہی نہیں بلکہ سارے عالم کو بلالاؤ اور قرآن جیسی ایک ہی سورت بنا کر دکھادو --- قرآن کے اس چیلنج کا باوجود علم وحکمت کی اتنی وسعت کے آج تک کوئی جواب نہ دے سکا۔

کفار یہی سمجھتے تھے کہ قرآن خودساختہ ہے حالانکہ ان میں سے اکثر علم وادب کے نباض تھے۔ شاید یہ مطالبہ وہ کرتے ہوں جو ادب کے نبض شناس نہ تھے --- بہرحال انہوں نے حضور ﷺ سے مطالبہ کیا کہ اس جیسا دوسرا قرآن لائیے یا اسی کو بدل دیجئے --- اس سوال کا جواب یوں دیا گیا:۔

قُلْ مَا يَكُوْنُ لِيْۤ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ (سورۂ یونس: ۱۵)

''تم فرماؤ کہ مجھے نہیں پہنچتا کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی ہوتا ہے۔''

جس صاحب طرز ادیب کا کلام ہوتا ہے وہی اس میں ردّوبدل پر قادر ہوتا ہے اور وہ بھی ایک وقت خاص میں، ہر وقت نہیں --- پھر ایسا کلام جس کی مثال کائنات میں نہیں اس میں ردّوبدل پر کوئی قادر ہوسکتا تھا --- وہی قادر ہوتا جس کا وُہ کلام ہے۔

اس حقیقت کو قرآن کریم نے یوں بیان فرمایا ہے:

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ بِهٖ عَلَیْنَا وَکِیْلًا ﴿۸۶﴾ (سورۂ بنی اسرائیل)

''اور اگر ہم چاہتے تو یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی اسے لے جاتے پھر تم کوئی نہ پاتے کہ تمہارے لیے ہمارے حضور اسی پر وکالت کرتا۔''

قرآن حکیم نے قرآن کے آسمانی کتاب ہونے اور انسانی کتاب نہ ہونے پر ایک دلیل یہ دی کہ یہ کوئی ایسی کتاب نہیں جس کا نام لوگوں نے پہلے نہ سنا ہو--- پچھلی آسمانی کتابوں میں اس کا ذکر ہوتا چلا آیا ہے۔ گویا قرآن کی حقانیت وصداقت کتب سابقہ تواتر سے ثابت کر رہی ہیں۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَاِنَّهٗ لَفِیْ زُبُرِ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۱۹۶﴾ (سورۃ الشعراء)

''اور بے شک اس کا چرچا اگلی کتابوں میں ہے''۔

ارشاد ہوتا ہے:۔

اِنَّ هٰذَا لَفِی الصُّحُفِ الْاُوْلٰی ﴿۱۸﴾ صُحُفِ اِبْرٰهِیْمَ وَمُوْسٰی ﴿۱۹﴾ (سورۂ اعلیٰ)

''بیشک یہ اگلے صحیفوں میں ہے، ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔''

پچھلی کتابیں اسکی تصدیق کرتی ہیں اور یہ پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

وَهٰذَا کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَکٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ (سورۂ انعام: ۹۲)

''اور یہ برکت والی کتاب کہ ہم نے اتاری تصدیق فرماتی ان کتابوں کی جو آگے تھیں''۔

ایک جگہ فرماتا ہے:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ (مائدہ: ۴۸)

''اور (اے محبوب!) ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اُتاری، اگلی کتابوں کی تصدیق فرماتی اور ان پر محافظ وگواہ۔''

یعنی یہی نہیں کہ قرآن پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے۔ بلکہ پچھلی کتابوں کا محافظ بھی ہے اور گواہ بھی--- آج نہ زبور اصلی حالت میں ہے نہ توریت اور نہ انجیل--- قرآن نہ ہوتا تو شاید لوگ ان آسمانی کتابوں کے نام بھی بھول چکے ہوتے یا نام زندہ بھی ہوتے تو عقل پرست محققین کی نظر میں ان کی حقانیت مشکوک ہو چکی ہوتی۔ قرآن کی برکت سے ان کے نام زندہ ہیں۔

(ب)

قرآن کریم نے پہلے اپنی تاریخی حیثیت کو متعین کیا اور بتایا کہ یہ وہ کتاب ہے جس کا اگلی آسمانی کتابوں میں ذکر آ چکا ہے اور جو قرآن کی تصدیق کرتی ہیں اور قرآن ان کی تصدیق کرتا ہے--- پھر قرآن کی ادبی حیثیت کی طرف متوجہ کیا جو نہایت ہی اہم ہے اور فیصلہ کن ہے۔ اور فرمایا:

وَاِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَادْعُوْا شُهَدَآءَکُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۲۴﴾ (سورۃ البقرہ)

''اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے خاص بندے پر اُتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ۔ اور اللہ کے سوا اپنے سب حمائتیوں کو بلالو، اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے۔ تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں، تیار رکھی ہے کافروں کے لیے۔''

اور فرمایا:

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ﴿۸۸﴾ (سورۂ بنی اسرائیل)

''تم فرماؤ اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں کہ قرآن کی مانند لے آئیں تو اس کا مثل نہ لاسکیں گے اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو۔''

اتنا بڑا چیلنج آج تک کسی کتاب کے مصنف نے نہیں دیا--- یہ کوئی معمولی چیلنج نہیں--- کسی بھی کتاب میں کسی بھی ادیب کے لیے ایسے ایک دو جملے شامل کرنا زیادہ مشکل نہیں جو مصنف کے معلوم ہونے لگیں، پیوند نہ لگیں--- لیکن اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ تم کو یہ شک ہے کہ قرآن حکیم آسمانی کتاب نہیں بلکہ ایجاد بندہ ہے تو اگر تم اپنے قول میں سچے ہو تو پورا قرآن نہیں ایک ہی جملہ اس جیسا بنا کر لاؤ--- اور یہ چیلنج جاہلوں کو نہیں دیا جارہا بلکہ اُن اہل زبان کو جن کو اپنی زبان دانی پر فخر تھا۔ جن میں بڑے بڑے شعراء اور قادر الکلام ادیب تھے۔ جن کے مایہ ناز قصائد بیت اللہ میں آویزاں تھے، اور اس دعوے کے ساتھ آویزاں تھے کہ دنیا ان کا جواب پیش نہیں کرسکتی، جو اپنی زبان دانی کے سامنے دوسروں کو بے زبان سمجھتے تھے--- لیکن ہُوا یہ کہ نزول قرآن کے بعد سب زبان والے، بے زبان ہو گئے--- قرآن کہتا ہے سارے عالم کے جن وانس الگ الگ کوشش کر دیکھیں، یا سب مل کر کوشش کریں--- ہرگز ہرگز قرآن جیسا قرآن نہیں لاسکتے۔۔ اس لیے فرمایا:۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا (سورۃ البقرہ: ۲۴)

''پھر اگر تم نہ لاسکو اور ہم فرمائے دیتے ہیں کہ ہرگز نہ لاسکو گے۔''

قرآن حکیم کا یہ چیلنج چودہ صدیاں گزر جانے کے باوجود آج تک باقی ہے--- قرآن حکیم کی حلاوت کا یہ عالم کفار مکہ اور اُمراء قریش چھپ چھپ کر سنتے تھے گو بظاہر انکار کرتے تھے--- مشرف باسلام ہونے سے پہلے حضرت خالد بن ولید جب خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور قرآن سنا تو بے اختیار پکار اٹھے:

واللہ انہ لحلاوۃ وان علیہ لطلاوۃ، و ان اسفلہ لمغدق، وان اعلاہ لمثمر وما یقول ھذا بشر[1]

''خدا کی قسم! یہ کلام شیریں ہے، اس میں حسن وخوبی ہے، یہ سرتاپا سرسبز شاداب درخت ہے جو نیچے سے ہرا اور اوپر سے بھرا ہوا ہے۔ انسان کی تو یہ طاقت نہیں کہ ایسا کلام بول سکے''۔

[1] ابو عمر یوسف بن عبداللہ شہیر بن عبدالبر قرطبی: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مطبوعہ حیدرآباد دکن۔ ۱۳۳۶ھ، ج ۱، ص ۱۵۹

دورِ جدید کے ایک انگریز نومسلم، ایم۔ایم۔ پکتھال نے قرآن حکیم کا انگریزی میں ترجمہ کیا، لیکن پیش لفظ میں برملا اعتراف کیا:

"یہ تو ترجمہ قرآن، وُہ عظیم الشان قرآن نہیں، جس کی نغمگی کو کوئی نہیں پا سکتا ہے---جس کی آواز سن کر انسان مست و بیخود ہو جاتا ہے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے ہیں۔"[1]

قرآن کے مثل ایک آیت یا اس جیسا قرآن لانے میں اہل عرب یا اہلِ عالم کی عجز و معذوری سے آگے چل کر ایک یہ بھی خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ شاید قرآن ایک ایسی لغت یا ایسی زبان میں اُتارا گیا ہو جس کا سمجھنے والا ہی نہ ہو---قرآن حکیم نے اس خیال باطل کی خود تردید فرمائی---پہلے تو ایک اصول بیان فرمایا کہ ہم جس قوم میں رسول بھیجتے ہیں، تو اس کو اس کی قومی زبان میں پیغام دیتے ہیں، دوسری اجنبی زبان میں نہیں۔

چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (سورہ براہیم:۴)

"اور ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا۔ وہ انہیں صاف بتائے"۔

پھر قرآن حکیم کی عربیت کے بارے میں بار بار وضاحت فرمائی کہ یہ قرآن خالص عربی زبان میں ہے۔

ارشاد ہوا:

اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ⓶ (سورۂ یوسف)

"بے شک ہم نے اسے عربی قرآن اتارا کہ تم سمجھو۔"

اور دوسری بہت سی آیات میں اس حقیقت کو واشگاف فرمایا کہ قرآن عربی اور خالص عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔[2]

علامہ ابوبکر واسطی نے "**الارشاد فی القرأت العشر**" اور علامہ جلال الدین سیوطی نے "**الاتقان فی علوم القرآن**" میں قرآن کریم میں غیر عربی زبانوں کے الفاظ اور مثالوں کی تفصیل دی ہے۔ اہل عرب کے بقیہ دنیا سے برسہا برس سے تجارتی تعلقات رہے، دوسری اقوام سے ان کا اختلاط تھا، جن کی زبانیں مختلف تھیں۔ جب قوموں کا باہمی اختلاط ہو تو ان کی زبان بلکہ ہر چیز متاثر ہوتی ہے۔ ایک زبان کے الفاظ دوسری زبان میں داخل ہونے لگتے ہیں۔ پھر استعمال ہوتے ہوتے اس کا جز بن جاتے ہیں اُس کے اپنے ہو جاتے ہیں مثلاً فارسی میں عربی کے بے شمار الفاظ ہیں مگر فارسی کی فارسیت مجروح نہیں ہوئی---اسی طرح اردو، سندھی، پشتو، بلوچی، پنجابی وغیرہ میں، بہت سے عربی فارسی الفاظ موجود ہیں۔ بلکہ دنیا کی ہر زبان میں کسی نہ کسی زبان کی آمیزش ضرور ہے مگر پھر بھی ہر زبان کی انفرادیت قائم ہے۔

(ج)

قرآن کی ادبیت و عربیت کے اعلان کے بعد قرآن حکیم نے اپنے جمال معنوی اور ظاہری اور پھر اس کی تاثیر کا اس انداز سے ذکر کیا ہے:

---

[1] محمد مارما ڈیوک پکتھال: دی گلوریس قرآن، مطبوعہ نیویارک ۱۹۵۴ء (پیش لفظ)

[2] القرآن الحکیم: سورۃ الرعد، ۷/۳، سورۃ طٰہٰ، ۱۳، سورۃ الزمر: ۲۷، سورۃ حم السجدہ، ۳۰، سورۃ الشوریٰ، سورۃ الزخرف، ۳-۴

اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (سورۂ زمر: ۲۳)

''اللہ نے اُتاری سب سے اچھی کتاب کہ اوّل سے آخر تک ایک سی ہے دوہرے بیان والی اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں ان کے بدن پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور پھر ان کی کھالیں اور دل نرم پڑتے ہیں یادِ خدا کی طرف رغبت میں''۔

اللہ تعالیٰ نے ''اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ [۱]''، ''اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ [۲]'' نازل فرمائی۔ تاکہ دنیا کو ''احسن عمل [۳]'' کا جلوہ دکھا کر ''اَحْسَنُ مَقِيْلًا [۴]'' کے مقام پر فائز کیا جائے۔ تاثیر قرآن کا یہ عالم ہے۔ ارشاد ہو رہا ہے:۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۳﴾ (سورۃ المائدہ)

''اور جب سنتے ہیں وہ جو رسول کی طرف اُترا تو ان کی آنکھیں دیکھو کہ آنسوؤں سے اُبل رہی ہیں اس لیے کہ وہ حق کو پہچان گئے۔ کہتے ہیں: اے رب! ہمارے ہم ایمان لائے۔ تو ہمیں حق کے گواہوں میں لکھ لے''۔

اور فرمایا:۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ (سورۂ بنی اسرائیل)

''بیشک وہ جنہیں اس کے اترنے سے پہلے علم ملا جب ان پر پڑھا جاتا ہے ٹھوڑی کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں۔''

اور ارشاد فرمایا:۔

وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ (سورۂ بنی اسرائیل)

''اور کہتے ہیں: ''پاکی ہے ہمارے رب کو، بے شک ہمارے رب کا وعدہ پورا ہوا اور ٹھوڑی کے بل گرتے ہیں روتے ہوئے، اور یہ قرآن ان کے دل کا جھکنا بڑھاتا ہے۔'' [۵]

مشہور ایرانی سیاح بزرگ بن شہریار نے تیسری صدی ہجری کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ کشمیر کے راجہ مہروک نے سندھ کے ایک عالم کو دربار میں بلایا، اس سے زبان ہندیہ میں قرآن حکیم کا ترجمہ کرایا --- جب اس عالم نے یہ ترجمہ پڑھ کر سنایا ---:

''اِسی مٹی سے تم کو پیدا کیا اِسی مٹی میں تم کو لوٹائیں گے اور پھر اسی مٹی سے تم کو اٹھائیں گے'' ---

ترجمہ سننا تھا کہ وہ راجہ زار و قطار رونے لگا، زمین پر سر رکھ دیا، منہ خاک آلود ہو گیا۔ پھر وہ دل سے مسلمان ہو گیا۔ [۶]

[۷] ۱۹۴۷ء میں راقم نے خود دیکھا دہلی میں مشرکین و کفار کے ایک عظیم اجتماع میں سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص کی تلاوت کی گئی تو

---

[۱] القرآن الحکیم: سورۃ التین، ۴ [۲] القرآن الحکیم: سورۃ الزمر، ۲۳ [۳] القرآن الحکیم، سورۃ الفرقان، ۲۴

[۴] القرآن الحکیم: سورۃ المائدہ، ۸۳

[۵] نوٹ: مطالعہ یا تلاوت کرنے والے مسلمان اس آیت کے اختتام پر سجدہ تلاوت ضرور کریں۔ شکریہ!

[۶] (ا) بزرگ بن شہریار: عجائب الہند مطبوعہ لیڈن ۱۸۸۶ء (بحوالہ ہندوستان عربوں کی نظر میں، مطبوعہ اعظم گڑھ ۱۹۶۰ء ص ۱۹۲۔ ۱۹۴)

(ب) سید سلیمان ندوی: عرب و ہند کے تعلقات مطبوعہ الٰہ آباد سن ۱۹۳۰ء، ص ۱۴۱۔ ۱۴۲

سب کے سب دم بخود ہو گئے۔ کہاں وہ ایک دو لاکھ کا مجمع اور وہ شور و غل اور بھنبھناہٹ کہ الاماں والحفیظ! اور کہاں تلاوتِ قرآن کی یہ تاثیر اور تصویر کا یہ عالم کہ بس دیکھا کیجئے!

یہ تو انسانوں پر قرآن حکیم نے اپنا اثر دکھایا کہ ان کی پیشانیوں کو جھکایا اور رراز وقطار رُلایا--- قرآن تو کہتا ہے کہ انسان تو انسان اگر یہ قرآن پہاڑوں پر نازل ہوتا تو اس کی ہیبت وجلالت سے وُہ کانپ اُٹھتے:۔

ارشاد ہوتا ہے:۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (سورۃ الحشر: ۲۱)

''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور اسے دیکھتا جھکا ہوا، پاش پاش ہوتا اللہ کے خوف سے۔''

قرآن کیا نازل ہوا، دل کے دریچے کھلنے لگے--- عالم بالا کے جھروکوں سے الفاظ وحروف کے حسین چہرے جھانکنے لگے--- ایک ایک کر کے صفحہ قرطاس پر آنے لگے اور صفحہ قرطاس کو تختۂ گل بنا کر دیکھنے والوں کے لیے جنت نظارہ بنانے لگے--- اور شش جہات سے مبارک باد، مبارک باد! کی صدائیں بلند ہونے لگیں--- جن وانس اور ملائک ایک ایک تختے کو حیران ہو کر دیکھنے لگے--- اعجاز قرآن پر سب کے سب انگشت بدنداں--- ایک جہانِ حسن ہے کہ ایک ایک آیت سے ظاہر ہو رہا ہے۔ کھولئے تو بحر بیکراں ہے، بند کر دیجئے تو گوھر آب دار--- اے دیدہ ورو! اگر جمالِ معنیٰ تک رسائی نہیں تو ظاہری جمال ہی دیکھ لو۔

دیکھو دیکھو عروس آیات بینات گھونگھٹ کھولے کھڑی ہیں اور دعوتِ نظارہ دے رہی ہیں۔ ایک نظر دیکھ تو لو!

۳

(۱)

قرآنِ حکیم جس ماحول میں نازل ہوا وہ ان پڑھوں کا ماحول تھا جس کی تصدیق اس آیت سے ہوتی ہے:۔

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (سورہ جمعہ: ۲)

''وہی ہے جس نے اَن پڑھوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا''۔

لیکن اَن پڑھوں میں سے کچھ پڑھے لکھے بھی تھے گو کہ اکثریت اَن پڑھوں کی تھی۔ مگر وُہ بھی ایسے تھے جن میں علم وادب سینہ بہ سینہ چلا آتا تھا۔ ان میں مختلف علوم وفنون کا رواج بھی تھا، اس کی تصدیق خود اس امر سے ہوتی ہے کہ قرآن جیسا علمی شہ کار اُس معاشرے میں بھیجا گیا--- شہ کار اُسی کے سامنے پیش کیا جاتا ہے جو پرکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے--- جاہلوں کے سامنے کوئی علمی شہ کار پیش نہیں کرتا۔ قرآن حکیم نے اَن پڑھوں میں، پڑھنے کی بات کی اور لوح وقلم کا سہارا دے کر ثریا تک پہنچا دیا--- قرآن حکیم کی نظر میں عظمت لوح وقلم کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کی ایک سورۃ کا نام ہی القلم ہے پھر اسی میں قلم کی قسم کھائی:۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ (سورۃ القلم)

''قلم اور اُن کے لکھنے کی قسم!''

پھر جو کچھ لکھا گیا اس کی قسم یوں کھائی:

قٓ ۚ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِيْدِ ۝ (سورۂ ق)

''عزت والے قرآن کی قسم''۔

عہد نبوی کا معاشرہ کتاب کے تصور سے بیگانہ نہ تھا۔ چنانچہ قرآن حکیم ان سے پوچھتا ہے:۔

اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۷﴾ (سورۃ القلم)

''کیا تمہارے لیے کوئی کتاب ہے جس میں پڑھتے ہو؟''

نہ کتاب سے نا آشنا تھے اور نہ کاغذ سے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس معاشرے میں ''کاغذ'' پر لکھی ہوئی کتابیں موجود تھیں، کیوں کہ قرآن انہی اشیاء کا ذکر کرتا ہے جو ان کے چاروں طرف یا اُن میں موجود تھیں۔ کسی ایسی چیز کا ذکر کرتا جو اُن میں نہ تھی تو تمثیلی اور مثالی انداز سے ذکر کرتا مگر کتاب و کاغذ کا جس انداز سے ذکر کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشرکین مکہ کتاب و کاغذ سے اچھی طرح واقف تھے، بلکہ یہ چیزیں ان کے معاشرے میں موجود تھیں۔

ارشاد ہوتا ہے:

وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِىْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷﴾ (سورۃ الانعام)

''اور اگر تم پر کاغذ میں لکھا ہوا اتارتے کہ وہ اسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے جب بھی کافر کہتے کہ یہ نہیں مگر کھلا جادو۔''

یہی نہیں کہ اس معاشرے میں کاغذ و کتاب موجود تھے۔ بلکہ کاتب اور کتابت کا رواج بھی تھا جس کا اندازہ قرآن حکیم کی ان آیات سے ہوتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ؕ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۪ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ (سورہ البقرۃ: ۲۸۷)

''اے ایمان والو! جب تم ایک مقرر مدت تک کسی رہن کا لین دین کرو تو اسے لکھ لو اور چاہیے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا ٹھیک ٹھیک لکھے اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اللہ نے سکھایا ہے۔''

یہ تو شہر کی بات تھی، سفر میں لین دین ہو تو اس کے لیے فرمایا:

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ (سورۃ البقرہ: ۲۸۳)

''اور اگر تم سفر میں ہو اور لکھنے والا نہ پاؤ تو گرو ہو قبضہ میں دیا ہوا۔'' (یعنی کوئی چیز دائن کے قبضے میں گروی رکھ دو)

تاریخی حقائق سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اہل مکہ میں لکھنے پڑھنے کا رواج تھا--- مشہور و معروف عربی قصائد ''المعلقات السبعۃ'' لکھ کر دیوار کعبہ پر لٹکائے گئے جو تقریباً ڈیڑھ سو برس تک لٹکتے رہے--- ابن ندیم نے کتاب ''الفہرست'' میں لکھا ہے کہ حضرت عبدالمطلب کی ایک تحریر جو چمڑے پر لکھی ہوئی خلیفہ مامون الرشید کے کتب خانے میں موجود تھی--- صحیح بخاری میں باب کیف بداء الوحی میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ورقہ بن نوفل عبرانی زبان میں لکھا کرتے تھے چنانچہ وہ عبرانی میں انجیل بھی لکھتے تھے۔[1]

[1] محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: صحیح بخاری، ج ۱، ص ۹۵

وکان یکتب کتاب العبرانی فیکتب من الانجیل بالعبرانیۃ [1]

ترجمہ:۔ ''اور وہ عبرانی زبان میں لکھتے تھے چنانچہ انجیل بھی عبرانی زبان میں لکھتے تھے۔''

۱۳ھ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ نے سفر ہجرت کے دوران حضور انور ﷺ کے حکم سے دشمنِ جاں سراقہ بن جعشم کو امان نامہ لکھ کر دیا۔

خود حضور ﷺ نے عبداللہ بن سعید بن العاص کو حکم دیا کہ وہ مدینہ منورہ میں لڑکوں کو لکھنے کی تعلیم دیں [2]۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عبرانی اور سریانی زبانوں میں لکھنا پڑھنا سیکھیں --- ابوداؤد شریف کی ایک حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ شفا بنت عبداللہ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو لکھنا پڑھنا سکھایا تھا --- غزوۂ بدر کے ۷۰ قیدیوں میں جن کے پاس فدیہ کے لیے خرچ نہ تھا فدیہ کے عوض مدینہ منورہ کے دس دس لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے کا حکم دیا گیا۔ [3]

حضور ﷺ کے عہد مبارک میں تقریباً ۴۲ صحابہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ طبقات ابنِ سعد کے مطابق حضرت ابن عباس کے پاس ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر کتابیں تھیں [4]

عہد نبوی میں اکثر ممالک میں لکھنے کا رواج تھا مثلاً روم، یونان، ہندوستان، ایران، چین، حجاز، عراق، مصر وغیرہ۔ مختلف ممالک میں لکھنے کے لئے مختلف اشیاء استعمال کی جاتی تھیں --- روم میں سفید ریشم یا نازک ولطیف کھال پر لکھتے تھے --- یونان میں بھی کھال پر لکھتے تھے اس کی تصدیق اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جب سقراط سے پوچھا گیا کہ وہ لکھتے لکھاتے کیوں نہیں؟ تو اُس نے جواب دیا: ''میں نہیں چاہتا کہ جو بات ایک زندہ مرد کے دل سے نکلے وہ ایک مردہ بکری کی کھال پر لکھی جائے۔''

جنوبی ہند میں تاری کے درخت کے ایک گز لمبے اور ۳ انگشت چوڑے پتوں کو باہم چسپاں کر کے لکھنے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ شمالی ہند میں بھوج کے درخت کی چھال کے ایک گز لمبے اور چند انگشت چوڑے ٹکڑے پر لکھتے' پھر کپڑے میں لپیٹ کر دو تختیوں میں محفوظ کر دیتے جس کو ''پوتی'' کہا جاتا تھا۔ ایک درخت کا ذی بھی تھا، اس کی چھال بھی لکھنے کے لئے استعمال ہوتی تھی۔ چنانچہ ہندوستان کے ایک بادشاہ نے خسرو نوشیرواں شاہ ایران کے نام اسی درخت کی چھال پر زر سرخ سے ایک خط لکھوا کر بھیجا تھا۔

ایران میں گائے بھینس، بکری اور ہرن کی کھال پر کتابت کرتے تھے۔ چین کے لوگ کاغذ پر لکھتے تھے [5]۔ جو نباتات سے تیار کیا جاتا تھا --- حجاز میں ہڈی، شانہ شتر، پتلے نازک سفید پتھر، چھال صاف کی ہوئی کھجور کی شاخیں اور کھال لکھنے کے کام آتی --- مصر میں پاپیروس گورخر کی کی کھال یا فلچان پر کتابت کرتے تھے --- پاپیروس کو قدیم ماخذ میں قرطاس کہا گیا ہے۔ جلال الدین سیوطی (م ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء) نے لکھا ہے کہ پاپیروس ۳۰ گز لمبا ہوتا تھا --- قرآن کریم میں قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ دیئے جانے کو اس سے تشبیہ دی ہے۔ عراق میں بھی پاپیروس استعمال ہوتا تھا چنانچہ ابن عبدوس جھشیاری (م۔ ۳۳۱ھ ۹۴۲ء) نے

---

[1] ایضاً، ج ۱، ص ۹۵

[2] ابن عبداللہ قرطبی! الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۳۶ھ ج ۱، ص ۳۵۳

[3] ابوعبداللہ محمد بن سعد زہری! طبقات، ج ۲، ص ۱۴

[4] ایضاً، ج ۵، ص ۲۱۶

[5] کاغذ سازی کے فن میں مسلمانوں نے بڑی ترقی کی اور قسم قسم کے کاغذ بنائے۔ مثلاً سلیمانی، طلحی، نوحی، فرعونی، جعفری، جیہانی، مامونی، منصوری، سمرقندی وغیرہ۔ مسعود

''الوزراو الکتاب'' میں لکھا ہے کہ ابوجعفر منصور خلیفہ بغداد کے خزانے میں قرطاس (پاپیروس) بڑی مقدار میں جمع تھا۔[1]

الغرض عہد نبوی میں دنیا کے مختلف علاقوں میں لکھنے کے لیے متعدد چیزیں استعمال ہوتی تھیں جن میں کھال اور پاپیروس خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن کی کچھ تفصیل آگے آتی ہے۔

مشرق و مغرب کے کتب خانوں میں یونانی، آرامی، عبرانی، عربی، اروستائی، پہلوی، وغیرہ زبانوں میں کھال پر لکھی ہوئی تحریریں موجود تھیں۔ پاپیروس پر عربی میں لکھے ہوئے اوراق دستیاب ہوئے ہیں جن کی روشنی میں تاریخ کے تاریک گوشوں سے پردہ اٹھا ہے۔

قرآن کریم کی کتابت میں مندرجہ بالا اشیاء میں سے کتابت کے لئے کون کون سی چیزیں استعمال کی گئیں اس کی کچھ تفصیل یہ ہے:

ایک تحقیق کے مطابق حضور ﷺ کے عہد مبارک میں ''کاغذ'' کی جگہ دو چیزیں استعمال ہوتی تھیں: رق اور مہرق۔ مہرق --- سفید ریشمی کپڑا جس پر گوند لگا کر لکھنے کا کام لیا جاتا تھا --- اور رق پتلی اور باریک کھال جو کاغذ کی جگہ استعمال ہوتی تھی اور نہایت پائیدار و دیرپا ہوتی تھی --- قاموس میں ہے، ''رق'' باریک کھال کو کہتے ہیں جس پر کتابت کی جائے اور ''لسان العرب'' میں ہے: ''ایک باریک کھال جس پر لکھا جاتا ہے۔[2] مجد الدین فیروز آبادی نے رق کے معنی ''صاف کی ہوئی کھال بھی بتایا ہے''۔[3]

خود قرآن حکیم سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن اسی باریک کھال پر لکھا جاتا تھا۔

چنانچہ ارشاد ہے:

وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝ (الطور)

''اور اس نوشتہ کی جو کھلے دفتر میں لکھا ہوا ہے''۔

بعض احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ نزول وحی کا آغاز تحریری صورت میں ہوا --- چنانچہ بخاری شریف کی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا والی روایت کی شرح میں علامہ قسطلانی نے عبید بن عمیر کی جو روایت نقل کی ہے اس میں یہ تفصیل موجود ہے:۔

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جبریل میرے پاس دیبا نامی ریشمی کپڑا لائے اس میں کچھ لکھا ہوا تھا۔[4] پھر کہا: ''پڑھیے؟''

---

[1] ابوالفضل ذابح: کاغذ سازی در تمدن اسلامی مشمولہ کیہان فرہنگی، ایران شمارہ ۶، ص ۳۰۔ ۳۳ بحوالہ ذیل:۔

۱۔ ابوریحان البیرونی: تحقیق ماللہند ۲۔ مسعودی: مروج الذہب ۳۔ ابن ندیم: الفہرست

۴۔ بلاذری: فتوح البلدان ۵۔ ابن حوقل: صورت الارض ۶۔ جاحظ: المحاسن والاضداد

۷۔ طبری: تاریخ طبری ۸۔ ابن عبدوس جھشیاری: ابولوزراو الکتاب۔

[2] دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ج ۱۶، مطبوعہ لاہور، ص ۳۳۴

[3] مجد الدین فیروز آبادی: بصائر ذوی التمیز فی لطائف الکتاب العزیز، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۸۵ھ، ج ۳، ص ۹۳

[4] جلال الدین سیوطی: الاتقان، ج ۱، ص ۲۳، الجزائری: التبیان، ص ۱۱۳ اخرم علی: ترجمہ مشارق الانوار، ص ۴۱

میں نے کہا: ''پڑھا ہوا نہیں ہوں۔''

اس روایت میں ''دیبا'' نامی ریشمی کپڑے کا ذکر ملتا ہے اور ''مہرق'' جس کا ذکر کیا گیا وہ بھی ریشمی کپڑے ہی سے تیار کیا جاتا، بہر حال عہد نبوی میں لکھنے کے لیے ''رق'' اور ''مہرق'' کاغذ کی جگہ استعمال کیے جاتے تھے۔

جہاں تک کاغذ کا تعلق ہے وہ ۱۰۵ء میں یعنی حضور ﷺ کی تشریف آوری سے تقریباً ۴۶۶ برس پہلے چین میں Ts'ailun سائی لن نے ایجاد کیا، ۷۵۱ء میں یہ فن ایشیاء میں سمرقند پہنچا اور ۷۹۲ء میں خلیفہ ہارون الرشید کے زمانے میں پہلی مرتبہ بغداد میں بنایا گیا۔[1]

مگر ایک روایت یہ بھی ہے کہ پہلی صدی ہجری میں حجاج بن یوسف کے ایماء پر عرب میں کاغذ بننے لگا تھا--- لیکن عہد نبوی میں چین میں کاغذ موجود تھا، اس بات کی کوئی تاریخی شہادت نظر سے نہیں گزری کہ یہ کاغذ عرب میں آتا تھا یا نہیں، البتہ اس حدیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ علمی دنیا میں چین کی ترقی سے حضور ﷺ اچھی طرح واقف تھے چنانچہ آپ نے فرمایا:

اطلب العلم لو كان بالصين[2]

''علم حاصل کرو اگر چین ہی کیوں نہ جانا پڑے''۔

عہد قدیم میں دریائے نیل کے کنارے پیدا ہونے والے ''نرکل'' کے پودے کی چھال سے ایک قسم کا کاغذ بنایا جاتا تھا جس کا نام پودے کے نام پر PAPYRUS رکھا گیا، اس پر لکھا ہوا۔ ریکارڈ آج بھی موجود ہے، یہ لکھنے کے لیے وسیع پیمانے پر استعمال ہوتا تھا۔[3]

اہل عرب تجارت میں بڑے مشاق اور بحری سفر کے دل دادہ تھے۔ اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ چین اور مصر کا کاغذ بھی۔ حرمین شریفین میں استعمال ہوتا ہوگا۔ کیوں کہ درآمدات کا تعلق طلب وضرورت سے وابستہ ہے اور نزول قرآن کے بعد لکھنے کی چیزوں کی اشد ضرورت تھی۔

چنانچہ موطا امام مالک میں ہے:۔

جمع ابوبكر القرآن فی قراطيس

''حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے قرآن پاک کاغذوں پر جمع کیا۔''

اور قرآنی آیات میں ''قرطاس'' کا لفظ استعمال ہوا ہے گو اس کا اطلاق ''رق'' اور ''مہرق'' پر کیا بھی کیا جاسکتا ہے۔

---

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، ج ۱۳، مطبوعہ امریکہ ۱۹۷۲ء، ص ۹۶۶

[2] ابن الحاج الفاسی: محمد بن محمد العبدی: المدخل (ب) امام غزالی: احیاء العلوم، مطبوعہ قاہرہ، ص ۱۸

[3] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، ج ۱۳، ص ۹۶۶

{ب}

اب ہم حجاز کے "رق" چین کے "کاغذ" اور مصر کے "پیپرس" کے متعلق تاریخ کے پس منظر میں کچھ عرض کرتے ہیں:۔

❶۔ بحیرۂ احمر پر رومیوں کے غلبے کے بعد جب یمنیوں کی تجارت کمزور پڑنے لگی تو اہل یمن نے بحری راستے کی بجائے اندرون عرب کے بری راستوں سے غیر ملکوں کا تجارتی سفر شروع کیا--- یہ راستہ حضر موت سے شروع ہوتا تھا اور بحیرۂ احمر کے اوپر صحرائے نجد سے بچتا ہوا مکہ مکرمہ جاتا تھا جس کی وجہ سے مصر و شام اور یمن کے درمیان مکہ بہت بڑی منڈی بن گیا--- مکے کی خاص پیداوار میں "جانوروں کی کھالیں" سب سے زیادہ اہم تھیں "طائف کا چمڑا" عربی میں ضرب المثل ہے--- ڈاکٹر حمید اللہ نے "مبسوط سرخسی" (ج ۱۰، ص ۹۱، ۹۲) اور "شرح السیر الکبیر سرخسی" (ج ۱، ص ۶۹) کے حوالوں سے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمانے کے بعد مکے والوں سے حالتِ جنگ کے باوجود ابوسفیان کو مختلف سامانِ ضرورت بھیج کر معاوضے میں "جانوروں کی کھالیں" طلب کیں تھیں[۱]۔ اغلب گمان یہی ہے کہ یہ کھالیں دباغت کے بعد "رق" تیار کرنے کے لیے منگوائی ہوں گی چونکہ آپ کار نبوت میں مصروف تھے اور یہ کھالیں رق کی صورت میں کتابتِ قرآن کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔

❷۔ جزیرہ نمائے عرب تین براعظموں کے درمیان واقع ہے ایشیاء، افریقہ اور یورپ--- مشرق کا تجارتی مال بڑی حد تک عرب کی راہ سے یورپ جاتا تھا، عرب خود بھی تجارت کے لیے دور دراز نکل جاتے تھے کاروبار نے ان کو مصر و شام اور چین و ہند تک پہنچایا۔ قدیم زمانے سے چین اور پاک و ہند کا تجارتی مال یمن آتا اور خشکی کے راستے حجاز و شام سے گزر کر یورپ جاتا تھا--- مدینہ منورہ سے ایک رات اور ایک دن کے فاصلے پر جار کی بندرگاہ تھی یہاں کا مال مدینہ منورہ اور اطراف کی بستیوں میں کثرت سے فروخت ہوتا تھا--- مدینہ منورہ اور اس کے اطراف کی تجارت بہت کامیاب تھی۔ بہت سے مہاجر صحابہ نے تجارت کا پیشہ اختیار کیا--- جار کے متعلق عرام بن الاصبع لکھتے ہیں:۔

والجار علی شاطی البحر، ترفا الیه السفن من الارض الحبشة ومصرو من البحرین والصین[۲]

"جار بحیرہ احمر کی ساحلی بستی ہے یہاں پر حبشہ، مصر، بحرین اور چین سے جہاز آ کر لگتے ہیں۔"

اُبلہ اور دبا کی بندرگاہوں کے لیے مؤرخین نے لکھا ہے:۔

و کانت احدی قرض الهند یجتمع بها تجارة الهند والسند والصین واهل المشرق والمغرب۔

"دبا ہندوستان کی بندرگاہ تھی جہاں ہندوستان، سندھ، چین بلکہ مشرق اور مغرب کے تاجر جمع ہوا کرتے تھے۔"

حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عہد فاروقی میں ۱۴ھ میں "اُبلہ" کو فتح کیا (یہ بندرگاہ قدیم زمانے سے ارض الهند فرج الهند و السنده کے لقب سے مشہور تھی) تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے مکتوب میں لکھا:۔

---

[۱] محمد حمید اللہ، ڈاکٹر: رسول کریم کی سیاسی زندگی، مطبوعہ کراچی ۱۹۶۱ء، ص ۳۲

[۲] اطہر مبارک پوری، قاضی: عرب و ہند عہد رسالت میں، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۵ء، ص ۳۲۔ (بحوالہ عرام بن الاصبع سلمی، کتاب اسماء جبال تہامہ)

فان اللّٰہ ولہ الحمد فتح علینا الا بلہ وھی مرقی سفن البحر من عمان والبحرین والفارس والھند والصین۔

"اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اُبلہ پر فتح دی۔ یہ مقام عمان بحرین، فارس اور چین سے آنے والے جہازوں کی بندرگاہ ہے[1]"۔

مندرجہ بالا حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ سرزمین حجاز میں چین سے سامان آتا تھا اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی منڈیوں میں بکتا تھا اس لیے ظن غالب ہے کہ چین کا وہ کاغذ جس کی ایجاد حضور اکرم ﷺ کی بعثت سے صدیوں پہلے ۱۰۵ء میں ہو چکی تھی مکہ معظمہ مدینہ منورہ کے بازاروں میں ملتا ہو گا چنانچہ بعض احادیث میں کاغذ پر قرآن پاک کی کتابت کا ذکر آتا ہے۔

۳۔ عبد مناف بن قصیٰ کے چار بیٹے عبد شمس، ہاشم، نوفل اور المطلب نے بالترتیب شاہ حبشہ نجاشی، قیصر روم، کسرائے ایران اور شاہ یمن سے تجارتی راہداری کے پروانے حاصل کیے اور آزادانہ تجارت شروع کی۔ سردیوں میں یمن اور گرمیوں میں شام و مصر آنے جانے لگے جس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح ہے:۔

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ ۙ﴿۱﴾ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّیْفِ ۚ﴿۲﴾ (سورۂ قریش)

"چونکہ (اللہ نے) قریش کو مانوس کر دیا۔ ہاں، جاڑے اور گرمی کے سفروں سے انہیں مانوس کر دیا۔"

چنانچہ اسی ہمہ گیر تجارت کا اثر تھا کہ عرب میں تقریباً ۱۳ بڑے بڑے بازار لگتے تھے۔ جن میں مندرجہ ذیل ذکر ہیں:

دومۃ الجندل، صحار، دبا، شجر، رابیہ (حضر موت) ذوالمجاز، نطاۃ (خیبر)، مشقر، منیٰ، حجر، عکاظ، عدن، صنعا[2]

سب سے بڑا بازار عرفات کے قریب عکاظ کا لگتا تھا اس میں نہایت عمدہ اور نایاب سامان فروخت ہوتا تھا جو عرب کے کسی بازار میں نہیں ملتا تھا۔ یقیناً یہاں چین کا کاغذ، اور مصر کا پیپرس ضرور ملتا ہو گا اور کاتبین وحی نے اس سے ضرور استفادہ کیا ہو گا۔

خود حضور ﷺ نے بعثت سے پہلے کئی سال تجارت فرمائی چنانچہ آپ ایک طرف خلیج فارس کے ساتھ ساتھ بحرین اور عمان تشریف لے گئے اور دوسری طرف بحیرہ قلزم کے ساتھ ساتھ یمن بھی تشریف لے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ذاتی طور پر شاہ حبشہ نجاشی سے بھی واقف تھے۔ چنانچہ آپ نے ہجرتِ اولیٰ کے وقت اپنے چچا زاد بھائی حضرت جعفر کو نجاشی کے نام ایک سفارشی خط بھی دیا تھا--- مسند امام احمد بن حنبل (ج ۴، ص ۲۰۶) کے حوالے سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے لکھا ہے کہ جب مشرقی عرب بحرین سے ایک وفد حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے اس علاقہ کا اس طرح ذکر کیا جیسے وہ برسوں کا جانا پہچانا ہے[3] اس پر جب ان لوگوں نے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: "میں نے تمہارے ملک کی خوب سیر کی" اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ بہ سلسلہ تجارت مشقر اور دبا کے مشہور میلوں میں تشریف لے گئے ہوں گے۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کو سامان تجارت دے کر حباشہ (تہامہ) بھیجا جہاں رجب میں تین دن بازار لگتا تھا۔ پھر جُرش (یمن) بھیجا جہاں بڑا بازار لگتا تھا۔ ان تمام حقائق سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے

---

[1] اطہر مبارک پوری: عرب و ہند عہد رسالت میں، ص۔ ۳ [2] اطہر مبارک پوری: عرب و ہند عہد رسالت میں، ص ۷، ۱۳

[3] محمد حمید اللہ، ڈاکٹر: رسول اکرم ﷺ کی سیاسی زندگی بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل، ج ۴، ص ۲۰۶

نوعمری اور عنفوان شباب کا بیشتر حصہ تجارتی مصروفیات میں گزارا۔ظاہر ہے ایسی ہستی سے یہ اُمید نہیں رکھی جاسکتی کہ وہ قرب وجوار اور دور دراز ملکوں میں پائی جانے والی لکھنے کی چیزوں سے بے خبر ہو اُن کی باخبری پر تو خود قرآن گواہ ہے۔اس لیے ان تمام حقائق سے یہ نتیجہ نکالنا نامناسب نہ ہوگا کہ عہد نبوی میں قرآن حکیم کی مکمل کتابت رق، مہرق، کاغذ اور پیپرس، وغیرہ پر ہوئی ہوگی۔

بہر حال جیسا کہ عرض کیا گیا اتنا تو قرآن سے ثابت ہے کہ قرآن حکیم کو باریک کھال کے اوراق پر جمع کیا گیا۔۔چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:۔

وَالطُّوْرِ ۙ﴿۱﴾ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۙ﴿۲﴾ فِىْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ﴿۳﴾ (سورۂ طور)

''طور کی قسم اور اس نوشتہ کی جو کھلے دفتر میں لکھا ہے''۔

{ج}

قرآن حکیم کو''قرآن'' بھی کہا گیا ہے یعنی جو''پڑھا جائے''اور''کتاب'' بھی کہا گیا ہے''یعنی جو پڑھا جائے''،یا''جو لکھا ہوا ہو''،۔۔۔مندرجہ ذیل آیات سے اس امر کی توثیق ہوتی ہے:

1. وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ (سورہ انعام:۹۲)
2. كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ (سورہ ص:۲۹)
3. ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ (سورہ بقرہ:۲)
4. هُوَ الَّذِىْۤ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا (سورہ الانعام:۱۱۴)
5. وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ (سورہ الاعراف:۵۲)
6. كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ (سورہ ہود:۱)
7. وَهٰذَا كِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ (سورہ الاحقاف:۱۲)
8. وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ (سورہ الانعام:۹۲)
9. وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾ (سورہ نمل)
10. وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ (سورہ دخان)

موطا امام مالک میں مندرجہ ذیل آیت سے قرآن مکتوب ہی مُراد لیا گیا ہے:۔

كَلَّاۤ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۚ﴿۱۱﴾ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۘ﴿۱۲﴾ فِىْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۙ﴿۱۳﴾ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۙ﴿۱۴﴾ بِاَيْدِىْ سَفَرَةٍ ۙ﴿۱۵﴾ كِرَامٍۭ بَرَرَةٍ ﴿۱۶﴾ (سورۂ عبس)

''یوں نہیں یہ تو سمجھانا ہے تو جو چاہے اسے یاد کرے ان صحیفوں میں کہ عزت والے ہیں، بلندی والے، پاکی والے، ایسوں کے ہاتھ لکھے ہوئے جو کرم والے نکوئی والے۔''

ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:۔

يَوْمَ نَطْوِى السَّمَآءَ كَطَىِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (سورۃ الانبیاء:۱۰۴)

"جس دن ہم آسمان کو لپیٹیں گے جس طرح سجل نوشتوں کو لپیٹتا ہے۔"

بعض احادیث میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے ایک کاتب کا نام سجل تھا[1]

درایتہً یہ روایت صحیح معلوم ہوتی ہے کیوں کہ تشبیہ اسی وقت ذہن نشین ہو سکتی ہے جب مخاطب کے سامنے وہ شئے موجود ہو جس سے تشبیہ دی جا رہی ہے یا اس نے دیکھی ہو--- کاتبینِ وحی لوگوں کے سامنے لکھا کرتے تھے جہاں مختلف اشیاء پر کتابت ہوتی تھی وہاں جیسا کہ آیت مذکورہ سے ثابت ہوتا ہے۔ ایسی اشیاء پر بھی کتابت ہوتی تھی جس کو Scroll کی صورت میں لپیٹ دیا جاتا تھا--- ایسی تحریر "مہرق" یا "کاغذ" ہی پر ہو سکتی ہے--- Scroll کی لمبائی عام کاغذ جتنی نہیں ہوتی بلکہ بقدر ضرورت کاغذ جوڑ جوڑ کر اس کو لمبا کرتے رہتے ہیں، اور لپیٹتے جاتے ہیں--- یہ طریقہ قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے، اب رفتہ رفتہ اس کا رواج ختم ہو رہا ہے لیکن اب بھی مطالبات کے سلسلے میں محضر نامے طول طویل کاغذ پر پیش کیے جاتے ہیں--- بہرکیف آیت مذکورہ میں نوشتوں کے لپیٹے جانے کی آسمان کے لپیٹے جانے سے تشبیہ اسی وقت مکمل ہو سکتی ہے جب وہ نوشتے طویل و عریض کاغذ پر تحریر کیے جاتے ہوں پھر ان کو لپیٹ کر رکھ دیا جاتا ہو--- اس آیت کریمہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کاتبین وحی طویل کاغذوں پر قرآن حکیم کی کتابت کرتے تھے جن کو لپیٹ کر رکھ دیا جاتا تھا۔ عام طور پر حفاظت کی خاطر Scroll ٹن کے نلووں میں رکھتے ہیں اور بعض احادیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں بھی یہ طریقہ رائج تھا۔ مگر جو کچھ لکھا گیا وہ منتشر حالت میں تھا یا کتابی صورت میں--- اس کا جواب قرآن حکیم میں موجود ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ (سورۃ الواقعہ)

"بے شک یہ عزت والا قرآن ہے محفوظ نوشتہ میں اسے نہ چھوئیں مگر باوضو۔"

آیت کریمہ کے تیور بتا رہے ہیں کہ عہد نبوی میں قرآن کریم کتابی شکل میں سامنے آ چکا تھا، کیونکہ یہاں قرآن کریم کا ذکر ہے، اور اس کے ہاتھ لگانے اور چھونے کا ذکر ہے اور محفوظ نوشتہ کا اطلاق کتاب ہی پر ہو سکتا ہے نہ کہ ایک دو اوراق پر--- اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کو یک جا کرنے اور پڑھانے کا یوں بھاری ذمہ لیا:

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۝ (سورہ القیامہ)

"بے شک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھانا ہمارے ذمہ ہے۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے خود حضور ﷺ سے قرآن حکیم کو یکجا کرنے کا وعدہ فرمایا، اس لیے یہ عہد نبوی ہی میں یک جا کر دیا گیا ہوگا۔ چنانچہ بعض احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ قرآن ساتھ رکھتے تھے کیونکہ متشابہات سے بچنے کا یہی ایک طریقہ تھا ورنہ ممکن نہ تھا۔ قرآن حکیم کی حفاظت کا ایک اور جگہ یوں ذکر کیا گیا ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ (سورۃ الحجر)

"بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔"

قرآن حکیم کے مطالعہ سے تو یہ ثابت ہو گیا کہ عہد نبوی ﷺ میں قرآن حکیم لکھ کر محفوظ کر لیا جاتا تھا اور گھروں میں پڑھا

[1] ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر قرشی دمشقی: تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۲۰۰

جاتا تھا۔ کتب احادیث کے مطالعے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن حکیم عہد نبوی ﷺ میں جمع کر لیا گیا تھا' اور اس کے متعدد نسخے موجود تھے' اسی لیے آپ نے قرآن مجید'' کو ایک مسلمان کا بہترین ورثہ قرار دیا۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ، حضور ﷺ کا یہ ارشاد گرامی روایت کرتے ہیں:۔

ان مما یلحق المئومن من عمله و حسناته بعد موته علما نشره و مصحفا ورثه[1]

''مرنے کے بعد مومن کو اُس کے اعمال اور حسنات پر جس کا اجر ملتا ہے اُن میں ایک تو وہ علم ہے جس کی اس نے نشر واشاعت کی' اور ایک وہ مصحف (قرآن مجید) جس کا اس نے لوگوں کو وارث بنایا''۔

حضور ﷺ نے جب بھی کوئی ارشاد فرمایا پہلے خود اس پر عمل کیا، یہی مزاج نبوت تھا۔ اس لیے یہ دل کہتا ہے کہ جب آپ نے مسلمانوں کے لیے قرآن مجید بہترین ورثہ قرار دیا تو دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد دربار نبوی سے بھی یہ ورثہ ملت اسلامیہ کو ملنا چاہیے۔ چنانچہ بخاری شریف کی ایک حدیث سے اس کی تصدیق ہوتی ہے--- حدیث کے الفاظ ہیں:

عن عبدالعزیز بن رفیع قال دخلت انا وشداد بن معقل علی ابن عباس فقال له شداد بن معقل--- اترک النبی من شئی؟--- قال ماترک الا مابین الدفتین--- قال ودخلنا علی محمد بن الحنفية وسألناه--- وقال ماترک الا ما بین الدفتین۔[2]

''عبدالعزیز بن رفیع کہتے ہیں کہ میں اور شداد بن معقل حضرت ابن عباس کے پاس گئے تو شداد نے پوچھا۔ کیا رسول اللہ ﷺ نے کوئی چیز ترکے میں چھوڑی ہے؟--- انہوں نے جواب دیا: ''نہیں! بجز اس کے جو دو پٹھوں کے درمیان ہے''--- پھر ہم محمد بن الحنفیہ کے پاس گئے اور یہی سوال کیا تو انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ حضور ﷺ نے کوئی چیز نہیں چھوڑی بجز اس کے جو دو پٹھوں کے درمیان ہے''۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد کم سے کم ایک قرآن مجید چھوڑا جو جلد میں محفوظ تھا۔ اس کی مزید تصدیق بخاری شریف کی ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے۔ جس کے الفاظ کا ترجمہ وتلخیص یہ ہے:

''یوسف بن مالک کا بیان ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں موجود تھا کہ ایک عراقی آیا۔ عرض گزار ہوا: اے اُم المومنین! مجھے اپنا قرآن مجید دکھایئے--- فرمایا: بھلا کس لیے؟ عرض کیا: ''تاکہ میں قرآن کریم کی ترتیب درست کر لوں کیونکہ لوگ خلاف ترتیب پڑھتے ہیں''--- فرمایا: ''اس میں تمہارا کوئی نقصان نہیں جس کو چاہو پہلے پڑھ لو''۔ یوسف بن مالک کا بیان ہے کہ پھر ان کے لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے قرآن مجید نکالا اور ان کو سورتوں کی ترتیب لکھوادی''۔

حدیث کے اصل الفاظ یہ ہیں:

فاخرجت المصحف فاملت علیه ای السورة

''تو آپ نے قرآن نکالا اور سورتوں کی ترتیب لکھوادی''۔[3]

---

[1] ابو الفضل احمد بن علی الشہیر بابن حجر عسقلانی فتح الباری شرح صحیح البخاری، مطبوعہ دمشق، ج۔ ا ص ۴۲۹

[2] محمد بن اسمٰعیل بخاری: صحیح بخاری، ج ۳، ص ۱۴۳

[3] محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: صحیح بخاری، ج ۲، ص ۹۹۲۔ ۹۹۳

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضور ﷺ کی محبوب ترین ازواج مطہرات میں تھیں اور لکھنا پڑھنا جانتی تھیں۔ آپ ہی کے ہاں اور آپ ہی کی قربت میں حضور ﷺ نے وصال فرمایا۔ ممکن ہے کہ یہ قرآن مجید، حضور ﷺ کا ذاتی نسخہ ہو جو آپ نے یادگار چھوڑا۔ اور یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی تلاوت میں رہتا ہو جس کا اشارہ اس آیت سے ملتا ہے جس میں خطاب اُمہات المومنین سے کیا گیا ہے:۔

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ (سورہ احزاب: ۳۴)

''اور یاد کرو جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں اللہ کی آیتیں اور حکمت''۔

غالباً یہ بات کفار و مشرکین کے علم میں تھی کہ حضور ﷺ کے دولت کدے میں قرآن مکتوب و مجلد محفوظ ہے اسی لیے انہوں نے قرآن حکیم پر تنقید کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے:

وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۝ (فرقان)

''وہ کہتے تھے کہ یہ تو پرانے زمانے کے قصے کہانیاں ہیں جو انہوں نے لکھ رکھی ہیں اور اسی میں سے یہ صبح و شام لکھواتے رہتے ہیں۔''

{د}

بہرکیف مندرجہ بالا حقائق سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کا ایک ذاتی نسخہ تھا جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس محفوظ تھا اور اس سے دوسرے مسلمان تقابل کر کے اپنے اپنے نسخے صحیح کیا کرتے تھے۔

احادیث سے یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں کم از کم چار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے پورا قرآن حکیم جمع کیا تھا[1]۔ چنانچہ جب حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا۔ حضور ﷺ کے زمانے میں کس کس نے قرآن جمع کیا تھا تو انہوں نے فرمایا، چار حضرات نے اور چاروں انصار تھے، ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:۔

❶ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ
❷ ابوزید رضی اللہ عنہ
❸ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ
❹ زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ[2]

ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے بھی ایک قرآن جمع کیا تھا۔ اس حدیث کی اسناد کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ: ''اسنادہ صحیح''۔ وہ فرماتے ہیں:

''میں نے عہد نبوی میں پورا قرآن جمع کیا تھا' میں اس کو ایک ہی رات میں پڑھ لیتا۔ حضور ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے ایک ماہ میں ختم کرنے کی ہدایت فرمائی۔''[3]

---

[1] تہذیب التہذیب (ج ۷، ص ۲۴۳)، استیعاب (ج ۲ ص ۲۸۵، ۵۶۵) اسد الغابہ (ج ۲، ص ۲۸۶)، طبقات (ج ۲، ص ۲۸۵) وغیرہ کے مطالعہ سے مزید ۸ صحابہ کا اور علم ہوتا ہے، جن کے نام یہ ہیں: عقبہ ابن الجہنی، سعد ابن عبید، ابو درداء، عثمان بن عفان، تمیم داری، عبادہ بن صامت، ابو ایوب انصاری، عبیداللہ بن مسعود۔

[2] (ا) محمد بن اسمٰعیل بخاری: صحیح بخاری، ج ۲، مطبوعہ کراچی، ص ۷۴۹ (ب) ابو الحسین مسلم بن حجاج قشیری: صحیح مسلم، ج ۳، مطبوعہ مصر، ص ۲۵۲

[3] ابو الفضل احمد بن علی الشہیر ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۹، مطبوعہ مصر ۱۳۰۱ھ

یہ حدیث طویل ہے جس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش پر اس مدت میں کمی کر کے ۲۰ دن ارشاد فرمائی۔ پھر انہوں نے عرض کیا تو پندرہ دن میں ختم کرنے کی ہدایت فرمائی۔ مزید عرض کیا تو فرمایا:

اقراء فی سبع ولا تزید علیٰ ذٰلک[1]

''سات روز میں ختم کیا کرو اس سے کم مدت میں ختم نہ کرو۔''

اس حدیث پاک سے قرآنِ کریم کی سات منزلوں کے تعین اور تیس پاروں کی تقسیم کا راز بھی کھل جاتا ہے --- پہلی ہدایت ۳۰ دن میں ختم کرنے سے متعلق تھی اور دوسری سات دن میں ختم کرنے سے متعلق:

حضرت ابوزید بن عبید بن نعمان الانصاری رضی اللہ عنہ کے متعلق ''اسد الغابہ'' میں لکھا ہے:۔

ھو اوّل من جمع القرآن من الانصار[2]

''یہ وہی ہیں جنہوں نے انصار میں سب سے پہلے قرآن جمع کیا۔''

اور حضرت زید بن ثابت تو خود حضور ﷺ کے سامنے تالیف قرآن کا اہم فریضہ انجام دیتے تھے جیسا کہ وہ خود ارشاد فرماتے ہیں:۔

قال کنا عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لمؤلف القرآن من الرقاع[3]

''ہم کاتبانِ وحی رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھ کر رقاع (ٹکڑوں) سے قرأت ترتیب وار جمع کرتے جاتے تھے۔''

'جمع کرنے' اور 'تالیف کرنے' میں فرق یہ ہے کہ جمع کرنے کا اطلاق ایسے مجموعے پر ہوتا ہے جس میں ترتیب وغیرہ کا لحاظ نہیں رکھا گیا ہو مگر تالیف کا اطلاق ایسے مجموعہ پر ہوتا ہے جو ترتیب کے ساتھ جمع کیا گیا ہو --- یہاں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ کر قرآن مجید کو مختلف ٹکڑوں سے کتابی صورت میں ترتیب وار جمع کرتے تھے --- جیسا کہ عرض کیا گیا حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے پورا قرآن جمع کیا تھا جس کو تکمیل کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں ملاحظہ کے لیے پیش کیا چنانچہ ابن قتیبہ ''کتاب المعارف'' میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھتے ہیں:۔

کان اٰخر عرض رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم القرآن علی مصحفہ و ھواقرب المصاحف من مصحفنا وقد کتب زید لعمر بن الخطاب۔[4]

''زید نے عرصۂ اخیرہ میں اپنا کتابت شدہ قرآن مجید آنحضرت ﷺ کو پیش کیا اور سنایا اور وہ قرآن مجید ہے جو ہمارے قرآن مجید جیسا ہے' پھر انہیں زید نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے قرآن مجید لکھا تھا۔''

۹ ذی الحجہ ۱۰ھ (مارچ ۶۳۲ء) کو خطبہ حجۃ الوداع کے فوراً بعد آخری آیت نازل ہوئی:۔

---

[1] (ا) ابوالفضل احمد بن علی الشہیر ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج ۹، مطبوعہ مصر ۱۳۰۱ھ
(ب) ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی: جامع ترمذی، ج ۲، ص ۱۱۸

[2] ابن اثیر علی بن محمد جزری: اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، ج ۱، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۹۰ھ

[3] ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم: المستدرک علی الصحیحین ج ۲، ص ۶۱۱

[4] ابی محمد عبداللہ مسلم بن قتیبہ الدینوری: المعارف، مطبوعہ قاہرہ ۱۳۵۳ھ / ۱۹۳۴ء

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا (سورۃ المائدہ: ۳)

۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ (جون ۶۳۲ء) کو حضور ﷺ نے عالم ظاہر سے پردہ فرمایا' آخری آیت کے نزول اور پردہ فرمانے کے مابین تقریباً ڈھائی پونے تین ماہ کا عرصہ گزرا --- اغلب یہی ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اپنا مصحف حضور ﷺ کی خدمت میں ۹ ذی الحجہ ۶۳۲ء اور ۱۲ ربیع الاول ۶۳۲ء کے درمیان ملاحظہ کے لیے پیش کیا ہوگا۔

مندرجہ بالا تمام شواہد سے اندازہ ہوتا ہے کہ عہد نبوی ﷺ میں قرآن مجید کی ایک کاپی نہیں بلکہ کئی کاپیاں مدوّن ہو چکی تھیں --- اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ ایسی ہدایات نہ فرماتے جس سے قرآن کا مدوّن اور مرتب ہونا ثابت ہوتا ہے --- مثلاً ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ سے ایک صحابی نے دریافت کیا: کونسا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے''؟۔ آپ نے فرمایا:

الحال والمرتحل[1] ''سفر سے اترنا اور سفر کرنا''۔

پھر جب اس ارشاد کا مطلب دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا:۔

صاحب القرآن یقرء عن اوّل القرآن الیٰ آخرہ ومن آخرہ الی اوّلہ۔ کلما حل ارتحل۔[2]

''قرآن پڑھنے والا جو اوّل سے آخر تک قرآن پڑھتا ہے اور ختم کر لیتا ہے تو دوبارہ شروع کر دیتا ہے' گویا جیسے ہی تلاوت کا سفر ختم کرتا ویسے ہی دوسرا سفر (تلاوت کا) شروع کر دیتا ہے۔''

غور طلب امر یہ ہے کہ یہاں حافظ قرآن نہیں فرمایا، قرآن پڑھنے والا فرمایا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں قرآن حکیم کے مکمل نسخے موجود تھے۔ چنانچہ بعض احادیث سے اس امر کی تصدیق ہوتی ہے کہ قرآن حکیم حضور ﷺ کے عہد مبارک میں کتابی صورت میں مدوّن ہو گیا تھا۔ مثلاً۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

ان قرآن کان مجموعا مؤلفا علیٰ عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔[3]

''قرآن مجید رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں باقاعدہ جمع کیا ہوا ترتیب دیا ہوا موجود تھا۔''

امام نووی فرماتے ہیں:

ان القرآن کان مئولفا فی زمن النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم ما ھو فی المصاحف الیوم۔[4]

''قرآن مجید عہد نبوی میں اسی اندازے سے ترتیب دیا گیا تھا جس اندازے کی ترتیب سے آج وہ مصحف میں موجود

---

[1] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی: جامع ترمذی، ج ۲ ص ۱۱۸، ۱۱۹
[2] ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی: مسند دارمی، مطبوعہ کانپور ۱۲۹۳ء، ۴۴۱

نوٹ:۔ جس حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے یہ فرمایا ہے کہ آپ دو چیزیں چھوڑ رہے ہیں: یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ۔ تو اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن حکیم کتابی صورت میں موجود تھا۔

(ا) مستدرک، ج ا ص ۹۳ (ب) السنن الکبریٰ، ج ا ص ۱۱۴ (ج) کنز العمال، ج ا ص ۸۶ ۔ ۸۷
(د) الترغیب والترہیب، ج ا ص ۳۸

[3] دائرہ المعارف الاسلامیہ، مطبوعہ لاہور، ج ۱۶ ص ۳۴۰

[4] ابو ذکریا یحییٰ بن شرف نووی: المنہاج فی شرح مسلم بن الحجاج، مطبوعہ مصر، بحوالہ دائرۃ المعارف اسلامیہ، ج ۱۶ ص ۳۴۰

ہے"۔

علامہ طبرسی، تفسیر مجمع البیان میں لکھتے ہیں:

ان القرآن کان علی عهد النبی صلی الله علیه واله وسلم مجموعا منولفا علی ماهو علیه الآن۔[1]

"عہد نبوی میں قرآن مجید بالکل اسی طرح مجموع و مرتب تھا جس طرح آج ہے۔"

قرآن پاک کی جمع و تدوین سے متعلق جہاں اور شہادتیں ہیں وہاں ایک شہادت امام احمد بن حنبل نے اپنے مسند میں نقل کی۔ اوس ابن ابی اوس حذیفۃ الثقفی روایت کرتے ہیں کہ وہ قبیلہ بنی ثقیف کے وفد کے ساتھ ممبر کی حیثیت سے حضور ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نماز عشاء کے بعد وفود سے ملاقات کیا کرتے تھے تو ایک رات یہ واقعہ پیش آیا کہ حضور ﷺ نے ارکان وفد کے پاس آنے میں تاخیر فرمائی۔ جب تاخیر کا سبب پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ آج کی "حزب" رہ گئی تھی تو میں پسند نہیں کیا کہ اس کو ختم کیے بغیر باہر آجاؤں۔ اس پر اوس کہتے ہیں کہ ہم نے حضور ﷺ کے صحابہ سے قرآن کے احزاب کے بارے میں پوچھا یعنی قرآن پاک کے اُن حصوں کے بارے میں جو تلاوت کی سہولت کے لیے تقسیم کر لیے گئے تھے' اس پر انہوں نے مندرجہ ذیل سات احزاب کی تفصیل بتائی جو ایک ہفتے کے لیے مقرر کی گئی تھیں، وہ یہ ہیں:

1. حزب اوّل ---- سورۂ فاتحہ سے سورۂ نساء تک
2. حزب ثانی ---- سورۂ مائدہ سے سورۂ توبہ تک
3. حزب ثالث ---- سورۂ یونس سے سورۂ نحل تک
4. حزب رابع ---- سورۂ بنی اسرائیل سے سورۂ فرقان تک
5. حزب خامس ---- سورۂ شعراء سے سورۂ یٰس تک
6. حزب سادس ---- سورۂ صٰفّٰت سے سورۂ حجرات تک
7. حزب سابع ---- سورۂ ق سے سورۂ ناس تک[2]

یہ حدیث اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ عہد نبوی میں قرآن پاک مدوّن ہو چکا تھا' اور اسی ترتیب و تنظیم کے ساتھ جس ترتیب و تنظیم کے ساتھ آج ہمارے سامنے ہے' اور اسی ترتیب کو سامنے رکھ کر حضور اکرم ﷺ نے روزانہ کے معمول تلاوت کے لیے قرآن پاک کو احزاب پر تقسیم فرمایا --- جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے دولت کدے میں قرآن حکیم کے منتشر اوراق تھے جن کی کسی صحابی نے شیرازہ بندی کر دی تھی[3]:

قرین قیاس یہی ہے کہ اصل کاپی آپ اپنے پاس رکھتے ہوں گے' پھر وقتاً فوقتاً اس سے دوسرے صحابہ کو لکھواتے رہتے ہوں گے --- اس قیاس کو توثیق قرآن پاک کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے جس میں کفار نے آپ پر الزام لگایا تھا کہ آپ نے اپنے

---

[1] طبرسی: تفسیر مجمع البیان، بحوالہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ج ۱۶، ص ۳۴۰
[2] احمد بن حنبل، امام: المسند، ج ۴، ص ۳۴۳
[3] جلال الدین سیوطی: الاتقان فی علوم القرآن، مطبوعہ کراچی، ج ۱، ص ۱۴۸

پاس پرانے قصے کہانی لکھ چھوڑے ہیں جو لوگوں کو لکھواتے رہتے ہیں (معاذ اللہ) ---احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کتابتِ وحی کا خاص اہتمام فرماتے تھے[۱]۔ یہاں تک کے آپ کے پڑوس میں حضرت زید بن ثابت رہتے تھے، جب وحی آتی فوراً ان کو بلالیتے اور کچھ نازل ہوتا لکھوا دیتے[۲] پھر یہی نہیں کاتبوں کو لکھوا دیتے بلکہ لکھوانے کے بعد پڑھوا کر سنتے اور جو غلطی ہوتی اس کی اصلاح فرماتے[۳] پھر لوگوں کو نقل کے لیے عنایت فرماتے[۴]

لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مجلد نہ تھا، چوبی فائلوں میں جمع تھا۔ چنانچہ "فتح الباری" میں ہے:۔

کانوا یکتبون المصحف فی الرق و یجعلون له دفتین من خشب[۵]

"صحابہ کرام قرآن مجید باریک چمڑے پر لکھتے تھے اور اس کو دو چوبی دفتیوں میں رکھ لیتے تھے۔"

اور اس طرح رکھتے کہ جب کوئی آیت نازل ہوتی اور یہ ہدایت فرمائی جاتی کہ "فلاں فلاں، سورت میں فلاں آیت کے بعد یہ لکھ لی جائے" تو لکھ لی جاتی[۶]۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب سورۂ بقرہ کی ایک نازل ہوئی تو:

فقال جبریل للنبی صلی اللّٰه علیه و اله وسلم ضعها علی راس ما تین ثمانین من سورة البقره۔[۷]

"تو جبریل نے نبی ﷺ سے عرض کیا کہ اس کو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۰ کے بعد رکھ لیجیے۔۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔"

بہر کیف قرآن مجید جلد میں تھا یا دو گتوں کے درمیان' یہ بات ثابت ہو چکی کہ عہد نبوی ﷺ میں پورا قرآن مرتب ہو چکا تھا' بلکہ بعض احادیث سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ خود حضور ﷺ کے زمانے میں قرآن کریم کے متعدد نسخے موجود تھے' اور اس کی ایک وجہ بھی تھی کہ حضور ﷺ نے دیکھ کر تلاوت کرنے کی تاکید شدید فرمائی اور دوہرے اجر کی بشارت دی۔ ایسی بہت سی احادیث کتب احادیث میں موجود ہیں[۸]۔ اس تاکید و ترغیب کی روشنی میں یہ بات یقینی طور پر کہی جا سکتی ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے کتابت قرآن کا خاص اہتمام کیا ہوگا اور لکھے پڑھے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے پاس مصاحف ہوں گے۔ چنانچہ مسند امام محمد میں صحابہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے:

بین اظهرنا المصاحف و قد تعلمنا فیها و علمنا ها نساء نا ذرارینا و خدمنا۔[۹]

---

[۱] (ا) ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی: جامع ترمذی، ج۲، ص ۱۳۴ (ب) محمد بن اسمٰعیل بخاری، امام: صحیح بخاری، ج۳، ص ۱۶۷

[۲] ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی: سنن ابوداؤد (بحوالہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن انصاری) دی قرآنک فاؤنڈیشن اینڈ اسٹرکچر آف مسلم سوسائٹی، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۳ء، ص ۶۹

[۳] مجمع الزوائد، ج۱، ص ۶۰ (بحوالہ مذکورہ، ص ۶۹) [۴] صدیق حسن خان، نواب: فتح المغیث (بحوالہ مذکور، ص ۶۹)

[۵] ابن حجر عسقلانی: فتح الباری شرح صحیح البخاری، ج۹

[۶] (ا) جلال الدین السیوطی: الاتقان فی علوم القرآن، ج۱، ص ۱۴۴۔۱۴۵ (ب) ابن حزم: کتاب الفصل، ج۴، ص ۲۲۱

[۷] دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ج۱۶، ص ۳۳۶

[۸] (ا) جلال الدین سیوطی: الاتقان، ج۲، ص ۱۰۸ (ب) الزرکشی: البرہان فی علوم القرآن، ص ۳۶۲

[۹] (ی) احمد بن حنبل: المسند، مطبوعہ بمبئی، ۱۳۰۸ھ (ب) عمدۃ القاری، ج۲، ص ۲۷

''ہمارے درمیان مصاحف موجود تھے جن سے ہم نے خود قرآن مجید سیکھا اور اپنی عورتوں بال بچوں اور خادموں کو سکھایا۔''

''عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری'' میں یہاں تک لکھا ہے:

ان الذین جمعوا القرآن علی عھد النبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم لا یحصھم عددو یضبطھم احد[1]

''عہد نبوت میں جن لوگوں نے جمع قرآن کی خدمتِ جلیلہ انجام دی ان کی اتنی کثرت ہے، نہ کوئی ان کی تعداد کا تعین کر سکتا ہے اور نہ ان کے ناموں کو ضبط تحریر میں لا سکتا ہے۔''

{۵}

اس پس منظر میں یہ حدیث بھی قابل توجہ ہے جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضور ﷺ فرماتے ہیں:

''چار چیزیں دنیا میں مظلوم اور کس مپرسی کی حالت میں ہیں جن میں ایک وہ مصحف ہے جو گھر میں اس حالت میں پڑا ہے کہ اس کی تلاوت نہیں کی جاتی''۔

اس حدیث کے معانی و مطالب کو حال و مستقبل دونوں پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ شواہد و حقائق سے ثابت ہو رہا ہے۔

حضور ﷺ کے عہد مبارک میں مصاحف کی اتنی کثرت ہو گئی تھی وہ گھروں میں آویزاں کیے جانے لگے تھے جس پر آپ نے تنبیہ فرمائی اور فرمایا:

لا تغرنکم ھذا المصاحف المعلقۃ[2]

''ان آویزاں قرآنوں سے تم دھوکے میں نہ پڑ جانا''۔

پھر عہد خلافت راشدہ میں اتنی کثرت ہو گئی کہ قرآن مجید کے بعض نسخوں کو مطلے و مذہب کیا جانے لگا۔

قاعدہ ہے کہ جب کوئی چیز کثرت سے پائی جاتی ہے اور اپنی جگہ قائم ہو جاتی ہے، تو پھر اس میں نئی نئی اختراعات و ایجادات ہونے لگتی ہیں۔

چنانچہ عہد عثمانی میں کچھ لوگوں نے قرآن مجید کو مطلّے و مذہب کیا[3]، جب حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا:

اذا حلیتم مصاحفکم فعلیکم الدمار۔[4]

''تم لوگوں نے اپنے قرآن مجید کو مطلیٰ و محلّی کیا تو تمہاری ہلاکت کا وقت قریب آ گیا ہے''۔

---

[1] بدر الدین محمود بن عیسیٰ؛ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، مطبوعہ مصر

[2] علی متقی علاء الدین ہندی: کنز العمال، سنن الاقوال والاعمال، مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۱۲ھ ج ۱، ص ۱۳۴

[3] قرن اوّل ہی سے قرآن حکیم کی زرکاری اور تذہیب کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا چنانچہ قرن اول اور قرن دوم میں یہ زرکار ممتاز نظر آتے ہیں: الیقطینی، ابراہیم الصغیر، ابو موسیٰ ابن عمار ابن السقطی، ابو عبداللہ الحزیمی، وغیرہ (الفہرست، ۹، دائرۃ المعارف، ج ۱۶، ص ۳۵۸)

[4] دائرۃ المعارف الاسلامیہ، ج ۱۶، مطبوعہ لاہور، ص ۳۴۲۔۳۴۱

اوپر جو کچھ عرض کیا وہ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق تھا اس عہد کے بعد خلافتِ راشدہ کے دور میں نجی طور پر تو قرآن پاک کی بہت سی نقول تیار کی گئیں مگر سرکاری طور پر بھی کام ہوا۔ چنانچہ ایک خاص مصحف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۱۱ھ میں اپنے عہد خلافت میں سرکاری طور پر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تیار کرایا اور اپنے پاس رکھا۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کے مقالہ نگار نے اس خاص نسخے کے متعلق لکھا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تیار کرایا تھا یہ صحیح نہیں[۱]۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد یہی نسخہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا۔ آپ کی شہادت کے بعد آپ کی صاحبزادی اُم المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس محفوظ رہا۔ پھر اس نسخے کو سامنے رکھ کر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ۲۵ھ میں اپنے عہد خلافت میں سرکاری طور پر متعدد نقول تیار کرائیں اور بلاد اسلامیہ ارسال کیں[۲]۔

ابنِ حزم نے خلافتِ راشدہ کے دور صدیقی اور دور فاروقی کا جو نقشہ کھینچا ہے اس سے تو یہ اندازہ ہوتا ہے کہ خلافتِ راشدہ کے ابتدائی دس سالوں میں قرآن حکیم کی قلمی کاپیوں کی تعداد ایک لاکھ سے تجاوز کر چکی تھی --- ان کے بیان کا خلاصہ یہ ہے:

> ”حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈھائی برس خلیفہ رہے۔ ان کے عہد میں کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں قرآن کے نسخے نہ ہوں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں دس برس اور چند ماہ تک مسجدیں بنتی رہیں اور قرآن لکھے جاتے رہے۔ جب ان کا انتقال ہوا تو قرآن کے کم از کم ایک لاکھ نسخے رہے ہوں گے“[۳]

پھر ہزاروں کی تعداد میں جو طلباء پڑھتے تھے وہ لکھتے بھی ہوں گے چونکہ بار بار تلاوت و قرأت کے لیے قرآن کا لکھا جانا ضروری تھا صد ہا برس سے یہی عمل رہا ہے۔ اس لیے مشہور صحابہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوموسیٰ اشعری اور حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہزاروں تلامذہ میں نہ معلوم کس کس نے قرآن پاک کی نقول تیار کی ہوں گی۔ پریس کی ایجاد سے پہلے کتابوں کا لین دین نقل اور کتابت کے ذریعے ہی ہوتا تھا تحریر اور کتابت کی کلفتوں کا آج ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے مگر شوق علم میں ہمارے اسلاف ہر مشکل پر غالب آ گئے اور وہ کچھ کر دکھایا جس کو آج ہم ترستے ہیں۔

{و}

احادیث سے اندازہ ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں قرآن حکیم کے علاوہ بھی کتابیں موجود تھیں اور کھلے ہوئے کاغذات گول نلووں میں رکھتے تھے۔ مثلاً ”المستدرک“ کی ایک روایت میں سعید بن بلال بیان کرتے ہیں:

> كنا اذا اكثرنا على انس بن مالك فاخرج الينا محالا عنده فقال هذه سمعتها من النبى صلى الله عليه وسلم۔[۴]

”جب ہم حضرت انس بن مالک سے زیادہ اصرار کرتے تو اپنے پاس سے کاغذات رکھنے کا نلوا نکال لاتے اور کہتے

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، ج ۱۵، مطبوعہ امریکہ
[۲] جلال الدین سیوطی: الاتقان فی علوم القرآن، ج ۱، مطبوعہ کراچی، ص ۱۴۵، ۱۴۸ اور ۱۴۹
[۳] ابن حزم: کتاب الفصل والملل، والاہواء والنحل، مطبوعہ قاہرہ، ج ۲، ص ۷۸ (ملخصاً)
[۴] ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ الحاکم: المستدرک علی الصحیحین، مطبوعہ ہند

یہی وہ حدیثیں ہیں جو میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سنیں۔''

حافظ ابن عبدالبر کی جامع میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق حسن صحابی رسول کے حوالے سے لکھا ہے کہ ان کو حضرت ابو ہریرہ:

فاخذ بیده الی بیته فارا نا کتبا کثیرة من حدیث رسول صلی اللّٰه علیه وسلم۔[1]

''اپنے گھر لے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیثوں کی بہت سی کتابیں بھی دکھائیں۔''

حضرت عبداللہ بن عمر ابن العاص نے احادیث رسول کا ایک مجموعہ ''الصحیفة الصادقه'' کے نام سے مدوّن کیا تھا۔ یہ صحیفہ عرصہ تک ان کے خاندان میں محفوظ رہا، ان کے پوتے شعیب اسی صحیفے سے روایت کرتے تھے۔۔۔ جن کا ذکر فتح المغیث میں اس طرح ملتا ہے:

شعیب بن محمد بن عبداللّٰه بن عمرو بن العاص لم یسمع جده انما وجد کتابه فحدث منه۔[2]

''شعیب نے اپنے دادا سے حدیث سنی تو نہیں لیکن ان کی کتاب پائی تھی وہ اسی کتاب سے حدیث روایت کرتے تھے۔''

طبقات ابن سعد میں موسیٰ بن عقبہ سے جو صاحب مغازی اور فقہائے تابعین سے تھے، منقول ہے:

وضع عندنا کریب بن ابی مسلم مولی عبداللّٰه بن عباس حمل بعیر من کتب ابن عباس۔[3]

''ہمارے پاس عبداللہ بن عباس کے آزاد کردہ غلام کریب بن ابی مسلم نے ایک اونٹ کے بوجھ بھرا ابن عباس کی کتابیں رکھوائی تھیں۔''

یہی نہیں کہ عبداللہ بن عباس نے خود کتابیں لکھیں بلکہ جو کچھ لکھتے رہے اُس کی نقلیں بھی لوگ لے جاتے رہے۔ چنانچہ الترمذی کی ''کتاب العلل'' میں مروی ہے:

ان نفرا قد مر علی بن عباس من اهل الطائف بکتب من کتبه فجعل یقرأ علیه۔[4]

''ابن عباس کے پاس طائف کے کچھ لوگ ان کی کچھ کتابیں لے آئے اور ان کے سامنے پڑھنے لگے۔''

حافظ ابن کثیر اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کان عبداللّٰه بن عمرو قد اصاب یوم الیرموک زاملتین من کتب اهل الکتاب فکان یحدث منها۔[5]

---

[1] ابن عبداللہ قرطبی: جامع بحوالہ قرآن مجید کا نزول اور وحی از پروفیسر محمود الحسن خسرو، مطبوعہ کراچی، ص ۲۹۷

[2] صدیق حسن خاں، نواب: فتح المغیث، مطبوعہ لکھنو، ص ۲۳۵

[3] ابو عبداللہ محمد بن سعد زہری: طبقات، ج ۵، ص ۲۱۶

[4] ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی: جامع ترمذی، ج ۲، مطبوعہ کراچی، ص ۲۶۱

[5] ابو الفدا اسمٰعیل بن عمر قرشی دمشقی: تفسیر ابن کثیر، ج ۱، ص ۴

''عبداللہ بن عمرو نے جنگ یرموک میں یہود و نصاریٰ کی کتابیں دو بوریاں بھر پائیں تھیں تو ان کتابوں کی باتیں بھی بیان کرتے تھے''۔

مندرجہ بالا حقائق و شواہد سے معلوم ہوا کہ عہد نبوی میں ایک نہیں بیسیوں کتابیں موجود تھیں۔ صحابہ خود بھی لکھتے تھے اور دوسرے لوگ بھی لکھتے تھے گویا کاغذ و قلم کی کمی نہ تھی۔ خواہ کاغذ کسی نوعیت کا بھی ہو، ایسی صورت میں قرآن جیسی عظیم اور اہم کتاب کے لیے یہ کہنا کہ عہد نبوی میں کتابی صورت میں مرتب نہ تھا، خلاف حقیقت معلوم ہوتا ہے--- خصوصاً جب کہ ایک نہیں متعدد شواہد اس حقیقت کی تائید کر رہے ہوں کہ نزول قرآن کے ساتھ ساتھ کاتبین وحی لکھتے جاتے اور دوسرے صحابہ ان سے نقول لیتے جاتے اور کم از کم قرآن کے پانچ نسخے عہد نبوی میں مرتب ہو چکے تھے اور ایک نسخہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بھی تھا۔ پھر بعد میں خلافت راشدہ میں قرآن حکیم کے نسخے تیار ہوتے رہے--- تدوین قرآن کی بات تو صاف ہوگئی اب قاری کے ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ یہ کیسے معلوم ہو کہ قرآن کا نام قرآن ہے؟

{ز}

ہر کتاب کے سرورق پر ایک کتاب کا نام ہوتا ہے جس سے وہ پہچانی جاتی ہے--- قرآن کی شان یہ ہے کہ اس کا نام متن میں شامل ہے، اور تقریباً ۷۰ مقامات پر 'قرآن' کا نام آیا ہے۔ کسی کتاب کا سرورق غائب ہو جائے تو پتہ چلانا مشکل ہو جاتا ہے کہ اس کتاب کا نام کیا ہے اور یہ کس مصنف کی تصنیف ہے--- قرآن کا امتیاز یہ ہے کہ ابتدا سے لے کر انتہا تک قدم قدم پر قرآن اپنا تعارف کرا رہا ہے، اپنا نام بتا رہا ہے--- اور قرآن کے متن کا ایک ایک حرف، ایک ایک جملہ خدائے واحد کی گواہی دے رہا ہے--- قرآن پر تحقیق کرنے والے ہر مسلم و غیر مسلم محقق کے لیے اتنی وافر تعداد میں داخلی شہادتیں میسر ہیں کہ خارجی شہادتوں سے وہ بے نیاز ہو جاتا ہے۔

قرآن حکیم میں 'قرآن' کو قرآن کے علاوہ متعدد صفاتی نام سے بھی یاد کیا گیا ہے۔ مثلاً

الفرقان، البرھان، الموعظہ، الشفاء، الرحمۃ، التذکرہ، الکلام، الکتاب، النور، الھدیٰ، الحکمۃ البالغہ، احسن الحدیث، التنزیل، العروۃ الوثقی، البلاغ، الصحف القیمہ، البیان، الروح، المصدق، التبصرہ، الحق، وغیرہ وغیرہ[۱]

بالعموم کتاب کو قاری کی سہولت کے لیے ابواب و فصول میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ دورِ جدید میں قاری کی سہولت کے پیش نظر نئے نئے اسلوب ایجاد ہو رہے ہیں اور نئے نئے طریقے اپنائے جا رہے ہیں--- قرآن حکیم نے بھی قاری کی سہولت کو پیش نظر رکھا ہے، پہلی تقسیم تو سورتوں کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ اس طرح پورے قرآن حکیم کو ۱۱۴ سورتوں پر خود حق تعالیٰ نے تقسیم فرمایا--- پھر مزید سہولت کے لیے حضور اکرم ﷺ نے سات حصوں پر تقسیم کیا' جن کو 'احزاب'' کے نام سے یاد کیا گیا۔ اس طرح ہفتے کے ہر دن کے لیے ایک حزب تلاوت کی جا سکتی ہے جس کو 'منزل' بھی کہا جاتا ہے۔

[۱] القرآن الحکیم! سورۃ الفرقان، ۱ سورۃ یونس، ۵۷، سورہ بنی اسرائیل، ۸۲، سورۃ یونس، ۵۷، سورۃ الحاقہ، ۴۸، سورۃ الزخرف، ۱-۲، سورۃ النساء، ۴، سورۃ الزمر، ۲۳، سورۃ الشعراء، ۱۹۲، سورۃ ابراہیم، ۵۲، سورۃ آل عمران، ۱۳۸، وغیرہ وغیرہ۔

مزید سہولت کے لیے قرآن حکیم کو تیس حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ یہ سلف صالحین نے حضور ﷺ کے ارشاد کی روشنی میں کیا، اس طرح تیس پارے قرار دیئے گئے پھر ہر پارے کو رکوعوں میں تقسیم کر کے، ربع، نصف، اور ثلث میں تقسیم کیا گیا!--- اور اولین سہولت تو خود حق جل مجدہ نے عطا فرمائی کہ پورے قرآن کو چھوٹی بڑی آیتوں میں تقسیم فرمایا' اس طرح قرآن کریم میں بالاجماع ۶ ہزار آیات ہیں۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق (۳۲۳۶۷۱) تین لاکھ تیئس ہزار، چھ سو اکہتر) حروف ہیں۔

الختصر قرآن حکیم پورے اہتمام کے ساتھ محفوظ کیا گیا اور پوری توجہ کے ساتھ لکھا گیا --- عہد نبوی سے جو اس کی کتابت شروع ہوئی تو چودہ صدیاں گزر جانے کے بعد یہ سلسلہ آج تک جاری ہے نہ صرف کتابت کا بلکہ طباعت کا اور کیسٹوں کے ذریعے اشاعت کا بھی --- بلکہ اب تو کمپیوٹروں میں بھی قرآن کو محفوظ کر دیا گیا ہے۔

{ح}

قرآن حکیم کے بے شمار قلمی نسخے دنیا کی عظیم لائبریریوں میں محفوظ ہیں لیکن ان میں وہ نسخے نہایت ہی اہم ہیں، جو خلفائے راشدین کے زمانے میں یا قریبی عہد میں لکھے گئے تھے --- حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں قرآن حکیم کے متعدد نسخے کتابت کرا کے مختلف بلاد اسلامیہ میں ارسال فرمائے تھے۔ ان میں سے اس وقت ایک نسخہ تاشقند (روس) کے کتب خانے میں محفوظ ہے جو ''مسلم بورڈ برائے وسطی ایشیا قازقستان'' نے قائم کیا ہے۔ اس کا عکس لیاقت نیشنل میوزیم، کراچی (پاکستان) میں بھی ہے۔ یہ نسخہ شہادت کے وقت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زیر تلاوت تھا جس کی توثیق وتصدیق خون کے دھبوں کے کیمیائی تجزیے اور تاریخ دونوں سے ہوتی ہے --- ابو عبید القاسم بن سلام (۲۲۳ھ) نے یہ نسخہ اور اس پر خون کے دھبے دیکھے، ابن بطوطہ نے اس کو بصرہ میں دیکھا' پھر یہ خواجہ عبید اللہ احرار کی مسجد میں سمرقند (روس) میں رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد لینن گراڈ (روس) کے شاہی کتب خانے میں آیا اور آج کل تاشقند کے کتب خانے میں محفوظ ہے۔

دوسرا نسخہ مدینہ منورہ سے پہلی جنگ عظیم کے اوائل میں استانبول (ترکی) لے جایا گیا، پھر استانبول سے برلن (جرمنی) پہنچا اور حفاظت کی خاطر قیصر ولیم ثانی کو نذر کیا گیا۔ جنگ عظیم اول کے بعد جو صلح نامہ ورسائی مرتب ہوا تھا' اس کی ایک دفعہ میں اس کا باقاعدہ ذکر کیا گیا ہے --- معاہدے کے اصل الفاظ کا ترجمہ یہ ہے:

''معاہدہ کے نفاذ میں آنے کے بعد چھ ماہ کے اندر اندر جرمنی، خلیفہ عثمان کا اصل قرآن شاہِ حجاز کو واپس کرے گا جو ترک افسروں نے مدینہ سے منتقل کیا تھا[۲]''

تیسرا نسخہ ۱۶۵۷ء تک دمشق (شام) میں موجود تھا، چوتھا نسخہ ۱۳۵۵ھ تک مکہ معظمہ (سعودی عرب) میں محفوظ تھا، پانچواں نسخہ بصرہ (عراق) قرطبہ (ہسپانیہ) وغیرہ سے ہوتا ہوا ۱۵۴۲ء میں شہر فاس آیا' اب نہ معلوم موخر الذکر تینوں نسخے کن کتب خانوں میں ہوں گے!

مشہد (ایران) کے کتب خانے آستان قدس میں خط کوفی میں قرآن حکیم کے ۶۸ اوراق کا مجموعہ جو سورۂ ہود سے آخر سورہ

---

[۱] ابو محمد عبد الحق، حقانی دہلوی: مقدمہ تفسیر حقانی، مطبوعہ دیوبند، ص ۱۲۴　[۲] پارٹ ۳، سیکشن ۲، آرٹیکل ۲۴۶، ٹریٹی آف ورسائی

کہف تک قرآنی آیات پر مشتمل ہے --- یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کتابت کئے ہیں۔ایک نسخہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے جو ۴۱ھ میں کتابت کیا گیا ہے ۱۲۲ صفحات پر مشتمل ہے --- اس میں صرف دو پارے ہیں یہ سورہ یٰسٓ کی آیت نمبر ۴۵ سے شروع ہوتا ہے --- حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا بھی ایک نسخہ ہے --- ان کے علاوہ اس کتب خانے میں اور بہت سے قلمی نسخے ہیں --- لاہور (پاکستان) میں بیت القرآن کے نام سے ایک ادارہ قائم ہے جہاں قرآن ہی قرآن ہیں۔نادرونایاب ---

لیاقت نیشنل میوزیم، کراچی (پاکستان) میں بھی قرآن حکیم کے قلمی نسخوں کا ایک عظیم ذخیرہ ہے --- اس وقت عالمی کتب خانوں میں قرآن حکیم کے قلمی نسخے ہزاروں کی تعداد میں موجود ومحفوظ ہیں۔

کتابت کے ساتھ ساتھ وقت آنے پر قرآن حکیم کی طباعت کا بھی اہتمام کیا گیا جس نے اس کی اشاعت میں مہمیز کا کام کیا۔ قرآن حکیم کی اولین طباعت کا اہتمام سولھویں اور سترہویں صدی عیسوی میں مندرجہ ذیل ناشرین نے کیا:

Pagninus Briniensis, Rome, 1530

A. Hinckellmenn, Hambburg, 1694

بقول مقالہ نگار، دائرہ المعارف الاسلامیہ ۹۲۲ھ/۱۵۱۶ء سے قبل بندقیہ (اٹلی) میں بھی چھپا تھا --- ۱۱۱۳ھ/۱۷۰۱ء میں ہمبرگ (البانیہ) میں چھپا۔[۱]

پھر مختلف مقامات سے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔سب سے اچھا معرا قرآن حکیم G.Flugel نے چھاپا اس سے بیشتر مستشرقین ومحققین نے استفادہ کیا۔[۲]

آج کل بلاد اسلامیہ میں خصوصاً پاکستان میں معرا اور مترجم قرآن شائع ہو رہے ہیں، ایک سے ایک اعلیٰ، ایک سے ایک حسین، ایک سے ایک جمیل۔تاج کمپنی (کراچی۔لاہور) قرآن کی اشاعت میں غالباً دنیا کے تمام اشاعتی اداروں پر سبقت لے گئی ہے --- اس کے علاوہ پاکستان اور دیگر بلاد اسلامیہ میں اور بہت سے اداروں نے قرآن کی طباعت واشاعت کا خاص اہتمام کیا --- حال ہی میں مدینہ منورہ (سعودی عرب) میں طباعت کا ایک عظیم الشان کمپلیکس قائم کیا گیا ہے جو ڈیڑھ لاکھ مربع میٹر کے رقبے پر پھیلا ہوا ہے --- اس مرکز میں سالانہ قرآن مجید کی سات لاکھ کاپیوں کی طباعت کی گنجائش ہوگی --- قرآن مجید کی طباعت کے علاوہ سالانہ بیس ہزار آڈیو اور وڈیو کیسٹ بھی تیار ہوسکیں گے۔[۳]

---

[۱] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، ج ۱۳، مطبوعہ امریکہ، ص ۳۴۵ [۲] دائرۃ المعارف الاسلامیہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۸ء ج ۱۶/۱، ص ۳۵۸

[۳] اخبار جنگ (کراچی)، شمارہ ۴ نومبر ۱۹۸۴ء، ص ۱۶، ک ۲

آداب تلاوت قرآن مجید

امام غزالی ''احیاء العلوم'' میں فرماتے ہیں۔ تلاوت کرنے والے کو چاہئے کہ ظاہر میں چھ چیزوں کا لحاظ رکھے:

❶ پہلے طہارت کر کے قبلہ کی طرف منہ کر کے پاک جگہ عجز و انکساری کیساتھ بیٹھے اور قرآن شریف کو اونچی پاک چیز جیسے رحل یا تکیہ وغیرہ پر رکھے' اور اعوذ باللہ پڑھ کر باخشوع وخضوع بہت عزت وحرمت کے ساتھ پڑھے۔

❷ آہستہ پڑھے اور اسکے معنی میں تامل اور فکر کرے' اور جلد ختم ہونے کا خیال نہ کرے اور سوائے سورہ توبہ کے ہر سورۃ کے اوّل میں بسم اللہ کہہ لیا کرے' اور اسی طرح اگر اثنائے تلاوت میں کوئی بات کرے تو جب تلاوت کرے بسم اللہ پڑھ لے' اور بے وضو قرآن شریف نہ چھوئے اگر جزدان یا علیحدہ غلاف میں ہو تو درست۔ اور بے وضو پڑھنا جائز مگر بے وضو قرآن کو ہاتھ لگانا جائز نہیں۔ اور جنبی عورت و مرد اور حیض ونفاس والی عورتوں کو قرآن مجید کا چھونا اور پڑھنا بقصد قراءت درست نہیں، مگر بقصد دعا یا ثنا یا ابتداء کسی کام میں یا بقصد تعلیم کلمات کو جدا جدا کر کے یاد میں پڑھنا یا دیکھنا جائز ہے اور بچوں کو قرآن کی تعلیم دینا درست ہے۔

❸ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف پڑھو اور گریہ کرو۔ اگر نہ آوے تو بہ تکلف گریہ کرو۔ مطلب یہ ہے کہ اگر رونا نہ آوے تو نہ آئے پر روئے اور اگر اس پر بھی نہ آوے تو رونے کی صورت بناوے۔

❹ ہر آیت کا حق بجالائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ جب عذاب کی آیت پڑھتے تو آپ استعاذہ کرتے اور آیت تنزیہہ باری تعالیٰ میں تسبیح کہتے اور شروع میں اعوذ باللہ پڑھتے اور بعد فراغ یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰھُمَّ اجمنی بالقرآن واجعله لی اماماً ونوراً وهدی ورحمةً اَللّٰهُمَّ ذکّرنی منه ما نَسِیتُ وَعَلِّمنِی مِنهُ مَا جَهِلتُ وَارزُقنِی مِنهُ تِلَاوَتِهٖ آنَاءَ اللَّیلِ وَآنَاءَ النَّهَارِنَا جعله لِیْ عجة یَا رَبَّ العٰلَمِینَ

❺ اور جب سجدہ کی آیت پر پہنچے پہلے تکبیر کہے پھر سجدہ کرے۔ مستحب ہے کہ کھڑا ہو اور دل میں نیت کرے اور زبان سے کہے کہ ''میں سجدہ تلاوت ادا کرتا ہوں واسطے اللہ تعالیٰ کے'' مگر کانوں تک ہاتھ نہ اٹھائے اللہ اکبر جہر سے کہتا ہوا جاوے۔ اور سبحان ربی الاعلیٰ تین بار کہے اور تکبیر جہر سے کہتا ہوا سر اٹھائے اور کھڑا ہووے۔ سجدہ والی آیت پر سجدہ کرنا واجب ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب کوئی اولاد آدم سے سجدہ کی آیت پڑھتا اور سجدہ کرتا ہے تو شیطان روتا ہوا کونے میں بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے:

''وائے خرابی کہ اس پر حکم ہوا سجدہ کا، اس نے سجدہ کیا، سو اس کے لئے جنت ہے اور مجھ پر حکم ہوا سجدہ کا اور میں نے نہ مانا سو میرے لئے آگ ہے''۔

اور ان سورتوں میں چودہ سجدے واجب ہیں: اعراف۔ رعد۔ نحل۔ اسراء۔ مریم۔ حج۔ میں پہلا سجدہ فرقان۔ نمل۔ تنزیل۔ ص۔ حم سجدہ۔ النجم۔ انشقاق۔ علق۔

❻ اگر جہر سے پڑھنے سے کچھ ریا پائی جاتی ہو تو' یا کسی کی نماز میں خلل آتا ہو تو آہستہ پڑھنا چاہئے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ آہستہ قرآن شریف پڑھنے کی فضیلت ایسی ہے جیسے مخفی صدقہ دینے کی فضیلت علانیہ صدقہ دینے پر ہے۔ اگر ریا وغیرہ کا کچھ دخل نہ ہو اور اس سے بے خوف ہو تو چاہئے کہ بلند آواز سے پڑھے تاکہ اور لوگ بھی اس کی سماعت سے حصہ لیں' اور یہ بھی آگاہی اور دلجمعی اور نشاط زیادہ پائے اور آگے کو شوق بڑھے اور نیند اُچٹے اور سونیوالے جاگیں اگر یہ سب باتیں پائی جاتی ہوں

تو ہر ایک کا ثواب پائیگا اور کہا گیا ہے کہ دیکھ کر قرآن مجید کا ایک ختم سات ختم کے برابر ہے۔

۷ جہاں تک ہو سکے خوش آوازی سے پڑھنے کی کوشش کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرآن کو سنوار کر خوش آوازی سے پڑھا کرو' اس خوش الحانی کا بڑا سبب یہ ہے کہ جس قدر خوش آوازی سے پڑھے گا اتنا ہی اس کا اثر دل پر زیادہ ہوگا۔ اور قوالوں کی طرح حروف نکالنے مکروہ ہیں۔ اس طور سے آواز نکالنی کہ جس سے حروف گھٹ بڑھ جائیں مکروہ اور حرام ہے۔ اور راگ کے طور پر پڑھنے والا فاسق اور اس کا رضامند گنہگار۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ قرآن پڑھو لحن عرب اور انکی آواز پر' اور دور رکھو اپنے تئیں لحن اہل عشق اور اہل کتاب سے۔ اور ایک قوم میرے بعد آئے گی کہ پھراویں گے آواز حلق میں قرآن مجید کی تلاوت میں جیسے راگ اور نوحہ میں۔ ان کا قرآن ان کے گلوں سے نیچے نہ اتریگا، ان کا دل بھرا ہوگا یعنی دنیا کی محبت اور اپنے آپ کو اچھا کہلوانے سے اور ان لوگوں کا دل جو ان کو بھلا جانیں گے یعنی ان کی قرأت کو اچھا جانیں گے' اور تلاوت بقراءت نوحہ درست نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ موافق ترتیب قرآن کے متصل پڑھے مگر جو احادیث میں وارد ہے جیسے تنزیل اور ھَلْ اَتٰی نماز فجر جمعہ میں اور سوائے اس کے' اور اُلٹا یعنی اخیر سے سورۃ کے اول کی طرف پڑھنا منع ہے (کہ منکوس پڑھنے والے کی شان میں منکوس القلب آیا ہے)

فائدہ: وَالضُّحٰی سے آخر تک سورۃ کے آخر میں بعد وقفہ قلیل کے غیر نماز میں اللہ اکبر کہنا مسنون ہے۔ اور سورہ اخلاص تین بار پڑھے تراویح ہو یا خالی تلاوت مگر فرض نماز میں ایک بار۔ اور جب قرآن ختم کرے تو تراویح میں ہر سورۃ پر ایک جگہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ جہر سے کہے۔ اکثر حفاظ کا عمل اس پر ہے کہ سورۃ اخلاص کے اول بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ جہر سے کہتے ہیں اور سورہ بقرہ سے اَلْمُفْلِحُوْنَ تک پڑھے۔ اور یہ جو آیتیں جابجا کی اَلْمُفْلِحُوْنَ کے بعد پڑھتے ہیں' کتب فقہ و حدیث میں اسکی اصل نہیں بلکہ شاطبی کی شرح میں منع لکھا ہے۔

قرآن مجید کتنے دنوں میں ختم کرنا چاہیے

رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے: ''جس نے تین دن سے کم میں قرآن شریف ختم کیا وہ کچھ نہ سمجھا''۔ ایک جماعت سلف نے مطابق ظاہر حدیث کے تین دن میں ختم کرنا دائما مقرر کر رکھا تھا اور ایک جماعت دو ماہ میں ختم کرتی تھی' اور دوسری جماعت دس دن میں اور تیسری جماعت سات دن میں۔ اس جماعت میں اکثر صحابہ تھے اور اس میں حضرت عثمان بن عفان، زید بن ثابت، ابن مسعود، ابی بن کعب رضی اللہ عنہم بھی تھے۔

طریق اس ختم کا یہ تھا کہ جمعہ کے دن فاتحہ سے سورہ مائدہ کے آخر تک --- شنبہ کے دن سورۃ انعام سے توبہ کے ختم تک --- یکشنبہ کو سورہ یونس سے سورۂ مریم کے آخر تک --- دوشنبہ کو سورہ طٰہٰ سے سورہ قصص تک --- سہ شنبہ کو عنکبوت سے سورہ صاد کے آخر تک --- چہار شنبہ کو سورۂ زمر سے سورۃ رحمٰن کے آخر تک --- پنجشنبہ کو سورۂ واقعہ سے آخری قرآن مجید تک۔

سو جسے کوئی حاجت ہو اور وہ بلا فصل اس ترتیب سے سات روز میں ختم کرے اور پھر جناب باری میں دعا کرے تو خدائے تعالیٰ اسکی دعاء قبول کرے' اور اس کی حاجت برلاوے۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ جس نے ہر سال میں دو بار قرآن ختم کیا اس نے حق ادا کیا اس لئے کہ حضور نے سال وفات میں دو ہی بار ختم کیا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''اس عبادت میں کچھ بہتری نہیں جس میں سمجھ نہیں اور نہ اس قرأۃ میں جس میں فکر نہ ہو''۔ امام غزالی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں: ''اے عزیز! تجھے چاہئے کہ اپنے آپ کو قرآن مجید کی گنتی گنانے پر فریفتہ نہ کرے'' یقیناً

ایک آیت کا سوچ کر پڑھنا ساری رات میں دو ختم کرنے سے بہتر ہے" رسول اللہ ﷺ نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھی تو آپ نے بیس دفعہ اسے دہرایا۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ ہمارے ساتھ کھڑے ہوئے تو آپ نے یہ آیت اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ الآیہ، بڑی دیر تک پڑھتے رہے۔ بعض عارفوں نے کہا ہے کہ ہمارے لئے ہر جمعہ میں ایک ختم اور ہر مہینے میں ایک ختم، اور ہر سال میں ایک ختم، اور امام غزالی فرماتے ہیں کہ میرے لئے ایک ختم ہے تیس برس ہوئے کہ اس سے فرصت نہیں پاتا اور یہ غور و فکر کے درجوں کے موافق ہے۔ سو یقیناً بعض وقت بڑے فکر کو دل اٹھا نہیں سکتا۔ سو اس لئے مناسب ہے کہ بڑے فکر کے لیے ایک خاص ختم ہو۔

ضروری ہدایت

قرآن مجید میں بیس مقامات ایسے ہیں کہ ذرا سی بے احتیاطی سے نادانستہ کلمۂ کفر کا ارتکاب ہو جاتا ہے۔ زیر، زبر اور پیش میں رد و بدل کر دینے سے معنیٰ کچھ کے کچھ ہو جاتے ہیں اور دانستہ پڑھنے سے گناہِ کبیرہ بلکہ کفر تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ ذیل میں وہ تمام مقام درج کر دیے گئے ہیں:۔

نمبر شمار	مقام	صحیح	غلط
۱	سورۃ الفاتحۃ	اِيَّاكَ نَعْبُدُ	اِيَاكَ (بلا تشدید)
۲	سورۃ الفاتحۃ	اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ	اَنْعَمْتُ عَلَيْهِمْ
۳	سورۃ البقرۃ ع ۱۵	وَاِذِ ابْتَلٰى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ	اِبْرٰهٖمُ رَبَّهٗ
۴	سورۃ البقرۃ ع ۳۳	وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ	دَاوٗدَ جَالُوْتُ
۵	سورۃ البقرۃ ع ۳۳ آیۃ الکرسی	اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ	اَللّٰهَ (اللہ)
۶	سورۃ البقرۃ ع ۳۶	وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ	يُضْعَفُ
۷	سورۃ النساء ع ۲۳	رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ	مُبَشَّرِيْنَ وَمُنْذَرِيْنَ
۸	سورۃ التوبۃ ع ۱	مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَرَسُوْلُهٗ	رَسُوْلِهٖ
۹	سورۃ بنی اسرآءیل ع ۲	وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ	مُعَذَّبِيْنَ
۱۰	سورۃ طٰہٰ ع ۷	وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ	اٰدَمَ رَبُّهٗ
۱۱	سورۃ الانبیاء ع ۶	اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ	اِنِّيْ كُنْتَ
۱۲	سورۃ الشعرآء ع ۱۱	لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ	الْمُنْذَرِيْنَ
۱۳	سورۃ فاطر ع ۴	يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا	اَللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَآءَ
۱۴	سورۃ الصّٰفّٰت ع ۲	فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ	مُنْذَرِيْنَ
۱۵	سورۃ الفتح ع ۳	صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ	اللّٰهَ رَسُوْلُهٗ
۱۶	سورۃ الحشر ع ۳	الْمُصَوِّرُ	الْمُصَوَّرُ
۱۷	سورۃ الحاقۃ ع ۱	اِلَّا الْخٰطِئُوْنَ	اِلَّا الْخَاطَئُوْنَ
۱۸	سورۃ المزمل ع ۱	فَعَصٰى فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ	فَعَصٰى فِرْعَوْنَ الرَّسُوْلُ
۱۹	سورۃ المرسلٰت ع ۲	فِيْ ظِلٰلٍ	فِيْ ظَلَالٍ
۲۰	سورۃ النّٰزعٰت ع ۲	اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ	مُنْذَرُ

﴿رسم الخط﴾ عربی میں یائے مجہول نہیں ہے۔ لیکن قرآن مجید میں صرف ایک موقع پر آئی ہے۔ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا کو "مجریٰہا و مرسٰہا" پڑھیں گے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید میں اکثر جگہ الف لکھا جاتا ہے لیکن پڑھا نہیں جاتا۔ مثلاً علامت جمع کے لیے جو الف آتا ہے اس کو نہیں پڑھتے جیسے قَالُوْا میں آخری الف نہیں پڑھا جائے گا۔ اَنَا کو ہم اَنَ پڑھتے ہیں، آخری الف نہیں پڑھا جاتا۔ چوبیس مقامات اور ہیں جہاں الف نہیں پڑھا جاتا۔ نقشہ ذیل میں اس الف پر ٥ بنایا گیا ہے:۔

مقام	لفظ	مقام	لفظ	مقام	لفظ
لن تنالوا ۴ ع ۶ - آیۃ ۱۴۴	اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ	سبحٰن الذی ۱۵ ع ۱۳ - آیۃ ۱۴	لَنْ نَّدْعُوَا۟	وما لی ۲۳ ع ۶ - آیۃ ۶۸	لَا۟اِلَى الْجَحِيْمِ
قال الملا ۹ ع ۳ - آیۃ ۱۰۳	مَلَا۟ئِهٖ	سبحٰن الذی ۱۵ ع ۱۷ - آیۃ ۳۸	لٰكِنَّا۟	الیہ یرد ۲۵ ع ۱۱ - آیۃ ۴۶	مَلَا۟ئِهٖ
واعلموا ۱۰ ع ۱۳ - آیۃ ۴۷	لَا۟اَوْضَعُوْا	اقترب للناس ۱۷ ع ۳ - آیۃ ۳۴	اَفَا۟ئِنْ مِّتَّ	حٰمٓ ۲۶ ع ۵ - آیۃ ۴	وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟
یعتذرون ۱۱ ع ۱۳ - آیۃ ۷۵	مَلَا۟ئِهٖ	قد افلح ۱۸ ع ۳ - آیۃ ۴۶	مَلَا۟ئِهٖ	حٰمٓ ۲۶ ع ۸ - آیۃ ۳۱	نَبْلُوَا۟
یعتذرون ۱۱ ع ۱۴ - آیۃ ۸۳	مَلَا۟ئِهِمْ	وقال الذین ۱۹ ع ۲ - آیۃ ۳۸	ثَمُوْدَا۟	قال فما خطبکم ۲۷ ع ۷ - آیۃ ۵۱	ثَمُوْدَا۟
ومامن دآبۃ ۱۲ ع ۶ - آیۃ ۶۸	ثَمُوْدَا۟	امن خلق ۲۰ ع ۷ - آیۃ ۳۲	مَلَا۟ئِهٖ	تبارک الذی ۲۹ ع ۱۹ - آیۃ ۴	سَلٰسِلَا۟
ومامن دآبۃ ۱۲ ع ۹ - آیۃ ۹۷	مَلَا۟ئِهٖ	امن خلق ۲۰ ع ۱۲ - آیۃ ۳۸	ثَمُوْدَا۟	تبارک الذی ۲۹ ع ۱۹ - آیۃ ۱۵	كَانَتْ قَوَارِيْرَا۟
وما ابرئ ۱۳ ع ۱۰ - آیۃ ۳۰	لِتَتْلُوَا۟	اتل ما اوحی ۲۱ ع ۷ - آیۃ ۳۹	مِّنْ رِّبًا لِّيَرْبُوَا۟	تبارک الذی ۲۹ ع ۱۹ - آیۃ ۱۶	قَوَارِيْرَا۟ مِنْ

علم قرأت یعنی مخارج الحروف کا بیان

ء: ابتدائے حلق سے نکالے ع ح: وسط حلق سے نکالے

ق: ابتدائے بیخ (جڑ) زبان اور اوپر کے تالو سے نکالے ک: تالو سے تھوڑا سا قاف کے مخرج سے ہٹ کر نکالے

ج ش ی: زبان کے کنارے اور اوپر کے درمیان سے نکالے ض: زبان کے کنارے اور دانتوں کی گرہ کے پاس سے یعنی اوپر کی یا الٹی طرف کی داڑھوں کی جڑ سے زبان کے کنارے لگانے سے جس طرح آسان ہو، نکالے۔

ل: زبان کی نوک کے پاس اور اوپر تالو سے نکالے۔ ن: زبان کے سرے اور اوپر کے دانتوں کے نیچے سے نکالے۔

ر: زبان کے سرے اور اوپر کے دانتوں کے نیچے سے نون کے مخرج کے بعد۔

ط د ت: زبان کے سرے اور اوپر کے دانتوں کی جڑ سے نکالنا چاہئے۔

ظ ذ ث: زبان کی نوک اور اگلے دانتوں کے کنارے سے نکالے۔

س ص ز: زبان کی نوک اور اگلے دانتوں کے درمیان سے نکالے۔ ب م و: ہونٹوں کے بیچ میں سے نکالے۔

ف: نیچے کے ہونٹ کے اندر اور اوپر کے درمیان سے نکالے۔ الف: فضائے دہن سے نکالے۔

رموز اوقاف قرآن مجید

زبان عرب میں جہاں جملہ تمام ہو جائے وہاں ٹھہر جائے یعنی آواز مع سانس کے توڑ دینے کو وقف کہتے ہیں۔ اور کم و بیش ہر ایک زبان میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر جملہ پر وقف نہ کیا جائے اور اس کو اگلے جملہ سے ملا دیا جائے تو بسا اوقات معنی میں فرق آجاتا ہے۔ جیسا کہ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعًا میں قَوْلُهُمْ پر وقف نہ کرنے سے یہ معنی ہو جائیں گے ''اے پیغمبر! ان کی یہ بات کہ سب عزت خدا کے لئے ہے آپ کو غمگین نہ کرے''۔ یہ امر تو ظاہر ہے کہ حضور ایسی بات سے جو توحید خالص اور مطمع نظر ہو کیسے ناراض ہو سکتے تھے، اور جب وقف کر دیا تو یہ معنی ہوں گے: ''اے پیغمبر! ان کی بات (تکذیب رسالت وانکار حشر) سے آپ رنج نہ کیجئے کیونکہ سب عزت اللہ ہی کے لئے ہے، ان کے انکار سے کیا ہوتا ہے۔ اور مقصود بھی معنی آخری ہی ہیں۔ اسی طرح آیت وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ میں اگر وَهَمَّ بِهَا پر وقف کر دیا جائے لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ الخ کو الگ کر دیا جائے تو معنی بگڑ جائیں گے۔ اس لئے کہ اس صورت میں یہ معنی ہو جائیں گے کہ ''زلیخا یوسف پر اور یوسف زلیخا پر قصد کر چکے تھے''۔ حالانکہ یہ معنی بالکل غلط ہیں بلکہ وَهَمَّ بِهَا کی جزا مقدم ہے۔ اگر یوسف خدا کی برہان نہ دیکھتے تو زلیخا پر ارادہ کرتے۔ لیکن چونکہ برہان الٰہی دیکھ چکے تھے، اس لئے ارادہ بھی نہ کیا۔ امام نافع کے نزدیک معنی ہی کے لحاظ سے وقف کیا جاتا ہے۔

قراء نے وقف کی اور بھی اقسام مثل وقف لازم وغیرہ کے بیان کی ہیں۔ متقدمین کے نزدیک تو وقف سکتہ اور قطع کے ایک ہی معنی ہیں، مگر متاخرین نے فرق کیا ہے۔ وقف، تو ٹھہر جانا اور دم لینا اور آئندہ پڑھنے کا قصد کرنا۔ سکتہ، صرف ٹھہر جانا اور سانس نہ توڑنا۔ قطع بالکل ٹھہر جانا اور آگے نہ بڑھنا۔ حتیٰ کہ آئندہ آگے بڑھے گا وہ دوسری قرأت شمار ہوگی جس کے لئے اعوذ اور بسم اللہ کا پڑھنا ضروری ہوگا۔ کیفیت وقف کی قراء نے نو صورتیں قرار دی ہیں:

❶ سکون ❷ روم ❸ ایہام ❹ ابدال ❺ نقل ❻ ادغام ❼ حذف ❽ ثبات ❾ الحاق

ان جملہ اقسام کی فن تجوید میں مفصل بحث موجود ہے، اور ہر ایک رمز کی کیفیت ذیل کی تفصیل سے معلوم ہوگی:

م وقف لازم: یہاں ضرور ٹھہرنا چاہئے ورنہ عبارت کا مطلب منشائے الٰہی کے خلاف ہو جائے گا۔

ط وقف مطلق: یہاں سے گزرنا نہیں چاہئے بلکہ بہتر یہی ہے کہ اس پر وقف کر کے مابعد سے ابتداء کی جائے۔

ج وقف جائز: یہاں ٹھہرنا اور نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہیں۔ لیکن ٹھہر جانا بہتر ہے۔

ز وقف مجوز: یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

ص وقف مرخص: یہاں ملا کر پڑھنا چاہئے لیکن تھک جانے کی حالت میں ٹھہرنا جائز ہے۔ ز کی نسبت ص میں وصل کو ترجیح ہے۔

ق قیل علیه الوقف: (کہا گیا ہے کہ یہاں وقف ہے) یہاں ٹھہرنا اور نہ ٹھہرنا دونوں جائز ہیں۔ مگر ملانا بہتر ہے۔

لا لا وقف علیه: (یہاں کوئی وقف نہیں) یہاں ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہئے بلکہ اگر بھولے سے وقف ہو جائے تو اعادہ واجب ہے۔

قف: یہاں ٹھہرنا چاہئے۔

سکتة: اس جگہ آواز توڑ دے سانس نہ توڑے۔

وقفة: لمبے سکتہ کی علامت ہے۔ اس جگہ ذرا دیر تک آواز کو توڑے رکھے۔ سکتہ وصل سے قریب تر ہوتا ہے۔ اور وقفہ وقف سے۔

صل قد یوصل: (کبھی ملا کر پڑھا جاتا ہے) یہاں وقف کرنا احسن ہے۔

صلے الوصل اولیٰ: یعنی ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

جہاں ایک سے زیادہ علامتیں ہوں وہاں اوپر کی علامت کا اعتبار ہے اور اگر ایک سے زیادہ علامتیں ایک سیدھ میں ہوں تو آخری علامت کا اعتبار ہوگا۔

○: مطلق آیت کا نشان ہے۔ اگر صرف یہی علامت ہو تو ٹھہر جانا چاہئے۔ اگر اس پر لا ہو تو نہ ٹھہرنا اولیٰ ہے۔ اگر اس کے سوا کوئی اور علامت ہو تو اسی کا اعتبار ہوگا۔

∴ ∴: اگر کوئی عبارت ایسے تین نقطوں کے درمیان گھری ہوئی ہو تو پہلے تین نقطوں پر نہ ٹھہرنا یا اس کے برعکس عمل کرنا چاہئے۔ اس قسم کی عبارت کو معانقہ یا مراقبہ کہتے ہیں۔

۵: غیر کوفی آیۃ کا نشان ہے۔ اس پر ٹھہر جانا چاہئے۔ اگر اس پر کوئی علامت ہو تو اسی کا اعتبار ہوگا۔

ع: یہ رکوع کا مختصر ہے۔ اور رکوع کو رکوع اس لئے کہتے ہیں کہ وہ مقدار رکعت نماز ہے۔ ایک ہندسہ اس کے اوپر ہوتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شروع سورۃ سے یہاں تک اتنے رکوع ہوئے۔ ایک ہندسہ عین کے بیچ میں ہوتا ہے جو رکوع کی آیتیں بتاتا ہے کہ اس رکوع میں اس قدر آیتیں ہیں۔ ایک ہندسہ اس کے نیچے ہوتا ہے جو شروع پارہ سے لے کر یہاں تک تعداد رکوع گنواتا ہے۔ مثلاً سورۂ بقرہ کے ختم پر لکھا ہے ع اس کا مطلب یہ ہے کہ سورۂ بقرہ کے شروع سے یہاں تک چالیس رکوع ہوئے اور اس رکوع کی تین آیتیں ہیں، اور شروع پارہ سے یہاں تک آٹھ رکوع ہوئے ہیں۔

ایاتھا ۷ ۱ سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ ۵ رکوعھا ۱

سُوْرَۃُ فاتحہ مکہ میں نازل ہوئی اس میں ۷ آیتیں ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

خواص بسم اللہ شریف

بسم اللہ شریف کو جو شخص صدق دل سے لکھ کر ٹوپی میں رکھے ان شاء اللہ تعالیٰ دردسر جاتا رہے گا۔ بسم اللہ شریف کو ہر کام کے شروع کرنے سے پہلے پڑھنا موجب برکت اور ثواب ہے، اور اگر کوئی شخص بسم اللہ شریف کو بعد نماز عشاء بارہ ہزار بار اس ترکیب سے پڑھے کہ ہر ہزار کے بعد دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے پھر ہزار بار بسم اللہ پڑھے، اسی طرح بارہ ہزار مرتبہ پورا کرے اور نماز اور دعا کے ساتھ ختم کرے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کی حاجت ضرور پوری ہوگی۔

شان نزول سورۂ فاتحہ

سورۂ فاتحہ میں ۲۵ کلمے اور ۱۲۶ حروف ہیں۔ مسلم اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت جبریل آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ یکا یک انہوں نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھا کر کہا کہ آج آسمان کا وہ دروازہ کھلا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا۔ اتنے میں ایک فرشتہ رسول اللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ کو سورۃ فاتحہ اور اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے سورۂ کے آخر تک ان آیتوں کے نازل ہونے کی خوش خبری سنانے آیا ہوں کہ یہ آیتیں لانے والے ایسے دو نور ہیں کہ آپ سے پہلے کسی نبی پر نازل نہیں ہوئے۔

مسئلہ:۔ بسم اللہ کو (جو قرآن مجید کا جز اور کلام الٰہی ہے) سب سورتوں کے اول میں اس لئے لکھا گیا کہ ایک سے دوسری سورہ میں فرق ہو جائے۔ اور اس سے سورہ کی ابتداء باعث تبرک سمجھی جائے۔ مدینہ و بصرہ اور شام کے قاریوں و فقہاء اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی قول ہے۔ **مسئلہ:۔** بسم اللہ نماز میں آواز سے نہ پڑھی جائے۔ تراویح میں جو قرآن ختم کیا جاتا ہے اس میں کہیں ایک دفعہ بسم اللہ کو آواز سے پڑھ لے۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کی فضیلت

معتبر تفسیروں کی روایتوں کے موافق قرآن شریف کی تلاوت سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم کا پڑھنا سنت ہے جس کے معنی: ''شیطان مردود کی ہر طرح کی برائی سے اللہ کی پناہ میں آنے کے ہیں''۔

لہ **شان نزول** بسم اللہ (الخ) شعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ ہر کام کو موافق رسم قریش کے اللھم کہہ کے شروع کیا کرتے تھے۔ پس خدائے تعالیٰ نے اس رسم قریش کو ترک کرنے کا حکم فرمایا اور ہر کام کے لئے آغاز

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۟ۙ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۟ۙ

سب تعریفیں [1] اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہان کا پرورش کرنے والا (۲) بخشش کرنے والا مہربان ہے (۳)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نازل فرمائی۔

تفسیر بسم اللہ شریف

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ب سے مراد اللہ کی برکت سین، سے سمیع مراد ہے، میم سے اشارہ اللہ کے ملک کی طرف ہے۔ ذات پاک رب العالمین کے ناموں میں سے نام ہے۔ الرَّحْمٰن کے معنی یہ ہیں کہ وہ مہربان ہے سب بندوں پر۔ الرَّحِیْم کے معنی اللہ تعالیٰ خاص مسلمانوں کو روز قیامت میں بخشے گا اور اپنا رحم خاص ان پر فرمائے گا۔

خواص سورۂ فاتحہ

الحمد شریف چالیس بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے بخار والے کے منہ پر چھینٹا دیں ان شاء اللہ تعالیٰ بخار جاتا رہے گا۔ سورۂ فاتحہ کو چینی کے پاک برتن پر مشک و زعفران سے لکھ کر اگر مریض کو پلا دیں تو ہر قسم کے جسمانی مرض ان شاء اللہ تعالیٰ جاتے رہیں گے۔ چیچک کے واسطے گیارہ مرتبہ اس سورۃ کو پڑھ کر دم کرنا مجرب ہے۔ الحمد شریف ہر روز صبح کی سنتوں کے بعد اور فرضوں سے پہلے اکتالیس مرتبہ پڑھنا موجب برکت ہے اور ہر کام کیلئے مفید ہے۔ اس کو پڑھ کر جو دعا مانگے گا وہ ان شاء اللہ تعالیٰ قبول ہوگی۔

فضائل القرآن

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قرآن میں سب سے زیادہ عظمت سورۂ فاتحہ کی ہے، جس کی مثل نہ توریت میں نہ انجیل میں اور نہ زبور میں ہے۔ اگر کوئی تنہا نماز پڑھے تو اس کو سورۂ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بغیر سورۂ فاتحہ پڑھے نماز نہیں ہوتی۔ اگر امام موجود ہے تو مقتدی کو خاموش رہنا چاہئے۔ کیونکہ امام بطور وکیل کے ہوتا ہے۔ سورۂ فاتحہ کے بہت سے فضائل ہیں۔ یہ سورۃ عرش کے خزانے کے نیچے سے اتری ہے۔ **مسئلہ**:۔ جو شخص ضاد کو ظا پڑھے یعنی غیر المغظوب تو اس کی امامت جائز نہیں (محیط برہانی) **مسئلہ**:۔ آمین کے معنی ہیں: "ایسا ہی کر" یا "قبول فرما" یہ کلمہ قرآن کا نہیں ہے، سورۂ فاتحہ کے ختم پر آمین کہنا سنت ہے نماز کے اندر بھی اور باہر بھی۔ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ نماز میں آمین آہستہ کہے۔

تفسیر سورۂ فاتحہ

[1] اس سورۃ کو فاتحہ کہتے ہیں۔ اس سورۃ کے نام اور بھی حدیث میں آئے ہیں مگر سورۃ فاتحہ زیادہ مشہور ہے۔ اس سورۃ کی اول کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ کی تعریف اور آخر کی آیتوں میں بندوں کی طرف سے بارگاہ الٰہی میں دعا ہے۔ اسی واسطے حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مجھ میں اور میرے بندوں میں اس سورۃ کی نصفا نصفی کی تقسیم ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ۔ حمد کے معنی "زبان سے

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۴ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۵ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۶ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷

جزا کے دن کا مالک ہے ۝۴ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے (ہر کام میں) مدد چاہتے ہیں ۝۵ ہم کو سیدھے راستہ پر چلا ۝۶ ، ان لوگوں کے راستہ پر چلا جن پر تو نے انعام کیا نہ ان لوگوں کی راہ پر کہ جن پر تو غصہ ہوا اور جو گمراہ ہوئے ۝۷

تعریف کرنے'' کے ہیں، پس سب تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے معنی یہ ہیں کہ وہ تمام عالم کا پرورش کرنے والا ہے پس کوئی چیز اس کی تربیت اور پرورش سے خالی نہیں اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ صاحب رحمت کے معنوں میں، یہ دونوں بھی اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سب بندوں پر مہربان ہے اور وہ خاص مسلمانوں کو روز قیامت بخشے گا۔ اور اپنا رحم ان پر کرے گا۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ جس کے یہ معنی ہیں کہ مالک ہے روز جزا کا یعنی وہ مالک جس کو ہر طرح کے تصرف کا اختیار ہو۔ پس قیامت کے دن ہر طرح کی جزا و سزا کا اختیار خاص اللہ تعالیٰ کی ذات کو ہے، اس واسطے اپنے آپ کو اس دن کا مالک فرمایا: اِيَّاكَ نَعْبُدُ شروع سورۃ سے یہاں تک حمد وثنا کا ذکر تھا اور حمد وثنا ممدوح کی غائبانہ حالت میں اعلیٰ درجہ کی حمد وثنا کہلاتی ہے اس لئے یہاں تک غائب کے صیغے تھے۔ اس آیۃ سے دعا کی حالت شروع ہوئی اور دعا میں عاجزی مناسب ہے، اس واسطے اللہ تعالیٰ نے طرز کلام کو بدل دیا اِيَّاكَ نَعْبُدُ کے معنی ''یا اللہ! سوائے تیری ذات کے اور کسی کی عبادت ہم نہیں کرتے کیونکہ تو نے ہی ہم کو پیدا کیا اور تیری ہی ہدایت سے ہم کو عبادت کی توفیق ہوئی'' وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ یا اللہ! ہماری قابل قبول عبادت میں شیطان کا وسوسہ اور خواہش نفسانی ہر طرح سے خارج ہے۔ اس لئے ہم تیری ذات پاک سے قابل قبول عبادت کے ادا ہونے کی مدد چاہتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ سے آخر تک کے معنی: ''یا اللہ! جس طرح تو نے اپنے فضل سے ہم کو اسلام کے راستہ پر لگایا ہے اسی طرح تا قیامت ہم کو اسی راستہ پر قائم اور ثابت قدم رکھ، کیونکہ یہ راستہ انبیاء اور ایسے کامل دینداروں کا ہے، جن پر تو نے اپنی طرح طرح کی دین ودنیا کی نعمتیں ختم کی ہیں اور پچھلی امتوں کے جو لوگ راہ راست سے بہک گئے ہیں ان کی اسی گمراہی کے سبب سے ان سے ناراض اور ان پر تیرا غصہ ہے ان کی چال اور روش سے ہم کو بچا۔ (آمین!)

آیاتها ۲۸۶ ۲ سُوْرَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ ۸۷ رکوعاتها ۴۰

یہ سورت مدنی ہے اس میں ۲۸۶ آیات اور ۴۰ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

فضائل القرآن سورۂ بقرہ

سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران، یہ دونوں سورتیں پڑھنے والے پر حشر کے دن سایہ کریں گی۔ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ سورۂ بقرہ پڑھا کرو کہ اس کا پڑھنا موجب برکت اور نہ پڑھنا موجب حسرت ہے۔ جب عقبیٰ میں اس کے پڑھنے والوں کو بلند درجہ ملے گا تو نہ پڑھنے والا حسرت سے پچھتائے گا کہ ہائے میں نے کیوں نہ پڑھی۔ حدیث سے منقول ہے کہ جو شخص سورۂ بقرہ پڑھے گا تو اسے بہشت میں تاج پہنایا جائے گا۔ ہر چیز کی بلندی ہے اور قرآن مجید کی بلندی سورۂ بقرہ ہے۔ سورۂ بقرہ میں ہزار امر، ہزار نہی، ہزار حکم اور ہزار خبریں ہیں۔ اس کے پڑھنے میں برکت اور نہ پڑھنے میں حسرت ہے۔ اہل باطل جادوگر اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔ جس گھر میں یہ سورت پڑھی جائے، تین دن تک سرکش شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہوتا۔

مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں یہ سورت پڑھی جائے (جمل) بیہقی و سعید بن منصور نے حضرت مغیرہ سے روایت کی کہ جو شخص سوتے وقت سورۂ بقرہ کی دس آیتیں پڑھے گا قرآن شریف کو نہ بھولے گا وہ آیتیں یہ ہیں چار آیتیں اول کی اور آیۃ الکرسی اور دو اس کے بعد کی اور تین آخر سورۃ کی۔

مسئلہ: طبرانی و بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میت کو دفن کر کے قبر کے سرہانے سورۂ بقرہ کی اول کی چار آیتیں اور پاؤں کی طرف آخر کی دو آیتیں پڑھو''۔

خواص القرآن سورۂ بقرہ

اگر کسی دشمن کا خوف ہو تو اس سورۃ کو رات کے بارہ بجے پڑھے اور دل میں تصور اپنے دشمن کا رکھے اللہ تعالیٰ اس سورۃ کی برکت سے اس کے دشمن کی برائی دفع کر دے گا۔ اور اس کا کوئی حیلہ اور فریب اس پر نہ چل سکے گا۔

مکی اور مدنی آیات کی تشریح

یہ سورۃ مدنی ہے یعنی مدینہ منورہ میں نازل ہوئی۔ ہاں اس میں ایک آیت (وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ سے آخر تک) مکہ معظمہ میں حجۃ الوداع کے دن منیٰ میں اتری ہے، اور یہ پہلی سورۃ ہے جو مدینہ میں نازل ہوئی ہے۔ آگے اس سورۃ میں ایک گائے کے ذبح کرنے کا قصہ آئے گا جو بنی اسرائیل میں واقع ہوا ہے۔ بقرہ عربی میں گائے کو کہتے ہیں، اور اکثر آیتیں قرآن کی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ سفر حج کے اور زمانہ سفر جہاد میں نازل ہوئی ہیں لیکن آیات مکی اور مدنی میں اکثر مفسرین کے نزدیک یہ ایک

الٓمّٓ ۝۱ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ

الٓمّٓ[1] ۝۱ یہ کتاب[2] (الٰہی) ہے (یعنی قرآن) اس میں کچھ شک نہیں۔

اصطلاح قرار پائی ہے کہ جو حصہ قرآن شریف کا ہجرت سے پہلے اترا ہے اس کو مکی اور جو ہجرت کے بعد اترا ہے اس کو مدنی کہتے ہیں۔

شان نزول سورۂ بقرہ

جب مکہ معظمہ اور اس کے گرد و نواح میں دین اسلام کی روشنی پھیلی اور وہاں کے بت پرستوں کے زور و ظلم سے نبی ﷺ اور صحابہ کرام حکمت الٰہی کے موافق مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ اس شہر میں اور اس کے اطراف میں عرصہ دراز سے اہل کتاب رہتے تھے، اور اس وقت میں عیسائیوں او یہودیوں کے تعصبات اور گمراہیوں نے اس ذرا سے نور کو بھی جو مدت سے ٹمٹما رہا تھا بجھا دیا تھا، ایسی حالت میں جو یکایک ان پر آفتاب اسلام طلوع ہوا۔ یعنی نبی ﷺ رونق افروز ہوئے اس وقت باستثناء چند دیندار اکثر کو پابندی رسوم و تعصب بجائے اسلام اور قرآن کے مقابلہ پر آمادہ کیا، اور جہلائے عرب کو یہودی اور نصاریٰ ان دونوں فرقوں سے مدد ملی کیونکہ یہ اہل کتاب تھے، اور مدینہ کے رؤساء میں سے عبداللہ بن ابی سلول وغیرہ جو کسی غرض و مصلحت دنیوی سے اسلام میں نامزد ہوئے تھے اور در پردہ سخت دشمن تھے، مل گئے۔ ان تینوں فرقوں کے ملنے سے منافقوں کی کمر ہمت بندھ گئی۔ اس کے بعد مالک ابن ضعیف یہودی نے مومنوں کے دل میں شک ڈالنے کو کہا کہ یہ کتاب وہ نہیں ہے جس کی خبر اگلی کتابوں میں دی گئی ہے پس اللہ تعالیٰ نے اس شک کے رفع کرنے کو مومنوں کی تعریف اور کافروں کی مذمت میں یہ آیتیں بھیجنی شروع کیں یعنی سورۂ بقرہ نازل ہوئی اور فرمایا کہ دریافت کرلو ان لوگوں سے جو تم میں ذی علم ہیں اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔

قرآن شریف کا کلام الٰہی ہونے کا ثبوت

[1] الم۔ ق۔ ن۔ ص۔ یٰس۔ حم۔ یہ سب حروف مقطعات کہلاتے ہیں جن کے معنی اللہ تعالیٰ نے کسی مصلحت سے بندوں پر ظاہر نہیں کئے۔ ان میں بھی عجیب عجیب صفتیں ہیں۔ مشرکین مکہ ان آیتوں کے معنی بتانے سے بھی باوجود اہل زبان ہونے کے عاجز آگئے۔ اس لئے یہ بھی قرآن مجید کا ایک معجزہ ہے ہم کو بھی ایسے امور کی بحث نہ کرنی چاہئے۔ اللہ اور رسول جانیں اس کے حق ہونے پر ہم ایمان لاتے ہیں۔

[2] بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ہر ایک نبی کی امت کے ایمان لانے کے موافق ہر نبی کو معجزہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے اور مجھ کو امید ہے کہ قیامت کے دن میری پیروی کرنے والے سب سے زیادہ ہوں گے'' الغرض انسان تو انسان جنات کا اس قرآن کو سن کر یہ کہنا (ہم نے سنا ہے پاک قرآن عجیب

هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ ۝٢ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ وَيُقِيمُونَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ۝٣ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَآ أُنْزِلَ إِلَيْكَ وَمَآ أُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ۝٤

راہ دکھانے والی ہے پرہیزگاروں کو ② وہ جو بغیر دیکھے ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں، اور ہم نے جو کچھ روزی ان کو دے رکھی ہے اس میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں ③ اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) اتارا گیا تمہاری طرف اور جو کچھ تم سے پہلے اتارا گیا اور یہ لوگ آخرت پر (بھی) یقین رکھتے ہیں ④

سمجھا تا ہے نیک راہ کہ ہم اس پر یقین لائے) اور حکم جہاد کے نازل ہونے سے پہلے ایک جماعت عظیم کا مسلمان ہو جانا اور ضعف اسلام کے زمانے میں غیر قوم کے لوگوں کا مسلمان ہو جانا واقعی یہ قرآن کا معجزہ ہے۔ اور یہی صاحب معجزہ کے نبی برحق ہونے کی پوری دلیل ہے۔

تقویٰ کیا؟ اور متقی کون؟

۱ متقی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ہر طرح کی نافرمانی سے بچتے ہیں اور اس کی ہر طرح کی اطاعت بجالاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک دن پوچھا کہ تقویٰ کے کیا معنی ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ کبھی تمہارا گزر ایسے راستہ سے ہوا ہے، جس میں ہر طرف کثرت سے خاردار درخت ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہاں''۔ ابی بن کعب نے کہا: ''پھر تم نے وہاں کیا کیا''۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''ہر طرف سے دامن سمیٹ کر اپنے کپڑوں کو کانٹوں سے بچایا''۔ ابی بن کعب نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے اسی طرح بچنے کو تقویٰ کہتے ہیں۔

۲ عذاب قبر۔ حشر۔ پل صراط۔ جنت۔ دوزخ سب غیب کے معنوں میں ہیں، جن پر بے دیکھے ایمان لائیں۔

۳ نماز کے قائم رکھنے سے یہ مراد ہے کہ نماز کے ارکان وضو، طہارت، رکوع، سجدہ اچھی طرح سے ادا کیا جائے وقت پر۔

۴ راہ خدا میں خرچ کرنے سے مراد زکوٰۃ ہے یا صدقات نافلہ جیسے ایصال ثواب۔

۵ وہ لوگ جو قرآن پر ایمان لائے۔ اور جو اس سے پہلے کلام اترا یعنی توریت۔ انجیل وغیرہ اس پر ایمان لائے۔

أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٦﴾ خَتَمَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَعَلَىٰ سَمْعِهِمْ ۖ وَعَلَىٰ أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٧﴾

یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ (دنیا و آخرت میں) کامیاب ہیں [۱] ﴿۵﴾ بے شک جو لوگ کافر ہوئے ان کے حق میں تمہارا (اے محبوب!) ڈرانا یا نہ ڈرانا (دونوں) برابر ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے ﴿۶﴾ خدا نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر مہر لگا دی ہے (پس نہ وہ حق جان سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں) اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے (کہ دیکھ نہیں سکتے) اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے [۲] ﴿۷﴾

کفر کی چار اقسام

[۱]: علماء نے کفر کی چار قسمیں بیان کی ہیں: ❶ ایک کفر جیسا فرعون کا کفر تھا کہ وہ اللہ کی ذات کا ہی دل و زبان دونوں سے منکر تھا۔ ❷ اللہ تعالیٰ کو دل سے ماننا زبان سے اقرار نہ کرنا جیسے ابلیس کا کفر ❸ دل و زبان دونوں سے خدا کو ماننا لیکن اس کا حکم نہ ماننا جیسے ابو طالب اور اہل کتاب کا کفر ❹ کفر منافقوں کا کہ زبان سے سب کچھ کہنا اور دل میں کچھ نہیں۔

ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے علم میں جن لوگوں کا حالت کفر میں مرنا ٹھہر چکا ہے، ان کے دلوں میں حق بات کے سمجھنے کی اور ان کے کانوں میں حق بات کے سننے کی کچھ گنجائش نہیں اور نبی کے معجزات دیکھنے سے ان کی آنکھوں پر پردہ پڑا ہوا ہے۔ ترمذی اور نسائی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب کوئی شخص گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر اس گناہ کی شامت سے ایک سیاہ داغ پڑ جاتا ہے۔ اگر اس گناہ سے اس نے توبہ کر لی اور آئندہ گناہوں سے باز رہا تو وہ داغ مٹ گیا اور دل صاف ہو گیا، ورنہ یہ داغ روز بروز بڑھتے بڑھتے تمام دل کو گھیر لیتا ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے آیت "كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ" میں رَانَ سے (دل کا زنگ) سے تعبیر فرمایا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جب گناہ کی شامت سے دلوں کا یہ حال ہو جاتا ہے تو کفر کی شامت سے دلوں کا یہی حال ہونا چاہیے کہ اللہ کی طرف سے ان پر مہر لگ گئی ہے۔ نہ ایمان ان میں سما سکتا ہے، نہ کفر ان میں سے نکل سکتا ہے۔ پس ایسے لوگوں کے لئے بڑا عذاب ہے۔

[۲]: **شان نزول:** جب آنحضرت ﷺ مدینہ میں ہجرت کر کے تشریف لائے اور اہل اسلام کی جماعت کی قوت بڑھی تو اہل مدینہ میں سے جن کی قسمت میں اللہ تعالیٰ نے اسلام لکھا تھا وہ تو خالص مسلمان ہو گئے۔ لیکن ایک جماعت اہل مدینہ کی

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُولُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸﴾ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹﴾ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾

وقف لازم

اور بعضے اُن لوگوں میں سے (منہ سے تو) یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور وہ لوگ ایمان والے نہیں ۸ (اپنے نزدیک) فریب دیتے ہیں خدا کو اور مسلمانوں کو، حقیقت میں وہ (دوسروں کو کیا فریب دیں گے) خود اپنی جانوں کو فریب دیتے ہیں اور (جہالت و سرکشی کی وجہ سے) آگاہ نہیں ہوتے ۹ ان کے دلوں میں (کفر کی) بیماری ہے، پس اللہ نے (دین حق کو کامیاب کر کے) ان کی بیماری اور بڑھادی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے بسبب اس کے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے ۱۰ اور جب ان (منافقوں) سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ پھیلاؤ تو کہتے ہیں کہ ہم تو (لوگوں میں) اصلاح کرنے والے ہیں ۱۱ آگاہ ہو بیشک یہی (منافق لوگ) فساد کرنے والے ہیں ولیکن انہیں سمجھ نہیں ۱۲

ان یہود سے میل جول رکھتی تھی، جو مدینہ کے گردونواح میں رہتے تھے۔ ان یہود کے بہکانے سے اہل مدینہ کے کچھ لوگ مسلمانوں کی قوت اور شوکت کو دیکھ کر جب مسلمانوں سے ملتے تو اپنا جان و مال بچانے کے لئے مسلمانوں کے روبرو اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے۔ اور جب اپنے ساتھیوں سے ملتے تو کہتے: ''ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو دل لگی کے طور پر اپنا اوپری اسلام ظاہر کر دیتے ہیں''۔ لوگوں کی دغابازی ظاہر کرنے کو اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ یہ لوگ دغاباز ہیں ان کی دغابازی ان ہی کی عقلی خراب کرے گی۔

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَاۤ اٰمَنَ النَّاسُ قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ كَمَاۤ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ؕ اَلَاۤ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَ لٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ قَالُوْۤا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾ اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾ مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّاۤ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ فِيْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ جیسے اور لوگ ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں: ''کیا ہم بھی اسی طرح ایمان لے آئیں جس طرح (یہ) بیوقوف آدمی ایمان لے آئے ہیں'' دیکھو یہی لوگ (فی الحقیقت) بیوقوف ہیں و لیکن جانتے نہیں ﴿۱۳﴾ اور جب یہ لوگ ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیاطین (سرداروں) کے ساتھ اکیلے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں: ''ہم (دل سے) تو تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف (مسلمانوں سے) دل لگی کرتے ہیں'' ﴿۱۴﴾ یہ لوگ مسلمانوں سے کیا دل لگی کریں گے (حقیقت میں) اللہ ان کو ان کی ہنسی کا بدلہ دیتا ہے اور ان کو ڈھیل دیتا ہے کہ وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں ﴿۱۵﴾ یہی (منافق) وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی مول لی۔ پس نہ ان کی اس تجارت نے ان کو نفع دیا اور نہ راہ (ہدایت) پانے والے ہوئے ﴿۱۶﴾ ان (منافقوں) کی مثال اس کی سی مثال ہے جس نے (مجمع میں رات کے وقت روشنی کے لئے) آگ روشن کی، پھر جب (آگ کے شعلوں سے) اس کے آس پاس کی چیزیں خوب روشن ہوگئیں تو اللہ نے ان کا نور سلب کرلیا اور ان کو اندھیروں میں چھوڑ دیا کہ اب ان کو کچھ نہیں سجھائی دیتا ﴿۱۷﴾

صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾ اَوْ كَصَیِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِیْهِ ظُلُمٰتٌ وَّ رَعْدٌ وَّ بَرْقٌ ۚ یَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَ اللّٰهُ مُحِیْطٌۢ بِالْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹﴾ یَكَادُ الْبَرْقُ یَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَاۤ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِیْهِ ۙۗ وَ اِذَاۤ اَظْلَمَ عَلَیْهِمْ قَامُوْا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَ اَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۲۰﴾

(کانوں سے) لہ بہرے ہیں (حق بات سن نہیں سکتے) (منہ سے) گونگے ہیں (کہ زبان سے کلمۂ خیر نہیں نکال سکتے) (آنکھوں سے) اندھے ہیں (کہ راہ ہدایت نہیں دیکھ سکتے) پس دین حق کی طرف رجوع نہ ہوں گے ﴿۱۸﴾ یا ان کی مثال ایسی ہے کہ آسمان سے بھاری مینہ برسے جس میں اندھیریاں ہیں اور کڑک اور بجلی ہے۔ کڑک کی ڈراونی آواز کے سبب سے چلنے والے لوگ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے ہیں موت کے خوف سے، اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے ﴿۱۹﴾ قریب ہے کہ بجلی ان کی بینائی کو اچک لے جائے گی، جب بجلی کی چمک سے روشنی ہوتی ہے تو اس کی روشنی میں چلنے لگتے ہیں، اور جب ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے تو کھڑے کے کھڑے رہ جاتے ہیں، اور اگر اللہ چاہے تو (یوں بھی) ان کے سننے اور دیکھنے کی قوتیں (ان سے) سلب کر لے، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۲۰﴾

فرشتہ رعد اور منافقوں کا ذکر

لہ آنحضرت ﷺ کے مدینہ میں آنے کے وقت پہلے پہل ان لوگوں نے کچھ نور ایمان کما لیا تھا، پھر نفاق کے سبب سے اسی کفر کی تاریکی میں یہ لوگ پھنس گئے۔ دوسری مثال کی مطابقت صحابہ نے منافقوں کے حال سے اس طرح بیان کی ہے کہ بجلی کی آنا فانا چمک کی طرح مسلمانوں کے دباؤ سے کبھی ان لوگوں میں ایمان کی عارضی جھلک آجاتی ہے، اور جس طرح کڑک کی آواز کے ڈر سے کوئی شخص کانوں میں انگلیاں دے کر اپنا ڈر رفع کر لیتا ہے۔ اسی طرح عارضی ایمانی جھلک سے مسلمانوں کے ہاتھ سے ان کی جان و مال کی خیر ہو جاتی ہے لیکن اس عارضی ایمان سے کیا ہوتا ہے۔ ان کے دلوں پر تو وہی کفر و نفاق کی گھٹا

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۲۱﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

۱ اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو (اس پروردگار کی) جس نے تم کو اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے پیدا کیا، تا کہ تم (عذاب سے) بچ جاؤ ⑪ وہ (پروردگار عالم) جس نے تمہارے لئے زمین فرش کی طرح بچھا دی اور آسمان کو چھت کی طرح بلند کر دیا اور برسایا آسمان سے پانی (جس سے زمین شاداب ہو جاتی ہے)، پھر ہر طرح کے پھل تمہارے کھانے کے لئے پیدا کئے پس اللہ کے لئے جان بوجھ کر برابر والے نہ ٹھہراؤ ⑫

چھائی ہوئی ہے جس کے سبب سے ان کا انجام برا اور عاقبت برباد ہے۔ آخیر کو اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کو یہ بھی جتلا دیا کہ اپنے اعضاء کے بھروسہ پر یہ منافق چالاکیاں دغابازیاں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ چاہے تو ان کے اعضاء کو بالکل بیکار کر دے۔ پھر یہ اپنے گھروں میں بالکل اپاہج بن کر بیٹھ جاویں اور ان کی چالاکیاں اور دغابازیاں ان کے آگے آجائیں۔

ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رعد ایک فرشتہ ہے جو بادلوں کو ہانکتا ہے۔ اس کے ہاتھ میں آگ کا کوڑا ہے۔ بادلوں کے ہانکنے میں اس کوڑے کا کوئی تُس جو جھڑ جاتا ہے وہ بجلی ہے اور کڑک اس فرشتے کی آواز ہے جو بادلوں کے ہانکنے کے وقت اس کے منہ سے نکلتی ہے۔

۱ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے۔ اس کی تعظیم اور عبادت میں کسی کو شریک کرنا اس سے بڑھ کر کوئی گناہ دنیا میں نہیں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور سلف نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بت پرستوں، منافقوں اور اہل کتاب سب کو خالص عبادت الٰہی کی اور جس خالص توحید الٰہی کی ترغیب نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم دلاتے تھے، اس کے اتباع کی تاکید ان سب کو فرمائی ہے۔

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۪ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۴﴾ وَ بَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَ اُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا ؕ وَ لَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾

ل اور اگر تمہیں اس (قرآن کی سچائی) میں کچھ شک ہے کہ جو ہم نے اپنے خاص بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اتارا تو (اگر یہ انسانی دماغ کی بناوٹ ہے تو تم بھی انسان ہو تو صرف) اس کی مانند ایک سورت تو لے آؤ، اور اللہ کے سوا جس قدر تمہارے حمایتی ہیں سب سے مدد دلوا اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو ﴿۲۳﴾ پس اگر تم ایسا نہ لاسکو اور (حقیقت یہ ہے کہ) ہر گز نہیں لاسکو گے تو چاہئے کہ سچائی کے انکار سے (باز آؤ) پس اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی (یعنی کافر) اور پتھر (یعنی بت) ہیں (وہ) کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے ﴿۲۴﴾ اور (اے محبوب!) ٢ ان لوگوں کو خوشخبری سنا دو جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے اچھے کام کئے کہ ان کے واسطے (بہشت کے) باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں جب ان کو ان باغوں سے کوئی پھل کھانے کو دیا جائے گا (صورت دیکھ کر) کہیں گے: "یہ تو وہی رزق ہے جو ہمیں پہلے مل چکا ہے" (مگر کھانے سے نئی لذت پائیں گے) اور ان کو ایک ہی صورت و شکل کے میوے ملا کریں گے، اور ان کے لئے ان باغوں میں پاکیزہ بیبیاں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۲۵﴾ (تفسیر اگلے صفحہ پر)

اِنَّ اللّٰهَ لَا یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَاؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْۚ

بیشک اللہ اس بات سے نہیں شرماتا[1] کہ کسی (حقیقت کے سمجھانے کے لئے کسی حقیر سے حقیر چیز) کی مثال بیان کرے (مثلاً) مچھر کی یا اس سے زیادہ حقیر چیز کی پس جو لوگ ایمان رکھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ مثال حق ہے ان کے پروردگار کی طرف سے۔

جنت ودوزخ کے حالات اور جنت کے نام

(صفحہ گزشتہ کی تفسیر) ۱ مسند امام احمد اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ دوزخ کی آگ کی حرارت دنیا کی آگ سے انہتر حصہ بڑھ کر ہے۔ کسی جیتے آدمی کو دنیا کی آگ میں ڈال دیا جائے تو ایک لحہ بھی اس کی برداشت نہ ہوگی۔ جو لوگ توحید الٰہی اور تسلیم رسالت میں کوتاہی کرتے ہیں، معلوم نہیں پورے ستر حصے حرارت والی آگ کی برداشت کروڑوں برس ان سے کیونکر ہوگی نعوذ باللہ منہا۔ یہ جو فرمایا کہ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ یعنی آگ منکروں کیلئے تیار کی جاچکی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دوزخ اس وقت تیار موجود ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دوزخ کو خاص قیامت کے دن پیدا کیا جاوے گا وہ لوگ غلطی پر ہیں۔

۲ حدیث قدسی میں ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جنت کی نعمتیں نہ کبھی آنکھ نے دیکھیں، نہ کان نے سنیں، نہ کسی کے دل پر ان کا تصور گزر سکتا ہے۔ یہ حدیث صحیحین وغیرہما میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے آئی ہے۔ ایمان کے ساتھ نیک کاموں کے ذکر سے معلوم ہوا کہ جنت جب ملے گی کہ ایمان اور نیک عمل دونوں ہوں۔ جنت کی نہروں کے کنارے نہیں ہیں، برابر زمین پر جاری ہیں ان میں سے دودھ، شہد، شراب جنتی لوگ بلا دقت لے سکیں گے۔ جنت کی بیبیاں حیض ونفاس سے پاک ہوں گی، اس لئے ان کو ستھری فرمایا۔ جنت کے میوے دنیا کے میووں سے مزہ میں بالکل الگ ہوں گے۔ فقط ان کے نام دنیا کے میووں کے مشابہ سمجھیں گے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں جا چکیں گے تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک فرشتہ یہ آواز دے گا کہ اب موت نہیں جو شخص جس حال میں ہے ہمیشہ اسی حال میں رہے گا۔ دنیا کی ہر نعمت کو ہر دم زوال لگا ہوا ہے۔ جنت کی نعمتوں میں یہ کتنی بڑی خوبی ہے کہ ان کو زوال نہیں۔ جنتیں کل سات ہیں جن کے نام یہ ہیں: ❶ جنت الفردوس، ❷ جنت نعیم، ❸ جنت عدن، ❹ جنت دار السلام، ❺ دار الخلد، ❻ جنت الماویٰ، ❼ جنت دار القرار۔

[1] قرآن کے منکر لوگ یہ طعن کرتے تھے کہ جس کلام میں ایسی حقیر چیزوں کا ذکر ہو وہ کلام الٰہی کیونکر ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کا جواب دیا کہ مخلوق ہونے میں حقیر اور صاحب شان چیزیں سب برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں

وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ؕ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ الَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِيْثَاقِهٖ ۠ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۲۷﴾ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۸﴾

اور وہ لوگ جو کافر ہیں کہتے ہیں: ''بھلا ایسی مثال بیان کرنے سے اللہ کیا چاہتا ہے'' ایسی ہی مثال سے اللہ بہتیروں کو گمراہ کرتا ہے اور ایسی ہی مثال سے بہتیروں کو ہدایت دیا کرتا ہے اور وہ گمراہ نہیں کرتا مگر انہیں لوگوں کو جو بے حکم (نافرمان) ہیں ﴿۲۶﴾ بے حکم وہ لوگ ہیں جو اللہ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں اس کے پکا ہونے کے بعد، اور جس چیز کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا ہے ان کو قطع کر دیتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں۔ یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں ﴿۲۷﴾ (لوگو!) [1] بھلا تم کیونکر منکر ہو سکتے ہو خدا سے اور حالانکہ تم بے جان تھے، پھر اس نے تم میں جان ڈالی، پھر وہی (ہے جو زندگی کے بعد) تم کو موت دے گا، پھر تم کو (دوبارہ قیامت میں) زندہ کرے گا، پھر (بالآخر) تم سب کو اسی کی طرف پلٹ کر جانا ہے ﴿۲۸﴾

سے جس چیز کی چاہے مثال بیان کرے اس پر طعن نافہمی ہے۔ بدعہد لوگوں سے مراد یہود لوگ ہیں کہ توریت میں ان سے حضور سید عالم ﷺ کی اطاعت اور رشتہ وقرابت کے تعلقات، مسلمانوں کی دوستی ومحبت، تمام انبیاء کا ماننا، تمام کتب الٰہی کی تصدیق، حق پر جمع ہونا وہ چیزیں ہیں جن کے ملانے کا حکم فرمایا گیا۔ ان میں قطع کرنا بعض کو بعض سے ناحق جدا کرنا، تفرقوں کی بناڈالنا ممنوع فرمایا گیا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے پہلے زمین پر جنات تھے

[1] **شان نزول:** ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں فرقوں کو جتلایا کہ پیدا ہونے سے پہلے یہ لوگ مٹی تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو پیدا کیا، ان کی راحت کی چیزیں جو کچھ دنیا میں ہیں پیدا کیں، کل چیز کا ذرا ذرا حال اس کو معلوم ہے، اپنے علم میں جس قدر عمران لوگوں کی اس نے لکھی ہے اس کے ختم ہو جانے کے بعد ان کو مارے گا اور پھر حشر کے دن ان کو زندہ کر کے ذرہ

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۹﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّيْۤ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۰﴾

وہی (اللہ) ہے کہ جس نے تمہارے لئے زمین کی ساری چیزیں پیدا کیں، پھر وہ آسمان کی طرف متوجہ ہوا۔ پس ٹھیک سات آسمان بنائے اور وہ سب چیزوں کا جاننے والا ہے۔ا ﴿۲۹﴾ (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے کہا کہ میں زمین میں (اپنا ایک) نائب بنانے والا ہوں فرشتوں نے کہا: ”کیا ایسی ہستی کو نائب کرے گا جو زمین میں فساد پھیلائے اور خونریزی کرے اور ہم تیری حمد وثنا کرتے ہیں اور تیری پاکی بیان کرتے ہیں“ (اللہ نے) فرمایا: ”بیشک میں وہ جانتا ہوں جس کی تمہیں خبر نہیں“ ﴿۳۰﴾

ذرہ کا حساب لیوے گا۔ غرض لوگوں سے لوگ اپنے دل کی باتیں چھپا سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے اس سے ان کی کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔

پیدائش حضرت آدم علیہ السلام پر فرشتوں کا اعتراض

ا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سلف سے اس قصہ کی جو روایات آئی ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے دو ہزار برس پہلے زمین پر جنات رہتے تھے۔ انہوں نے زمین پر طرح طرح کے فساد کئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ایک گروہ کو جنات کی تنبیہ اور سرکوبی کیلئے بھیجا۔ ان فرشتوں نے جنات کو مار کر دریا کے ٹاپوؤں اور جزیروں میں نکال دیا۔ اب بنی آدم کی پیدائش کا حال سن کر فرشتوں نے اسی قیاس پر یہ بات کہی کہ جنات کی طرح بنی آدم بھی زمین میں فساد پھیلائیں گے، لیکن فرشتوں کی یہ بات کچھ اعتراض کے طور پر نہیں تھی کیونکہ خلاف مرضی اللہ تعالیٰ کے وہ کوئی بات منہ سے نکالنے میں معصوم ہیں۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں خفگی ظاہر نہیں فرمائی بلکہ اتنا ہی فرمایا کہ بنی آدم کی پیدائش کی جو حکمت مجھ کو معلوم ہے اس کو تم نہیں جانتے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ بنی آدم کی پیدائش سے زمین میں فقط فساد ہی نہیں پھیلے گا بلکہ ان میں انبیاء، صدیق، شہداء اور صلحاء بھی ہوں گے جن سے زمین میں اللہ کا دین پھیلے گا اور پھر آخر کو اللہ کی جنت آباد ہوگی۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمْ عَلَى الْمَلٰٓئِكَةِ ۙ فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِىْ بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۳۲﴾ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۚ فَلَمَّآ اَنْۢبَاَهُمْ بِاَسْمَآئِهِمْ ۙ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۙ وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۳۳﴾

لہ اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام چیزوں کے نام بتا دیے، پھر اللہ نے وہ تمام چیزیں فرشتوں کے سامنے پیش کیں، پس فرمایا: ''اگر تم (اپنے خیال میں) سچے ہو تو مجھ کو ان چیزوں کے نام تو بتاؤ'' ﴿۳۱﴾ (فرشتوں نے) عرض کیا: ''ساری پاکیاں تیرے ہی لئے ہیں ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا تو نے ہمیں بتلا دیا ہے، بیشک تو ہی علم و حکمت والا ہے'' ﴿۳۲﴾ (تب خدا نے آدم کو) حکم دیا کہ اے آدم! تم فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دو پھر جب آدم نے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام بتا دیئے تو فرمایا: ''کیوں میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ بیشک آسمان و زمین کی تمام پوشیدہ چیزوں کو میں جانتا ہوں اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو وہ بھی میرے علم میں ہے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو'' (وہ بھی مجھ سے مخفی نہیں) ﴿۳۳﴾

لہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر تمام اشیاء پیش فرما کر سب چیزوں کا علم آپ کو عطا فرمایا۔ پھر اللہ جل شانہ نے فرشتوں سے پوچھا کہ اگر تم اپنے خیال میں سچے ہو کہ میں کوئی مخلوق تم سے زیادہ عالم پیدا نہ کروں اور خلافت کے تم ہی مستحق ہو تو ان چیزوں کے نام بتاؤ۔ چونکہ فرشتوں میں وہ علم نہ تھا وہ کیا بتاتے اور اپنے قصور فہم اور کم علمی کا قائل ہونا پڑا۔ معذرت کر کے عرض کرنے لگے: ''ہم کیا بتا سکتے ہیں، ہماری کیا حقیقت ہے''۔ پھر خدا نے حضرت آدم علیہ السلام سے ارشاد کیا کہ اب تم ان تمام اشیاء کے نام بتاؤ تو حضرت آدم علیہ السلام نے تمام نام تفصیلاً بتا دیے، تو فرشتے ان کے قائل ہوئے۔ جب ان کی فضیلت ثابت ہو چکی تو اللہ جل شانہ نے ان کو اپنی بزرگی عطا فرمائی اور سب کو اس کی تخت نشینی سے مطلع کر کے حکم کیا کہ سجدہ کرو۔ سب فرشتے حکم الٰہی بجالائے اور سب نے بلا تامل حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا مگر شیطان نے سجدہ نہ کیا اور براہ تکبر یہ اعتقاد کرتا رہا کہ وہ حضرت آدم علیہ السلام سے افضل ہے اس کے لئے سجدہ کا حکم معاذ اللہ خلاف حکمت ہے۔ اس اعتقاد باطل سے وہ کافر ہو گیا۔

وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰى وَ اسْتَكْبَرَ ٭ وَ كَانَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۴﴾ وَ قُلْنَا یٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَ كُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَیْثُ شِئْتُمَا ۪ وَ لَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۵﴾

اور (یاد کرو) جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ: آدم کو سجدہ کرو پس سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے قبول نہیں کیا اور تکبر کیا اور کافر ہوگیا ﴿۳۴﴾ اور ہم نے [۱] (آدم سے) کہا: ''اے آدم! تم اور تمہاری بیوی اس جنت میں رہو اور جنت میں سے جس چیز کو دل چاہے بے روک ٹوک ہر جگہ سے کھاؤ (پیو) مگر اس درخت کے نزدیک نہ جانا (اگر تم اس کے قریب گئے) تو حد سے بڑھنے والوں میں ہو جاؤ گے'' ﴿۳۵﴾

حضرت آدم کے جنت میں جانے اور حضرت حوا سلام اللہ علیہا کی پیدائش کا ذکر، عورت کی بدمزاجی کا سبب

[۱] ظاہر آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے جنت میں جانے سے پہلے حضرت حوا سلام اللہ علیہا پیدا ہوئی ہیں اور پھر دونوں کو جنت میں رہنے کا حکم ہوا ہے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ پہلے تن تنہا حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں رہنے کا حکم ہوا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام جنت میں رہتے تھے مگر تنہائی کے سبب سے اکثر گھبرایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت آدم علیہ السلام جب سو رہے تھے تو ان کی نیند کی حالت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت حوا کو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا کر دیا اور ان دونوں کو جنت میں رہنے کا حکم دیا مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ کی وجہ سے گیہوں کھانے سے منع فرمایا۔ شیطان ان کو بھانپ رہا تھا۔ جھٹ پٹ سانپ کی صورت میں آپ کے پاس گیا اور حضرت حوا کو بہکایا۔ چونکہ عورت ناقص العقل ہوتی ہے اس لئے وہ بہکاوے میں آگئیں اور گیہوں کھانے پر آمادہ ہوگئیں۔ ان کے اصرار سے حضرت آدم علیہ السلام نے بھی کھا لیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ عورت اگرچہ عقل میں ادھوری ہوتی ہے مگر اس کا یہ خاصہ ہے کہ مرد عاقل کی عقل کو رفو چکر کر دیتی ہے، آخر آدم علیہ السلام کو جنت سے نکلوا دیا۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پسلی کی ہڈی سے پیدا ہونے کے سبب سے پسلی کی ہڈی کی طرح ہر عورت کے مزاج میں ایک کجی ہے۔ جو کوئی اس کجی کو جھیل کر عورت کو نرمی سے رکھے گا اس کی تو گزر ہو جاوے گی ورنہ گزر مشکل ہوگی۔ (یعنی میاں بیوی کی زندگی مشکل گزرے گی)

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيْطٰنُ عَنْهَا فَاَخْرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيْهِ ۖ وَقُلْنَا اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۳۶﴾ فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ۗ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۳۷﴾ قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾

پس شیطان نے ان دونوں کو جنت سے لغزش دی، پس (آخرکار) جن نعمتوں میں وہ رہتے تھے اس سے انہیں الگ کر دیا اور ہم نے کہا: ”تم نیچے اترو تم میں سے بعض، بعض کے دشمن ہوں گے اور اب تمہیں زمین میں ایک خاص وقت تک رہنا اور برتنا ہے“ ﴿۳۶﴾ پھر آدم نے [۱] اپنے پروردگار سے (معذرت کے) چند کلمات حاصل کئے، پھر خدا نے آدم کی توبہ قبول فرمائی۔ بیشک وہ بڑا ہی درگزر کرنے والا، مہربان ہے ﴿۳۷﴾ (جب) ہم نے حکم دیا کہ اب تم سب کے سب جنت سے اتر جاؤ تو (ساتھ ہی یہ بھی سمجھا دیا تھا کہ) اگر میری طرف سے تمہارے پاس کوئی ہدایت آئے (تو اس پر چلنا) پس جو میری ہدایت کی پیروی کریں گے انہیں نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿۳۸﴾

[۱] حضرت آدم علیہ السلام نے زمین میں آنے کے بعد تین سو برس تک شرم کے مارے آسمان کی طرف سر نہ اٹھایا۔ حضرت آدم علیہ السلام اس قدر روئے کہ آپ کے آنسو تمام اہل زمین کے آنسوؤں کے مجموعہ سے بڑھ گئے (خازن)

وسیلہ نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

طبرانی وحاکم وابونعیم وبیہقی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام پر عتاب ہوا تو آپ فکر توبہ میں حیران تھے۔ اس پریشانی کے عالم میں یاد آیا کہ وقت پیدائش میں نے سر اٹھا کر دیکھا تھا کہ عرش پر لکھا تھا ”لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ“ میں سمجھا تھا کہ بارگاہ الٰہی میں وہ رتبہ کسی کو میسر نہیں جو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام اپنے نام اقدس کے ساتھ عرش پر مکتوب فرمایا۔ لہٰذا اپنی دعا میں رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ٚ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا کے ساتھ یہ عرض کیا: اَسْئَلُکَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ اَنْ تَغْفِرَلِیْ۔ ابن منذر کی روایت میں یہ کلمات ہیں: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِجَاهِ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَكَرَامَتِهٖ عَلَیْکَ اَنْ تَغْفِرَلِیْ خَطِیْئَتِیْ۔

ترجمہ: ”یا رب میں تجھ سے تیرے بندہ خاص حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاہ و مرتبت کے طفیل میں اور اس کرامت کے صدقہ میں جو انہیں تیرے دربار میں حاصل ہے مغفرت چاہتا ہوں“۔ یہ دعا کرنی تھی کہ حق تعالیٰ نے ان کی مغفرت فرمائی۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٣٩﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿٤٠﴾ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ﴿٤١﴾ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٤٢﴾ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾

اور جو لوگ کفر کریں گے اور ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے وہ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے" ﴿٣٩﴾ اے بنی اسرائیل! میری وہ نعمتیں یاد کرو جو میں نے تم کو بخشی ہیں اور تم اس عہد کو پورا کرو جو تم نے مجھ سے کیا ہے، میں اس عہد کو پورا کروں گا جو میں نے تم سے کیا ہے اور صرف مجھ ہی سے ڈرو ﴿٤٠﴾ اور اس کتاب (یعنی قرآن) پر ایمان لاؤ جو میں نے اتاری ہے (اور وہ) اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو تمہارے پاس ہے اور سب سے پہلے اس کے منکر نہ بنو۔ اور میری آیتوں (میں ردوبدل کر کے ان) کے معاوضہ میں [١] تھوڑی قیمت (یعنی دنیاوی فائدے) حاصل نہ کرو اور مجھ ہی سے ڈرو ﴿٤١﴾ اور سچ کو جھوٹ کے ساتھ نہ ملاؤ اور حق بات کو جان بوجھ کر نہ چھپاؤ ﴿٤٢﴾ اور نماز قائم کرو اور زکوۃ دو اور نماز ادا کرو نمازیوں کے ساتھ (یعنی باجماعت) ﴿٤٣﴾

[١] **شان نزول:** یہ آیت کعب بن اشرف اور دوسرے رؤسا اور علماء یہود کے حق میں نازل ہوئی جو اپنی قوم کے جاہلوں اور کمینوں سے سکے (رقم) وصول کرتے اور ان پر سالانہ مقرر کرتے تھے اور وہ پھلوں اور نقد مالوں میں اپنے حق معین کر لیتے تھے۔ انہیں اندیشہ ہوا کہ توریت میں جو حضور سید عالم ﷺ کی نعت و صفت ہے۔ اگر اس کو ظاہر کریں تو قوم آنحضرت ﷺ پر ایمان لے آئے گی اور ان کی کچھ پرسش نہ ہوگی، یہ تمام منافع جاتے رہیں گے۔ اس لئے انہوں نے اپنی کتابوں میں تغیر کیا اور آنحضرت ﷺ کی نعت وصفت کو بدل ڈالا۔ جب ان سے لوگ دریافت کرتے کہ توریت میں آنحضرت ﷺ کے کیا اوصاف مذکور ہیں تو وہ چھپا لیتے اور ہرگز نہ بتاتے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (خازن وغیرہ)

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ﴿۴۵﴾ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَاَنَّهُمْ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۴۶﴾ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۷﴾

کیا تم (دوسرے) لوگوں کو بھلائی (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے) کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھولے ہوئے ہو، حالانکہ تم کتاب (یعنی توریت) پڑھتے ہو تو پھر کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے ہو ﴿۴۴﴾ اور (مصیبتوں میں اور تمام حاجتوں کے وقت) صبر [۱] اور نماز سے مدد چاہو، اور یقیناً نماز (انسان پر) بھاری تو ضرور ہے مگر عاجزی کرنے والوں پر (ہلکی ہے) ﴿۴۵﴾ وہ سمجھتے ہیں کہ انہیں اپنے پروردگار سے ملنا ہے اور (بالآخر) اس کے حضور میں لوٹنا ہے (تو ان پر یہ عمل شاق نہیں گزر سکتا، وہ تو اس میں لذت وراحت محسوس کرتے ہیں) ﴿۴۶﴾ اے بنی اسرائیل! [۲] یاد کرو میری وہ نعمت کہ جو میں نے تم کو انعام میں دی اور یہ کہ میں نے تم کو اس زمانہ کے تمام لوگوں پر (ہر طرح کی) فوقیت دی ﴿۴۷﴾

سچی نماز کا ذکر

[۱] **فوائد القرآن:** مسند امام احمد اور ابوداؤد میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل جب کسی بات سے پریشان ہوتا تو آپ نماز پڑھا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ اس طرح کی نماز جس سے بری خصلت چھوٹ جاوے اور دل کی پریشانی رفع ہو جاوے انہی لوگوں کی ہے جو نماز پڑھتے وقت خدا کا خوف دل میں رکھتے ہیں۔

فرعون کا خواب اور عاشورہ کے روزہ کا ذکر

[۲] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ فرعون نے ایک خواب دیکھا تھا کہ بیت المقدس سے ایک آگ نکلی ہے جس سے سوائے بنی اسرائیل کے محلہ کے اور مصر کے سب گھر جل گئے۔ اس نے نجومیوں سے تعبیر پوچھی۔ انہوں نے یہ تعبیر بتائی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔ اس کے سبب سے فرعون کی سلطنت کو زوال ہو جاوے گا۔ فرعون نے اس تعبیر سے بچنے کے لئے بنی اسرائیل میں جس قدر لڑکے پیدا ہوں، ان کے مار ڈالنے کا اور جس قدر لڑکیاں پیدا ہوں ان کے چھوڑنے کا حکم دیا۔ مگر

وَاتَّقُوْا یَوْمًا لَّا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَیْـًٔا وَّلَا یُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا یُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ یُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَیَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ﴿۴۹﴾

اور اس دن (یعنی روز قیامت) سے ڈرو کہ کوئی نفس کسی نفس کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ کسی کی طرف سے (بجز مومن کے) سفارش قبول ہو اور نہ کچھ لے کر اس کی جان چھوڑی جائے اور نہ ان کی مدد کی جاوے ﴿۴۸﴾ اور اس وقت کو یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے نجات دی، جو تم کو بڑی بڑی تکلیفیں پہنچاتے تھے تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے (تاکہ تمہاری نسل جاتی رہے) اور زندہ چھوڑتے تھے (اپنی خدمت کیلئے) تمہاری بیٹیوں کو اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے (تمہارے صبر کی) بڑی سخت آزمائش تھی ﴿۴۹﴾

تقدیر الٰہی سے آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے اور خود فرعون کے گھر میں پرورش پائی اور ان کو اللہ تعالیٰ نے نبی کیا۔ اس کے بعد فرعونیوں کے ظلم و ستم کو دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام بحکم الٰہی شب میں بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر روانہ ہوئے۔ صبح کو فرعون ان کی تلاش میں لشکر گراں لے کر چلا اور انہیں دریا کے کنارے جا پایا۔ بنی اسرائیل نے لشکر فرعون دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی۔ آپ نے بحکم الٰہی دریا میں اپنا عصا مارا۔ اس کی برکت سے دریا میں بارہ خشک راستے پیدا ہوگئے۔ بنی اسرائیل کی ہر جماعت ان راستوں میں ایک دوسرے کو دیکھتی اور باہم باتیں کرتی گزر گئی۔ فرعون دریا میں راستے دیکھ کر چلا۔ جب اس کا تمام لشکر دریا کے اندر آ گیا تو دریا اپنی اصلی حالت پر آ گیا اور تمام فرعونی اس میں غرق ہوگئے۔ بنی اسرائیل دریا کے کنارے فرعونیوں کے غرق ہونے کا منظر دیکھ رہے تھے، یہ غرق (عاشوراء) محرم کی دسویں تاریخ ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن شکریہ کا روزہ رکھا۔

فوائد القرآن: مسند امام احمد، بخاری، مسلم، نسائی و ابن ماجہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں آئے تو معلوم ہوا کہ مدینہ کے گرد و نواح میں جو یہود لوگ رہتے ہیں وہ عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا کرتے ہیں۔ آپ نے اس روزہ کا سبب دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آج ہی کے دن فرعون ڈوب کر ہلاک ہوا اور اس کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کو اسی دن نجات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کے شکریہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آج کے روز روزہ رکھا تھا اس لئے یہ لوگ بھی اس روز کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے ان لوگوں سے فرمایا: ''مجھ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے شریک حال ہونے کا زیادہ حق ہے''۔ یہ فرما کر خود بھی عاشورہ کا روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

وَ اِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ فَاَنْجَیْنٰكُمْ وَ اَغْرَقْنَاۤ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَ اِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰۤى اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ اِذْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ الْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾

اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے تمہارے لئے دریا کو پھاڑ دیا پھر ہم نے تم کو بچالیا اور فرعونیوں کو تمہارے دیکھتے دیکھتے ڈبو دیا ﴿۵۰﴾ اور وہ وقت بھی یاد کرو جب ہم نے وعدہ کیا تھا موسیٰ سے چالیس راتوں کا، تو پھر موسیٰ کے (چلے جانے کے) بعد تم نے بچھڑے کی پوجا شروع کر دی اور (یہ) تم (آپ اپنے اوپر) ظلم کر رہے تھے ﴿۵۱﴾ پھر اس کے بعد ہم نے (اپنی رحمت سے) تمہیں معافی دی (اور اس گمراہی سے تمہیں بچالیا) تا کہ تم شکر کرو[۱] ﴿۵۲﴾ اور جب ہم نے دی موسیٰ کو کتاب (یعنی توریت) اور حجت (یعنی حق و باطل میں امتیاز کرنے والی قوت) تا کہ تم راہ پاؤ ﴿۵۳﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر توریت لینے جانا اور ان کی غیر حاضری میں قوم کی گئوسالہ پرستی کرنا

[۱] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جب فرعون کے ہاتھ سے بنی اسرائیل کو نجات ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ کوہ طور پر آ کر چالیس راتیں رہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں تو پھر ان پر توریت نازل کی جائے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون کو اپنے خلیفہ کے طور پر بنی اسرائیل کی نگرانی کے لئے چھوڑ کر خود کوہ طور پر چلے گئے۔ اسی رات کی صبح کو سب فرعونی ہلاک ہو گئے تھے۔ اس لئے ان کے زیور کا کوئی طلبگار باقی نہ رہا اور تمام زیور بنی اسرائیل کے پاس رہا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر جانے کے بعد حضرت ہارون علیہ السلام نے اس زیور کو زمین میں گڑھا کھود کر دبوا دیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے آنے پر اس کا فیصلہ ہوگا۔ لیکن بنی اسرائیل میں سامری نام کا ایک سنار تھا، اس نے اس زیور کو نکال کر گلا دیا اور ایک بچھڑا گھڑ لیا اور فرعون کے ڈوبنے یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور پر بلائے جانے کے وقت حضرت جبرئیل کے گھوڑے کے سم کے نیچے کی ذرا سی مٹی جو اس نے اٹھا رکھی تھی وہ اس بچھڑے کے منہ میں ڈال دی جس سے وہ بچھڑا بولنے لگا اور آٹھ ہزار بنی اسرائیل نے اس بچھڑے کی پوجا شروع کر دی۔ سامری نے یہ مٹی اس لئے اٹھائی کہ اس کی نظر پڑ گئی تھی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کا سم جہاں پڑتا تھا وہاں ہری گھاس نکل آتی تھی۔ اس نے خیال کیا کہ یہ مٹی ضرور کچھ اثر دے گی۔ علم ازلی میں جو واقعہ ٹھہر چکا تھا وہ پیش آیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے واپس آ کر جو حال دیکھا تو وہ

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْۤا اِلٰى بَارِىٕكُمْ فَاقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِىٕكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾ وَ اِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَ اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

اور وہ وقت یاد کرو جبکہ موسیٰ نے کہا اپنی قوم سے: ''اے میری قوم! بیشک تم نے (بچھڑا بنا کر) اپنی جانوں پر ظلم کیا تو (اب) چاہیئے توبہ کرو اپنے پروردگار کی طرف۔ پس آپس میں اپنی جانوں کو قتل کرو، یہ تمہارے پیدا کرنے والے کے نزدیک تمہارے لئے بہتر ہے'' پھر (جب تمہاری طرف سے تعمیل حکم کی آمادگی ظاہر ہوئی تو) خدا نے تمہاری توبہ قبول کر لی، بیشک وہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ﴿۵۴﴾ اور وہ وقت یاد کرو جب کہ تم نے کہا تھا: ''اے موسیٰ! ہم ہرگز تمہارا یقین نہیں کریں گے جب تک علانیہ ہم خدا کو نہ دیکھ لیں'' پس کڑکتی بجلی تم پر آ پڑی اور تم دیکھ رہے تھے ﴿۵۵﴾ پھر زندہ کیا ہم نے تم کو تمہارے مرنے کے بعد، تاکہ تم شکرگزار ہو ﴿۵۶﴾

بہت خفا ہوئے اور اس بچھڑے کو توڑ کر دریا میں پھینک دیا اور بنی اسرائیل میں سے ستر آدمی اچھے نیک چھانٹ کر پھر کوہ طور پر بنی اسرائیل کی توبہ کی سفارش کو گئے۔ جب اللہ تعالیٰ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہم کلامی ہوئی تو ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے دیدار کی خواہش کی۔ اس گستاخی کی سزا میں ان پر بجلی گری اور مر گئے۔ اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے زندہ ہو گئے، اور بچھڑا پوجنے والوں کو قتل کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توریت ملنے کے علاوہ عصا، ید بیضا وغیرہ معجزات بھی دیئے تاکہ ان معجزات کو دیکھ کر نبی برحق ہونے کا جلدی یقین ہو جائے۔

وَ ظَلَّلْنَا عَلَیْكُمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا عَلَیْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَ مَا ظَلَمُوْنَا وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا هٰذِهِ الْقَرْیَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَیْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّ قُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰیٰكُمْ ؕ وَ سَنَزِیْدُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۵۸﴾

اور ۱ (پھر جب دھوپ کی شدت اور غذا کے نہ ملنے سے تم ہلاک ہو جانے والے تھے تو) ہم نے تمہارے سروں پر سایہ پھیلا دیا ابر کا اور تم پر من اور سلویٰ اتار دیا (اور اجازت دی) ہم نے کہ جو تم کو (یہ عمدہ اور) پاکیزہ چیزیں دی ہیں (شوق سے) کھاؤ (لیکن وہ اپنی بدعملیوں سے باز نہ آئے) اور انہوں نے (اپنی ناشکریوں سے) ہمارا کچھ نہ بگاڑا لیکن خود اپنا ہی نقصان کرتے تھے ﴿۵۷﴾ اور (یاد کرو کہ) جبکہ ہم نے کہا: ''داخل ہو جاؤ اس بستی میں (جو موسیٰ کے زمانہ میں فتح ہوئی تھی) پس وہاں دل بھر کر) جہاں سے چاہو کھاؤ (پیو) اور دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا اور تم کہتے جانا کہ ہمارے گناہ معاف ہوں ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور قریب ہے نیکی والوں کو اور زیادہ دیں گے'' ﴿۵۸﴾

من وسلویٰ کا ذکر

۱ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر عمالقہ قوم سے لڑو۔ اللہ کے حکم سے یہ بستی فتح ہو جائے گی۔ یہ کنعانی عمالقہ نام کے لوگ قوی اور صاحب جسامت تھے۔ ان کو دیکھ کر بنی اسرائیل نے ان سے لڑنے سے انکار کر دیا۔ اس گستاخی کی سزا میں ملک شام اور مصر کے درمیان کے جنگل میں چالیس برس تک بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے قید کر دیا۔ دھوپ کے وقت ان پر سایہ ابر کا ہوتا تھا، اور اَلْمَنَّ وَالسَّلْوٰی ان کی غذا تھی۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ مَنّ ترنجبین کا نام ہے اور سلویٰ ایک قسم کے جانور تھے جو بنی اسرائیل کے پڑاؤ کی جگہ آ جاتے تھے اور بنی اسرائیل ان کو پکڑ لیتے اور ذبح کر کے کھا لیتے تھے۔

۲ جب عمالقہ کی بستی فتح ہوئی تو حکم تھا کہ اس بستی کے دروازہ پر شکریہ کا سجدہ کر کے جاؤ اور حِطَّةٌ کا لفظ کہو جس کے معنی

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ

پس ظالموں نے وہ بات (یعنی دعا واستغفار) جوان کو بتائی گئی تھی، اس کو بدل کر دوسری (بات) بولنے لگے تو ہم نے ان ظالموں پر ان کی نافرمانی کی سزا میں آسمان سے عذاب نازل کیا ﴿۵۹﴾ اور (یاد کرو) ۱؎ جب موسیٰ نے اپنی قوم کیلئے پانی کی درخواست کی تھی تو ہم نے حکم دیا کہ (اے موسیٰ!) اپنا عصا اس پتھر پر مارو (موسیٰ نے اس حکم کی تعمیل کی) پس اس پتھر میں سے بارہ چشمے جاری ہو گئے، تو ہر گروہ نے اپنا (اپنا) گھاٹ معلوم کر لیا۔

"گناہوں کے زائل ہو جانے کے ہیں"۔ بنی اسرائیل نے یہ شرارت کی کہ بجائے سجدہ کے وہ چوتڑوں کے بل گھسٹنے لگے اور بجائے حِطَّةٌ کے حِنطَة کہا جس کے معنی: "گیہوں" کے ہیں۔ اس شرارت کے وبال سے ان میں طاعون پھیلا اور دو پہر کے عرصہ میں ستر ہزار کے قریب آدمی ہلاک ہو گئے۔

مسئلہ: صحاح کی حدیث میں ہے کہ طاعون پچھلی امتوں کے عذاب کا بقیہ ہے۔ جب تمہارے شہر میں واقع ہو وہاں سے نہ بھاگو دوسرے شہر میں ہو تو وہاں نہ جاؤ،

مسئلہ: صحیح حدیث میں ہے کہ جو لوگ مقام وبا میں رضائے الٰہی پر صابر رہیں، اگر وہ وبا سے محفوظ رہیں جب بھی انہیں شہادت کا ثواب ملے گا۔

معجزہ کلیم (علیہ السلام) وحبیب کریم ﷺ

۱؎ جب بنی اسرائیل نے سفر میں پانی نہ پایا، شدت پیاس کی شکایت کی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنا عصا پتھر پر مارو، آپ نے پتھر پر عصا مارا، اس سے بارہ چشمے جاری ہو گئے سب آدمی اور جانور سیراب ہو گئے۔ یہ بڑا معجزہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے لیکن سید عالم ﷺ کا انگشت مبارک سے چشمے جاری فرما کر جماعت کثیرہ کو سیراب فرمانا اس سے بہت اعظم واعلیٰ معجزہ ہے کیونکہ عضو انسانی سے چشمہ کا جاری ہونا پتھر کی نسبت زیادہ عجب ہے۔ (خازن ومدارک)

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْبِتُ الْاَرْضُ مِنْ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِيْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ ؕ اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ

(اس وقت تم سے کہا گیا تھا کہ) اللہ کی (دی ہوئی) روزی تم کھاؤ اور پیو اور نہ پھرو زمین میں فساد کرتے ہوئے ﴿۶۰﴾ اور وہ وقت بھی [۱] یاد کرو جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ! ہم سے تو ایک کھانے پر ہرگز صبر نہ ہوگا۔ پس تم ہمارے واسطے اپنے پروردگار سے دعا کرو کہ وہ زمین کی پیداوار میں سے ساگ اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز (من وسلویٰ کی جگہ) ہمارے لئے پیدا کرے۔ موسیٰ نے کہا کہ جو چیز بہتر ہے کیا تم اس کے بدلے میں لینی چاہتے ہو ادنیٰ چیز، (اچھا تو) کسی شہر میں اترو جو تم مانگتے ہو تم کو ملے گا (اگرچہ غلامی کی ذلت ونامرادی کے ساتھ ملے گا)۔ اور بنی اسرائیل پر خواری اور محتاجی مقرر کردی گئی اور پھر خدا کے غضب کی طرف لوٹے۔

عذاب الٰہی کس پر زیادہ ہوگا؟

[۱] ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ باوجود اللہ تعالیٰ کے ہر طرح کے احسانات کے جب بنی اسرائیل نے اللہ تعالیٰ کے نبیوں کے ساتھ حد سے زیادہ بدسلوکی کی یہاں تک کہ ان کو شہید کر ڈالا، اور عمالقہ کی بستی جب فتح ہوگئی تو جس طرح سے ان کو اس بستی میں داخل ہونے کا حکم تھا۔ اس حکم کے بجالانے میں انہوں نے نافرمانی کی، اور من وسلویٰ، جو بغیر محنت ومشقت کے ان کو کھانے کو ملتا تھا، اس کی ناشکری کرکے انہوں نے یہ کہا کہ اس ایک کھانے سے ہمارا دل نہیں بھرتا۔ غرض اس طرح کی ان کی نافرمانیوں سے اللہ تعالیٰ کا ان پر غصہ ہوا اور بے محنت ومشقت کا کھانا بند ہوکر ہمیشہ کی ذلت وخواری ان کے پیچھے لگ گئی۔ چنانچہ اب یہود لوگ جہاں نظر آتے ہیں ان میں خوشحال بہت کم ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے موافق قیامت تک اس قوم کا یہی حال رہے گا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن سب سے بڑھ کر عذاب اس شخص پر ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے کسی نبی کو قتل کرے''۔ اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کے دن یہود کو حضرت زکریا حضرت یحییٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے قتل کے مواخذہ میں بڑا عذاب ہوگا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ النَّصٰرٰى وَ الصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ

ع

یہ اس لئے ہوا کہ خدا کی آیتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے اور پیغمبروں کو ناحق شہید کر ڈالتے تھے یہ (غضب الٰہی) ان کی نافرمانیوں اور حد سے بڑھنے کے سبب سے تھا ﴿۶۱﴾ بے شک جو لوگ مسلمان ہوئے ۱؎ اور جو لوگ یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور بے دین، ان میں سے جو لوگ خدا پر اور روز قیامت پر (سچے دل سے) ایمان لائیں اور کام کریں اچھے تو ان کا ثواب ان کے پروردگار کے ہاں ہے اور ان پر نہ (کسی قسم کا) خوف (طاری) ہوگا اور نہ وہ (کسی طرح) آزردہ خاطر ہوں گے ﴿۶۲﴾ اور وہ وقت ۲؎ یاد کرو جب ہم نے تم سے (توریت کی تعمیل کا) عہد لیا اور طور (پہاڑ) کو تم پر اونچا کیا۔

ایمان کیا چیز ہے؟

۱؎ صحیحین میں حضرت جبرئیل علیہ السلام کے قصہ کی جو حدیث ہے اس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ سے سائل بن کر پوچھا کہ ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے جو جواب دیا اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے سب رسولوں اور آسمانی کتابوں کے یقین کو ایمان کہتے ہیں۔ اسی واسطے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت جو مسلم میں ہے اس میں آپ نے صاف فرمایا ہے کہ کوئی شخص خواہ یہودی ہو یا نصرانی میرا حال سن کر مجھ پر ایمان نہ لاوے گا تو ایسے شخص کا ٹھکانا دوزخ ہے۔

۲؎ **شان نزول:** جب توریت نازل ہوئی تو کہنے لگے کہ احکام سخت ہیں ان کے موافق تو ہم سے عمل نہیں ہوسکتا۔ اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک پہاڑ جڑ سے اکھیڑ کر بنی اسرائیل کے سروں پر اس کا سایہ ڈالا اور یہ کہا کہ اگر تم کتاب الٰہی کے موافق عمل نہیں کرو گے تو یہ پہاڑ تمہارے سروں پر گرا دیا جاوے گا اور تم کچلے جاؤ گے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے اس ڈرانے سے آخر بنی اسرائیل نے توریت پر عمل کرنے کا عہد کیا۔

خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَ لَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ فِي السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿۶۵﴾ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَ مَا خَلْفَهَا وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖۤ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْۤا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ

اور حکم دیا کہ یہ کتاب توریت، جو ہم نے تم کو دی ہے اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور اس کے مضمون یاد رکھو تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ ﴿۶۳﴾ پھر اس کے بعد تم (اپنے عہد سے) پھر گئے پس اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بے شک ۱؎ تم نقصان پانے والوں میں سے ہو جاتے ﴿۶۴﴾ اور بیشک ان لوگوں (کے انجام) کو تو تم ضرور جانتے ہو جنہوں نے تم میں سے ہفتے کے دن (کا ادب اٹھا دینے) میں زیادتی کی، تو ہم نے ان کو حکم دیا: "ہو جاؤ بندر پھٹکارے ہوئے" (چنانچہ ایسا ہی ہوا) ﴿۶۵﴾ پس ہم نے اس واقعہ کو ان لوگوں کے لئے عبرت بنا دیا جو اس وقت موجود تھے اور ان لوگوں کے لئے جو اس کے بعد آئیں اور پرہیزگاروں کے واسطے نصیحت (بنایا) ﴿۶۶﴾ اور وہ وقت یاد کرو ۲؎ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تم کو حکم دیتا ہے کہ ذبح کرو ایک گائے وہ بولے: "کیا آپ ہمارے ساتھ دل لگی کرتے ہیں"؟

انسان سے بندر ہونے کا ذکر۔ بھتیجے کے چچا کو مار ڈالنے کا ذکر

۱؎ دریا کے کنارے ایک بستی ایلہ نام کی تھی جس میں کچھ یہود رہتے تھے۔ ہفتہ کے دن یہود کو سوائے عبادت کے اور سب کام حرام تھے۔ اس لئے ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑنا حرام تھیں، لیکن انہوں نے طرح طرح کے حیلے نکال کر آخر ہفتے کے دن مچھلیاں پکڑیں اور اسی نافرمانی کی سزا میں ان پر یہ عذاب آیا کہ وہ آدمی سے بندر ہو گئے۔

۲؎ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص عاسل (یا عامیل) بڑا مالدار تھا۔ اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اس کے بھتیجے نے مال کے جلدی سے ہاتھ آ جانے کے لالچ سے، موقع دیکھ کر اپنے چچا کو مار ڈالا اور پاس کے ایک گاؤں کے دروازہ پر لاش ڈال دی اور پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر اپنے چچا کے خون کا دعویٰ کیا۔ اس پر

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّ لَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۸﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَ اِنَّاۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿۷۰﴾

موسیٰ نے کہا: ”خدا کی پناہ! کہ میں (احکام الٰہی کی تبلیغ میں دل لگی کروں اور) [1] جاہلوں میں سے ہوں“ ﴿۶۷﴾ (یہ سنکر) بنی اسرائیل بولے: ”اپنے پروردگار سے ہمارے واسطے دریافت کرو کہ وہ ہمیں بتائے کہ وہ گائے کیسی ہے“؟ (موسیٰ نے) کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہے جو نہ تو بالکل بوڑھی ہے اور نہ بچھیا درمیانی عمر کی ہے پس اب تو (اس کی تعمیل) کرو جس کا تم کو حکم دیا گیا ﴿۶۸﴾ وہ بولے کہ ”اپنے پروردگار سے ہمارے لئے دریافت کرو کہ ہم کو (اب) بتادے کہ اس کا رنگ کیسا ہے“ (موسیٰ نے) کہا کہ: ”خدا حکم فرماتا ہے کہ وہ زرد رنگ کی گائے ہے خوب گہرا زرد ایسا کہ دیکھنے والوں کا جی دیکھ کر خوش ہو جائے ﴿۶۹﴾ (پھر اس کے بعد) وہ بولے: ”دریافت کرو ہمارے واسطے اپنے پروردگار سے کہ زیادہ وضاحت کے ساتھ بتادے کہ وہ گائے کیسی (صفت والی) ہے کیونکہ گایوں میں ہم کو شبہ پڑ گیا ہے اور (اب کی بار) خدا نے چاہا تو ہم ضرور راہ پالیں گے“ ﴿۷۰﴾

اللہ تعالیٰ نے ایک گائے کے ذبح کرنے کا اور گائے کے گوشت کا ایک ٹکڑا اس مقتول کے جسم پر مارنے کا حکم دیا تو انہوں نے بڑے جھگڑے اس گائے کی صفتیں دریافت کرنے میں نکالے۔ جن سے وہ گائے خاص صفتوں کی ایک گائے ہوگئی پھر وہ ذبح کی گئی۔ اس کا ٹکڑا اس مقتول کے جسم پر مارا جس سے تھوڑی دیر کے لئے وہ زندہ ہو گیا اور پھر وہ اپنے بھتیجے کو اپنا قاتل بتا کر مر گیا۔ (یعنی میرا بھتیجا ہی میرا قاتل ہے)

[1] تفسیر ابن جریر میں بسند صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے جھگڑوں سے اس گائے کے اوصاف سخت ہوگئے۔ اگر وہ لوگ بغیر ان جھگڑوں کے ایک معمولی گائے ذبح کر لیتے تو یہ مشکل پیش نہ آتی۔

قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ﴿۷۲﴾ ۚ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ

(اس پر موسیٰ نے) کہا کہ: "اللہ فرماتا ہے کہ وہ ایسی گائے ہے جو نہ تو کبھی ہل میں جوتی گئی اور نہ کبھی کھیتی کو پانی دیا، بے عیب ہے جس میں کسی قسم کا داغ و دھبہ نہیں ہے" وہ بولے: "ہاں اب تم نے ٹھیک بات بتائی" پس انہوں نے گائے کو ذبح کیا اور ایسا کرنے پر وہ (دل سے) آمادہ نہ تھے ﴿۷۱﴾ اور (اے بنی اسرائیل!) جب تم ایک شخص ۱؎ کا خون کیا تو ایک دوسرے پر اس کی تہمت ڈالنے لگے اور (جرم کی) جو بات تم چھپاتے تھے تو خدا اسے ظہور میں لانے والا ہے ﴿۷۲﴾ پس ہم نے حکم دیا: "اس گائے (کے گوشت) کا ایک ٹکڑا اس مقتول کو مارو اللہ اسی طرح مردوں کو زندہ کرے گا" اور تم کو (اپنی قدرت کی) نشانیاں دکھاتا ہے تاکہ تم سمجھو ﴿۷۳﴾ پھر اس کے بعد تمہارے دل ۲؎ سخت ہو گئے، پس وہ پتھر کی مانند ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ سختی میں۔

مردہ کا زندہ ہو کر گواہی دینا

۱؎ اس سورۃ میں مردہ کے زندہ ہونے کا ذکر پانچ آیتوں میں جگہ جگہ آیا ہے تاکہ منکرین حشر کے دل میں اچھی طرح یہ جم جائے کہ جس طرح ان مردوں کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کیا اسی طرح سب مردے حشر کے دن زندہ کئے جاویں گے۔ ترمذی و ابن ماجہ میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "عقلمند وہ شخص ہے جو اپنے نفس پر قادر رہ کر دنیا میں موت کے بعد کے کاموں میں لگا رہے اور نادان وہ ہے جو نفس کے تابع ہو کر دنیا میں موت کے مابعد کی باتوں کو بھول جاوے"۔

۲؎ تفسیر ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب اس شخص نے تھوڑی دیر کے لئے زندہ ہو کر اپنے قاتل کا نام بتلا دیا اور پھر وہ مرگیا تو اس کے قاتل اور اس کے ساتھیوں نے اس پر بھی اس کے قول کو جھٹلا دیا اور

وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۷۴﴾ اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ يُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ يُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

اور بیشک پتھروں میں تو بعض پتھر ایسے بھی ہیں جن میں سے پانی کی ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور البتہ انہیں پتھروں میں سے وہ پتھر ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں پس ان سے پانی نکلتا ہے، اور البتہ پتھروں میں سے کچھ وہ پتھر (بھی) ہیں جو خدا کے خوف سے (لرز کر) گر پڑتے ہیں اور اللہ تمہارے کاموں سے بے خبر نہیں ہے ﴿۷۴﴾ تو [۱] اے مسلمانو! کیا تم امید رکھتے ہو کہ یہود تمہارا یقین لائیں گے اور بیشک ان میں سے ایک گروہ وہ تھا جو اللہ کا کلام سنتے تھے پھر سمجھنے کے بعد اس کو دانستہ بدل ڈالتے تھے ﴿۷۵﴾

اس کے قتل سے صاف انکار کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ان یہود لوگوں کے دل بالکل پتھر یا پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو گئے ہیں۔ پتھر میں جو نرمی کی باتیں کچھ پائی جاتی ہیں اس قدر بھی نرمی ان کے دلوں میں باقی نہیں رہی۔ آخر آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہود کو یہ تنبیہ کی ہے کہ اپنی سخت دلی کے سبب سے جو کچھ یہ کر رہے ہیں اس سے اللہ غافل نہیں ہے۔ اس کو سب خبر ہے وہ وقت آنے والا ہے کہ ایک دن ان کی پوری خبر لی جاوے گی۔

[۱] **شان نزول:** اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی سخت دلی کا ذکر فرمایا تھا کہ مدینے کے اطراف میں جو یہود رہتے ہیں ان کے بڑوں سے یہ بات چلی آتی ہے کہ جوں جوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں یہ لوگ دیکھتے ہیں ان کے دل اور سخت ہوتے جاتے ہیں۔ اب مدینہ کے اطراف کے یہود لوگ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اکثر ملتے جلتے رہتے تھے جس سے صحابہ کرام کو یہ توقع ہوتی تھی کہ راہ راست پر آ کر یہ لوگ شرع محمدی ﷺ کے تابع ہو جاویں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ ان لوگوں سے یہ توقع بالکل بے سود ہے۔ انہوں نے تو شریعت موسوی کا بھی یہ کھوج اکھویا ہے (حشر کیا) کہ توریت کی اکثر آیتیں بدل کر حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرا رکھا ہے۔

وَ اِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَ اِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْۤا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ لِیُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۷۶﴾ اَوَ لَا یَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَ مَا یُعْلِنُوْنَ ﴿۷۷﴾ وَ مِنْهُمْ اُمِّیُّوْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّاۤ اَمَانِیَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ ﴿۷۸﴾ فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَیْدِیْهِمْ ۗ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِیَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ فَوَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَیْدِیْهِمْ وَ وَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا یَكْسِبُوْنَ ﴿۷۹﴾

النصف

اور جب مسلمانوں سے ملتے تو کہتے کہ ہم ایمان لائے اور جب آپس میں اکیلے ہوتے تو کہتے: "جو کچھ تمہیں خدا نے (توریت کا) علم دیا ہے وہ مسلمانوں پر کیوں ظاہر کئے دیتے ہو کہ تم سے مناظرہ کریں اس دلیل سے تمہارے پروردگار کے پاس" کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے ﴿۷۶﴾ کیا یہ (یہودی) نہیں جانتے کہ بیشک اللہ سب کچھ جانتا ہے جو کچھ یہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ یہ ظاہر کرتے ہیں ﴿۷۷﴾ اور [1] بعضے ان میں سے ان پڑھ ہیں جو کتاب (یعنی توریت) کو نہیں جانتے مگر وہ صرف (اپنے مطلب کی) باطل آرزوؤں کو جانتے ہیں اور وہ نرے گمان میں ہیں ﴿۷۸﴾ پس افسوس ہے ان لوگوں پر جو اپنے ہاتھوں سے تو کتاب لکھیں، پھر (لوگوں سے) کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے تاکہ اس کی عوض میں کچھ دام (یعنی دنیاوی فائدہ) حاصل کریں، پس افسوس ہے ان کے لئے ان کے اپنے ہاتھوں کے لکھے سے اور (پھر) افسوس ہے ان پر کہ وہ ایسی کمائی کرتے ہیں ﴿۷۹﴾

[1] ان آیتوں میں یہود کے ان پڑھ علماء کا حال ہے۔ علماء اپنی طرف سے اپنے ہاتھوں سے کچھ جھوٹ، مصنوعی باتیں جعلسازی سے کتاب الٰہی میں لکھ کر اللہ کا حکم بتاتے اور جاہل لوگوں کو بہکا کر اس ذریعہ سے کچھ کما کھاتے۔ لیکن ان کا یہ جھوٹ اور یہ لقمہ حرام ایک دن ان کو خرابی میں ڈالے گا۔

وَقَالُوا لَن تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَّعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِندَ اللَّهِ عَهْدًا فَلَن يُخْلِفَ اللَّهُ عَهْدَهُ ۖ أَمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٨٠﴾ بَلَىٰ مَن كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٨١﴾ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٨٢﴾

ل اور کہا (یہودیوں نے) کہ دوزخ کی آگ ہم کو نہیں چھوئے گی مگر گنتی کے چند روز (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں سے) فرماؤ: ''کیا تم نے اللہ سے کوئی عہد لے لیا ہے پھر تو اللہ ہرگز خلاف نہیں کرے گا اپنے عہد کے، یا خدا پر وہ بات کہتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں'' ﴿٨٠﴾ ہاں ۲ جس کسی نے برا کام کیا اور اس کو اس کے گناہوں نے (ہر طرف سے) گھیر لیا پس وہ ہی لوگ دوزخ کے رہنے والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿٨١﴾ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کیے ایسے ہی لوگ بہشت کے رہنے والے ہیں وہ ہمیشہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے ﴿٨٢﴾

ل **شان نزول:** علماء یہود میں دو باتیں زیادہ مشہور تھیں ❶ ایک تو یہ کہ دنیا کی عمر سات ہزار برس کی ہے اگر ہم کو عذاب ہوا تو فی ہزار ایک دن کا عذاب ہوگا۔ ❷ دوسری بات یہ ہے کہ اگر سات دن سے زیادہ ہوا تو چالیس دن سے زیادہ کسی طرح نہ ہوگا۔ کیونکہ ہمارے بڑوں نے اسی مدت میں بچھڑے کی پوجا کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فرمایا: ''تم ان یہود کے جھوٹے علماء سے دریافت کرو، ان کے پاس ان جھوٹی باتوں کی کیا سند ہے۔ اللہ کے دین میں ایسی جھوٹی باتیں بنانے کا وبال ایک دن ان پر آنے والا ہے''۔

۲ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان آیتوں میں گناہ کے معنی: ''شرک'' کے لئے ہیں۔ جو شخص یہود کی طرح شرک و گناہوں میں رہ کر بغیر توبہ کے مرجاوے گا، وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا اور جو مومن گنہگار بغیر توبہ کے مرجاوے گا وہ آخیر کو جنت میں جاوے گا۔ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہے گا۔

وَ اِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ لَا تَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰہَ ۟ قف وَ بِالۡوَالِدَیۡنِ اِحۡسَانًا وَّ ذِی الۡقُرۡبٰی وَ الۡیَتٰمٰی وَ الۡمَسٰکِیۡنِ وَ قُوۡلُوۡا لِلنَّاسِ حُسۡنًا وَّ اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ اٰتُوا الزَّکٰوۃَ ؕ ثُمَّ تَوَلَّیۡتُمۡ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡکُمۡ وَ اَنۡتُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۸۳﴾

اور (وہ وقت یاد کرو کہ) لے جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ تم کسی کی عبادت نہ کرنا سوائے خدا کے اور اپنے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں سے اور لوگوں سے اچھی طرح نرمی کے ساتھ بات کرنا اور نماز قائم رکھنا اور زکوٰۃ دینا۔ پس تم میں سے تھوڑے آدمیوں کے سوا باقی (عہد سے) پھر گئے اور تم منہ موڑنے والے ہو ﴿۸۳﴾

توحید اور حقوق والدین

لے **مسائل القرآن:** توحید کا مسئلہ یہ ہے کہ اللہ کو وحدہ لاشریک جاننا اور اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرنا۔ یہ حکم اللہ تعالیٰ نے ہر ایک رسول کی امت کو دیا ہے۔ صحیحین میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کا حق اس کے بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں، اور اللہ تعالیٰ کے اس حق کے ادا ہونے کے بعد بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ قیامت کے دن اپنے ایسے بندوں کو دوزخ کے عذاب سے بچاوے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور ماں باپ کے سبب سے ہر ایک انسان پرورش پاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے حق کے ساتھ ماں باپ کے حق کا ذکر کیا ہے۔ مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے اپنے ماں باپ کو یا فقط ماں یا فقط باپ کو ان کے بڑھاپے کی حالت میں زندہ پایا، اور پھر بھی ان کی خدمت کے اجر میں اس شخص نے جنت حاصل نہ کی تو ایسا شخص بڑا بدنصیب ہے"۔ لوگوں سے نیک بات کہنے میں وعظ و نصیحت بھی داخل ہے جو ایمان کی نشانی ہے۔

مسئلہ: اگر ماں باپ اپنی خدمت کے لئے نوافل چھوڑنے کا حکم دیں تو چھوڑ دے ان کی خدمت نفل سے مقدم ہے۔

مسئلہ: واجبات ماں باپ کے حکم سے ترک نہیں کئے جاسکتے۔ ماں باپ کے ساتھ احسان کے طریقے جو احادیث سے ثابت ہیں، یہ ہیں کہ تہہ دل سے ان کے ساتھ محبت رکھے، رفتار و گفتار میں، نشست و برخاست میں ادب و لازم جانے۔ ان کی شان میں تعظیم کے لفظ کہے، ان کو راضی کرنے کی کوششیں کرتا رہے، اپنے نفیس مال کو ان سے نہ بچائے، ان کے مرنے کے بعد ان کی وصیتیں جاری رکھے، ان کے لئے صدقات، تلاوت قرآن سے ایصال ثواب کرتا رہے، اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت کی دعا کرتا رہے، ہفتہ وار ان کی قبر کی زیارت کرتا رہے۔ (تفسیر عزیزی)

وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ دِمَآءَكُمْ وَ لَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِیَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَ اَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۸۴﴾ ثُمَّ اَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ تُخْرِجُوْنَ فَرِیْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِیَارِهِمْ تَظٰهَرُوْنَ عَلَیْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ ؕ وَ اِنْ یَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰی تُفٰدُوْهُمْ وَ هُوَ مُحَرَّمٌ عَلَیْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ؕ

اور (وہ وقت یاد کرو) ۱ جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں خونریزی نہ کرنا اور نہ اپنی بستیوں سے اپنی قوم کو جلاوطن کرنا" پھر تم نے اس کا اقرار کرلیا تھا اور تم گواہ ہو ﴿۸۴﴾ پھر تم ہی وہ گروہ ہو جو اپنی قوم کو قتل کرتے ہو اور اپنی قوم میں سے ایک گروہ کو ان کے وطن سے باہر نکالتے ہو ان پر مدد دیتے ہو (ان کے مخالف کو) گناہ اور زیادتی میں، اور اگر وہی لوگ قیدی ہو کر تمہارے پاس آتے ہیں تو تم چھڑوائی (جرمانہ) دے کر ان کو چھڑا لیتے ہو حالانکہ (شریعت کی روسے) تم پر حرام ہے ان کا نکالنا۔

۱ **شان نزول:** توریت میں بنی اسرائیل سے عہد لیا گیا تھا کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل نہ کریں، وطن سے نہ نکالیں اور جو بنی اسرائیل کسی کی قید میں ہو تو اس کو مال دے کر چھڑالیں۔ اس عہد پر انہوں نے اقرار بھی کیا، اپنے نفس پر شاہد بھی ہوئے لیکن قائم نہ رہے اور اس سے پھر گئے۔ صورت واقعہ یہ ہے کہ نواح مدینہ میں یہود کے تین قبیلے بنی قینقاع اور بنی نضیر اور بنی قریظہ رہتے تھے۔ بنی قینقاع اور بنی نضیر کی عرب کے خزرج قبیلہ سے دوستی تھی، اور بنی قریظہ کی اوس قبیلہ سے۔ جب دونوں قبیلے عرب کے آپس میں لڑتے تو یہود بھی اپنے اپنے دوست قبیلہ کے ساتھ ہو کر لڑتے اور ایک طرف کے یہودیوں کے ہاتھ سے دوسری طرف کے یہودی مارے جاتے، اور اگر ایک طرف کے یہودی دوسری طرف گرفتار ہو جاتے تو توریت کے حکم کے موافق چھڑوائی (جرمانہ) کی رقم دے کر اپنے قیدیوں کو ضرور یہودی چھڑا لیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں یہود کو قائل کیا کہ توریت میں جس طرح ایک یہودی کا دوسرے یہودی قیدی کو چھڑوائی دے کر چھڑانے کا حکم ہے۔ اسی طرح یہودیوں کی آپس کی لڑائی، آپس کی جلاوطنی حرام ہے۔ پھر فرمایا کہ توریت کی بعض آیتوں پر اپنی مرضی کے موافق عمل کرنا اور بعض آیتوں پر عمل نہ کرنا یہ کون سی دینداری ہے۔ پھر فرمایا: "جو کچھ تم کر رہے ہو اللہ تعالیٰ اس سے غافل نہیں ہے بلکہ دنیا کی رسوائی اور عقبیٰ کا عذاب تمہاری سزا اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرار پاچکی ہے"۔

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؗ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾ ع وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَ قَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ؗ

تو کیا تم کتاب (الٰہی) کے بعض حکم کو مانتے ہو اور بعض حکم کو نہیں مانتے، پس جو لوگ تم میں سے ایسا کریں ان کی سزا کیا ہے سوائے اس کے کہ دنیا کی زندگی میں ذلت اور دن قیامت کے بڑے سخت عذاب کی طرف پھیرے جائیں گے اور جو کچھ تم لوگ کرتے ہو اللہ اس سے بے خبر نہیں ہے ﴿۸۵﴾ یہی [۱] وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے دنیا کی زندگی آخرت کے بدلہ میں خریدی ہے پس نہ تو (قیامت کے دن) ہلکا ہی کیا جائے گا ان سے عذاب اور نہ ان کی مدد کی جائے گی ﴿۸۶﴾ [۲] اور البتہ ہم نے موسیٰ کو کتاب (توریت) عطا کی اور اس کے بعد پے در پے رسول بھیجے۔

[۱] اس آیت میں یہود اپنے اعمال کے سبب جس ٹوٹے میں پڑ گئے اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان لوگوں نے اپنی عاقبت ہاتھ سے دے کر دنیا حاصل کی جو چند روزہ ہے۔ صحیحین میں حضرت نعمان بن بشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سب دوزخیوں سے کم عذاب جس شخص پر ہوگا اس کو آگ کی جوتیاں پہنائی جاویں گی۔ جس سے اس کا بھیجا کھول جاوے گا۔ پھر جن لوگوں کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان کو سخت عذاب ہوگا اور ان کے عذاب میں کبھی کچھ تخفیف نہ ہوگی ان کا کیا حال ہوگا۔ خدا اپنے عذاب سے محفوظ رکھے۔ (آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم)

[۲] حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے مابین ایک ہزار نو سو پچیس (۱۹۲۵) برس کے زمانہ میں کتاب تو وہی توریت ہی رہی مگر حضرت زکریا، یونس، یحییٰ، داؤد، سلیمان اور دیگر انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ نے توریت کے دیگر احکام قائم رکھنے کیلئے متواتر بھیجے۔ ان انبیاء نے جب کبھی بنی اسرائیل کو توریت کے احکام کی پابندی پر زیادہ مجبور کیا تو انہوں نے ان کے ساتھ بدسلوکی کر کے بعضوں کو ان میں سے شہید کر دیا۔

وَاٰتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۫ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ

اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کو ہم نے روشن نشانیاں عطا فرمائیں اور روح القدس (یعنی جبرئیل) سے اس کو قوت دی۔ پس جب کبھی تمہارے پاس کوئی رسول تمہاری خواہشوں کے خلاف کوئی حکم لے کر آیا تو تم نے سرکشی کی، پس (ان انبیاء میں) ایک گروہ کو تم نے جھٹلایا اور ایک گروہ کو تم شہید کرتے ہو ﴿۸۷﴾ اور [1] (یہودی) کہتے ہیں: "ہمارے دلوں پر پردے پڑے ہیں" بلکہ ان کے کفر کے سبب سے خدا نے ان پر لعنت کی ہے تو ان میں تھوڑے ایمان لاتے ہیں ﴿۸۸﴾ اور جب [2] کہ ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) آئی۔

[1] **شان نزول:** ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اے محمد ﷺ تم اپنے دین پر رہو ہم اپنے دین پر کیونکہ غیر دین کی بات نہ ہمارا دل سمجھ سکتا ہے اور نہ کان سن سکتے ہیں، نہ ہم میں اور غیر دین میں جو پردہ حائل ہے وہ اٹھ سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کے قول کا یہ جواب دیا کہ: یہ لوگ عقبیٰ کے منکر ہیں اس سبب سے ایسی باتیں کرتے ہیں اور یہاں یہود کے اس قول کا جو جواب دیا وہ یہ کہ اہل کتاب عقبیٰ کے قائل ہو کر جو منکرین حشر کی سی باتیں کرتے ہیں تو ان پر خدا کی لعنت ہے اور پھٹکار ہے۔

یہود لوگ اللہ تعالیٰ سے نبی آخر الزمان ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے

[2] رسول اللہ ﷺ کے اوصاف توریت میں دیکھ کر یہود لوگ اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات کیلئے حضور ﷺ کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کامیاب ہوتے تھے اور اس طرح دعا کیا کرتے تھے: اَللّٰهُمَّ افْتَحْ عَلَيْنَا وَانْصُرْنَا بِالنَّبِيِّ الْاُمِّيِّ "یارب ہمیں نبی امی ﷺ کے وسیلہ سے فتح و نصرت عطا فرما"۔ اور جن مشرکوں سے ان کی مخالفت تھی ان سے کہتے تھے کہ بہت جلد نبی آخر الزماں کا زمانہ آنے والا ہے اس وقت ہم اس نبی ﷺ کے ساتھ ہو کر تم سے دل کھول کر لڑیں گے اور تم کو خوب قتل کریں گے۔ لیکن جب آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے تو فقط اس حسد سے کہ یہ نبی ﷺ ہم میں (بنی اسرائیل میں) کیوں نہیں پیدا ہوئے، آپ کی نبوت کے منکر ہو گئے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو شخص جان بوجھ کر حق بات کا منکر ہوا اس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار ہے۔ ابن ماجہ وغیرہ میں چند صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایتیں ہیں کہ جو شخص دین کی کوئی بات جان بوجھ کر چھپاوے گا تو قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام دی جاوے گی۔

عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚۖ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۡ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا

جوان کے پاس والی کتاب (توریت) کی تصدیق کرنے والی ہے۔ اور اس سے پہلے وہ (اسی نبی کے وسیلہ سے) کافروں پر فتحیابی چاہا کرتے تھے پس جس وقت ان کے پاس (رسول) آیا جس کو وہ جانتے تھے اس سے منکر ہو گئے پس منکروں پر خدا کی لعنت ہے ﴿۸۹﴾ بہت ہی بری چیز ہے [۱] جس کے بدلے ان لوگوں نے اپنی جانوں کو خریدا ہے کہ منکر ہو گئے اس چیز (یعنی قرآن اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جو خدا نے اتارا ہے اس حسد سے کہ اللہ اپنے فضل سے اپنے جس بندے پر چاہے وحی اتارے، پس غضب در غضب میں آ گئے اور کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب ہے ﴿۹۰﴾ اور جب [۲] ان سے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ خدا نے اتارا ہے اس پر ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں: ''ہم تو اس پر ایمان لاتے ہیں جو کہ ہم پر اترا ہے''۔

[۱] یہ بات علم الٰہی میں قرار پا چکی ہے کہ قیامت کے دن ہر صاحب نخوت آدمی کو اسطرح کا عذاب ہوگا جس میں اس کی ذلت ہو۔

[۲] **شانِ نزول:** اس آیت میں یہود نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ ہمارا ایمان مضبوط ہے، غیر دین کے انکار پر ہم مجبور ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو جھٹلایا کہ جس کا ایمان توراۃ پر مضبوط تھا اس نے انبیاء کو کیوں شہید کیا، اور بچھڑے کی پوجا کیوں کی۔ جس وقت پہاڑ سر پر لا کر توارت کے موافق عمل کرنے کا عہد لیا گیا تھا اس وقت تمہارے بڑوں نے چپکے سے وَعَصَیْنَا کہا تھا پھر تمہارا ایمان توراۃ پر کیونکر مضبوط ہو سکتا ہے۔ ترمذی وابن ماجہ میں جو روایت ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''ہدایت کے بعد گمراہ وہی قوم ہوتی ہے جو دین میں زبردستی کے جھگڑوں میں پڑ جاوے''۔ امت محمدیہ کے علماء کو اس طرح کے جھگڑوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔

وَ یَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۗ وَ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ؕ قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِیَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۹۱﴾ وَ لَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى بِالْبَیِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَ اَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَكُمْ وَ رَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَاۤ اٰتَیْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اسْمَعُوْا ؕ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ عَصَیْنَا ۗ وَ اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْعِجْلَ بِكُفْرِهِمْ ؕ قُلْ بِئْسَمَا یَاْمُرُكُمْ بِهٖۤ اِیْمَانُكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۹۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ

(یعنی توریت) اور وہ لوگ اس کے سوا سب کے منکر ہیں حالانکہ وہ (قرآن) حق ہے تصدیق کرتا ہے اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے، (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے یہ تو) پوچھو کہ تم کس لئے خدا کے نبیوں کو اگلے زمانہ میں شہید کرتے آئے ہو اگر تم کو اپنی کتاب پر ایمان تھا ﴿۹۱﴾ اور البتہ تمہارے پاس موسیٰ کھلی نشانیاں لے کر آیا پھر تم نے اس کے بعد (جبکہ موسیٰ توریت لینے طور پر گئے تھے بچھڑے کو معبود بنالیا، اور تم ظالم تھے ﴿۹۲﴾ اور (وہ وقت یاد کرو) جب کہ ہم نے تم سے عہد لیا اور ہم نے (کوہ) طور کو تمہارے سروں پر بلند کیا (اور حکم دیا کہ یہ کتاب توریت) جو ہم نے تم کو دی ہے اس کو مضبوط پکڑ لو اور (جو کچھ اس میں لکھا ہے اس کو) سنو (عمل کرو) انہوں نے کہا: "ہم نے سنا تو یہی اور (لیکن ہم اس کو) مانتے نہیں" اور ان کے کفر کی وجہ سے بچھڑے کا ادب ان کے دلوں میں سما گیا تھا۔ تم (ان لوگوں سے) فرماؤ: "بری چیز ہے جو کچھ تمہارا ایمان تم کو حکم کرتا ہے اگر تم ایمان والے ہو" [1] ﴿۹۳﴾ تم فرماؤ: (بقول تمہارے) اگر آخرت کا گھر خدا کے نزدیک تمہارے ہی لئے۔

[1] **شان نزول:** یہود کا دعویٰ تھا کہ ہم اللہ کے پیارے ہیں اور جنت خاص ہمارے لئے ہے اور کوئی ملت و مذہب اس کا مستحق نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں اس دعویٰ کو اس طرح باطل کیا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے کہہ دو کہ اگر تم کو اس بات کا یقین ہے کہ دار آخرت خالص ہمارا حصہ ہے تو تم کو لازم ہے کہ موت کی آرزو کرو۔ اگر تم نے موت کی آرزو نہ کی تو یہ

خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۹۴﴾ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰى حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

معانقۃ ۲ ع ۱۱

خالص ہے اوروں کے لئے نہیں تو بھلا موت کی آرزو تو کرو اگر تم (اس دعوے میں) سچے ہو ﴿۹۴﴾ اور وہ ہرگز کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے ان بداعمالیوں کے سبب سے جو پہلے ان کے ہاتھ کر چکے ہیں اور اللہ ان ظالموں (کے حال) کو خوب جاننے والا ہے ﴿۹۵﴾ اور البتہ تم ضرور ان کو (دنیوی) زندگانی پر سب سے زیادہ حریص پاؤ گے، اور ان سے بھی زیادہ حریص جو مشرک ہیں ان میں سے ہر ایک تمنا رکھتا ہے کہ کاش! ہزار برس کی عمر ہو، اور وہ بچ نہیں سکتا اس عذاب سے (اگرچہ) اتنی عمر بھی دی جاوے اور خدا دیکھ رہا ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں ﴿۹۶﴾

تمہارے جھوٹ کی دلیل ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے کہ اگر وہ موت کی تمنا کرتے تو سب ہلاک ہو جاتے، اور روئے زمین پر کوئی یہودی باقی نہ رہتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ یہ لوگ پکے دنیا دار ہیں۔ ان کے سب دعوے جھوٹے ہیں اور اپنے عملوں کے نتیجوں کو جان چکے ہیں، اس لئے وہ ہرگز آرزو نہ کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ بار بار فرماتے تھے: ''سچے مومن شہادت کے ایسے مشتاق ہوتے ہیں کہ دنیا و مافیہا کو اس کے آگے کچھ نہیں سمجھتے''۔ چنانچہ جنگ احد میں ایک صحابی نے جب آنحضرت ﷺ سے درجات آخرت سنے تو از حد مشتاق ہو کر اپنے توشہ کو ڈال دیا اور دشمن کے مقابلہ میں چلے اور کہا کہ اب جنت میں چل کر کھاویں گے۔ خدا تعالیٰ نے حجاب جسمانی اٹھا کر ان کو جنت کا مشاہدہ کرا دیا وہ اس کے شوق میں شہید ہو گئے۔ اور اسی طرح خدا کے مشتاق ہمیشہ یہی آرزو کرتے ہیں، انہی کو خدا نے زندہ فرمایا ہے۔ اسی لئے صحابہ و تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں ہر شخص شہادت کا سخت آرزومند تھا۔ واقعی شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن۔ مشرکین دنیا کی ملمع کاری پر خوش ہیں اس لئے عمر طویل کی آرزو کرتے ہیں کہ ہزار برس کی عمر ہو۔ بالفرض اگر ہزار برس کی عمر ہوئی بھی تو کیا؟ بکرے کی ماں کب تک خیر منائے گی۔ جو کچھ ان کو بھگتنا ہے بھگت کر رہیں گے۔ الغرض ایک نہ ایک دن مرنا ہے یہ لوگ عذاب عقبیٰ کے جو کام کر رہے ہیں اللہ کو سب معلوم ہیں۔

قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۹۷﴾ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَكُلَّمَا عٰهَدُوْا عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ؕ

(اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے) کہو کہ جو شخص جبرئیل (فرشتے) کا دشمن ہے (تو وہ خدا کا دشمن ہے) [1] اس لئے کہ اس نے تو اس قرآن کو تمہارے دل پر خدا کے حکم سے اتارا ہے جو تصدیق کرتا ہے اپنی سے پہلی کتابوں کی اور ہدایت اور خوشخبری سناتا ہے مسلمانوں کو ﴿۹۷﴾ (اور) جو کوئی خدا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے رسولوں کا اور جبرئیل اور میکائیل کا دشمن ہے تو بے شک اللہ کافروں کا دشمن ہے ﴿۹۸﴾ اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک ہم نے تمہاری طرف روشن آیتیں اتاری ہیں اور ان سے انکار نہیں کرسکتا مگر (وہی جو) فاسق لوگ (ہیں)۔ [2] ﴿۹۹﴾ اور کیا یہ نہیں کہ جب کبھی ان لوگوں نے عہد باندھا تو انہی میں سے ایک گروہ نے اس کو پھینک دیا۔

[1] جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر توریت کے چند احکام کے منسوخ ہونے کی وحی حضرت جبرئیل علیہ السلام لائے اور ہر وقت مدد کے طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہنے لگے۔ اس وقت سے یہود لوگ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اپنا دشمن جانتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ آئے تو یہود نے چند باتیں دریافت کیں، ان میں سے ایک یہ تھی کہ آپ پر وحی کون سا فرشتہ لاتا ہے۔ حضور نے جواب دیا کہ جس طرح اور انبیاء کرام پر حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لاتے رہے مجھ پر بھی وہی لاتے ہیں، اس پر یہود نے کہا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ہم لوگ پہلے سے دشمن جانتے ہیں اس لئے اسلام قبول نہیں کرسکتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جبرئیل کا وحی لانا اللہ کے حکم سے ہے۔ جو کوئی اللہ کے فرشتوں اور رسول کا دشمن ہوگا اللہ اس کا دشمن ہے۔

[2] **شان نزول:** بعضے یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا اور ید بیضا کی طرح آپ کو کوئی صریح اور صاف معجزہ نہیں ملا پھر ہم آپ کو کیونکر اللہ کا رسول جان لیں۔ دوسرے توریت میں ایسا کوئی عہد نہیں ہے جس

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَلَمَّا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۙ كِتٰبَ اللّٰهِ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ كَاَنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ

بلکہ بہت لوگ ان میں سے اس کا یقین ہی نہیں رکھتے ﴿۱۰۰﴾ اور جب کہ ان کے پاس خدا کی طرف سے ایک رسول آیا ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا جو ان کے پاس ہے تو (ان) اہل کتاب میں سے ایک گروہ نے اللہ کی کتاب (توریت) کو (جس میں ان رسول کریم کے اوصاف تھے ایسا) اپنی پیٹھ پیچھے پھینکا کہ گویا اسے جانتے ہی نہیں ﴿۱۰۱﴾ اور ان (مشرکانہ) عملوں کی پیروی کی جنہیں شیطان۔

سے ہم لوگوں پر نبی آخرالزماں کی مدد لازم ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور یہود کی پہلی بات کا جواب یہ دیا کہ ان لوگوں کی وہ باتیں جو سوا ان کے علماء کے دوسرے کسی کو معلوم نہیں جبکہ نبی آخرالزماں پر قرآن کے ذریعے سے روزانہ نازل ہوتی ہیں، اور نبی آخرالزماں باوجود امی ہونے کے ان باتوں کی ایسی صحیح اطلاع ان لوگوں کو دیتے ہیں جن کو یہ لوگ اپنی کتاب آسمانی کے مطابق پاتے ہیں۔ تو پھر نبی آخرالزماں کے نبی اور قرآن کے کتاب آسمانی ہونے کے لئے ان لوگوں کو اور کیا معجزہ درکار ہے؟ اور دوسری بات کا جواب یہ دیا کہ نبی آخرالزماں کی فرمانبرداری اور مدد کے عہد کو یہ لوگ خوب جانتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کی عادت ہے کہ اپنے عہد پر یہ لوگ قائم نہیں رہتے۔ یہ اس لئے فرمایا کہ یہ عہد توریت میں موجود ہے۔

ہاروت و ماروت کا قصہ اور جادو کا حال

جادو کے رواج کو یہ لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف جو منسوب کرتے ہیں یہ بات بالکل غلط ہے۔ یہ جادو تو شیاطین اور ہاروت ماروت کے سبب سے پھیلا ہے۔ جس کا قصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ میں کے بڑے عابد دو فرشتے جن کا نام ہاروت و ماروت تھا چھانٹے، اور انسان کی سی سب خواہشیں ان میں پیدا کر کے کوفہ کی سرزمین پر جو ایک جگہ بابل ہے وہاں ان کو بھیجا، اور وہاں ایک عورت زہرہ نامی پارسن کی الفت میں مبتلا ہو کر اس کے کہنے سے شراب پی گئے۔ شراب کے نشہ میں زنا کے علاوہ شرک اور قتل نفس کا گناہ بھی ان سے سرزد ہوا، اور ان گناہوں کی سزا میں قیامت تک ان پر طرح طرح کا عذاب ہوتا رہے گا۔ یہی دونوں فرشتے جادو سکھاتے تھے۔

جادو کا شرعی حکم: امام ابوحنیفہ و مالک و احمد رحمہم اللہ کا یہ مذہب ہے کہ جادو کا سیکھنا کفر اور سیکھنے کے بعد جو شخص جادو کا ایک دفعہ بھی عمل کرے تو اس کی سزا قتل ہے۔

فضائل القرآن: آیۃ الکرسی، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ﴿۱﴾، قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۱﴾ میں ردِ سحر کا ایک خاص اثر اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے، اس کو روزانہ پڑھ لیا کریں اور سوتے وقت تو ضرور پڑھیں۔

عَلٰى مُلْكِ سُلَيْمٰنَ ۚ وَ مَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَ لٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ وَ مَاۤ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَ مَارُوْتَ ؕ وَ مَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى يَقُوْلَاۤ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ؕ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ وَ زَوْجِهٖ ؕ وَ مَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ يَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ وَ لَا يَنْفَعُهُمْ ؕ وَ لَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ۛؕ وَ لَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ ع

ع ۱۲

سلیمان کے عہد سلطنت میں پڑھا کرتے تھے، اور سلیمان نے تو کفر نہ کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا تھا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے، اور وہ جادو جو بابل میں دو فرشتوں پر اترا (جن کا نام) ہاروت اور ماروت (تھا) اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہیں سکھاتے جب تک یہ نہ کہہ دیتے تھے کہ ہم تو صرف (ذریعہ) آزمائش ہیں پھر تم کیوں کفر میں مبتلا ہوتے ہو؟ اس پر بھی ان سے ایسے منتر سیکھتے جن کی وجہ سے میاں بی بی میں جدائی ڈال دیں، (اور) وہ اس (جادو) سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر اللہ کے حکم سے، اور (یہود ان سے) ایسی باتیں سیکھتے جن سے (خود) ان (ہی) کو نقصان پہنچتا اور ان کو نفع نہ ہوتا، اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ جو کوئی (اپنا دین وایمان بیچ کر) جادو کو مول لیتا ہے اس کے واسطے آخرت میں کچھ حصہ نہیں اور بیشک (بہت ہی) برا معاوضہ ہے، جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا کاش ان کو علم ہوتا ﴿۱۰۲﴾ اور اگر یہ لوگ ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو اس کا ثواب اللہ کے نزدیک بہتر ہوتا، کاش ان کو علم ہوتا ﴿۱۰۳﴾

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَ قُوْلُوا انْظُرْنَا وَ اسْمَعُوْا ؕ وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَ لَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾

اے مومنو! (جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرنا چاہو تو) [۱] رَاعِنَا نہ کہو اور اُنْظُرْنَا کہو اور ان کی بات کان لگا کر خوب سنو اور کافروں کے واسطے درد دینے والا عذاب ہے ﴿۱۰۴﴾ ذرا بھی پسند نہیں کرتے کافر لوگ (خواہ) ان اہل کتاب میں سے (ہوں) اور (خواہ) مشرکین میں سے اس امر کو کہ تم (مسلمانوں) پر کوئی بھلائی نازل ہو تمہارے پروردگار کی طرف سے، اور اللہ تو اپنی رحمت سے جسے چاہتا ہے مخصوص کر لیتا ہے، اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے ﴿۱۰۵﴾

[۱] **شانِ نزول:** یہود جب مجلس مقدس حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے تو شرارت سے آپ سے رَاعِنَا کہتے تھے۔ جس طرح ہمارے محاورہ میں کہتے ہیں: "ذرا ادھر متوجہ ہوئیے یا ادھر خیال فرمائیے" اور اس کلمہ میں اپنے نزدیک وہ یہ مراد رکھتے تھے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) احمق اور گستاخ کہہ آتے ہیں۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ یہود کی اصطلاح سے واقف تھے۔ ایک روز یہ کلمہ ان کی زبان سے سن کر فرمایا "اے دشمنان خدا! تم پر اللہ کی لعنت اگر میں نے اب کسی کی زبان سے یہ کلمہ سنا تو اس کی گردن مار دوں گا"۔ آپ رنجیدہ ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی جس میں رَاعِنَا کہنے کی ممانعت فرمائی گئی اور اس معنی کا دوسرا لفظ اُنْظُرْنَا کہنے کا حکم ہوا۔ مسلمانوں کو منع کر دیا کہ تم ان کی تقلید نہ کرو اور خیال کر کے سنا کرو کہ حضور کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ اگر یہود رَاعِنَا کہہ کر گستاخی کرتے ہیں تو کیا مضائقہ ہے۔ جاتے کہاں ہیں ایسا عذاب دردناک چکھیں گے کہ سب کسر نکل جاوے گی۔ یہود اور مشرکین یہ نہیں چاہتے کہ مسلمانوں کا بھلا ہو، ان کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ خدا کا چاہا ہوتا ہے وہ اپنی رحمت کو جس پر چاہتا ہے نازل کرتا ہے اس کا فضل سب سے بڑا ہے۔

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿١٠٦﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّ لَا نَصِيْرٍ ﴿١٠٧﴾ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿١٠٨﴾

(اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [۱]) ہم جب کوئی آیت منسوخ کردیں یا بھلا دیں تو ہم اس سے بہتر یا اُسی کی مانند نازل (بھی) کردیتے ہیں، کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ سب چیز پر قادر ہے ﴿۱۰۶﴾ کیا تم نہیں جانتے بیشک اللہ ہی کے واسطے آسمان وزمین کی سلطنت ہے، اور اللہ کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ مددگار ﴿۱۰۷﴾ (مسلمانو! [۲]) کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے پیغمبر سے ویسا سوال کرو جس طرح پہلے (زمانہ میں) موسیٰ سے (بیہودہ درخواستیں اور سوالات کیے گئے تھے اور جو کوئی ایمان کے بدلے کفر لیوے پس وہ بہک گیا سیدھے راستے سے ﴿۱۰۸﴾

[۱] **شان نزول:** خداتعالیٰ یہود کے شکوک کا جواب دیتا ہے کہ وہ اہل اسلام پر پیش کر کے ان کے دلوں میں وسوسے ڈالتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر تم پر خدا کی طرف سے خبر یعنی وحی اور شریعت نازل ہوئی ہے تو شریعت ہمیشہ یکساں رہتی ہے اس میں ایک شوشہ (معمولی بھی) بدل نہیں سکتا، پھر اگر یہ قرآن اور شریعت منجانب اللہ ہے تو احکام توریت کو کیوں منسوخ کیا۔ اور پھر خود اس شریعت میں بعض احکام کو ایک وقت قائم رکھ کر منسوخ کردیا، خدا کو اس سے پیشتر علم نہ تھا۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی کہ منسوخ بھی اللہ کی طرف سے ہے اور ناسخ بھی دونوں عین حکمت ہیں۔ اور ناسخ کبھی منسوخ سے زیادہ سہل اور انفع ہوتا ہے، اور اہل کتاب کا اعتراض غلط ہے۔ انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی شریعت کے احکام کی منسوخیت تسلیم کرنا پڑے گی کہ شنبہ کے روز دنیوی کام ان سے پہلے حرام نہ تھے، ان پر حرام ہوئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت میں بھائی بہن کا نکاح ہوجاتا تھا پھر اس کے بعد منسوخ ہوگیا۔ اور توریت میں حضرت نوح علیہ السلام کی امت کیلئے تمام چوپائے حلال ہونا بیان کیا گیا مگر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بہت سے حرام کردیئے گئے۔ ان امور کے ہوتے ہوئے منسوخ کا انکار کس طرح ممکن ہے۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور اللہ زمین وآسمان کا مالک ہے۔

[۲] **شان نزول:** یہود کے بہکانے سے بعضے مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے غیر ضروری باتیں پوچھتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پچھلی امتوں کے لوگ کثرت سوال سے طرح طرح کی ہلاکت میں پڑ گئے۔

وَدَّ كَثِيرٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يَرُدُّونَكُم مِّن بَعْدِ إِيمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚ حَسَدًا مِّنْ عِندِ أَنفُسِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۖ فَاعْفُوا وَاصْفَحُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۰۹﴾ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۚ وَمَا تُقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُم مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوهُ عِندَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۱۱۰﴾ وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ

(مسلمانو!۱) اہل کتاب میں سے ایک بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو چاہتے ہیں کہ بعد تمہارے ایمان لانے کے کفر کی طرف تم کو، پھیر دیں اپنے دلی حسد کی وجہ سے بعد اس کے کہ ان پر حق خوب ظاہر ہو چکا ہے، پس تم معاف کرو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔ بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۱۰۹﴾ اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو اور جو کچھ نیکی اپنے لئے (ذخیرہ عاقبت کرکے) پہلے سے بھیج دو گے اس کو اللہ کے ہاں (موجود) پاؤ گے، بیشک جو کچھ تم کرتے ہو اللہ دیکھ رہا ہے ﴿۱۱۰﴾ ۲ اور یہود کہتے ہیں کہ یہود کے سوا اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ نصاریٰ کے سوا جنت میں کوئی داخل نہیں ہوگا۔

۱ **شان نزول:** باوجود امی ہونے کے آنحضرت ﷺ یہود کو ایسی باتوں کی خبر دیتے تھے جو ان کی توریت کے بالکل موافق تھیں، اور دنیا کے لالچ سے اگرچہ انہوں نے توریت کی ان آیتوں کو بدل ڈالا جس میں نبی آخر الزماں کے اوصاف کا ذکر تھا لیکن اپنے دل میں وہ آنحضرت ﷺ کے نبی آخر الزماں ہونے کے قائل تھے۔ فقط اس حسد سے کہ نبی آخر الزماں ﷺ ان کی قوم بنی اسرائیل میں کیوں نہیں ہوئے۔ جہاں تک ان کا بس چلتا تھا مسلمانوں کو ان کے دین سے (گمراہ کرتے) تھے۔ اسی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی آیتوں میں فرمایا ہے کہ یہود کی ہر طرح کی عداوت کی باتوں پر اس وقت تک صبر اور درگزر کرو جب تک اللہ کا کوئی حکم نازل ہو، اور ہر حال میں نماز زکوٰۃ اور اس طرح کے نیک کاموں میں لگے رہو کہ اللہ اپنے بندوں کے عملوں کو دیکھتا ہے ایک دن سب عملوں کی سزا و جزا دیوے گا۔

۲ **شان نزول:** باوجود طرح طرح کی نافرمانیوں میں گرفتار ہونے کے اہل کتاب کا یہ دعویٰ تھا کہ "یہود اپنے آپ کو جنتی اور باقی سب کو دوزخی کہتے تھے"۔ اور یہی دعویٰ نصرانیوں کا اپنی قوم کے حق میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے غلط دعوے کو بے

تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ ع وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ

(اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ ان لوگوں کی (جاہلانہ) باطل آرزوئیں ہیں، تم ان سے فرماؤ: ''اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو'' ﴿۱۱۱﴾ بس جس کسی نے بھی خدا کے آگے سر نیاز جھکا دیا اور وہ نیکی کرنے والا بھی ہے تو وہ اپنے پروردگار سے اپنا اجر ضرور پائے گا اور نہیں ہے کھٹکا ان کو کسی طرح کا اور نہ وہ (کسی طرح) غمگین ہوں گے ﴿۱۱۲﴾ اور یہودی [1] کہتے ہیں: ''نصاریٰ (کا دین) کچھ نہیں ہے'' اور نصاریٰ کہتے ہیں: ''یہودیوں (کا دین) کچھ نہیں ہے'' اور وہ (دونوں فریق) اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں، اسی طرح انہی کی سی باتیں وہ (مشرکین) بھی کہا کرتے ہیں جو بے علم ہیں۔

سند قرار دے کر فرمایا کہ جنت میں رہنے کے قابل وہی شخص ہے جس کا عمل حکم الٰہی کے موافق ہو۔ جنت خدا کی ہے کسی کی میراث نہیں کہ بغیر مرضی خدا کے زبردستی جنت میں گھس جاوے۔

[1] **شان نزول:** نجران کے نصاریٰ کا وفد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا تو علمائے یہود آئے اور دونوں میں مناظرہ شروع ہوا، آوازیں بلند ہوئیں، شور مچا، یہود نے کہا کہ نصاریٰ کا دین کچھ نہیں'' اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کیا۔ اسی طرح نصاریٰ نے یہود سے کہا کہ تمہارا دین کچھ نہیں'' اور توریت اور موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا۔ تو اس باب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ باوجود علم کے انہوں نے ایسی جاہلانہ گفتگو کی حالانکہ انجیل جس کو نصاریٰ مانتے ہیں۔ اس میں توریت اور موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی تصدیق ہے۔ اسی طرح توریت جس کو یہودی مانتے ہیں اس میں عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور ان تمام احکام کی تصدیق ہے جو آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئے۔ علماء اہل کتاب کی طرح ان جاہلوں نے جو نہ علم رکھتے تھے نہ کتاب، جیسے کہ بت پرست، آتش پرست وغیرہ۔ انہوں نے ہر ایک دین والے کی تکذیب شروع کی اور کہا کہ وہ کچھ نہیں۔ انہیں جاہلوں میں سے مشرکین عرب بھی ہیں جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دین کی شان میں ایسے ہی کلمات کہے۔ پھر فرمایا کہ حق کے فیصلہ کے لئے قیامت کا دن مقرر ہے اس دن ان سب کا فیصلہ ہو جائے گا۔

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ۬ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۗ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

پس اللہ فیصلہ کرے گا ان کے درمیان قیامت کے دن اس بات میں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں ﴿۱۱۳﴾ اور[۱] اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہے کہ جس نے اللہ کی مسجدوں میں اس کے نام لینے کی ممانعت کردی اور ان کی ویرانی میں کوشش کرتا ہے، (تو جن لوگوں کے ظلم وشرارت کا یہ حال) ان کو زیبا نہیں کہ وہ مسجدوں میں آویں (بجز اس حالت کے) کہ ڈرتے سہمے ہوئے ہوں، ایسے لوگوں کے لئے دنیا میں (بھی) رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں بھی بڑا (بھاری) عذاب ہے ﴿۱۱۴﴾ اور مشرق ہو یا مغرب سب اللہ ہی کیلئے ہے پس (اس کی یاد میں) تم جدھر منہ کرو ادھر ہی وجہ اللہ (خدا کی رحمت تمہاری طرف متوجہ) ہے، بیشک اللہ وسعت والا علم والا ہے ﴿۱۱۵﴾

[۱] ہجرت کے بعد ۶ھ میں آنحضرت ﷺ نے ایک جماعت کے ساتھ ذیقعدہ میں عمرہ کے قصد سے مکہ کا ارادہ کیا اور مشرکین مکہ نے آپ کو مکہ کے اندر نہ جانے دیا بلکہ راستہ میں ایک مقام جس کا نام حدیبیہ ہے وہاں روک دیا۔ جس کا قصہ سورۂ اِنَّا فَتَحْنَا میں آوے گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ اسی قصہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور مسجد الحرام میں ذکر الٰہی سے حج والوں یا عمرہ والوں کو روکنا بھی مسجدوں کو اجاڑنا ہے۔ کیونکہ مسجدوں کی آبادی بھی ذکر الٰہی سے ہے۔ جو مسجدوں میں نماز پڑھنے اور ذکر الٰہی کرنے سے روکتے ہیں وہ گویا مسجدوں کے اجاڑنے کے درپے ہیں۔ مشرکین مکہ نے رسول کریم ﷺ اور ان کے ساتھ والوں کو عمرہ سے روکا ہے۔ قریب وہ وقت آتا ہے کہ مشرک لوگ مسجد الحرام میں ڈرتے ہوئے گھسا کریں گے، اللہ سچا ہے، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ تھوڑے دنوں کے بعد مکہ فتح ہوگیا۔ اس آیت میں مسلمانوں کو یہ بشارت تھی جس کا ظہور فتح مکہ کے وقت ہوا۔ دنیا کی ذلت تو فتح مکہ کے وقت ان مشرکوں نے دیکھ لی کہ جن بتوں کو یہ لوگ خدا کا شریک گنتے تھے وہ توڑے جا کر مسلمانوں کے پیروں میں روندے گئے۔ عقبیٰ کا عذاب جو ہوگا وہ بھی قیامت کے دن آنکھوں کے سامنے آجاوے گا۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِذَا قَضٰۤی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۱۱۷﴾ وَقَالَ الَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ لَوْلَا یُكَلِّمُنَا اللّٰهُ اَوْ تَاْتِیْنَاۤ اٰیَةٌ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ ؕ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ؕ قَدْ بَیَّنَّا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

اور (عیسائی [1]) کہتے ہیں کہ خدا اولاد رکھتا ہے (حالانکہ) وہ (اس سے) پاک ہے، بلکہ اسی کا ہے جو کچھ آسمان و زمین میں ہے، سب اسی کے فرمانبردار ہیں ﴿۱۱۶﴾ پیدا کرنے والا ہے آسمانوں اور زمین کا اور جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو بس اس کی نسبت فرما دیتا ہے کہ ہو جا پس وہ فوراً ہو جاتا ہے ﴿۱۱۷﴾ اور [2] (مشرکین عرب) جو (احکام الٰہی کچھ بھی) نہیں جانتے کہتے ہیں کہ خدا (خود) ہم سے کلام کیوں نہیں کرتا یا ہمیں کوئی نشانی ملے۔ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے گزرے ہیں ان ہی جیسی باتیں وہ بھی کہا کرتے تھے۔ ان (سب) کے دل (کچھ) ایک ہی طرح کے ہیں جو لوگ یقین (کرنے کی صلاحیت) رکھتے ہیں ان کو تو ہم (اپنی) نشانیاں صاف طور پر دکھا چکے ﴿۱۱۸﴾

[1] **شانِ نزول:** یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان سب کو جھٹلایا۔ صحیح بخاری وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان نے مجھ کو جھٹلایا اور مجھ کو گالیاں دیں۔ جھٹلایا تو یوں کہ میں اپنے کلام میں اس کو ایک دفعہ مار کر پھر جلانے کی خبر دیتا ہوں اور وہ اس بات کو جھٹلاتا ہے۔ اور گالیاں یہ دیں کہ وہ مجھ کو صاحب اولاد قرار دیتا ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بڑا بردبار ہے لوگ اس کے بیٹا بیٹی ٹھہراتے ہیں مگر وہ ان کو رزق اور تندرستی دیتا ہے۔

[2] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ مشرکین مکہ جن کو حشر کا اقرار اور امید نہیں ہے یہ کہتے ہیں کہ اے محمد ﷺ تمہاری نبوت کی تصدیق کوئی فرشتہ یا خود خدا ہمارے پاس آکر کیوں نہیں کرتا۔ مشرکین عرب اور اہل کتاب ان سب کو بہکانے والا ابلیس ہے، اس لئے یہ سب ایک سی باتیں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں نشانیاں تو کافی بیان کر دی ہیں۔ مثلاً قرآن کے کتاب الٰہی ہونے کی یہ نشانی ان سب کیلئے کیا کم ہے کہ جس اللہ کے رسول پر یہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل ہوتا ہے، اس کے رسول برحق ہونے میں کوئی صاحب عقل شک و شبہ نہیں کر سکتا۔

إِنَّآ أَرْسَلْنَٰكَ بِٱلْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۖ وَلَا تُسْـَٔلُ عَنْ أَصْحَٰبِ ٱلْجَحِيمِ ﴿١١٩﴾ وَلَن تَرْضَىٰ عَنكَ ٱلْيَهُودُ وَلَا ٱلنَّصَٰرَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ ۗ قُلْ إِنَّ هُدَى ٱللَّهِ هُوَ ٱلْهُدَىٰ ۗ وَلَئِنِ ٱتَّبَعْتَ أَهْوَآءَهُم بَعْدَ ٱلَّذِى جَآءَكَ مِنَ ٱلْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ ٱللَّهِ مِن وَلِىٍّ وَلَا نَصِيرٍ ﴿١٢٠﴾ ٱلَّذِينَ ءَاتَيْنَٰهُمُ ٱلْكِتَٰبَ يَتْلُونَهُۥ حَقَّ تِلَاوَتِهِۦٓ ۗ أُو۟لَٰٓئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِۦ ۗ وَمَن يَكْفُرْ بِهِۦ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْخَٰسِرُونَ ﴿١٢١﴾ ع

بیشک ۱؎ ہم نے تمہیں حق کے ساتھ بھیجا خوشخبری اور ڈر سنانے والا اور تم سے دوزخیوں کی کچھ باز پرس نہیں ہوگی ﴿۱۱۹﴾ اور ۲؎ (اے محبوب ﷺ) تم سے ہرگز خوش نہ ہوں گے یہود اور نہ نصاریٰ تاوقتیکہ تم ان کے دین کی پیروی نہ کرو، (اے محبوب ﷺ) تم ان لوگوں سے فرماؤ کہ اللہ کی ہدایت وہی (اصلی) ہدایت ہے۔ اور اے مخاطب! اگر پیروی کی تو نے ان لوگوں کی باطل آرزوؤں کی باوجودیکہ تیرے پاس علم (یعنی قرآن) آچکا ہے، تو اللہ کے عذاب سے نہ کوئی بچانے والا ہوگا اور نہ کوئی مددگار ﴿۱۲۰﴾ اور (اہل کتاب میں) جن لوگوں کو ہم نے کتاب (یعنی توریت) دی ہے وہ اس کو پڑھتے رہتے ہیں جیسا اس کے پڑھنے کا حق ہے، وہ یقین بھی رکھتے ہیں خدا کی ہدایت پر اور جو اس سے منکر ہوتے ہیں پس وہی لوگ ٹوٹے میں ہیں ﴿۱۲۱﴾

۱؎ **شان نزول:** آنحضرت ﷺ کو اس بات کا کبھی کبھی رنج ہوتا تھا کہ باوجود کامل فہمائش اور کافی دلیلوں کے اہل عرب اور اہل کتاب میں سے بہکے ہوئے لوگ راہ راست پر کیوں نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا یہ رنج رفع کرنے کو یہ آیت نازل فرمائی کہ راہ راست پر لانا خدا کا کام ہے۔ تمہارا کام صرف اتنا ہے کہ راہ راست والوں کو نجات اخروی کی خوشخبری اور گمراہوں کو خرابی عقبیٰ کی آیتیں سناتے رہو۔ اس کے بعد علم الٰہی میں جن لوگوں کا راہ راست پر نہ آنا اور ان سے دوزخ بھرا جانا قرار پاچکا ہے وہ تو آخر ہوکر رہے گا۔

۲؎ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ اسکی آیتوں میں کچھ ردوبدل نہیں کرتے بلکہ اسکے احکام کے پورے پابند ہیں۔ پھر فرمایا جو لوگ اس ڈھنگ پر نہیں وہ ٹوٹے نقصان و خسارہ میں ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ چند روزہ دنیا کیلئے انہوں نے اپنی عقبیٰ برباد کی اس سے بڑھ کر اور کیا ٹوٹا (نقصان) ہوگا۔

یٰبَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ اذۡکُرُوۡا نِعۡمَتِیَ الَّتِیۡۤ اَنۡعَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ وَاَنِّیۡ فَضَّلۡتُکُمۡ عَلَی الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوۡا یَوۡمًا لَّا تَجۡزِیۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَیۡـًٔا وَّلَا یُقۡبَلُ مِنۡہَا عَدۡلٌ وَّلَا تَنۡفَعُہَا شَفَاعَۃٌ وَّلَا ہُمۡ یُنۡصَرُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذِ ابۡتَلٰۤی اِبۡرٰہٖمَ رَبُّہٗ بِکَلِمٰتٍ فَاَتَمَّہُنَّ ؕ قَالَ اِنِّیۡ جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ قَالَ وَمِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ؕ قَالَ لَا یَنَالُ عَہۡدِی الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۲۴﴾

اے بنی اسرائیل! میری وہ نعمتیں یاد کرو جو میں نے تم پر انعام کی ہیں اور یہ کہ میں نے تم کو اس زمانہ کے سب لوگوں پر بزرگی دی ﴿۱۲۲﴾ اور اس دن سے ڈرو کہ کوئی شخص کسی شخص کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ اس (کی طرف) سے کوئی معاوضہ قبول کیا جاوے گا اور نہ کافر کو کوئی سفارش نفع دے گی اور نہ ان کی مدد کی جاوے گی ﴿۱۲۳﴾ اور [1] (یاد کرو) جس وقت کہ ابراہیم (علیہ السلام) کو اس کے پروردگار نے کئی باتوں میں آزمایا، پس (ابراہیم علیہ السلام نے) انکو پورا کر دیا تو (خدا نے رضا مند ہو کر) فرمایا کہ میں تم کو لوگوں کا پیشوا بنانے والا ہوں عرض کی: "اور میری اولاد سے" فرمایا: "جو ظلم کی راہ اختیار کریں تو ان کا میرے عہد میں کوئی حصہ نہیں" ﴿۱۲۴﴾

[1] **شان نزول:** مشرکین مکہ، اہل کتاب سب کا سلسلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے اس لئے انہیں سب مانتے تھے لیکن ان کے طریقہ پر کوئی نہ تھا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اسحاق و اسمٰعیل علیہما السلام نے اپنے دونوں بیٹوں کے حق میں نبوت کی دعا کی تھی وہ قبول ہوئی۔ ایک مدت تک اولاد اسحاق میں اس دعا کے اثر سے نبوت رہی، اب بنی اسمٰعیل میں آئی۔ یہ کیا بے انصافی نہ ہوتی کہ ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کی اولاد میں ہمیشہ کیلئے اس دعائے ابراہیمی کا اثر باقی رہے اور ایک محروم رہے۔ مشرکین مکہ کو یہ دعویٰ تھا کہ ہم اولاد ابراہیم ہونے کے علاوہ اس گھر کے خدمت گار ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے تو پہلے ہی اپنے گھر کو شرک کی نجاست سے پاک وصاف رکھنے کا عہد ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام دونوں سے لے لیا تھا، اور اس خاندان نے شرک کی نجاست پھیلا رکھی تھی۔ ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کے بتوں کو توڑا اور اپنے آپ کو اس پر آگ میں ڈالے جانے کا مستحق ٹھہرایا۔ پھر تم کو اولاد ابراہیم ہونے کا فخر ہے۔ وہ بتوں کے دشمن، تم بتوں کے غلام خانہ زاد ہو۔ (کس قدر واضح فرق ہے!)

وَ اِذْ جَعَلْنَا الْبَیْتَ مَثَابَةً لِّلنَّاسِ وَ اَمْنًا ؕ وَ اتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَ عَهِدْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ اَنْ طَهِّرَا بَیْتِیَ لِلطَّآىٕفِیْنَ وَ الْعٰكِفِیْنَ وَ الرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ﴿۱۲۵﴾

۱ اور جب ہم نے (مکہ کے) اس گھر کو (یعنی خانہ کعبہ کو) لوگوں کا مرجع (یعنی گردآوری کا مرکز) اور امن و حرمت کا مقام ٹھہرادیا اور (لوگوں کو حکم دیا کہ) ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ (ہمیشہ کیلئے) نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ اور ہم نے تاکید فرمائی ابراہیم اور اسمٰعیل کو کہ میرا گھر خوب ستھرا رکھو ۲ طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے ﴿۱۲۵﴾

۱ **شان نزول:** حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقام ابراہیم کو مصلیٰ ٹھہرانے کا ذکر آنحضرت ﷺ سے کیا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی، مقام ابراہیم اس پتھر کا نام ہے جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خانہ کعبہ کی تعمیر کی ہے۔ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں یہ پتھر کعبہ کی ایک دیوار میں لگا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو نکال کر اس جگہ رکھ دیا جہاں اب وہ موجود ہے۔ حج کے وقت طواف سے فارغ ہونے کے بعد مقام ابراہیم کے پیچھے دو نفل پڑھنا سنت ہے۔ مکہ اللہ کا گھر ہے اور مدینہ اللہ کے رسول کا گھر ہے۔

۲ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اس آیت میں اللہ کے گھر کو پاک رکھنے سے مراد یہ ہے کہ شرک کی باتوں اور بت پرستی وغیرہ سے اس کو پاک رکھا جائے۔ اگرچہ بنائے کعبہ کے وقت سے ہی مکہ میں شرک نہ پھیلنے کا اہتمام تھا۔ مگر اغوائے شیطانی سے وہاں بت پرستی پھیل گئی اور اس شرک کے دفع کرنے کے ارادے سے اللہ نے نبی آخر الزماں کو پیدا کیا ہے۔ اور خواہ نرمی سے یا سختی سے، اللہ کا یہ ارادہ وقت مقررہ پر ضرور پورا ہوگیا۔ دعائے ابراہیمی کے اثر سے مکہ جس طرح پہلے تھا وہی پھر قائم ہوگیا۔ اللہ سچا ہے۔ آخر مکہ کیا کل جزیرہ عرب سے بت پرستی ایسی گئی جس کے آنے کا خوف قیامت تک جاتا رہا، صحیحین وغیرہ میں روایتیں ہیں کہ یاجوج و ماجوج کے نکلنے کے بعد جب حج عمرہ موقوف ہو جائے گا تو ایک سوکھی سوکھی پنڈلیوں والا حبشی اس کو ڈھا دے گا۔ قسطلانی میں ہے کہ کعبہ دس دفعہ بنایا گیا ہے: ۱ پہلی دفعہ فرشتوں نے۔ ۲ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے۔ ۳ پھر حضرت شیث علیہ السلام نے، ۴ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے، ۵ پھر قوم عمالقہ نے ۶ پھر قوم جرہم کے ایک شخص نے جس کا نام حارث بن مضاض تھا۔ ۷ پھر قصی نے جو پانچویں پیڑی (پشت) میں آنحضرت ﷺ کا دادا تھا۔ ۸ پھر قریش نے۔ ۹ پھر ابن زبیر نے۔ ۱۰ پھر ابن حجاج نے، یہی عمارت آخر تک رہے گی۔

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّ ارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ قَالَ وَ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِیْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ ﴿۱۲۶﴾ وَ اِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَ اِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَ تُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَ ابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ یُزَكِّیْهِمْ ؕ

اور جبکہ دعا مانگی ابراہیم (علیہ السلام) نے کہ اے میرے پروردگار! اس مقام کو امن و امان کا (ایک آباد) شہر بنا دے اور یہاں کے رہنے والوں کو طرح طرح کے پھلوں سے روزی دیجیو جو ان میں سے اللہ اور آخرت کے دن پر (یعنی قیامت پر) ایمان لائیں۔ اللہ نے فرمایا: " (تمہاری دعا قبول ہوئی) اور جو کافر ہوا تھوڑا فائدہ اسے بھی دوں گا پھر (آخرکار) اس کو عذاب دوزخ کی طرف مجبور کروں گا اور وہ بہت بری جگہ ہے" ﴿۱۲۶﴾ اور (یاد کرو) جس وقت ابراہیم اور (ان کے ساتھ) اسمٰعیل (دونوں) خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے (اور دعا مانگتے جاتے تھے کہ) اے ہمارے پروردگار! ہم سے (یہ خدمت) قبول فرما، بیشک تو ہی ہے (دعا کا) سننے والا جاننے والا ﴿۱۲۷﴾ اے پروردگار ہمارے! اور ہم کو اپنا (بندہ) فرمانبردار بنا اور ہماری نسل میں ایک گروہ (پیدا کر) جو تیرا حکم بردار ہو اور ہمیں ہماری عبادتوں کا طریقہ بتلا دے، اور ہم پر اپنی رحمت کے ساتھ رجوع فرما۔ بیشک تو ہی معاف کرنے والا مہربان ہے ﴿۱۲۸﴾ اے پروردگار! ہمارے اور ان (مکے والوں) میں ان ہی میں سے ایک پیغمبر بھیج کہ ان کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب (یعنی قرآن) اور (پختہ) علم سکھائے اور ان کو پاک کرے (یعنی نفوس کی اصلاح کرے)۔

إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿١٢٩﴾ وَمَن يَرْغَبُ عَن مِّلَّةِ إِبْرَاهِيمَ إِلَّا مَن سَفِهَ نَفْسَهُ ۚ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنَاهُ فِي الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿١٣٠﴾ إِذْ قَالَ لَهُ رَبُّهُ أَسْلِمْ ۖ قَالَ أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٣١﴾ وَوَصَّىٰ بِهَا إِبْرَاهِيمُ بَنِيهِ وَيَعْقُوبُ يَا بَنِيَّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الدِّينَ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٣٢﴾ أَمْ كُنتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ إِذْ قَالَ لِبَنِيهِ مَا تَعْبُدُونَ مِن بَعْدِي ۖ

بیشک تو ہی قوت والا جاننے والا ہے ﴿۱۲۹﴾ ۱؎ اور کون ہے جو ابراہیم کے دین سے منہ پھیرے سوائے اسکے کہ جس نے اپنے آپ کو نادانی و جہالت کے حوالے کر دیا ہے، اور بیشک ہم نے اس کا دنیا میں انتخاب کر لیا اور بیشک آخرت میں وہ ہمارے خاص نیکوں میں سے ہے ﴿۱۳۰﴾ جب کہ اس سے فرمایا اسکے پروردگار نے کہ (ہماری ہی) فرمانبرداری کر (تو) عرض کیا کہ میں سارے جہان کے پروردگار کا یعنی تیرا ہی فرمانبردار ہوں ﴿۱۳۱﴾ اور اسی دین کی وصیت ابراہیم نے اپنے بیٹوں کو اور یعقوب نے اپنے بیٹوں کو کی کہ اے میرے بیٹو! بیشک خدا نے تمہارے لئے اس دین (اسلام) کو پسند فرمایا ہے پس تم نہ مرنا مگر مسلمان ہو کر ﴿۱۳۲﴾ کیا تم ۲؎ (اے بنی اسرائیل!) اس وقت موجود تھے جس وقت یعقوب کے سرہانے موت آ کھڑی ہوئی تھی جب کہ اس نے فرمایا اپنے بیٹوں سے کہ میرے (مرنے کے) بعد کس کی عبادت کرو گے۔

بخشش اعمال سے ہے نہ کہ نسب سے

۱؎ **شان نزول:** شرک میں مبتلا ہو کر جو لوگ اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کا پیرو کار بتاتے ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ یہ لوگ ملت ابراہیمی پر تو کسی طرح نہیں ہو سکتے بلکہ یہ لوگ تو ملت ابراہیمی کے مخالف اور اس سے پھرے ہوئے ہیں، تو یہ ان کی کم عقلی اور بیوقوفی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین دنیا میں عالی مرتبہ ہونے کا اور ان کی فرمانبرداری کا، اور انہوں نے اپنی اولاد کو توحید پر مرتے دم تک قائم رہنے کی جو وصیت کی تھی اس کا ذکر فرمایا۔ تا کہ ان لوگوں کو معلوم ہو جاوے کہ یہ لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فرمانبرداری اور وصیت کے مخالف ہیں۔

۲؎ اوپر کی آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وصیت کا ذکر تھا، اور اس آیت میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے

قَالُوۡا نَعۡبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّنَحۡنُ لَهٗ مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۳۳﴾ تِلۡكَ اُمَّةٌ قَدۡ خَلَتۡ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَلَكُمۡ مَّا كَسَبۡتُمۡ ۚ وَلَا تُسۡـَٔلُوۡنَ عَمَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۳۴﴾ وَقَالُوۡا كُوۡنُوۡا هُوۡدًا اَوۡ نَصٰرٰى تَهۡتَدُوۡا ؕ

انہوں نے جواب دیا کہ ہم عبادت کریں گے اس خدائے واحد کی جس کی تو نے عبادت کی اور تیرے باپوں ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق نے کی ہے، اور ہم تو اسی کے حکموں کے فرمانبردار ہیں ﴿۱۳۳﴾ (اے یہود!) یہ ایک امت تھی جو (اپنے وقتوں میں) ہو گزری، اسکے لئے وہ تھا جو اس نے اپنے عمل سے کمایا، تمہارے لئے وہ ہوگا جو تم اپنے عمل سے کماؤ گے، اور ان کے کاموں کی تم سے پرسش نہ ہوگی ﴿۱۳۴﴾ اور کتابی [1] (اہل کتاب) مسلمانوں سے کہتے ہیں: "یہودی یا نصرانی ہو جاؤ راہ پاؤ گے"۔

آخری وقت پر اپنی اولاد سے توحید پر رہنے کا اقرار جو بطور وصیت کے لیا تھا۔ اور اس اقرار میں حضرت یعقوب علیہ السلام کے چچا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے اسی توحید پر قائم رہنے کا ذکر ہے۔ جس سے اولاد یعقوب اور اولاد اسمٰعیل دونوں کو قائل کرنا مقصود ہے، یہ دونوں اپنے بڑوں کے طریقہ پر نہیں ہیں۔ قیامت کے دن بڑوں کے نیک عمل ان کے کام نہیں آدیں گے۔ ہر ایک کو اپنے اپنے عمل کا جدا جدا جواب دینا ہوگا۔ چنانچہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ترمذی وغیرہ میں معتبر سند سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار باتوں کی جواب دہی کے لئے ہر ایک شخص کو قیامت کے دن خدائے تعالیٰ کے روبرو ضرور کھڑا رہنا پڑے گا۔ ① ایک تو یہ کہ نیک عمل دنیا میں کیا کئے۔ ② دوسرے یہ کہ عمر کن کن کاموں میں صرف کی۔ ③ تیسرے جوانی میں کیا کیا۔ ④ چوتھے روپیہ پیسہ کس کس طریقہ سے کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا۔

[1] **شان نزول:** یہود اپنے دین کو راہ راست بتلا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ہمارے دین کو اختیار کر لو، اگر دنیا میں نجات کا طریقہ ہے تو یہی ہے۔ اسی طرح نصاریٰ بھی کہتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ان کو جواب دیا جائے کہ ہم تو ملت ابراہیمی کے پیرو ہیں جس میں کسی طرح کے شرک کا لگاؤ نہیں ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی سے بیزار ہو کر اپنے وطن کو، باپ کو، قوم کو سب کچھ کو چھوڑا۔

قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ ؕ

تم ان لوگوں سے فرماؤ: ''(نہیں) بلکہ ہم تو ابراہیم کے دین کی پیروی کرتے ہیں جو ایک (خدا) کا ہو رہا تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا'' ﴿۱۳۵﴾ (مسلمانو! تم ان سے یہ) کہہ دو کہ ہم تو خدا پر ایمان لائے اور اس پر جو ہماری طرف اترا اور ان تمام تعلیموں پر ایمان لائے ہیں جو ابراہیم کو اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر اتارا گیا اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا، اور (صرف اتنا ہی نہیں بلکہ) ان تمام تعلیموں پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو اور تمام پیغمبروں کو ان کے پروردگار سے ملی ہیں، ہم ان میں سے کسی میں بھی فرق نہیں کرتے اور ہم اسی (ایک خدا) کے فرمانبردار ہیں ﴿۱۳۶﴾ پس اگر یہ[۱] (اہل کتاب) بھی ایمان لے آئیں جس طرح تم ایمان لائے تو بس وہ راہ پا گئے اور اگر وہ پھر گئے تو (سمجھو کہ) پس وہ (تمہاری) مخالفت میں ہیں، تو (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) عنقریب اللہ کفایت کرے گا تم کو ان کی مخالفتوں سے اور وہی سننے والا جاننے والا ہے ﴿۱۳۷﴾

شہادت کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون جس آیت پر گرا تھا

[۱] اوپر ملت ابراہیمی کا ذکر فرما کر اس آیت میں مسلمانوں کو یہ فہمائش ہے کہ اگر تمہاری طرح اہل کتاب بھی راہ راست پر آ کر سب کتب آسمانی اور انبیاء پر ایمان لاویں اور ملت ابراہیمی کے پورے پابند ہو جاویں تو جان لینا کہ انہوں نے ہدایت الٰہی کا راستہ پا لیا اور اگر ایسا نہ ہو تو ان کی ہٹ دھرمی ہے۔ اور اس ہٹ دھرمی کے سبب سے وہ تم سے مخالفت کریں تو کچھ خوف نہ کرو، تمہاری مدد کے لئے اللہ کافی ہے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ ان اہل کتاب میں سے کچھ تو قتل کیے گئے اور کچھ جلا وطن ہوئے اور بعضوں کو جزیہ دینا پڑا۔ نافع کہتے ہیں میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا کہ شہادت کے وقت حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خون

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِی اللّٰهِ وَ هُوَ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ۚ وَ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَ نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ ۙ

(مسلمانو! ان لوگوں سے کہو کہ) ہم تو اللہ کے رنگ میں رنگے گئے اور اللہ کے رنگ سے اور کس کا رنگ بہتر ہے، اور ہم تو اسی کی عبادت کرتے ہیں ﴿۱۳۸﴾ ۱؎ (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) تم فرماؤ: "کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو اور وہی پروردگار ہمارا (بھی) اور تمہارا (بھی) وہی اور ہمارے اعمال ہمارے لئے اور تمہارے اعمال تمہارے لئے اور ہم خالص اسی کو ماننے والے ہیں" ﴿۱۳۹﴾

اسی آیت "فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ" پر گرا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ کے رنگ سے مراد اس آیت میں اللہ کا دین ہے، اور معنی آیت کے یہ ہیں کہ نصاریٰ نے اگرچہ یہ طریقہ نکالا ہے کہ وہ جس کو عیسائی کرتے ہیں تو زرد رنگ میں اس کو نہلاتے ہیں، لیکن اے مسلمانو! تم کو اللہ کی توحید کا رنگ ہاتھ سے نہ دینا چاہیے کہ یہ اللہ کا رنگ ہے، اور اللہ سے بہتر کسی کا رنگ نہیں ہے۔ اور اہل کتاب سے کہہ دو کہ ہم تو ملت ابراہیمی کے موافق خاص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ اس لئے ہم کو اسی کا رنگ کافی ہے۔

۱؎ **شان نزول:** اہل کتاب کی اس بات کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی جو انہوں نے کہی تھی کہ ہم تم سب ایک خدا کے بندے اور فرمانبردار ہیں پھر تم جو اپنے آپ کو صاحب ہدایت اور اوروں کو گمراہ سمجھتے ہو اس کی دلیل تمہارے پاس کیا ہے۔ رہی ہماری دلیل وہ خود تمہاری کتابیں ہیں۔ جن میں یہ موجود ہے کہ نبی آخر الزماں کے پیدا ہونے اور نبی ہو جانے کے بعد اور کوئی دین قائم نہیں رہ سکتا۔ اگرچہ تم نے اپنی کتابوں کی وہ آیتیں بدل ڈالی ہیں لیکن تمہارے علماء میں سے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ جو اسلام لے آئے ہیں وہ تم کو ہر وقت قائل کرتے ہیں۔ اس پر بھی تم کو کچھ حجت ہے تو ہمارا کیا ہمارے آگے آوے گا اور تمہارا کیا تمہارے آگے۔ مگر اتنی بات ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کی خالص عبادت کرتے ہیں اور تم شرک کرتے ہو۔ اور تم یہ جو کہتے ہو کہ ابراہیم، اسماعیل، اسحٰق و یعقوب علیہ السلام ہمارے دین پر تھے، یہ بالکل خدا تعالیٰ کے نزدیک غلط ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح مسلم کی حدیث اوپر گزر چکی ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ خواہ یہودی ہو خواہ نصرانی جو کوئی نبی آخر الزماں پر ایمان نہ لاوے گا اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ سوائے پیروی شریعت محمدی کے اور کچھ چارہ نہیں ہے۔

اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰىؕ قُلْ ءَاَنْتُمْ اَعْلَمُ اَمِ اللّٰهُؕ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ لَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْۚ وَ لَا تُسْــٴَـلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ۠ ﴿۱۴۱﴾

بلکہ تم تو یوں کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کے بیٹے (یہ لوگ بھی) یہودی یا نصرانی تھے، (اے محبوب! ﷺ) تم ان سے کہو: ’’کیا تم زیادہ جاننے والے ہو یا اللہ ہے اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا کہ جو چھپاوے اس گواہی کو جو اللہ کی طرف سے اس کے پاس (آئی ہوئی) موجود ہے، اور جو کچھ تم کر رہے ہو خدا اس سے بے خبر نہیں ہے ﴿۱۴۰﴾ یہ ایک امت تھی جو گزر گئی، ان کے لئے وہ ہے جو عمل کر گئے اور تمہارے لئے وہ ہوگا جو تم اپنے عمل سے کماؤ گے اور ان کے اعمال کی تم سے کچھ پوچھ نہیں ہوگی‘‘ ﴿۱۴۱﴾

سَيَقُولُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾

لے (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے کعبہ کی طرف نماز پڑھنے سے) عنقریب کہیں گے بیوقوف لوگ کہ کس چیز نے مسلمانوں کو (کعبہ کی طرف) پھیر دیا ان کے اس قبلہ سے کہ جس پر وہ (پہلے رخ کر کے نماز پڑھتے چلے آتے) تھے (یعنی بیت المقدس کی طرف (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم کہہ دو کہ مشرق و مغرب (سب) اللہ ہی کا ہے۔ جس کو چاہتا ہے (دین کا) سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔﴿۱۴۲﴾

تبدیلی قبلہ کا حکم

لے **شان نزول:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے بعد تقریباً سوا سال تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی، بعد اس کے عصر کی نماز آپ پڑھ رہے تھے کہ کعبہ کی طرف پھر جانے کا حکم نازل ہوا، آپ فوراً اسی طرف پھر گئے۔ صحیح بخاری میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوا برس تک اللہ تعالیٰ کے حکم سے بیت المقدس کو قبلہ ٹھہرا کر نماز پڑھی لیکن آپ کو اس بات کی بڑی خوشی تھی کہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم جلدی سے ہو جاوے۔ کیونکہ آپ ملت ابراہیمی پر تھے، اس لئے اس ملت کے قبلہ کی آپ کو آرزو تھی۔ اور اس سوا سال میں دس مہینے کے قریب مدینہ منورہ کے قیام کے ہیں، باقی مکہ کے، کیونکہ قریش کے طرح طرح کے جھگڑوں کے سبب سے آپ کے قیام مکہ ہی کے زمانہ میں آپ کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہو گیا تھا۔ اب حکم تبدیل قبلہ سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ تبدیلی قبلہ کے بعد مخالف لوگ طرح طرح کی باتیں بناویں گے لیکن ان کی باتوں کا کچھ خیال نہ کرنا چاہیے۔ مشرق مغرب سب جہتیں اللہ ہی کی ہیں جس امت کا جدھر وہ چاہے قبلہ ٹھہرا سکتا ہے۔ مسند امام احمد، بخاری، ترمذی وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ سوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور نبیوں کی امتیں اپنے نبیوں کو قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے روبرو جھٹلاویں گی، اور یہ کہیں گی کہ ہم کو کسی نبی نے خدا کا حکم نہیں پہنچایا، ورنہ ہم ضرور اس کے موافق چلتے۔ انبیاء کہیں گے کہ یا اللہ ہم نے ان کو تیرا حکم پہنچا دیا لیکن انہوں نے اس کو نہ مانا۔ خدا تعالیٰ عالم الغیب ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ دنیا کی ابتداء سے قیامت تک جو کچھ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کے موافق ہونے والا تھا اس کو دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے سزا و جزا کا مدار ہر چیز کے دنیوی ظہور پر رکھا ہے، اپنے علم غیب پر نہیں رکھا۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪

اور (اے مسلمانو! جیسے ہم نے تم کو اب ٹھیک قبلہ بتا دیا ہے) اسی طرح ہم نے تم کو (سب اُمتوں میں) افضل بنا دیا ہے تاکہ لوگوں پر تم گواہ ہو جاؤ اور یہ رسول تمہارے گواہ بنے، اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے اسی غرض سے اس قبلہ کو مقرر نہیں کیا جس پر تم (پہلے) تھے (یعنی بیت المقدس) کہ جب قبلہ بدلا جائے تو) ہم کو معلوم ہو جائے کہ کون رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹا پھر جاتا ہے، اور بیشک یہ بات (بہت) دشوار تھی مگر ان لوگوں پر کہ جن کو خدا نے ہدایت کی (ان پر کچھ دشوار نہیں) ۱؎ اور اللہ کی شان نہیں کہ تمہارا ایمان ضائع کرے، بیشک اللہ لوگوں کے ساتھ شفقت کرنے والا مہربان ہے ﴿۱۴۳﴾ بیشک ہم دیکھ رہے ہیں ۲؎ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم حکم کے انتظار میں) بار بار تمہارا آسمان کی طرف منہ کرنا تو ضرور ہم تمہیں اسی قبلہ کی طرف پھر جانے کا حکم دیں گے جس میں تمہاری خوشی ہے۔

۱؎ **شانِ نزول:** بیت المقدس کی طرف نماز پڑھنے کے زمانہ میں جن صحابہ نے وفات پائی ان کے رشتہ داروں نے تحویل قبلہ کے بعد ان کی نمازوں کا حکم دریافت کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اطمینان دلایا گیا کہ ان کی نمازیں ضائع نہیں ہوئیں ان پر ثواب ملے گا۔

تبدیلی قبلہ کا ذکر

۲؎ **شانِ نزول:** سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ کا قبلہ بنایا جانا پسند خاطر تھا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس امید میں آسمان کی طرف نظر فرماتے تھے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ آپ نماز ہی میں کعبہ کی طرف پھر گئے۔ مسلمانوں نے بھی آپ کے ساتھ اسی طرف رخ کیا۔ توریت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کے سلسلہ میں یہ بھی مذکور تھا کہ آپ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف

فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَإِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُونَ أَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿۱۴۴﴾ وَلَئِنْ أَتَيْتَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَا أَنْتَ بِتَابِعٍ قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ

پس ابھی اپنا منہ پھیر لو مسجد الحرام (یعنی کعبہ) کی طرف اور (اے مسلمانو! تم بھی) جہاں کہیں ہو اسی کی طرف منہ کرلو، اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بیشک وہ لوگ جو اہل کتاب ہیں ضرور جانتے ہیں کہ یہ (تحویل قبلہ) ان کے پروردگار کی طرف سے حق ہے، اور جو تدبیریں یہ لوگ کر رہے ہیں خدا اس سے بے خبر نہیں ہے ﴿۱۴۴﴾ اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم [1]) اگر تم اہل کتاب کے پاس ہر دلیل لے کر آؤ تو بھی وہ تمہارے قبلہ کو ہرگز نہ مانیں گے، اور نہ تم ہی ان کے قبلے کی پیروی کرنے والے ہو اور ان میں کا کوئی (فریق) بھی دوسرے (فریق) کے قبلے کی پیروی کرنے والا نہیں۔

پھریں گے اور ان کے انبیاء نے بشارتوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ نشان بتایا تھا کہ آپ بیت المقدس و کعبہ دونوں قبلوں کی طرف نماز پڑھیں گے۔

مسائل القرآن: صحیح بخاری، صحیح مسلم وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ حالت سفر میں نفل نماز سواری پر جدھر سواری کا منہ ہو ادھر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح فرض نماز حالت خوف میں اور حالت سفر میں قبلہ کے مشتبہ ہو جانے کی صورت میں بغیر جہت کعبہ کے ہو جاتی ہے۔

[1] **شان نزول:** وہ باوجود نبی کے معجزات کے دیکھنے کے راہ راست پر نہیں آتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تسکین کیلئے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ ان لوگوں کا کفر عنادی ہے، ان کو سینکڑوں معجزے بھی دکھائے جاویں تو کچھ فائدہ نہیں۔ یہ ممکن نہیں کہ وہ حق بات کو سمجھیں اور راہ راست پر آجائیں اور کعبہ کو قبلہ تسلیم کریں۔ پھر فرمایا کہ تمہارا قبلہ خدا کی طرف سے ٹھہر چکا ہے اس واسطے تم بھی مثل سابق کے اب بیت المقدس کو قبلہ نہیں بنا سکتے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب ٹھہرا کرامت کے لوگوں کو بطور تنبیہ کے یہ سنایا کہ اللہ کی طرف سے ایک حکم آجانے کے بعد اب اگر کوئی مسلمان شخص اہل کتاب کے بہکاوے میں آجاوے گا تو وہ بڑا ناانصاف ہے۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِیْقًا مِّنْهُمْ لَیَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۱۴۷﴾ وَ لِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّیْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ

اور (اے مخاطب!) اگر تو اس علم کے بعد جو تجھے پہنچا ہے ان کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرے گا تو ضرور اس وقت تو ظالموں میں سے ہوگا ﴿۱۴۵﴾ وہ[۱] لوگ جنہیں ہم نے کتاب (توریت) دی ہے (ان کے علماء) انہیں (یعنی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو) اس طرح پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، اور بیشک ان میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حق (بات) کو چھپاتا ہے جان بوجھ کر ﴿۱۴۶﴾ (اے سننے والے یہ تحویل قبلہ) برحق (اور) تیرے پروردگار (کے حکم) سے ہے، پس تو کہیں شک کرنیوالوں میں سے نہ ہو جائے ﴿۱۴۷﴾ اور ہر ایک[۲] (فریق) کیلئے ایک سمت (مقرر) ہے کہ وہ ادھر ہی (عبادت میں) منہ کرتا ہے۔ پس تم اے مسلمانو! نیکیوں میں سبقت لے جاؤ۔

[۱] **شان نزول:** اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر فرمایا کہ اگرچہ اصل کتابیں تو ان لوگوں نے بدل ڈالی ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جتلا دیا ہے تو کسی مسلمان کو اس میں کچھ شک وشبہ نہیں کرنا چاہیے کہ نبی آخر الزماں کی پوری علامتیں اہل کتاب کی کتابوں میں موجود ہیں۔ یہود میں سے عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ مشرف باسلام ہوئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے دریافت کیا کہ آیہ یَعْرِفُوْنَ میں جو معرفت بیان کی گئی ہے اس کی کیا شان ہے؟۔ انہوں نے فرمایا: "اے عمر! (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو بے اشتباہ پہچان لیا اور میرا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچاننا اپنے بیٹوں کو پہچاننے سے بدرجہا زیادہ بہتر ہے"۔

[۲] **شان نزول:** قبلہ کی تبدیلی کے بعد اہل کتاب اور اہل مکہ طرح طرح کی باتیں بناتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ ہر ایک امت کا ایک قبلہ ہے۔ جس کی طرف وہ لوگ منہ کرتے ہیں۔ یہود کا قبلہ مثلاً بیت المقدس ہے۔ نصاریٰ کا مشرق اور مسلمانوں کا قبلہ جب تک حکم تھا بیت المقدس رہا، اب ان کا قبلہ کعبہ قرار پایا ہے۔

اَیْنَ مَا تَكُوْنُوْا یَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِیْعًاؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۱۴۸) وَ مِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِؕ وَ اِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (۱۴۹) وَ مِنْ حَیْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِؕ وَ حَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗۙ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَیْكُمْ حُجَّةٌۗ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْۗ

جہاں کہیں تم ہو، اللہ تم سب کو اکٹھا کر کے (اپنے پاس) لے آئے گا، بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے (۱۴۸) اور جس جگہ سے آؤ تو (نماز میں) اپنا منہ مسجد الحرام کی طرف کرو، اور بیشک یہی (نیا قبلہ) برحق ہے تمہارے پروردگار کے حکم سے اور اللہ تمہارے عملوں سے غافل نہیں (۱۴۹) اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [۱]) جہاں سے آؤ تو اپنا منہ (نماز میں) مسجد حرام کی طرف کرو، اور (اے مسلمانو!) تم بھی جہاں کہیں ہو اپنے منہ کو (نماز میں) اسی کی طرف کرو (بار بار حکم دینے سے غرض یہ ہے) کہ لوگوں کو تم پر (کسی قسم کی) حجت (باقی) نہ رہے، مگر جن لوگوں نے ظلم کیا ہے اس جماعت سے۔

[۱] توریت میں جہاں نبی آخر الزماں کی اور علامتوں اور نشانیوں کا ذکر تھا وہاں ایک علامت تبدیل قبلہ کی بھی تھی اس واسطے فرمایا کہ تبدیل قبلہ کے بعد ناانصافی سے اہل کتاب کو باتیں بنانے کے سوا توریت کے حوالہ سے کچھ بحث کرنے کا موقع باقی نہیں رہا۔ پھر فرمایا: "اگر ان میں سے کوئی شخص کچھ غلط حجت کرے بھی تو اس کا کچھ خوف نہیں کرنا چاہیے بلکہ خوف تو ہر مسلمان کو اس بات کا کرنا چاہیے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کی مخالفت نہ ہو جاوے کہ اس کا عذاب بھگتنا پڑے، حالانکہ اس کا عذاب انسان کی برداشت سے باہر اور بہت سخت ہے"۔ اس لئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان کو بہ نسبت اور کسی کی مخالفت کے خوف کے، اللہ کے حکم کی مخالفت سے اس کے عذاب کا بڑا خوف کرنا چاہیے۔ نعمت الٰہی کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم لوگ ملت ابراہیمی پر تھے جو شرک سے بالکل پاک وصاف ہے، اسی طرح قبلہ ابراہیمی کا حکم نازل ہو جانے سے وہ نعمت اب پوری ہوگئی۔

فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۗ وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَ يُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾

تم ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو، اور یہ اس لئے کہ میں اپنی نعمتیں تم کو بھرپور دوں اور کسی طرح تم ہدایت پاؤ ﴿۱۵۰﴾ (مسلمانو! یہ احسان بھی اسی قسم کے ہیں ۱) جیسا ہم نے تم میں تمہاری قوم میں کے ایک رسول کو بھیجا جو پڑھ کر سناتا ہے تم کو ہماری آیتیں اور تمہاری اصلاح کرتا ہے اور تمکو کتاب (یعنی قرآن) اور عقل (کی باتیں) سکھاتا ہے، اور تم کو وہ تعلیم فرماتا ہے جو تم نہیں جانتے تھے ﴿۱۵۱﴾ پس یاد کرو تم مجھ کو تاکہ یاد کروں میں تم کو اور تم میرا شکریہ ادا کرو اور تم میری ناشکری نہ کرو ﴿۱۵۲﴾ ۲ اے مسلمانو! (تم کو کسی طرح کی مشکل پیش آئے تو اس کے لئے) صبر اور نماز سے مدد لو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ﴿۱۵۳﴾

۱ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ملت ابراہیمی کی نعمت تم کو عطا کی اسی طرح یہ بھی نعمت ہے کہ وہ ملت تمہاری قوم بنی اسمٰعیل کے نبی کی معرفت تم کو عطا ہوئی تاکہ غیر قوم کی اطاعت کا رکاوٹ باقی نہ رہے۔ ابن ماجہ وغیرہ میں معتبر سند آئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو قرآن اور قرآن کے ساتھ ہی اس کے احکام مفصل طور پر بیان کرنے کو کہا گیا۔ یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ارکان دین کے اکثر مسئلے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے مختصر طور پر ذکر فرما کر ان کا تفصیلی بیان اپنے محبوب ﷺ کے سپرد کیا ہے کہ ان آیتوں کی تفصیل قول سے، فعل سے اچھی طرح امت کے لوگوں کو سمجھا دو تاکہ وہ لوگ قرآن کی آیتوں کے معنی میں فکر وغور کر سکیں۔ چنانچہ اللہ کے حکم کے موافق آنحضرت ﷺ نے قرآن کا مطلب بخوبی اپنے صحابہ کو اور صحابہ نے تابعین کو سمجھا دیا جو سلسلہ بہ سلسلہ آج تک چلا آتا ہے اور اسی کو قرآن کی تفسیر کہتے ہیں۔

۲ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کو جب کوئی سخت مہم پیش آتی تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔ اور نماز سے مدد چاہنے میں نماز استسقاء وصلوٰۃ حاجت داخل ہیں۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾

اور جو ۱؎ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انکو نہ کہو کہ: ''وہ مردہ ہیں'' بلکہ وہ زندہ ہیں اور لیکن (ان کی زندگی کی حقیقت) تم نہیں سمجھتے ﴿۱۵۴﴾ اور بیشک ہم تم کو ضرور آزمائیں گے کچھ ۲؎ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے، اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنادو ﴿۱۵۵﴾

شہداء کرام کا ذکر

۱؎ **شان نزول:** یہ آیت شہداء بدر کے حق میں نازل ہوئی۔ لوگ شہداء کے حق میں کہتے تھے کہ فلاں کا انتقال ہوگیا وہ دنیوی آسائش سے محروم ہوگیا۔ ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی موت کے بعد بھی اللہ شہداء کو حیات عطا فرماتا ہے، ان کی ارواح پر رزق پیش کیے جاتے ہیں، انہیں راحتیں دی جاتی ہیں، ان کے عمل جاری رہتے ہیں، اجر وثواب بڑھتا رہتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں جنت کی سیر کرتی اور وہاں کے میوے اور نعمتیں کھاتی ہیں۔

مسئلہ: اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار بندوں کو قبر میں جنتی نعمتیں ملتی ہیں۔ شہید وہ مسلمان مکلف طاہر ہے جو تیز ہتھیار سے ظلماً مارا گیا ہو، اس کے قتل سے مال بھی واجب نہ ہوا ہو، معرکہ جنگ میں مردہ پایا گیا اور اس نے کچھ آسائش نہ پائی، اس پر یہ احکام ہیں کہ نہ اس کو غسل دیا جائے، نہ کفن۔ انہی کپڑوں ہی میں رکھا جائے۔ آخرت میں شہید کا بڑا مرتبہ ہے۔ بعض شہداء یہ ہیں (۱) جیسے ڈوب کریا، (۲) جل کریا (۳) دیوار کے نیچے دب کر مرنے والا، (۴) طالب علم، (۵) سفر حج، (۶) راہ خدا میں مرنے والا اور (۷) نفاس میں مرنے والی عورت اور (۸) پیٹ کے مرض اور (۹) طاعون اور (۱۰) ذات الجنب اور (۱۱) سل دق اور (۱۲) جمعہ کے روز مرنے والے۔ ان کو غسل دینا، کفن دینا واجب ہے لیکن آخرت میں ان کیلئے شہادت کا بڑا درجہ ہے۔

مصیبت کے وقت صبر کرنے کا ذکر

۲؎ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ جو شخص مصیبت کے وقت صبر کرے گا اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق اس کو پورا اجر دے گا۔ لیکن ہر نیکی کا اجر دس درجہ سے لے کر سات سو تک ہے مگر صبر جیسی مشکل چیز ہے اسی طرح اس کا ثواب بھی اندازہ سے باہر ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بسند معتبر روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعضے بندوں کو عقبیٰ میں بڑا درجہ دینا چاہتا ہے لیکن ان کے اعمال اس درجہ کے قابل نہیں ہوتے، اس لئے ان کو بعض مصیبتوں سے آزماتا ہے۔ اور جب وہ صابر رہتے ہیں تو ان کو صبر کے اجر میں اللہ تعالیٰ عقبیٰ میں بڑے درجہ کے قابل کر دیتا ہے۔ اسی طرح صبر کرنے سے

الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾

کہ جب ان پر کوئی مصیبت آپڑے تو کہیں: ''بیشک ہم اللہ ہی کے ہیں (جس حال میں چاہے رکھے) اور ہم کو اس ہی کے پاس جانا ہے'' ﴿۱۵۶﴾ یہی لوگ ہیں کہ جن پر درودیں اور رحمت ہے ان کے پروردگار کی طرف سے، اور یہی لوگ ہدایت پانے والے ہیں ﴿۱۵۷﴾ بیشک (کوہ[ا]) صفا اور (کوہ) مروہ خدا کی (ٹھہرائی ہوئی) نشانیاں یعنی (ادب گاہوں) میں سے ہیں، پس جو کوئی کعبہ کا حج یا عمرہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ ان دونوں کے درمیان طواف کرے اور جو کوئی اپنی خوشی سے نیکی کرے تو خدا نیکی کا صلہ دینے والا خبردار ہے ﴿۱۵۸﴾

گناہ بھی معاف ہو جاتے ہیں۔ اس لئے مسلمان آدمی کو مصیبت سے گھبرانا نہیں چاہیے بلکہ ایسے وقت پر صبر اور نماز سے مدد لینی چاہیے۔ مال کے نقصان کے معنی: ''تجارت میں گھاٹا آجاوے، یا چوری ہو جائے، جان کا نقصان، رشتہ داروں یا دوستوں کا مرجانا''، خوف سے مراد ''دشمنوں کا خوف ہے''۔ بھوک سے مراد: ''محتاجی وقحط، میوہ کا نقصان باغ پیڑوں میں پھل کا نہ آنا یا کم آنا، یا اولاد کی موت کیونکہ اولاد کو بھی پھل کہتے ہیں۔ ترمذی وغیرہ میں ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب کسی مسلمان شخص کی اولاد کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ملک الموت سے فرماتا ہے کہ جس وقت تو نے میرے بندے کے پھل کو اس سے چھین لیا تو اس وقت میرے بندے نے کیا کہا فرشتہ جواب دیتا ہے کہ یا اللہ! اس وقت تیرے بندے نے انا للہ، پڑھی اور تیری تعریف کی، نہ کچھ بے صبری کی، نہ کوئی ناجائز کلمہ منہ سے نکالا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اچھا ایسے بندے کے لئے جنت میں ایک گھر تیار کرو اور اس کا نام (بیت الحمد) اللہ کی تعریف کا گھر رکھو''۔

[ا] **شان نزول:** حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عبادات حج جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھائے گئے ہیں، صفا و مروہ کا دوڑنا بھی انہی میں سے ہے۔ کیونکہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا پانی کی تلاش میں ان پہاڑوں کے مابین زمزم کا چشمہ نکلنے سے پہلے دوڑی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے اس فعل کو حج کی عبادت میں داخل کر دیا ہے اور یہ آیت نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِیۡنَ یَکۡتُمُوۡنَ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا مِنَ الۡبَیِّنٰتِ وَ الۡہُدٰی مِنۡۢ بَعۡدِ مَا بَیَّنّٰہُ لِلنَّاسِ فِی الۡکِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِکَ یَلۡعَنُہُمُ اللّٰہُ وَ یَلۡعَنُہُمُ اللّٰعِنُوۡنَ ﴿۱۵۹﴾ ۙ اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا وَ اَصۡلَحُوۡا وَ بَیَّنُوۡا فَاُولٰٓئِکَ اَتُوۡبُ عَلَیۡہِمۡ ۚ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۶۰﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا وَ مَاتُوۡا وَ ہُمۡ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ عَلَیۡہِمۡ لَعۡنَۃُ اللّٰہِ وَ الۡمَلٰٓئِکَۃِ وَ النَّاسِ اَجۡمَعِیۡنَ ﴿۱۶۱﴾ ۙ خٰلِدِیۡنَ فِیۡہَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنۡہُمُ الۡعَذَابُ وَ لَا ہُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ ﴿۱۶۲﴾ وَ اِلٰـہُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِیۡمُ ﴿۱۶۳﴾ ع

بیشک جو لوگ چھپاتے ہیں ان کھلے کھلے احکام کو اور ہدایت کو کہ جس کو ہم نے نازل کیا بعد اس کے کہ لوگوں کے لئے ہم اسے کتاب میں بھی واضح فرما چکے، تو ان پر اللہ کی لعنت ہے اور لعنت کرتے ہیں ان پر لعنت کرنے والے ﴿۱۵۹﴾ مگر وہ جنہوں نے توبہ کی اور نیکی اختیار کی اور (جو کچھ کتاب میں تھا) صاف صاف بیان کر دیا تو میں ان کی توبہ قبول فرماؤں گا، اور میں بڑا معاف کرنے والا مہربان ہوں ﴿۱۶۰﴾ بیشک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور وہ کافر ہی مرے ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور سب لوگوں کی ﴿۱۶۱﴾ ہمیشہ اس لعنت میں رہیں گے اور نہ ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جاوے گی [۱] ﴿۱۶۲﴾ اور تمہارا خدا (تو وہی) ایک خدا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر وہی بڑی رحمت والا مہربان ہے ﴿۱۶۳﴾

[۱] **شان نزول:** مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی صفت پوچھی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ اسم اعظم ان دو آیتوں میں ہے: اِلٰـہُکُمۡ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ ۚ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ الرَّحۡمٰنُ الرَّحِیۡمُ اللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ اَلۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ۔ یہ حدیث ابوداؤد و ترمذی و مسند امام احمد ابن ماجہ میں ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۠ وَّتَصْرِيفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُونَ ﴿۱۶۴﴾

لہ بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں اور رات دن کے آنے جانے میں اور جہازوں میں جو لوگوں کے فائدے کی چیزیں (یعنی مال تجارت) سمندر میں لے کر چلتے ہیں اور اس پانی میں کہ برسایا اللہ نے آسمان سے، پھر اس کے ذریعہ سے زمین کو اس کے مرنے (یعنی خشک ہونے) کے بعد پھر زندہ (یعنی شاداب) کیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادلوں میں جو (خدا کے حکم کے) آسمان و زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں۔ بیشک ان سب چیزوں میں ان لوگوں کے لئے جو عقل رکھتے ہیں نشانیاں (موجود) ہیں ﴿۱۶۴﴾

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل

لہ **شان نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت لکھی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ قریش نے ایک دفعہ آنحضرت ﷺ سے کہا کہ آپ کی دعا سے اگر یہ مکہ کا صفا پہاڑ سونے کا ہو جاوے تو ہم لوگ آپ پر ایمان لے آویں گے، اور اس سونے سے ہتھیار اور گھوڑے خرید کر کے آپ کے ساتھ ہو کر جہاد کریں گے۔ اس پر آپ نے قریش سے مضبوط وعدہ ایمان کا لیا اور اللہ تعالیٰ سے صفا پہاڑ کے سونے کے ہو جانے کی دعا کی۔ حضرت جبرائیل آنحضرت کے پاس آئے اور اللہ تعالیٰ کا یہ پیام پہنچایا کہ صفا پہاڑ کے سونے کے ہو جانے کے بعد اگر یہ لوگ ایمان نہ لاویں گے تو ان پر بہت سخت عذاب نازل کیا جاوے گا۔ اگر یہ ان کو منظور ہے تو صفا پہاڑ بھی سونے کا کر دیا جاوے گا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے دعا کی: ''یا اللہ! ان لوگوں کو اور مجھ کو اسی حال پر چھوڑ دیا جائے''۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ صفا پہاڑ کا سونے کا ہو جانا دور از عقل خیال کر کے ان لوگوں نے اپنے ایمان لانے کو جو اس پر منحصر رکھا ہے، عقلمند کیلئے اس سے بڑھ کر دور از عقل نشانیاں اللہ کی قدرت کی دنیا میں موجود ہیں۔ مثلاً۔ ❶ آسمان کا بلا ستون کے قائم رہنا۔ ❷ اور تاروں کا معلق ہونا ❸ اس خوبی کے ساتھ ہوا کا بادلوں کو اکٹھا کرنا۔ ❹ موسم پر ہر سال ضرورت کے موافق مینہ برسنا اور ❺ اس سے

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾

اور[1] لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے سوا اوروں کو معبود ٹھہراتے ہیں اور انہیں اللہ کی طرح محبوب رکھتے ہیں، اور جو ایمان والے ہیں ان کو تو سب سے بڑھ کر خدا کی محبت ہوتی ہے (اور افسوس کریں) اگر ظالم وہ وقت دیکھیں جبکہ عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے آئے گا اس لئے کہ ہر طرح کی قوت اللہ ہی کو ہے، اور اس لئے کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے ﴿۱۶۵﴾ (یہ ایسا ٹیڑھا وقت ہوگا) جبکہ کافروں کے سردار اپنی پیروی کرنے والوں سے بیزار ہوں گے اور (عذاب) آنکھوں سے دیکھ لیں گے، اور ان کے (آپس کے) تعلقات (سب) ٹوٹ جائیں گے ﴿۱۶۶﴾

طرح طرح کی پیداوار کا زمین سے حاصل ہونا اور ❻ پتھر کا سونا ہونا جو جگہ جگہ زمین میں سونے کی کان نکلتی ہے۔ جو سونا دنیا بھر میں برتا جاتا ہے۔ اگر صفا پہاڑ سونے کا ہو جائے تو کیا تعجب کی بات ہے، اور اس پر ایمان کا لانا کیا منحصر ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اسے بھی سونے کی ایک کان ہی سمجھا جائے گا۔ اگر یہ لوگ اللہ کی قدرت کے نمونے دیکھ کر اس کو پہچاننا اور اس پر ایمان لانا چاہتے ہیں تو ہزاروں لاکھوں کروڑوں نمونے اللہ کی قدرت کے عقلمند کے لئے دنیا میں موجود ہیں۔

بت پرستوں کا انجام

[1] **شان نزول:** اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو اپنی قدرت اور وحدانیت کی نشانیاں بتلائیں۔ ان نشانیوں کو دیکھ کر قریش ایمان نہ لائے اور اپنے شرک پر اڑے رہے، تو ان کے شرک کا دنیا اور آخرت میں جو انجام ہے اس کی حالت ظاہر فرمانے کی غرض سے یہ آیت نازل فرمائی۔ دنیا میں ان کے شرک کے سبب سے بدر کی لڑائی میں وہ رسوائی ان کی ہوئی جس کی تفصیل جنگ بدر کے قصہ میں آوے گی۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۱۶۸﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَاۤ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ

اور پیروی کرنے والے کہیں گے کہ اے کاش! (ایک دفعہ دنیا میں) پھر ہم کو لوٹا دیا جائے تو ہم بھی ان سرداروں سے اسی طرح بیزار ہو جاویں جیسا یہ ہم سے (اس وقت) بیزار ہو گئے، اسی طرح اللہ انہیں دکھائے گا ان کی (بد) اعمالیوں کو (خالی) ارمان کر کے اور (اس پر بھی) ان کو دوزخ سے نکلنا (نصیب) نہ ہوگا ۱ ﴿۱۶۷﴾ اے لوگو! کھاؤ تم جو کچھ زمین میں چیزیں حلال پاکیزہ ہیں، اور قدم بقدم شیطان کے نہ چلو بے شک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ﴿۱۶۸﴾ وہ تو تمہیں بدی اور بے حیائی ہی (کے کام کرنے) کو کہے گا اور یہ (چاہے گا) کہ تم اپنی طرف سے بے سمجھے خدا پر بہتان باندھو ﴿۱۶۹﴾ اور جب کہا جاتا ہے ان (لوگوں) سے کہ تم اس کی پیروی کرو جو خدا کی طرف سے اترا ہے، تو کہتے ہیں: "بلکہ ہم تو اسی کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا"۔

حلال وحرام کا ذکر

۱ **شان نزول:** یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے جانوروں کو اپنے اوپر حرام ٹھہرا لیا تھا مثلاً وہ جانور جن کو وہ سانڈ کے طور پر یا اس کے کان چیر کر چھوڑ دیتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ فرمایا کہ توحید و قرآن پر ایمان لاؤ، اور پاک چیزوں کو حلال جانو جنہیں اللہ نے حلال کیا اور جب باپ دادا ہی دین کے امور کو نہ سمجھتے ہوں اور راہ راست پر نہ ہوں تو ان کی پیروی کرنا حماقت و گمراہی ہے۔ اور جس طرح چوپائے، چرانے والے کی صرف آواز ہی سنتے ہیں، کلام کے معنی نہیں سمجھتے، یہی حال ان کفار کا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائے مبارک کو سنتے ہیں لیکن اس کے معنی ذہن نشین کر کے ارشاد فیض بنیاد سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا كَمَثَلِ الَّذِيْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ۭ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ

(کیا تقلید کرتے ہیں) اگرچہ ان کے باپ دادا (دین کی) کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتے تھے اور نہ رستہ پاتے تھے ﴿۱۷۰﴾ اور کافروں کو سمجھانے کی مثال ایسی ہے کہ جیسا کوئی شخص ان (جانوروں) کو آواز دیوے کہ جو بجز پکار اور آواز کے کچھ نہیں سنتے۔ وہ کافر بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے اس لئے کچھ نہیں سمجھتے ﴿۱۷۱﴾ لہ اے ایمان والو! کھاؤ ان پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو روزی دی ہے اور اللہ کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ ۲ ﴿۱۷۲﴾ خدا نے تم پر صرف مردار کو اور خون کو اور سور کا گوشت اور جس (جانور) پر (ذبح کرتے وقت) خدا کے نام کے سوا کسی اور کا نام پکارا جاوے حرام کئے ہیں۔

لہ مسلم اور ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ بدون پاک چیز کے اور کوئی چیز اللہ کی بارگاہ میں قبول نہیں ہوتی۔ بعضے لوگ رات دن طرح طرح کی دعائیں اللہ کی جناب میں کرتے ہیں، اور حاجتوں کا روا ہونا اس کی بارگاہ سے چاہتے ہیں اور جب دعا قبول نہیں ہوتی تو مایوس ہو جاتے ہیں۔ جب تک اکل حلال روزی نہ ہو دعا میں کہاں سے تاثیر ہوگی۔ اس آیت میں حلال روزی کی تاکید آئی ہے۔

۲ اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ فرمایا تھا کہ جو کچھ ہم نے دیا ہے وہ کھاؤ اور شکر کرو۔ اس آیت میں اس دی ہوئی چیز میں سے جو کچھ دنیا میں امتحان کے طور پر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر حرام کیا ہے اس کا ذکر فرمایا۔ اس آیت میں فقط مردار کا لفظ فرمایا ہے اور سورۂ مائدہ میں مردار کی تفصیل فرمائی ہے۔ جو حلال جانور بغیر ذبح کئے مر جائے، یا اس کو طریق شرع کے خلاف مارا گیا ہو مثلاً گلا گھونٹ کر یا لاٹھی پتھر، ڈھیلے غلے، گولی سے مار کر ہلاک کیا گیا ہو، یا وہ گر کر مر گیا ہو، یا کسی جانور نے سینگ سے مارا ہو، یا کسی درندے نے ہلاک کیا ہو اس کو مردار کہتے ہیں۔ **مسئلہ:** مردار جانور کا کھانا حرام ہے مگر اس کا پکا ہوا چمڑا کام میں لانا اور اس کے بال، سینگ، ہڈی وغیرہ سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ (تفسیر احمدی)

مسئلہ: خون ہر جانور کا حرام ہے اگر بہنے والا ہو۔ **مسئلہ:** جس جانور پر بوقت ذبح غیر خدا کا نام لیا جائے، خواہ تنہا ہو یا

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ يَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا لا اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ج وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾

(لیکن جو شخص بھوک سے بہت ہی بیتاب ہو جائے بشرطیکہ خواہش سے نہ کھائے اور ضرورت سے آگے نہ بڑھے (جان بچانے کے لئے) اس پر (ان چیزوں کے کھانے میں) گناہ نہیں۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۷۳﴾ لہ بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں ان احکام کو جو خدا نے (اپنی) کتاب (توراۃ) میں نازل کئے اور اس کے بدلے تھوڑا سا (دنیاوی) معاوضہ حاصل کرتے ہیں، یہ لوگ کچھ نہیں کھاتے مگر اپنے پیٹوں میں آگ (بھرتے ہیں) اور قیامت کے دن خدا ان سے بات نہیں کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے درد ناک عذاب ہے ﴿۱۷۴﴾

خدا کے ساتھ عطف سے ملا کر، وہ حرام ہے۔ وقت ذبح سوائے خدا کے کسی غیر کا نام لینے سے حرام ہے۔ **مسئلہ:** اگر ذبح فقط اللہ کے نام پر کیا اور اس سے قبل یا بعد غیر کا نام لیا مثلاً یہ کہا کہ عقیقہ کا بکرا، ولیمہ کا دنبہ یا جس کی طرف سے وہ ذبیحہ ہے اسی کا نام لیا، یا جن اولیاء کیلئے ایصال ثواب مطلوب ہے ان کا نام لیا، تو یہ جائز ہے، اس میں کچھ حرج نہیں (تفسیر احمدی) مضطروہ ہے جو حرام چیز کے کھانے پر مجبور ہوا اور اس کو نہ کھانے سے خوف جان ہو خواہ شدت کی بھوک یا ناداری کی وجہ سے جان پر بن جائے اور کوئی حلال چیز ہاتھ نہ آئے یا کوئی شخص حرام کے کھانے پر جبر کرتا ہو اور اس سے جان کا اندیشہ ہو۔ ایسی حالت میں جان بچانے کے لئے حرام چیز کا بقدر ضرورت یعنی اتنا کھا لینا جائز ہے کہ خوف ہلاکت نہ رہے۔

حق بات چھپانے کی مذمت

لہ **شان نزول:** یہود لوگ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے پہلے بڑے عالم وقت کہلاتے تھے، اور ان کی قوم کے جاہل لوگوں نے ان کے وظیفے مقرر کر رکھے تھے۔ آنحضرت ﷺ کے نبی ہونے کے بعد یہود نے آپ کے اصلی اوصاف کو جو توریت میں مذکور تھے اس خوف سے چھپا ڈالا کہ آپ کے اصلی اوصاف لوگوں پر کھل جائیں گے، تو لوگ آپ کو نبی برحق جان کر آپ کی طرف رجوع کریں گے اور ہم کو پھر کوئی نہیں پوچھے گا، اور ہماری آمدنی بالکل بند ہو جاوے گی۔ یہود کی اس مذمت میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ تھوڑے لالچ کے مقابلہ میں انہوں نے حق بات کو چھپا کر اپنے پیٹ میں آگ بھری ہے اور اللہ ان سے ایسا ناخوش ہے کہ قیامت کے دن ان سے بات نہ کرے گا۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ۚ فَمَا أَصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ﴿۱۷۵﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ نَزَّلَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا فِي الْكِتَابِ لَفِي شِقَاقٍ بَعِيدٍ ﴿۱۷۶﴾ لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ ۚ

یہ وہی لوگ ہیں کہ جنہوں نے مول لیا ہے ہدایت کے بدلے گمراہی کو اور (آخرت کی) بخشش کے بدلے عذاب کو، پس کیا بڑی برداشت ہے انہیں دوزخ کی آگ کی ﴿۱۷۵﴾ یہ اس لئے ہے کہ اللہ نے کتاب حق کے ساتھ اتاری اور بے شک جنہوں نے اختلاف کیا اس کتاب میں البتہ وہ پرلے درجے کی مخالفت میں ہیں ﴿۱۷۶﴾ (مسلمانو!) نیکی[1] یہی نہیں کہ تم (نماز میں) اپنا منہ مشرق ومغرب کی طرف کرلو بلکہ (اصل) نیکی تو ان کی ہے جو یقین رکھے خدا پر اور روز قیامت پر اور فرشتوں پر اور (آسمانی) کتابوں پر اور پیغمبروں پر۔

[1] **شان نزول:** جب قبلہ بیت المقدس سے کعبہ کی طرف بدلا تو کچھ مسلمان آپس میں قبلہ کی بابت چرچے کرتے تھے اور یہود ونصاریٰ بھی اپنے قبلہ کے اچھے ہونے کی بحث کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ قبلہ تو سجدہ کرنے کا ایک واسطہ ہے، اسی واسطے پر بھلائی منحصر نہیں ہے۔ اصل بھلائی کی باتیں یہ ہیں کہ اللہ پر اور پیغمبروں پر اور اللہ کے فرشتوں پر اور کتابوں پر پورا ایمان ہو، نہ یہ کہ جیسے یہود ونصاریٰ ہیں کہ ایک توریت کو نہیں مانتے اور دوسرے انجیل کو اور قرآن اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں منکر ہیں، اور ملائکہ پر ایمان کا یہ حال ہے کہ یہود لوگ جبریل کو اپنا دشمن بتاتے ہیں اور مسلمانوں کو عہد کا ذکر فرما کر یہ ہدایت کی کہ تم اللہ پر ایمان لا کر اس کے حکم کی اطاعت کرنے کا جب عہد کر چکے تو جس قبلہ کی طرف منہ کرنے کا اس کا حکم ہوا اس کی بلا تردد اطاعت کرو۔ پھر تکمیل ایمان کی اور باتوں کی ہدایت فرمائی، جیسے نماز، زکوٰۃ، نفلی صدقہ، ایفائے عہد، اللہ کی راہ میں اچھی سے اچھی چیز کو آدمی عزیز نہ جانے، یہاں تک کہ جان کو بھی اللہ کی راہ میں فدا کرنے سے دریغ نہ کرے، مال تو کیا چیز ہے۔ خلوص قلب کا درجہ آدمی کو پورا ایمان حاصل ہونے کے بعد عطا ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ایمان کیا چیز ہے؟ آپ نے اوپر کی آیت پڑھ دی اور پھر ایک روز انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایمان یہ چیز ہے کہ جب آدمی ایماندار کوئی نیک کام کرے تو اس نیک کام کے ادا ہو جانے پر اندر سے اس کا دل شاد ہو جاوے اور برے کام پر دل اندر سے ناراض ہووے۔

وَ اٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ ۙ وَ السَّآىٕلِیْنَ وَ فِی الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِیْنَ فِی الْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ وَ حِیْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا ؕ وَ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِیَ لَهٗ مِنْ اَخِیْهِ شَیْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۸﴾

اور اپنا عزیز مال اللہ کی محبت میں دیوے رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور فقیروں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور غلاموں کے آزاد کرانے میں، اور نماز قائم رکھے اور زکوٰۃ دیوے اور اپنا قول پورا کرنے والے کہ جب (کسی بات کا) اقرار کریں، اور صبر کرنے والے تنگدستی اور سختی میں اور جنگ (یعنی جہاد) کے وقت، یہی لوگ ہیں جو سچ بولنے والے ہیں اور یہی پرہیزگار ہیں ﴿۱۷۷﴾ اے مسلمانو! لازم کیا گیا تم پر قصاص لینا جو ناحق مارے جائیں ان کے خون کا بدلہ لو، آزاد کے بدلے آزاد ہے غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے میں عورت، تو جس قاتل کے لئے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہوئی تو اس پر لازم ہے پیروی کرنی حکم شرع کے موافق اور قاتل کو دینا چاہئے خون بہا وارث مقتول کو عمدگی سے، یہ آسانی ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے اور رحمت، پس جو کوئی اس کے بعد بھی زیادتی کرے تو اس کے لئے عذاب درد دینے والا ہے ﴿۱۷۸﴾

وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۖۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ فَمَنْ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَاۤ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ ع

اور قصاص (یعنی خون کا بدلہ لینے) میں تمہاری زندگی ہے۔ اے عقلمندو! تاکہ تم (خوں ریزی سے) باز رہو۔ مسلمانو تم پر[۱] لازم کیا گیا کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئے اگر کچھ مال چھوڑا ہے تو وصیت کر جائے اپنے ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں کے لئے عمدہ طور پر، یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر ﴿۱۷۹﴾ پھر جس شخص نے سن لینے کے بعد وصیت کو بدل دیا تو اس کا گناہ انہیں وصیت کے بدل دینے والوں پر ہے۔ بیشک اللہ سنتا ہے اور جانتا ہے ﴿۱۸۰﴾ پھر جسے اندیشہ ہوا کہ وصیت کرنے والے نے کچھ ناانصافی کی یا گناہ کیا تو اس نے ان میں صلح کرا دی اس پر کوئی گناہ نہیں ہے، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۸۲﴾

وراثت اور وصیت

[۱] اسلام سے پہلے عرب میں دستور تھا کہ اہل قرابت کو چھوڑ کر مرتے وقت وصیت کر جاتے تھے کہ ان کا مال غیروں کو ملے۔ اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ کو روکنے کیلئے یہ آیت نازل فرمائی جس سے ماں باپ اور قرابت داروں کے لئے وصیت فرض ہوئی، پھر سورۂ نساء میں میراث کا حکم نازل ہوا۔ پس وصیت کے فرض ہونے کا حکم اب منسوخ ہے۔ مستحب کے طور پر جو شخص چاہے اپنے مال کے تیسرے حصہ تک وصیت کر سکتا ہے، اور جو کوئی قابض مال یا کوئی گواہ باوجود واقفیت کے اس کو بدل دے گا تو یہ گناہ اس کی گردن پر آئے گا۔ خدا سے کوئی بات مخفی نہیں کیونکہ اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور جس کسی کو یہ معلوم ہو کہ موصی انصاف کے طور پر وصیت نہ کرے گا، یا وہ وصیت میں بے انصافی کر کے مر گیا اور جھگڑا پیدا ہو گیا پھر وصیت میں کمی زیادتی کر کے باہم صلح کرا دی تو اس تبدیلی میں اور اس اصلاح میں جو کچھ خلاف وصیت یا کوئی بات دروغ مصلحت آمیز اس سے سرزد ہو گئی ہے تو خدا اس کو معاف کر دے گا، وہ غَفُوْرٌ اور رَّحِيْمٌ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

اے مومنو! تم پر روزے فرض کیے گئے جیسے کہ فرض ہوئے تھے ان لوگوں پر (یعنی اہل کتاب پر) جو تم سے پہلے تھے تا کہ تمہیں پرہیزگاری ملے ﴿۱۸۳﴾ روزہ رکھنے کے چند گنتی کے دن ہیں (اس پر بھی) تم میں سے جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں ہو (تو اس کے لئے اجازت ہے) کہ وہ دوسرے دنوں میں (روزہ رکھ کر روزہ کے دنوں کی) گنتی پوری کرے اور جو روزہ رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو (اور نہ آئندہ اس پر طاقت کی امید ہو) تو اس کیلئے روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دینا ہے۔ پھر جو اپنی طرف سے زیادہ نیکی کرے تو وہ اس کے لئے بہتر ہے، اور یہ کہ روزہ رکھنا (ہر حال میں) تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم جانتے ہو ﴿۱۸۴﴾

ل **شان نزول:** ارکان دین میں سے روزہ دوسرا رکن ہے۔ دوسرا رکن اس سبب سے اس کو کہتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ مکہ میں تھے اور آپ کو معراج ہوئی تھی جس کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل میں آوے گا، تو نماز اسی رات فرض ہو چکی تھی جس کی تفصیل صحیحین کی حدیث میں ہے کہ پچاس نمازیں فرض ہوئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صلاح (تجویز) سے آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے تخفیف کی خواہش کی اور آخر کو رات دن میں پانچ وقت کی نماز ہی باقی رہیں۔ اب روزہ اس آیت ہجرت کے دوسرے سال سے فرض ہوا۔ ابتدائے اسلام میں اختیار دیا گیا تھا کہ جو چاہے روزہ رکھے اور جو چاہے ہر روزہ کے عوض میں دونوں وقت ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا کرے۔ پھر اس حکم سے کہ پھر جو پاوے تم میں سے یہ مہینہ تو روزے رکھے فدیہ کا حکم منسوخ ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری دفعہ مریض اور مسافر کا ذکر فرما کر صراحت فرما دی کہ مریض اور مسافر کی قضا کا حکم منسوخ نہیں ہوا بلکہ باقی ہے۔ روزہ کی فضیلت میں بہت حدیثیں آئی ہیں صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتیں ہیں، جن حاصل یہ ہے کہ اور نیکیوں کا ثواب دس درجہ سے سات سو تک لکھنے کا فرشتوں کو حکم ہے مگر روزہ کے ثواب کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہہ دیا ہے کہ روزہ کا ثواب میں خود اپنی ذات سے قیامت کے دن دوں گا۔ رمضان کی بزرگی میں بھی بہت حدیثیں وارد ہیں یہاں تک کہ ساری آسمانی کتابیں اللہ تعالیٰ نے بوجہ بزرگی اسی مہینہ میں نازل فرمائی ہیں۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِىٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَ الْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ؕ وَ مَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَ لَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ٘ وَ لِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِىْ عَنِّىْ فَاِنِّىْ قَرِيْبٌ ؕ

مہینہ رمضان کا وہ ہے کہ جس میں قرآن نازل ہوا ہے وہ انسانوں کے لئے رہنما ہے اور ہدایت کی روشن صداقتیں رکھتا ہے اور حق کو باطل سے الگ کر دینے والا ہے، پس جو کوئی تم میں سے یہ مہینہ پائے تو چاہیے کہ ضرور اس کے روزے رکھے اور جو کوئی بیمار ہو یا سفر میں تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ دوسرے دنوں میں چھوٹے ہوئے روزوں کی گنتی پوری کرے۔ اللہ چاہتا ہے تمہارے لئے آسانی اور تم پر دشواری نہیں چاہتا ہے اور (یہ حکم اس لئے ہے) تاکہ تم گنتی پوری کرلو اور اللہ کی بزرگی بیان کرو اس شکریہ میں کہ اللہ نے تم کو راہ دکھائی اور تاکہ اس کی شکرگزاری میں سرگرم رہو ﴿۱۸۵﴾ اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لہ جب تم سے میرے بندے میری نسبت دریافت کریں تو (ان کو سمجھا دو کہ) میں (ان کے) نزدیک ہوں۔

دعا، روزہ افطاری اور سحری کی شرائط اور فضیلت

لہ **شان نزول:** بعضے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تھا کہ: اللہ تعالیٰ پاس ہے یا دور تاکہ اسی طرح دعا مانگیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ہدایت فرمائی کہ جو کوئی اللہ کی اطاعت پوری کرے گا اور اس کے حکم کو مانے گا اللہ اس سے قریب ہے، اس کی ہر خواہش اور دعا کے قبول کرنے کو موجود ہے۔

ربط آیات

اوپر سے یہ آیت روزہ کے ذکر میں تھی، ابھی روزہ کا ذکر پورا نہیں تھا کہ بیچ میں اللہ تعالیٰ نے اس دعا کا ذکر فرمایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دعا کو روزہ کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔ جس کی وجہ سے روزہ دار کی دعا بہ نسبت بے روزہ دار کے زیادہ قبول ہوتی ہے۔ ترمذی، ابن ماجہ، نسائی اور مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ تین شخص حاکم عادل، روزہ دار اور مظلوم کی دعا رائیگاں نہیں جاتی۔ بلکہ ان کی دعا کیلئے فوراً آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔

أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ ﴿۱۸۶﴾ أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ ۚ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ عَلِمَ اللَّهُ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَخْتَانُونَ أَنفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنكُمْ ۖ فَالْآنَ بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ ۚ

جب کبھی کوئی مجھ سے دعا کرے تو میں (ہر ایک) دعا کرنے والے کی دعا سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ پس ان کو چاہئے میرا حکم مانیں اور مجھ پر ایمان لائیں تاکہ وہ بھلائی پائیں ﴿۱۸۶﴾ (مسلمانو!) روزوں کی راتوں میں اپنی [1] بیبیوں کے پاس جانا تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے۔ وہ تمہارے لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو (یعنی وہ تمہارے بغیر نہیں رہ سکتیں تم ان کے بغیر نہیں رہ سکتے)، اللہ نے دیکھا کہ تم (ان کے پاس جانے سے) اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے تھے تو اس نے تمہاری توبہ قبول کی اور تم کو معافی دی۔ پس اب (روزوں میں رات کے وقت) ان سے صحبت کرو اور طلب کرو جو اللہ نے تمہارے نصیب میں لکھا ہے (یعنی اولاد)۔

[1] **شان نزول:** جب رمضان شریف کے روزے فرض ہوئے تو ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا کہ عشاء کی نماز سے پہلے جس کسی کو جو کچھ کھانا پینا ہوتا تھا وہ کھا پی لیتا تھا، اس کے بعد کھانا، پینا مباشرت سب کچھ حرام ہو جاتا تھا۔ حضرت قیس بن حرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک صحابی تھے۔ وہ روزہ کھول کر بغیر کھانا کھانے کے ایک دفعہ سو گئے، دوسرے دن روزہ پر روزہ رکھنے کے سبب سے دوپہر کے وقت ان کو غش آ گیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ اور سب صحابہ کرام نے ان کے حال پر بڑا تاسف کیا۔ اور بعضے صحابہ کرام سو جانے کے بعد پھر رات کو اٹھ کر مباشرت کی جرأت کر بیٹھے۔ اس رخنہ کے رفع کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور صبح صادق کے شروع تک یہ چیزیں حلال فرمائیں جس میں سحری کا کھانا بھی داخل ہے۔ سحری کے کھانے والوں کے لئے فرشتے رحمت کی دعا مانگتے ہیں۔ جو کوئی سحری کو کھانا نہ کھاوے تو فقط پانی ہی پی لیا کرے تاکہ سحری کی برکت سے محروم نہ رہے۔ افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں دیر کرنا یہ بھی سنت ہے اور حالت ناپاکی میں روزہ کی نیت کر کے کوئی شخص روزہ رکھے اور صبح کو نہاوے تو اس کے روزہ میں کوئی فتور (خلل) نہیں پڑتا۔ اعتکاف کی حالت میں مباشرت منع ہے اور روزہ شرط ہے۔ اور سنت یہ ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف ہو۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیلئے کسی خاص جگہ میں بیٹھنے کو شرع میں اعتکاف کہتے ہیں۔ جامع مسجد میں اعتکاف اولیٰ ہے۔

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۖ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِى الْمَسٰجِدِ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع

اور (اسی طرح رات کے وقت) کھاؤ اور پیو یہاں تک کہ تمہارے لئے ظاہر ہو جائے ڈورا سفیدی (یعنی صبح صادق) کا (رات کی) سیاہی کے ڈورے سے۔ صبح کے وقت الگ ہو جائے۔ پھر (صبح صادق سے) رات (شروع ہونے) تک روزہ کو پورا کرو، اور اپنی بیبیوں سے خلوت نہ کرو اس حالت میں کہ جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں بیٹھے ہو۔ یہ اللہ کی (باندھی ہوئی) حدیں ہیں پس ان کے پاس نہ جاؤ۔ اللہ اسی طرح اپنے احکام لوگوں سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ پرہیزگاری کریں ﴿۱۸۷﴾ اور [1] آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق (طور پر) نہ کھاؤ اور اپنا مال حاکموں کے پاس رشوت میں نہ پہنچاؤ اور اس غرض سے کہ (اس کے ذریعہ سے) لوگوں کا کچھ مال بطریق گناہ (یعنی ظلم) کے کھا جاؤ اور تم کو (اپنے جھوٹ اور ظلم کا) علم (بھی) ہو ﴿۱۸۸﴾

ناجائز مال کی تشریح

[1] **شان نزول:** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قید لگا دی کہ اسی مال کے کھانے پینے کی اجازت تم کو دی گئی ہے جو حق طور پر ہو جو شریعت نے جائز رکھا ہو اور وہ ہرگز نہ کھایا جائے جو جائز نہیں ہے مثلاً ❶ کسی کی امانت لے کر مکر جائے یا ❷ جوئے میں کسی کا مال جیت لے یا ❸ حاکم ہو کر کسی محکوم سے رشوت لے لے یا ❹ جھوٹی قسم یا جھوٹی گواہی دے کر یا ❺ چرب زبانی سے ناحق بات کو حق جتلا کر فیصلہ کرایا جائے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّ ؕ وَ لَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

(اے محبوب ﷺ!) لوگ تم سے ۱؎ نئے چاند کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو (تم ان سے) فرماؤ کہ وہ لوگوں کے واسطے وقت کی علامتیں ہیں اور حج کے لئے اور اس میں کوئی فضیلت نہیں کہ ۲؎ گھروں میں (احرام کی حالت میں) ان کی پشت سے آؤ۔ لیکن فضیلت یہ ہے کہ پرہیزگاری (اختیار) کرو، اور گھروں میں (آؤ تو) دروازوں کی طرف سے آؤ، اور خدا (کی نافرمانی) سے ڈرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ ﴿۱۸۹﴾

۱؎ **شان نزول:** یہ آیت حضرت معاذ بن جبل اور ثعلبہ بن غنم انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے جواب میں نازل ہوئی۔ ان دونوں نے دریافت کیا کہ: یارسول اللہ! چاند کا کیا حال ہے۔ ابتداء میں بہت باریک نکلتا ہے، پھر روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔ پھر گھٹنے لگتا ہے کہ پہلے کی طرح باریک ہو جاتا ہے، ایک حال پر نہیں رہتا۔ اس سوال سے مقصد چاند کے گھٹنے بڑھنے کی حکمتیں دریافت کرنا تھا۔ مفسرین کا خیال ہے کہ سوال کا مقصود چاند کے اختلافات کا سبب دریافت کرنا تھا۔ اس لئے چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کے فوائد بیان فرمائے کہ وہ وقت کی علامتیں ہیں، اور آدمیوں کے ہزارہا دینی دنیوی کام اس سے متعلق ہیں: زراعت، تجارت، لین دین کے معاملات، روزے اور عید کے اوقات، عورتوں کی مدتیں، حیض کے ایام، حمل اور دودھ پلانے اور چھڑانے کے وقت اور حج کے اوقات اس سے معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ اول میں جب چاند باریک ہوتا ہے تو دیکھنے والا جان لیتا ہے کہ یہ ابتدائی تاریخیں ہیں، اور جب چاند پورا روشن ہوتا ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ مہینے کی درمیانی تاریخ ہے، اور جب چاند چھپ جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مہینہ ختم ہونے پر ہے۔ اسی طرح مہینوں سے سال کا حساب ہوتا ہے۔ ہر زبان کے لوگ اپنا حساب معلوم کر لیتے ہیں۔

۲؎ **شان نزول:** زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی یہ عادت تھی کہ جب وہ حج کر کے احرام باندھتے تو کسی مکان میں اس کے دروازے سے داخل نہ ہوتے بلکہ پیچھے سے نقب لگا کر آتے۔ اور اس کو نیکی جانتے تھے۔ اس خیال سے دروازہ سے آنا گویا احرام باندھ کر حج سے ناکام آنا ہے۔ اس لئے خدا نے فرمایا یہ کچھ نیکی نہیں، تم خدا سے ڈرو اور شوق سے گھروں میں دروازہ سے آؤ، پرہیزگاری میں تمہارے لئے فلاح ہے اللہ کے احکام کی پابندی کرو۔

وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَیْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى یُقٰتِلُوْكُمْ فِیْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۹۱﴾ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۹۲﴾ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَكُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ ؕ

اور[۱] (مسلمانو) اللہ کی راہ (یعنی دین کی حمایت) میں ان سے لڑو جو لوگ تم سے لڑتے ہیں اور حد سے نہ بڑھو بیشک اللہ ہرگز دوست نہیں رکھتا ہے حد سے بڑھنے والوں کو ﴿۱۹۰﴾ اور کافروں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ہے (یعنی مکہ سے) تم بھی ان کو (وہاں سے) نکال باہر کرو، ان کا فساد (کا برپا رہنا) خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے، اور ان سے مسجد حرام کے پاس نہ لڑو جب تک وہ خود تم سے وہاں نہ لڑیں، اور اگر وہ لوگ تم سے لڑیں تو انہیں قتل کرو یہی سزا ہے ایسے کافروں کی ﴿۱۹۱﴾ پھر اگر وہ باز رہیں تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۹۲﴾ اور ان لوگوں سے یہاں تک لڑو کہ جب تک (ملک میں) شرک (یعنی ظلم و فساد) باقی نہ رہے اور دین خالص اللہ ہی کیلئے ہو جائے۔

[۱] **شان نزول:** ہجرت کے بعد جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے اور انصار لوگوں کے سبب سے مسلمانوں کی جماعت کو غلبہ ہو گیا تو اس آیت میں جہاد کا حکم اترا اور مکہ میں درگزر کرنے کی جتنی آیتیں تھیں وہ سب اس حکم سے منسوخ ہو گئیں۔ اس آیت میں جو ارشاد فرمایا کہ جو تم سے لڑیں ان سے لڑو اس کے دو معنی ہیں ایک تو یہ کہ عورتیں، بچے، بوڑھے، جو تم سے لڑنے کے قابل نہیں ان سے مت لڑو اور ان کو مت مارو۔ دوسرے معنی یہ کہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے سوا جو بھی جوانمرد تم سے لڑیں اور مقابلہ کریں ان سے ہی لڑو۔ مقابلہ نہ کرنے والوں سے مت لڑو۔

فوائد القرآن: حرم کی حد میں بھی مشرکین سے محض ان کی شرک کی وجہ سے لڑائی جائز ہے۔ خواہ مشرک لوگ مقابلہ کریں یا نہ کریں۔ لیکن صحیحین کی اس حدیث کی بنا پر جس میں آپ نے فرمادیا ہے کہ حرم شریف کی حد کے اندر قیامت تک لڑائی حرام ہے۔ فتح مکہ کے دن فقط اپنے رسول کو اللہ تعالیٰ نے ایک گھڑی بھر کے لئے حرم کی حد میں لڑائی جائز فرمائی تھی۔

فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۹۳﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَ الْحُرُمٰتُ قِصَاصٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَیْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَیْكُمْ ۪ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛۚ وَ اَحْسِنُوْا ۛۚ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۹۵﴾ وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَیْسَرَ مِنَ الْهَدْیِ ۚ

پھر اگر وہ (کفر سے) باز آجائیں تو (تمہیں بھی ہاتھ روک لینا چاہیے کیونکہ) زیادتی (تو) ظالموں کے سوا کسی پر (جائز ہی) نہیں ﴿۱۹۳﴾ (ان مہینوں ۱؎ کا تمہارا طریقہ یہ ہونا چاہئے کہ) ماہ حرام کے بدلے ماہ حرام ہے اور ادب کے بدلے ادب ہے۔ پس جو کوئی تم پر زیادتی کرے تم بھی اس پر زیادتی کرو اتنی ہی جتنی اس نے کی تم پر اور اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ خدا پرہیزگاروں کا ساتھی ہے ﴿۱۹۴﴾ اور خرچ کرو خدا کی راہ میں اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو، اور نیک کام کرو بے شک اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے ﴿۱۹۵﴾ اور اللہ کے لئے حج اور عمرہ ۲؎ (کی نیت کرلی ہو تو اس) کو پورا کرو، پس اگر تم روکے جاؤ (راستہ میں) تو جو کچھ قربانی میسر آئے بھیجو۔

حج کے احکام

۱؎ **شان نزول:** اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی اور مسلمانوں کو جتلا دیا کہ اللہ کے عدل اور انصاف میں حرمتوں کا بدلہ ہے۔ جب صلح حدیبیہ کے وقت اسی ذیقعدہ حرمت والے مہینے میں ان مشرکوں نے اس مہینے کی حرمت اور حرم کی حد کی حرمت کو قائم نہ رکھا تو اگر لڑائی کا موقع پیش آجائے تو کچھ خدشہ کی بات نہیں ہے۔ اللہ کی طرف سے بدلے کے طور پر تم کو اجازت ہے مگر اتنا کرنا کہ جس قدر کسی طرف سے زیادتی ہو۔ بدلہ اتنا ہی لینا حد سے بڑھ کر زیادتی نہ کرنا۔ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

۲؎ **شان نزول:** اس آیت سے حج کا ذکر شروع ہوا۔ حج اسلام کا ایک بڑا رکن ہے۔ اس آیت میں یہ تاکید ہے کہ حج اور عمرہ کو پورے ارکان کے ساتھ ادا کیا جائے۔ وہ ارکان یہ ہیں: احرام باندھے۔ پھر عرفہ کے دن عرفات میں حاضر ہو، پھر وہاں سے چلے تو رات کو رہے مشعر الحرام میں۔ پھر عید کی صبح منیٰ میں پہنچ کر کنکر پھینکے اور حجامت کرا کر احرام اتارے، پھر مکہ میں

وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ۭ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ ۟ وقفة فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ۭ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ۭ

اور اس وقت تک سر کے بال نہ منڈواؤ جب تک کہ قربانی نہ پہنچ جائے اپنے ٹھکانے پر، پھر جو تم میں سے کوئی بیمار ہو جائے یا اس کے سر میں کچھ تکلیف ہو (اور وہ سر کو منڈا دیوے) تو اس کا بدلہ دے روزے یا خیرات یا قربانی پھر جب تم امن کی حالت میں ہو جاؤ تو جو کوئی فائدہ اٹھائے عمرہ سے حج کے ساتھ تو اس پر لازم ہے جو کچھ کہ قربانی اس کو میسر آوے کرے۔ پھر جسے مقدور نہ ہو تو تین روزے حج کے دنوں میں رکھے اور سات (روزے) اس وقت جب اپنے گھر پلٹ کر آئے۔ یہ پورے دس ہوئے۔

جا کر طواف کعبہ کرے پھر صفا اور مروہ کے بیچ دوڑے، پھر منیٰ میں آئے تین دن رہے۔ ہر روز کنکر پھینکے پھر مکہ میں جا کر طواف رخصت کرے اور چلا جاوے۔ اور عمرہ کا طریق یہ کہ احرام باندھے جن دنوں چاہے اور طواف کعبہ کرے اور صفا و مروہ کے بیچ دوڑے، پھر حجامت کرا کر احرام اتارے۔ جمہور مفسرین کا یہ قول ہے کہ ہجرت کے چھٹے سال حج فرض ہوا ہے اور اسی سال آپ زیارت مکہ کے ارادہ سے مدینہ سے سفر کر کے حدیبیہ تک تشریف لے گئے۔ وہاں مشرکین مکہ نے آپ کو روکا اور صلح حدیبیہ ہوئی تو یہ آیت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی اور تین سبب فرمائے: (۱) ایک یہ کہ احرام کر کے جو شخص روکا گیا مرض سے یا دشمن سے تو کسی کے ہاتھ قربانی بھیج دیوے۔ جب مکہ میں قربانی ذبح ہو تب یہ احرام سے نکلے، پہلے حجامت نہ کرے۔ (۲) اگر عاجز ہو کر احرام میں حجامت کرے تو اس کا بدلہ ہے قربانی پہنچانی یا تین روزے، یا چھ محتاجوں کا کھانا۔ (۳) تیسرا یہ کہ حج اور عمرہ جدا جدا نہ کرے ایک ہی سفر میں دونوں ادا کرے تو قربانی ضروری ہے۔ پھر قربانی کی طاقت نہ ہو تو دس روزے ہیں: تین حج کے دنوں میں اور سات بعد میں، اور مقدور کے موافق قربانی کرے۔ اعلیٰ درجہ قربانی کا اونٹ ہے، اوسط درجہ گائے، اور ادنیٰ درجہ بکری۔ قربانی کرنے والے کو جو مقدور ہو وہی کرے۔

ذٰلِكَ لِمَنۡ لَّمۡ يَكُنۡ اَهۡلُهٗ حَاضِرِى الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ ‌ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ اَلۡحَجُّ اَشۡهُرٌ مَّعۡلُوۡمٰتٌ‌ ۚ فَمَنۡ فَرَضَ فِيۡهِنَّ الۡحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوۡقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِى الۡحَجِّ ‌ؕ وَمَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَيۡرٍ يَّعۡلَمۡهُ اللّٰهُ ؕ وَتَزَوَّدُوۡا فَاِنَّ خَيۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰى‌ ۚ وَاتَّقُوۡنِ يٰٓاُولِى الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۷﴾

یہ حکم اس کے لئے ہے کہ جس کے اہل وعیال مسجد حرام (مکہ) کے رہنے والے نہ ہوں، اور خدا سے ڈرو اور جان لو کہ بیشک اللہ سخت عذاب والا ہے ﴿۱۹۶﴾ حج کے چند[۱] مہینے ہیں جو سب کو معلوم ہیں پس جس نے لازم کرلیا اپنے پر ان مہینوں میں حج (یعنی احرام باندھ لیا) تو عورتوں سے ہم صحبت ہونا جائز نہیں ہے اور نہ کوئی گناہ اور نہ آپس میں جھگڑا حج کے وقت تک ہو، اور تم جو بھلائی کرتے ہو اللہ اسے جانتا ہے، اور (حج کے جانے سے پہلے) توشہ اپنے ساتھ لو کہ سب سے بہتر توشہ پرہیزگاری ہے اور مجھ سے ڈرو اے عقل والو! ﴿۱۹۷﴾

حج کے ارکان واحکام

[۱] جس طرح نماز اور روزہ کا وقت مقرر ہے اسی طرح حج کے مہینے بھی مقرر ہیں۔ حج کے مہینے شروع شوال سے ذوالحجہ کی دسویں کی صبح صادق تک ہیں۔ یہاں تک کہ مقام عرفات میں داخل ہونے سے پہلے اگر کسی شخص کو صبح صادق ہوجائے گی تو اس کا اس سال کا حج فوت ہوجاوے گا۔ احرام حج کے مہینوں ہی میں ہونا چاہئے۔ احرام باندھنے کے بعد مباشرت اور خلاف شریعت باتوں سے بموجب حکم آیت کے جو شخص بچے گا اسی کا حج مقبول ہونے کا ذکر حدیث شریف میں آیا ہے۔ کچھ لوگ بغیر خرچ کے حج کو چلے جاتے تھے اور پھر لوگوں سے سوال کرکے ان کو تنگ کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ آئندہ ایسا کرنے سے پرہیز کرو، اور اللہ سے ڈرو اسی کو عقلمندی کہتے ہیں۔ اور احرام یہ ہے کہ حج یا عمرہ کے شروع کرنے کی نیت کرے اور زبان سے لبیک کہے۔ احرام کے بعد مباشرت، سر کا ڈھانکنا، خوشبو کا ملنا، ناخن کتروانا، شکار کھیلنا، آپس کا لڑائی جھگڑا، بال منڈانا یا کتروانا۔ مرد کو سلا ہوا کپڑا پہننا یہ سب باتیں منع ہیں۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ﴿١٩٨﴾ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٩٩﴾ فَإِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا ۗ فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ﴿٢٠٠﴾

تم پر کچھ گناہ نہیں کہ [۱] (ایام حج میں) اپنے پروردگار کا فضل (یعنی روزی) تلاش کرو۔ پھر جب تم عرفات سے پلٹو تو اللہ کا ذکر کرو مشعر الحرام (یعنی مزدلفہ) کے پاس اور یاد کرو خدا کو شکر سے کہ اس نے تم کو (اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے) ہدایت فرمائی اور بیشک اس سے پہلے تم گمراہوں میں سے تھے ﴿۱۹۸﴾ پھر (یہ بات بھی ضروری ہے کہ) (اے قریشیو!) تم بھی لوٹ کر آؤ جہاں سے اور لوگ لوٹ کر آیا کرتے ہیں اور خدا سے بخشش مانگو، بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۹۹﴾ پھر جب اپنے حج کے تمام کام پورے کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو (منیٰ میں) جیسے اپنے باپ دادا کا ذکر کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ خدا کی یاد میں مشغول ہو جاؤ۔ پس بعضے آدمی یوں کہتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارے! ہم کو تو دنیا میں دے اور ان کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے ﴿۲۰۰﴾

[۱] **شان نزول:** اوپر کی آیت سے معلوم ہوا کہ تجارت کا پیشہ جائز ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما احرام سے پہلے اور احرام کے بعد کسی حال میں لوگوں کو تجارت یا اجرت سے منع نہیں کرتے تھے۔ حج میں عرفات جانا ضروری ہے یہ اس لئے فرمایا کہ باقی ارکان حج اور عمرہ میں مشترک ہیں، صرف یہ ایک رکن خاص الخاص حج میں ہی ہے عمرہ میں نہیں ہے۔ جبکہ فوت ہو جاوے گا تو خواہ مخواہ حج رہ جاوے گا۔ اسلام سے پہلے حج سے فارغ ہونے کے بعد اپنے باپ دادا کی مدح میں قصائد پڑھا کرتے تھے۔ اسلام میں اللہ تعالیٰ کو اس طریقہ کا بدلنا منظور نظر ہوا۔ اس لئے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ حج سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جاوے اور اللہ سے ایسی دعا مانگنی چاہئے جس میں دین دنیا کی بھلائی ہو۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ (النصف) اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ وَ اللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ فِيْٓ اَيَّامٍ مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ تَعَجَّلَ فِيْ يَوْمَيْنِ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۚ وَمَنْ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ۙ لِمَنِ اتَّقٰى ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۰۳﴾

اور بعضے آدمی یوں کہتے ہیں کہ اے پروردگار ہمارے! ہم کو دنیا میں بھی بھلائی دے اور آخرت میں بھی نعمت عطا کر اور ہم کو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھ ﴿۲۰۱﴾ یہی وہ لوگ ہیں جن کا (دونوں جہان میں) حصہ ہے بدولت ان کے عمل کے اور اللہ جلد حساب کرنے والا ہے ﴿۲۰۲﴾ اور ۱ (حج کے) گنتی کے دنوں میں (یعنی ایام منیٰ میں) خدا کی یاد میں مشغول رہو پھر جو کوئی (واپسی میں) جلدی کرے دو ہی دن میں (یعنی منیٰ سے) روانہ ہو جائے تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جو کوئی تاخیر کرے تو اس پر (بھی) کوئی گناہ نہیں (یہ رعایت) خاص ان کے لئے (ہے) جو پرہیزگاری کریں اور خدا سے ڈرتے رہو اور جانو کہ قیامت کے دن تم (سب کو) اسی کی طرف اٹھنا ہے ۲ ﴿۲۰۳﴾

عید الاضحیٰ کے روزے اور تکبیرات

۱ **شان نزول:** صحیح مسلم و مسند امام احمد وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے (ایک یوم عید الفطر اور) ایک یوم عید الاضحیٰ کا، تین یوم اس کے بعد کے روزہ رکھنے سے منع فرما کر یہ فرمایا ہے کہ یہ دن کھانے پینے اور اللہ کی یاد کرنے کے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ سال میں پانچ دن روزہ رکھنا حرام ہے جیسا کہ ذکر ہوا۔ (متفق علیہ حدیث بخاری و مسلم)

۲ موسم حج میں لوگ حشر کی طرح جمع ہوتے ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے حشر کے دن کے جمع ہونے کو یاد دلایا اور ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے سے مراد وہ تکبیرات ہیں جو ان دنوں میں فرض نماز کے بعد کہی جاتی ہیں اور وہ تکبیرات بھی ہیں جو حاجی لوگ شیطانوں کو کنکریاں مارنے کے وقت ان دنوں میں کہتے ہیں۔ اسلام سے پہلے بعضے لوگ تو مقام منیٰ سے گیارہویں ذوالحج کو چلے آتے تھے اور بعضے بارہویں کو اور جلدی کرنے والے دیر کرنے والوں پر اعتراض کرتے تھے۔ اور اس پر اللہ تعالیٰ نے رفع حرج کیلئے دونوں حالتوں کو جائز فرما دیا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ ۙ وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَاِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِي الْاَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيْهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

اور[۱] بعض آدمی وہ ہے کہ جس کی باتیں تم کو (اس) دنیا کی زندگی میں بھلی معلوم ہوتی ہیں اور وہ خدا کو گواہ ٹھہراتا ہے اپنے دل کی بات پر، حالانکہ وہ (تمہاری مخالفت میں) سب سے زیادہ جھگڑالو ہے ﴿۲۰۴﴾ اور جب پیٹھ پھیرے تو زمین میں کوشش کرتا پھرتا ہے کہ اس میں فساد پھیلائے اور جانوروں کو ہلاک کرے اور اللہ کو فساد پسند نہیں آتا ﴿۲۰۵﴾ اور جب اس سے کہا جاوے کہ خدا سے ڈرو تو تکبر اس کو گناہ پر ابھارے۔ پس اس کے لئے دوزخ کی سزا کافی ہے، اور بیشک وہ بری جگہ ہے ﴿۲۰۶﴾ اور لوگوں میں سے کچھ (نیک بندے) ایسے بھی ہیں جو خدا کی رضاجوئی کے لئے اپنی جان (تک بھی) دے دیتے ہیں اور اللہ ایسے بندوں پر مہربان ہے ﴿۲۰۷﴾

[۱] **شان نزول:** بعضے مفسرین نے کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک شخص اخنس بن شریق منافق کی شان میں یہ آیت اتری ہے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب آتا تھا تو اسلام کی تائید میں بڑی میٹھی باتیں کرتا تھا اور جب آپ کے پاس سے جاتا تھا تو اسلام کی بدخواہی کی باتیں کرتا تھا اور طرح طرح کے جھگڑے اور فساد کھڑے کرتا تھا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ واقعہ رجیع کی خبر جب مدینہ میں پہنچی تو بعضے منافقوں نے ظاہر میں تو مسلمانوں کی ہمدردی کے کلمات ان شہداء کی شان میں منہ سے نکالے لیکن باطن میں ان شہداء اور مسلمانوں کی ہجو اور مذمت ان کو مقصود تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان منافقوں کی مذمت میں اور شہدائے رجیع کی مدح میں یہ آیت نازل فرمائی کہ مسلمانوں کو منافقوں کی عادتوں سے پرہیز کرنے اور شہدائے رجیع کی سی ہمت اختیار کرنے کی ہدایت ہے۔ پوری تفصیل بخاری شریف میں ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱدْخُلُوا۟ فِى ٱلسِّلْمِ كَآفَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا۟ خُطُوَٰتِ ٱلشَّيْطَٰنِ ۚ إِنَّهُۥ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ﴿٢٠٨﴾ فَإِن زَلَلْتُم مِّنۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْكُمُ ٱلْبَيِّنَٰتُ فَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٠٩﴾ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّآ أَن يَأْتِيَهُمُ ٱللَّهُ فِى ظُلَلٍ مِّنَ ٱلْغَمَامِ وَٱلْمَلَٰٓئِكَةُ وَقُضِىَ ٱلْأَمْرُ ۚ وَإِلَى ٱللَّهِ تُرْجَعُ ٱلْأُمُورُ ﴿٢١٠﴾ سَلْ بَنِىٓ إِسْرَٰٓءِيلَ كَمْ ءَاتَيْنَٰهُم مِّنْ ءَايَةٍۭ بَيِّنَةٍ ۗ

اے مسلمانو! (دائرہ) اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور (فاسد خیالات میں پڑ کر) شیطان کے قدم بقدم نہ چلو، بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے ﴿٢٠٨﴾ پھر اگر تم اس کے بعد بھی ڈگمگا جاؤ باوجودیکہ ہدایت کی روشن دلیلیں تمہارے سامنے آچکی ہیں تو جان لو کہ اللہ زبردست اور حکمت والا ہے ﴿٢٠٩﴾ کاہے کے انتظار میں ہیں مگر یہی کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب چھائے ہوئے بادلوں میں آئے اور فرشتے اتریں اور جو کچھ ہونا ہے ہو چکے (یعنی قیامت آجائے) اور سب کام اللہ ہی کی طرف لوٹائے جاتے ہیں ﴿٢١٠﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) [۱] بنی اسرائیل سے دریافت کرو کہ ہم نے ان کو کس قدر نشانیاں دیں کھلی کھلی۔

یہود کی بے دینی

[۱] **شانِ نزول:** اوپر یہ تو گزر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش اور نبوت سے پہلے یہود لوگ اچھی طرح آپ کے اوصاف سے واقف تھے، اور لڑائیوں میں آپ کے وسیلہ سے فتح کی دعا مانگا کرتے تھے۔ اب جب آپ کے تشریف لانے کے بعد وہ آپ کی نبوت کے منکر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخاطب ٹھہرا کر یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ آپ قائل کرنے کے طور پر ان سے ذرا پوچھئے تو سہی کہ سلف سے لے کر اللہ تعالیٰ نے ان کو کیا کچھ اپنی قدرت کی نشانیاں دکھلائیں جن میں کی ہر ایک نشانی خود ایک نعمت ہے یا کسی بڑی نعمت کا سبب ہے۔ مثلاً من وسلویٰ کا آسمان سے اترنا نشان قدرت الٰہی بھی ہے، اور خود نعمت بھی ہے، اور ہلاکت فرعون ایسی نشانی ہے جو ان کو نعمت اور بادشاہت ملنے کا سبب ہے، اور ان نعمتوں کا پوچھنا ان سے اس غرض سے ہے کہ ان پچھلی نعمتوں کے یاد کرنے سے ان کو یہ بھی یاد آجاوے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیدا ہونا بھی ایک ایسی بڑی نعمت ہے جس کی پہلے سے ان کو خود آرزو تھی، اور اس نعمت کے وسیلہ سے اپنے دشمنوں پر فتح کی دعائیں مانگتے تھے۔ اگر اس یاددہانی کا بھی ان پر کچھ اثر نہ ہوا اور اللہ کی اس نعمت کی قدر نہ کریں گے تو یہ یاد رکھیں کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔

وَ مَنْ يُّبَدِّلْ نِعْمَةَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲۱۱﴾ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَ يَسْخَرُوْنَ مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۘ وَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ اللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۲۱۲﴾ كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۫ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۪ وَ اَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَ مَا اخْتَلَفَ فِيْهِ اِلَّا الَّذِيْنَ اُوْتُوْهُ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۚ

وقف لازم

اور جو شخص اللہ کی طرف سے آئی ہوئی نعمت (یعنی کتاب آسمانی) کو بدل ڈالے تو بے شک اللہ سخت عذاب والا ہے ﴿۲۱۱﴾ دنیا کی (چندروزہ) زندگانی کافروں کی نگاہ میں زینت کی گئی ہے اور وہ مسلمانوں کی (موجودہ بے سروسامانی دیکھ کر) ہنسی اڑاتے ہیں، اور جو لوگ متقی ہیں [۱] قیامت کے دن وہی ان منکروں کے مقابلہ میں بلند مرتبہ ہوں گے، اور اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے ﴿۲۱۲﴾ (شروع میں سب) لوگ ایک ہی دین پر تھے (پھر جب آپس میں اختلاف ہوا تو) اللہ نے انبیاء کو بھیجا (جو ایمان والوں کو) خوشخبری دیتے اور (کافروں کو عذاب الٰہی سے) ڈراتے، اور ان کے ساتھ سچی کتابیں بھیجیں تا کہ وہ آسمانی کتاب سے (شرعی) فیصلہ کرے درمیان لوگوں کے اس میں کہ جس میں انہوں نے اختلاف کیا ہے، اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلے کھلے احکام آچکے آپس کے حسد سے (ان میں اختلاف کرنے لگے)۔

[۱] **شانِ نزول:** حضرت بلال اور حضرت عمار بن یاسر اور اسی طرح کے غریب صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر کفار ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ یہی کنگال لوگ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھی ہیں جن کے بھروسہ پر وہ بڑے بڑے شہر فتح کرنے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور کافروں کو تنبیہ فرمادی کہ تمہارا اسارا دارومدار دنیا کی چندروزہ خوشحالی پر ہے اور آخرت کے تم منکر ہو، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کی مصلحت ہے وہ جن کو چاہتا ہے دنیا کی چندروزہ خوشحالی دے دیتا ہے۔ جن کو چاہتا ہے دنیا میں تو اس کو تنگ حال رکھتا ہے مگر عقبیٰ میں ان کو عالی درجے ملتے ہیں۔

فَهَدَى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۲۱۳﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَ لَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَ الضَّرَّآءُ وَ زُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ۬

تو (آخرکار) اللہ نے اپنے حکم سے مومنوں کو وہ حق بات دکھادی جس میں انہوں نے اختلاف کر رکھا تھا، اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھا رستہ دکھاتا ہے ﴿۲۱۳﴾ (اے لوگو!) کیا تم نے گمان کیا ہے کہ (یوں ہی) جنت میں چلے جاؤ گے، حالانکہ ابھی تو تمہاری ویسی حالت نہیں پہنچی کہ جو تم سے پہلوں کی تھی، ان پر سختی اور مصیبت پہنچی اور ہلا ہلا ڈالے گئے (یعنی زلزلہ میں) یہاں تک کہ کہہ اٹھا رسول اور اس کے ساتھ کے ایمان والے کہ خدا کی مدد کب آئے گی آگاہ ہو کہ بیشک اللہ کی مدد قریب ہے ﴿۲۱۴﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے [۱] (لوگ) پوچھتے ہیں کہ کس طرح اپنا مال (خدا کی راہ میں) خرچ کریں؟۔

حکم جہاد اور مصارف مال

[۱] **شان نزول:** بعض صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفل صدقہ کے خرچ کا محل اور موقع دریافت کیا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ تھوڑا یا بہت جو کچھ خدا کے لئے خرچ کرو وہ والدین اور اقارب اور یتیم اور محتاج اور مسافر کیلئے ہو۔ یہ نفلی صدقہ کا حکم اور اس کے خرچ کا محل موقع بیان ہوا ہے جو زکوٰۃ سے بالکل جدا ہے۔ خرچ کے محل و موقع میں سے ایک موقع جہاد کا بھی ہے اس لئے کہ جہاد میں ہتھیار سواری وغیرہ ضروریات کیلئے خرچ درکار ہوتا ہے اسی لئے اسی ذیل میں اللہ تعالیٰ نے جہاد کا بھی ذکر فرمادیا۔

مسئلہ: جہاد فرض ہے جب اس کی شرائط پائی جائیں، اگر کافر مسلمانوں کے ملک پر چڑھائی کریں تو جہاد فرض عین ہوتا ہے ورنہ فرض کفایہ۔

قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ﴿۲۱۵﴾ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَیْـًٔا وَّ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَیْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ ع یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِیْهِ ؕ

تو (ان کو) سمجھادو کہ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کیلئے ہے، اور جو کچھ بھلائی کرو بیشک اللہ اسے جانتا ہے ﴿۲۱۵﴾ (مسلمانو!) تم پر جہاد کرنا فرض کیا گیا[۱] اور وہ تم کو ناگوار ہے، اور شائد تم کو کوئی بات ناپسند ہووے اور وہ (ہی) تمہارے حق میں بہتر ہو، اور شاید کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے، اور وہ (ہی) تمہارے حق میں بُری ہو، اور اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ﴿۲۱۶﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم[۲]) مسلمان تم سے پوچھتے ہیں ماہ حرام (یعنی ادب والے مہینے) میں لڑنے کا حکم،

[۱] **شان نزول:** جہاد کے حکم کی تعمیل میں جان کے جانے کے خوف کو، زخمی ہو جانے کے اندیشہ کو، گھر اور اہل وعیال کے چھوٹنے کی تکلیف کو خیال کر کے لوگ جہاد کے حکم کی تعمیل سے گھبراتے تھے۔ ایسے لوگوں کی ہمت بڑھانے کو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ تم لوگوں کو علم نہیں ہے اس لئے دنیا کی اکثر چیزوں کی ظاہری حالت دیکھ کر تم ان کو اچھا نہیں جانتے اللہ کے علم میں ان کا انجام اچھا ہوتا ہے۔ پس تم کو لازم ہے کہ حکم الٰہی کی اطاعت کرو اور اسی کو بہتر سمجھو چاہے وہ تمہارے نفس پر گراں ہو۔

[۲] **شان نزول:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ایک جماعت مشرکین کے مقابلہ کو بھیجی۔ انہوں نے مشرکین کو مارا اور مال لوٹ لائے۔ مسلمان تو سمجھتے تھے کہ وہ تو اخیر دن جمادی الثانی کا ہے جبکہ وہ رجب کا غرہ (پہلا دن) تھا جو کہ اشہر حرام میں داخل ہے۔ مشرکین نے اس پر غل مچایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حرمت والے مہینہ میں لڑائی اور لوٹ جائز کر لی اور مسلمانوں کو بھی خدشہ پیدا ہوا کہ خدا کے نزدیک اس لڑائی کا کچھ اجر ملے گا یا نہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور بتایا کہ ان کا یہ عمل جہاد مقبول ہے اور اس پر انہیں امیدوار رحمت الٰہی رہنا چاہئے اور یہ امید قطعاً پوری ہوگی۔ (خازن)

قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ ۖ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّىٰ يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢١٧﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٢١٨﴾ يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ

تم ان کو سمجھا دو کہ ماہ حرام میں لڑنا بڑا گناہ ہے۔ اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس پر ایمان نہ لانا اور مسجد حرام سے روکنا اور وہاں کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا تو اللہ کے نزدیک، اس سے بھی بڑا گناہ ہے، اور فتنہ اٹھانا قتل سے بھی بڑھ کر ہے، اور یہ (کفار) ہمیشہ تم (مسلمانوں) سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں پھیر دیں تمہارے دین سے (اسلام سے) اگر قابو پاویں، اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جاوے پھر کافر ہی ہونے کی حالت میں مرجائے تو ایسے لوگوں کے (نیک) اعمال دنیا و آخرت میں سب غارت (برباد) ہوگئے، اور وہ دوزخ والے ہیں، انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے ﴿۲۱۷﴾ اور البتہ جو لوگ ایمان لائے اور وہ جنہوں نے راہ خدا میں ترک وطن کیا (یعنی ہجرت کی) اور اللہ کی راہ میں لڑے (جہاد کیا) وہ لوگ رحمت الٰہی کے اُمیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم لوگ [1]) تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں۔

شراب اور جوئے کی ممانعت

[1] شان نزول: اس آیت میں تین سوال ہیں جو لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے تھے اور اللہ تعالیٰ نے ان تینوں

قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا ۗ وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١٩﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ ۖ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَإِن تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ ۚ

(توان لوگوں سے) کہہ دوان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کو دنیا میں کچھ نفع بھی ہے اور ان کے نفع سے ان دونوں کا گناہ (اور نقصان) بڑھ کر ہے اور تم سے دریافت کرتے ہیں کہ (خدا کی راہ میں) کیا خرچ کریں، تو (ان کو) سمجھا دو کہ جتنا (تمہاری حاجت سے) زائد ہو اسی طرح اللہ (اپنے) احکام تم لوگوں سے بیان کرتا ہے تا کہ تم دنیا اور آخرت کے کام سوچ کر کیا کرو ﴿٢١٩﴾ اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوگ) تم سے یتیموں کا حکم پوچھتے ہیں تو تم (ان کو) سمجھا دو کہ (جس میں) ان (یتیموں) کی بہتری ہو (وہی) بہتر ہے، اور اگر اپنا (اور) ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔

سوالوں کا جواب ایک ہی جگہ نازل فرمایا ہے۔ ❶ پہلا سوال شراب کے متعلق تھا۔ اس آیت سے پہلے شراب حلال تھی۔ جنگ احد میں چند صحابہ ایسے شہید ہوئے جو شراب کے نشہ میں مخمور تھے جس کا ذکر سورۂ مائدہ میں آوے گا۔ ❷ دوسرے بعض صحابہ نے نشہ کی حالت میں قرآن شریف نماز میں غلط پڑھ دیا جس پر سورۂ نساء کی آیت نازل ہوئی۔ ❸ تیسرے شراب کی حالت میں لوگوں میں اکثر جھگڑا فساد رہتا تھا جس پر سورۂ مائدہ میں شراب اور جوئے کی حرمت میں آیت نازل فرمائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو چیزیں نشہ والی ہیں وہ سب حرام ہیں۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر شراب کا ایک قطرہ کنوئیں میں گر جائے پھر اس جگہ منارہ بنایا جائے تو میں اس پر اذان نہ کہوں''۔ سبحان اللہ! گناہ سے کس قدر نفرت ہے۔ دوسرے جو شرط بدی (لگائی) جاوے جس میں ہار جیت ہو (یعنی جوا) وہ محض حرام ہے اس میں سوائے نقصان کے فائدہ نہیں ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ لوگوں نے دریافت کیا تھا کہ نفلی صدقہ میں کس قدر مال خرچ کیا جا سکتا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ جواب نازل فرمایا کہ اپنی ذات اور اہل وعیال کے خرچ سے جو بچے اس کو آدمی نفلی صدقہ میں خرچ کر سکتا ہے تیسرا سوال یہ تھا کہ یتیم کے مال کی نسبت یہ سخت حکم اترا کہ جو لوگ یتیموں کا مال زبردستی اور بے جا طور پر کھا جاتے ہیں، وہ اپنے پیٹ میں انگارے بھرتے ہیں۔ تو اب کیا حکم ہے؟ اس کا جواب دیا کہ جو ان کے حق میں بہتر ہو اس پر عمل کرو۔ اللہ تعالیٰ نیت اور ارادے سے باخبر ہے ہر ایک کو اس کی نیت کے مطابق صلہ ملے گا۔

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۰﴾ وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ؕ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۲۱﴾ وَيَسْــَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِى الْمَحِيْضِ ۙ

اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے، اور اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا، بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے ﴿۲۲۰﴾ اور [۱] (اے مسلمانو!) نکاح نہ کرو شرک کرنے والی عورتوں سے جب تک وہ ایمان نہ لاویں، اور بے شک مسلمان لونڈی بہتر ہے مشرکہ سے اگرچہ وہ تم کو کیسی ہی بھلی (کیوں نہ) لگے اور مشرک مرد جب تک ایمان نہ لے آئیں (مسلمان عورتیں) ان کے نکاح میں نہ دو، اور بیشک مسلمان غلام بہتر ہے مشرک سے اگرچہ وہ تمہیں کیسا ہی بھلا (کیوں نہ) لگے۔ وہ لوگ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے اپنے حکم سے اور اپنی آیتیں بیان کرتا ہے لوگوں کے لئے تاکہ وہ نصیحت مانیں ﴿۲۲۱﴾ اور [۲] (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوگ) تم سے پوچھتے ہیں "حیض کا حکم"، تم (ان کو) سمجھادو کہ وہ نجاست ہے تو حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو۔

نکاح کا ذکر

[۱] **مسائل القرآن:** اس آیت میں نکاح کا ذکر ہے کہ پہلے مسلمان مرد اور مشرک عورت کے نکاح کی اجازت تھی، اس آیت میں اس کو منسوخ کردیا گیا، اور فرمادیا کہ مسلمان مرد اس وقت تک نکاح نہیں کرسکتا جب تک وہ عورت مسلمان نہ ہو جائے۔ ایسا ہی مسلمان عورت کا مشرک مرد سے جائز نہیں ہے۔

حیض کا ذکر

[۲] **مسائل القرآن:** مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یہود میں دستور تھا کہ جب

وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ

اوران سے قربت نہ کرو جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جاویں پھر جب وہ اچھی طرح پاک ہو جاویں تو ان سے قربت کرو جس جگہ سے تمہیں اللہ نے حکم دیا ہے (یعنی آگے کی جانب سے) بیشک اللہ دوست رکھتا ہے توبہ کرنیوالوں کو اور دوست رکھتا ہے (پاکی اور) ستھرائی والوں کو ﴿۲۲۲﴾ تمہاری ۱؎ بیویاں (گویا) تمہاری کھیتیاں ہیں تو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ اور اپنے لئے آئندہ (یعنی عاقبت) کا بھی بندوبست رکھو (یعنی اعمال صالحہ کا)۔

عورت حیض کی حالت میں ہوتی تو اس کے ساتھ کھانا پینا، ایک گھر میں رہنا سب چھوڑ دیتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ سوائے صحبت کے اور سب طرح کا اختلاط جائز ہے۔ حیض کی حالت میں مجامعت کرنا، نماز، روزہ سب حرام ہے اور خلاف عادت جو خون آوے وہ بیماری ہے، اس میں سب درست ہے، حیض کی مدت دس یوم کی ہے، اور اگر عورت کی عادت چھ یوم کی ہے تو بعد غسل کے یا نماز کا وقت ختم ہو جانے پر مجامعت درست ہوگی، اور اگر سات یا آٹھ یوم کی ہے تو ان دنوں کے پورے کرنے کے بعد مجامعت درست ہوگی۔

اغلام کی سخت ممانعت

۱؎ **شان نزول:** صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ پیٹھ کے پیچھے سے جو کوئی اپنی عورت سے صحبت کرے تو بچہ بھینگا پیدا ہوتا ہے۔ سوائے کروٹ کے بل کے اور کسی طرح مباشرت جائز نہیں قرار دیتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ عورت کی مثال بمنزلہ زمین کے ہے اور نطفہ کی مثال بیج کے اور اولاد کی مثال پیداوار کے۔ جس طرح کاشتکار کو اپنی زمین میں ہر طرح بیج ڈالنے کا اختیار ہے اسی طرح تم کو بھی ہر طرح ہر پہلو سے اپنی عورت سے مباشرت جائز ہے۔ ترمذی اور نسائی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی عورت سے اغلام کرے گا، اس کی طرف رحمت سے اللہ تعالیٰ نظر نہ فرماوے گا۔ مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اغلام کی سخت ممانعت کی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت کوئی شخص اپنی بی بی سے مباشرت کا قصد کرے تو بسم اللہ کر کے یہ دعا پڑھے جس دعا کا حاصل یہ ہے کہ یا اللہ! ہم کو شیطان سے بچا اور کوئی اولاد ہمارے نصیب میں تو نے لکھی ہے اس سے شیطان کو دور رکھ۔ آپ نے فرمایا کہ اس دعا کی برکت سے اس اولاد سے کبھی اس کو ضرر نہ پہنچے گا۔

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾ لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾

اور اللہ سے ڈرو اور جان رکھو کہ تم کو اس کے حضور میں حاضر ہونا ہے اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) مسلمانوں کو خوشخبری سنا دو ﴿۲۲۳﴾ اور اللہ کے نام کو اپنی قسموں کے (حیلے) سے نشانہ نہ بناؤ کہ خدا کی قسم! جو میں (کسی کے ساتھ) احسان کروں یا پرہیزگاری کروں یا لوگوں میں ملاپ کراؤں، اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ﴿۲۲۴﴾ اللہ تم کو نہیں پکڑتا ہے ان قسموں میں [۱] جو (بیہودہ و) بے ارادہ زبان سے نکل جائے لیکن تم سے مواخذہ کرتا ہے ان پر کہ جو تمہارے دلوں سے سرزد ہوئی ہیں (پورا نہ کرنے کی صورت میں)، اور اللہ بخشنے والا بردبار ہے ﴿۲۲۵﴾ جو لوگ اپنی بیویوں [۲] کے پاس نہ جانے کی قسم کھا بیٹھتے ہیں ان کو چار مہینے کی مہلت ہے پس اگر انہوں نے (اس مدت میں) پھر ملاپ کر لیا تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۲۲۶﴾

قسم اور اس کی اقسام

[۱] قسم کی دو حالتیں ہیں ایک تو وہ جو دل سے جان بوجھ کر اصلی حالت کو چھپا کر قسم کھائی جاوے تو یہ کبیرہ گناہ ہے جس کا کفارہ دینا لازم ہے۔ دوسرے تکیہ کلام کے طور پر زبان سے نکل جاوے اس پر کچھ مواخذہ نہیں۔ جس کو یمین لغو کہتے ہیں۔ قسم صرف اللہ کے نام کی ہوتی ہے اور ایسی قسم کہ فلاں کے سر کی قسم یا فلاں کی جان کی قسم یہ بالکل منع ہے۔ قسم کے کفارہ کا ذکر آگے سورۂ مائدہ میں آوے گا کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا کپڑا ابنا دینا یا ایک بردہ (غلام) آزاد کرنا یا تین روزے رکھنا۔

[۲] **اسباب نزول:** اسلام سے پہلے عرب میں یہ دستور تھا کہ جو شخص اپنی بی بی سے خفا ہو جاتا تھا تو اس کو تنگ کرنے کی غرض سے قسم کھا لیا کرتا تھا کہ میں اتنے عرصہ تک بات چیت نہ کروں گا۔ اس پر یہ آیت نازل فرمائی۔ اس چار مہینہ کی مدت سے بڑھ کر یہ قسم، جس کو ایلاء کہتے ہیں، جائز نہیں۔

وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَ لِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۠

ع ۲۸ / ۱۲

اور اگر ارادہ پکا کرلیا چھوڑ دینے کا تو بیشک اللہ خوب سنتا جانتا ہے ﴿۲۲۷﴾ ۱؎ اور جن عورتوں کو طلاق دیدی گئی ہو تو وہ اپنے آپ کو روکے رکھیں تین حیض یا تین طہر تک، اور ان عورتوں کو یہ بات حلال نہیں کہ خدا نے جو کچھ ان کے رحم میں پیدا کیا ہے (خواہ حمل یا حیض) اس کو چھپائیں اگر وہ عورتیں اللہ پر اور روز قیامت پر یقین رکھتی ہیں، اور ان کے شوہروں کو ان کے پھیر لینے کا زیادہ حق پہنچتا ہے اس مدت کے اندر اگر صلح کرنا چاہیں اور ان عورتوں کا بھی ایسا ہی حق مردوں پر ہے جیسا کہ مردوں کا عورتوں پر ہے قاعدہ (شرعی) کے موافق اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے ﴿۲۲۸﴾ یہ طلاق (رجعی) جس کے بعد رجوع بھی ہوسکتا ہے ۲؎ دو بار تک ہے۔

۱؎ اس آیت میں فقط ان عورتوں کی عدت کا ذکر ہے جن سے نکاح کے بعد مباشرت ہوئی ہو کہ مرد نے عورت کو طلاق دی تو ابھی اس عورت کو کسی دوسرے سے نکاح جائز نہیں جب تک تین حیض پورے نہ ہو جائیں۔ تاکہ حمل ہو تو معلوم ہو جاوے اور کسی کی اولاد کسی کو نہ مل جاوے۔ اس لئے عورت پر فرض ہے کہ حمل ظاہر کردے اور بلا مباشرت یعنی صغرسن ہے یا بہت بوڑھی ہوگئی۔ ان دونوں صورتوں میں عدت تین مہینے ہیں اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور موت کی عدت چار ماہ دس رات ہے۔

بیان نکاح وطلاق

۲؎ **شان نزول:** اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے طلاق کی کوئی حد اور گنتی نہیں تھی جس قدر طلاقیں مرد اپنی عورت کو دے دیتا عدت کی مدت کے اندر پھر رجوع کرسکتا تھا۔ اس طریقہ کے بند کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جس سے اب یہ حکم شرعی ٹھہر گیا کہ تین طلاق کے بعد کوئی حق رجوع کرنے کا مرد کو باقی نہیں۔

فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ

پھر (دو طلاقوں کے بعد یا تو) بھلائی کے ساتھ (زوجیت میں) رکھنا ہے یا حسن سلوک کے ساتھ رخصت کردینا اور تم کو یہ جائز نہیں ہے کہ جو کچھ تم نے عورتوں کو دیا تھا اس میں سے کچھ واپس لو مگر یہ کہ جب میاں بی بی کو (اس بات کا) خوف ہو کہ خدا کی حدوں پر قائم نہ رہ سکیں گے تو اس صورت میں (اے مسلمانو!) تم کو اس بات کا خوف ہو کہ وہ دونوں اللہ کی حدوں پر قائم نہ رہیں گے تو ان پر کچھ گناہ نہیں۔ اس میں جو بدلہ ۱؎ دے کر عورت چھٹی لے، یہ اللہ کی حدیں مقرر کی ہوئی ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو کوئی اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں ﴿۲۲۹﴾ پھر ۲؎ اگر تیسری طلاق عورت کو دے دی تو اب وہ عورت اس مرد کو حلال نہ ہوگی بعد اس کے کہ جب تک عورت دوسرے شوہر سے (عدت کے بعد) نکاح نہ کرلے (یعنی وہ دخول کرلے)۔

۱؎ اس آیت میں دو حکم ہیں۔ شروع آیت میں ہے کہ بغیر مرضی عورت کے مرد کیلئے اس مال کو جو مہر کے طور پر یا عطیہ کے طور پر ایک دفعہ دے چکا ہے، اپنے تصرف میں لانے کی ممانعت ہے۔ کیونکہ وہ اس مال کی مالک بن چکی ہے اور آخر آیت میں عورت کے خلع کا حکم ہے یعنی جب میاں اور بی بی میں ناموافقت ہو اور کچھ مال عورت خاوند کو دے کر مفارقت کرلے تو اس کو خلع کہتے ہیں۔

۲؎ **مسائل القرآن:** حاصل معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ تین طلاق کے بعد اگر وہ عورت دوسرا نکاح کرلے اور اس دوسرے خاوند کی نیت محض حلالہ کی نہ ہو اور فقط خلوت نہیں بلکہ مباشرت بھی یہ دوسرا خاوند کر چکے، اور اتفاق سے یہ دوسرا خاوند بھی طلاق دیوے تو اس حالت میں پہلا خاوند اپنی گزر اوقات حسن اسلوبی سے خیال کرے تو اس عورت سے پھر نکاح کرسکتا ہے۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۭ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۠ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ۭ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ۡ

پھر اگر وہ دوسرا خاوند اس کو طلاق دے دے تو ان دونوں میں کچھ گناہ نہیں کہ پھر آپس میں مل جائیں (یعنی نکاح کرلیں) اگر یہ سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں قائم رکھیں گے، اور یہ خدا کی حدیں ہیں ان کو بیان فرماتا ہے دانشمندوں کے لئے ﴿۲۳۰﴾ اور جب [1] تم نے عورتوں کو (رجعی) طلاق (یعنی دوبار) دیدی اور وہ اپنی عدت پوری کرنے کے قریب ہوں تو ان کو یا تو دستور کے موافق اچھی طرح سے رکھ لو یا (تیسری طلاق دے کر) ان کو بھلائی سے رخصت کردو، اور تکلیف دینے کیلئے ان کو اپنی (زوجیت میں) نہ روکو کہ (بعد کو ان پر) زیادتی کرو، اور جو ایسا کرے پس بے شک اس نے اپنے پر ظلم کیا [2] اور اللہ کی آیتوں کو ہنسی (کھیل) نہ بنالو۔

[1] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ عدت کے ختم ہونے تک خاوند کو اختیار ہے کہ رضامندی کے ساتھ اس کو پھر ملالیوے یا بالکل چھوڑ دے یا مگر یہ ہرگز جائز نہیں کہ قید میں رکھے۔ **فائدہ:** پہلی آیت میں یہ بتلایا تھا کہ دو طلاق تک مرد کو اختیار تھا کہ عورت کو پھر ملالیوے، یا بالکل چھوڑ دے۔ اب اس آیت میں یہ فرمایا کہ یہ اختیار صرف عدت تک ہے۔ عدت کے بعد کوئی اختیار حاصل نہ رہے گا۔

[2] **شان نزول:** تفسیر ابن منذر میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگ طلاق و عتاق کا پہلے اقرار کرکے پھر کہہ دیتے تھے کہ ہم نے تو ہنسی سے کہہ دیا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور جتلایا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ تم پر نعمت ہے کہ رسول ہر وقت تم میں موجود ہیں۔ طرح طرح کے احکام اترتے ہیں۔ اگر تم ان احکام کو جو آیات الٰہی میں ہیں ٹھٹھا ٹھہراؤ گے تو یاد رکھو کہ اللہ کو سب کچھ معلوم ہے، یا تو تمہارے لئے دنیا میں کوئی عتاب آوے گا ورنہ قیامت میں اس ہنسی کھیل کا مواخذہ ضرور ملے گا۔ مطلب یہ ہے کہ نکاح اور طلاق رجعی سے عدت میں رجوع کرنا ان تین چیزوں میں ہنسی کا کچھ دخل نہیں ہے۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ
الْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ط وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمٌ ع ﴿۲۳۱﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ
يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ط ذٰلِكَ يُوْعَظُ
بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَ
اَطْهَرُ ط وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾ وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ
اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ط وَ
عَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ط

اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور (اس کا) یہ (احسان بھی یاد کرو) کہ اس نے تم پر کتاب اور عقل کی باتیں اتاریں کہ تم کو اس کے ذریعہ سے نصیحت کرے، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے ﴿۲۳۱﴾ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو پھر وہ اپنی (عدت کی) مدت پوری کر لیں تو اب ان کو اس بات سے منع نہ کرو کہ وہ اپنے (دوسرے) شوہروں سے نکاح کر لیں جبکہ وہ باہم شرع کے موافق اچھی طرح سے راضی ہو جاویں۔ یہ نصیحت اسے دی جاتی ہے جو تم میں سے اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو، یہ تمہارے لئے بڑی پاکیزگی ہے اور بڑی صفائی کی بات ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ﴿۲۳۲﴾ اور مائیں لے دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال یہ حکم اس کیلئے ہے کہ جو دودھ پلانے کی مدت پوری کرنا چاہے اور جس کا بچہ ہے (یعنی باپ) اس پر دستور کے مطابق دودھ پلانے والی عورت کا کھانا اور کپڑا دینا واجب ہے (یہ انتظام ہر شخص کی حیثیت کے مطابق ہونا چاہئے)۔

طلاق کے بعد بچہ کے دودھ کا حکم اور عدت کا ذکر

لے بعد ذکر نکاح وطلاق کے اللہ تعالیٰ نے بچے کے دودھ پلانے کا ذکر اس لئے فرمایا ہے کہ کسی عورت کی گود میں دودھ پیتا بچہ

لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۳﴾

کسی شخص پر بوجھ نہ رکھا جائے گا مگر اس کے مقدور کے موافق نہ تو ماں کو اس بچہ کی وجہ سے نقصان پہنچایا جائے اور نہ باپ کو اس بچہ کی وجہ سے (یا ماں ضرر نہ دے اپنے بچہ کو اور باپ اپنے بچہ کو) اور جو باپ کا قائم مقام ہے اس پر بھی اسی طرح ہے۔ پس اگر ماں باپ دودھ چھڑانا چاہیں (یعنی دو سال سے پہلے) آپس کی رضا مندی اور صلاح و مشورہ سے تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے، اور اگر تم چاہو کہ اپنی اولاد کو (ماں کی جگہ) کسی اور انا کا دودھ پلانا تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ (ماؤں کی حق تلفی نہ کرو اور) جو کچھ انہیں دینا (مقرر) کیا تھا بھلائی کے ساتھ ان کے حوالے کر دو، اور اللہ سے ڈرو اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے ﴿۲۳۳﴾

بھی ہوتا ہے، ایسی حالت میں فرمایا کہ عورت دو برس تک دودھ پلائے، اور بچہ کا باپ موافق اپنی حیثیت اور مقدور (طاقت) کے بچہ کی ماں کو روٹی کپڑا دیوے اور اگر اس مدت میں بچے کے باپ کا انتقال ہو جاوے تو بچے کے وارث دودھ پلانے والی ماں کی روٹی کپڑے کے دودھ پلانے کی مدت تک ذمہ دار رہیں گے۔ پھر یہ فرمایا کہ آپس کی طلاق کی رنجش کے سبب سے نہ ماں دودھ کی مدت کے اندر بچہ کو زبردستی پر ڈال کر چلی جاوے، نہ باپ زبردستی دودھ کی مدت کے اندر بچہ کو ماں سے چھین لینے کا قصد کرے۔ ہاں اگر ماں باپ دونوں کے مشورہ سے دو برس کے اندر بچہ کے دودھ چھوڑانے کی صلاح ٹھہر جاوے تو اس صورت میں دودھ چھوٹ جانے کے بعد دو برس کے اندر بھی بچہ ماں سے علیحدہ کیا جا سکتا ہے، اور اسی طرح دونوں کی صلاح سے اگر انا کا دودھ پلایا جاوے تو جائز ہے۔ جتنے دن ماں نے دودھ پلایا ہے اس کا حق پورا اس کو دیدیا جاوے۔ آخر کو فرمایا اللہ سے ڈرو اور اللہ کے حکموں کی پوری تعمیل کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کو دیکھ رہا ہے اور ایک دن اس کے موافق جزا و سزا دینے والا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ

اور تم میں ۱؎ سے جو لوگ مر جاتے ہیں اور بیبیاں چھوڑ جاتے ہیں وہ عورتیں (نکاح وغیرہ سے) اپنے آپ کو چار ماہ اور دس دن روکے رکھیں، پھر جب اپنی میعاد (عدت) ختم کرلیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے اس کام میں کہ جو عورتیں اپنی ذات کے لئے کچھ کارروائی (نکاح کی) کریں شرع کے موافق، اور خدا اس کام سے کہ جو کچھ کر رہے ہو خبر رکھتا ہے ﴿۲۳۴﴾ اور تم پر کوئی گناہ نہیں اس ۲؎ بات میں جوان عورتوں کو پیغام (نکاح) دینے کے بارے میں کوئی بات اشارۃً کہو (درمیان عدت کے)۔

۱؎ **مسائل القرآن:** نکاح طلاق اور دودھ پلانے کے بعد پھر شوہر کی وفات اور اس کی عدت کا ذکر ہے کہ جس عورت کا شوہر مر جاوے اس کی عدت چار مہینے دس دن کی ہے۔ صحیحین وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ کسی ایماندار عورت کو جائز نہیں ہے کہ سوائے اپنے شوہر کے کسی رشتہ دار کے مرنے پر تین دن سے زیادہ سوگ کرے۔ ہاں شوہر کی وفات پر عورت کو چار مہینے دس رات کا سوگ کرنا چاہئے۔ سوگ یہ ہے کہ عدت کے دنوں میں عورت اچھے کپڑے اور زیور نہ پہنے اور خوشبو کی چیز کا استعمال نہ کرے، غرضیکہ سب بناؤ چھوڑ دے۔ حاملہ عورت کی عدت بچہ کا پیدا ہو جانا ہے۔ عدت کے بعد بناؤ سنگار کرے یا دوسرا نکاح کرے تو اس کی اجازت اللہ کی طرف سے اس آیت میں ہے۔

عدت کے اندر نکاح جائز نہیں

۲؎ **مسائل القرآن:** جب تک عورت سوائے طلاق رجعی کے اور کسی طرح کی طلاق یا خاوند کی وفات کی عدت میں ہو تو جائز نہیں ہے کہ کوئی شخص اس مدت کے اندر خفیہ طور پر اس عورت سے نکاح کرے، یا صاف لفظوں میں نکاح کا پیغام دیوے۔ ہاں اشارہ کنایہ کے طور پر اگر کچھ کہہ دے تو مضائقہ نہیں ہے۔ مثلاً یوں کہہ دے کہ کوئی نیک عورت مل جائے تو میرا بھی ارادہ نکاح کرنے کا ہے۔ ہاں مطلقہ رجعیہ کی عدت میں یہ اشارہ کنایہ کی بات بھی غیر مرد کو جائز نہیں ہے۔ اگر عدت کے اندر کسی نے نکاح کرلیا تو دونوں میں تفریق کرادی جاوے۔

اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ؕ۬ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى یَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ﴿۲۳۵﴾ لَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِیْضَةً ۚۖ وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ

یا اپنے دلوں میں (ارادہ نکاح کو) پوشیدہ رکھو، اللہ جانتا ہے کہ تم کو ان عورتوں سے نکاح کا خیال پیدا ہوگا (سو مضائقہ کی بات نہیں) لیکن ان سے (نکاح کا) وعدہ تو چپکے سے بھی نہ کرنا، ہاں جائز طور پر بات کہہ گزرو (یعنی اشارے سے تو کچھ حرج کی بات نہیں) اور ارادہ نہ کرو عقد نکاح (پکی بات چیت کرنے) کا جب تک میعاد مقررہ (یعنی عدت) اختتام کو نہ پہنچے، اور جان لو کہ بیشک اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے، پس ڈرو اس سے اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا بردبار ہے ﴿۲۳۵﴾ تم پر کچھ (مہر کا[1]) مواخذہ نہیں اگر تم عورت کو طلاق دو جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا کوئی مہر مقرر نہ کرلیا ہو اور ان کو کچھ خرچ دو (یعنی ایسی طلاق والیوں کو) لازم ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق دے اور تنگ دست پر اپنی حالت کے مطابق۔

[1] **مسائل القرآن:** نکاح ہوکر مباشرت کی نوبت نہ آوے اور طلاق دیدی جاوے تو بموجب اس آیت کے یہ طلاق جائز ہے۔ اور اس طلاق کی صورت میں نکاح کے وقت مہر نہ قرار پایا ہو تو اپنے مقدور کے موافق کچھ دے کر عورت کو خوش کر دینا چاہئے، جو بہر حال کپڑوں کے ایک جوڑے سے کم نہ ہو۔ اور اگر مہر قرار پایا ہو تو نصف مہر دینا چاہئے یہ اور بات ہے کہ عورت اپنا حق چھوڑ دیوے یا مرد حسن سلوک کے طور پر پورا مہر دے دیوے۔ صحیح قول آیت کی تفسیر میں یہی ہے کہ اَلَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ سے مراد شوہر ہے کہ وہی مختار نکاح کے قائم رکھنے اور نہ رکھنے کا ہے۔ یہی قول بہت صحابہ اور تابعین کا ہے اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اَلَّذِیْ بِیَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ سے مراد عورت کا متولی ہے۔ یہاں تک حکم نکاح وطلاق کے تمام ہوگئے۔

مَتَاعًا بِالْمَعْرُوفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِينَ ﴿٢٣٦﴾ وَإِنْ طَلَّقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمَسُّوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ إِلَّا أَنْ يَعْفُونَ أَوْ يَعْفُوَ الَّذِي بِيَدِهِ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۚ وَأَنْ تَعْفُوا أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۚ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٣٧﴾ حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلَاةِ الْوُسْطَىٰ وَقُومُوا لِلَّهِ قَانِتِينَ ﴿٢٣٨﴾

حسب دستور خوشی سے خرچ دینا واجب کیا گیا ہے نیکی والوں پر ﴿۲۳۶﴾ اور اگر تم نے عورتوں کو ہاتھ لگانے سے پہلے ان کو طلاق دیدی ہے اور ان کے واسطے کچھ مہر بھی مقرر کر چکے تھے تو جتنا مہر تم نے مقرر کیا تھا اس کا نصف واجب ہے مگر یہ کہ وہ عورتیں معاف کر دیں یا وہ شخص کہ جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے، وہ (اپنا حق) چھوڑ دے (یعنی پورا مہر دینے پر راضی ہو) اور اے مردو! تمہارا زیادہ دینا پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کو بھلا نہ دو، بیشک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے ﴿۲۳۷﴾ محافظت ۱؎ کرو تم سب نمازوں کی اور درمیانی نماز (یعنی نماز عصر) کی۔ اور خدا کے حضور ۲؎ میں ادب سے کھڑے ہوا کرو ﴿۲۳۸﴾

وقت پر نماز کی تاکید کا ذکر

۱؎ نمازوں کے بروقت ادا ہونے کی تاکید میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ نماز کا وقت پر پڑھنا سب عملوں سے بہتر ہے۔ اس حدیث کا یہ ٹکڑا آیت کے اس ٹکڑے کی تفسیر ہے۔ بیچ والی نماز میں اگرچہ پہلے صحابہ کا اختلاف تھا کہ وہ کون سی نماز ہے مگر خندق کی لڑائی میں جب آپ کی عصر کی نماز فوت ہوگئی، اور آپ نے اس صراحت کے ساتھ کافروں کو بددعا دی کہ خدا ان کے گھروں اور قبروں میں انگارے بھرے کہ انہوں نے ہماری بیچ کی نماز کھوا دی جس سے مراد عصر کی نماز ہے کہ دن اور رات کے بیچ میں ہے۔ اس کی تاکید زیادہ آئی ہے کیونکہ اس وقت دنیا کا مشغلہ زیادہ ہوتا ہے۔

۲؎ **اسباب النزول:** نماز میں لوگ باتیں کیا کرتے تھے، اسکے موقوف کرنے کیلئے یہ آیت نازل فرمائی کہ کھڑے رہو ادب سے یعنی نماز میں ایسی حرکت نہ کرو جس سے معلوم ہو جائے کہ نماز نہیں پڑھتے، ایسی باتوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ۚ فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۹﴾ وَ الَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ يَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا ۚۖ وَّصِيَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ اِخْرَاجٍ ۚ فَاِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْ مَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ ؕ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۴۰﴾ وَ لِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ ع

پھر اگر تم کو (دشمن [1] وغیرہ سے) خوف ہو تو کھڑے کھڑے نماز ادا کرلو یا سواری پر (جیسے بن پڑے)، پھر جب اطمینان سے ہو تو اللہ کو یاد کرو جیسا کہ اس نے تم کو سکھایا جو نہ تم جانتے تھے۔ اور جو لوگ تم میں سے مرجاتے ہیں اور بیبیوں کو چھوڑ جاتے ہیں، وہ وصیت کر جایا کریں اپنی ان بیبیوں کے واسطے ایک سال تک نان ونفقہ دینے کی اس طور پر کہ وہ گھر سے نکالی نہ جاویں، پس اگر وہ خود باہر نکل جائیں تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے جو کچھ انہوں نے اپنے حق میں مناسب طور پر کیا (یعنی نکاح بطور شرع) اور خدا زبردست حکمت والا ہے ﴿۲۴۰﴾ اور طلاق والیوں کے لئے بھی مناسب طور پر نان ونفقہ ہے یہ واجب ہے ان پر جو پرہیز گاری کرتے ہیں ﴿۲۴۱﴾ اسی طرح بیان کرتا ہے خدا تمہارے واسطے (اپنے) احکام اس لئے کہ تم سمجھو ﴿۲۴۲﴾

[1] **فائدہ:** اوپر کی آیت میں محافظت نماز کا ذکر جو آیا اس سے یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ دشمن کے خوف اور مقابلہ کے وقت بھی شاید یہی محافظت اوقات اور ارکان، کی نماز میں قائم رہے گی۔ اس خیال کے رفع کرنے کے لئے آخر آیت میں یہ صلوٰۃ الخوف کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ یعنی لڑائی اور دشمن سے خوف کا وقت ہو تو لاچاری کو سواری پر اور پیادہ کی بھی اشارہ سے نماز درست ہے گو قبلہ کی طرف بھی منہ نہ ہو۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۫ ثُمَّ اَحْیَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِیْرَةً ؕ

(اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ۱؎ کیا تم نے ان لوگوں کو نہ دیکھا تھا کہ جو اپنے گھروں سے نکل گئے موت سے ڈر کر اور وہ ہزاروں تھے، پس اللہ نے ان کو حکم دیا: ''مرجاؤ'' (وہ مر گئے) پھر خدا نے ان کو زندہ کر دیا۔ بیشک اللہ لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔ مگر اکثر لوگ ناشکرے ہیں ﴿۲۴۳﴾ اور (مسلمانو!) خدا کی راہ میں (کافروں سے) لڑو اور جانو کہ خدا سننے والا جاننے والا ہے ﴿۲۴۴﴾ کون شخص ۲؎ ہے کہ وہ خدا کو قرض حسن دیوے تاکہ پھر اس کو خدا دوگنا کر کے بہت بڑھا کر دیوے (یعنی وہ مال راہ حق میں خرچ کرے)

۱؎ **شان نزول:** جہاد کے حکم کے نازل ہونے کے بعد جان کے خوف سے کچھ لوگ جہاد میں جانے سے پہلو تہی کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر جہاد کی تاکید فرمائی اور اس تاکید سے پہلے ایک قصہ بیان فرمایا، جس کا حاصل یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک بستی کے آٹھ ہزار کے قریب آدمی وبا سے ڈر کر دوسری بستی میں بھاگ گئے تھے۔ وہاں اللہ کے حکم سے ایک دم سب مر گئے، اور پھر ایک نبی کی دعا سے اللہ نے ان کو زندہ کیا۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ موت جب آنے والی ہوتی ہے تو ہر حال میں آتی ہے۔ جہاد کی پہلو تہی اس کو روک نہیں سکتی اسلئے اس وقت موت سے ڈرنا اور جہاد سے پہلو تہی کرنا بے فائدہ ہے۔

قرض دینے کی فضیلت

۲؎ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب سورۂ بقر کی وہ آیت اتری جس میں اللہ تعالیٰ نے خیرات کے ایک دانے کی سات بالیں اور ہر بالی میں سو دانہ کی پیدائش کی مثال بیان فرمائی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ یا اللہ میری امت کے اجر اور ثواب کی تعداد میں کچھ اور زیادتی فرما اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جہاد میں صرف کرنے کے لئے جو کوئی اللہ کو قرض دیوے گا اللہ تعالیٰ اس کے اجر میں بے شمار افزائش کرے گا۔ قرض حسنہ اسے کہتے ہیں جو قرض دے کر تقاضا نہ کرے اور اپنا احسان نہ رکھے، اور نہ بدلہ چاہے اور اسے حقیر نہ خیال کرے۔ اللہ کو قرض دینے سے مراد ہے کہ جہاد میں خرچ کرنا یا محتاجوں کو دینا۔

وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۖ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٢٤٥﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الْمَلَإِ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ مِنْ بَعْدِ مُوسَىٰ إِذْ قَالُوا لِنَبِيٍّ لَهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ ۖ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوا ۖ قَالُوا وَمَا لَنَا أَلَّا نُقَاتِلَ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَائِنَا ۖ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ﴿٢٤٦﴾

وقف لازم

اور (تنگدستی کا خوف جس کی وجہ سے تمہارا ہاتھ رک جاتا ہے تو) تنگی اور کشائش دونوں ہی اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور اسی کے حضور میں تم سب کو لوٹ کر جانا ہے ﴿۲۴۵﴾ کیا تم نے نہ دیکھا بنی اسرائیل کے اس گروہ کو[ا] کہ جو موسیٰ کے بعد ہوا تھا (سموئیل علیہ السلام کی امت) جب کہ انہوں نے اپنے نبی سے کہا: ''ہمارے لئے ایک بادشاہ مقرر کر دیجئے تا کہ ہم خدا کی راہ میں لڑیں'' نبی نے فرمایا: ''شاید تمہارے انداز ایسے ہیں کہ تم پر جہاد فرض ہو تو پھر تم نہ لڑو'' وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمارے واسطے ایسا کونسا سبب ہوگا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم اپنے وطن سے اور بال بچوں سے نکالے گئے ہیں تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا تو سوائے چند آدمیوں کے سب پھر گئے، اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو ﴿۲۴۶﴾

طالوت اور جالوت کا بیان

[ا] بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک مدت تک بنی اسرائیل کا کام بنا رہا، پھر جب ان کی نیت بری ہوگئی تو ان پر غنیم (ظالم) مسلط ہوا۔ جالوت کافر بادشاہ نے ان کے اطراف کے شہر چھین لئے اور لوٹا اور قیدی پکڑ لے گیا۔ وہاں سے بھاگ کے لوگ شہر بیت المقدس میں جمع ہوئے۔ حضرت شمویل علیہ السلام پیغمبر سے چاہا کہ کوئی بادشاہ با اقبال مقرر کر دو کہ بغیر سردار کے ہم لڑ نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب ان میں بادشاہ بھی قائم ہوا اور اس بادشاہ کے ساتھ ان کو دشمن سے لڑنے کا حکم بھی ہوا تو ایک نہر کے پانی پینے کی آزمائش میں ہزارہا آدمیوں نے ان میں سے بدعہدی کی، فقط تین سو تیرہ آدمی اپنے عہد پر قائم رہے باقی سب نے بدعہدی کی۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو ایسے گنہگاروں کا حال خوب معلوم ہے ایک دن یہ اپنے کئے کی سزا پاویں گے۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْۤا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖۤ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ ع

اور ان سے [1] ان کے نبی نے فرمایا: ''بیشک اللہ نے (تمہاری درخواست کے مطابق) تمہارے واسطے مقرر کیا ہے طالوت کو بادشاہ'' (اس پر) انہوں نے کہا کہ اسے ہم پر بادشاہی کیونکر ہو سکتی ہے اور ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اس کو تو مال (دولت اعتبار) سے بھی وسعت نہیں دی گئی (نبی نے) فرمایا: ''بیشک اللہ نے اس کو تم پر چن لیا ہے اور اس کو فراخی علم میں اور جسم میں (کشادگی) زیادہ دی اور اللہ دیتا ہے اپنا ملک جس کو چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا علم والا ہے ﴿۲۴۷﴾ اور ان [2] سے ان کے نبی نے فرمایا کہ اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ (مقدس) صندوق (واپس) آجاوے (جو تم کھو چکے ہو اور دشمنوں کے ہاتھ پڑ چکا ہے) کہ صندوق میں تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے لئے (فتح و کامرانی کی) تسکین ہے اور کچھ بھیجی ہوئی چیزیں (تبرکات) ہیں جن کو آل موسیٰ اور آل ہارون چھوڑ گئے ہیں جو (حکمت الٰہی سے) فرشتے اسے اٹھا لائیں گے۔ بیشک اس میں تمہارے واسطے پوری نشانی ہے اگر تم یقین رکھتے ہو ﴿۲۴۸﴾

[1] طالوت کی قوم میں پہلے سے سلطنت نہ تھی اور کچھ مالدار بھی نہ تھے۔ اس لئے جب حضرت شمویل علیہ السلام نے بادشاہی کیلئے طالوت کا نام لیا تو بنی اسرائیل نے اس پر اعتراض کیا اور اپنے خاندان کے لوگوں کو مستحق بتلایا اور کہا کہ طالوت بن یامین کے خاندان میں سے تھا جو سب سے گھٹیا خاندان کہلاتا تھا۔ حضرت شمویل علیہ السلام نے جواب دیا کہ بادشاہی کیلئے طالوت

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ

پھر[۱] جب طالوت فوجوں سمیت اپنے وطن سے جدا ہوا تو (اس نے اپنے ہمراہیوں سے) کہا کہ (راستے میں ایک نہر پڑے گی) اللہ (اس) نہر سے تمہاری (یعنی تمہارے صبر کی) جانچ کرنے والا ہے

کا انتخاب میں نے اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ انتخاب ہوا ہے" کہ جو قد و قامت کا ایک پیمانہ اپنے نبی کو بتلایا تھا وہ طالوت کے قد کے برابر نکلا۔ آخر کو اللہ کے نبی نے قطع حجت کیلئے یہ بھی فرمادیا کہ سب اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ جس کو چاہے دیوے اس میں بحث کی گنجائش نہیں ہے۔

حضرت داؤد علیہ السلام اور جالوت کا واقعہ

[۲] بنی اسرائیل میں ایک صندوق موروثی چلا آتا تھا جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے وقت کی چیزیں تبرکا تھیں، لڑائی کے وقت اس صندوق کو سب لشکر کے آگے رکھتے اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے فتح دیتا تھا اس واسطے اس صندوق کا نام "تابوت سکینہ" رکھا گیا تھا۔ بنی اسرائیل کے اعمال کی شامت سے تابوت سکینہ ان کے قبضہ سے نکل کر دشمن کے قبضہ میں چلا گیا تھا۔ حضرت شمویل علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو یہ جو سمجھایا تھا کہ طالوت کی بادشاہت خدا کی طرف سے ہے اس کی علامت انہوں نے یہ بتلائی کہ: "تابوت سکینہ" بغیر لڑائی کے خود بخود طالوت کے پاس آجاوے گا۔ اگر تم اللہ پر پورا ایمان رکھتے ہو، تو تابوت کے آجانے کے بعد تم کو پورا یقین ہو جاوے گا کہ طالوت کی بادشاہت خدا کی طرف سے ہے۔ "تابوت سکینہ" کے طالوت کے پاس آجانے کا قصہ جو مفسرین نے لکھا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ قوم عمالقہ کی جس بستی میں "تابوت سکینہ" رکھا ہوا تھا اس بستی میں سخت وبا پھیل گئی بستی کے لوگ گھبرا گئے۔ اس بستی میں ایک لڑکی قید تھی۔ اس نے کہا کہ جب تک یہ صندوق اس بستی میں رہے گا وہ باہر گز نہ جائے گی ان لوگوں نے ایک گاڑی میں صندوق لاد کر اس گاڑی کو بستی سے باہر کر دیا۔ اللہ کے حکم سے فرشتوں نے اس گاڑی کو ہانک کر طالوت کے گھر کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا۔

[۱] "تابوت سکینہ" طالوت کے پاس آ گیا تو بنی اسرائیل کو طالوت کی بادشاہت کا پورا یقین ہو گیا اور سب نے اس کی اطاعت اور فرمانبرداری قبول کر لی اور سب کو یقین ہو گیا کہ اب اس تابوت کی برکت سے ضرور ہم کو دشمن پر فتح ہوگی۔ اس واسطے طالوت نے لڑائی پر جانے کا قصد کیا تو ستر ہزار آدمی کے قریب کا لشکر اس کے ہمراہ ہوا۔ ایک منزل میں پانی نہیں ملا۔ گرمی کا موسم تھا پریشانی پھیل گئی۔ دوسری منزل میں ایک نہر ملی اور نہر کے اس پار دشمن کی فوج مقابلہ کو تیار تھی۔ طالوت نے یہ سمجھ کر کہ ایک دن کی پیاس کے بعد پیٹ بھر کر پانی پی جاویں گے تو بالکل کاہل ہو جاویں گے، لشکر میں حکم دے دیا کہ جو شخص پیٹ بھر کر پانی پیئے وہ میرے ساتھ نہ چلے کیونکہ وہ لڑنے کے کام کا نہیں ہے۔ ہاں جو شخص چلو بھر پانی لے اپنی پیاس بجھا لیوے وہ میرے کام کا ہے۔ اتنے بڑے لشکر میں سے صرف تین سو تیرہ آدمیوں نے حکم کی تعمیل کی جنہوں نے ایک چلو سے زیادہ پانی نہ پیا ان کی پیاس بجھی اور جنہوں نے زیادہ پیا ان کو پیاس زیادہ لگی اور وہ چل نہ سکے [illegible]

فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْۤ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ ؕ

پھر جس نے اس نہر کا پانی پی لیا تو وہ میرا نہیں، اور جو کوئی اس کو نہ پیے تو وہ میرا ہے لیکن جو شخص اپنے ہاتھ سے ایک چلو پانی بھر لے (تو کچھ مضائقہ نہیں) پس ان میں سے سوائے چند لوگوں کے سب نے (پانی) پی لیا۔ پھر جب نہر سے گزر گئے طالوت اور جو ایمان دار لوگ انکے ساتھ تھے، تو (جن لوگوں نے طالوت کی نافرمانی کی تھی) کہنے لگے: ''ہم میں تو جالوت اور اس کے لشکر سے مقابلہ کرنے کی آج کے دن طاقت نہیں ہے لیکن جن کو یقین تھا کہ ضرور ہم کو اللہ سے ملنا ہے'' انہوں نے کہا: ''بہت ایسا ہوا ہے کہ تھوڑے سے لوگ بڑی جماعت پر غالب آ گئے ہیں خدا کے حکم سے'' اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ﴿۲۴۹﴾ اور جب جالوت [1] اور اس کے لشکر کیلئے وہ لوگ مقابلہ کے میدان میں آئے۔ تو دعا کی کہ اے ہمارے پروردگار! ہم پر صبر عطا کر اور (معرکہ جنگ میں) ہمارے پاؤں جمائے رکھ اور کافروں کی جماعت پر ہم کو غلبہ دے ﴿۲۵۰﴾

طالوت کی جالوت سے جنگ اور طالوت کی فتح

[1] جب جالوت نے بنی اسرائیل سے مقابل طلب کیا وہ اس کی قوت جسامت دیکھ کر گھبرائے کیونکہ وہ بڑا جابر، قوی، شہ زور اور قد آور تھا۔ طالوت نے اپنے لشکر میں اعلان کیا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا میں اپنی بیٹی اس کے نکاح میں دوں گا اور نصف ملک اس کو دوں گا مگر کسی نے اس کا جواب نہ دیا تو طالوت نے اپنے نبی حضرت شمویل علیہ السلام سے عرض کیا کہ بارگاہ

فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ۫ وَ قَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَ الْحِكْمَةَ وَ عَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

پھر ان لوگوں نے (دشمنوں کو) بھگا دیا اللہ کے حکم سے، اور جالوت کو داؤد نے قتل کیا اور ان کو خدا نے سلطنت اور حکمت (یعنی نبوت) عطا فرمائی اور جو (علم و ہنر) اس کی مرضی میں آیا ان کو سکھا دیا، اور اگر یہ[۱] بات نہ ہوتی کہ اللہ بعضے آدمیوں کو بعضوں کے ذریعہ سے دفع نہ کرے تو ضرور زمین تباہ ہو جاتی ولیکن اللہ سارے جہاں پر فضل کرنے والا ہے ﴿۲۵۱﴾ یہ اللہ کی آیتیں[۲] ہیں جو ہم (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم پر ٹھیک پڑھتے ہیں اور بے شک تم رسولوں میں سے ہو ﴿۲۵۲﴾

الٰہی میں دعا کریں۔ آپ نے دعا کی تو بتایا گیا کہ حضرت داؤد علیہ السلام جالوت کو قتل کریں گے۔ طالوت نے آپ سے عرض کیا کہ اگر آپ جالوت کو قتل کریں تو میں اپنی لڑکی آپ کے نکاح میں دوں اور نصف ملک پیش کروں۔ آپ نے قبول فرمایا اور جالوت کی طرف روانہ ہو گئے صف قتال قائم ہوئی اور حضرت داؤد علیہ السلام دست مبارک میں فلاخن لے کر مقابل ہوئے۔ جالوت کے دل میں آپ کو دیکھ کر دہشت پیدا ہوئی مگر اس نے باتیں بہت متکبرانہ کیں اور آپ کو اپنی قوت سے مرعوب کرنا چاہا۔ آپ نے فلاخن میں پتھر رکھ کر مارا وہ اس کی پیشانی کو توڑ کر پیچھے سے نکل گیا اور جالوت مر کر گر گیا۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اس کو لا کر طالوت کے سامنے ڈال دیا۔ تمام بنی اسرائیل خوش ہوئے اور طالوت نے حضرت داؤد علیہ السلام کو حسب وعدہ نصف ملک دیا اور اپنی لڑکی کا آپ کے ساتھ نکاح کر دیا۔ ایک مدت کے بعد طالوت نے وفات پائی، تمام ملک پر حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت ہوئی۔ (جمل وغیرہ)

[۱] اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اگر ہم بعض آدمیوں کو بعض کے اوپر مسلط نہ کرتے تو البتہ زمین خراب ہو جاتی یعنی کفر کی سیاہی پھیل جاتی اور زمین کی منفعتیں زائل ہو جاتیں، اور بہت لوگ ایمان کی نعمت سے محروم رہ جاتے۔ لیکن اللہ تو اپنے بندوں پر مہربان ہے۔

[۲] یہ قصے جو سراسر معجزات ہیں صحیح صحیح طور پر اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ہم تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں اور کیوں نہ بیان کریں کہ تم ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا

یہ پیغمبر[۱] ہیں کہ فوقیت بخشی ہم نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر، ان میں سے بعض وہ ہیں کہ اللہ نے ان سے کلام کیا اور بعض کو ان میں درجوں میں بلند کیا، اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلی نشانیاں دیں اور مدد دی ہم نے اس کو روح القدس سے، اور اگر خدا چاہتا تو ایک دوسرے سے نہ لڑتے وہ لوگ کہ بعد پیغمبروں کے تھے پیچھے اس کے کہ ان کے پاس دلیلیں آچکیں لیکن اختلاف کیا انہوں نے۔

انبیاء کی فضیلت کا اور تقدیر کا ذکر

[۱] ان آیتوں میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت کے موافق گروہ انبیاء میں کسی کو کسی طرح کی فضیلت دی ہے اور کسی کو کسی طرح کی۔ جن انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ہم کلامی کی فضیلت دی ہے وہ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء یہ تین نبی ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ کمالات جن میں آپ تمام انبیاء پر افضل ہیں جن کا کوئی شریک نہیں بے شمار ہیں۔ مختصر بیان یہ ہے کہ آپ کی رسالت عامہ ہے تمام کائنات آپ کی امت ہے۔ آپ پر نبوت ختم کی گئی اور باتوں میں بعضے نبیوں کا درجہ کچھ اور بعضے کا کچھ اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔ آخر پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انبیاء اور ان کے معجزات اور آسمانی کتابوں کے آنے کے بعد اللہ چاہتا تو امتوں کا آپس کا اختلاف اٹھ جاتا اور سب راہ راست پر آجاتے۔ لیکن دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی سے یہ جان لیا ہے کہ بعضے لوگ باوجود انبیاء اور آسمانی کتابوں کے آنے اور معجزات کے دیکھنے کے راہ راست پر نہیں آدیں گے۔ اور اسی اپنے علم کے نتیجہ کو اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے جس کا نام تقدیر ہے۔ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس کے علم کے موافق ہے۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث مشہور ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان کی طبیعت میں دین حق کے قبول کرنے کی صلاحیت رکھ کر انسان کو پیدا کیا ہے۔ مراد بینات سے وہ قطعی دلیلیں ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں۔ مثلاً مردوں کو زندہ کرنا اور بیماروں کو تندرست کرنا وغیرہ۔ مراد روح القدس سے حضرت جبریل علیہ السلام ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہر وقت رہتے تھے۔

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ

پس ان میں سے بعض وہ شخص ہے کہ ایمان لایا اور بعض ان میں وہ شخص ہے کہ کافر ہوا، اور اگر خدا چاہتا تو ایک دوسرے سے نہیں لڑتے ولیکن خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے [1] ﴿۲۵۳﴾ اے مسلمانو! اللہ کی راہ میں خرچ کرو اس چیز سے کہ جو ہم نے تم کو دی وہ دن آنے سے پہلے جس میں نہ کوئی خرید وفروخت ہے اور نہ دوستی (کافروں کیلئے) اور نہ شفاعت، اور کافر خود ہی ظالم ہیں ﴿۲۵۴﴾ خدا ہے جس کے سوا کوئی معبود [2] نہیں۔ وہ آپ زندہ اوراوروں کا قائم رکھنے والا، نہ اس کو اونگھ آئے اور نہ نیند، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے وہ کون ہے، جو اس کے یہاں سفارش کرے بغیر اس کے حکم کے، جانتا ہے جو کچھ انکے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے،

[1] **فوائد القرآن:** یعنی جو نیک عمل کرنا ہے دنیا میں کرلو۔ کیونکہ عمل کی جگہ یہی ہے، آخرت میں نہ کوئی سفارش کام آدے گی اور نہ کسی کی دوستی۔ صرف اپنے اعمال کام آویں گے آخرت دار الجزاء کا مقام ہے۔

خواص آیۃ الکرسی

نسائی وطبرانی وغیرہ میں معتبر سند سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو شخص ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے گا ➊ اس کے جنت کے جانے میں اتنی ہی دیر ہے کہ اس کی آنکھ بند ہو اور وہ دنیا سے اٹھے۔ ➋ اور اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ اس کے پاس شیطان نہ آوے گا، اور اس کے مکروفریب سے محفوظ رہے گا۔ ➌ اور اس کے پڑھنے سے فقیر سے غنی ہو جائے گا۔ ➍ اور رات کو سوتے وقت ایک بار پڑھ کر سینہ پر دم کرے گا تو رات بھر شیطان اور جملہ آفات سے محفوظ رہے گا۔ ➎ اور صحت نصیب ہوگی۔ ➏ گھر میں برکت ہو ➐ اور اس کی برکت سے تمام رات فرشتے نگہبان رہتے

وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ ۖ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴿٢٥٥﴾ لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ ۖ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَن يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِن بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ ۖ

اور نہیں گھیر سکتے لوگ خدا کی معلومات میں سے کسی چیز کو مگر جتنا اس نے چاہا ہے، اس کی کرسی میں آسمان اور زمین میں سمائے ہوئے ہیں، اور ان کی حفاظت اس پر بھاری نہیں، اور وہ بڑا عالی شان عظمت والا ہے ﴿۲۵۵﴾ نہیں زبردستی کرتا ہے واسطے دین کے، تحقیق خوب جدا ہوگئی نیک راہ گمراہی سے، پس جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور خدا پر ایمان لاوے بیشک اس نے تھامی ہے ایک رسی بڑی مضبوط۔

ہیں۔ ⑧ اور جو کوئی اس کو لکھ کر اپنی دکان یا مکان میں اونچی جگہ لگادے، خدا چاہے وہ جگہ چوری سے محفوظ رہے گی اور برکت ہوگی۔ ⑨ اگر کہیں خوف کی جگہ ہو تو اس کو پڑھ کر اپنے گرد ایک دائرہ کھینچے تو خدا چاہے ہر بلا سے محفوظ رہے گا کوئی زہریلا جانور اس کے پاس نہ آئے گا۔ ⑩ اللہ کے ناموں میں یا حی یا قیوم اسم اعظم ہیں ان ناموں کو پڑھ کر جو کوئی جائز دعا مانگے گا ضرور قبول ہوگی۔

۲ تفسیر المقرآن: اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے قابل نہیں۔ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ کا مطلب یہ ہے کہ ستارہ پرستوں کے ستارے اور بت پرستوں کے بت اور سوا اللہ کے جس کی پرستش کی جاوے، یہ سب اللہ کی مخلوق ہیں، ان میں خالق بننے کی صلاحیت ہرگز نہیں ہے۔ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے بادشاہوں کے دربار کی طرح اس کی بارگاہ میں کسی طرح غفلت اور بے خبری نہیں ہے۔ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ کا مطلب یہ ہے کہ شفاعت کے لئے اللہ تعالیٰ کی اجازت درکار ہے۔ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی مخلوق کا حال اور آئندہ کا ذرا ذرا سب حال معلوم ہے۔ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ کا مطلب یہ ہے کہ تمہارا علم بالکل ناقص ہے جس سے تم اپنے نیک و بد کو ہرگز نہیں جان سکتے۔ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ کرسی اللہ تعالیٰ کے پاؤں رکھنے کی جگہ کا نام ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کا عرض وطول کرسی کے مقابلہ میں ایسا ہے جس طرح ایک بڑے جنگل میں ایک چھلا ڈال دیا جاوے اور عرش کی لمبائی اور چوڑائی سوائے اللہ کے اور کسی کو معلوم نہیں ہے۔

لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ۬ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـئُهُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ؕ اُولٰٓـئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ وَاُمِيْتُ ؕ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵۸﴾ ۚ

جو ٹوٹنے والی نہیں اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ﴿۲۵۶﴾ خدا کارساز ہے مومنوں کا باہر لاتا ہے ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف، اور جو لوگ کہ کافر ہیں ان کے دوست شیاطین ہیں باہر لاتے ہیں ان کو روشنی سے اندھیروں کی طرف، یہ لوگ رہنے والے ہیں دوزخ کے، اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ﴿۲۵۷﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیا تم نے نہ دیکھا اس شخص کو جس نے ابراہیم سے جھگڑا کیا اس کے رب کے بارے میں اس واسطے کہ دی خدا نے اس کو بادشاہی، جبکہ ابراہیم نے کہا کہ میرا رب وہ ہے کہ جلاتا ہے اور مارتا ہے، بولا وہ کافر: "میں جلاتا ہوں اور مارتا ہوں" کہا ابراہیم نے: "بیشک لاتا ہے خدا آفتاب کو مشرق سے پس لے[1] تو اس کو مغرب کی طرف سے لے" آپس مغلوب ہوا وہ کافر اور خدا راہ نہیں دکھاتا ہے گروہ ظالموں کو ﴿۲۵۸﴾

حضرت ابراہیم و نمرود کا قصہ اور مچھروں کا عذاب

[1] نمرود بن کنعان ایک بادشاہ تھا جو خدائی دعویٰ کرتا تھا۔ چار بادشاہ روئے زمین پر بہت بڑے ہوئے ہیں: دو مسلمان حضرت سلیمان علیہ السلام اور ذوالقرنین اور دو کافر نمرود اور بخت نصر۔

یہ مباحثہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کا اس وقت ہوا ہے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے نجات دی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی صفت مردوں کا جلانا اور زندوں کو مارنا بیان کی تو اس کم بخت نے دو

أَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ

یا نہ ۱ے دیکھا تم نے اس شخص کو کہ گزرا ایک بستی پر اور وہ ڈھئی ہوئی تھی اپنی چھتوں پر کہا: ''کیونکر زندہ کرے گا اس کو خدا بعد اس کے مرنے کے'' پس مردہ کیا خدا تعالیٰ نے اس کو سو برس تک، پھر زندہ کر اٹھایا فرمایا: ''تو (یہاں) کتنا ٹھہرا'' بولا کہ دیر کی میں نے ایک روز یا کچھ کم فرمایا: ''(نہیں) بلکہ تجھے گزر گئے سو برس پس دیکھ اپنے کھانے کی طرف اور پانی کی طرف کہ سڑا نہیں''۔

قیدی بلائے ایک کو جو واجب القتل تھا چھوڑ دیا، اور دوسرے قیدی کو جو بے گناہ تھا مار ڈالا۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آفتاب کی دلیل سے اسے لاجواب کیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ظالم لوگ اللہ کے حکم سے غالب ہونے کا راستہ نہیں پا سکتے''۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے یہ التجا کی کہ ''یا اللہ تو مجھ کو کوئی مردہ جلا کر دکھادے'' چنانچہ اس کا قصہ آگے آتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بہت دفعہ اسے دعوت اسلام دی مگر نمرود راہ راست پر نہ آیا تو مچھروں کا عذاب بھیج کر اللہ تعالیٰ نے تمام لشکر کو غارت کر دیا اور لوگ تو مچھروں کے ناک میں گھس جانے اور دماغ میں کاٹنے سے فوراً مر گئے۔ لیکن نمرود ملعون کو اس ذلت سے مدت تک زندہ رکھ کر آخر کار مچھروں ہی کی تکلیف سے مارا۔

ایک پیغمبر کا وفات سے سو برس بعد دوبارہ زندہ ہونا

۱ے جب بخت نصر بابل، بیت المقدس شہر کو ویران اور ہزارہا آدمیوں کو قید کر کے بابل گیا تو حضرت عزیر علیہ السلام نبی تھے۔ پھر جب نمرود کی طرح بخت نصر کی ناک میں بھی مچھر گھس گیا جس سے وہ ہلاک ہو گیا، تو حضرت عزیر علیہ السلام اس ویرانی کے وقت بیت المقدس پر سے ہو کر گزرے تو ان کو ناامیدی ہوئی کہ ایسے ویران اجڑے ہوئے کو کیونکر آباد کرے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا یہ نمونہ دکھایا کہ حضرت عزیر علیہ السلام سو برس تک مردہ حالت میں پڑے رہے، پھر انہیں زندہ کیا اتنے عرصہ میں بیت المقدس پھر آباد ہو گیا تھا اور اسی گدھے کو اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کے سامنے زندہ کیا، اور ان کے کھانے کی حفاظت کی کہ وہ سڑا تک نہیں۔ اور جب حضرت عزیر فوت ہوئے تھے اس وقت کچھ دن چڑھا تھا اور جب زندہ ہوئے تو ابھی شام نہ ہوئی تھی۔ اس لئے انہوں نے یہ خیال کیا کہ اگر میں یہاں کل آیا تھا تو ایک دن ہوا، اور آج ہی آیا تھا تو دن سے بھی کم رہا، مگر جب وہ اس متبرک شہر میں داخل ہوئے تو لوگوں نے ان کو نہیں پہچانا۔ بہت پتہ دیا اور جب انہوں نے توریت حفظ سنائی تب لوگوں کو یقین آیا۔

وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ۭ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰھٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ۭ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ۭ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَىِٕنَّ قَلْبِيْ ۭ

اور دیکھ اپنے گدھے کی طرف (کہ بالکل گل گیا) اور تاکہ ہم تجھ کو لوگوں کے لئے قدرت کا نمونہ بنادیں اور دیکھ طرف ہڈیوں کے کیونکر اٹھان دیتے ہیں ہم ان کو بعد اس کے پہناتے ہیں اس پر گوشت پس جب ظاہر ہوا اس کو یہ حال کہا: "میں خوب جانتا ہوں تحقیق خدا ہر چیز پر قادر ہے" ﴿۲۵۹﴾ اور جب [1] کہا ابراہیم نے: "اے رب میرے! دکھاوے مجھ کو کہ کیونکر جلاتا ہے تو مردوں کو" کہا: "خدا نے کیا یقین نہیں رکھتا ہے" تو کہا: "ہاں یقین رکھتا ہوں ولیکن چاہتا ہوں کہ میرے دل کو قرار آجاوے"۔

نمونہ حشر اور قدرت کا کرشمہ

[1] جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود سے اللہ تعالیٰ کی صفت، زندوں کا مارنا اور مردوں کا زندہ کرنا بیان کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ ایزدی میں یہ التجا فقط اس لئے کی تھی کہ مرنے کے بعد متفرق اجزا مردہ کے کیونکر جمع ہوتے ہیں، اور پریشان اجزاء کے جمع ہوجانے اور ان سے جسم کے تیار ہوجانے کے بعد اس جسم سے کیونکر روح کا تعلق ہوتا ہے۔ اس سب کیفیت کو آنکھوں سے دیکھ کر حشر سے پہلے اس کیفیت پر اطمینان حاصل کرلیویں، اور حشر پر ایمان لانا تو سب انبیاء کا ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو التجا کی تھی وہ علم الیقین سے عین الیقین کے درجہ تک ترقی کرنے کے لئے تھی کسی شک کے لئے نہیں کی۔ کیونکہ انبیاء کی شان شک سے بری ہے۔ مجاہد اور عکرمہ کے قول کے موافق وہ چار جانور یہ تھے:۔ ایک مور۔ دوسرا مرغ۔ تیسرا کوا۔ چوتھا کبوتر۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو ذبح کر کے ان کے پروں اور اعضاء کو ملا دیا اور چار پہاڑوں پر ایک ایک ڈھیری رکھ دی پھر ان کے سر ہاتھ میں لے کر ایک ایک کو پکارا۔ جس کو پکارا ایک ڈھیری میں سے اس کے پر اور اعضا خود بخود چھٹے اور ان چھٹے ہوئے پروں اور اعضاء سے اس جانور کا دھڑ تیار ہوا اور فوراً حضرت ابراہیم کے پاس دوڑ کر آ گیا تو انہوں نے امتحاناً ایک جانور کا سر دوسرے جانور کے دھڑ پر لگانے کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا تو وہ دھڑ پیچھے ہٹ گیا، اور اصلی دھڑ پر وہ سر لگانا چاہا تو آگے آ گیا۔ غرض اصلی دھڑوں پر وہ سر آ کر آخر کو لگ گئے اور بحکم خدا ان میں جان پڑ گئی اور وہ جیسے تھے ویسے ہوگئے۔ جن کو دیکھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے اس قول کی پوری تصدیق ہوگئی کہ اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔

قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ۭ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ لَّھُمْ اَجْرُھُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۭ وَاللّٰهُ غَنِىٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾

کہا خدا نے پس پکڑ چار پرندے پھر ان کو اپنے ساتھ بلا لے پھر ہر ایک پہاڑ پر ان کا ایک ایک ٹکڑا رکھ دے پھر آواز دے ان کو بیشک آویں گے تیرے پاس دوڑتے ہوئے، اور جان لے اللہ غالب مضبوط حکمت والا ہے ﴿۲۶۰﴾ مثال[1] ان لوگوں کی کہ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں مانند مثال ایک دانہ کی ہے کہ اگاتا ہے سات بالیں (خوشے) ہر بال میں سو دانے اور خدا جس کیلئے چاہے اس سے بھی زیادہ (ثواب) بڑھائے اور خدا بڑی وسعت والا جاننے والا ہے ﴿۲۶۱﴾ وہ لوگ کہ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں، پھر دیئے پیچھے (لینے کے بعد) نہ احسان رکھیں اور نہ ایذا پہنچائیں ان کے واسطے ہے اجر ان کا اور انکے پروردگار کے یہاں، اور نہیں ہے خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں ﴿۲۶۲﴾ اچھی بات کہنی اور درگزر کرنا بہتر ہے اس خیرات سے کہ پیچھے اس کے آزردہ کرنا ہو اور خدا بے نیاز ہے بردبار! ﴿۲۶۳﴾

آداب صدقہ

[1] شان نزول: اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب اور اس خرچ کے اجر کے بڑھنے کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائی ہیں کہ جس مال میں سے اللہ کے نام پر کچھ خیرات کی جائے وہ مال نیک کمائی کا ہووے۔ خیرات کر کے کسی پر احسان نہ جتائے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُم بِالْمَنِّ وَالْأَذَىٰ كَالَّذِي يُنفِقُ مَالَهُ رِئَاءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ صَلْدًا ۖ لَّا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوا ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿٢٦٤﴾ وَمَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ وَتَثْبِيتًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ أَصَابَهَا وَابِلٌ فَآتَتْ أُكُلَهَا ضِعْفَيْنِ فَإِن لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿٢٦٥﴾ أَيَوَدُّ أَحَدُكُمْ أَن تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي

اے مومنو! تباہ نہ کرو تم اپنی خیرات کو احسان رکھنے سے اور آزردہ کرنے سے، اس کی طرح جو خرچ کرتا ہے مال اپنا لوگوں کے دکھاوے کو اور ایمان نہیں رکھتا ہے خدا اور روز قیامت پر، پس مثال اس کی مانند مثال صاف پتھر کے ہے کہ اس پر کچھ مٹی پڑی ہو پس اوس پر مینہ زور کا برسا پس جس نے اسے نرا پتھر کر چھوڑا، قوت نہیں رکھتے ہیں ریا کار کسی چیز پر جو کچھ عمل کیا ہے، اور خدا کافروں کو راہ نہیں دکھاتا ہے ﴿۲۶۴﴾ اور[1] مثال ان لوگوں کی کہ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو خدا کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے اور اپنے دل جمانے کو مانند مثال (ایسے) باغ کی ہے جو بلندی پر ہو برسا اس پر زور کا مینہ پس دوگنے میوے لایا پس اگر نہیں پہنچا اس پر زور کا مینہ تو شبنم ہی کافی ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا دیکھنے والا ہے ﴿۲۶۵﴾ کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ ہووے اس کے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کے درختوں کا، چلتی ہوں

[1] دنیا کے ہر ایک باغ کے دو موسم ہوتے ہیں: ایک پودے لگانے کا موسم، دوسرا پھل آنے پر پھل کھانے کا موسم۔ اسی طرح انسان کے عملوں کے دو زمانے ہیں: ایک دنیا میں نیک عمل کرنے کا زمانہ، دوسرا عقبیٰ میں ان نیک عملوں کا اجر پانے کا۔ جس کو باغ کے پھل کھانے کے موسم کے ساتھ پوری مشابہت ہے۔

مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ لَهٗ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۙ وَاَصَابَهُ الْكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۚ فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۶۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا

نیچے اس کے نہریں، اس شخص کے واسطے اس باغ میں ہر قسم کے میوے ہوں، اور اس پر بڑھاپا آگیا ہو اور اس کے بال بچے ننھے ننھے ہوں، پس اس حالت میں پہنچا اس کو بگولا کہ اس میں آگ (بھری) ہے تو جل کر رہ گیا، اسی طرح واضح کرتا ہے خدا تمہارے واسطے آیتیں تا کہ تم غور کرو ﴿۲۶۶﴾ اے مومنو! لـہ

صدقہ کا طریقہ

لـہ **شان نزول:** حاکم، ترمذی، ابن ماجہ، ابوداؤد اور نسائی میں معتبر سند سے چند صحابیوں سے روایتیں ہیں۔ جن کا حاصل یہ ہے کہ لوگ صدقہ دینے میں کچھ تو تنگی کرتے تھے اور کچھ بیکار بری چیز صدقہ دیتے تھے، ان پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور جتلایا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات غنی ہے۔ اس کو تمہاری خیرات کی کچھ پروا نہیں ہے۔ صرف تمہارے بھلے کے لئے تم کو خیرات کا حکم دیا ہے تا کہ خالص دل سے تم ایک پیسہ یا ایک پیسہ کی چیز خیرات کرو تو جس قدر تمہارا اخلوص ہے اس کے موافق ایک کے بدلے دس سے سات سو تک تم کو دنیا میں اور بیشمار عقبیٰ میں اجر عنایت فرماوے۔ اس طرح دل سے اتری ہوئی (بے کار) چیزیں اگر کوئی تمہیں دے تو تم خود لینا پسند نہ کرو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہرگز قبول ہونے والی نہیں۔ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ شیطان اپنے شیاطین کو بھیج کر ہر طرح سے لوگوں کو بہکاتا ہے۔ اسی کو اس آیت میں فرمایا کہ صدقہ و خیرات کے وقت شیطان محتاج ہو جانے سے ڈراتا اور طرح طرح کی بری باتیں سکھاتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ یہ ہے کہ صدقہ و خیرات سبب مغفرت کا ہے۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ تم از خود یا نذر مان کر جو صدقہ و خیرات کرو گے اللہ کو سب معلوم ہے۔ نذر خالص اللہ کے لئے ہوتی ہے مثلاً کسی نے یہ کہا کہ یارب! میں نے نذر مانی کہ اگر تو میرا فلاں مقصود پورا کر دے، یا فلاں بیمار کو تندرست کر دے، تو میں مسجد میں تیل ڈالوں یا فلاں ولی کے آستانہ کے فقراء کو کھانا کھلاؤں تو یہ نذر جائز ہے۔ (ردالمحتار) نیت بخیر ہو تو اعلانیہ اور چھپا کر دونوں طرح صدقہ جائز ہے۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ نفل کا چھپا کر دینا افضل و بہتر ہے۔ اگر نفل صدقہ دینے والا دوسرے لوگوں کو ترغیب دینے کی نیت سے ظاہر کر کے خیرات دے تو بھی افضل و بہتر ہے۔ (مدارک)

مسائل القرآن: اس آیت سے معلوم ہوا کہ مال تجارت اور غلہ اور پھلوں میں زکوٰۃ واجب ہے اور ناقص مال کا تصدق کرنا مکروہ ہے، اور بہتر کا مستحب۔

اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۠ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِىٌّ حَمِيْدٌ ﴿۲۶۷﴾ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۸﴾ ۖ يُّؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۲۷۰﴾ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِىَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۷۱﴾

خرچ کرو اپنی پاک کمائی میں سے اور ان چیزوں میں سے بھی کہ جو کچھ باہر لائے ہم تمہارے واسطے زمین سے، اور قصد نہ کرو ناقص چیز کا کہ دو تو اس میں سے تمہیں ملے تو نہ لو گے جب تک چشم پوشی نہ کرو، اور جانو کہ خدا بے نیاز ہے تعریف کیا گیا ہے ﴿۲۶۷﴾ شیطان اندیشہ دلاتا ہے تم کو تنگدستی کا اور مشورہ دیتا ہے بری بات کا، اور خدا وعدہ کرتا ہے تم سے بخشش کا اپنی طرف سے اور نعمت دینے کا، اور اللہ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے۔ اللہ حکمت دیتا ہے جس کو چاہے اور جس کو حکمت ملی پس تحقیق اس کو بہت بھلائی دے دی گئی، اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے ﴿۲۶۹﴾ اور تم جو کچھ خرچ کرو یا منت مانو پس تحقیق خدا جانتا ہے اس کو، اور نہیں ہے ظالموں کو کوئی مدد دینے والا ﴿۲۷۰﴾ اگر تم خیرات علانیہ دو تب بھی اچھی بات ہے اور اگر اس کو پوشیدہ تم فقیروں کو دو تو تمہارے لئے بہت بہتر ہے، اور دور کرے تم سے بعض گناہ تمہارے، اور خدا کو تمہارے کاموں کی خبر ہے ﴿۲۷۱﴾

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ؗ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْــَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ؑ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ

انہیں راہ دینا (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تمہارے ذمہ لازم نہیں ولیکن خدا ہدایت دیتا ہے [۱] جسکو چاہتا ہے اور جو کچھ خرچ کیا تم نے مال سے پس نفع تمہاری ذات کیلئے ہے اور مناسب نہیں ہے کہ تم خرچ کرو مگر خدا کی رضا مندی چاہنے کے واسطے، اور جو کچھ تم نے مال خرچ کیا تمہیں تمام پہنچایا جائے گا (یعنی اس کا ثواب) اور تم نقصان نہ دیئے جاؤ گے ﴿۲۷۲﴾ خیرات ان فقیروں کے واسطے ہے کہ جو راہ خدا میں روکے گئے نہیں طاقت رکھتے ہیں زمین میں چلنے کی (یعنی دینی کاموں سے فرصت نہیں کہ روزی کمائیں) نادان تو ان کو دولت مند جانتا ہے انکے طمع نہ کرنے کے سبب سے، تو پہچانتا ہے ان کو قیافہ (چہروں کی طمانیت) سے کہ وہ لوگوں سے سوال نہیں کرتے ہیں لپٹ کر، اور جو کچھ تم خرچ کرو مال سے پس اللہ اس کا جاننے والا ہے ﴿۲۷۳﴾ جو لوگ [۲] کہ خیرات کرتے ہیں اپنے مالوں کو رات دن چھپے اور ظاہر پس ان کیلئے ہے ثواب ان کا

مسکین کون؟

[۱] **شان نزول:** صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت اس شان نزول کے ہم معنی ہے، اسی کا حاصل یہ ہے کہ مسکین وہ نہیں ہے جو گھر گھر مانگتا پھرتا ہے بلکہ اصل مسکین وہ ہے جو اتنا نہیں رکھتا کہ اسکے خرچ ضروری کیلئے کافی ہو۔

[۲] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان کو اللہ سے بڑے بڑے اجروں کی توقع رکھنی چاہیے۔ صحیحین وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص نیک نیتی اور عقبیٰ کے اجر کے خیال سے اپنی بی بی بچوں کے نان ونفقہ میں بھی کچھ خرچ کرے گا تو اس کو بھی قیامت کے دن اس خرچ کرنے کا اجر خدا کی درگاہ سے ضرور ملے گا۔

عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ۚ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿۲۷۴﴾ اَلَّذِيۡنَ يَاۡكُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا كَمَا يَقُوۡمُ الَّذِىۡ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّمَا الۡبَيۡعُ مِثۡلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الۡبَيۡعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنۡ جَآءَهٗ مَوۡعِظَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ فَانۡتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمۡرُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنۡ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصۡحٰبُ النَّارِ ۚ هُمۡ فِيۡهَا خٰلِدُوۡنَ ﴿۲۷۵﴾

وقف منزل

وقف لازم

ان کے پروردگار کے یہاں، اور نہیں ہے خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں ﴿۲۷۴﴾ اور جو لوگ [۱] کہ سود کھاتے ہیں نہ اٹھیں گے (قیامت کے دن) قبر سے مگر جیسا کہ اٹھتا ہے وہ شخص کہ جس کو خبطی کیا ہے شیطان [۲] نے بسبب آسیب پہنچانے کے، یہ سبب وہ ہے کہ سود کھانے والوں نے کہا کہ سوداگری (تجارت) مثل سود کے ہے حالانکہ حلال کی ہے اللہ نے سوداگری (تجارت) اور حرام کیا ہے سود کو، پس وہ شخص کہ جسے اس کے پروردگار کی طرف سے نصیحت آئی پس باز رہا اس کام سے۔ پس اس کا ہے جو پہلے لے چکا، اور اس کا کام خدا کے سپرد ہے اور جو کوئی پھر گیا سود خواری کی طرف پس وہ گروہ (ایسے لوگ) رہنے والے دوزخ کے ہیں وہ مدتوں اس میں رہیں گے ﴿۲۷۵﴾

سود کی برائی

[۱] مسند امام احمد وغیرہ کی شب معراج کی حدیث میں آپ نے فرمایا ہے کہ دوزخ میں کچھ لوگ آپ نے دیکھے جن کے پیٹ بڑے بڑے گھر اور کوٹھوں سے برابر ہیں، ہزار ہا سانپ اور بچھوان کے پیٹوں میں بھرے ہیں۔ دنیا میں ایک سانپ یا بچھو کسی کو کاٹتا ہے تو وہ باؤلوں (پاگلوں) کی طرح بھاگا بھاگا پھرتا ہے۔ جس پر اس قسم کا عذاب قبر ہو کہ ہزار ہا سانپ اور بچھو اس کے پیٹ میں بھرے ہوں تو باؤلوں (پاگلوں) کی طرح اس کا قبر سے اٹھنا ظاہر ہے یا جیسے آسیب زدہ اور مجنون و دیوانہ کی حالت، اور یہ حالت اس لئے ہوگی کہ انہوں نے حلال و حرام کو یکساں کر دیا۔ مشرکین عرب میں اکثر سود کے لین دین کا یہ طریقہ جاری تھا کہ ایک شخص دوسرے کو کچھ روپیہ قرض دیتا تھا اور اس قرض کی مدت پر اگر روپیہ ادا نہ ہوا تو مدت کچھ زیادہ کر کے قرضہ کی رقم کو بھی کچھ بڑھا دیا جاتا تھا، اور اپنی سمجھ کے موافق وہ لوگ اس کو بیع کی ایک قسم خیال کرتے تھے اور ادائے قرضہ کی جو مدت

يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰۤوا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾

۱ خدا سود کو مٹاتا ہے اور خیرات کی برکت کو بڑھاتا ہے اور خدا دوست نہیں رکھتا ہے ہر ناشکر گنہگار کو ﴿۲۷۶﴾ بیشک جو لوگ کہ ایمان لائے اور نیک کام کیے اور قائم رکھی نماز اور دی زکوٰۃ ان کے لئے ہے ثواب ان کا ان کے پروردگار کے یہاں، اور نہیں ہے خوف ان پر اور نہ غمگین ہوں ﴿۲۷۷﴾ اے ایمان والو! ۲ اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو کچھ سود لینا باقی رہا ہے اگر ہو تم ایمان والے ﴿۲۷۸﴾

بڑھاتے تھے اس کو خرید و فروخت کی ایک چیز اور اس مہلت کے معاوضہ میں جو رقم بڑھائی جاتی تھی، اس کو اس مہلت کی قیمت قرار دے رکھا تھا۔ لیکن وہ مدت مالیت کی چیز نہ تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس صورت کو بیع قرار دینا دیوانہ پن قرار دیا۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود خوار اور اس کے کار پرداز اور سودی دستاویز کے کاتب اور اس کے گواہوں پر لعنت کی ہے اور فرمایا وہ سب گناہ میں برابر ہیں۔

۲ جس طرح آسیب زدہ سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا قیامت کے روز سود خوار کا ایسا حال ہوگا۔

۱ **مسئلہ:** جو سود کو حلال جانے وہ کافر ہے۔

سب سے آخری آیت کا ذکر

۲ **شان نزول:** بنی عمرو بن عمیر ایک قبیلہ تھا۔ اسلام سے پہلے اس قبیلہ اور دوسرے قبیلہ بنی مغیرہ میں سود کا لین دین تھا۔ سود کے حرام ہو جانے کے بعد بنی عمیر و بنی عوف نے اپنی باقی رقم، سود کا تقاضہ بنی مغیرہ سے کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مدینہ منورہ میں نازل فرمائی کہ اگر تم کو خدا کی اطاعت کرنی ہے تو سود کا مطالبہ نہ کرو۔ اگر کوئی اللہ کے حکم کی مخالفت کرے گا تو اس کو چاہئے کہ اللہ اور اللہ کے رسول سے لڑنے کو تیار ہو جائے۔

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ۚ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ ۭ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ

۱ پس اگر (ایسا) تم نے نہ کیا پس تم خبردار ہو جاؤ واسطے لڑائی اللہ اور اس کے رسول کے، اور اگر توبہ کی تم نے پس تم اپنا اصل مال لے لو نہ تم (کسی پر) ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے ۲ ﴿۲۷۹﴾ اور اگر ایک شخص (یعنی قرضدار) مفلس ہوئے پس لازم ہے مہلت دینا تو نگری تک اور بخش دینا تو تمہارے واسطے بہت ہی بہتر ہے

۱ معتبر سند سے نسائی، تفسیر ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سب سے آخر قرآن شریف کی یہی آیت نازل ہوئی ہے جس سے یہ اشارہ ہے کہ اس آیت کے بعد خوف آخرت ہی ایک چیز ہے جو اللہ سے ڈرنے کا ایک ذریعہ دنیا میں قیامت تک چھوڑا جاتا ہے۔ رسول وقت کی صحبت۔ قرآن شریف کا ہر نصیحت کے موقع پر نازل ہونا آئندہ بند ہے۔ چنانچہ اس آیت کے نزول سے نو راتوں کے بعد آنحضرت ﷺ نے وفات پائی۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔ جو آخری ذریعہ عقبیٰ کے پاک کرنے کا اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے دنیا میں رکھا ہے وہی خوف عقبیٰ ہے۔ ہادی مطلق مسلمانوں کو ہدایت دے کہ کوئی مسلمان اس ذریعہ سے غافل نہ رہے۔ (آمین)

بیع سلم کا بیان

۲ حضرت سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بواسطہ مجاہد کے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ آیت بیع سلم کے جائز ہونے کے حکم میں نازل ہوئی ہے۔ کسی چیز کی قیمت پیشگی دے کر وہ چیز کچھ مدت کے بعد لی جائے تو اس کو بیع سلم کہتے ہیں۔ اس کی صراحت فقہ کی کتابوں میں ہے۔ صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بیع سلم میں ناپ تول اور مدت بیع کا معلوم ہونا ضروری ہے۔ زبانی یہ باتیں یاد نہیں رہتیں اس لئے لکھنے کا حکم آیا اور گواہی کے بعد معاملہ پکا ہو جاتا ہے۔ بھول چوک اور انکار کی گنجائش نہیں رہ سکتی۔ کاتب اور گواہوں کو یہ تاکید فرمائی ہے کہ وہ لکھنے اور گواہی کے ادا کرنے میں کوتاہی و خیانت نہ کریں، گواہوں کو جتنی بات معلوم ہو پوری گواہی اس کی ادا کر دیں۔ سچی گواہی کے ادا کرنے کے اجر اور جھوٹی گواہی کے وبال میں بہت سی صحیح حدیثیں آئی ہیں۔ گواہی کے باب میں یہ فرمایا کہ جس شخص پر حق ہو اگر وہ کم عقل ہو یا کم عمر ہو تو اس کا متولی پوری ایمانداری سے پوری دستاویز لکھوا دیوے۔

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۸۱﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدَيْنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوْهُ ۭ وَلْيَكْتُبْ بَّيْنَكُمْ كَاتِبٌۢ بِالْعَدْلِ ۠ وَلَا يَاْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ ۚ وَلْيُمْلِلِ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـــًٔا ۭ فَاِنْ كَانَ الَّذِيْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ ھُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ ۭ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ

اگر تم جانتے ہو ﴿۲۸۰﴾ اور ڈرو اس دن سے کہ پھیرے جاؤ گے اس دن خدا کی طرف، پس تمام (اجر) دیا جائے گا ہر شخص کو جو کچھ عمل کیا ہے اور ان پر نہیں ظلم کئے جاویں گے ﴿۲۸۱﴾ اے مومنو! اگر معاملہ کرو تم ایک دوسرے سے قرض کا میعاد مقرر تک تو اس کو لکھ لیا کرو، اور چاہئے کہ تمہارے درمیان کوئی لکھنے والا لکھے انصاف سے، اور لکھنے والا لکھنے سے انکار نہ کرے جیسا کہ اس کو خدا نے سکھایا ہے پس چاہئے کہ وہ لکھے اور تحریر کرے کہ قرض جو اس کے ذمہ ہے اور چاہئے کہ ڈرے اپنے پروردگار سے اور حق میں سے کچھ کم نہ کرے، پس اگر ہووے شخص کہ قرض اس کے ذمہ ہے بے عقل یا ناتواں یا قدرت نہیں رکھتا ہے وہ لکھوانے کی پس چاہئے کہ ولی اس کا انصاف سے لکھوائے اور دو گواہ [۱] کرلیا کرو۔

حضرت آدم علیہ السلام کا اقرار کر کے بھول جانا

[۱] مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جس وقت اقرار کو لکھ لینے کا حکم اس آیت میں اترا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے جو اقرار کر کے اپنے اقرار کو بھول گئے وہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ یوم المیثاق میں اللہ تعالیٰ نے ان کی سب اولاد کو جو قیامت تک پیدا ہونے والی تھی حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکالا۔ تو ان میں ایک صورت کو وہ بڑا نورانی دیکھ کر حضرت آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ یا اللہ! یہ نورانی

مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَإِنْ لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى ؕ وَلَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْئَمُوْٓا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰٓى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ

اپنے مردوں میں سے، پس اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں کافی ہیں ان میں سے کہ تم رضا مند ہو، گواہوں میں سے اگر ایک عورت بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے، اور چاہئے کہ انکار نہ کریں گواہ اس وقت کہ بلائے جائیں، اور کاہلی نہ کرو اس سے کہ حق بات لکھو تھوڑی ہو یا بہت اس کی میعاد تک۔ یہ خدا کے نزدیک انصاف کی بات ہے اس میں بہت ٹھیک گواہی رہتی ہے اور قریب تر ہے اس سے کہ تم شک میں نہ ہو۔ مگر اس وقت کہ ہووے وہ معاملہ تجارت کا دست بدست وہ معاملہ تجارت کا دست بدست کہ اس کو درمیان اپنے (آپس میں) لیتے دیتے ہو، تو نہیں ہے تم پر گناہ اس میں کہ نہ لکھو اس کو اور گواہ کرلو۔

صورت کس کی ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تمہارے بیٹے داؤد نبی ہیں حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: ''یا اللہ داؤد علیہ السلام کی عمر کتنی ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ساٹھ برس''۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ: ان کی عمر کچھ اور زیادہ ہوتی تو خوب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم اپنی ہزار برس کی عمر میں سے کچھ ان کو دے دو''۔ حضرت آدم علیہ السلام نے چالیس برس اپنی عمر میں سے حضرت داؤد علیہ السلام کو دینے کا اقرار کیا مگر اپنی قبض روح کے وقت فرشتہ سے کہا کہ ''ابھی میری عمر کے چالیس برس باقی ہیں''۔ اس پر فرشتہ نے حضرت داؤد کا قصہ یاد دلایا مگر حضرت آدم علیہ السلام اس قصہ کو بھول گئے تھے۔ اس آیت میں اقرار کے لکھ لینے کا جو حکم تھا اس کی تفسیر میں جو آنحضرت ﷺ نے آدم علیہ السلام کا قصہ بیان فرمایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے آیت کا یہ مطلب سمجھا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے اقرار کے بعد جو بھول ہوگئی تھی اس طرح کی بھول چوک روکنے کے لئے لکھ لینے کا یہ حکم ارشادی طور پر اس آیت میں ہے۔

وَاَشْهِدُوْٓا اِذَا تَبَايَعْتُمْ ۪ وَلَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِيْدٌ ۥ وَاِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۲﴾ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰي سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ۭ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ۭ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۭ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗٓ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿۲۸۳﴾ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ

جس وقت کہ خرید وفروخت کرو اور چاہئے کہ رنج نہ دیا جاوے لکھنے والے اور نہ گواہ کو، اور اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارے لئے تحقیق یہ گناہ ہے، اور ڈرو تم اللہ سے، اور سکھاتا ہے تم کو خدا، اور خدا ہر چیز کا جاننے والا ہے ﴿۲۸۲﴾ اور [1] اگر تم سفر میں ہو اور نہ پاؤ لکھنے والے کو پس لازم ہے قرض خواہ کے ہاتھ میں کوئی چیز گروی کر دو، پس اگر تم میں ایک کو دوسرے پر اطمینان ہو تو وہ جیسے اس نے امین سمجھا تھا اپنی امانت ادا کر دے اور اللہ سے ڈرنا چاہئے جو اس کا رب ہے، اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو گواہی چھپائے گا تو اندر سے اس کا دل گنہگار ہے، [2] اور اللہ تمہارے کاموں کو جانتا ہے ﴿۲۸۳﴾ اللہ ہی کا ہے [3] جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اگر ظاہر کرو تم جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے۔

[1] جب آدمی سفر میں ہوتا ہے تو بالکل اجنبی ہوتا ہے۔ کسی سے جان پہچان کم ہوتی ہے۔ اس سفر کی حالت میں اگر کچھ قرض لینے کی ضرورت ہو تو بغیر کسی چیز کے گروی رکھنے کے نہ کوئی اعتبار کرتا ہے نہ کچھ قرض مل سکتا ہے۔ اس واسطے سفر کا ذکر خاص طور پر فرما کر اللہ تعالیٰ نے گروی کو اس آیت میں جائز فرما دیا ہے۔

[2] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک حدیث مروی ہے کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ شریک کرنا اور جھوٹی گواہی دینا اور گواہی کا چھپانا ہے۔

مسائل القرآن: یہ مستحب ہے کہ حالت سفر میں رہن رکھنا اس آیت سے ثابت ہے۔

[3] **دل کے وسوسات کا ذکر:** اس آیت میں دل کے وسوسہ پر حساب وعذاب کا حکم آنے سے صحابہ کرام کو بڑا رنج ہوا۔

اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۫ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۫ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾

یا پوشیدہ رکھو تم اس کو تحقیق حساب لے گا تم سے خدا، پس بخشے گا جس کو چاہے گا اور عذاب کرے گا جس کو چاہے گا، اور خدا ہر چیز پر قادر ہے ﴿۲۸۴﴾ یقین لایا پیغمبر[۱] اس پر جو کچھ اتارا گیا ہے اس کے پروردگار کی طرف سے اور مومن بھی تمام ایمان لائے خدا پر اور اس کے (سب) فرشتوں پر اور اس کی (سب) کتابوں پر، اور اس کے (سب) پیغمبروں پر بولے: ''فرق نہیں کرتے ہیں ہم درمیان کسی کے اس کے پیغمبروں میں سے اور بولے سنا ہم نے اور مانا ہم نے ہم تیری بخشش چاہتے ہیں اے پروردگار ہمارے! اور تیری طرف ہم کو لوٹنا ہے ﴿۲۸۵﴾

پھر آنحضرت ﷺ نے ان کو سمجھایا اور کہا کہ یہود اور نصاریٰ کی طرح اللہ کے حکم سے انحراف نہ ہو اور اللہ کا جو حکم ہو اس کو بسرو چشم مان لو۔ اللہ ضرور تم پر رحم کرے گا۔ جب انہوں نے خوشی سے اللہ کا حکم مان لیا تو اس سے آگے کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کی تعریف کی اور دل کے وسوسہ پر جو عذاب کا حکم تھا اسے منسوخ فرما دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دل کے وسوسہ کو معاف کر دیا ہے اور صحیح حدیثوں میں یہ بھی ہے کہ جب ظاہر عملوں میں کوئی شخص شیطان کے قابو کا نہیں ہوتا اور شیطان آدمی کو فعلوں میں بہکانے کا موقع نہیں پاتا تو آدمی کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ اس لئے دل میں وسوسوں کا آنا عین ایمان کی نشانی ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ان کے وسوسات یاد دلا کر معاف فرما دے گا۔

[۱] **اعمال و خواص القرآن:** حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو شخص رات کو سورۂ بقرہ کی یہ دونوں آیتیں اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے سورہ کے ختم تک پڑھ لے گا اس کی تمام رات کی عبادت اس کے نامہ اعمال میں لکھی جاوے گی۔ مسند امام احمد وغیرہ میں معتبر سند سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ عرش معلّٰی کے نیچے اللہ تعالیٰ کا ایک خزانہ ہے اس میں سے یہ دونوں آیتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمائی ہیں۔ آنحضرت

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ٝ وَاغْفِرْ لَنَا ٝ وَارْحَمْنَا ٝ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾

خدا کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی طاقت بھر، جس نے نیکی کمائی تو اپنے لئے اور جو کچھ گناہ کیا اپنے اوپر، بولے[1]: "اے پروردگار ہمارے! سزا میں نہ پکڑ ہم کو اگر بھولیں ہم یا خطا کریں ہم، اے پروردگار ہمارے! اور نہ رکھ ہمارے سر پر بوجھ بھاری جیسا کہ رکھا تو نے اس کو ان لوگوں پر جو ہم سے پہلے تھے، اے پروردگار ہمارے! اور نہ رکھ ہمارے سر پر وہ چیز جس کی ہم کو برداشت نہیں ہے، اور معاف کر ہمیں اور بخش دے ہم کو، اور مہربانی کر ہم پر، تو ہی ہمارا مولیٰ ہے پس فتح دے ہم کو کافروں کے گروہ پر" ﴿۲۸۶﴾

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس گھر میں سورۂ بقرہ کی یہ آیتیں پڑھی جاویں اس گھر پر شیطان کا اثر پھر باقی نہیں رہتا۔ حاصل مطلب ان دونوں آیتوں کا یہ ہے کہ جتنے ایماندار لوگ ہیں ان کو اس بات کا پورا یقین ہے کہ اللہ وحدہٗ لاشریک ہے، اس کی ذات و صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں، اللہ کے سب رسول اور سب آسمانی کتابیں برحق ہیں۔ اللہ کے حکم سے اگرچہ بعضے شریعتیں بعضے شریعتوں سے منسوخ ہو کر، پھر پچھلی سب شریعتیں شریعت محمدی سے منسوخ ہوئی ہیں اور اب قیامت تک یہی شریعت محمدی قائم رہے گی لیکن اپنے اپنے وقت پر وہ سب نبی اللہ کے نبی اور سب کتابیں اللہ کی کتابیں ہیں۔ اللہ کے فرشتے اللہ کی مخلوق ہیں۔

[1] یہ لفظ ان دونوں آیتوں میں دعا کے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سکھائے ہیں کہ وہ اس معبود سے دعا کیا کریں۔

ایاتہا ۲۰۰ ۳ سورۃ آل عمران مدنیۃ ۸۹ رکوعاتہا ۲۰

سورۂ آل عمران مدنی ہے، اس میں دوسو آیتیں اور بیس رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

الٓمّٓ ۝۱ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝۲ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝۳ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَھُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝۴

لے اللہ ہے جس کے سوا کسی کی پوجا نہیں جو زندہ ہے تدبیر کرنے والا عالم کا ۞ اس نے تم پر یہ کتاب برحق اتاری تصدیق کرنے والی اس کی جو اس سے پہلے ہے اور اس نے اتاری توریت اور انجیل ۞ اس سے پہلے ۲ لوگوں کی رہنمائی کے واسطے اور نازل کیا فیصلہ تحقیق وہ لوگ کہ منکر ہوئے اللہ کی آیتوں کے ان کے واسطے سخت عذاب ہے اور اللہ غالب ہے بدلہ لینے والا ۞

لے اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ اور الٓمّٓ ☆ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ ان دونوں آیتوں میں اسم اعظم ہے۔ ان کے پڑھنے کے بعد جو دعا مانگی جاوے قبول ہوتی ہے۔

فضائل القرآن سورۂ آل عمران

۲ مسلم، ترمذی میں حضرت نواس بن سمعان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ قیامت کے دن قرآن شریف اور جو لوگ اس پر عمل کرتے تھے سب لائے جائیں گے اور ان سب کے آگے سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران ہوں گی۔

خواص سورہ آل عمران: آیہ الٓمّٓ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ سے اَلْفُرْقَانَ تک مشک وگلاب وزعفران سے لکھ کر ایک نرکل میں جو طلوع آفتاب سے پہلے کاٹا گیا ہو، رکھ کر اس کے منہ پر موم لگا کر بچے کے گلے میں پہنا دیا جائے تو آسیب، ام الصبیان، نظر بد اور جمیع حوادث سے محفوظ رہے۔ دیگر ہرن کی جھلی پر باریک قلم سے لکھ کر نگین انگشتری کے نیچے رکھ لیا جاوے جو شخص باوضو پہنے جاہ قبولیت حاصل ہو اور دشمن سے محفوظ رہے۔

جو شخص باوضو پانچ مرتبہ ہر نماز کے بعد سورۂ آل عمران پڑھے، اس کے سب کام آسان ہوں، نیز حاملہ عورت پر اس سورت کو پڑھ کر دم کرے، دردزہ کی تکلیف نہ ہو اور بچہ نیک کردار سعادت اطوار پیدا ہو۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿٥﴾ هُوَ الَّذِي يُصَوِّرُكُمْ فِي الْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَاءُ ۚ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٦﴾ هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ۖ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۗ

بے شک ۱؎ اللہ پر نہیں کوئی چیز پوشیدہ نہ زمین میں اور نہ آسمان میں ﴿۵﴾ وہی ہے کہ تمہاری صورت بناتا ہے ماؤں کے پیٹ میں جیسی کہ چاہتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں غالب ہے حکمت والا ﴿۶﴾ ۱؎ وہی ہے کہ جس نے تم پر یہ کتاب اتاری بعض اس کی آیتیں صاف معنی رکھتی ہیں اور کتاب کی اصل ہیں اور دوسری آیتیں وہ ہیں کہ جن کے معنی میں اشتباہ ہے۔ پس وہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں اشتباہ والی کی اس کتاب سے واسطے تلاش فتنہ کے اور اس کی مراد کا پتہ لگانے کو

رسول کریم ﷺ کا مباحثہ عیسائیوں سے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے

۱؎ **شان نزول:** ۹ھ میں عیسائی لوگوں کی ایک جماعت شام و یمن کے مابین ایک نجران بستی تھی، وہاں سے ایلچی بن کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے تھے اور ان عیسائی لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خدا کا بیٹا ہونے میں بڑا مباحثہ کیا۔ اس پر اس سورۃ کی اکثر آیتیں نازل ہوئیں۔ اور جب وہ عیسائی لوگ مباہلہ کی آیت سے پہلے آیتوں میں طرح طرح کی جو نصیحتیں تھیں ان کو خیال میں نہ لائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنے کی ہٹ دھرمی پر اڑے رہے تو آخر مباہلہ کی آیت اتری۔ اور اس آیت کے اترتے ہی حضرت ﷺ حضرت علی و فاطمہ و حسن و حسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ساتھ لے کر جنگل میں تشریف لے گئے اور عیسائیوں کو آدمی بھیج کر بلایا۔ لیکن بڑے پادری نے مباہلہ منظور نہیں کیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا کہ نبی سے مباہلہ کرنا بڑی خرابی کی بات ہے اور عیسائیوں نے سالانہ خراج دینا منظور کر لیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہ لوگ مباہلہ کرتے تو ضرور آسمان سے آگ برستی اور یہ لوگ وہیں جنگل میں جل کر راکھ ہو جاتے۔

۲؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ایسا وسیع ہے کہ اس کو آسمان و زمین کی سب غیب کی باتیں معلوم ہیں کوئی بات اس کے علم سے باہر نہیں ہے۔ اس لئے ماں کے پیٹ میں گورا کالا لڑکا لڑکی نیک و بد سب کچھ اس کے علم کے موافق ہوتا ہے اس کو تقدیر کہتے ہیں۔

وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ؔ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِندِ رَبِّنَا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ﴿٧﴾ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ﴿٨﴾ رَبَّنَا إِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ ﴿٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ﴿١٠﴾ كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ

اور نہیں جانتا ہے مراد اس کی مگر خدا، اور وہ لوگ جو علم میں ثابت قدم ہیں [1] کہتے ہیں: ''ایمان لائے ہم ان متشبہات آیات پر یہ سب ہمارے پروردگار کے پاس سے ہے اور نصیحت نہیں مانتے مگر عقل والے'' ﴿٧﴾ (کہتے ہیں) ''اے پروردگار ہمارے! ٹیڑھا نہ کر ہمارے دلوں کو بعد اس کے کہ راہ دکھائی تو نے ہم کو اور عطا کر ہمارے واسطے اپنے پاس سے نعمت، تحقیق تو ہی ہے عطا کرنے والا ﴿٨﴾ اے پروردگار ہمارے! بے شک تو اکٹھا کرنے والا ہے سب لوگوں کو اس روز کہ کچھ شبہ نہیں ہے اس میں، بے شک اللہ کا وعدہ نہیں بدلتا ﴿٩﴾ بیشک جو لوگ کہ کافر ہوئے کچھ نہ بچاسکیں گے انہیں ان کے مال اور ان کی اولاد خدا کے عذاب سے، اور وہی دوزخ کے ایندھن ہیں ﴿١٠﴾ حال ان کا فرعون کے آدمیوں جیسا ہے اور جو کہ پہلے ان سے تھے۔

[1] سب سے پہلے یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ قرآن شریف میں محکم اور متشابہ کو دو معنی میں اللہ تعالیٰ نے استعمال فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ قرآن شریف میں جو آیتیں عمل کے لئے نازل ہوئی ہیں وہ محکم ہیں، اور جن سے عمل متعلق نہیں صرف بندوں کا ایمان لانا اللہ کا مقصود ہے۔ جیسے صفات الٰہی کی آیات یا قیامت کے حال کی آیات یا حروف مقطعات یہ سب متشابہ ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے متشابہ آیتوں کا مطلب سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں ہے۔ تم محکم آیتوں پر عمل کرو، متشابہ پر صرف ایمان لاؤ۔ (ابن کثیر و در منثور)

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۗ وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑪ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَتُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ۗ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ⑫ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۗ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ۗ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ⑬

انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں۔ پس پکڑا ان کو خدا نے ان کے گناہوں کے سبب سے، اور خدا سخت سزا دینے والا ہے ⑪ فرمادو کافروں لے سے کہ تم عنقریب مغلوب ہو جاؤ گے اور دوزخ کی طرف ہانکے جاؤ گے، اور وہ بری جگہ ہے ⑫ تحقیق تمہارے واسطے ایک بڑی نشانی ہے (ان) دو گروہ میں جو آپس میں لڑے ایک گروہ خدا کی راہ میں جنگ کرتا تھا اور دوسرے گروہ کے لوگ جو کافر تھے یہ ان کو دیکھتے تھے کہ ان مسلمانوں سے دو چند میں کھلی آنکھوں دیکھنا، اور خدا اپنی مدد سے قوت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے، بے شک اس واقعہ میں ایک نصیحت ہے آنکھوں والوں کیلئے ⑬

دنیا سے نفرت اور آخرت کی ترغیب کا ذکر

لے **شان نزول:** ابوداؤد اور بیہقی اور تفسیر ابن منذر میں بسند معتبر حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جب قریش کو مسلمانوں کے ہاتھ سے جنگ بدر میں صدمہ پہنچا جس کا قصہ سورۂ انفال میں آوے گا تو اس پر یہود نے آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا کہ قریش اناڑی اور لڑائی سے ناواقف تھے۔ جس دن آپ سے ہم لوگوں سے لڑائی ہوگئی اس دن قدر کھل جائے گی کہ لڑائی ایسی ہوتی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: "اللہ سچا ہے اور اللہ کا کلام سچا ہے"۔ آخر کو وہی ہوا جو اس آیت میں لکھا تھا اللہ تعالیٰ ہمیشہ حق کا مددگار ہے۔ اس لئے اللہ کی مدد سے اہل اسلام کو باوجود قلت لشکر اور قلت سامان جنگ کے جو فتح ہوئی وہ کچھ اسی بدر کی لڑائی پر منحصر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ اس دین حق کی ہمیشہ ایسی ہی مدد کرے گا۔ اس لڑائی میں مسلمانوں کے کل تین سو تیرہ آدمی تھے اور دو گھوڑے اور چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں۔ اور مشرکین مکہ ہزار کے قریب تھے اور لڑائی کا سامان بھی ان کے پاس بہت کچھ تھا۔ اس صورت میں دشمنوں کی فوج اگرچہ مسلمانوں کی تین گنی تعداد سے بھی زیادہ تھی لیکن اللہ تعالیٰ دوگنی دکھاتا تھا کہ خوف نہ کھاویں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ اس سے چاہیے کہ سب کافر عبرت پکڑیں۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ﴿۱۴﴾ قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ؕ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ ۚ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۶﴾ ۚ

مردوں کیلئے آراستہ کی گئی ہے [۱] خواہشات کی محبت عورتیں اور بیٹے اور خزانے جمع کیے گئے سونے اور چاندی کے اور نشان کیے ہوئے گھوڑے اور چار پائے اور کھیتی، یہ سب سامان زندگانی دنیا کا (ہے) اور اللہ کے ہاں بہت عمدہ رہنے کی جگہ ہے ﴿۱۴﴾ تم فرماؤ اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم کیا خبر دوں میں تم کو اس سے بہترین چیز کی کہ پرہیزگاروں کیلئے ان کے پروردگار کے یہاں بہت سے باغ ہیں کہ جاری ہیں ان کے نیچے نہریں، ہمیشہ رہیں گے اس میں اور ہوں گی عورتیں پاکیزہ اور ہوگی خوشنودی اللہ کی طرف سے اور اللہ دیکھتا ہے بندوں کے حال کو ﴿۱۵﴾ جو لوگ کہ کہتے ہیں: ''اے پروردگار ہمارے! بیشک ہم ایمان لائے پس تو ہمارے گناہ معاف کرا اور بچا ہم کو عذاب دوزخ سے'' ﴿۱۶﴾

[۱] صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جنت میں وہ وہ نعمتیں ہیں جن کا حال دنیا میں نہ کسی نے آنکھ سے دیکھا، نہ کان سے سنا، نہ کسی کے دل میں ان کا خیال گزر سکتا ہے۔ دنیا میں آدمی دنیا کی نعمتوں کی کبھی ناشکری کرتا ہے جسکے سبب سے اللہ تعالیٰ کی ناخوشنودی ہو کر دنیا کی نعمتوں میں کمی ہو جاتی ہے۔ جنت میں شرع کی تکلیف کے نہ ہونے سے اللہ تعالیٰ کی ناخوشی کا کھٹکا جنتیوں کو نہیں۔ اس لئے جنت کی نعمتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہمیشہ کی رضامندی کا ذکر اس آیت میں فرمایا ہے جو سب سے بڑھ کر ایک نعمت ہے۔ انسان کو دنیا کی نعمتوں پر اس قدر گرویدہ نہیں ہونا چاہیے جس سے دین کے کاموں میں فتور پڑ کر جنت کی نعمتوں سے محروم رہ جاوے۔ چنانچہ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے آیت کو وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ پر ختم کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جنت کی نعمتیں ہر شخص کو اس کے عمل کے موافق ملیں گی۔

اَلصّٰبِرِیْنَ وَالصّٰدِقِیْنَ وَالْقٰنِتِیْنَ وَالْمُنْفِقِیْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِیْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۸﴾ؕ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۟ قف

النصف

صبر کرنے والے اور ۱؎ سچ بولنے والے اور فرمانبرداری کرنے والے اور (راہ خدا میں) خرچ کرنے والے اور بخشش مانگنے والے پچھلے پہرے میں ﴿۱۷﴾ گواہی دی خدا نے یعنی آشکارا کیا یہ کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتوں نے اور عالموں نے انصاف سے قائم ہوکر کہ خدا تدبیر کرنے والا عالم کا ہے انصاف سے۔ نہیں کوئی معبود مگر وہ غالب حکمت والا ۲؎ ﴿۱۸﴾ تحقیق دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔

دعا کی مقبولیت کا وقت

۱؎ جن کے قول اور ارادے سچے ہوں اس میں آخر شب میں نماز پڑھنے والے بھی داخل ہیں، اور وقت سحر کے دعا و استغفار والے بھی۔ یہ وقت خلوت و اجابت دعا کا ہے۔ چنانچہ صحیحین وغیرہ میں صحابہ کی ایک جماعت سے روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ تہائی رات باقی رہے ہر رات کو اللہ تعالیٰ اول آسمان پر نزول فرما کر یہ فرماتا ہے کہ کوئی دعا یا استغفار کرنے والا ہو تو اس کی دعا اور توبہ قبول کرنے کو اور کوئی کچھ حاجت رکھتا ہو تو اس کی حاجت روائی کو میں موجود ہوں۔

اس آیت کے نازل ہونے پر ۳۶۰ بتوں کا گر جانا

۲؎ **شان نزول:** احبار شام میں سے دو شخص رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جب انہوں نے مدینہ طیبہ دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگا کہ نبی آخر الزماں کے شہر کی یہی صفت ہے جو اس شہر میں پائی جاتی ہے''۔ جب حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بموجب توریت کے حضور کو پہچان لیا اور عرض کیا: ''آپ محمد ﷺ ہیں'' حضور نے فرمایا: ''ہاں''۔ پھر عرض کیا: ''کیا آپ احمد ہیں''......فرمایا: ''ہاں!''......پھر عرض کیا: ''ہم ایک سوال کرتے ہیں اگر آپ نے ٹھیک جواب دے دیا تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے''۔ فرمایا: ''سوال کرو''۔ انہوں نے عرض کیا کہ کتاب اللہ میں سب سے بڑی شہادت کون سی ہے''۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس کو سن کر دونوں مسلمان ہو گئے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کعبہ شریف میں تین سو ساٹھ بت تھے۔ جب مدینہ طیبہ میں یہ آیت نازل ہوئی تو کعبہ شریف کے اندر وہ سب سجدہ میں گر گئے۔ یہود و نصاریٰ وغیرہ کفار جو اپنے دین کو افضل اور مقبول کہتے ہیں اس آیت میں ان کے دعوے کو باطل کر دیا۔

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًاۢ بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ⑲ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ⑳ ع اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ㉑

اور اختلاف نہ کیا (یعنی قبول اسلام میں) اہل کتاب نے مگر بعد اس کے کہ آیا ان کے پاس علم اپنے دلوں کے حسد سے، اور جو کوئی منکر ہو خدا کی آیتوں سے پس تحقیق خدا جلد حساب کر لینے والا ہے ⑲ پس اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اگر وہ تم سے جھگڑا کریں پس فرمادو میں اپنا منہ اللہ کے حضور میں جھکائے ہوں اور اور جس نے میری پیروی کی اور فرمادو اہل کتاب اور ان پڑھوں سے: ''کیا تم اسلام لاتے ہو'' پس اگر وہ ایمان لائے تحقیق راہ پا گئے، اور اگر منہ پھیر لیا پس سوائے اس کے نہیں کہ تم پر لازم پیغام پہنچانا ہے، اور اللہ دیکھ رہا ہے بندوں کے حال کو ⑳ [1] جو لوگ کہ منکر ہوتے ہیں خدا کی آیتوں کے اور شہید کر ڈالتے ہیں پیغمبروں کو ناحق، اور قتل کرتے ہیں ان کو جو انصاف کا حکم کرتے ہیں لوگوں میں پس خبر دو ان کو عذاب دکھ دینے والے کی ㉑

یہ آیت یہود و نصاریٰ کے حق میں وارد ہوئی۔ جنہوں نے اسلام کو چھوڑا اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نبوت میں اختلاف کیا وہ اپنی کتابوں میں حضور کی صفات دیکھ چکے اور انہوں نے پہچان لیا کہ یہی وہ نبی ہیں جن کی خبریں کتب میں دی ہوئی ہیں۔ ان کے اختلاف کا سبب ان کا حسد اور منافع دینویہ کی طمع ہے۔ میں اور میرے تبعین ہمہ تن اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں۔ ہمارا دین، دین توحید ہے جس کی صحت تمہاری خود اپنی کتابوں سے بھی ثابت ہو چکی ہے۔

[1] اس آیت سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی جناب میں بے ادبی کفر ہے اور یہ بھی کہ کفر سے تمام اعمال اکارت ہو جاتے ہیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ﴿۲۲﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِنْهُمْ وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿۲۳﴾ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۲۴﴾ فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَاهُمْ لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ

یہ لوگ وہ ہیں کہ مٹ گئے اعمال ان کے دنیا میں اور آخرت میں اور نہیں ان کو کوئی مدد دینے والا ﴿۲۲﴾ کیا[۱] تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا کہ جن کو دیا گیا ایک حصہ علم کتاب کا ان کو اللہ کی کتاب کی طرف اس لئے بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے۔ پس منہ پھیر لیتا ہے ایک گروہ ان میں سے اور وہ توریت کے حکم کے ماننے سے منہ موڑتے ہیں ﴿۲۳﴾ یہ اس سبب سے ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہرگز نہ پہنچے گی ہم کو دوزخ کی آگ مگر چند روز گنتی کے اور فریب دیا ہے ان کو ان کے دین میں اس جھوٹ نے جو باندھتے تھے ﴿۲۴﴾ تو کیا حال ہوگا اس وقت کہ جب اکٹھا کریں گے ہم ان کو اس دن کہ کچھ شک نہیں ہے، اس میں اور پورا دیا جائے ہر شخص کو بدلہ جو عمل کیا۔

[۱] **شان نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ اور چند یہود کا ایک مدرسہ میں آمنا سامنا ہوا۔ آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی۔ اس پر دو شخص نعیم بن عمرو اور حارث بن زید نے آپ سے پوچھا کہ آپ کس دین پر ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''میں ملت ابراہیمی پر ہوں''۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ابراہیم تو خود دین یہود پر تھے۔ پھر آپ ہم سے اور کون سا دین اختیار کراتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام دین یہود پر تھے تو توریت میں کہیں اس کا ذکر ہوگا اگر تم سچے ہو تو توریت لا کر دکھاؤ''۔ دونوں شخصوں نے توریت لانے سے انکار کر دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہود کو قائل کرنے کے لئے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ لوگ توریت کے بھی پابند نہیں ہیں۔ آگے کی آیت میں یہود کا ایک اور جھوٹ ظاہر کیا کہ یہ لوگ جو کہتے ہیں ہم کو چند روز کے واسطے دوزخ میں رہنا ہوگا تو یہ بات بھی توریت کے خلاف ہے اور اس جھوٹے عقیدے نے ان کو دوزخ سے بے خوف کر دیا ہے لیکن آخرت میں ان کو سب حال کھل جائے گا۔

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٢٥﴾ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٦﴾ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۡ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢٧﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ

اور وہ نہ ظلم کئے جائیں گے ﴿٢٥﴾ یوں عرض کر و لے: "اے اللہ ملک کے مالک! تو جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے اور چھین لیتا ہے تو بادشاہی جس کی چاہے، اور عزت دیتا ہے تو جسکو چاہے اور ذلت دیتا ہے تو جس کو چاہے، تیرے ہی ہاتھ میں بھلائی ہے، تحقیق تو ہر چیز پر قادر ہے ﴿٢٦﴾ داخل کرتا ہے تو رات کو دن میں اور داخل کرتا ہے تو دن کو رات میں، نکالتا ہے تو زندہ کو مردہ سے (جیسے بیضہ سے بچہ) اور نکالتا ہے تو مردہ کو زندہ سے (جیسے پرندے سے بیضہ) اور روزی دیتا ہے تو جس کو چاہے بے شمار ﴿٢٧﴾ چاہیئے کہ ۲ دوست نہ رکھیں مسلمان کافروں کو سوائے اہل ایمان کے۔

۱ **اسم اعظم کی آیت:** قتادہ سے ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے ملک روم وفارس اپنی امت کے قبضہ میں آجانے کی ایک روز دعا کی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اپنے نبی کی تسکین فرمائی کہ ملک روم وفارس کیا چیز ہے، اس پاک ذات کے دست قدرت میں بڑے بڑے متصرفات ہیں۔ کبھی راتیں بڑی ہیں کبھی دن۔ کبھی نبوت بنی اسرائیل میں تھی آج بنی اسمٰعیل میں ہے۔ وہ صاحب تصرف جو چاہے کر سکتا ہے۔ چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا کہ بڑے بڑے ملک آپ کے اور آپ کی امت کے قبضہ میں آگئے۔ طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اسم اعظم اسی آیت میں ہے جو کوئی شخص اس آیت کو پڑھے گا اس پر اگر احد پہاڑ کے برابر قرضہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ وہ ادا کرا دیوے گا۔

کافروں سے دوستی کا حال: ۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی ہے کہ مسلمانوں کو کافروں سے دوستی نہیں رکھنی چاہیے۔ کیونکہ اللہ کی محبت اور کافروں کی محبت ایک جگہ ایک دل میں نہیں جمع ہو سکتی۔ ہاں اگر ایسا ہی کہیں جان کا خوف ہو تو ظاہر میں ان سے دفع ضرر کے لئے میٹھی بات کر لی جاوے مگر دلی دوستی ان سے نہ رکھی جائے۔

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۹﴾ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ښ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْۗءٍ ڔ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۳۰﴾ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۱﴾

معانقۃ ۱۲ | ع ۱۰

اور جو کوئی ایسا کرے گا پس نہیں ہے اللہ سے (کچھ علاقہ) کسی چیز میں مگر یہ کہ تم ان کے شر سے بچاؤ کی صورت پیدا کرو، اور ڈراتا ہے تم کو خدا اپنے غضب سے، اور خدا کی طرف لوٹنا ہے ﴿۲۸﴾ تم فرماؤ: "اگر تم چھپاؤ گے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے یا تم اس کو ظاہر کرو گے اللہ اس کو جانتا ہے، اور جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور خدا ہر چیز پر قادر ہے" ﴿۲۹﴾ جس دن ہر شخص اس کو موجود پائے گا جو کچھ عمل کیا ہے بھلائی سے، اور جو کچھ کیا ہے برائی سے، تمنا کرے گا: "کاش! اس کے درمیان اور بدی کے درمیان دور کا فاصلہ ہوتا"، اور ڈراتا ہے تم کو اللہ اپنے غضب سے، اور خدا بندوں پر بہت مہربان ہے ﴿۳۰﴾ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [1] تم فرمادو: "اگر دوست رکھتے ہو خدا کو پس تم میری پیروی کرو تاکہ خدا تم کو دوست رکھے اور تمہارے گناہ معاف کردے، اور خدا بخشنے والا مہربان ہے" ﴿۳۱﴾

اللہ کی محبت کا دعویٰ کرنے کا ذکر

[1] صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف فرمادیا ہے کہ میری اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے اور میری نافرمانی عین اللہ کی نافرمانی ہے۔ اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوگیا کہ کوئی طریقہ جس میں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت نہ پائی جائے خواہ کسی قدر محبت الٰہی کے جوش کے دعوے کا ہو ہرگز اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول نہیں ہے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۳﴾ ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾

تم فرمادو[1] کہ فرمانبرداری کرو اللہ کی اور رسول کی، پس اگر وہ نہ مانیں تو خدا بھی دوست نہ رکھے گا کافروں کو" ﴿۳۲﴾ تحقیق خدا نے چن لیا[2] آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کی آل کو اور عمران کی آل کو سارے جہان پر ﴿۳۳﴾ اس حالت میں کہ یہ جماعت ایک نسل تھی جو ایک دوسرے سے پیدا ہوئی، اور خدا سننے والا جاننے والا ہے ﴿۳۴﴾ جس وقت کہ کہا عمران کی بیوی[3] نے: "اے پروردگار میرے! تحقیق میں نے نذر مانی ہے تیری جو کچھ میرے پیٹ میں ہے خالص تیری ہی خدمت میں رہے، پس قبول کر مجھ سے، بیشک تو ہے سننے والا جاننے والا" ﴿۳۵﴾

[1] اللہ تعالیٰ نے رسولوں (علیہم السلام) کو دنیا میں اسی واسطے بھیجا ہے کہ وہ تم کو اللہ تعالیٰ کی مرضی اور نامرضی کی باتیں بتلادیں اور ان کے ذریعہ سے اللہ کے حکم جو تم پر آتے ہیں وہ تم کو سنادیں۔

[2] اس آیت میں رسولوں کے انتخاب کا سلسلہ بیان فرمایا۔ پہلے نبی آدم علیہ السلام تھے جن سے سب انبیاء اور امتوں کا سلسلہ دنیا میں چلا۔ لیکن حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام کے نبی ہونے تک کوئی حرام وحلال کی شریعت نہیں تھی۔ چنانچہ شفاعت کی صحیح حدیث میں حضرت ﷺ نے حضرت نوح علیہ السلام کو اول صاحب شریعت نبی فرمایا، دوسرے حضرت ابراہیم علیہ السلام جن کی دو شاخیں ایک شاخ حضرت اسحاق علیہ السلام کی جس میں بنی اسرائیل ہیں اور ان میں نبوت آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک رہی اور دوسری شاخ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جس میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور اس آیت میں عمران کے ذکر کے بعد حضرت مریم سلام اللہ علیہا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہے۔ اس لئے آیت میں حضرت مریم کے والد عمران ثانی کا ذکر معلوم ہوتا ہے۔ ان دونوں عمرانوں کا اٹھارہ سو برس کے قریب کا فاصلہ ہے۔ اس میں اہل کتاب اور مشرکین عرب دونوں کو تنبیہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شاخوں میں اگرچہ یہ دونوں ہیں مگر ان کے طریقہ پر دونوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔

[3] حضرت مریم کی ماں کا نام حنہ تھا، یہ بانجھ تھیں۔ اللہ تعالیٰ سے بچہ پیدا ہونے کی دعا کی اور نذر مانی کہ جب بچہ پیدا ہوگا تو

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ ۖ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا وَضَعَتْ ۖ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿٣٦﴾ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٧﴾

پس جب لڑکی جنی تو بولی: ''اے پروردگار میرے! جنی میں نے یہ لڑکی، اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ میں نے جنا، اور نہیں ہے لڑکا مانند لڑکی کے، اور میں نے اس کا نام مریم رکھا اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے'' ﴿٣٦﴾ پس ۱ قبول کیا مریم کو اس کے پروردگار نے اچھی طرح سے اور پرورش کی اس کی اچھی طرح سے، اور اسے زکریا (علیہ السلام) کی نگہبانی میں دے دیا، جب زکریا اس کے پاس (محراب) مسجد میں آتے تو اس کے پاس نیا رزق پاتے، کہا: ''اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آیا'' بولیں: ''وہ اللہ کے پاس سے ہے بے شک اللہ روزی دیتا ہے بے حساب جس کو چاہتا ہے'' ﴿٣٧﴾

اس کو بیت المقدس کا خادم بنایا جائے گا۔ اتفاق سے لڑکی پیدا ہوئی اور لڑکی کو بیت المقدس کی خادمہ بنانے کا دستور نہ تھا۔ اس پر انہوں نے افسوس سے وہ باتیں منہ سے نکالیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے۔ مگر انہوں نے خواب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے بجائے لڑکے کے اس لڑکی کو نذر میں قبول کر لیا۔ پھر حضرت مریم علیہا السلام کو بیت المقدس کے خادموں کے سپرد کر کے اپنا خواب ظاہر کیا جس کو خادموں نے منظور کر لیا۔ صحیح حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر بچہ کی پیدائش کے وقت شیطان بچہ کے پہلو میں ایک انگلی چبھوتا ہے جس سے بچہ روتا ہے۔ حضرت مریم سلام اللہ علیہا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے محفوظ رہے۔

۱ اس آیت میں اولیاء کی کرامت کا ثبوت ہے۔ اکثر احادیث سے بھی اس کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ (محراب عبادت خانہ کو کہتے ہیں)۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٨﴾ فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿٣٩﴾ قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي عَاقِرٌ ۖ قَالَ كَذَٰلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ﴿٤٠﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَل لِّي آيَةً ۖ قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا ۗ وَاذْكُر رَّبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿٤١﴾ ع

اس وقت دعا کی [1] زکریا نے اپنے رب سے کہا: "اے پروردگار میرے! عنایت کر مجھ کو اپنے پاس سے ستھری اولاد بیشک تو ہی دعا کا سننے والا ہے" ﴿۳۸﴾ پس فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ محراب میں کھڑا نماز ادا کر رہا تھا: "تحقیق خدا تجھ کو خوشخبری دیتا ہے یحییٰ کی کہ تصدیق کرنے والا ہوگا خدا کے ایک کلمہ کی اور سردار (ہوگا) اور ہمیشہ کے لئے عورتوں سے بچنے والا اور ایک پیغمبر صالحوں میں سے ﴿۳۹﴾ کہا: "اے میرے پروردگار میرے! کہاں سے لڑکا پیدا ہوگا مجھ پر تو بڑھاپا آ گیا اور میری بیوی بانجھ ہے" فرمایا: "یوں ہی خدا کرتا ہے جو چاہتا ہے" ﴿۴۰﴾ (زکریا نے) کہا: "اے پروردگار! مقرر کر واسطے میرے (کوئی) نشانی" فرمایا: "نشانی تیری یہ ہے کہ بات نہ کر سکے گا تو لوگوں سے تین روز مگر اشارہ سے اور یاد کر اپنے پروردگار کو بہت اور تسبیح کر شام اور صبح" ﴿۴۱﴾

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا

[1] جب حضرت زکریا علیہ السلام نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے باوجود بانجھ ہونے کے حضرت مریم کی ماں کو صاحب اولاد کیا۔ اور حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو خلاف عادت بے فصل کا میوہ عنایت فرمایا تو مجھ کو بڑھاپے میں اور میری بیوی کو بانجھ پن میں اگر وہ صاحب قدرت اولاد عطا فرمائے تو اس کی قدرت سے کچھ بعید نہیں۔ اسی خیال سے وہیں حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے عبادت خانہ میں انہوں نے اولاد کی دعا کی اور وہ قبول ہوئی۔

وَ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَ طَهَّرَكِ وَ اصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۴۲﴾ یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَ اسْجُدِیْ وَ ارْكَعِیْ مَعَ الرّٰكِعِیْنَ ﴿۴۳﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَؕ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ۪ وَ مَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾

اور اس وقت کہ [۱] کہا فرشتوں نے: ''اے مریم! بیشک اللہ نے تجھے چن لیا اور پاک کیا اور تجھ کو سارے جہان کی عورتوں سے پسند کیا ﴿۴۲﴾ اے مریم فرمانبرداری کرتی رہ اپنے پروردگار کی اور سجدہ کیا کر اور نمازیوں کے ساتھ نماز ادا کر ﴿۴۳﴾ اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم وحی کے ذریعہ تمہیں بتاتے ہیں اور تم اس قوم کے پاس نہ تھے جب ڈالتے تھے (بطور قرعہ) [۲] اپنی قلموں کو کہ مریم کس کی پرورش میں رہے اور تم ان کے پاس نہ تھے جس وقت کہ آپس میں وہ گفتگو کرتے تھے ﴿۴۴﴾

[۱] کلمہ سے مراد حضرت عیسیٰ بن مریم ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے کن فرما کر بغیر باپ کے پیدا کیا اور ان پر سب سے پہلے ایمان لانے اور ان کی تصدیق کرنے والے حضرت یحییٰ علیہ السلام جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عمر میں چھ ماہ بڑے تھے۔ یہ دونوں حضرات خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ اپنی بہن حضرت مریم سلام اللہ علیہا سے ملیں تو انہوں نے اپنے حاملہ ہونے پر مطلع کیا۔ حضرت مریم سلام اللہ علیہا نے فرمایا: ''میں بھی حاملہ ہوں''۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کی والدہ نے کہا: ''اے مریم! (سلام اللہ علیہا) مجھے معلوم ہوتا ہے کہ میرے پیٹ کا بچہ تمہارے پیٹ کے بچہ کو سجدہ کرتا ہے''۔

قرعہ ڈالنے کا طریقہ اور اس کا جائز ہونا

[۲] صحیح حدیثوں سے قرعہ کا جائز ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بنی اسرائیل میں قرعہ ڈالنے کا طریقہ یہ تھا کہ کسی کام میں جب یہ بحث آن کر پڑتی کہ اس کام کو کون کرے تو وہ لوگ نہروں پر جا کر توریت کے لکھنے کے اپنے اپنے قلم بہتے پانی میں ڈالتے تھے۔ جس کا قلم بہاؤ کو چھوڑ کر الٹا بہنے سے رک کر ٹھہر جاوے تو وہی شخص اس کام کو کرتا تھا۔ جب حضرت مریم سلام اللہ علیہا کی ماں اپنی نذر کے موافق حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو بیت المقدس میں لائیں تو بیت المقدس کے مجاوروں سے اپنا خواب بیان کیا تو سب چاہنے لگے کہ مریم سلام اللہ علیہا کو ہم پالیں۔ آخر رواج کے موافق زکریا علیہ السلام کا قلم پانی کے بہاؤ کو چھوڑ کر الٹا بہا۔

اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۙ ﴿۴۵﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ؕ

اور ۱؎ یاد کرو اسوقت کو کہ کہا فرشتوں نے: ''اے مریم! بے شک اللہ بشارت دیتا ہے تجھ کو ایک کلمہ کی ساتھ اپنی جانب سے کہ نام اس کا مسیح عیسیٰ ہے مریم کا بیٹا آبرو والا دنیا میں اور آخرت میں اور خدا کے مقرب لوگوں میں سے ہوگا ﴿۴۵﴾ اور لوگوں سے باتیں کرے گا پالنے میں اور بڑی عمر میں اور وہ نیک لوگوں میں سے ہوگا'' ﴿۴۶﴾ مریم نے کہا: ''اے پروردگار میرے! کیونکر ہوگا میرے بیٹا کیونکہ مجھ کو تو کسی آدمی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا''۔

اس لیے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے پالنے کے وہی مستحق اور حق دار ٹھہرے۔ حضرت مریم کو یہ خوشخبری جو دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پسند کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے پہلے خدا تعالیٰ نے یہ مرتبہ کسی عورت کو نہیں دیا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کو اور عورتوں کی طرح ہمیشہ کے حیض کی عادت نہیں تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حمل سے پہلے صرف دو دفعہ ان کو عمر بھر میں حیض آیا۔ عبادت کا حکم سن کر حضرت مریم اس قدر عبادت کیا کرتی تھیں کہ ان کے پاؤں سوج جاتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر

۱؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حمل سے پہلے حضرت مریم کو دو حیض آئے تھے۔ ان میں سے آخری حیض سے فارغ ہو کر جب وہ سب سے الگ نہانے کو گئیں، اور پردہ کر کے نہانے لگیں تو ایک خوبصورت مرد کی شکل میں حضرت جبریل علیہ السلام ان کو نظر آئے۔ حضرت مریم سلام اللہ علیہا نے ان کو دیکھ کر یہ کہا کہ اے شخص! اگر تو پرہیزگار آدمی ہے تو میں تیرے بد ارادہ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے جواب دیا کہ اے مریم! (سلام اللہ علیہا) میں تو تیرے رب کی طرف سے تجھ کو ایک بڑی شان کے لڑکے کے پیدا ہونے کی خوشخبری دینے آیا ہوں حضرت مریم سلام اللہ علیہا نے کہا کہ میرے یہاں لڑکا کیونکر پیدا ہوگا۔ مجھ کو تو کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم یوں ہی ہے کہ بغیر باپ کا ایک لڑکا تمہارے ہاں پیدا ہو کر اللہ کی قدرت کی ایک نشانی دنیا میں لوگوں کو نظر آوے۔ یہ کہہ کر حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے جسم میں پھونک دی اور حضرت مریم کو حمل رہ گیا۔ اور وقت مقررہ پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔

قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۷﴾ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۴۸﴾ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ اَنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْيِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ

فرمایا: ”خدا یوں ہی پیدا کرتا ہے جو کچھ چاہتا ہے جب کسی کام کا حکم فرمائے تو اس سے یہی کہتا ہے کہ ہو جا، پس (وہ فوراً) ہو جاتا ہے“ ﴿۴۷﴾ اور اللہ اسے سکھائے گا کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل ﴿۴۸﴾ اور کرے گا اس کو پیغمبر طرف بنی اسرائیل کے اس دعوے کے ساتھ کہ لایا ہوں میں تمہارے سامنے نشانی تمہارے پروردگار کی طرف سے، یہ کہ بناتا ہوں تمہارے واسطے مٹی سے پرند کی سی صورت پھر اس میں پھونک مارتا ہوں پس ہو جاتا ہے اڑنے والا خدا کے حکم سے، اور اچھا کرتا ہوں میں مادرزاد اندھے کو اور سفید داغ والے کو اور زندہ کرتا ہوں میں مردوں کو خدا کے حکم سے۔

[1] اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اس زمانے کے موافق معجزہ دیا ہے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادو کا کیونکہ اس زمانہ میں جادو کا بہت زور تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طبیبوں کا بڑا زور تھا۔ اس واسطے ان کو ویسا ہی معجزہ دیا کہ مردہ کو جلانا تو در کنار مادرزاد اندھے اور بدن کے اوپر سفید داغ والے کو بھی طبیب اچھا نہیں کر سکتا اور نہ کوئی طبیب یہ بتلا سکتا ہے کہ بیمار نے کل کیا کھایا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہ سب کچھ کھول کر کہہ دیتے تھے۔ جس سے طبیب حیران تھے۔ اسی طرح نبی آخر الزماں کے زمانہ میں عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا بڑا زور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان ان فصیح و بلیغ لفظوں میں قرآن اتارا کہ کسی سے ایک آیت بھی ویسی نہ بن سکی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑے خوشنویس تھے اور توریت اور انجیل ان کو زبانی یاد تھی۔ حکمت سے مراد تہذیب و اخلاق ہے۔ بعضی چیزیں جو یہود پر ان کی شرارت کے سبب سے حرام تھیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان پر ان چیزوں کو اللہ کے حکم سے حلال کر دیا۔ جس سے بہ نسبت موسوی کے شریعت عیسوی بہت آسان ہوگئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے لوگوں کی درخواست پر چمگادڑ کی صورت بنائی۔ پھر اس میں پھونک ماری تو وہ اڑنے لگی۔ یہ نمونہ نبوت کا تھا اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت کو بتلایا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کی عبادت میں شریک ٹھہراتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۚ﴿۴۹﴾ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۫ قف فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْنِ ﴿۵۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۵۱﴾ فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ

اور خبر دیتا ہوں میں تم کو اس چیز سے جو تم کھاتے ہو اور جو ذخیرہ اپنے گھروں میں رکھتے ہو، تحقیق اس میں بڑی نشانی ہے تمہارے واسطے اگر تم ایمان والے ہو ﴿۴۹﴾ اور تصدیق کرتا آیا ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی اور آیا ہوں میں تاکہ حلال کروں میں تمہارے واسطے بعض وہ چیز جو حرام کی گئی تھی تم پر اور لایا ہوں میں تمہارے پاس نشانی تمہارے پروردگار سے پس ڈرو خدا سے اور میرا کہا مانو ﴿۵۰﴾ بے شک میرا تمہارا سب کا رب اللہ ہے پس اسی کی عبادت کرو، یہ (ہی) ہے راہ سیدھی'' ﴿۵۱﴾ پس [۱] جب کہ عیسیٰ نے اپنی قوم (یعنی یہودیوں) میں کفر پایا تو کہا: ''کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کے واسطے'' حواریوں نے کہا: ''ہم ہیں مدد دینے والے اللہ کے دین کے''۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر جانا

[۱] یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دشمن ہوگئے اور اس وقت کے بادشاہ سے مل کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل پر آمادہ ہوگئے۔ یہاں تک کہ موقع پاکر ان کو ایک مکان میں گھیر لیا۔ اسی وقت خدائے تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو آسمان پر اٹھالیا اور یہود کے ایک آدمی میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل پیدا کردی اور یہود نے اسی شخص مشابہ عیسیٰ کو عیسیٰ سمجھ کر سولی پر چڑھا دیا۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالفوں کے مکرو فریب کو ایک حکمت وتدبیر سے جو نیست ونابود کیا ہے اسی کو مقابلہ کلام کے طور پر، مَکَرَ اللّٰہُ فرمایا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بارہ شخص جو ایمان لائے تھے ان کو حواری کہتے ہیں۔ حواری کے معنی: ''مددگار'' کے ہیں۔

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ ع اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾

ایمان لائے ہم خدا پر اور آپ گواہ ہو جائیں کہ ہم فرمانبردار ہیں ﴿۵۲﴾ اے پروردگار ہمارے! ہم ایمان لائے اس پر جو اتارا تو نے اور پیروی کی ہم نے پیغمبر کی پس لکھ ہم کو حق پر گواہی دینے والوں میں ﴿۵۳﴾ اور ان کافروں نے برا ارادہ کیا اور اللہ نے ہلاک کی خفیہ تدبیر کی اور خدا سب سے بہتر چھپی تدبیر کرنے والا ہے ﴿۵۴﴾ جب کہ خدا نے کہا: "اے عیسیٰ! البتہ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور پاک کرنے والا ہوں تجھ کو ان کافروں کی صحبت سے اور کرنیوالا ہوں میں تیرے تابعداروں کو اونچا کافروں پر یعنی غالب دن قیامت تک پھر تم سب پلٹ کر میری طرف آؤ گے۔ پس میں تم میں فیصلہ کردوں گا جس بات میں اختلاف کرتے تھے" ﴿۵۵﴾

[1] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی متفق علیہ کی حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پھر دنیا میں آدیں گے اور اس باب میں اور بہت سی حدیثیں ہیں۔ اسی طرح ابو داؤد اور حاکم کی ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا میں دوبارہ آنے کے بعد پھر ان کی وفات ہوگی، اور اس وقت کے مسلمان ان کے جنازہ کی نماز پڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھایا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حالت نیند کی سی تھی۔ انہی مفسروں کا قول صحیح معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ تمہارے تابع قیامت تک یہود پر غالب رہیں گے۔ اس کا ظہور اب موجود ہے کہ ہر شہر میں یہود بالکل بلا حکومت اور عیسائی یا مسلمانوں کے زیر حکومت ہیں۔ اس آیت میں قیامت کے دن جس اختلاف کے فیصلہ کا ذکر ہے اس میں وہ بھی داخل ہے جو قسطنطین بادشاہ نے اصلی عیسائی دین میں طرح طرح کا اختلاف ڈالا ہے۔ آخر آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی

فَاَمَّا الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَاُعَذِّبُہُمۡ عَذَابًا شَدِیۡدًا فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ۫ وَ مَا لَہُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِیۡنَ ﴿۵۶﴾ وَ اَمَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیۡہِمۡ اُجُوۡرَہُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۵۷﴾ ذٰلِکَ نَتۡلُوۡہُ عَلَیۡکَ مِنَ الۡاٰیٰتِ وَ الذِّکۡرِ الۡحَکِیۡمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ مَثَلَ عِیۡسٰی عِنۡدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَہٗ مِنۡ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۵۹﴾

پس وہ جو کہ کافر ہوئے پس میں سزا کروں گا ان کو سخت عذاب سے دنیا اور آخرت میں، اور نہیں ہوگا ان کے واسطے کوئی مدد دینے والا ﴿۵۶﴾ اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے پس پورے پورے دے گا ان کو خدا ان کا ثواب، اور خدا دوست نہیں رکھتا ہے ظالموں کو ﴿۵۷﴾ یہ کچھ آیتیں ہم تم پر پڑھتے ہیں اور حکمت والی نصیحت ہے ﴿۵۸﴾ بیشک [۱] خدا کے نزدیک عیسیٰ کا حال آدم کے حال کی مثال ہے پیدا کیا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو "ہو جا" پس وہ ہو گیا (یعنی انسان) ﴿۵۹﴾

کی نبوت کی تصدیق اس طرح کی ہے جس کا ذکر اوپر کی آیتوں میں گزرا۔

مسئلہ: لفظ "مکر" لغت عرب میں ستر یعنی پوشیدگی کے معنی میں ہے۔ اسی لئے خفیہ تدبیر کو بھی مکر کہتے ہیں، اور وہ تدبیر اگر اچھے مقصد کے لئے ہو تو محمود اور کسی قبیح غرض کے لئے ہو تو مذموم ہوتی ہے۔ مگر اردو زبان میں یہ لفظ فریب کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے اس لئے ہرگز شان الٰہی میں نہ کہا جائے گا۔

مباہلہ (یعنی بحث)

[۱] **شان نزول:** نصاریٰ نجران کے سرغنہ اور پادری لوگ آنحضرت ﷺ کے پاس بحث کو آئے۔ آنحضرت ﷺ نے ان کو اسلام لانے کو کہا۔ انہوں نے کہا: "ہم تو پہلے سے اسلام لا چکے ہیں"۔ آپ نے فرمایا: "تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہو اور مریم کی تصویروں کی اور صلیب کی پوجا کرتے ہو۔ یہ باتیں تمہارے دین میں کب جائز ہیں"۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر خدا کے بیٹے نہیں تو بتلاؤ دنیا میں ان کا باپ کون ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ جس طرح بے ماں باپ کے حضرت آدم اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر باپ کے اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ بددعا کرنے کا طریقہ جو ہے دونوں فریق مسلمان و نصاریٰ جنگل میں جا کر اس کو جاری کریں، جھوٹا گروہ خود وبال میں پھنس جاوے گا۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ سے کل کا وعدہ کیا۔ دوسرے روز آنحضرت ﷺ حضرت علی اور حسنین اور حضرت فاطمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ساتھ لے کر جنگل میں جا کر جھوٹے گروہ پر

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۗ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ

(اے سننے والے) یہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے پس نہ ہو تو شک لانے والوں میں سے ﴿۶۰﴾ پس (اے محبوب) جو کوئی تم سے عیسیٰ کے بارے میں جھگڑا کرے بعد اس کے کہ تمہیں علم آچکا تو ان سے فرمادو آؤ بلادیں ہم اپنے فرزندوں کو اور تمہارے فرزندوں کو اور اپنی عورتوں کو تمہاری عورتوں کو اور اپنی ذات کو اور تمہاری ذات کو پس ہم سب رو کر دعا کریں (یعنی مباہلہ) اور خدا کی لعنت ڈالیں جھوٹ بولنے والوں پر ﴿۶۱﴾ بیشک یہی ہے سچی خبر اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے خدا کے اور بیشک خدا غالب ہے مضبوط کام والا ﴿۶۲﴾ پس اگر وہ منہ پھیریں تو اللہ جاننے والا ہے مفسدوں کا ﴿۶۳﴾ [1] تم فرماؤ: ''اے اہل کتاب آؤ ایسی بات کی طرف کہ جو یکساں ہے''۔

بددعا کرنے کو تیار ہوگئے اور اپنے ساتھیوں سے یہ کہا کہ جب میں بددعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔ نجران کے سب سے بڑے نصرانی پادری نے جب ان حضرات کو دیکھا تو کہنے لگا کہ اے جماعت نصاریٰ! میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں کہ اگر یہ لوگ اللہ سے پہاڑ کو جگہ سے ہٹا دینے کی دعا مانگیں گے تو ان کی دعا قبول ہو جائے گی۔ ان سے مباہلہ نہ کرنا اچھا ہے ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے، اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی نصرانی باقی نہ رہے گا۔ یہ سن کر نصاریٰ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ مباہلہ کی تو ہماری رائے نہیں ہے۔ آخر کار انہوں نے جزیہ دینا منظور کیا مگر مباہلہ نہیں کیا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ نجران والوں پر عذاب قریب آہی چکا تھا اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندروں اور سوروں کی صورت میں مسخ کر دیئے جاتے اور جنگل آگ سے بھڑک اٹھتا اور نجران اور وہاں کے رہنے والے پرند تک نیست و نابود ہو جاتے۔

[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی آخر الزماں جس مسئلہ توحید کی تم لوگوں کو ہدایت کرتے ہیں وہی مسئلہ سب شریعتوں میں ہے اور جو اس پر عمل کرے وہی حکم الٰہی کا تابع ہے۔

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾ هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾

ہمارے اور تمہارے درمیان کہ نہ ہم سوائے خدا کے کسی کی عبادت کریں اور نہ کسی کو اس کا شریک ٹھہرائیں اور نہ بنائے ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو رب سوائے خدا کے، پس اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں ﴿۶۴﴾ اے اہل کتاب! ابرہیم کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے ہو[1] حالانکہ توریت اور انجیل تو ابراہیم کے بعد ہی اتری ہیں، پس کیا تم نہیں سمجھتے ہو ﴿۶۵﴾ آگاہ ہو تم وہ لوگ ہو کہ جھگڑا کیا تم نے اس میں جس کا تم کو علم تھا پس کس واسطے جھگڑا کرتے ہو تم اس میں جس کا تم کو علم نہیں، اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ﴿۶۶﴾

[1] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو علماء یہود اور نجران کے پادریوں میں جھگڑا ہوا۔ یہود کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی تھے اور نصاریٰ کہتے تھے کہ نہیں نصرانی تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمادیا کہ توریت اور انجیل جن دونوں کتابوں سے یہود اور نصاریٰ کا دین دنیا میں چلا ہے۔ وہ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد اتری ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام میں ہزار برس کے قریب کا فاصلہ ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں تین ہزار برس کے قریب کا۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام یہودی یا نصرانی کیونکر ہو سکتے ہیں۔ رہی یہ بات کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں اب کون سے دین سے مناسبت ہے۔ خلاف علم الٰہی انجانی بات میں یہ لوگ بحث کر رہے ہیں یہ اللہ کو ہرگز پسند نہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو بات آدمی کو معلوم نہ ہو اس میں نفسانیت سے ہرگز بحث نہ کرے۔

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِىُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِىُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾ وَدَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾ ع

نہ تھے ابراہیم (علیہ السلام) یہودی اور نہ نصرانی لیکن تھے ایک طرفہ مسلمان، اور نہ تھے شرک کرنے والوں میں سے ﴿۶۷﴾ تحقیق سب لوگوں سے ابراہیم (علیہ السلام) کے زیادہ حق دار وہ تھے جو ان کے پیرو ہوئے (ان کے زمانہ میں) اور یہ نبی اور ایمان والے اور اللہ ایمان والوں کا کارساز ہے ﴿۶۸﴾ یہ آرزو ۱؎ تھی اہل کتاب کے ایک گروہ کی کہ تم کو کس طرح گمراہ کریں، اور وہ تو اپنے آپ ہی کو گمراہی میں ڈالتے ہیں اور آگاہ نہیں ہیں ﴿۶۹﴾ اے اہل کتاب تم خدا کی آیتوں سے کیوں منکر ہوتے ہو حالانکہ تم خود گواہ ہو ﴿۷۰﴾ اے اہل کتاب! کیوں ملاتے ہو حق میں باطل اور کیوں چھپاتے ہو حق کو حالانکہ تم کو خبر ہے ﴿۷۱﴾

یہود کی شرارت

۱؎ **شان نزول:** چند یہود نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کو یہ رغبت دلائی کہ وہ دین محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ کر یہودی ہو جائیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ مسلمان اپنے دین پر خدا عزوجل کی طرف سے پکے ہیں، ان کو تو کسی کے بہکانے سے کچھ ضرر نہیں پہنچ سکتا مگر بہکانے کا اثر بہکانے والوں کے نامہ اعمال میں لکھا جاوے گا جس سے وہ غافل ہیں۔

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِیْۤ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْۤا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْۤا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ یُّؤْتٰۤى اَحَدٌ مِّثْلَ مَاۤ اُوْتِیْتُمْ اَوْ یُحَآجُّوْكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ

اور کہا اہل کتاب ۱ کے ایک گروہ نے: ''وہ جو ایمان والوں پر اترا اس پر صبح کو ایمان لاؤ اور شام کو انکار کرو شاید کہ (مسلمان) پھر جاویں یعنی شک میں پڑ جائیں (اپنے دین سے) ﴿۷۲﴾ اور تم فرمانبردار نہ ہو'' ۲ مگر اس شخص کے کہ پیروی کرے تمہارے دین کی، (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم فرماؤ: ''البتہ ہدایت وہی ہے جو ہدایت خدا کی ہے'' (بولے) کہ تم اس پر یقین نہ کرو کہ کسی کو اس جیسا دین دیا جائے جیسا تمہیں دیا گیا یا ایک گروہ تمہارے پروردگار کے پاس تم کو الزام دیوے۔

یہودیوں کا دھوکا

۱ جب دن بدن دین محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں لوگ بڑھنے لگے تو یہود کو یہ امر شاق گزرا، اس لئے عداوت سے خیبر کے بارہ یہودیوں نے یہ صلاح کی کہ تازہ دم نئے مسلمانوں کو دھوکے میں ڈالنے کے لئے ایک دن صبح کو فریب کے طور پر مسلمان ہوگئے، اور صبح کی نماز بھی مسلمانوں کے ساتھ پڑھی اور سہ پہر کو یہ مرتد ہوگئے۔ تاکہ نئے مسلمان اپنے دل میں خیال کریں کہ اس دین محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں کچھ نقصان ضرور تھا جو یہ اہل کتاب اس دین میں داخل ہو کر پھر منحرف ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان یہود کا یہ ادنیٰ فریب ظاہر کرنے اور نئے مسلمانوں کا وسوسہ دور کرنے کی غرض سے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمادیا کہ ایسے فریبوں سے کچھ نہیں ہوتا، ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے اور نبوت اللہ کا ایک فضل ہے۔

۲ تفسیر ابن ابی حاتم میں ابی مالک سے روایت ہے کہ اس آیت کے دو ٹکڑے ہیں: ❶ پہلا ٹکڑا علماء یہود کا ہے کہ وہ اپنی قوم کے ان پڑھ لوگوں سے کہا کرتے تھے کہ دیکھو اپنے دین والے کے سوا کسی کی بات ہرگز نہ ماننا۔ ❷ دوسرا ٹکڑا اللہ تعالیٰ نے ان کی اس بات کے جواب میں اتارا ہے کہ ''ان سے اے نبی اللہ کے! تم کہہ دو کہ ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے، ایسی باتوں سے وہ اللہ کی ہدایت کو نہیں روک سکتے''۔ چنانچہ وہی ہوا کہ اللہ کی ہدایت دن بدن پھیل کر اسلام بڑھتا گیا اور یہود حسد و عداوت میں ذلیل و خوار ہوتے گئے۔ ہر چند انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف کو جو توریت میں مذکور تھے چھپایا اور ان پڑھ یہود کو غیر دین کی بات ماننے سے روکا مگر اللہ سے کون مقابلہ کرسکتا ہے آخر ہوا وہی جو اللہ کو منظور تھا۔

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۴﴾ وَمِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِى الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۷۶﴾

(اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم فرماؤ کہ فضل تو خدا کے ہاتھ ہے جس کو چاہے دے اور خدا وسعت والا علم والا ہے ﴿۷۳﴾ اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے جسے چاہے اور اللہ بڑا فضل والا ہے ﴿۷۴﴾ اور [۱] بعضے اہل کتاب میں ایسے ہیں کہ اگر تو ان کے پاس خزانہ بھی امانت رکھے تو واپس دیویں اور بعض ان میں سے ایسے ہیں کہ اگر تو ان کو ایک دینار سپرد کرے تو وہ تجھ کو واپس نہ دیویں مگر اس وقت کہ کھڑا رہے تو ان کے سر پر، یہ خیانت ہے اس سبب سے کہ انہوں نے کہا: ''ہم پر ان پڑھوں کے بارے میں کوئی مواخذہ نہیں ہے'' اور بولتے ہیں اللہ پر جھوٹ جان کر ﴿۷۵﴾ ہاں کیوں نہیں جو کوئی کہ پورا کرے اپنے عہد کو اور پرہیزگاری کرے پس تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے پرہیزگاروں کو ﴿۷۶﴾

امانت میں خیانت کا ذکر

[۱] **شان نزول:** یہ آیت اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی اور اس میں ظاہر فرما دیا گیا کہ ان میں دو قسم کے لوگ ہیں بعض تو ایسے ہیں کہ کثیر مال ان کے پاس امانت رکھا جاوے تو بے کم وکاست وقت پر ادا کر دیں، اور بعضے ایسے ہیں کہ تھوڑے پر بھی ان کی نیت بگڑ جاتی ہے، صحیحین میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ امانت میں خیانت کرنا، جھوٹ بولنا، وعدہ خلافی کرنا لڑائی کے وقت گالیاں بکنا یہ منافقوں کی علامت ہے۔ اللہ متقیوں کو دوست رکھتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۪ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۷﴾ وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۸﴾

بیشک [۱] وہ لوگ جو اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کے بدلے ذلیل دام حاصل کرتے ہیں ان کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں ہے اور نہ ان سے اللہ کلام کرے گا اور نہ ان پر نظر رحمت کرے گا قیامت کے دن اور نہ انہیں پاک کرے گا، اور ان کے لئے ہے عذاب درد دینے والا ﴿۷۷﴾ اور [۲] بیشک اہل کتاب میں سے ایک گروہ ایسا بھی ہے کہ جو زبان پھیر کر کتاب میں میل (ملاوٹ) کرتا ہے تاکہ گمان کرو تم اس کو کہ یہ بھی کتاب میں ہے اور نہیں ہے وہ کتاب میں اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور ہرگز نہیں ہے وہ اللہ کی طرف سے اور جھوٹ بولتے ہیں خدا پر دانستہ ﴿۷۸﴾

جھوٹی قسم کھانے کا وبال

[۱] **شان نزول:** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا کی تھوڑی سی طمع کے لئے جو کوئی بھی جھوٹی قسم کھائے گا وہ عقبیٰ میں جنت کی بڑی بڑی نعمتوں سے محروم رہے گا، اور اللہ تعالیٰ کا اس پر ایسا غضب ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نظر رحمت سے اس کی طرف نہ دیکھے گا، اور نہ اس سے بات کرے گا اور نہ اس کے کسی گناہ سے درگزر فرمائے گا۔ صحیحین میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ٹخنے سے نیچے پائجامہ رکھنے والا، جھوٹی قسم کھانے والا، صدقہ دے کر احسان جتانے والا۔ ان تینوں شخصوں پر قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا ایسا غصہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نہ ان سے بات کرے گا اور نہ ان کے گناہوں سے درگزر کرے گا۔

[۲] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہود اور نصاریٰ دونوں نے توریت اور انجیل میں اپنی طرف سے جو باتیں ملادی تھیں۔ اس تحریف کو مسلمانوں پر ظاہر کردینے کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ۭ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۸۰﴾ ع وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ

لائق نہیں ۱؎ ہے کسی آدمی کو کہ خدا اس کو کتاب اور حکم اور نبوت دیوے پھر وہ کہے لوگوں سے کہ میرے بندے ہو جاؤ خدا کو چھوڑ کر ولیکن یہ کہے گا کہ تم اللہ والے ہو جاؤ اس لئے کہ تم کتاب سکھاتے ہو اور اس واسطے کہ تم پڑھتے ہو ﴿۷۹﴾ اور اس کو لائق نہیں ہے کہ تم کو یہ کہے گا کہ: بناؤ فرشتوں کو اور نبیوں کو پروردگار کیا وہ تم کو کفر کا حکم دے گا بعد اس کے کہ تم مسلمان ہوئے ہو ﴿۸۰﴾ ۲؎ اور جس وقت اللہ نے پیغمبروں سے اس کا عہد لیا جو کچھ دوں میں تم کو کتاب سے اور علم سے پھر آوے تمہارے پاس وہ پیغمبر تصدیق کرنے والا جو کچھ تمہارے پاس ہے۔

یہود کی شرارت

۱؎ **شان نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ نجران کے مباحثہ کے وقت ایک شخص ابورافع یہودی نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ آپ ہم سے اپنی ذات کی ویسی عبادت چاہتے ہیں جس طرح سے نصاریٰ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پوجا کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ اللہ کے نبی کا یہ کام نہیں کہ سوائے اللہ کے کسی کی عبادت کی وہ فرمائش کرے۔

اللہ تعالیٰ سے معاہدہ

۲؎ یہ وہی معاہدہ ہے جس کا ذکر اوپر کی آیت کی تفسیر میں گزرا۔ حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے نبی سے اس کے مابعد میں آنے والے نبی کی بابت یہ عہد لیا ہے کہ اگر پہلا نبی مابعد میں آنے والے نبی کا زمانہ پاوے تو خود اس پر ایمان لاوے۔ جب ضرورت پڑے اس کی مدد کرے ورنہ اپنی امت کو اس کے موافق وصیت کر جاوے۔ یہ معاہدہ حضرت آدم علیہ السلام سے

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۱﴾ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ اَفَغَیْرَ دِیْنِ اللّٰهِ یَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

البتہ ایمان لاؤ تم اس پر اور البتہ مدد دو تم اس کو فرمایا خدا نے: ”کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا، سب نے کہا: ”ہم نے اقرار کیا“ اللہ نے فرمایا: ”پس گواہ رہو تم ایک دوسرے کے اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں“ ﴿۸۱﴾ پس جو کوئی کہ پھر جاوے بعد اس کے پس وہی ہیں فاسق لوگ ﴿۸۲﴾ تو کیا یہ [۱] کافر اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین ڈھونڈ ھتے ہیں حالانکہ اسی کے فرمانبردار ہیں جو کوئی کہ آسمانوں میں ہیں اور زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور اس کی طرف لوٹائے جائیں گے ﴿۸۳﴾

شروع ہو کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس معاہدہ کی بنا پر اوپر کی حدیث میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر میرے زمانہ میں موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میری فرمانبرداری قبول کرتے۔ اس معاہدہ کو یاد دلا کر اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب و مشرکین مکہ سب کو یوں قائل کیا ہے۔

[۱] اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ جبکہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے دنیا کے ہر ایک دور کی مصلحت کے موافق ایک قانون قرار دیا ہے، جس کو اس دور کی شریعت ٹھہرایا ہے اور اسی مصلحت وقتیہ کے انتظام کے لئے ہر نبی اور امت سے وہ معاہدہ قرار پا چکا ہے جس کا ذکر اوپر کی آیت میں ہے۔ تو پھر اب جو کوئی اس انتظام الٰہی میں خلل ڈالے گا اور سوائے اس شریعت وقتیہ کے غیر وقتیہ شریعت پر چلے گا، وہ اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے کچھ اجر نہ پائے گا اور اس کا سب کیا کرایا اکارت ہے۔ کیونکہ اجر اسی عمل پر ہے جو مرضی الٰہی کے موافق ہو۔ خلاف مرضی الٰہی کام پر تو اور مواخذہ ہوگا اجر کہاں رہا۔ اور آسمان و زمین میں سب پر اللہ ہی کا حکم چلتا ہے اس لئے جو اس کے حکم کے برخلاف کرے گا وہ آخرت میں نقصان اٹھائے گا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد جس کسی کو نبوت عطا فرمائی ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت عہد لیا اور ان انبیاء نے اپنی قوموں سے عہد لیا کہ اگر ان کی حیات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوں تو آپ پر ایمان لائیں۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۠ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۡ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾ كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ

یوں کہو: ''ایمان لائے ہم خدا پر اور اس پر جو کچھ ہم پر نازل کیا گیا ہے اور جو کچھ نازل کیا گیا تھا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور ان کے فرزندوں پر اور جو کچھ دیا گیا موسیٰ اور عیسیٰ اور دیگر انبیاء کو ان کے پروردگار کی طرف سے نہیں فرق کرتے ہیں ہم درمیان کسی کے ان میں سے اور ہم خدا کے فرمانبردار ہیں'' ﴿۸۴﴾ اور جو کوئی طلب کرے سوائے اسلام کے دوسرے دین کو پس وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ پانے والوں میں سے ہے[1] ﴿۸۵﴾ کیونکر راہ دکھائے خدا اس گروہ کو کہ جو ایمان لاکر کافر ہوئے اور بعد اس کے

اسلام کے سوا کوئی راستہ خدا تک پہنچنے کے لئے نہیں

[1] **شان نزول:** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی کہ آنحضرت ﷺ کے نبی ہونے سے پہلے یہود لوگ آنحضرت ﷺ کو نبی برحق مانتے تھے اور آپ کا نام لے کر فتح کی دعا مانگتے تھے۔ جب آنحضرت ﷺ نبی ہوئے تو مرتدوں کی طرح آپ سے پھر گئے اور کافر ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو کیسے توفیق ایمان دے جو جان بوجھ کر منکر ہو گئے، حضور ﷺ کے معجزات دیکھ چکے تھے۔ حارث بن سوید انصاری اور طعمہ بن ابریق وغیرہ کو کفار کے ساتھ جا ملنے کے بعد ندامت ہوئی تو انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں کو جو مدینہ میں تھے یہ پیام کہلا بھیجا کہ وہ آنحضرت ﷺ سے دریافت کریں کہ کیا ہم لوگوں کی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس پر حارث بن سوید پھر مدینہ میں آن کر مسلمان ہو گئے۔ اور ان کے ساتھ کے گیارہ آدمی فتح مکہ تک مرتد رہے۔ فتح مکہ کے وقت چند شخص ان میں سے اور مسلمان ہو گئے اور چند حالت کفر میں مر گئے۔

وَشَهِدُوْۤا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّ جَآءَهُمُ الْبَیِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَیْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ﴿۸۷﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۫ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۸۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِیْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ﴿۹۰﴾

کہ پہچان چکے تھے کہ پیغمبر برحق ہے اور بعد اس کے کہ آئیں ان کے پاس نشانیاں اور خدا راہ نہیں دکھاتا گروہ ظالموں کو ﴿۸۶﴾ ایسے لوگوں کی یہی سزا ہے کہ ہووے ان پر لعنت اللہ کی اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی بھی سب کی ﴿۸۷﴾ ہمیشہ رہیں گے اس لعنت میں نہ ہلکا کیا جائے گا ان سے عذاب اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے ﴿۸۸﴾ لیکن جنہوں نے اس کے بعد توبہ کر لی اور سدھر گئے، پس بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے [1] ﴿۸۹﴾ بے شک جو لوگ ایمان لا کر کافر ہو گئے پھر زیادتی کی کفر میں تو ہرگز ان کی توبہ قبول نہ کی جائے گی اور وہی لوگ ہیں بہکے ہوئے ﴿۹۰﴾

توبہ کس وقت قبول ہوتی ہے

[1] **شان نزول:** اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح ہر چیز کا اللہ تعالیٰ کے ہاں وقت مقرر ہے اسی طرح توبہ کا بھی وقت مقرر ہے۔ وہ وقت یہ ہے کہ مثلاً آدمی ایسی مجبوری اور اضطراری کی حالت میں شرک، کفر یا گناہ کبیرہ سے توبہ کرے جیسے فرعون نے بالکل ڈوبتے وقت توبہ کی اور قبول نہیں ہوئی۔ یا مغرب سے آفتاب نکلنے کے وقت سب لوگ توبہ کریں گے تو ایسی توبہ قبول نہ ہوگی، بلکہ وہ توبہ قبول ہوگی کہ ایسے وقت آدمی توبہ کرے کہ اپنی موت کا ابھی اس کو پورا یقین ہو کر اس کی حالت اضطرار کی نہ ہوئی ہو، اپنی زیست کا اس کو بھروسہ ہو۔ اور اس زیست کے سوچے ہوئے زمانہ میں اس کا گناہ سے باز رہنے اور آئندہ نیک کام

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِّلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افْتَدٰى بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۹۱﴾ ع

بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور کفر ہی میں مر گئے ہرگز نہ قبول کیا جائے گا ان میں کسی سے زمین بھر سونا بھی اگرچہ اس کو اپنی خلاصی کو دے۔ ان کے واسطے ہے عذاب درد دینے والا، اور نہیں ہے ان کو کوئی مدد دینے والا ﴿۹۱﴾

کرنے کا پورا پورا ارادہ ہو۔ اگر دم اکھڑ جانے کے بعد جبکہ موت کا پورا یقین ہو گیا تو اس وقت کی توبہ قبول نہیں ہوگی۔ توبہ انہیں کی قبول ہوتی ہے جو گناہ کے سرزد ہوتے ہی فوراً توبہ کر لیتے ہیں اور آئندہ باز رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک مسلمان کو ہر ایک طرح کے گناہ سے بچاوے۔ آمین!

لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰى تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ ؕ وَمَا تُنۡفِقُوۡا مِنۡ شَىۡءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيۡمٌ ﴿۹۲﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسۡرَآءِيۡلُ عَلٰى نَفۡسِهٖ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تُنَزَّلَ التَّوۡرٰٮةُ ‌ؕ قُلۡ فَاۡتُوۡا بِالتَّوۡرٰٮةِ فَاتۡلُوۡهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ ﴿۹۳﴾

(مسلمانو!) ؂ تم ہرگز بھلائی کو نہ پہنچو گے جب تک تم خدا کی راہ میں اپنی محبوب چیز نہ خرچ کرو، اور جو کچھ تم خرچ کرو کسی چیز میں سے خدا اس کا جاننے والا ہے ﴿۹۲﴾ تمام کھانے کی چیزیں ؂ بنی اسرائیل پر حلال تھیں مگر جو کچھ حرام کرلیا تھا یعقوب نے اپنی ذات پر توریت نازل ہونے سے پہلے، تم فرماؤ پس لاؤ توریت کو پس اس کو پڑھو اگر سچے ہو ﴿۹۳﴾

صدقہ کی رغبت

؂ **شان نزول:** صدقہ کی رغبت دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور جب یہ آیت اتری تو اس سے صحابہ کرام کو نفلی صدقہ کی حرص ورغبت بھی بہت کچھ پیدا ہوئی۔ چنانچہ مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک باغ جو مسجد نبوی کے پاس تھا اور اس میں ایک کنواں میٹھے پانی کا تھا اور حضور وہاں جا کر بیٹھتے تھے اور اس کنوئیں کا پانی پیتے تھے، انہوں نے اپنے اس باغ کو اپنے سب مال سے عمدہ جانا اور اللہ کی راہ میں اس باغ کو خیرات کر دیا۔

یہود کی بے عقلی

؂ **شان نزول:** یہود نے ایک روز آنحضرت ﷺ سے بحث کی کہ آپ ملت ابراہیمی پر اپنے آپ کو بتلاتے ہیں اور اونٹ کا گوشت کھاتے ہیں اور اونٹنی کا دودھ پیتے ہیں، حالانکہ ملت ابراہیمی میں یہ دونوں چیزیں حرام ہیں۔ توریت میں اس کا ذکر موجود ہے۔ آپ نے فرمایا: "توریت میں یہ ہرگز نہیں ہے کہ ملت ابراہیمی میں یہ دونوں چیزیں حرام ہیں۔ بلکہ حضرت یعقوب علیہ السلام ایک دفعہ بیمار ہو گئے تھے۔ اس وقت انہوں نے نذر مانی تھی کہ اس بیماری سے اگر اللہ تعالیٰ ان کو صحت دے گا تو جو چیز ان کو بہت بھاتی ہوگی وہ اس کو چھوڑ دیں گے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو صحت دی۔ اس وجہ سے انہوں نے یہ دونوں چیزیں چھوڑ دیں۔ مگر یہود نے اس بات کو نہ مانا اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی برحق کے کلام کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی۔

فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۹۴﴾ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۗ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۵﴾ اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۶﴾ فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۷﴾

پھر جو کوئی خدا پر باندھے اس کے بعد بھی جھوٹ پس وہ لوگ ظلم کرنے والے ہیں ﴿۹۴﴾ تم فرماؤ: "خدا نے سچ فرمایا پس پیروی کرو دین ابراہیم کی (کہ تھا) حنیف، اور نہ تھا شرک کرنے والوں سے ﴿۹۵﴾ بیشک سب ۱؎ سے پہلا گھر مقرر کیا گیا لوگوں کی عبادت کے لئے وہ گھر ہے (کہ جو) مکہ میں ہے برکت والا اور ہدایت سارے جہان کیلئے ﴿۹۶﴾ اس میں نشانیاں ظاہر ہیں (ان میں سے) مقام ابراہیم ہے، اور جو کوئی اس میں آوے امن میں ہو ۱؎ اور اللہ کے لئے لوگوں پر اس گھر کا حج کرنا ہے، جو کوئی مقدور رکھے اس کی طرف جانے کا (یعنی زادِ راہ کا) اور جو انکار کرے پس تحقیق خدا سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔ ﴿۹۷﴾

۱؎ مکہ اور بکہ دونوں مکہ کے نام ہیں۔ تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں کے رہنے کے گھر دنیا میں مکہ سے پہلے بھی تھے۔ لیکن اللہ کی عبادت کا یہ پہلا گھر ہے جو روئے زمین پر بنایا گیا ہے۔

خواص القرآن: آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ سے صٰدِقِيْنَ تک بخیل کے کپڑے پر مشک و گلاب سے لکھ کر پانی سے دھو کر اسے پلا دیا جائے اس کا بخل جاتا رہے گا۔

استطاعت کی حالت میں مسلمان پر حج فرض ہے

۲؎ **شانِ نزول:** تفسیر ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایتیں ہیں۔ ان کا حاصل یہ ہے کہ یہود نے پہلے تو ملت ابراہیمی پر اپنے آپ کو بتلایا اور جب ملت ابراہیمی کے موافق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے حج ادا کرنے کو کہا تو حج سے انہوں نے انکار کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرما دیا کہ جو لوگ اللہ کے حکم کے

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ﳓ وَ اللّٰهُ شَهِیْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۸﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ؕ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۹﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوْا فَرِیْقًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ یَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِیْمَانِكُمْ كٰفِرِیْنَ ﴿۱۰۰﴾

تم فرماؤ: ''اے اہل کتاب! اللہ کی آیتوں سے کیوں انکار کرتے ہو، اور اللہ شاہد ہے اس پر جو کرتے ہو'' ﴿۹۸﴾ تم فرماؤ: ''اے اہل کتاب! خدا کی راہ سے کیوں روکتے ہو اس شخص کو کہ جو ایمان لایا ہے اس کے واسطے ٹیڑھی راہ چاہتے ہو، اور تم خود اس پر گواہ ہو اور نہیں ہے خدا بے خبر اس چیز سے کہ کرتے ہو ﴿۹۹﴾ تم اے مسلمانو! ا؎ اگر تم اہل کتاب میں سے ایک گروہ کا بھی کہا مانو گے تو وہ تم کو اسلام لانے کے بعد کافر کر دیں گے'' ﴿۱۰۰﴾

تابع ہیں، استطاعت کی حالت میں ان پر حج فرض ہے۔ اور اہل کتاب کی طرح جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم کے منکر ہیں اللہ کو ان کے انکار کی کچھ پروا نہیں۔ مگر اللہ ان کے کاموں سے غافل نہیں ہے وقت مقررہ پر اپنے کیے کی سزا پاویں گے۔ اس آیت میں اہل کتاب کو یہ بھی تنبیہ ہے کہ وہ توریت اور انجیل پر ایمان لانا اگرچہ بیان کرتے ہیں لیکن ان کا بیان غلط ہے۔ کیونکہ اگر ان کا بیان صحیح ہوتا تو ان کتابوں میں نبی آخر الزماں ﷺ کے اوصاف کی جو آیات تھیں ان کو چھپا کر ان آیات الٰہی اور نبی آخر الزماں ﷺ کے منکر کیوں ہوتے۔

مسلمانوں کو کفار سے میل جول کی ممانعت

ا؎ تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وغیرہ سے روایت ہے کہ انصار کے دو قبیلوں اوس اور خزرج میں اسلام سے پہلے بڑی عداوت تھی۔ آنحضرت ﷺ کے صدقہ میں ان قبیلوں کے لوگ اسلام لا کر باہم شیر و شکر ہو گئے۔ ایک روز وہ ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے بڑی محبت کی باتیں کر رہے تھے، شاس بن قیس یہودی جو اسلام کا بڑا دشمن تھا اس طرف سے گزرا اور ان کی باہمی محبت دیکھ کر جل گیا اور کہا کہ یہ لوگ آپس میں مل گئے تو ہمارا کیا ٹھکانا ہے۔ ایک جوان کو مقرر کیا کہ ان کی مجلس میں بیٹھ کر ان کی پچھلی لڑائیوں کا ذکر کیا کرے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور اس کی شرانگیزی سے دونوں قبیلوں کے لوگ طیش میں آ گئے اور ہتھیار اٹھا لیے۔ قریب تھا کہ خونریزی ہو جاوے۔ آنحضرت ﷺ یہ خبر پا کر مہاجرین کے ساتھ مسلمانوں کے پاس تشریف لائے اور ان کو سمجھایا کہ اسلام کے بعد زمانہ جاہلیت کی باتیں یاد کر کے آپس

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

اور تم کیونکر کفر کرو گے حالانکہ سنائی جاتی ہیں تم کو خدا کی آیتیں اور تمہارے درمیان اس کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم (بھی) ہے، اور جس نے مضبوط پکڑا اللہ کو پس تحقیق دکھائی گئی اس کو راہ سیدھی ﴿۱۰۱﴾ اے مسلمانو! ڈرو خدا سے جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور نہ مرنا تم مگر مسلمان ہو کر ﴿۱۰۲﴾ اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب آپس میں مل کر اور الگ الگ نہ ہو، اور یاد کرو خدا کی نعمت کو (جو) تم پر ہے جس وقت تھے تم دشمن ایک دوسرے کے پس تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی پس خدا کے فضل سے آپس میں بھائی ہو گئے، اور تم ایک آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے (یعنی دوزخ کے) پس اس نے تم کو اس سے بچایا۔ اسی طرح بیان کرتا ہے خدا تمہارے واسطے آیتیں اپنی تاکہ تم راہ پاؤ ﴿۱۰۳﴾

میں پھوٹ ڈالنا مناسب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو اسلام کی عزت دی، جاہلیت کی بلا سے نجات دی، تمہارے درمیان الفت و محبت ڈالی، تم پھر زمانہ کفر کی حالت کی طرف لوٹتے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد نے ان کے دلوں پر اثر کیا اور انہوں نے سمجھا کہ یہ شیطان کا فریب اور دشمنی کا مکر تھا۔ انہوں نے ہاتھوں سے ہتھیار پھینک دیئے اور روتے ہوئے ایک دوسرے کو لپٹ گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۵﴾ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۟ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

اور چاہئے کہ تم میں ایسا گروہ [۱] ہووے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور نیک کام کا حکم دیں اور برے کام سے منع کریں، اور یہی لوگ ہیں نجات پانے والے ﴿۱۰۴﴾ اور ان لوگوں کی مانند نہ ہونا کہ جو متفرق ہوئے اور ساتھ ایک دوسرے کے اختلاف کیا بعد اس کے کہ ان کے پاس دلیلیں آچکی تھیں، اور ان کے واسطے بڑا عذاب ہے ﴿۱۰۵﴾ جس دن کہ روشن ہو جائیں گے کچھ چہرے اور کچھ چہرے سیاہ ہو جائیں گے، تو وہ لوگ جن کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے ان سے کہا جائے گا: "کیا تم ایمان لانے کے بعد کافر ہوئے؟ پس اب چکھو عذاب اپنے کافر ہونے کے سبب سے" ﴿۱۰۶﴾ اور وہ لوگ جن کے چہرے روشن ہو جائیں گے پس وہ اللہ کی رحمت (یعنی جنت میں) ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۱۰۷﴾ یہ خدا کی آیتیں ہیں کہ ہم ٹھیک ٹھیک تم پر پڑھتے ہیں، اور نہیں چاہتا ہے خدا ظلم کرنا جہان والوں پر ﴿۱۰۸﴾

اشاعت اسلام کا ذکر

[۱] ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ سب بہکانے والوں کا سرگروہ ابلیس ہے، انجان مسلمانوں کو بچانے کے لئے مسلمانوں میں ہمیشہ ایک ایسی جماعت ہونی چاہئے کہ دین کی باتوں کی لوگوں کو نصیحت اور فہمائش کیا کرے۔

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾ ع

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ۭ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور خدا ہی کی طرف سارے کام پھیرے جاتے ہیں ﴿۱۰۹﴾ تم بہتر ہو ان سب ۱؎ امتوں میں کہ جو ظہور میں لائی گئیں، لوگوں کے لئے حکم کرتے ہو اچھے کاموں کے واسطے اور منع کرتے ہو برے کاموں سے اور خدا پر ایمان لاتے ہو، اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو ان کے واسطے بہتر ہوتا بعضے ان میں سے مسلمان ہیں اور اکثر ان میں سے کافر ہیں ﴿۱۱۰﴾

محبوب دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی فضیلت اور تبلیغ دین کی اہمیت

۱؎ **شان نزول:** خازن وغیرہ میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ مالک بن حنیف اور وہب بن یہودا یہودیوں نے ایک روز عبد اللہ بن مسعود اور ابی بن کعب اور معاذ بن جبل رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جھگڑا کیا اور یہ کہا کہ جس دین کی طرف تم لوگ ہم کو بلاتے ہو بلاشک ہم لوگ تم سے اور ہمارا دین تمہارے دین سے اچھے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ ستر امتوں کو پورا کرتے ہو اور ان سب میں اللہ کے نزدیک تم بہتر ہو۔ بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے میری امت جنت میں جاوے گی مگر جو مجھ کو نہیں مانے گا وہ دوزخ میں جاوے گا۔ صحابہ نے عرض کیا: "حضرت وہ کون لوگ ہیں"۔ آپ نے فرمایا: "جو میری اطاعت نہیں کرتے"۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت پوری نہیں کرتے، ان کو اس خوشخبری سے جو اس آیت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بہترین ہے، کچھ بہرہ (تعلق) نہیں ہے۔ کیونکہ اس امت کا شرف آپ کے اشرف الانبیاء ہونے کے سبب سے ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جو کوئی شخص خلاف شریعت کوئی بات کہیں دیکھے تو اس کو لازم ہے کہ ہاتھ سے زبان سے جس طرح بن پڑے اس خلاف شریعت بات کو نیست و نابود کر ڈالے اور اگر اس خلاف شریعت بات کو نیست و نابود کرنا اس مسلمان آدمی کی طاقت سے باہر ہو تو اتنا ضرور ہے کہ اس خلاف شریعت بات کو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا نہایت ضعیف مرتبہ ہے۔ اور بعض روایتوں میں یوں ہے کہ جس شخص میں اتنی بھی بات نہیں ہے اس میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہیں۔ اور ترمذی ابن ماجہ اور مسند امام احمد بن حنبل میں مرفوع اور موقوف روایتوں میں ہے کہ اس امت میں سے جب یہ بات اٹھ جاوے گی کہ ایک دوسرے کو اچھی بات کی رغبت دلا دے یا بری بات سے روکے تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا کوئی عذاب اس امت پر آوے گا اور عذاب کے وقت پر نجات کی دعا ہرگز قبول نہ ہوگی۔

لَنْ یَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًىؕ وَ اِنْ یُّقَاتِلُوْكُمْ یُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ۫ ثُمَّ لَا یُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ اَیْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ حَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَ بَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الْمَسْكَنَةُؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ وَ یَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ لَیْسُوْا سَوَآءًؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآىٕمَةٌ یَّتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّیْلِ وَ هُمْ یَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

وہ ۱؎ ہرگز تم کو نہیں ضرر پہنچائیں گے مگر تھوڑا سا رنج دیں گے اور اگر لڑائی کریں تم سے پس تمہارے سامنے سے پیٹھ پھیر جائیں گے پھر نہیں مدد دیئے جائیں گے ﴿۱۱۱﴾ ان پر خواری لازم کردی گئی ہے جہاں ہوں امان نہ پائیں سوائے اللہ کی رسی کے (یعنی خدا کی پناہ سے) اور لوگوں (یعنی مسلمانوں) کی پناہ سے اور غضب الٰہی کے سزاوار ہوئے اور لازم کردی گئی ان پر مفلسی، یہ اس لئے کہ وہ اللہ کی آیتوں سے کفر کرتے تھے اور ناحق پیغمبروں کو شہید کرتے تھے۔ یہ اس لئے کہ نافرمانی کی انہوں نے اور اس وجہ سے کہ وہ حد سے گزر جاتے تھے ﴿۱۱۲﴾ وہ سب برابر نہیں ہیں ۲؎ اہل کتاب سے ایک گروہ ہے جو سیدھے رستہ پر ہے پڑھتے ہیں اللہ کی آیتیں رات کے وقتوں میں اور سجدہ کرتے ہیں ﴿۱۱۳﴾

۱؎ **خواص القرآن:** آیۃ، لَنْ یَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى سے كَانُوْا یَعْتَدُوْنَ تک یہ آیتیں دشمن پر فتح یابی اور اس کو جنگ و کارزار سے روکنے کے لئے ہیں۔ تلوار یا ڈھال یا نیزہ یا کسی ہتھیار پر شنبہ کے روز چھٹی ساعت میں اس کو کندہ کرے، اور کندہ کرنے والا روزے سے ہو۔ وہ ہتھیار لے کر جو شخص دشمن کے مقابلہ میں جاوے گا کامیاب ہوگا۔

شریعت محمدی پر عمل کرنے کا حکم

۲؎ **شان نزول:** طبرانی اور ابن ابی حاتم اور ابن مندہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ جب یہود میں سے عبداللہ بن سلام و ثعلبہ بن شعبہ اور اسد بن عبد رضوان اللہ علیہم اجمعین اور یہودی لوگ مسلمان ہوئے

يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ

اور ایمان رکھتے ہیں خدا پر اور روز قیامت پر اور حکم کرتے ہیں اچھے کام کا اور منع کرتے ہیں برے کام سے اور دوڑتے ہیں نیک کاموں میں، اور یہ لوگ لائق ہیں ﴿۱۱۴﴾ اور یہ جو کچھ نیکی کریں گے پس ہرگز انکا حق نہ مارا جائے گا، اور اللہ پرہیزگاروں کو جاننے والا ہے ﴿۱۱۵﴾ البتہ جو لوگ کافر ہوئے کچھ نہ بچالیں گے انکے مال اور انکی اولاد خدا کے (عذاب) سے، اور یہ لوگ رہنے والے دوزخ کے ہیں اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ﴿۱۱۶﴾ مثال اُکی جو خرچ کرتے ہیں اس دنیا کی زندگی میں مانند اس ہوا کے ہے جس میں پالا (شدید سردی) ہو وہ ایسے گروہ کی کھیتی پر پڑے جنہوں نے ظلم کیا تھا اپنے پر پس تباہ کر دیا اسکو۔

تو یہود کے علماء نے ان مسلمانوں کی طرح طرح کی مذمت اپنی قوم کے لوگوں میں کرنی شروع کر دی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان مسلمانان اہل کتاب کی تعریف میں ان مسلمانوں کا دل بڑھانے کی غرض سے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ نے عشاء کی نماز بہت دیر کر کے پڑھی (بعض نے اس سے مراد نماز تہجد لی ہے) اور پھر فرمایا کہ سوائے اس امت محمدیہ ﷺ کے کسی امت کے لوگ اس وقت اللہ کی عبادت میں نہ ہوں گے۔ حاصل ان آیتوں کا یہ ہے کہ جو لوگ شریعت رائج الوقت کے موافق عمل کر رہے ہیں ان کی مثال ایسی ہے کہ ایک کسان نے کھیتی کی اور وقت پر اناج کاٹ کر اپنے گھر لے گیا اور جو لوگ ضد سے شریعت منسوخ پر عمل کر رہے ہیں، اجر کے حساب سے ان کے عمل اللہ کے نزدیک ایسے ہیں جس طرح ایک شخص کھیتی کرے اور عین کاٹنے کے وقت سخت آندھی چل کر یا اولے پڑ کر کھیتی ستیاناس ہو جائے۔ پھر یہ دونوں گروہ کیونکر برابر ہو سکتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو عمل شریعت محمدیہ کے موافق نہ ہو وہ بیکار محض اور بالکل رائیگاں ہے۔

وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ هٰۤاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾

اور خدا نے ان پر ظلم نہ کیا ہاں وہ اپنے پر خود ظلم کرتے تھے ﴿۱۱۷﴾ اے مسلمانو! [۱] غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ وہ تمہارے تباہ کرنے میں کمی نہیں کرتے، آرزو رکھتے ہیں تمہاری تکلیف کی البتہ ظاہر ہوئی دشمنی ان کی زبان سے، اور جو کچھ ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے وہ اس سے بہت سخت ہے، بیشک بیان کیں ہم نے تمہارے واسطے نشانیاں اگر عقل رکھتے ہو آگاہ ہو ﴿۱۱۸﴾ اے قوم! کہ تم ان کو دوست رکھتے ہو اور وہ تم کو دوست نہیں رکھتے، حالانکہ تم ایمان لاتے ہو تمام کتاب الٰہی پر اور وہ جب ملتے ہیں تم سے کہتے ہیں: ''ایمان لائے ہم'' اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تم پر اپنی انگلیوں کو غصہ سے چبائیں، تم فرماؤ: ''اپنے غصہ میں (آپ) مرجاؤ بیشک اللہ جاننے والا ہے جو کچھ دلوں میں ہے'' ﴿۱۱۹﴾

منافقوں اور کافروں سے دوستی نہ کرنے کا حکم

[۱] **شان نزول:** ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! تمہارے ساتھ منافقوں کا تو یہ حال ہے کہ منہ پر کچھ، پیٹھ کے پیچھے کچھ ہیں۔ اور یہود کا یہ حال ہے کہ تم ان کی کتاب، ان کے دین کو حق جانتے ہو، اور وہ تم سے جل جل کر اپنی بوٹیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔ اگرچہ یہ دونوں فرقے جل کر مر بھی جاویں تو آخر ہوگا وہی جو اللہ کو منظور ہے کہ اسلام بڑھے گا اور یہ دنیا میں خوار ہوں گے۔ لیکن جب یہ دونوں فرقے تم سے دلی بغض رکھتے ہیں جس بغض کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے تو آئندہ تم بھی ان سے دوستی بالکل ترک کر دو۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی غیر اسلام والے شخص کو اس طرح کا دوست بنانا جس سے وہ صلاح کار اور مشیر بن سکے مسلمانوں کو منع ہے۔

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ ع وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾

اگر تم کو نعمت پہنچتی ہے تو ان کو ناخوشی ہوتی ہے اور اگر تم کو برائی پہنچتی ہے تو اس سے خوش ہوتے ہیں، اور اگر تم صبر کرو اور تم پرہیزگاری کرو تو تم کو نہ ضرر کرے گا ان کا کچھ مکر، بیشک اللہ ان کے سب کام پر احاطہ کئے ہوئے ہے ﴿۱۲۰﴾ لـ اور یاد کرو (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) جب تم صبح کے وقت اپنے اہل خانہ سے باہر آئے تو مسلمانوں کو لڑائی کے مورچوں پر جنگ کے واسطے قائم کرتے تھے، اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ﴿۱۲۱﴾

جنگ احد و بدر کی لڑائی کا واقعہ

لـ شان نزول: جمہور مفسرین کے نزدیک یہ لڑائی احد کی ہے جس کا اس آیت میں ذکر ہے۔ ۲ھ میں جنگ بدر میں شکست کھانے سے کفار کو بڑا رنج تھا۔ اس لئے انہوں نے بقصد انتقام لشکر گراں مرتب کر کے فوج کشی کی، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ لشکر کفار احد میں اترا ہے تو آپ نے اپنے اصحاب سے مشورہ فرمایا۔ اس مشورہ میں عبداللہ بن ابی منافق بھی ہم صلاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ بدر کی لڑائی کے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ سے نکلے تو شروع میں لڑائی کا ارادہ نہ تھا۔ اس سبب سے اکثر صحابہ اس لڑائی میں شریک نہ ہو سکے تھے۔ انہوں نے میدان کی لڑائی کی آرزو ظاہر کر کے اس صلاح (مشورہ) کے مان لینے سے انکار کیا۔ آخر ہزار آدمی کی جمعیت سے ابتداء میں آپ مدینہ سے نکلے اور احد کے پاس مناسب مقامات مسلمانوں کے پڑاؤ کے لئے تجویز کئے۔ اس حالت کا اس آیت میں ذکر ہے۔ اس کے بعد عبداللہ بن ابی نے لوگوں کو بہکایا جس سے تین سو آدمی لشکر اسلام میں سے مدینہ واپس لے آیا۔ اب لشکر اسلام میں صرف سات سو آدمی باقی رہ گئے۔ عبداللہ ابن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیر اندازوں کا افسر کر کے تاکید فرمادی تھی کہ تم اپنے مقام کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑنا۔ جب تک مقام پر رہے کامیاب ہوتے رہے لیکن باوجود منع کرنے کے جگہ چھوڑ دی جس سے کفار مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے اور مسلمانوں کے پیر اکھاڑ دیئے۔ آخر ستر آدمی مسلمانوں کے شہید ہوئے۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور نامی نامی صحابی بھی انہی ستر آدمیوں میں شہید ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک بھی یہیں شہید ہوا۔ آپ کے رخسار اور ناک مبارک میں بھی زخم آئے اور گھٹنا مبارک بھی چھل گیا۔

اِذۡ هَمَّتۡ طَّآئِفَتٰنِ مِنۡكُمۡ اَنۡ تَفۡشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدۡ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۱۲۳﴾

جبکہ تم ۱؎ میں سے دو فرقوں کا ارادہ ہوا کہ بزدلی کریں، اور خدا ان کا کارساز تھا، اور خدا پر چاہئے کہ ایمان والے بھروسہ کریں ﴿۱۲۲﴾ اور البتہ خدا نے ۲؎ بدر میں تم کو مدد دی جب تم بالکل بے سروسامان تھے پس اللہ سے ڈرو کہیں تم شکر گزار ہو ﴿۱۲۳﴾

دل کے وسوسہ کا ذکر

۱؎ **شان نزول:** صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ خزرج قبیلہ کی ایک شاخ بنی سلمہ اور اوس قبیلہ کی ایک شاخ بنی حارثہ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ جس وقت عبداللہ بن ابی منافق نے لوگوں کو بہکا کر میدان جنگ سے مدینہ کی واپسی کی صلاح دی تو بنی حارثہ نے بھی مدینہ کی واپسی کا دل میں خیال کیا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کرم کیا اور انہیں اس سے محفوظ رکھا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ اسماء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر یامُقَلِّبَ القُلُوب کہتے ہوئے سن کر آپ سے پوچھا کہ حضرت کیا دل بھی پھر جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں ہر آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہے، چاہے اسے قائم رکھے یا جس طرف چاہے موڑ دے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کسی برے کام کا دل میں وسوسہ آکر پھر دل اس برے کام سے پھر جائے تو اس کو امداد غیبی سمجھ کر آدمی کو اللہ کا شکر کرنا چاہئے۔ کیونکہ ہر نعمت شکر سے بڑھا کرتی ہے۔ اگر آدمی اس نعمت پر شکر کرے گا تو دن بدن اللہ تعالیٰ اس کو برے کاموں سے بچادے گا اور رفتہ رفتہ یہ شخص بڑا نیک ہو جائے گا۔

پانچ ہزار فرشتوں کی امداد

۲؎ احد کی لڑائی سے مسلمانوں میں پریشانی پھیل گئی تھی اس واسطے اللہ تعالیٰ نے احد کی لڑائی کے ذکر میں بدر کا ذکر فرمایا کہ احد کی لڑائی میں تمہارے ستر آدمی شہید ہوگئے تو تم بھی بدر کی لڑائی میں کافروں کے ستر آدمی مار چکے ہو اور ستر کو قید کیا۔ مسلمانوں نے بدر کی لڑائی میں صبر و تقویٰ سے کام لیا، اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ پانچ ہزار نشان والے فرشتوں کی مدد بھیجی اور مسلمانوں کی فتح اور کافروں کی شکست ہوئی۔ احد کی لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت خاص کے لئے صرف حضرت جبریل و میکائیل علیہما السلام آئے تھے۔ بدر کی لڑائی کی طرح عام ملائکہ احد کی لڑائی میں آتے تو مسلمانوں کو ضرور فتح ہوتی۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ اَلَنْ یَّكْفِیَكُمْ اَنْ یُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُنْزَلِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰۤىۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَ تَتَّقُوْا وَ یَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا یُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓىٕكَةِ مُسَوِّمِیْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَ مَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَ لِتَطْمَىٕنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖؕ وَ مَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِۙ ﴿۱۲۶﴾ لِیَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَوْ یَكْبِتَهُمْ فَیَنْقَلِبُوْا خَآىٕبِیْنَ ﴿۱۲۷﴾ لَیْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ اَوْ یَتُوْبَ عَلَیْهِمْ اَوْ یُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۠ ﴿۱۲۹﴾

جس وقت (اے محبوب!) تم مسلمانوں سے کہتے تھے کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تمہاری مدد کرے تین ہزار فرشتے اتار کر ﴿۱۲۴﴾ ہاں کیوں نہیں اگر تم صبر کرو اور تم پرہیزگاری کرو اور کفار اپنے جوش سے تمہاری طرف آویں تو تمہارا رب تمہاری مدد کو پانچ ہزار فرشتے نشان والے بھیجے گا ﴿۱۲۵﴾ اور یہ فتح اللہ نے نہ کی مگر تمہاری خوشی کے واسطے اور اسلئے کہ اس سے تمہارے دلوں کو چین ملے، اور مدد نہیں مگر خدا غالب حکمت والے کے نزدیک سے ﴿۱۲۶﴾ اسلئے کہ کافروں میں سے ایک گروہ کو ہلاک کرے یا ان کو مغلوب کرے پس نامراد ہو کر لوٹ جائیں ۱؎ ﴿۱۲۷﴾ یہ تمہارے ہاتھ بات نہیں، اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے یا ان پر عذاب کرے اسلئے کہ وہ ظالم ہیں ﴿۱۲۸﴾ اور اللہ ہی کے واسطے ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے اور عذاب کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اور خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۲۹﴾

اس ۱؎ آیت میں ہے کہ ان لوگوں کا حال یعنی جنہوں نے جنگ احد میں ظلم کیا ہے۔ اللہ پر چھوڑ دیا جاوے۔ ان میں سے جو حالت کفر میں مرے گا اس کو اللہ تعالیٰ عذاب کرے گا جو اسلام لاوے گا اس کی توبہ قبول ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا الرِّبَا أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿۱۳۱﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۱۳۲﴾ وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِينَ يُنفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۴﴾ وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً أَوْ ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللَّهَ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ ۖ

اے مومنو! [۱] نہ کھاؤ بیاج (سود) دونے پر دونا اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم نجات پاؤ ﴿۱۳۰﴾ اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے ﴿۱۳۱﴾ اور خدا کے اور رسول کے فرمانبردار رہو تا کہ تم پر مہربانی کی جاوے ﴿۱۳۲﴾ اور دوڑو اپنے پروردگار کی بخشش کی طرف اور ایسے بہشت کی طرف کہ جس کے عرض میں سب آسمان و زمین آجائیں پرہیزگاروں کے واسطے تیار رکھی ہے ﴿۱۳۳﴾ وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں آسائش اور تنگی میں اور دور کرنے والے غصے کے اور لوگوں سے درگزر کرنے والے اور خدا دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو ﴿۱۳۴﴾ اور وہ لوگ جب [۲] کہ برا کام کریں یا اپنی جان پر ظلم کریں (یعنی گناہ) تو اسی وقت خدا کو یاد کریں پھر اپنے گناہوں کی بخشش مانگیں۔

[۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سود کو سخت منع فرمایا ہے اور اس آیت سے ثابت ہوا کہ جنت دوزخ پیدا ہو چکیں، موجود ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کرسی کے مقابلہ میں یہ ساتوں آسمان اور ساتویں زمینیں ایسی ہیں جس طرح بہت بڑے میدان میں ایک انگلی کا چھلا گرا پڑا ہو، اور عرش معلی کرسی سے اتنا بڑا ہے جیسا چھلے سے وہ میدان خیال کیا جا سکتا ہے، اور اس آیت میں غصہ کو ٹال جانے کا جو ذکر ہے اس کی نسبت مسند امام احمد بن حنبل وغیرہ میں روایتیں ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص کو غصہ آوے اور باوجود طاقت بدلہ لینے کے وہ اپنے غصہ کو پی جاوے اور بدلہ نہ لیوے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو اختیار دیوے گا کہ جنت کی جس حور کو وہ چاہے پسند کر لے۔

گناہوں کی توبہ کا طریقہ

[۲] **شان نزول:** ابی صالح نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۟ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿۱۳۶﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۳۷﴾

اور خدا کے سوا گناہوں کو کون بخش سکتا ہے؟ اور نہ اصرار کریں اس پر جو دانستہ کیا ﴿۱۳۵﴾ ان لوگوں کا بدلہ ان کے پروردگار کی طرف سے بخشش ہے اور بہشتیں ہیں چلتی ہیں جن کے نیچے سے نہریں ہمیشہ ان میں رہیں گے، اور کیا اچھا ثواب ہے عمل کرنے والوں کا۔ ﴿۱۳۶﴾ تم ؁ سے پہلے گزر گئے ہیں بہت سے طریقے، پس تم زمین میں سیر کرو پس دیکھو کہ کیسا انجام ہوا آخر جھٹلانے والوں کا ﴿۱۳۷﴾

صحابی انصاری اور دوسرے ثقفی میں دینی بھائی چارہ کرا دیا تھا۔ ثقفی تو آنحضرت ﷺ کے ساتھ لڑائی پر گیا اور انصاری مدینہ میں رہا۔ ثقفی نے جاتے وقت اپنی بیوی کی خبر گیری انصاری کو سونپی جو سودا سلف لا دیا کرتا تھا۔ ایک دن انصاری نے گوشت لا کر کواڑ کی جھری میں سے دیا۔ عورت نے ہاتھ نکال کر گوشت لے لیا۔ اس عورت کا ہاتھ دیکھ کر انصاری کی نیت بگڑ گئی اور وہ گھر میں گھس گیا اور عورت کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ اتنے میں خدا نے ہدایت کی فوراً باہر چلا آیا اور بہت نادم ہوا۔ سر پر خاک ڈالی اور جنگل اور پہاڑوں میں ندامت زدہ پھرتا رہا۔ ثقفی نے لڑائی سے واپس آ کر دینی بھائی کا حال اپنی بی بی سے پوچھا، اس نے سارا قصہ بیان کیا۔ ثقفی جنگل سے تلاش کر کے اس کو لایا اور پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے گیا اور سارا قصہ نقل کیا۔ انصاری نے بھی اپنے قصور کا اقرار کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انصاری سے فرمایا: ”تجھے معلوم نہیں کہ اللہ کو لڑائی پر جانے والے لوگوں کے اہل و عیال کی کیا کچھ عزت و حرمت مدنظر ہے“۔ پھر یہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے انہوں نے بھی یہی فرمایا۔ پھر یہ آنحضرت ﷺ کے پاس گئے اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ جو لوگ کبیرہ یا صغیرہ گناہ کر کے اللہ کو یاد کرتے ہیں کہ ایک دن اللہ کو منہ دکھانا ہے اور اس ڈر سے توبہ و استغفار کرتے ہیں تو وہ فوراً معاف کر دیتا ہے۔ گناہ پر ہٹ کرنے (ڈٹ جانے) اور اڑنے کے یہ معنی ہیں کہ آدمی گناہ کر کے توبہ نہ کرے۔ حدیث میں ہے کہ توبہ کے لئے دو رکعت نفل پڑھے اور پھر عاجزی سے توبہ کرے۔ کیونکہ عاجزی اللہ کو پسند ہے، اللہ معاف کرے گا۔

؁ حاصل معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ اللہ کی درگاہ میں ہر کام کا وقت مقرر ہے۔

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۹﴾ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۴۲﴾ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۱۴۳﴾ ع

یہ لوگوں کے لئے بیان واضح ہے اور ہدایت اور نصیحت پرہیزگاروں کے واسطے ﴿۱۳۸﴾ اور نہ سستی کرو اور نہ غم کھاؤ تم ہی غالب آؤ گے اگر مسلمان ہو ﴿۱۳۹﴾ اگر تم کو پہنچے کوئی تکلیف پس گروہ کفار بھی ایسی ہی تکلیف پا چکے ہیں، اور یہ دن ہیں جن میں ہم نے باریاں رکھی ہیں درمیان لوگوں کے اور (یہ تکلیف اس لئے پہنچی) کہ خدا مومنوں کی پہچان کرا دے اور تم میں سے بعض لوگوں کو شہادت کا مرتبہ دے، اور اللہ نہیں دوست رکھتا ہے ظالموں کو ﴿۱۴۰﴾ اور اس لئے کہ خدا مسلمانوں کا نکھار کر دے اور کافروں کو مٹا دے ﴿۱۴۱﴾ کیا تم اس گمان میں ہو کہ بہشت میں چلے جاؤ گے؟ اور ابھی چھانٹا نہیں ہے خدا نے تم میں سے مجاہدوں کو اور نہ صبر والوں کو جدا کیا ﴿۱۴۲﴾ اور البتہ تم موت کی آرزو کرتے تھے [۱] اس کے ملنے سے پہلے پس تحقیق تم نے اس کو دیکھ لیا اور آنکھوں کے سامنے ﴿۱۴۳﴾

عہد کر کے پھر جانے کا ذکر

[۱] **شان نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ روایت ہے کہ بعض صحابہ کہا کرتے تھے کہ کاش بدر جیسی لڑائی پھر ہو تو ہم بھی کافروں سے لڑ کر اپنے دل کی ہوس نکالیں۔ یا تو شہید ہو کر ثواب پائیں یا زندہ واپس آئیں تو مال لائیں اور غازی کہلائیں۔ جب جنگ احد ہوئی تو بعض آدمیوں کے سوا سب بھاگ گئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کی تنبیہ میں یہ آیت نازل فرمائی تا کہ عہد کو پورا نہ کرنے پر ان کی آنکھیں نیچی ہوں۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِىٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک رسول ہیں ۱؎ بیشک گزرے ہیں اس سے پہلے بہت پیغمبر، پھر کیا اگر وہ انتقال کریں یا شہید ہوں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے، اور جو کوئی الٹے پاؤں پھر جائے گا پس (وہ) خدا کو کچھ ضرر نہ پہنچائے گا، اور عنقریب خدا صلہ دے گا شکر کرنے والوں کو ﴿۱۴۴﴾ اور کوئی جان بغیر حکم الٰہی کے نہیں مر سکتی سب کا وقت لکھا رکھا ہے، اور جو کوئی دنیا میں انعام چاہتا ہے تو ہم کسی قدر اس میں سے دے دیتے ہیں، اور جو کوئی آخرت کا انعام چاہتا ہے تو ہم اس کو اس میں سے (آخرت میں دیں گے) اور عنقریب نیک بدلہ دیں گے ہم شکر گزاروں کو ﴿۱۴۵﴾ اور بہت انبیاء نے کافروں سے جہاد کیا ان کے ہمراہ خدا والے بہت تھے۔

۱؎ جب احد کی لڑائی میں شیطان نے یہ افواہ اڑا دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے تو مسلمانوں میں طرح طرح کی باتیں ہونے لگیں۔ کچھ لوگ تو یہ کہتے تھے کہ اگر آپ نبی ہوتے تو زندہ رہتے اور کچھ لوگ یہ کہتے تھے کہ دین تو اللہ کا ہے اگر آپ شہید بھی ہو گئے تو جس دین کے واسطے آپ لڑے تھے ہم کو بھی ضرور لڑنا چاہئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حاصل معنی اس آیت کا یہ ہے کہ پہلے زمانہ میں انبیاء اور ان کے ساتھ کے لوگ لڑے اور امت کے لوگوں کے سامنے بعضے نبی شہید ہو گئے، لیکن وہ لوگ اسی طرح ثابت قدم رہے۔ جس طرح اپنے نبی کے روبرو تھے، اسی طرح تم کو بھی چاہیے۔

مسائل القرآن: اس آیت سے معلوم ہوا کہ موت اپنے مقررہ وقت پر آتی ہے آگے پیچھے نہیں آتی اور جو کوئی مارا جاتا ہے وہ اپنی موت سے مرتا ہے۔

فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْۤ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۱۴۷﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْیَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۴۸﴾ ع یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تُطِیْعُوا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یَرُدُّوْكُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِیْنَ ﴿۱۴۹﴾

پس سستی نہ کی بہ سبب اس مصیبت کے کہ ان کو خدا کی راہ میں پہنچی اور نہ کم ہمتی کی اور نہ بے چارگی دکھائی، اور خدا دوست رکھتا ہے صبر والوں کو ﴿۱۴۶﴾ اور کچھ بھی نہ کہتے تھے سوائے اس دعا کے کہ کہا انہوں نے: "اے پروردگار ہمارے! بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں ہم نے اپنے کام میں کیں اور ہم کو ثابت قدم رکھ اور نصرت دے ہم کو کافروں کے گروہ پر" ﴿۱۴۷﴾ پس عطا کیا خدا نے ان کو نیک بدلہ دنیا میں اور ثواب کی خوبی آخرت میں اور خدا دوست رکھتا ہے نیکی والوں کو ﴿۱۴۸﴾ اے مومنو! [۱] اگر تم کہا مانو گے کافروں کا تو وہ تم کو الٹے پاؤں لوٹا دیں گے پس تم نقصان میں پڑ جاؤ گے ﴿۱۴۹﴾

جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی بابت شیطانی خبر اور مسلمانوں کی پریشانی

[۱] **شان نزول:** جب شیطان نے یہ خبر اڑا دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہید ہو گئے تو بعضے کچے مسلمان یہ کہنے لگے کہ اب ہم اپنے باپ دادا کے دین پر قائم ہو جاویں تو اچھا ہے۔ ان لوگوں کی صلاح کرنے کی تنبیہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اور فرما دیا کہ ایسے لوگوں کا کہنا ماننے میں دین و دنیا دونوں کا خسارہ ہے۔ دنیا کا تو یہ کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا حامی اور مددگار ہے، اس لئے آخر ان کو غلبہ ہوگا اور جس طرح اب تم کو جان و مال کا خوف کافروں سے ہے اگر تم کافروں میں شریک ہو گئے تو وہی خوف تم کو مسلمانوں سے کرنا پڑے گا اور دین کا یہ نقصان کہ عقبیٰ میں اللہ کے عذاب میں پکڑے جاؤ گے۔ اور جن کافروں کا تم کو خوف ہے اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں بہ سبب ان کے جھوٹے دین پر ہونے کے مسلمانوں کا رعب ڈال دیا ہے۔ اس لئے ان سے ڈرنا بے فائدہ ہے۔ صحیحین میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مہینہ کے راستہ پر سے میرا رعب دشمنوں پر پڑتا ہے۔ یہ بھی ہدایت اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمائی کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اس رعب کے سبب سے باوجود اس کے کہ مسلمان سات سو تھے اور دشمن تین ہزار تھے، اول اول

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ ﴿۱۵۰﴾ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَاۤ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ وَ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَ تَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَ عَصَیْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الدُّنْیَا وَ مِنْكُمْ مَّنْ یُّرِیْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِیَبْتَلِیَكُمْ ۚ وَ لَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۵۲﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَ لَا تَلْوٗنَ عَلٰۤى اَحَدٍ وَّ الرَّسُوْلُ یَدْعُوْكُمْ فِیْۤ اُخْرٰىكُمْ

بلکہ خدا مددگار تمہارا ہے اور اسکی مدد سب سے بہتر ہے ﴿۱۵۰﴾ ہم کافروں کے دلوں میں جلد ڈالیں گے رعب اسلئے کہ انہوں نے خدا کا شریک ٹھہرایا کہ جس کیلئے کچھ بھی خدا نے کوئی دلیل نہیں نازل کی اور انکا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا وہ برا ٹھکانا ہے ظالموں کا ﴿۱۵۱﴾ اور البتہ سچ کر دکھایا خدا نے اپنا وعدہ تمہارے حق میں جب کہ تم قتل کرتے تھے کافروں کو خدا کے حکم سے یہاں تک کہ تم نے بزدلی کی اور تم نے جھگڑا کیا حکم میں اور تم نے نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ تمہیں دکھا چکا جو تم چاہتے تھے تم میں سے کوئی دنیا کو چاہتا تھا اور تم میں سے کوئی چاہتا تھا آخرت کو پھر تمہارا منہ ان سے پھیر دیا تا کہ تمہارا امتحان کرے اور تحقیق اس نے تم کو معاف کیا اور خدا رحمت والا ہے مومنوں پر ﴿۱۵۲﴾ جب تم (منہ اٹھائے) بھاگے جاتے تھے اور کسی پر مڑ کر بھی نہ دیکھتے تھے اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے سے دوسری جماعت میں تم کو پکار رہے تھے۔

مسلمانوں کی فتح ہوگئی تھی لیکن تیراندازوں نے لوٹ کے لالچ سے اللہ کے رسول کے حکم کی نافرمانی کی، اس سبب سے یہ شکست خود تمہارے ہاتھوں سے ہوئی، اور تمام صدمے پر صدمے سہنے پڑے۔ خیر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تمہارا قصور معاف کیا۔ مگر آئندہ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ تم نے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کر کے آپ کو غم پہنچایا، اس کے بدلے تم کو ہزیمت کے غم میں مبتلا کیا۔

فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۵۳ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ

پس تم کو غم کا بدلہ غم دیا (یہ نصیحت اس لئے دی گئی) تاکہ غمگین نہ ہو اس پر جو کچھ تمہارے ہاتھ سے گیا اور نہ اس پر جو مصیبت تم کو پہنچی، اور خدا کو تمہارے کاموں کی خبر ہے ۝۱۵۳ پھر اتارا تم پر ا بعد غم کے اطمینان کہ وہ اونگھ تھی جو تم میں سے ایک گروہ کو گھیر رہی تھی اور دوسرا گروہ تھا کہ غمگین کیا تھا انکو اپنی جان کی فکر نے، خدا پر ناحق گمان کرتے تھے جاہلیت کے سے (یعنی کفر بکتے تھے) کہتے تھے: "کیا ہمارا بھی اس کام میں کچھ اختیار ہے" تم فرماؤ: "اختیار تو تمام اللہ کا ہے" پوشیدہ رکھتے ہیں اپنے دلوں میں وہ چیز کہ تم پر ظاہر نہیں کرتے ہیں کہتے ہیں: "اگر ہمارا اس کام میں کچھ اختیار ہوتا تو ہم مارے نہ جاتے یہاں"۔

تدبیر سے تقدیر کے نہ ٹلنے کا ذکر

ا شان نزول: جب مسلمان ان طرح طرح کے غموں میں مبتلا ہوئے جن کا ذکر اوپر گزرا تو اللہ تعالیٰ نے عین لڑائی کے وقت ان پر تھوڑی دیر کے لئے ایک طرح کی غنودگی طاری کر دی جس سے ان کی تھکان ذرا رفع ہوگئی۔ مگر اس غنودگی میں یہ حکمت الٰہی تھی کہ جو پکے مسلمان تھے ان کو تو غنودگی ہوگئی اور جو کچے تھے وہ اسی طرح پریشانی کی حالت میں رہے، اور گھبرا کر یہ کہتے تھے کہ ہمارا کچھ اختیار ہوتا اور مدینہ کے اندر سے لڑائی لڑنے کی صلاح (تجویز) مان لی جاتی تو ہم یہاں جنگل میں کیوں ہلاکت میں پڑتے۔ یہ بات دبی زبان سے کہتے تھے تاکہ آنحضرت ﷺ کو معلوم نہ ہو، حضور تک یہ چرچا نہیں پہنچا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کچے مسلمانوں کا کچا پن ظاہر ہو جانے کی غرض سے یہ آیت نازل فرمائی۔ حاصل کلام اس آیت کا یہ ہے کہ تدبیر سے تقدیر نہیں ٹلتی خواہ آدمی گھر میں ہو یا جنگل میں۔

قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۵۴﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ

تم فرمادو کہ اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے البتہ باہر نکلتے وہ لوگ کہ لکھا گیا ہے اوپر ان کے مارا جانا طرف اپنی قتل گاہوں کے اور اسلئے کہ خدا آزمائے جو کچھ تمہارے سینوں میں ہے اور تاکہ کھول دے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اور خدا جانتا ہے جو کچھ دلوں میں ہے ﴿۱۵۴﴾ البتہ وہ لوگ جو تم سے پھر گئے جس روز کہ دونوں فوجیں آپس میں مقابل ہوئیں انکو صرف شیطان نے ڈگمگا دیا تھا ان کے بعض اعمال کی شامت سے، اور تحقیق اللہ نے انہیں معاف کیا، بیشک خدا بخشنے والا بردبار ہے ﴿۱۵۵﴾ اے مومنو! [۱] ان کافروں کی مانند نہ ہونا جو اپنے بھائیوں کے حق میں کہتے ہیں جب کہ وہ سفر کرتے ہیں زمین میں یا جہاد میں ہوتے ہیں اگر وہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔

[۱] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پکے مسلمان بندوں کو ان کچے مسلمانوں کی باتوں اور ان کا سا اعتقاد رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ اور فرمایا کہ موت اللہ کے اختیار میں ہے۔ جب موت کا وقت آتا ہے تو آدمی خواہ گھر میں ہو یا جنگل میں وہ وقت ٹلتا نہیں، اور یہ بھی فرمایا کہ خدا کی راہ میں جان کا دینا دنیا کے رہنے اور مال جمع کرنے سے بہتر ہے۔ جس کی بہتری تم کو حشر کے دن معلوم ہووے گی اور فرمایا کہ یہ حسرت وافسوس کے کلمات منافقوں کی زبان سے اللہ تعالیٰ اس لئے نکلواتا ہے کہ صادق اور منافق اچھی طرح لوگوں کو معلوم ہو جاویں اور اس طرح کے کلمات سے منافقوں کا رنج اور افسوس وغم اور بڑھے۔ غرض آیت میں کفار سے مراد وہ منافق ہیں جنہوں نے پریشانی کی باتیں منہ سے نکال کر اپنے ساتھ کے مسلمانوں کو بھی پریشانی میں ڈالنا چاہا تھا اور گھڑی گھڑی یہ کہتے تھے کہ اگر وہ گھر سے باہر نہ نکلتے تو اس آفت میں نہ پھنستے۔

لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِیْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَ لَىٕنْ قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَحْمَةٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ وَ لَىٕنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَ لَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۪ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَ شَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ

اس لئے کہ رکھا اللہ تعالیٰ نے اس بات کا افسوس ان کے دلوں میں، اور خدا زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، جو کچھ تم کرتے ہو خدا دیکھ رہا ہے ﴿۱۵۶﴾ اور اگر تم خدا کی راہ میں مارے جاتے یا مر گئے (ہوتے) البتہ اللہ کی طرف سے بخشش اور رحمت ان کی سب کمائی سے بہتر ہے ﴿۱۵۷﴾ اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے البتہ خدا کی طرف اٹھائے جاؤ گے ﴿۱۵۸﴾ پس خدا کی مہربانی سے (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تم تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ البتہ تمہارے پاس سے بھاگ جاتے، پس تم ان کو معاف کرو اور ان کے واسطے بخشش مانگو اور مشورہ کرو ان سے خاص کاموں میں پس جس وقت کہ مضبوط ارادہ تم نے کیا تو بھروسہ کرو خدا پر۔

مشورہ لینے کا حکم

۱ ان آیتوں میں یہ ارشاد ہے کہ اے نبی اللہ! باوجود اس کے کہ لڑائی میں ایک طرح کی لغزش مسلمانوں سے ہوئی، اس پر بھی تم مسلمانوں سے جو نرمی سے پیش آئے اور کسی پر کچھ خفگی ظاہر نہیں کی، یہ اللہ کی ایک رحمت تھی ورنہ ایسی حالت میں سختی سے پیش آتے تو لوگ اور بے دل ہو جاتے۔ اور لڑائی کی تیاری کے وقت صلاح و مشورہ میں جو اختلاف پڑا اس کا بھی دل میں کچھ خیال نہ لانا چاہیے۔ آئندہ حسب عادت صحابہ سے مشورہ طلب امور میں مشورہ لیا کرو تا کہ ان کا جی خوش ہو، اور امت کے لوگوں کو یہ معلوم ہو جاوے کہ مشورہ لینا مشروع ہے۔ ہاں بعد مشورہ کے ہر طرح کا بھروسہ اللہ پر رکھنا چاہیئے۔ کہ بغیر مدد اللہ کے کسی کام میں آدمی کو کچھ سرسبزی نہیں ہو سکتی۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو مشورہ لینے کی ترغیب دی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَ اِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ وَ مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ؕ وَ مَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ مَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ

بیشک اللہ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ﴿۱۵۹﴾ اگر تم کو خدا مدد دیوے پھر کوئی تم پر غالب نہیں ہے اور (اگر وہ شان بے نیازی سے) تم کو چھوڑ دے پس ایسا کون ہے جو اس کے بعد تم کو مدد دیوے، اور سب مسلمان خدا ہی پر بھروسہ کریں ﴿۱۶۰﴾ اور شان نہیں کسی ۱؎ نبی کی کہ کچھ چھپا رکھے، اور جو کوئی چھپا رکھے وہ قیامت کے دن اس چھپائی چیز کو لے کر آئے گا پس تمام دیا جائے گا ہر شخص کو بدلہ اس کے عمل کا جو کیا ہے اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے ﴿۱۶۱﴾ تو کیا جو کوئی خدا کی رضا پر چلا وہ ہوگا مانند اس شخص کے کہ جو کوئی خدا کے غضب کا مستحق ہوا اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا وہ بری جگہ ہے پلٹنے کی ﴿۱۶۲﴾ یہ لوگ اللہ کے نزدیک درجہ درجہ پر ہیں۔

۱؎ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان بے عنوانیوں کا ذکر فرمایا ہے جو جنگ بدر میں ہوگئی تھیں۔ ❶ ایک بے عنوانی تو یہ تھی کہ جنگ بدر کے لوٹ کے مال میں کوئی چیز گم ہوگئی تھی اس پر بعضے مسلمانوں نے یہ بدگمانی کی کہ شاید وہ چیز آنحضرت ﷺ کے کام میں آگئی ہوگی۔ ❷ دوسری بے عنوانی یہ کہ ستر قیدی دشمنوں کے جو جنگ بدر میں پکڑے گئے تھے ان کو بغیر مرضی اللہ کے فدیہ لے کر چھوڑ دیا تھا۔ ان دونوں بے عنوانیوں کی سزا میں یہ تمہاری شکست ہو کر ستر آدمی شہید ہوئے ہیں۔ ترمذی اور نسائی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو روایت ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ بدر کی لڑائی میں جب ستر قیدیوں کو فدیہ پر چھوڑنے کی صلاح مسلمانوں میں جم گئی تو حضرت جبریل علیہ السلام اللہ کی طرف سے آئے اور آنحضرت ﷺ سے کہا کہ فدیہ پر یہ ستر قیدی اس شرط سے چھوٹ سکتے ہیں کہ آئندہ کسی لڑائی میں اس قدر آدمی مسلمانوں کے شہید ہوں گے۔ مسلمانوں نے اس شرط الٰہی کو قبول کیا اور قیدیوں کو فدیہ پر چھوڑ دیا۔

وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۱۶۶﴾

النصف

اور خدا دیکھ رہا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۱۶۳﴾ تحقیق بے انتہا نعمت (لٹا) دی خدا نے مومنوں پر جس وقت ان کے درمیان ان کی قوم میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور علم سکھاتا ہے، اور البتہ وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے ﴿۱۶۴﴾ لہ کیا جس وقت تم کو کوئی مصیبت پہنچی تحقیق اس سے دونی تم پہنچا چکے ہو، تم کہتے ہو: ''کہاں سے یہ مصیبت آئی'' (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) تم فرمادو: ''وہ تمہاری ہی ذات سے آئی'' بیشک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۱۶۵﴾ اور جو کچھ تم کو اس دن (شکست) پہنچی جس دن دونوں فوجیں بھڑیں تھیں پس خدا کے حکم سے تھی اور تاکہ پہچان کرادے مومنوں کی ﴿۱۶۶﴾

لہ احد کی لڑائی میں جو مسلمانوں کو شکست ہوئی اس کی تسلی میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر فرمایا کہ برخلاف مرضی اللہ تعالیٰ کے بدر کے قیدیوں سے فدیہ لے لیا اور برخلاف حکم اللہ کے رسول کے تیراندازوں نے گھاٹی چھوڑ دی اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس شکست میں یہ مصلحت تھی کہ کامل ایماندار اور منافقوں کا اچھی طرح پردہ کھل جاوے۔ وہی ہوا کہ ایماندار ثابت قدم رہے اور منافق کچھ تو اپنے گھروں میں آن بیٹھے اور کچھ طرح طرح کی باتیں بنانے لگے پھر فرمایا کہ یہ لوگ ایسی باتوں سے موت کے وقت کو ہرگز نہیں ٹال سکتے۔

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوِ ادْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٧﴾ الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ فَادْرَءُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٦٨﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾

اور اس لئے پہچان کرادے ان لوگوں کی کہ جو منافق ہوئے، اور کہا گیا ان لوگوں کو کہ آؤ لڑو خدا کی راہ میں یا کافروں کو دفع کرو بولے: ''اگر ہم جنگ کرنا جانتے البتہ ہم تمہاری پیروی کرتے'' یہ لوگ اس دن بہ نسبت ایمان کے کفر کی طرف بہت ہی نزدیک تھے، اپنے منہ سے کہتے ہیں جو نہیں ہے ان کے دلوں میں اور خدا خوب جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں ﴿۱۶۷﴾ وہ جن لوگوں نے اپنے بھائیوں کی نسبت کہا اور وہ کہنے والے بیٹھ رہے: ''اگر وہ ہمارا کہنا مانتے مارے نہ جاتے'' تم فرماؤ: ''پس خود اپنی ہی موت ٹال دو اگر تم سچے ہو'' ﴿۱۶۸﴾ (ہرگز) [۱] ان کو مردہ نہ خیال کرو کہ جو اللہ کی راہ میں مارے گئے بلکہ وہ اپنے پروردگار کے پاس زندہ ہیں وہ روزی پاتے ہیں ﴿۱۶۹﴾

شہیدوں کی روحوں کا ذکر

[۱] حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تمہارے بھائی احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے قالب عطا فرمائے اور وہ جنت کے شہروں پر سیر کرتے پھرتے ہیں، جنتی میوے کھاتے ہیں طلائی قنادیل میں زیر عرش معلیٰ ہیں ان میں رہتے ہیں۔ جب انہوں نے کھانے پینے رہنے کے پاکیزہ عیش پائے تو کہا کہ ہمارے بھائیوں کو کون خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تاکہ وہ جنت سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے بیٹھ نہ رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہاری خبر تمہارے بھائیوں کو پہنچادیتا ہوں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس سے ثابت ہوا کہ ارواح باقی ہیں جسم فنا کے ساتھ فنا نہیں ہوتیں۔ اور زندوں کی طرح کھاتے پیتے عیش کرتے ہیں۔ علماء فرماتے ہیں کہ شہداء کے جسم قبروں میں محفوظ رہتے ہیں مٹی ان کو نقصان نہیں پہنچاتی۔ مسلم شریف کی حدیث ہے کہ شہید کے

فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۲﴾

وقف لازم — ركوع ۸ — ع

اور خوشی مناتے ہیں اس پر جو اللہ نے عطا کی ہے ان کو اپنے فضل سے، اور خوش ہوتے ہیں اپنے پچھلوں کی (حالت پر) جو ابھی ان سے نہیں ملے، اس واسطے ان پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ﴿۱۷۰﴾ خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت سے اور اس کے فضل سے، اور اس لئے کہ خدا مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ہے ﴿۱۷۱﴾ ۱؎ جن لوگوں نے خدا اور رسول کے حکم کو قبول کر لیا بعد اس کے کہ انہیں زخم پہنچ چکا تھا، ان لوگوں کے واسطے کہ نیکی کی اس جماعت میں سے اور پرہیزگاری کی ان کے لئے بڑا ثواب ہے ﴿۱۷۲﴾

تمام گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں سوائے قرض کے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا: ''جس کسی کو راہ خدا میں زخم لگا وہ روز قیامت میں ویسا ہی آئے گا جیسا زخم لگنے کے وقت تھا۔ اس کے خون میں مشک کی خوشبو ہوگی''۔ ترمذی و نسائی کی حدیث میں ہے کہ شہید کو قتل سے تکلیف نہیں ہوتی۔ مگر صرف ایسی جیسے کسی کو رگڑ لگے۔

دوبارہ جنگ کی تیاری

۱؎ جنگ احد سے واپس ہوتے ہوئے ابوسفیان نے آنحضرت ﷺ سے پکار کر کہہ دیا تھا کہ اگلے سال ہماری آپ کی مقام بدر میں جنگ ہوگی۔ حضور نے اس کے جواب میں ان شاء اللہ فرمایا۔ جب وہ وقت آیا اور ابوسفیان اہل مکہ کو لے کر جنگ کے لئے روانہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں خوف ڈالا، اور انہوں نے واپس ہو جانے کا ارادہ کیا۔ اس موقع پر ابوسفیان کی نعیم بن مسعود اشجعی سے ملاقات ہوئی جو عمرہ کرنے آیا تھا۔ ابوسفیان نے اس سے کہا کہ اے نعیم! اس زمانہ میں میری لڑائی مقام بدر میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ طے ہو چکی ہے، اور اس وقت مجھے مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں جنگ میں نہ جاؤں، واپس چلا جاؤں، تو مدینہ جا اور تدبیر کے ساتھ مسلمانوں کو میدان میں جانے سے روک دے، اس کے عوض میں تجھ کو دس اونٹ دوں گا۔ نعیم نے مدینہ پہنچ کر دیکھا۔ مسلمان جنگ کی تیاری کر رہے ہیں۔ ان سے کہنے لگا: ''تم جنگ کے

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖۗ وَّ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ ﴿۱۷۳﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّ اتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۷۴﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ ۪ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَ خَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۷۵﴾ وَ لَا یَحْزُنْكَ الَّذِیْنَ یُسَارِعُوْنَ فِی الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰهَ شَیْـًٔا ؕ

وہ لوگ کہ جن سے لوگوں نے کہا کہ تحقیق کافروں نے تمہارے واسطے لشکر جمع کیا ہے پس اس لشکر سے ڈرو۔ پس (اس بات نے) ان کا ایمان اور زیادہ کیا اور کہا کہ ہمارا خدا کافی ہے اور وہ اچھا کارساز ہے ﴿۱۷۳﴾ پھر یہ مسلمان اللہ کے احسان اور اس کے فضل سے واپس آئے اور ان کو کچھ برائی نہ پہنچی اور خدا کی رضامندی پر چلے اور خدا بڑا فضل والا ہے ﴿۱۷۴﴾ یہ خبر دینے والا تو صرف شیطان ہی ہے کہ اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے پس تم کافروں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر تم مومن ہو ﴿۱۷۵﴾ اور [۱] (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) تم ان لوگوں کا کچھ غم نہ کرو جو کہ کفر پر دوڑتے ہیں بیشک وہ خدا کو کچھ بھی ضرر نہ پہنچا سکیں گے۔

لئے جانا چاہتے ہو اہل مکہ نے تمہارے لئے بڑے لشکر جمع کئے ہیں، خدا کی قسم تم میں سے ایک بھی پھر کر نہ آئے گا"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں ضرور جاؤں گا چاہے میرے ساتھ کوئی بھی نہ ہو۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم ستر سواروں کو ہمراہ لے کر حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِیْلُ پڑھتے ہوئے روانہ ہوئے۔ بدر میں پہنچے۔ وہاں آٹھ شب قیام کیا۔ مال تجارت ساتھ تھا اس کو فروخت کیا خوب نفع ہوا، امن کے ساتھ گھر واپس آئے دشمن کے مقابلہ کے لئے جرأت سے نکلے اور جہاد کا ثواب پایا۔ (جب کہ دشمن کو سامنے آنے کی جرأت ہی نہ ہوئی)

[۱] اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کی تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا گیا ہے۔

بخیل کا انجام: بخل کے معنی ہیں: "واجب کا ادا نہ کرنا"۔ یہاں بخل سے زکوٰۃ کا نہ دینا مراد ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا اس نے زکوٰۃ ادا نہ کی روز قیامت میں وہ مال سانپ بن کر اس کو طوق کی طرح لپٹے گا اور یہ کہہ کر ڈستا جائے گا کہ میں تیرا مال ہوں میں خزانہ ہوں۔

یُرِیْدُ اللّٰہُ اَلَّا یَجْعَلَ لَہُمْ حَظًّا فِی الْاٰخِرَۃِ ۚ وَلَہُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۷۶﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الْکُفْرَ بِالْاِیْمَانِ لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا ۚ وَلَہُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْۤا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَہُمْ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِہِمْ ؕ اِنَّمَا نُمْلِیْ لَہُمْ لِیَزْدَادُوْۤا اِثْمًا ۚ وَلَہُمْ عَذَابٌ مُّہِیْنٌ ﴿۱۷۸﴾ مَا کَانَ اللّٰہُ لِیَذَرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْہِ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ ؕ وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَکُمْ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ﴿۱۷۹﴾ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَبْخَلُوْنَ بِمَاۤ اٰتٰہُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ ہُوَ خَیْرًا لَّہُمْ ؕ

خدا چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کے لئے کچھ حصہ نہ رکھے، اور ان کے واسطے بڑا عذاب ہے ﴿۱۷۶﴾ تحقیق جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر خرید لیا ہے وہ خدا کو ہرگز کچھ بھی ضرر نہ پہنچائیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے ﴿۱۷۷﴾ اور کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ ہمارا مہلت دینا بہتر ہے ان کے لئے، ہم تو اسی لئے انہیں مہلت دیتے ہیں کہ وہ اور گناہ میں پڑیں، اور ان کے لئے ذلت کا عذاب ہے ﴿۱۷۸﴾ خدا مسلمانوں کو اس حال میں ہرگز نہ چھوڑے گا جس پر کہ تم ہو جب تک جدا نہ کردے ناپاک کو پاک سے، اور (اے عام لوگو!) خدا تم کو غیب پر مطلع نہیں کرتا و لیکن خدا چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے، پس ایمان لاؤ خدا پر اور اس کے پیغمبروں پر، اور اگر ایمان لاؤ اور پرہیزگاری کرو تو تمہارے واسطے بڑا اجر ہے ﴿۱۷۹﴾ اور چاہئے کہ گمان نہ کریں وہ لوگ کہ بخل کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے ان کو عطا کیا ہے اپنے فضل سے وہ اس کو ہرگز اپنے لئے بہتر نہ سمجھیں۔

بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَ لِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ ع لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّ نَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۱۸۱﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ ج

بلکہ یہ ان کے حق میں بہت برا ہے، عنقریب جس میں بخل کیا تھا وہ ان کے گلے کا طوق ہوگا قیامت کے روز، اور خدا ہی وارث ہے آسمانوں اور زمین کا، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ خبر رکھتا ہے ﴿۱۸۰﴾ تحقیق [1] خدا نے سنی بات ان لوگوں کی کہ کہا انہوں نے: "خدا فقیر ہے اور ہم دولت مند ہیں" ہم ابھی لکھ رکھیں گے جو کچھ انہوں نے کہا اور پیغمبروں کو ناحق شہید کرنا اور ہم ان سے کہیں گے: "لو چکھو آگ کا عذاب ﴿۱۸۱﴾ یہ عذاب اس سبب سے ہے کہ تمہارے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اور اس سبب سے کہ اللہ نہیں ہے بندوں پر ظلم کرنے والا" ﴿۱۸۲﴾

زکوٰۃ پر یہود کا اعتراض

[1] **شان نزول:** ان آیات کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جب آیت (من ذالذی یقرض الله) اتری تو یہود کہتے تھے کہ اللہ محتاج اور فقیر ہے جو لوگوں سے قرض مانگتا ہے۔ ایک روز ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہود کے مدرسہ میں گئے وہاں فنحاص یہودیوں کا بڑا عالم اور بہت سے یہود جمع تھے۔ فنحاص نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی بات کہی کہ اللہ فقیر ہے جو لوگوں سے قرض مانگتا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فنحاص کے منہ پر ایک طمانچہ مارا۔ فنحاص نے آنحضرت ﷺ سے اس کی فریاد کی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طمانچہ مارنے کا سبب پوچھا انہوں نے سارا قصہ بیان کیا۔ فنحاص اس بات کے کہنے سے منکر ہوگیا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ ان لوگوں کی گستاخیاں جو یہ لوگ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ کر رہے ہیں اللہ کو وہ سب معلوم ہیں وقت مقررہ آنے کی دیر ہے پھر ان کو سب گستاخیوں کا بدلہ مل جاوے گا۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَاۤ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ بِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَ الزُّبُرِ وَ الْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ

جن [۱] لوگوں نے کہا کہ خدا نے ہماری طرف یہ حکم بھیجا ہے کہ ایمان نہ لاویں ہم کسی پیغمبر پر جب تک کہ وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لاوے کہ جس کو آگ کھا جاوے تم فرماؤ: ''تمہارے پاس بہت سے پیغمبر مجھ سے پہلے معجزات اور یہ حکم لے کر آئے جو تم کہتے ہو پس تم نے ان کو کیوں شہید کیا اگر تم سچے ہو'' ﴿۱۸۳﴾ پس اگر جھٹلائیں تم کو (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو تم سے پہلے بہت سے پیغمبر جھٹلائے گئے تھے جو صاف نشانیاں اور صحیفے اور روشن کتاب لائے تھے ﴿۱۸۴﴾ ہر [۲] جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے اور تم کو تو پورے بدلے ملیں گے قیامت ہی کے دن۔

[۱] یہود کی ایک جماعت نے کہا تھا کہ ہم سے توریت میں عہد لیا گیا ہے کہ جو مدعی رسالت ایسی قربانی نہ لائے جس کو آسمان سے سفید آگ اتر کر کھائے اس پر ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کیونکہ اس شرط کا توریت میں نام و نشان بھی نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ نبی کی تصدیق کے لئے معجزہ کافی ہے، کوئی معجزہ ہو۔ جب نبی نے معجزہ دکھایا، اس کے صدق پر دلیل قائم ہوگئی اور اس کی تصدیق کرنا اور اس کی نبوت کو ماننا لازم ہوگیا، اور جب تم نے یہ نشانی لانے والے انبیاء (علیہم السلام) کو قتل کیا اور ان پر ایمان نہ لائے تو ثابت ہوگیا کہ تمہارا یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ قتل انبیاء (علیہم السلام) کو اس مقولہ پر ارادہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں جرم عظیم ترین ہیں اور قباحت میں برابر ہیں، اور شان انبیاء (علیہم السلام) میں گستاخی کرنے والا شان الٰہی میں بے ادب ہو جاتا ہے۔

موت کی حقیقت

[۲] یہ آیتیں اس ہدایت کی تکمیل میں نازل فرما کر فرمایا کہ یہ تو آخر سب کی آنکھوں کے سامنے کی بات ہے کہ دنیا میں اچھے برے کسی کو قیام نہیں۔ موت سب کے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ اچھے برے جو مر گئے ان کو تو دنیا کی بھلائی برائی کا نتیجہ معلوم ہوگیا جو رہ گئے ہیں ان کو بھی یہی موقع پیش آنے والا ہے، فقط آنکھ بند ہونے کی دیر ہے اور آنکھ کا بند ہونا کچھ دور نہیں کوئی اس میں آگے ہے کوئی پیچھے۔ اور جب برائی بھلائی کا نتیجہ وقت مقررہ پر سامنے آنے والا ہے تو بھلوں کو ہر طرح کی آزمائش کا موجب

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِیْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۟ قف وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًی كَثِیْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَیِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ ؗ

پس جو کوئی دور رکھا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا بہشت میں البتہ وہ مراد کو پہنچا، اور نہیں ہے دنیا کی زندگی مگر دھوکے کی پونجی ﴿۱۸۵﴾ البتہ تم ضرور آزمائے جاؤ گے اپنے مالوں اور اپنی جانوں میں، اور البتہ سنو گے ان لوگوں سے کہ جن کو کتاب ملی ہے پہلے تم سے اور مشرکوں سے دل آزاری کی بہت سی باتیں، اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری اختیار کرو تو بے شک یہ بڑی ہمت کا کام ہے ﴿۱۸۶﴾ لہ اور یاد کرو جب خدا نے عہد لیا اہل کتاب سے کہ تم ضرور کتاب کو لوگوں کے سامنے بیان کر دینا اور اس کو نہ چھپانا۔

اجر جاننا اور اس پر صبر کرنا چاہیے کہ دنیا میں بڑی ہمت اور عقبیٰ میں بڑے اجر کا کام ہے۔ دنیا کی حقیقت اس مبارک جملہ نے بے حجاب کر دی۔

لہ ان آیتوں میں یہ تنبیہ فرمائی کہ دنیا کے تھوڑے سے لالچ کے لئے اتنے بڑے سخت اور قدیمی معاہدہ کی مخالفت جو ان لوگوں نے اختیار کی ہے، اور پھر اس پر اس بات کی ان کو خوشی ہے کہ ان کی چوری کوئی پکڑ نہیں سکتا۔ یہ ان کی تجارت ایک بڑے ٹوٹے (نقصان) کی ہے۔ دنیا چند روزہ ہے اس میں چل پھر کر اگر کچھ کیا، یا کما لیا تو پھر عقبیٰ کے ابد الآباد عذاب سے بچ کر کہاں جاویں گے۔ وہ اللہ جس کی بادشاہت زمین و آسمان میں ہے کیا کوئی ایسا ہے جو ان کو اس کے عذاب سے چھڑا سکے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جو عالم جان کر کسی دین کی بات کو چھپاوے گا تو قیامت کے دن اسکے منہ میں آگ کی لگام دی جاوے گی۔ ترمذی نے اس حدیث کو حسن کہا ہے اور حاکم نے اس حسن کو بخاری و مسلم کی شرط کے موافق صحیح بتلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے علماء توریت و انجیل پر واجب کیا تھا کہ ان دونوں کتابوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلالت کرنے والے جو دلائل ہیں وہ لوگوں کو خوب اچھی طرح شرح کر کے سمجھا دینا اور ہرگز نہ چھپانا۔

فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَ اشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۸۸﴾ وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۸۹﴾ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾

پس پھینک دیا اس عہد کو اپنی پیٹھوں کے پیچھے اور اسکے بدلے ذلیل دام حاصل کیے، پس بہت ہی برا سودا کر رہے ہیں ﴿۱۸۷﴾ ہرگز گمان نہ کرنا ان لوگوں کو جو خوش ہوتے ہیں اس سے جو کچھ کیا ہے اور چاہتے ہیں کہ تعریف کیے جائیں ۱؎ ساتھ اس کے جو کام نہیں کیا ہے پس ہرگز نہ خیال کرو کہ انہوں نے عذاب سے خلاصی پائی ہے اور ان کیلئے عذاب ہے درد دینے والا ﴿۱۸۸﴾ اور خدا ہی کے واسطے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور خدا ہر چیز پر قادر ہے ﴿۱۸۹﴾ ۱؎ بے شک آسمانوں کی اور زمین کے پیدائش میں اور رات اور دن کے بدلنے میں نشانیاں ہیں عقل والوں کیلئے ﴿۱۹۰﴾

جھوٹ بول کر اپنی تعریف کے خواہاں پر عذاب کا ذکر

۱؎ **شان نزول:** جو لوگ اس بے جا حرکت یعنی پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی تعریف چھپانے سے خوش ہوتے ہیں اور اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ جو کام انہوں نے نہیں کیا اس پر بھی تعریف کی جائے۔ ایسے لوگوں کا اے محمد ﷺ آپ کوئی وقعت و اعتبار نہ سمجھیں۔ آنحضرت ﷺ نے یہود سے ایک بات پوچھی، یہود نے اس کا واقعی جواب چھپا کر دوسری طرح پر بات شروع کی اور ایسی بات بنا کر ظاہر کی کہ گویا سچا جواب دیا، اور جھوٹ جواب پر تحسین کے خواہاں بھی تھے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اے محمد ﷺ تم یہ نہ سمجھنا کہ یہ عذاب سے چھٹ جائیں گے اور ان کے واسطے دردناک عذاب ہے۔ آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت اللہ ہی کے واسطے ثابت ہے اور اس کی ذات مقدس ہر چیز پر قادر ہے۔

۲؎ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہتے ہیں کہ قریش نے یہود کے پاس جا کر پوچھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے پاس کیا لائے تھے"۔ کہا: "عصا اور ید بیضا"۔ پھر انصار کے پاس جا کر پوچھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیا کرتے

الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَیْتَهٗ ؕ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِیًا یُّنَادِیْ لِلْاِیْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖۗ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾ ۚ

جولوگ کہ خدا کو کھڑے اور بیٹھے یاد کرتے ہیں اور اپنی کروٹوں پر لیٹے ہوئے اور غور کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں، (کہتے ہیں) "اے رب ہمارے! نہیں پیدا کیا تو نے اس کو بے فائدہ، پاکی ہے تیرے واسطے پس ہم کو آگ کے عذاب سے بچالے ﴿۱۹۱﴾ اے پروردگار ہمارے! تحقیق تو جس کو داخل کرے دوزخ میں، بیشک تو نے اس کو رسوا کر دیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ﴿۱۹۲﴾ اے رب ہمارے! البتہ ہم نے بلند آواز سے پکارنے والے کو ایمان کی طرف پکارتے سنا ہے کہ اپنے رب کی طرف ایمان لاؤ پس ہم ایمان لے آئے، اے رب ہمارے! پس ہمارے گناہوں کو معاف کردے اور ہماری برائیاں دور کردے اور نیکوں کے ساتھ ہم کو موت دے" ﴿۱۹۳﴾

تھے۔ کہا کہ اندھوں کو بینا کرنا اور مردوں کو جلانا، روگیوں کو چنگا کرنا، بیماروں کو ٹھیک کرنا۔ یہ سن کر قریش آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ تم خدا سے دعا کرو کہ وہ صفا ہمارے لئے سونا کردے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ تم ان نشانیوں میں غور کرو۔ نبی ﷺ سے معجزہ مانگنا کیا ضروری ہے جو بات وہ کہتا ہے یعنی توحید اس کی نشانیاں سارے عالم میں نموندار ہیں۔ مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ تمام احوال میں اللہ کا ذکر فرماتے تھے۔ بندہ کا کوئی حال یاد الٰہی سے خالی نہ ہونا چاہیے۔ منادی سے مراد نبی ﷺ ہیں یا قرآن شریف ہے۔

مسئلہ: علماء پر واجب ہے کہ اپنے علم سے فائدہ پہنچائیں اور حق ظاہر کریں اور کسی غرض فاسد کے لئے اس میں سے کچھ نہ چھپائیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس شخص سے کسی نے کچھ دریافت کیا جس کو وہ جانتا ہے اور اس نے اس کو چھپایا، روز قیامت میں اس کے منہ میں آگ کی لگام لگائی جائے گی۔

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰی رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّیْ لَاۤ اُضِیْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ﴿۱۹۶﴾ ؕ

اے رب ہمارے اور ہم کو وہ عنایت کر جو کچھ تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے اپنے رسولوں کی معرفت اور ہم کو قیامت کے دن رسوانہ کر ﴿۱۹۴﴾ بیشک تو نہیں وعدہ خلاف کرتا پس ان کی دعا قبول کرلی ان کے پروردگار نے کہ میں کسی کام والے کی محنت ضائع نہیں کرتا تم میں سے خواہ مرد ہو خواہ عورت (کیونکہ) تم آپس میں ایک ہو، پس وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی ۱؎ اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے بیشک ان کے سب گناہ دور کروں گا اور ضرور میں ان کو بہشتوں میں داخل کروں گا نیچے ان کے چلتی ہیں نہریں، (یہ) اللہ کے پاس سے ثواب ہے اور اللہ ہی کے یہاں اچھا ثواب ہے ﴿۱۹۵﴾ ۲؎ (اے سننے والے) فریب میں نہ ڈالے تجھ کو کافروں کا شہروں میں آنا جانا ﴿۱۹۶﴾

اللہ تعالیٰ عورت مرد کو برابر کا اجر دیتا ہے

۱؎ **شان نزول:** حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ ایک روز میں نے آنحضرت ﷺ سے ذکر کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی ہجرت کے اجر کا ذکر قرآن شریف میں نہیں فرمایا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حاصل معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نیک کاموں کا بڑا قدردان ہے۔ خواہ کوئی مرد کرے یا عورت، اللہ تعالیٰ ضرور اس کا اجر دیوے گا۔

۲؎ **شان نزول:** مسلمانوں کی ایک جماعت نے کہا کہ کفار و مشرکین اللہ کے دشمن تو عیش و آرام میں ہیں اور ہم تنگی و مشقت میں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور انہیں کہا گیا کہ یہ عیش عارضی ہے اور اس کا انجام خراب ہے۔

مَتَاعٌ قَلِيلٌ ۖ ثُمَّ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٩٧﴾ لَٰكِنِ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نُزُلًا مِّنْ عِندِ اللَّهِ ۗ وَمَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ لِّلْأَبْرَارِ ﴿١٩٨﴾ وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ لَمَن يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْكُمْ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ خَاشِعِينَ لِلَّهِ لَا يَشْتَرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۗ أُولَٰئِكَ لَهُمْ أَجْرُهُمْ عِندَ رَبِّهِمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿١٩٩﴾

یہ تھوڑا سا (دنیا کا) اسباب ہے پھر (تو) ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ بری جگہ ہے ﴿۱۹۷﴾ لیکن جو لوگ کہ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ان کے لئے بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں چلتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے (یہ) اللہ کی طرف سے مہمانی ہوگی اور جو کچھ اللہ کے یہاں ہے نیکی کرنے والوں کے لئے بہت ہی بہتر ہے ﴿۱۹۸﴾ لہ اور البتہ اہل کتاب سے بعض وہ لوگ ہیں کہ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور اس پر جو کچھ تمہاری طرف اتارا گیا اور جو کچھ ان کی طرف اتارا گیا ان کے دل اللہ کے حضور میں جھکے ہوئے (ہیں)، اللہ کی آیتوں کے بدلے ذلیل دام نہیں لیتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ثواب ان کے پروردگار کے پاس ہے، بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے ﴿۱۹۹﴾

لہ **شان نزول:** نجاشی بادشاہ حبشہ کا جب انتقال ہوگیا تو آپ نے صحابہ کرام کو ساتھ لے کر بقیع میں جا کر نجاشی کی نماز غائبانہ پڑھی۔ بعضے منافقوں نے یہ چرچا کیا کہ نصرانی غلام حبشی کی نماز مسلمانوں سے حضور ﷺ نے کیوں پڑھوائی۔ اس چرچے کو غلط ٹھہرانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ سب اہل کتاب ایک سے نہیں ہیں۔ بعضے وہ ہیں کہ عہد کے بعد اللہ کے احکام کو بدلتے اور چھپاتے ہیں۔ جن کا ذکر اوپر گزرا اور بعضے وہ ہیں جو اللہ کی کتابوں پر پورا ایمان رکھتے ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی اور نجاشی۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ اجر دیوے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نجاشی در پردہ مسلمان تھا۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کی دولت سرائے میں حاضر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ سلطان کونین ایک بوریئے پر آرام فرما ہیں۔ چمڑے کا تکیہ جس میں ناریل کے ریشے بھرے تھے، زیر سر مبارک ہے۔ جسم اقدس میں بوریئے کے نشان ہوگئے ہیں یہ دیکھ کر حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ رو

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَ صَابِرُوْا وَ رَابِطُوْا قف وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۲۰۰﴾ ع

اے مومنو! صبر کرو اور محنت کی برداشت کرو اور جہاد کے واسطے تیار رہو اور خدا سے ڈرو تا کہ تم مراد کو پہنچو ﴿۲۰۰﴾

آیاتہا ۱۷۶ — ۴ سورۃ النسآء مدنیۃ ۹۲ — رکوعاتہا ۲۴

سورۂ نساء مدنی ہے اس میں ایک سو ستتر آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ج وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ﴿۱﴾

اے[ل] لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت مرد اور بہت عورتیں پھیلائے، اور ڈرو خدا سے جس کے نام پر مانگتے ہو اور رشتوں کا لحاظ رکھو، بے شک خدا ہر وقت تمہیں دیکھ رہا ہے ﴿۱﴾

پڑے۔ حضور نے رونے کا سبب دریافت کیا تو عرض کیا: ''یا رسول اللہ! قیصر و کسریٰ تو عیش و راحت میں ہوں اور آپ رسول خدا ہو کر اس حالت میں'' فرمایا: ''کیا تمہیں پسند نہیں کہ ان کے لئے دنیا ہو اور ہمارے لئے آخرت''۔

یتیم کے مال کی حفاظت کا حکم

ل حضرت حوا سلام اللہ علیہا کو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے پیدا کیا۔ اور ان دونوں سے بہت پور بڑھائی، بہتیرے مرد اور عورت پیدا کئے اور ڈرو اس اللہ سے جس سے تم حاجت مانگتے ہو، اور قرابت کے توڑنے سے ڈرو یعنی ہر ایک سے مہربانی کے ساتھ رشتہ کرو۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ رحم عرش معلیٰ میں لٹکا ہوا ہے اور یہ کہتا ہے کہ یا اللہ! جو شخص صلہ رحمی کرے اس پر رحم فرما اور جو قطع رحمی کرے اس کو کاٹ ڈال۔

خواص سورئہ النساء: جو کوئی اس ورق کو زعفران سے لکھ کر تین روز متواتر دھو کر پیے، خدا کے فضل سے جس قسم کا ڈر یا خوف رکھتا ہو اس سے نجات ملے۔ نیز واسطے پارسائی عورت کے دس بار اس سورۃ کو پڑھے اور دعا کرے۔ ان شاء اللہ فائدہ ہو۔

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝۲ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝۳ وَاٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَىْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـئًا مَّرِيْٓـئًا ۝۴

اور [1] یتیموں کو ان کے مال دو اور پاک کو ناپاک سے نہ بدلو، اور نہ کھاؤ مال ان کے اپنے مالوں میں ملا کر، تحقیق یہ بڑا گناہ ہے ۝ [2] اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ نہ انصاف کر سکو گے یتیم لڑکیوں کے حق میں تو پھر جو اور عورتیں تمہیں پسند آئیں ان سے نکاح کرو دو دو سے اور تین تین سے اور چار چار سے، پس اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ (کئی بیویوں میں) عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی عورت سے نکاح کرو یا لونڈیوں پر بس کرو جن کے تم مالک ہو، یہ اس سے زیادہ قریب ہے کہ تم سے ظلم نہ ہو ۝ [3] اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دیدو، پس اگر وہ عورتیں اپنے دل کی خوشی سے مہر میں سے تمہیں کچھ چھوڑ دیں تو اس کی خوش ہو کر شوق سے کھاؤ ۝

[1] **شان نزول:** ایک شخص کی نگرانی میں اس کے یتیم بھتیجے کا کثیر مال تھا۔ جب وہ یتیم بالغ ہوا اور اس نے اپنا مال طلب کیا تو چچا نے دینے سے انکار کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کو سن کر اس شخص نے یتیم کا مال اس کے حوالے کیا اور کہا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں۔

[2] لوگ یتیموں کی ولایت و سرپرستی میں تو ناانصافی کرتے تھے اور بہت سے نکاح کرنے میں کچھ پاس نہیں رکھتے تھے۔ ان کو بتایا گیا کہ جب زیادہ عورتیں نکاح میں ہوں تو ان کے حق میں ناانصافی ہونے سے بھی ڈرو۔ اتنی ہی عورتوں سے نکاح کرو جن کے حقوق ادا کر سکو۔ قریش زیادہ نکاح کرتے تھے جب ان کا بار نہیں اٹھا سکتے تھے تو جو یتیم لڑکیاں ان کی سرپرستی میں ہوتیں ان کے مال خرچ کرتے۔ اس پر اس آیت میں آیا کہ چار سے زیادہ نکاح نہ کرو تا کہ ان کے حقوق برابر رکھ سکو۔

[3] اس آیت سے معلوم ہوا کہ مہر کی مستحق عورتیں ہیں نہ کہ ان کے اولیاء۔ اگر اولیاء (ورثاء) نے مہر وصول کر لیا ہے تو انہیں لازم ہے کہ وہ مہر اس کی مستحق عورت کو پہنچا دیں۔ عورتوں کو اختیار ہے کہ وہ اپنے شوہر کو مہر کا کوئی جزو ہبہ کر دیں۔ (معاف کر دیں)

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْهُمْ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۵ وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰٓى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝۶ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠

اور نہ دو بے وقوفوں کو [۱] اپنے وہ مال جس کو خدا نے تمہارے واسطے سرمایہ زندگی کا بنایا ہے اور کھلاؤ ان کو اور پہناؤ ان کو ان (مالوں) میں سے اور ان سے بات اچھی کہو ۝ اور [۲] یتیموں کو آزماتے رہو جب تک کہ وہ نکاح کے قابل ہوں، پس اگر تم ان کی سمجھ ٹھیک دیکھو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو، اور ان کے مال کو نہ کھاؤ حد سے بڑھ کر اور اس خلدی میں کہ کہیں بڑے نہ ہو جائیں، اور جو کوئی آسودہ ہو تو اس کو بچنا چاہئے، اور اگر کوئی محتاج ہو پس وہ مناسب مقدار سے کھائے، پس جب ان کے مال ان کے سپرد کرو تو ان پر گواہ کر لو، اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو ۝ [۳] مردوں کے واسطے حصہ ہے اس چیز سے کہ چھوڑ جائیں ماں باپ اور ناتے والے۔

[۱] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بدسلیقہ خواہ بی بی بچے ہوں یا یتیم، مال ان کے حوالے نہ کیا جائے۔ ہاں ان کو اس مال میں سے کھلانا چاہیے اور ایسی باتیں ان سے کریں کہ ان کا دل خوش ہووے۔

[۲] اس کے یہ معنی ہیں کہ یتیم لڑکا لڑکی جب بالغ ہو جاویں اور مال سنبھالنے کے قابل نظر آویں اس وقت ان کا مال دو گواہوں کے روبرو حوالہ کر دو تاکہ آئندہ جھگڑا نہ پڑے۔

میراث کا بیان

[۳] اس آیت سے معلوم ہوا کہ زمانہ جاہلیت میں عورتوں اور بچوں کو ورثہ نہ دیتے تھے۔ اس آیت میں اس رسم کو باطل کیا گیا۔

وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا ۝ وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝ وَ لْیَخْشَ الَّذِیْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّیَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَیْهِمْ ۪ فَلْیَتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْیَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا ۝ ع

اور عورتوں کے واسطے بھی حصہ ہے اس چیز سے کہ چھوڑ جائیں ماں باپ اور ناتے والے (رشتہ دار) خواہ ترکہ تھوڑا ہو یا بہت، حصہ مقرر کیا گیا ہے ۝ ۱؎ اور جب تقسیم کے وقت رشتہ دار (جن کا کوئی حصہ معین نہیں) اور یتیم اور مساکین آجائیں تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دو اور ان کو اچھی بات کہو ۝ ۲؎ اور چاہیئے کہ ڈریں کہ اگر وہ لوگ اپنے پیچھے اپنی ناتواں اولاد چھوڑ جائیں تو ان کا کیسا انہیں خطرہ ہو (کہ کہیں ضائع نہ ہو جائیں) پس چاہیئے کہ ڈریں اللہ سے اور سیدھی بات کہیں ۝ بیشک جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں ظلم سے وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور عنقریب جلتی آگ میں داخل ہوں گے ۝

۱؎ اس آیت سے ظاہر ہے کہ میت کے ترکہ سے غیر وارث رشتہ داروں اور یتیموں اور مسکینوں کو کچھ بطور صدقہ دینے اور قول معروف کہنے کا حکم دیا۔ زمانہ صحابہ میں اس پر عمل تھا۔ مسلمانوں میں یہ معمول ہے کہ وہ بھی اس آیت کا اتباع کرتے ہیں جس کو سوئم کہتے ہیں لیکن اسراف بے جا نہیں کرنا چاہیے اور عذر نرم لفظوں میں کر دیا جاوے۔

۲؎ قریب المرگ بیمار کے پاس اوپر والے لوگ ایسی ایسی صلاحیں دیا کرتے تھے کہ وہ حق دار وارثوں کا حق مار کر غیروں کے نام پر تیسرے حصہ سے زیادہ نام و نمود کے لئے وصیت کرے۔ ان کی ممانعت میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا کہ قیامت کے دن ایک گروہ خلقت کا قبروں سے جب اٹھے گا تو ان کے منہ، آنکھ، ناک اور کانوں سے آگ کے شعلے نکلتے ہوں گے۔ صحابہ نے پوچھا کہ حضرت وہ کون لوگ ہیں آپ نے فرمایا: ''یتیموں کا مال کھانے والے'' اور وصیت میں بے احتیاطی کی ممانعت فرمائی۔

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ ۖ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۚ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۖ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۚ وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ ۚ فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ ۚ مِن بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُونَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ۚ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١١﴾

تم[۱] کو حکم کرتا ہے خدا تمہاری اولاد کے بارے میں، مرد کا حصہ ہے دو عورتوں کے برابر پس اگر (اولاد میت کی) صرف لڑکیاں ہوں دو سے زیادہ تو ان کے واسطے دو تہائی حصہ ہے اس میں سے جو میت نے چھوڑا ہے اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو آدھا اس کو ملے گا، اور میت کے ماں باپ کے واسطے ہر ایک کو ان میں سے چھٹا حصہ اس سے جو چھوڑا گیا ہے بشرطیکہ میت کے کوئی اولاد ہو۔ پس اگر اسکے کوئی اولاد نہ ہو اور ماں باپ ہی اسکے وارث ہوں تو اس کی ماں کیلئے تہائی حصہ ہے، پس اگر میت کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے مگر یہ حصے میت کی وصیت کے نکالنے کے بعد یا ادائے قرض کے بعد تقسیم ہوں گے، تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم نہیں جان سکتے کہ ان میں کون سا تمہارے نزدیک زیادہ نفع پہنچانے میں ہے، یہ حصہ مقرر کیا گیا اللہ کی طرف سے بیشک اللہ بڑا علم و حکمت والا ہے ﴿۱۱﴾

[۱] اس آیت میں دو میراثیں بیان فرمائیں اولاد کی اور ماں باپ کی۔ اولاد میں اگر لڑکے لڑکیاں دونوں ہوں تو لڑکوں کا دوہرا حصہ ہے اور لڑکیوں کا اکہرا۔ اور اگر میت کا کوئی لڑکا نہ ہو بلکہ فقط ایک لڑکی اولاد میں ہو تو آدھا مال لیوے، اور کئی لڑکیاں ہوں تو دو تہائی مال برابر بانٹ لیویں۔ اگر میت کی اولاد ہے تو باپ کا چھٹا حصہ ہے، اور اولاد نہیں ہے تو ماں کو تہائی مال دے کر باپ کو باقی سب مال مل جاوے گا۔ اگر میت نے کچھ وصیت کی ہو یا اس کے ذمہ کچھ قرض ہو تو اجرائے وصیت اور ادائے قرض کے بعد یہ حصے ہوں گے۔ آخر آیت کا مطلب یہ ہے کہ میت کا نفع ماں باپ اولاد دونوں سے متعلق ہے۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّورَثُ كَلٰلَةً

اور [۱] تمہارے واسطے آدھا ہے اس میں سے جو تمہاری بیبیاں چھوڑ گئی ہیں اگر انکے کوئی اولاد نہ ہو، پس اگر ان کے کوئی اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی حصہ ہے بعد ادائے وصیت کے جو وہ کہہ مری ہیں یا بعد ادائے قرض کے، اور بیویوں کو تمہارے ترکہ میں سے چوتھا حصہ ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو۔ پس اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کیلئے آٹھواں حصہ ہے۔ اس میں سے جو تم نے چھوڑا ہے بعد ادائے وصیت کے کہ جو تم اسکی وصیت کر جاؤ یا قرض نکال کر، اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے۔

میراث کا بیان

[۱] حاصل مطلب یہ ہے کہ بی بی کے مال میں شوہر کا آدھا حصہ ہے جبکہ بی بی کی اولاد نہ ہو، اور اگر اس شوہر یا اور شوہر سے اولاد ہو تو شوہر کا چوتھائی حصہ مال کا ہے۔ اس طرح شوہر کے مال میں بی بی کا چوتھائی حصہ ہے جبکہ شوہر کی کوئی اولاد نہ ہو۔ اور اگر اولاد ہو تو بی بی کو آٹھواں حصہ ملے گا۔ عورت کا مہر قرض میں داخل ہے۔ اب میاں بی بی کی میراث کے بعد آیت میں بھائی بہن کی میراث کا جو ذکر ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ باپ اور بیٹے کے ساتھ بھائی بہن کو کچھ نہیں ملتا۔ جب باپ اور بیٹا نہ ہوں تو میت کے بھائی بہن کی یہ صورت ہے کہ اگر وہ بھائی بہن سگے ہوں یا فقط باپ میں شریک ہوں تو ان کا حصہ مثل میت کے اولاد کے دوہرا اور اکہرا ہے، لیکن ان کے حصہ کا ذکر اس آیت میں نہیں ہے بلکہ اس آیت میں فقط ان بھائی بہن کے حصہ کا ذکر ہے جو ماں میں شریک ہیں کہ ایک کو ان میں سے چھٹا حصہ ہے اور زیادہ کو تہائی۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ جس میت کا باپ بیٹا دونوں میں سے کوئی نہ ہو اس کو کلالہ کہتے ہیں۔ شروع رکوع سے یہاں تک حصہ داروں کا بیان ہوا۔ زیادہ تفصیل اس کی فرائض کی کتابوں میں ہے۔ اب حصہ داروں کے سوا اور قسم کے وارث ہیں جن کو عصبہ کہتے ہیں ان کا کچھ حصہ نہیں ہے۔ لیکن اگر حصہ دار نہ ہوں تو عصبہ سب مال لے لیتا ہے اور کبھی عصبہ کو حصہ داروں سے بچا ہوا سب مال مل جاتا ہے۔ جیسے اوپر گزرا کہ میت کی

اَوِ امْرَاَةٌ وَّ لَهٗۤ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنْ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِی الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصٰی بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍ ۙ غَیْرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِیَّةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَلِیْمٌ ؕ ﴿۱۲﴾ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ یُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۳﴾ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا ۪ وَ لَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ ﴿۱۴﴾ ع

ع ۲ / ۱۴

اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ہے۔ پس اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب تہائی میں شریک ہوں گے وصیت نکالنے کے بعد کہ اس کی وصیت کی گئی ہو یا ادائے قرض کے بعد جس میں اسے نقصان نہ پہنچا ہو، یہ خدا کی طرف سے حکم کیا گیا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا بردبار ہے ﴿۱۲﴾ یہ سب خدا کی حدیں مقرر کی ہوئی ہیں اور جو کوئی فرماں برداری کرے خدا کی اور اس کے رسول کی داخل کرے گا اس کو بہشتوں میں چلتی ہیں جن کے نیچے سے نہریں اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بڑی کامیابی ہے ﴿۱۳﴾ اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسول کی اور اس کی مقرر کی ہوئی حدوں سے نکل جائے اللہ اس کو آگ میں داخل کرے گا اس میں ہمیشہ رہے گا اور (یہ) اس کے لئے رسوا کرنیوالا عذاب ہے ﴿۱۴﴾

اولاد نہ ہو اور ماں باپ ہوں تو ماں کو تہائی مال دے کر باقی سب مال باپ کو مل جاتا ہے۔ اگر حصہ دار اور عصبہ دونوں نہ ہوں تو تیسری قسم ذوی الارحام کی ہے وہ ایسے قرابت دار ہیں جن میں عورت کا واسطہ ہے جیسے نانا یا نواسا، ان کا حساب بھی عصبہ کا سا ہے۔ زیادہ تفصیل فقہ کی کتابوں میں ہے۔ وصیت میں نقصان کی دو صورتیں ہیں یا تو یہ کہ تہائی سے زیادہ وارثوں کے سوا کسی اجنبی شخص کے نام وصیت کرائی جاوے یا یہ کہ جس وارث کا حصہ معین ہے، اس کو اپنی طرف سے رعایت کر کے کچھ زیادہ کی وصیت کر دے۔

وَالّٰتِیْ یَاْتِیْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَیْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ۚ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ یَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِیْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ یَاْتِیٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَی اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ

اور ۱؎ تمہاری عورتوں میں جو کوئی بدکاری کریں پس ان پر چار مرد اپنوں میں سے گواہ طلب کرو، پس اگر انہوں نے گواہی دے دی تو ان عورتوں کو بند رکھو گھروں میں یہاں تک کہ وہ مر جاویں یا اللہ ان کے واسطے کوئی راہ مقرر کرے ﴿۱۵﴾ اور جو دو مرد تم میں سے بے حیائی کا کام کریں تو ان دونوں کو سزا دو پس اگر وہ توبہ کرلیں اور نیک ہو جائیں تو ان کا پیچھا چھوڑ دو، بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ﴿۱۶﴾ ۲؎ وہ توبہ جس کا قبول کرنا اللہ نے اپنے فضل سے لازم کرلیا ہے وہ ان ہی کی ہے جو نادانی سے گناہ کر بیٹھیں، پھر جھٹ سے (فوراً) توبہ کرلیں۔

زنا کاری و توبہ اور مہر کا بیان

۱؎ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ جس کا حاصل یہ ہے کہ سورہ نور کی آیت ''اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ'' کے نازل ہونے تک بدکار عورت کو بدکاری سے باز رکھنے کے لئے گھر میں تازیست بند رکھنے کا حکم تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ سورۂ نور میں کنواری عورت و مرد کے لئے سو کوڑے مارنے اور سال بھر کی جلاوطنی کا اور بیاہے ہوئے مرد و عورت کے لئے سنگسار کرنے کا حکم دیا۔ مسند امام احمد، صحیح مسلم اور سنن میں عبادہ بن صامت سے روایت ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ سورۂ نور کی آیت کے نازل ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسی عورتوں کے تازیست گھر میں بند رکھنے کے بجائے اللہ تعالیٰ نے کنوارے مرد و عورت کے لئے سو کوڑے اور ایک برس کی جلاوطنی کا اور بیاہے ہوئے مرد و عورت کے لئے سنگسار کرنے کا حکم نازل فرمادیا اس حکم کو یاد کرلو۔

توبہ کب تک قبول ہوتی ہے؟

۲؎ توبہ کے قبول ہونے کا وقت وہی ہے کہ آدمی گناہ کر کے اضطرار کی حالت سے پہلے توبہ کرلیوے ورنہ موت کے آثار پیدا ہو جانے اور اضطرار کی حالت پیش آجانے کے وقت کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ اضطرار کی حالت کے پیش آجانے کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح فرعون نے بالکل ڈوبتے وقت توبہ کی اور قبول نہیں ہوئی، اسی طرح غرغرا لگ جانے اور دم اکھڑ جانے کے وقت

فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾ وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا

پس ایسے لوگوں پر خدا اپنی رحمت سے توجہ فرماتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا حکمت والا ہے ﴿۱۷﴾ اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہے کہ جو گناہ کرتے رہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آئے کہنے لگے کہ میں نے اب توبہ کی اور نہ ان کی (کچھ توبہ ہے) جو کافر مریں، یہ لوگ ہیں کہ ہم نے ان کے واسطے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے [1] ﴿۱۸﴾ اے مومنو! تم کو یہ حلال نہیں ہے کہ تم زبردستی سے عورتوں کے وارث بن جاؤ، اور نہ ان کو اس نیت سے روک رکھو کہ جو مہر ان کو دیا تھا اس میں سے کچھ واپس لے لو مگر اس صورت میں کہ کریں وہ کھلم کھلا بدکاری (یا شوہر کی نافرمانی تو مضائقہ نہیں)، اور گزران کرو عورتوں کے ساتھ اچھی طرح سے۔ پھر اگر وہ تم کو نہ بھاویں تو قریب ہے کہ تم کو بعض چیز ناپسند ہو

کوئی شخص توبہ کرے گا تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ توبہ قبول ہونے کے لئے آئندہ گناہ سے باز رہنے اور نیک کام کرنے کا ارادہ ضروری ہے۔

[1] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ اسلام سے پہلے یہ دستور تھا کہ مردے کے وارث بیوہ عورت کو غیر جگہ نکاح نہیں کرنے دیتے تھے۔ بلکہ مجبور کر کے خود ہی کرتے تھے اور اگر دوسرے شخص سے نکاح کرنے کی اجازت دیتے بھی تھے تو مہر کی ساری رقم یا جزو اس عورت سے خود لے لیتے تھے۔ اس دستور کو اسلام میں بند کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَّ یَجْعَلَ اللّٰهُ فِیْهِ خَیْرًا كَثِیْرًا ﴿۱۹﴾ وَ اِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْـًٔا ؕ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۲۰﴾ وَ كَیْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَ قَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّ اَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّیْثَاقًا غَلِیْظًا ﴿۲۱﴾ وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا ؕ وَ سَآءَ سَبِیْلًا ﴿۲۲﴾ ع حُرِّمَتْ عَلَیْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ

اور اس میں تمہارے ساتھ اللہ بہت بھلائی رکھے ﴿۱۹﴾ اور اگر تم چاہو بدلنا ایک بی بی کی جگہ دوسری بی بی اور ان میں سے ایک کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ واپس نہ لو، کیا بہتان باندھ کر اور صریح گناہ سے اس کو لوگے ﴿۲۰﴾ اور تم اس کو کیونکر لوگے حالانکہ ایک دوسرے سے خلوت کر چکا ہے اور عورتوں نے تم سے مضبوط عہد لیا ہے ﴿۲۱﴾ ۱؎ اور نہ نکاح کرو ان عورتوں سے کہ ان کے ساتھ تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہے مگر جو بات گزر گئی، تحقیق یہ بے حیائی ہے اور گناہ کی بات، اور بہت بری راہ ہے۔ ﴿۲۲﴾ حرام ۲؎ کی گئیں تم پر تمہاری مائیں۔

کن کن عورتوں سے نکاح حرام ہے

۱؎ جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں رواج تھا کہ اپنی ماں کے سوا باپ کے بعد اس کی دوسری عورت کو بیٹا بیاہ لیتا تھا کیونکہ باپ کی بیوی بمنزلہ ماں کے ہے۔ جس سے اس نے صحبت کی ہو خواہ نکاح کر کے یا بطریق زنا۔ یا وہ باندی ہو اس کا وہ مالک ہو کہ ان میں ہر صورت میں بیٹے کا اس سے نکاح حرام ہے۔

۲؎ ان آیتوں میں ایسی عورتوں کا ذکر فرمایا ہے جن سے نکاح حرام ہے۔ آدمی کی پیدائش جس خاندان میں ہوئی اس میں سے سات عورتیں اس شخص پر حرام ہیں وہ عورتیں یہ ہیں: ماں، بہن، بیٹی، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی ان کو محرمات نسبی کہتے ہیں۔ دودھ پلانے سے بھی جو عورتیں اس رشتے کی ہوں وہ ساتوں حرام ہیں۔ بیاہ شادی کے سبب سے ساس اور سوتیلی بیٹی کے حرام ہونے کا ذکر اس آیت میں ہے۔ سوتیلی ماں کا ذکر اوپر کی آیت میں گزرا۔ سوتیلی بیٹی کے حرام ہونے میں یہ شرط بھی ہے کہ اس کی ماں سے اس سوتیلے باپ نے صحبت بھی کی ہو۔

وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِیْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآىٕكُمْ وَرَبَآىٕبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ٘ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْكُمْ٘ وَحَلَآىٕلُ اَبْنَآىٕكُمُ الَّذِیْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًاۙ (۲۳)

اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور تمہاری بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا ہے اور تمہاری دودھ (شریک) بہنیں اور تمہاری بیبیوں کی مائیں اور بیٹیاں تمہاری بیبیوں کی جو کہ تمہاری پرورش میں رہتی ہیں ان بیبیوں سے جن سے تم نے صحبت کی ہو۔ پس اگر تم نے صحبت نہ کی ہو ان بیبیوں سے تو ان کی لڑکیوں سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں اور حرام ہیں تمہارے ان بیٹوں کی بیبیاں جو کہ تمہاری نسل سے ہیں، اور حرام ہے دو بہنوں کا جمع کرنا لیکن جو پہلے گزر چکا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۲۳)

لہ ان کی ماؤں سے طلاق یا موت وغیرہ کے ذریعہ سے قبل صحبت جدائی ہونے کی صورت میں ان کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ اس سے متبنیٰ (منہ بولے بیٹے) نکل گئے ان کی عورتوں کے ساتھ نکاح جائز ہے۔ اور رضاعی بیٹے کی بی بی بھی حرام ہے کیونکہ وہ نسبتی کے حکم میں ہے۔ پوتے پرپوتے بیٹوں میں داخل ہیں یہ بھی حرام ہیں۔ دونوں بہنوں کو نکاح میں ساتھ لانا حرام ہے۔ اسی طرح ایک عورت اور اس کی پھوپھی یا خالہ دونوں میں سے کوئی بھی اسی عورت کے ساتھ نکاح میں نہیں رکھی جاسکتی۔

شان نزول: زمانہ جاہلیت کا دستور یہ بھی تھا کہ جس کو اپنی زبان سے بیٹا کہہ کر متبنیٰ بنالیا تو پھر اس کی بیوی سے اپنا نکاح کرنا حرام جانتے تھے۔ اس بدرسم کے توڑنے کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبنیٰ زید بن حارثہ کی بیوی زینب سے ان کے طلاق دینے کے بعد نکاح کرلیا۔ اس پر مشرکین نے بہت طعن کئے، تب صلبی بیٹوں کی بیبیاں حرام ہونے کے حکم میں یہ آیت نازل ہوئی۔ جس سے متبنیٰ کی بیوی کا حرام ہونا باطل معلوم ہوا۔ (لباب المنقول)

وَّ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَ مَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ

اور ۱ وہ عورتیں جو کہ شوہر والیاں ہیں حرام کی گئیں مگر کافروں کی عورتیں جو تمہاری ملک میں آجائیں، یہ خدا کا نوشتہ ہے تم پر اور ان کے سوا اور عورتیں تمہارے واسطے حلال کی گئی ہیں یہ کہ تم بذریعہ اپنے مالوں کے نکاح طلب کرو بیوی بنانے کی غرض سے نہ کہ مستی نکالنے کے لئے، پس ۲ جن عورتوں سے تم نے (صحبت کا) لطف حاصل کیا ہے پس ان کو مہران کا مقرر کیا ہوا دو، اور نہیں ہے تم پر گناہ اس میں کہ آپس میں راضی ہو گئے یعنی (کمی مہر) پر بعد مقرر ہونے مہر کے، بیشک خدا جاننے والا پختہ کار ہے ﴿۲۴﴾ اور ۳ جس کو تم میں سے اس بات کا مقدور نہ ہو کہ وہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کرے

مہر حلال اور عورتوں کا ذکر

۱ حاصل معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ خاوند والی عورت سے دوسرے کو صحبت حرام ہے مگر جو عورتیں لوٹ میں ہاتھ آئیں وہ غنیمت کے مال کی طرح حلال ہیں، مگر اتنا انتظار صحبت کے کرنے میں ضرور ہے کہ حمل کے ہونے نہ ہونے کا حال معلوم ہو جاوے تاکہ آئندہ اولاد میں شبہ نہ پڑے کہ کس کی ہے۔

۲ اس آیت سے چند روزہ نکاح کے جائز ہونے کا مطلب نکالا ہے جس کو متعہ کہتے ہیں۔ اوائل اسلام میں یہ چند روزہ نکاح جائز تھا مگر اب قطعی حرام ہے اور قیامت تک حرام رہے گا۔ جن عورتوں سے تم نے نکاح کیا اور ان سے گھرداری کی، ان کا مہر ادا کرنا تم پر واجب ہے۔ اگر میاں بی بی کی رضامندی سے اس میں کچھ کم وبیشی ہو تو اس کا مضائقہ نہیں اللہ غیب داں ہے۔

۳ لونڈی سے نکاح جائز ہونے کی شرطیں ان آیتوں میں فرمائیں کہ جس شخص کو آزاد عورت کے مہر اور روٹی کپڑے کا مقدور نہ ہو، اور بغیر نکاح کے اس کو بدکاری میں گرفتار ہو جانے کا اندیشہ ہو تو لونڈی کے مالک کی مرضی سے ایسا شخص لونڈی سے نکاح

فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَ اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع

پس چاہئے کہ نکاح کریں ان سے جو تمہاری ملک میں مسلمان لونڈیاں ہوں، اور خدا تمہارے ایمان سے خوب واقف ہے، تم آپس میں ایک دوسرے کے برابر ہو پس تم نکاح کرو لونڈیوں کے ساتھ ان کے مالکوں کی اجازت سے اور حسب دستور ان کے مہر خوشی سے ان کو دو اس حالت میں کہ وہ پارسا ہوں نہ کہ چھنال ہوں اور نہ در پردہ آشنا بنانے والی ہوں، پھر جب وہ شوہر کی قید میں آجاویں پس اگر زنا کریں تو ان پر آدھی وہ سزا ہے جو کہ آزاد عورتوں (یعنی بیبیوں) پر مقرر ہے، نکاح لونڈیوں سے اس شخص کے واسطے ہے جسے تم میں سے بدکاری کا خوف ہو اور صبر کرنا تو تمہارے لئے بہت بہتر ہے، اور خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۲۵﴾

کرسکتا ہے، اور جب نکاح ہو جائے تو اس کا مہر جو کچھ ہو وہ دستور کے موافق پورا دینا چاہئے۔ ایسا نہ ہو کہ لونڈی ہونے کے خیال سے اس کے مہر کی ادائیگی میں کچھ حیل وحجت کی جاوے۔ اکثر سلف کا قول ہے کہ یہ مہر مالک کو ملے گا، کوئی لونڈی نکاح کے بعد اگر بدفعلی کر بیٹھے تو اس پر آزاد عورت سے آدھی مار (حد) قائم کی جاوے۔ آدمی کو بدکاری میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو اور آزاد عورت سے نکاح کے قابل نہیں ہے تو لونڈی سے نکاح کرلیوے ورنہ روک تھام کرے۔ کیونکہ نکاح کرنے اور اولاد کی آزادی کو بٹہ لگانے سے یہ روک تھام بہتر ہے۔ لیکن جن سے صبر نہ ہو سکے گا اللہ اپنی رحمت کے سبب ایسے شخص سے اسی طرح درگزر کرنے والا ہے جس طرح لونڈیوں کے نکاح کا حکم اپنے بندوں کی آسانی کے لئے نازل فرمایا ہے۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَ يَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ يَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَ يُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۫ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾

خدا چاہتا ہے کہ اپنے احکام تمہارے لئے بیان کر دے اور تمہیں راستہ دکھائے ان لوگوں کا جو تم سے پہلے تھے، اور تم پر مہربانی سے توجہ کرے اور خدا جاننے والا حکمت والا ہے ﴿۲۶﴾ اور خدا تم پر اپنی رحمت سے توجہ فرمانا چاہتا ہے اور جو شہوت کے بندے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھی راہ سے بہت دور ہٹ جاؤ ﴿۲۷﴾ خدا یہ چاہتا ہے کہ تم سے (بوجھ) ہلکا کرے اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے ﴿۲۸﴾ اے مومنو! ۲ تم آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ مگر اس وقت کہ لین دین تجارت کا ہو بعد رضا مندی ایک دوسرے کے تم میں سے (تو کوئی مضائقہ نہیں) اور اپنی جانیں قتل نہ کرو، بیشک خدا تم پر بڑا مہربان ہے ﴿۲۹﴾

کسب حلال وحرام کا ذکر

۱ ابوداؤد میں معتبر سند سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ پہلی اُمتوں کے لوگوں نے اپنی طاقت سے باہر کچھ عبادتیں اپنے پیچھے لگائیں، اور ان عبادتوں کے ادا کرنے کے لئے جنگلوں میں عبادت خانے بنائے۔ آخر سختی کے سبب سے عبادت اور عبادت خانے سب کچھ چھوڑ بیٹھے۔ پھر فرمایا کہ تم لوگوں کو ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کو ایسا عمل پسند نہیں کہ آج ہو اور کل نہ ہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کو تو وہ عمل پسند ہے جسے آدمی برابر نباہ سکے۔

۲ ان آیتوں میں انسان کی کمائی کا ذکر فرمایا کہ سود، چوری، خیانت وغیرہ یہ سب مال کے ناحق طور پر کمانے کے طریقے ہیں اور ان میں ہر ایک طریقہ کی جدا جدا ممانعت کی بڑی تفصیل سے شریعت کے احکام ہیں۔ اس کے بعد جائز اور حق طور پر کمائی

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ

اور جو کوئی ایسا (کام) کرے زیادتی سے اور ظلم سے تو عنقریب ہم اس کو دوزخ میں داخل کریں گے، اور یہ بات خدا پر آسان ہے ﴿۳۰﴾ اگر پرہیز کرو تم کبیرہ (یعنی بڑے) گناہوں سے جن سے تم منع کیے گئے ہو تو ہم بخش دیں گے تمہارے تم سے صغیرہ گناہ اور ہم تم کو عزت کے مقام میں داخل کریں گے ﴿۳۱﴾ اور ا‌ہ نہ ہوس کرو ایسے مرتبہ کی کہ بزرگی دی ہے خدا نے تم میں سے ایک کو دوسرے پر مردوں کو ان کی کمائی سے حصہ ہے۔

کے طریقے خرید وفروخت کو مستثنٰی فرما کر ذکر فرمایا خرید وفروخت کی بہت سی مختلف صورتیں ہیں، ہر ایک صورت کا شریعت میں جدا جدا حکم ہے جو فرمایا: ''نہ خون کرو آپس میں'' اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ لوگوں کا مال ناحق کھا کر اپنی جاں ہلاکت میں نہ ڈالو۔ ''اللہ کا تم پر رحم ہے''۔ کا یہ مطلب ہے کہ پچھلی امتوں کی توبہ ان کا قتل کرنا قرار پائی تھی اور تم پر ایسا سخت حکم نازل نہیں کیا جاتا۔ ''جو کوئی یہ کام کرے زور اور ظلم سے، تو ہم اس کو ڈالیں گے آگ میں اور یہ اللہ پر آسان ہے''۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی شخص خودکشی کرے گا اس پر جنت حرام ہو جاوے گی، اور اس کو ہمیشہ دوزخ میں رہنا پڑے گا۔ آگے کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کبیرہ گناہوں سے بچتے رہیں گے، اگر ان سے کچھ صغیرہ گناہ ہو جائیں گے تو نیک عملوں کے طفیل سے وہ صغیرہ گناہ خود بخود معاف ہو جائیں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص نماز، روزہ اور ادائے زکوٰۃ کا پابند ہوگا اور سات کبیرہ گناہوں سے بچے گا وہ جنت میں جاوے گا۔ اس وقت تک حج فرض نہیں ہوا تھا اس لئے حج کا ذکر نہیں فرمایا۔ اب حج بھی دین کا ایک رکن ہے۔ سات کبیرہ گناہوں کا تفصیل یہ ہے: ❶ شرک، ❷ قتل ناحق۔ ❸ جادو کرنا۔ ❹ سود کھانا۔ ❺ یتیم کا مال کھانا۔ ❻ جہاد سے بھاگنا۔ ❼ پارسا عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا۔

حسد کا بیان اور میاں بیوی کے حقوق کا ذکر

لہ **شانِ نزول:** آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بعض عورتوں نے حسد کے طور پر یہ کہا تھا کہ مرد جہاد میں جاتے ہیں، اس لئے ان کو لوٹ کے مال میں حصہ ملتا ہے اور جہاد کا ثواب بھی پاتے ہیں اور میراث میں بھی مردوں کا دوہرا حصہ ہے۔ عورتیں بڑے ٹوٹے (نقصان) میں ہیں کہ ان باتوں سے محروم ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اللہ عالم الغیب ہے

وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَاۤ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ

اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس چیز سے کہ جوانہوں نے حاصل کیا ہے، اور اللہ سے اس کا فضل مانگو، البتہ خدا ہر چیز کا جاننے والا ہے ﴿۳۲﴾ اور [۱] مقرر کیے ہم نے وارث واسطے ہر چیز کے اس میں سے کہ چھوڑ گئے ہیں ماں باپ اور ناطے والے (رشتہ دار) اور وہ لوگ کہ جن سے تمہارا عہد بندھ چکا ہے پس تم ان کو ان کا حصہ دو بے شک خدا کے سامنے ہر چیز حاضر ہے ﴿۳۳﴾ مرد [۲] تدبیر کے کام کرنے والے حاکم ہیں عورتوں پر بسبب اس کے کہ بزرگی دی ہے اللہ نے بعض آدمیوں کو بعض پر اور بسبب اس کے کہ مردوں نے ان پر اپنے مال خرچ کیے ہیں۔

جس کو جو فضل دیا وہ عین حکمت ہے، بندے کو چاہیے کہ وہ اس کی رضا پر راضی رہے۔ مرد جہاد سے ثواب حاصل کرتے ہیں تو عورتیں شوہروں کی اطاعت اور پاک دامنی سے ثواب حاصل کر سکتی ہیں۔

[۱] میراث رشتہ داری پر ہے اور قول کے بھائیوں سے زندگی میں سلوک کیا جاتا ہے یا مرتے وقت کچھ وصیت کی جاتی ہے۔

[۲] **شانِ نزول:** انصار میں سے ایک صحابی نے اپنی بی بی کو کسی خطا پر ایک طمانچہ مارا۔ اس عورت کا باپ اس عورت کو لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس فریاد کو آیا آپ نے قصاص کا حکم دیا۔ یہ دونوں راستہ میں تھے جو یہ آیت نازل ہوئی۔ اس وقت حضور نے قصاص کا حکم موقوف رکھا، حاصل یہ ہے کہ عورت پر مرد کا بڑا حق ہے۔ ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر روئے زمین پر کسی آدمی کو آدمی کے سجدہ کرنے کا حکم ہوتا تو میں عورت کو خاوند کے سجدہ کا حکم دیتا۔ حضور نے فرمایا کہ جو عورت نماز پڑھے اور روزہ رکھے اور بدکاری سے بچے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے وہ جس دروازہ سے چاہے جنت میں جا سکتی ہے۔ مرد عورتوں کے حاکم ہیں عورتیں اپنے شوہروں کے پیٹھ پیچھے شوہر کی عزت وحرمت اور اس کے مال کی حفاظت کرنے والیاں ہیں۔ اللہ نیک عورتوں کو شوہر کی عزت اور اس کے مال کی حفاظت کی توفیق دیتا ہے۔ جو عورتیں اپنے شوہر کی فرمانبردار نہ ہوں، ایسی عورتوں کو پہلے سمجھاؤ اور پھر بات چیت کرنی چھوڑ دو۔ پھر

فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ وَ الّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَ اهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَ اضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾ وَ اِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَاۤ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

پس جو نیک عورتیں فرمانبردار ہیں شوہر کی پیٹھ پیچھے (اپنی عفت اور ان کے مال اور ان کے راز کی) حفاظت رکھتی ہیں جس طرح اللہ نے حفاظت کا حکم دیا، اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو پس ان کو نصیحت کرو اور ان کو ساتھ نہ سلاؤ اور ان کو مارو، پس اگر وہ تمہاری فرمانبرداری کریں تو تم بھی نہ نکالو ان پر کوئی راہ (یعنی الزام) بے شک خدا بلند بڑا ہے ﴿۳۴﴾ [1] اور اگر تم کو جھگڑے کا خوف ہو میاں اور بیوی میں مقرر کرو ایک پنچ میاں کے کنبہ والوں کی طرف سے اور ایک پنچ بیوی کے کنبہ والوں کی طرف سے، اگر یہ دونوں پنچ صلح کرانا چاہیں گے تو البتہ خدا میاں بیوی میں موافقت کر دے گا، بیشک خدا جاننے والا خبردار ہے ﴿۳۵﴾

مجبوری سے آخری درجہ مارنے کی اجازت ہے لیکن وہ مار ایسی ہو جس سے زخم نہ پڑ جائے اور منہ پر نہ مارنا چاہیے۔ عورت کی عادت میں ایک کجی ہے جو کوئی اس کجی کو برداشت کرے گا تو وہ عورت کے ساتھ زندگی بسر کر سکتا ہے۔ حدیث میں یہ بھی ہے کہ میاں کا بیوی پر یہ بھی حق ہے کہ بیوی کسی ایسے شخص کو گھر میں نہ آنے دیوے، جس کے آنے کا اس کا میاں روادار نہ ہو۔ بیوی کا میاں پر یہ حق ہے کہ میاں اپنے مقدور کے موافق اس کو روٹی کپڑا اچھی طرح سے دیوے۔ آخر کو یہ فرمایا کہ اللہ سب سے بالا اور بڑا ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم کیا ہے، لیکن اللہ سب کا حاکم اور مالک ہے۔ کوئی مرد عورت پر بے جا زیادتی کرے گا تو اس کو قیامت کے دن اللہ کے روبرو اس کی جوابدہی کرنی پڑے گی۔

[1] اللہ تعالیٰ عزوجل کو میاں بیوی کا ملاپ پسند ہے اور طلاق ناپسند ہے پنچوں (پنچایت کا سربراہ) کی توجہ ملاپ کی طرف زیادہ دی ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۙ ﴿۳۶﴾ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ

اور اللہ کی عبادت کرو ۱؎ اور نہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور قرابتداروں کے ساتھ اور یتیموں کے ساتھ اور غریبوں کے ساتھ اور پاس کے ہمسائے کے ساتھ اور دور کے ہمسائے کے ساتھ اور ہم مجلس کے ساتھ اور مسافر کے ساتھ اور اپنے باندی غلام کے ساتھ، بیشک خدا دوست نہیں رکھتا اس شخص کو جو تکبر کرنے والا شیخی کرنے والا ہے ﴿۳۶﴾ اور ۲؎ دوست نہیں رکھتا ہے ان کو کہ خود بخل کریں۔

ماں باپ وغیرہ کے درجہ بدرجہ حقوق کا بیان

۱؎ سب سے بڑا حق انسان پر اللہ تعالیٰ کا ہے جس نے انسان کو اور انسان کی سب ضرورتوں کی چیزوں کو پیدا کیا، تو انسان کا خالق و رازق وحدہ لاشریک ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا حق اللہ پر یہ ہے کہ وہ ان کو جنت میں داخل کرے گا''۔ ماں باپ کے ساتھ احسان کرنا یہ ہے کہ جہاں تک ہوسکے ان کی خدمت کرے کوئی بات ان کی شان کے برخلاف نہ کرے۔ قرآن شریف کی اکثر آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے بعد ماں باپ کے احسان کا ذکر فرمایا ہے جس سے ہر کوئی ماں باپ کے درجہ کو سمجھ سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جس شخص نے اپنے ماں باپ دونوں کو یا ان میں سے ایک کو ضعیفی میں پایا اور ان کی ہر طرح کی خدمت کرکے اپنے آپ کو جنت کا مستحق نہ ٹھہرایا تو ایسا شخص بڑا بدنصیب ہے''۔ جس شخص کو یہ منظور ہو کہ اس کی عمر بڑھے اور رزق میں کشائش ہو تو وہ اپنے رشتہ داروں سے سلوک کیا کرے۔ یتیم کے ساتھ شفقت سے پیش آنے والا شخص جنت میں ایسے قریب ہوں گے جس طرح دو انگلیاں ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ حاجت مند کی حاجت رفع کرنے والے کو قیامت کے دن مجاہدین کا سا اجر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام مجھے ہمیشہ ہمسایوں کے ساتھ احسان کرنے کی تاکید کرتے رہے۔

۲؎ یہود لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بیان کرنے میں بخل کرتے اور چھپاتے تھے، صدقہ اور خیرات میں خود بھی بخیلی کرتے تھے۔ اس پر یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ جس نیک عمل میں دکھاوے کی شرکت ہے وہ عمل ہرگز قبول نہیں ہے۔ بخل اور بدمزاجی یہ دو خصلتیں کسی مسلمان میں نہیں ہونی چاہئیں۔ ہر آدمی کے ساتھ ایک شیطان اور ایک فرشتہ رہتا ہے۔ شیطان ہمیشہ برے کاموں کی رغبت دلاتا ہے اور فرشتہ اچھے کاموں کی۔

وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَ يَكْتُمُوْنَ مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۚ﴿۳۷﴾ وَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَ مَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿۳۸﴾ وَ مَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿۳۹﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَ اِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَ يُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۴۰﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿۴۱﴾ؕ

اور لوگوں سے بخل کے واسطے کہیں اور چھپائیں وہ چیز کہ خدا نے ان کو اپنے فضل سے دی ہے اور تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں کے واسطے عذاب رسوا کرنے والا ﴿۳۷﴾ اور جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو لوگوں کے دکھانے کے واسطے اور خدا پر ایمان رکھنے والے نہیں ہیں اور روز قیامت پر اور جس کا ساتھی شیطان ہے پس وہ ایک برا ساتھی ہے ﴿۳۸﴾ اور کیا نقصان تھا ان کا اگر ایمان لاتے خدا پر اور قیامت کے دن پر اور راہ خدا میں خرچ کرتے اس میں سے جو کچھ ان کو خدا نے دیا ہے، اور خدا ان کو خوب جاننے والا ہے ﴿۳۹﴾ [۱] تحقیق خدا ظلم نہیں کرتا ہے ایک ذرہ بھر اور اگر نیکی ایک ذرہ بھر ہو تو اس کو دوگنا کرتا ہے اور دیوے اپنے پاس سے بڑا اجر ﴿۴۰﴾ پس [۲] کیا حال ہوگا اس وقت کہ جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہی دینے والا لاویں گے اور اے محبوب تم کو ان سب لوگوں پر گواہ بنا کر لاویں گے ﴿۴۱﴾

[۱] جب ذرہ ذرہ بھر کا قیامت میں اللہ تعالیٰ ان کو اجر دوگنا چوگنا دینے کا وعدہ فرماتا ہے تو پھر کیوں لوگ نیک کاموں سے رک کر اپنے اتنے بڑے اجر کو ضائع کرتے ہیں، اور دکھاوے کے عمل کیوں کرتے ہیں۔

[۲] حساب کے وقت حضرت نوح سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہم السلام تک کے منکر لوگوں سے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ باوجود انبیاء (علیہ السلام) کی ہدایتوں کے تم لوگ منکر کیوں رہے، یہ لوگ انبیاء کی ہدایت کا انکار کر کے صاف مکر جاویں گے، اس پر سب

يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ عَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَ لَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ وَ لَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِىْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ؕ وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى

اس دن آرزو کریں گے وہ لوگ کہ کافر ہوئے اور رسول کی نافرمانی کی، کاش انہیں (مٹی میں دبا کر) زمین برابر کردی جائے، اور کوئی بات خدا سے نہ چھپا سکیں گے ﴿۴۲﴾ [۱] اے مومنو! نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ (یعنی نہ پڑھو) یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو جو کچھ زبان سے کہتے ہو [۲] اور نماز کے قریب نہ جاؤ ناپاکی کی حالت میں جب تک کہ غسل نہ کرلو مگر [۳] مسافرت میں اور اگر ہو تم بیمار،

انبیاء کہیں گے کہ حضرت محمد آخرالزماں نبی ﷺ ہیں، ان کی شریعت میں ہر زمانہ کے نبی کی ہدایت کرنے کی تصدیق موجود ہے، پھر آنحضرت ﷺ اور آپ کی امت کے لوگ حاضر کئے جاویں گے وہ گواہی دیں گے۔ اس پر نادم ہو کر یہ منکر لوگ جانوروں کو خاک ہوتا ہوا دیکھ کر اپنے خاک ہو جانے کی آرزو کریں گے۔ اس گواہی کے بعد آنحضرت ﷺ اپنی امت کی نیکیوں کی گواہی قیامت تک کی ادا فرماویں گے۔ اسی واسطے امت کے اعمال آپ کے روبرو پیش ہوتے رہتے ہیں، تاکہ گواہی کے لئے آپ کو امت کے اعمال کی اطلاع رہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے روز تم لوگ درود زیادہ پڑھا کرو اس دن تمہارے درود میرے روبرو پیش ہوتے ہیں۔

شراب کے حرام ہونے کا حکم

[۱] ان آیتوں میں نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے منع فرمایا گیا تو مسلمانوں نے نماز کے اوقات میں شراب ترک کردی لیکن اس کے بعد شراب بالکل حرام کردی گئی۔

[۲] ناپاکی کی حالت میں مسجد سے گزرنے کا بڑا تردد ہوتا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ناپاک آدمی کو مسجد سے گزر جانے کی اجازت فرمائی۔ ناپاک آدمی کے حکم میں حیض و نفاس والی عورت بھی ہے۔ اکثر علماء کا قول ہے کہ ناپاک آدمی کو مسجد میں ٹھہرنا جائز نہیں ہے اسی طرح قرأت قرآن اور طواف بھی منع ہے۔

تیمم کا طریقہ

[۳] **شان نزول**: ایک سفر میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھیں، حضرت عائشہ رضی اللہ

اَوْ عَلٰی سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَیْدِیْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۴۳﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ اُوْتُوْا نَصِیْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ یَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِیْلَ ؕ ﴿۴۴﴾

یا سفر میں یا تم سے کوئی جائے ضرور سے ہو کر آوے یا عورتوں سے صحبت کی ہو پھر تم کو پانی نہ ملے تو پاک مٹی سے تیمم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کرو بے شک خدا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے ﴿۴۳﴾ کیا[1] تم نے ان لوگوں کی طرف نہ دیکھا کہ جن کو ملا ہے ایک حصہ کتاب سے مول لیتے ہیں گمراہی کو اور چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ سے بہک جاؤ ﴿۴۴﴾

عنہا کے گلے کا ہار گر پڑا۔ اس کے ڈھونڈنے میں صبح تک قافلہ روانہ نہ ہو سکا، یہاں تک کہ صبح کی نماز کا وقت آ گیا۔ اس جنگل میں سب قافلہ کے وضو کے لئے پانی نہ تھا، اس سبب سے لوگ بہت گھبرائے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے تیمم کا حکم نازل فرمایا۔ اس حکم کی خوشی میں پھر سب نے مل کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہت دعائیں دیں۔ تیمم کی یہ حدیں ہیں، پہلے تیمم کرنے والا دل سے پاکی حاصل کرنے کی نیت کرے، پھر بسم اللہ کہہ کر اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اندر کی طرف سے پاک مٹی پر ہاتھ مار کر آگے کو کھینچے اور انگلیوں کو کشادہ رکھے اور دونوں ہاتھوں کو جھاڑے، پھر اول مرتبہ چہرہ کا مسح کرے اور دوسری مرتبہ ضرب مار کر دونوں ہاتھوں کا مسح کرے کہنیوں تک، یہ دو ضربیں ہیں۔

[1] توریت سے انہوں نے صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کو پہچانا اور آنحضرت ﷺ کا جو بیان تھا اس حصہ سے وہ محروم رہے اور آپ کی نبوت کے منکر ہو گئے۔

شان نزول: یہ آیت رفاعہ بن زید اور مالک بن وخشم یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی۔ یہ دونوں جب رسول اللہ ﷺ سے بات کرتے تو زبان ٹیڑھی کر کے بولتے۔ اس قسم کی شرارتیں کرتے تھے۔ اے مسلمانو! اس نے تمہیں بھی ان کی عداوت سے خبردار کر دیا تو چاہیے کہ ان سے بچے رہو۔ جس کا کارساز اللہ ہو اسے کیا اندیشہ ہے۔ اللہ کی لعنت اور پھٹکار کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں پر اللہ کی رحمت نہ ہو گی۔ اگرچہ یہ قصہ یہود کا ہے لیکن اس امت میں بھی اب وہ حالت یعنی گناہوں کی کثرت اور علماء کی چشم پوشی کی پیش آوے گی تو اس طرح کے کسی عذاب کے آنے کا خوف ہے۔ حضور ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا "اے لوگو! نیک باتوں کی تاکید اور بری باتوں کی ممانعت انجان لوگوں کو کرتے رہو ورنہ جب یہ بات تم میں نہ رہے گی تو کوئی نہ کوئی اللہ کا عذاب آوے گا"۔

وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآىٕكُمْؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِیًّا٘ۙ وَّ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِیْرًا(۴۵) مِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَ یَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَ عَصَیْنَا وَ اسْمَعْ غَیْرَ مُسْمَعٍ وَّ رَاعِنَا لَیًّۢا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ طَعْنًا فِی الدِّیْنِؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا وَ اسْمَعْ وَ انْظُرْنَا لَكَانَ خَیْرًا لَّهُمْ وَ اَقْوَمَۙ وَ لٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا(۴۶) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰۤى اَدْبَارِهَاۤ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّاۤ اَصْحٰبَ السَّبْتِؕ وَ كَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا(۴۷)

اور خدا خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو، اور خدا کافی ہے حمایت کے لئے اور خدا کافی ہے مدد دینے والا(۴۵) ایک گروہ ہے یہود میں سے تبدیل کرتے ہیں کلموں کو ان کی جگہ سے، اور کہتے ہیں سنا ہم نے اور نہ مانا ہم نے اور سنئے آپ سنائے نہ جائیں اور راعنا کہتے ہیں اپنی زبان کو پھیر کر اور دین میں طعنہ مارتے ہیں، اور اگر وہ کہتے کہ ہم نے سنا اور ہم نے مانا اور حضور ہماری بات سنیں اور حضور ہم پر نظر فرماویں تو ان کے لئے بھلائی اور بہت درست ہوتا ولیکن اللہ نے ان پر ان کے کفر کی وجہ سے لعنت کردی ہے پس ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے(۴۶) ؎ اے اہل کتاب! ایمان لاؤ اس پر جو نازل کیا ہم نے تصدیق کرنے والا اس چیز کا جو تمہارے پاس ہے اس دن سے پہلے کہ ہم بہت سے چہرے بگاڑ دیں پس پھیریں ہم ان کو ان کی پیٹھوں کی طرف یا لعنت کریں ہم ان کو جیسا کہ لعنت کی ہم نے ہفتہ والوں پر اور خدا کا حکم ہو کر رہتا ہے(۴۷)

؎ یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ ان لوگوں کو توریت کی ہدایت کے موافق قرآن اور نبی آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانا ہے تو یہ لوگ جلدی کریں، ورنہ پچھلے لوگوں کی طرح ملعون ٹھہرا کر ان کی شکلیں بدل دی جاویں گی۔ اس کا حکم ایسا زبردست ہے کہ ایک کُن کے کہنے سے سب کچھ ہوگیا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ؕ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ

بیشک ۱؎ خدا اس کو نہیں بخشتا ہے کہ اس کا شریک مقرر کیا جاوے اور سوائے اسکے بخشتا ہے جس کو چاہے، اور جو کوئی خدا کا شریک مقرر کرے بیشک اس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا ﴿۴۸﴾ کیا تم نے ۲؎ ان لوگوں کی طرف دیکھا جو خود اپنی ستھرائی بیان کرتے ہیں بلکہ اللہ جسے چاہے پاکیزہ کرے اور نہ ظلم کئے جائیں گے مقدار ایک تاگے کے ﴿۴۹﴾ دیکھو (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیونکر خدا پر جھوٹ باندھتے ہیں اور یہ صریح گناہ کافی ہے ﴿۵۰﴾ ۳؎ کیا نہ دیکھا تم نے ان لوگوں کی طرف جن کو ایک حصہ کتاب کا دیا گیا وہ مانتے ہیں بت اور شیطان کو، اور کہتے ہیں مشرکوں کے حقوق میں کہ وہ

شرک کا بیان

۱؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جو کفر پر مرے اس کی بخشش نہیں اس کے لئے ہمیشگی کا عذاب ہے، اور جس نے کفر نہ کیا ہو خواہ کتنا ہی گنہگار ہو اور بے توبہ بھی مر جائے تو اس کے لئے مغفرت اللہ کے اختیار میں ہے۔ چاہے معاف فرما دے یا اس کے گناہوں پر عذاب کرے پھر اپنی رحمت سے جنت میں داخل فرمائے۔

۲؎ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی جو اپنے آپ کو اللہ کا پیارا بتاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہود اور نصاریٰ کے سوا کوئی جنت میں نہیں داخل ہوگا۔ اس آیت میں بتا دیا گیا ہے کہ انسان کا دینداری اور صلاح و تقویٰ اور قرب و مقبولیت کا مدعی ہونا اپنے منہ سے اپنی تعریف کرنا کام نہیں آتا۔

۳؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی بے ایمانی دیکھنے کے قابل ہے کہ دنیا کی ایک غرض کے سبب سے انہوں نے اہل کتاب ہو کر شرک کو توحید سے اور مشرکوں کو موحدوں سے اچھا بتلایا۔ ایسے بے ایمانوں پر اللہ کی پھٹکار ہے اور جس پر اللہ کی پھٹکار ہو اس کو دنیا اور آخرت میں اللہ کے عذاب سے کوئی بچا نہیں سکتا۔

اَهْدٰى مِنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سَبِیْلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَ مَنْ یَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا ﴿ؕ۵۲﴾ اَمْ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا یُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِیْرًا ﴿ۙ۵۳﴾ اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَیْنَاۤ اٰلَ اِبْرٰهِیْمَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ اٰتَیْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِیْمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَ كَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِیْرًا ﴿۵۵﴾

مسلمانوں سے زیادہ راہ پانے والے ہیں ﴿۵۱﴾ یہ لوگ اس گروہ سے ہیں کہ ان پر خدا نے لعنت کی ہے، اور جس پر خدا لعنت کرے تو ہرگز کوئی اس کا مددگار نہ پاوے گا ﴿۵۲﴾ لـ کیا ان کا سلطنت میں کچھ حصہ ہے (اگر ایسا ہو) تو یہ لوگوں کو ایک تل بھر نہ دیں ﴿۵۳﴾ کیا حسد کرتے ہیں لوگوں پر (کافر) جو کچھ دیا ہے ان کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے، بیشک دی ہم نے اولاد ابراہیم کو کتاب اور دانائی اور دی ہم نے ان کو سلطنت بڑی ﴿۵۴﴾ پھر اس میں سے کچھ لوگ تو ایمان لائے اس کتاب پر اور ان میں سے کسی نے اس سے منہ پھیرا اور کافی ہے دوزخ جلتی آگ ﴿۵۵﴾

لـ ان آیتوں میں یہ فرمایا کہ یہود کی یہ دشمنی اس سبب سے ہے کہ نبی آخر الزماں (ﷺ) بنی اسمٰعیل میں سے کیوں ہوئے اولاد اسحٰق میں سے کیوں نہ ہوئے۔ حالانکہ بنی اسمٰعیل اور بنی اسحاق دونوں کا سلسلہ ابراہیم علیہ السلام سے ملتا ہے اور ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے اسحاق کی اولاد میں ایک مدت دراز تک نبوت، بادشاہت سب کچھ رہا، اب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دوسرے بیٹے اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں ایک نبی آخر الزماں کے پیدا ہونے سے نبی آخر الزماں کے ساتھ ان لوگوں کی اس قدر دشمنی فقط ان لوگوں کی بخیلی کے سبب سے ہے۔ کیونکہ ان کی بخیلی کی عادت یہاں تک بڑھی ہوئی ہے کہ ان کے قبضہ میں ایک سلطنت بھی ہو تو یہ لوگ اس میں سے ایک تل برابر چیز کسی کو نہ دیویں۔ آنحضرت ﷺ کی تسکین کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں یہ بھی فرمایا کہ ان لوگوں کی مخالفت اللہ کے نبی کے ساتھ کچھ نئی نہیں ہے، بلکہ نبی آخر الزمان (ﷺ) کے بنی اسمٰعیل میں پیدا ہونے کا تو ایک حیلہ ہے۔ یہ لوگ ایسوں کی اولاد ہیں جنہوں نے خود اپنے گھرانے کے نبیوں کے ساتھ بڑی مخالفتیں کر کے بعضے نبیوں کو شہید کر ڈالا۔ آخر کو فرمایا: ''یہ لوگ ہوں یا ان کے بڑے ایسے لوگوں کو جہنم کی دہکتی آگ کی سزا کافی ہے''۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ﴿۵۶﴾ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ٚ وَّ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِیْلًا ﴿۵۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا یَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ

بیشک جو لوگ کہ منکر ہوئے [۱] ہماری آیتوں سے عنقریب ہم انکو داخل کریں گے آگ میں جس وقت کہ انکی کھالیں پک جاویں گی اس کے بدلے میں ہم اور دوسری کھالیں پیدا کریں گے ان کے سوا تا کہ وہ عذاب کا مزا چکھیں، بیشک خدا غالب مضبوط کام والا ہے ﴿۵۶﴾ اور وہ لوگ کہ ایمان لائے اور کام کئے اچھے جلد داخل کریں گے ہم انکو باغوں میں کہ چلتی ہیں نیچے سے انکے نہریں ہمیشہ ان میں رہیں گے انکے واسطے اس جگہ پاک عورتیں ہوں گی اور ہم ان کو عمدہ سایہ میں داخل کریں گے (یعنی براحت تمام [۲]) ﴿۵۷﴾ بیشک خدا فرماتا ہے تم کو کہ تم امانتوں کو امانت والوں کے پاس پہنچا دو اور فرماتا ہے کہ جب لوگوں میں فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو، تحقیق خدا تم کو بہت ہی اچھی نصیحت کرتا ہے۔

شرک کرنے والوں کا ذکر

[۱] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ تھوڑی سی دیر میں دوزخیوں کی کھالیں کئی دفعہ بدلی جاویں گی، یہ ان لوگوں کا حال ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے منکر ہونے کے سبب سے ہمیشہ دوزخ میں رہنے والے ہیں۔ جو لوگ دوزخ سے نکل کر جنت میں داخل ہونے والے ہیں ان کی کھال نہیں بدلی جاوے گی بلکہ وہ ایک دفعہ کے جلنے میں مر کر کوئلے ہو جاویں گے۔ پھر ان کوئلوں کو نہر حیات میں غوطہ دیا جائے گا جس سے وہ زندہ ہو جاویں گے اور پھر ان کو جنت میں جانے کا حکم ہوگا۔

[۲] **شان نزول:** فتح مکہ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن طلحہ خادم کعبہ سے کعبہ معظمہ کی کنجی لے لی، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے وہ کنجی انہیں واپس دے دی اور فرمایا کہ اب یہ کنجی ہمیشہ تمہاری نسل میں رہے گی۔ اس پر عثمان

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ۭ

بیشک خدا سنتا ہے دیکھتا ہے ﴿۵۸﴾ لے اے مومنو! فرمانبرداری کرو خدا کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور صاحبان حکومت کی اپنوں میں سے، پس اگر کسی چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے تو اسے رجوع کرو اللہ اور رسول کی طرف اگر ایمان رکھتے ہو خدا پر اور قیامت کے دن پر، یہ بہتر بات ہے اور اسکا انجام اچھا ہے (باعتبار عاقبت کے) ﴿۵۹﴾ کیا تم نے ان لوگوں کی طرف ۲ نہ دیکھا کہ جن کا دعویٰ ہے کہ وہ ایمان لائے اس پر کہ جو نازل کیا گیا ہے تمہاری طرف اور جو نازل کیا گیا ہے تم سے پہلے، پھر چاہتے ہیں کہ شیطان کو اپنا پنچ بنائیں۔ حالانکہ یہ حکم دیا گیا ہے انکو کہ معتقد نہ ہوں اسکے۔

بن طلحہ اسلام لائے۔ مطلب یہ ہے کہ اصحاب امانات اور احکام کو امانتیں دیانتداری کے ساتھ حق کو ادا کرنے اور فیصلوں میں انصاف کرنے کا حکم دیا اور فرائض نبی، اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں ان کی ادائیگی بھی اس حکم میں داخل ہے۔

لے ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت اللہ ہی کی اطاعت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ مسلم امراء و حکام کی اطاعت واجب ہے جب تک وہ حق کے موافق رہیں۔ اگر حق کے خلاف حکم کریں تو ان کی اطاعت نہیں۔ اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ احکام تین قسم کے ہیں: ① ایک وہ جو ظاہر کتاب یعنی قرآن سے ثابت ہوں، ② دوسرے حدیث سے ظاہر ہوں۔ ③ تیسرے قرآن و حدیث سے بطریق قیاس رجوع کرنے سے۔

۲ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ منافق لوگ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کا ایمان پورا نہیں ہے، کیونکہ اس سے پہلے اللہ نے انہیں رسول وقت کے حکم کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی بات ماننے سے منع کیا ہے۔

وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ﴿۶۱﴾ فَكَيْفَ اِذَاۤ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖۗ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّاۤ اِحْسَانًا وَّ تَوْفِيْقًا ﴿۶۲﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۗ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ عِظْهُمْ وَ قُلْ لَّهُمْ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيْغًا ﴿۶۳﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ

اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ ان کو گمراہ کر کے بہت دور ڈال دے ﴿۶۰﴾ اور جب ان کو کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ کی اتاری ہوئی کتاب اور رسول کی طرف تو تم دیکھتے ہو کہ منافق تم سے منہ موڑ کر پھر جاتے ہیں ﴿۶۱﴾ پس کیا حال ہوگا اس وقت کہ جب ان پر کوئی مصیبت پڑے بدلہ اس کا جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا پھر تمہارے پاس آتے ہیں قسمیں کھاتے ہوئے بخدا ہم نے تو فقط بھلائی اور موافقت ہی چاہی تھی ﴿۶۲﴾ یہ وہ لوگ ہیں کہ جانتا ہے خدا جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، پس تم ان سے چشم پوشی کرو اور ان کو نصیحت کرو اور کہو ان سے بات اثر کرنے والی ان کے دلوں میں [۱] ﴿۶۳﴾ اور ہم نے ہر ایک رسول کو خاص اسی لئے بھیجا کہ فرمانبرداری کی جائے خدا کے حکم کی، اور اگر یہ لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تمہارے پاس آویں پھر خدا سے معافی چاہیں۔

رسول کی نافرمانی کا ذکر

[۱] اس آیت میں اس زمانہ کے عام منافقوں کو اللہ تعالیٰ نے یہ ہدایت فرمائی کہ کچھ اس زمانہ پر منحصر نہیں ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام پہلے صاحب شریعت رسول سے لے کر آخر الرسل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تک اللہ تعالیٰ نے جتنے رسول بھیجے ہیں ان سب کے حق میں اللہ کا یہی ایک حکم تھا کہ ہر وقت کی امت پر اللہ کے رسول کی فرمانبرداری فرض ہے۔

وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٤﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ ۖ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ﴿٦٦﴾

اور بخشش مانگیں ان کے لئے رسول، تو ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں ۱؎ ﴿٦٤﴾ پس قسم ہے تمہارے پروردگار کی یہ لوگ مسلمان نہ ہوں گے جب تک اپنے آپس کے جھگڑے میں تمہیں حاکم نہ بنائیں پھر ان کے دل میں تمہارے فیصلہ سے کچھ ناراضگی بھی پیدا نہ ہو اور اس کو بخوشی قبول بھی کرلیں ۲؎ ﴿٦٥﴾ اور اگر ہم یہ بات ان پر فرض کردیتے کہ تم اپنی جان آپ ہلاک کرو یا نکل جاؤ اپنے گھروں سے تو اس کو ان میں سے بہت ہی کم لوگ کرتے اور اگر یہ لوگ کرتے جس بات کی ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو اس میں البتہ ان کے واسطے بہتر ہوتا اور پختگی ہوتی دین کی مضبوطی میں ﴿٦٦﴾

۱؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی قسم کھا کر فرمایا کہ رسول وقت کے فیصلے اور حکم پر جو کوئی دل سے پابندی اختیار نہ کرے گا وہ ہرگز مسلمان نہیں ہے۔ جو لوگ قول رسول کے مقابلہ میں صریح قول رسول کو چھوڑ کر ادھر ادھر کے قولوں کو مانتے ہیں۔ ان کی نسبت پورا خوف ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنی قسم پوری کرے اور ان لوگوں کو پورے مسلمان کے زمرے میں شمار نہ فرماوے۔

۲؎ ان آیتوں میں یہ فرمایا کہ حال کی شریعت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی فرمانبرداری لازم کردی ہے، وہ بھی ایسے مسلمانوں سے پوری نہیں ہوسکتی جن کا ذکر اوپر کی آیتوں میں گزرا۔ ایسی حالت میں قتل نفس یا جلا وطنی کا کوئی حکم حال کی شریعت میں نازل ہوتا تو بہت تھوڑے لوگ اس پر عمل کرتے۔ پھر فرمایا حال کی شریعت میں جن باتوں کے کرنے اور نہ کرنے کا حکم ہے۔ اگر حال کے مسلمان نیک نیتی سے اسی کی پوری پابندی کریں گے تو ان کی بہتری اور ان کی فرمانبرداری کی مضبوطی کی نشانی ہے، اور جب یہ لوگ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ اپنی توفیق سے ان کو ہمیشہ راہ راست پر قائم رکھے گا، اور ان کے تھوڑے سے عملوں کا بہت سا ثواب اپنے پاس سے عطا فرما کر ان کی نجات فرمائے گا۔

وَّ اِذًا لَّاٰتَیْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّاۤ اَجْرًا عَظِیْمًاۙ﴿۶۷﴾ وَّ لَهَدَیْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا﴿۶۸﴾ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓىٕكَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓىٕكَ رَفِیْقًاؕ﴿۶۹﴾ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِیْمًا۠﴿۷۰﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِیْعًا﴿۷۱﴾

اور اس وقت البتہ ہم دیتے ان کو اپنے پاس سے بڑا اجر ﴿۶۷﴾ اور ہم ان کو ضرور سیدھی راہ کی ہدایت کرتے ﴿۶۸﴾ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانے پس [۱] یہ جماعت ان کے ساتھ ہے کہ جن پر خدا نے فضل کیا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہدا اور نیک لوگ، اور کیا ہی اچھے ساتھی یہ لوگ ہیں ﴿۶۹﴾ یہ فضل خدا کی طرف سے ہے اور خدا کافی ہے جاننے والا [۲] ﴿۷۰﴾ اے مسلمانو! اپنے ہتھیار لو پھر (دشمن کی طرف) نکلو گروہ گروہ ہو کر یا نکلو اکٹھے ہو کر ﴿۷۱﴾

جنت اور جہاد کا ذکر

[۱] **شان نزول:** آنحضرت ﷺ سے آپ کے غلام ثوبان اور چند صحابہ کرام نے ایک روز عرض کیا کہ دنیا میں تو جب ہمارا دل آپ کے دیکھنے کا مشتاق ہوتا ہے تو ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو دیکھ لیتے ہیں مگر جنت میں تو آپ عالی مقام میں تشریف رکھتے ہوں گے اور ہم لوگ اپنے اپنے درجہ پر ہوں گے، وہاں ہم لوگ آپ کو کیونکر دیکھ سکیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ معنی آیت کے یہ ہیں کہ "جنت میں اوپر کے درجہ کے لوگ نیچے کے درجہ والوں سے اور نیچے کے درجہ والے اوپر کے درجہ والوں سے ملتے رہیں گے" **نبی** وہ جن پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آوے۔ **صدیق** وہ جن میں وحی کی صداقت کا مادہ زیادہ ہو جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ **شہید** وہ جو اللہ کے حکم پر اپنی جان دینے کو تیار ہوں **نیک** وہ جن کی طبیعت میں ظاہر و باطن کی نیکی ہو۔

[۲] ان آیتوں میں جہاد کا ذکر فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے قتل کا سا حکم تو اس شریعت میں نہیں ہے لیکن اس شریعت میں دین کی ترقی کے لئے دین کے مخالفوں سے لڑنے کا حکم ہے۔ جس کو اجر کمانا ہو وہ اس حکم کی تعمیل میں کوشش اور جرأت کرے۔ لغت میں جہاد کے معنی مشقت کے ہیں اور شرع میں جہاد اس لڑائی کو کہتے ہیں جو خاص دین کی ترقی کے لئے

وَ اِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿۷۲﴾ وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿۷۳﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ؕ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۷۴﴾ وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ

اور البتہ بعض تم میں سے وہ ہیں کہ جو نکلنے میں دیر کرتے ہیں، پس پہنچے تم کو کوئی مصیبت تو کہے: ''بیشک انعام کیا خدا نے مجھ پر کہ میں انکے ساتھ حاضر نہ ہوا'' ﴿۷۲﴾ اور اگر تم کو کوئی نعمت خدا کی طرف سے ملے تو کہے گویا ہرگز نہ تھی درمیان تمہارے اور درمیان اسکے دوستی: ''اے کاش! میں بھی انکے ساتھ ہوتا تو میں بڑی مراد پاتا'' ﴿۷۳﴾ پس چاہیے کہ لڑائی کریں خدا کی راہ میں وہ مومن کہ جو دنیا کی زندگی کو آخرت سے بیچتے ہیں اور جو کوئی لڑائی کرے خدا کی راہ میں پس مارا جاوے یا غالب آوے تو اسکو ہم اجر عظیم دیویں گے ﴿۷۴﴾ ۱؎ اور کیا ہوا تم کو کہ نہیں لڑتے ہو خدا کی راہ میں اور کمزور مردوں

لڑی جاوے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''نیک نیتی سے دین کی لڑائی لڑنے والوں کو ہر طرح فائدہ ہے۔ خدا کی راہ میں جان دی تو جنت کمائی اور زندہ بچ کر آئے تو عقبیٰ کا اجر پایا اور لوٹ کا مال جدا ہاتھ آیا''۔

۱؎ ان آیتوں میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی گئی تاکہ وہ ان کمزور مسلمانوں کو کفار کے پنجہ ظلم سے چھڑائیں جنہیں مکہ مکرمہ میں مشرکین نے قید کرلیا تھا اور طرح طرح کی ایذائیں دے رہے تھے، اور ان کی عورتوں اور بچوں پر بھی بے رحمانہ مظالم کرتے تھے۔ اور وہ لوگ ان کے ہاتھ میں مجبور تھے اس حالت میں وہ اللہ تعالیٰ سے اپنی خلاصی اور مدد الٰہی کی دعائیں کرتے تھے، یہ دعائیں قبول ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو ان کا ولی اور ناصر کیا اور انہیں مشرکین کے ہاتھوں سے چھڑایا اور مکہ مکرمہ فتح کر کے ان کی زبردست مدد فرمائی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جو مسلمان کی کسی طرح کی سختی رفع کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے دن کی سختی رفع فرمائے گا اور دنیا میں بھی ایسے شخص کی ہر طرح سے مدد کرے گا''۔

وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۙۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًا ۭ﴿۷۵﴾ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا ﴿۷۶﴾ ع اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِیْنَ قِیْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَیْدِیَكُمْ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ

اور عورتوں اور بچوں کے لئے جو یہ دعا کر رہے ہیں: ”اے پروردگار ہمارے! نکال ہم کو اس بستی سے کہ یہ ظالم ہیں اس بستی کے رہنے والے، اور ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی مقرر کر دے اور ہمارے واسطے اپنے پاس سے مقرر کر مددگار“ ﴿۷۵﴾ ایمان والے خدا کی راہ میں لڑائی کرتے ہیں، اور کافر لوگ شیطان کی راہ میں لڑائی کرتے ہیں پس شیطان کے دوستوں سے لڑائی لڑو، البتہ حیلہ شیطان کا کمزور ہے [۱] ﴿۷۶﴾ کیا نہ دیکھا تم نے ان لوگوں کی طرف کہ ان کو حکم کیا گیا تھا: ”روکو اپنے ہاتھ کو اور قائم کرو نماز اور زکوٰۃ دو“

منافقوں کا ذکر

[۱] **شانِ نزول:** ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں جب مسلمان کمزور تھے تو مشرک لوگ مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے تھے۔ ایک روز ایک جماعت صحابہ کرام نے حضور سرور عالم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ہمیں کافروں سے لڑنے کی اجازت دیجئے، انہوں نے ہمیں بہت ستایا ہے اور بہت ایذائیں دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ان کے ساتھ جنگ کرنے سے ہاتھ روکو، نماز اور زکوٰۃ جو تم پر فرض ہے وہ ادا کرتے رہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ نماز اور زکوٰۃ جہاد سے پہلے فرض ہوئیں۔ جہاد کا حکم نازل ہونے کے بعد کچے مسلمان دو طرح کی باتیں کرتے تھے: ایک تو لڑائی پر جانے میں موت کے اندیشہ سے یہ کہتے تھے کہ جہاد کا حکم تھوڑی مدت تک ٹل جاتا تو اچھا تھا۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ لڑائی پر جانے سے کچھ وقت مقررہ سے پہلے موت نہیں آتی موت کا تو ایک خاص وقت مقرر ہے جب وقت آوے گا تو لڑائی کے میدان پر کیا موقوف ہے یہ لوگ اگر مضبوط قلعہ میں بھی ہوں تو موت ان کو ہرگز نہ چھوڑے گی۔ پھر جب یہ بات ہے تو دنیا کے عیش و آرام اور چند روزہ زندگی کی خاطر عقبیٰ کا دائمی عیش و آرام، ہمیشہ کی زندگی کے حاصل کرنے کی ہمت نہ باندھنا کسی صاحب عقل کا کام نہیں ہے۔

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ؕ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۫ وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۷﴾ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ؕ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ﴿۷۸﴾

پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا (ناگہاں) ایک گروہ ان میں سے لوگوں سے ایسا ڈرنے لگا جیسا کہ (کوئی خدا سے) ڈرے، یا اس سے بھی زیادہ اور بولے "اے پروردگار ہمارے! تو نے ہم پر جہاد کیوں فرض کیا، تھوڑی مدت تک ہمیں اور جینے دیا ہوتا" تم فرماؤ: "فائدہ مندی دنیا کی تھوڑی ہے اور آخرت بہتر ہے اس کو جو پرہیزگاری کرے، اور تم پر تاگے برابر (ذرہ بھر) نہ ظلم کیا جائے گا ﴿۷۷﴾ تم جہاں کہیں ہو موت تم کو پالیوے گی اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو"، اور اگر ان کو کوئی بھلائی پہنچے تو کہتے ہیں "یہ خدا کے پاس سے ہے" اور اگر ان کو کوئی سختی پہنچے تو کہیں (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) "یہ تمہارے پاس سے ہے" تم فرماؤ: "یہ سب خدا کی طرف سے ہے" پھر اس قوم کو کیا ہوا کہ کوئی بات سمجھتی معلوم ہی نہیں ہوتی ﴿۷۸﴾

کیونکہ عقبیٰ میں پرہیزگاروں کے لئے جو عیش و آرام اللہ تعالیٰ نے ان کے ذرا ذرا سے عمل کی جزا میں رکھے ہیں دنیا کے عیش و آرام ان کے آگے کچھ اصل نہیں رکھتے۔ اس کے بعد فرمایا کہ ارزانی اور کثرت پیداوار وغیرہ اور گرانی، قحط سالی سب اللہ کی طرف سے ہے۔ یہ حال منافقوں کا ہے کہ جب ان کو کوئی سختی پیش آتی تو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف نسبت کرتے اور کہتے کہ جب سے یہ آئے ہیں ایسی ہی سختیاں پیش آیا کرتی ہیں۔ گرانی ہو یا ارزانی، رنج ہو یا راحت، آرام ہو یا تکلیف ہو فتح ہو یا شکست حقیقت میں سب اللہ کی طرف سے ہے۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَ مَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ وَ اَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۷۹﴾ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَ مَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ؕ ﴿۸۰﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَ اللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ تَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۸۱﴾

(اے سننے والے!) جو کچھ تجھ کو بھلائی پہنچتی ہے تو وہ خدا کی طرف سے ہے، اور جو کچھ برائی پہنچتی ہے وہ تیرے ہی نفس کی طرف سے ہے اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہم نے تمہیں سب لوگوں کے واسطے رسول بھیجا، اور خدا گواہ کافی ہے[۱] ﴿۷۹﴾ تو جس نے فرمانبرداری کی رسول کی بیشک اس نے فرمانبرداری کی اللہ کی اور جس نے منہ پھیرا تو ہم نے تمہیں ان کے بچانے کو نہ بھیجا ﴿۸۰﴾ اور کہتے ہیں: ''ہمارا کام اطاعت کرنا ہے'' پس جب تمہارے پاس سے باہر جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ جو کچھ تم سے کہہ گیا تھا اس کے برخلاف رات کے وقت منصوبے گانٹھتا ہے، اور خدا لکھتا ہے (یعنی اعمالنامہ میں) جو کچھ رات میں مشورے کرتے ہیں، پس (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تم ان سے چشم پوشی کرو اور بھروسہ کرو خدا پر اور اللہ کافی ہے کام بنانے والا ﴿۸۱﴾

رسول کی اطاعت اور السلام علیکم کی فضیلت کا ذکر

[۱] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب یہ نبی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں اور لوگوں کو جو حکم کرتے ہیں وہ اللہ کے فرمانے کے موافق کرتے ہیں، اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے تو ان کی فرمانبرداری عین اللہ کی فرمانبرداری ہے۔ اس کے بعد اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے کہ جو کوئی اس میں کوتاہی کرے تو ہم ایسے لوگوں کے نگہبان ہیں۔ پھر منافقوں کی مذمت فرمائی کہ ایسے لوگ تمہارے سامنے فرمانبرداری کا اقرار کرتے ہیں تاکہ ان کی جان و مال کو کوئی صدمہ نہ پہنچے، اور اپنے گھروں میں جا کر برخلاف مشورہ کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے کرتوت اللہ کے دفتر میں لکھے جاتے ہیں۔ آپ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے وقت مقررہ پر اللہ تعالیٰ ان سے خود بھگت لے گا۔

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾ فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ﴿۸۴﴾

تو کیا قرآن میں غور نہیں کرتے ہیں اور اگر وہ (قرآن) غیر خدا کے پاس سے ہوتا، البتہ اس میں بہت اختلاف پائے ﴿۸۲﴾ اور [1] جب ان کے پاس کوئی خبر اطمینان کی آوے یا خوف کی تو اس کو مشہور کرتے ہیں، اور اگر اس کو رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی طرف رجوع لاتے اور ان کی طرف جو ان میں صاحبان حکومت ہیں اہل اسلام سے البتہ معلوم کرتے اس خبر کی حقیقت پھر سمجھ لیتے، ان سے جو لوگ تحقیق کرتے ہیں ان میں سے اور اگر نہ ہوتا فضل خدا کا تم پر اور رحمت اس کی البتہ پیروی کرتے تم شیطان کی مگر تھوڑے [2] ﴿۸۳﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پس خدا کی راہ میں جہاد کرو، تم تکلیف نہ دیئے جاؤ گے مگر تمہاری جان کی اور رغبت دو مسلمانوں کو، قریب ہے کہ اللہ موقوف کرے لڑائی کافروں کی، اور اللہ لڑائی کے اعتبار سے بہت سخت ہے اور سخت سزا دینے والا ہے ﴿۸۴﴾

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ کسی خبر کو بغیر سوچے سمجھے اور سمجھ داروں سے صلاح لئے (مشورہ کیے بغیر) شائع نہ کرنا چاہیے۔
[2] ان آیتوں میں فرمایا کہ اے نبی اللہ کے! آپ مسلمانوں کو دین کی لڑائی کی ترغیب دلایا کیجئے، باقی رہی فتح و شکست وہ لشکر کی مدد پر منحصر نہیں ہے بلکہ فتح و شکست اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔ آپ بذات خود اللہ کی راہ میں لڑیئے اللہ آپ کی مدد کرے گا۔ یہ جو فرمایا قریب ہے کہ اللہ بند کرے لڑائی۔ یہ ایک غیب کی خبر تھی چنانچہ اسی کے موافق ظہور ہوا اور یہ جو ہے کہ اللہ کی لڑائی اور عذاب سخت ہے۔ اس سے ہر ایک کو ڈرنا چاہیے۔ ان آیتوں میں مکہ کے اہل شرک سے دین کی لڑائی کا حکم تھا اور ان اہل شرک میں اکثر لوگ ایسے تھے جو مسلمانوں کے قرابت دار بھی تھے، اور ان کو مسلمانوں کی لڑائی سے کچھ واسطہ بھی نہ تھا۔ اس واسطے لڑائی کی آیتوں میں باہمی سفارش اور سلام و دعا کا ذکر فرمایا، فقط السلام علیک سے دس نیکیوں کا ثواب ہوتا ہے اور

مَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً یَّكُنْ لَّهٗ نَصِیْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ یَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَیِّئَةً یَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ مُّقِیْتًا ﴿۸۵﴾ وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ﴿۸۷﴾ فَمَا لَكُمْ فِی الْمُنٰفِقِیْنَ فِئَتَیْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ

النصف — ع ۸

جو کوئی سفارش کرے اچھی بات میں تو اسکو اس میں سے حصہ ملتا ہے، اور جو کوئی کرے بری بات میں سفارش تو اس کیلئے اس میں سے حصہ (یعنی عذاب) ہے اور خدا سب چیز پر قوت رکھنے والا ہے ﴿۸۵﴾ اور جب تمہاری سلام سے تعظیم کی جائے پس تعظیم کرو اس سے بہتر لفظ سے یا اسی لفظ کا جواب دو، بیشک خدا ہر چیز پر حساب لینے والا ہے ﴿۸۶﴾ اللہ ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں، مگر وہ تمکو ضرور جمع کرے گا قیامت کے دن کہ جس میں کوئی شبہ نہیں، اور کون سچ بولنے والا زیادہ ہے خدا سے بات میں ﴿۸۷﴾ پس[1] تم کو کیا ہوا (اے مسلمانو) کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو گئے اور خدا نے انکو اوندھا کر دیا ان کے برے اعمال کی وجہ سے کیا یہ چاہتے ہو کہ اسے راہ دکھاؤ جسے خدا نے گمراہ کیا۔

السلام علیکم و رحمة اللہ سے بیس کا اور السلام علیکم و رحمة اللہ و برکاته سے تیس نیکیوں کا۔ اور جو شخص السلام علیکم میں کوتاہی کرتا ہے وہ بڑا بخیل ہے۔ اور حضرت محمد ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے مل کر السلام علیک کہتا اور مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے خزاں کے موسم میں کسی پیڑ کے پتے۔ جو آدمی السلام علیک کی ابتدا کرے وہ اللہ کے نزدیک بہتر ہے۔

جنگ احد سے واپس جانے والوں کا ذکر

[1] **شان نزول:** جنگ احد میں ہزار آدمیوں میں سے تین سو آدمی جب عبداللہ بن ابی منافق کے ساتھ لشکر اسلام سے جدا ہو کر مدینہ کو چلے آئے تو باقی سات سو آدمی جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہ گئے تھے ان کے دو فرقے ہو گئے تھے۔ ایک فرقہ تو

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾ وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾

اور جسے خدا گمراہ کرتا ہے تو ہرگز اس کے لئے کوئی راستہ نہ پائے گا﴿۸۸﴾ ان منافقوں نے آرزو کی ہے کہ تم کافر ہو جاؤ جیسا کہ وہ کافر ہوئے تاکہ تم سب برابر ہو جاؤ پس ان میں سے کسی کو بھی اپنا دوست نہ بناؤ جب تک کہ خدا کی راہ میں ہجرت نہ کریں، پس اگر وہ پھر جائیں (یعنی اسلام اور ہجرت سے) تو ان کو پکڑو اور ان کو جہاں پاؤ قتل کرو اور نہ ان میں سے کسی کو دوست بناؤ اور نہ مددگار﴿۸۹﴾

یہ کہتا تھا کہ یہ تین سو آدمی عین وقت پر لشکر اسلام کا ساتھ چھوڑ کر ایک منافق کے بہکانے سے گھر جا بیٹھے۔ اس واسطے اب وہ لوگ دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے۔ اب موقع پڑے تو ان کا قتل کرنا لازم ہے، اور دوسرا فرقہ یہ کہتا تھا کہ نہیں وہ ہمارے بھائی مسلمان ہیں نہ ہم ان سے لڑیں گے نہ ان کو قتل کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے آپس کے اختلاف رفع ہو جانے کی غرض سے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمادیا کہ وہ لوگ جب تک تمہارا پورا ساتھ نہ دیں ان کو مسلمان نہ شمار کرنا چاہئے اور ضرور حسب موقع ان کو قتل کرنا چاہئے۔ ان منافقوں میں سے دو طرح کے لوگوں کو مستثنیٰ فرمایا: ❶ ایک صلح والوں کے ہم عہد کہ وہ بھی بالواسطہ صلح میں داخل ہیں جس طرح مثلاً صلح کے بعد صلح والے قریش اور ان کے ہم عہد بنو مدلج۔ ❷ دوسرے وہ لوگ جو لڑائی سے عاجز ہو کر اس بات پر قائم ہیں کہ نہ اپنی قوم کی طرف سے مسلمانوں سے لڑیں گے نہ مسلمانوں کی طرف سے کسی سے لڑیں گے۔ جس طرح قبیلہ بنو مدلج، کہ نہ مسلمانوں سے لڑتے تھے نہ قریش سے۔ پھر فرمایا جب تک یہ لوگ اس حالت پر قائم رہیں تو یہ اللہ کی ایک مصلحت ہے اس نے ان کو تمہاری لڑائی سے روک رکھا ہے۔ ان کے قریب ایک فرقہ فرمایا کہ جو اپنی جان اور اپنا مال بچانے کے لئے ظاہر میں اپنے آپکو مسلمان کہتے ہیں مگر درحقیقت وہ مشرک ہیں اگر وہ صلح پر قائم نہ رہیں تو ان کو قید کرلو اور مارو جہاں پاؤ۔ کیونکہ ان کی حالت اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ایک سند ٹھہرادی ہے۔ بعض مفسرین نے آیت فان اعتزلو کم کو فاقتلوا المشرکین سے منسوخ کیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ عہد و صلح پر قائم بھی رہیں تو ان سے لڑنا چاہئے لیکن عہد و صلح والوں کا حکم مستثنیٰ کے طور پر اوپر گزر چکا ہے۔ اس لئے یہ آیت مستثنیٰ کے حکم میں داخل ہے منسوخ نہیں ہے۔

اِلَّا الَّذِیۡنَ یَصِلُوۡنَ اِلٰی قَوۡمٍۭ بَیۡنَکُمۡ وَ بَیۡنَہُمۡ مِّیۡثَاقٌ اَوۡ جَآءُوۡکُمۡ حَصِرَتۡ صُدُوۡرُہُمۡ اَنۡ یُّقَاتِلُوۡکُمۡ اَوۡ یُقَاتِلُوۡا قَوۡمَہُمۡ ؕ وَ لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَسَلَّطَہُمۡ عَلَیۡکُمۡ فَلَقٰتَلُوۡکُمۡ ۚ فَاِنِ اعۡتَزَلُوۡکُمۡ فَلَمۡ یُقَاتِلُوۡکُمۡ وَ اَلۡقَوۡا اِلَیۡکُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰہُ لَکُمۡ عَلَیۡہِمۡ سَبِیۡلًا ﴿۹۰﴾ سَتَجِدُوۡنَ اٰخَرِیۡنَ یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّاۡمَنُوۡکُمۡ وَ یَاۡمَنُوۡا قَوۡمَہُمۡ ؕ کُلَّمَا رُدُّوۡۤا اِلَی الۡفِتۡنَۃِ اُرۡکِسُوۡا فِیۡہَا ۚ فَاِنۡ لَّمۡ یَعۡتَزِلُوۡکُمۡ وَ یُلۡقُوۡۤا اِلَیۡکُمُ السَّلَمَ وَ یَکُفُّوۡۤا اَیۡدِیَہُمۡ فَخُذُوۡہُمۡ وَ اقۡتُلُوۡہُمۡ حَیۡثُ ثَقِفۡتُمُوۡہُمۡ ؕ وَ اُولٰٓئِکُمۡ جَعَلۡنَا لَکُمۡ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنًا مُّبِیۡنًا ﴿۹۱﴾ؑ وَ مَا کَانَ لِمُؤۡمِنٍ اَنۡ یَّقۡتُلَ مُؤۡمِنًا

مگر وہ جو ایسی قوم سے ملاپ رکھتے ہیں کہ تمہارے درمیان اور ان کے درمیان عہد ہے، یا تمہارے پاس اس حال میں آویں کہ ان کے دلوں میں سکت نہ رہی کہ تم سے لڑیں یا لڑیں اپنی قوم سے، اور اگر خدا چاہتا تو البتہ ان کو تم پر زور آور کرتا تو بیشک وہ تم سے لڑتے پس اگر یہ گروہ کنارہ کریں تمہاری طرف سے پس لڑائی نہ کریں تم سے اور صلح کا پیغام تمہاری طرف ڈالیں تو خدا نے تم کو ان پر کوئی راہ نہیں رکھی ہے ﴿۹۰﴾ البتہ تم عنقریب ایسی قوم کو بھی پاؤ گے جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی امان میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امان میں رہیں، جب کبھی ان کی قوم انہیں فساد کی طرف پھیرے تو اس پر اوندھے گرتے ہیں، پھر اگر وہ تم سے کنارہ نہ کریں تمہاری لڑائی سے اور نہ ڈالیں تمہاری طرف صلح کا پیغام اور اپنے ہاتھوں کو نہ روکیں پس انہیں پکڑو اور ان کو قتل کرو جہاں کہیں ان کو پاؤ، اور یہی گروہ ہے کہ جن پر ہم نے تم کو صریح اختیار دیا ﴿۹۱﴾ اور [۱] نہیں لائق ہے مسلمان کو کہ وہ کسی مسلمان کو قتل کرے

قتل خطا کا ذکر اور مسلمان کے قاتل کو ہمیشہ کی دوزخ کی سزا

[۱] **شان نزول:** اس کا مطلب یہ ہے کہ ابوجہل کا سوتیلا بھائی عیاش بن ابی ربیعہ ہجرت سے پہلے مسلمان ہو گیا تھا لیکن

إِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَن قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰٓ أَهْلِهِۦٓ إِلَّآ أَن يَصَّدَّقُوا۟ ۚ فَإِن كَانَ مِن قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ وَإِن كَانَ مِن قَوْمٍۭ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَـٰقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ إِلَىٰٓ أَهْلِهِۦ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۖ

مگر نادانستہ (یعنی بغیر قصد) اور جو کوئی کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کر ڈالے پس لازم ہے اس پر آزاد کرنا غلام مسلمان کا اور مقتول کے وارثوں کے پاس بدلہ خون کا دیا جائے مگر یہ کہ وہ خود معاف کر دیں، پھر اگر وہ مقتول تمہارے دشمنوں کے گروہ سے ہو اور خود مسلمان ہے، پس لازم ہے آزاد کرنا مسلمان غلام کا اور اگر مقتول اس گروہ سے ہو کہ تمہارے ان کے درمیان عہد ہے پس لازم ہے کہ بدلہ خون کا دیا جائے اس کے آدمیوں کو اور مسلمان غلام آزاد کرنا چاہیے۔

مشرکین کے خوف سے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ تشریف لے آئے تو عیاش بھی مدینہ میں آ کر ایک جگہ اپنے بھائیوں کے ڈر سے چھپ کر رہنے لگا۔ عیاش کی ماں نے عیاش کے غم میں گھر کا رہنا اور کھانا پینا چھوڑ دیا۔ سوتیلی ماں کا یہ حال دیکھ کر حارث بن ہشام، حارث بن زید عامری اور ابوجہل، عیاش کی تلاش میں نکلے اور پتہ لگا کر پھر اس کو مکہ میں لے گئے، اور اس کو بہت مارا اور طرح طرح کی اذیت دی، اور حارث بن یزید نے عیاش کو برا بھلا بھی بہت کچھ کہا۔ اس پر عیاش نے اپنے دل میں یہ بات ٹھان لی تھی کہ کبھی موقع پا کر حارث بن یزید کو مار ڈالوں گا۔ اب فتح مکہ سے پہلے حارث اگرچہ اسلام لے آیا تھا مگر عیاش کو اس کے اسلام کی خبر نہ تھی اور فتح مکہ پر عیاش نے حارث کو قتل کر ڈالا۔ اور پھر حارث کے اسلام کا حال سن کر آنحضرت ﷺ کے سامنے اس نے اپنی ندامت ظاہر کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کا قتل کرنا ناحق روا نہیں۔ اور مسلمان کی شان نہیں کہ اس سے کسی مسلمان کا قتل سرزد ہو بجز اس کے کہ جو قتل کسی غلطی کے سبب سے واقع ہو جاوے اس کو قتل خطا کہتے ہیں۔ جس طرح اس قتل میں عیاش کو حارث بن یزید کے اسلام میں غلطی ہو گئی۔ قتل خطا کا خون بہا سو اونٹ ہیں جو اس کے وارثوں کو دیا جاوے، اور وہ میراث کی طرح تقسیم کریں۔ قتل خطا میں خون بہا کے علاوہ ایک بردہ (غلام) کا آزاد کرنا بھی ہے، اگر اتنا مقدور نہ ہو تو سلسلہ وار دو مہینے کے روزے ہیں۔ مقتول شخص کے وارث خون بہا معاف کر دیں تو ان کو اختیار ہے۔

فَمَنۡ لَّمۡ یَجِدۡ فَصِیَامُ شَہۡرَیۡنِ مُتَتَابِعَیۡنِ ۫ تَوۡبَۃً مِّنَ اللّٰہِ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ﴿۹۲﴾ وَ مَنۡ یَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُہٗ جَہَنَّمُ خٰلِدًا فِیۡہَا وَ غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَ لَعَنَہٗ وَ اَعَدَّ لَہٗ عَذَابًا عَظِیۡمًا ﴿۹۳﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا ضَرَبۡتُمۡ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ فَتَبَیَّنُوۡا وَ لَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ اَلۡقٰۤی اِلَیۡکُمُ السَّلٰمَ لَسۡتَ مُؤۡمِنًا ۚ تَبۡتَغُوۡنَ عَرَضَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۫ فَعِنۡدَ اللّٰہِ مَغَانِمُ کَثِیۡرَۃٌ ؕ

مگر جس کو غلام میسر نہ ہو پس لازم ہے وہ روزے رکھے دو ماہ کے لگاتار، یہ طریقہ مقرر ہے کفارہ میں قبول توبہ کیلئے خدا کی طرف سے اور خدا مضبوط تدبیر کرنیوالا ہے ﴿۹۲﴾ ا؎ اور جو کوئی قتل کر دے مسلمان کو جان بوجھ کر تو اسکی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ پڑا رہے گا اور خدا اس پر غصہ ہوا اور اس پر لعنت کی اور اس کیلئے بڑا عذاب تیار کیا ﴿۹۳﴾ اے مسلمانو! جب تم سفر کرو ۲؎ خدا کی راہ میں یعنی جہاد کو چلو تو خوب تحقیق کر و اور جو تمہیں سلام کرے اس شخص سے یہ نہ کہو کہ: ''تو نہیں ہے مسلمان''، تم زندگانی دنیا کا اسباب طلب کرتے ہو پس خدا کے پاس غنیمتوں کے مال بہت ہیں۔

ا؎ اس کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو عمداً قتل کرنا سخت گناہ ہے۔ اس کا شان نزول یہ ہے کہ مقیس نے اپنے بھائی ہشام کو بنی نجار قبیلہ کی سرحد میں مقتول پایا، اور حضرت سے اس قصہ کا تذکرہ کیا۔ آپ نے بنی نجار سے سو اونٹ اس کے بھائی کے خون بہا کے مقیس کو دلا دیئے۔ اس نے یہ اونٹ بھی لئے اور موقع پا کر ایک آدمی بنی نجار کا قتل کر کے مرتد ہو کر مکہ چلا گیا، اور مشرکوں میں جاملا۔ فتح مکہ پر آنحضرت ﷺ نے عام امن میں سے اس کو واجب القتل قرار دے کر قتل کرایا۔ اسی مقیس کی شان میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ اس صورت میں قاتل کا ہمیشہ دوزخ میں رہنے کا ذکر ہے جو کہ درجہ کفر کا ہے۔

جہاد کا ذکر

۲؎ **شان نزول:** ایک شخص مرداس بن نہیک جو پہلے سے در پردہ مسلمان تھا السلام علیک کہہ کر مسلمانوں کی طرف آنے لگا مگر مسلمانوں نے مرداس کے السلام علیک کو خالص نہ خیال کیا۔ بلکہ یہ خیال کیا کہ جان کے خوف سے یہ فریبی (مکر وفریب کا) سلام علیک کرتا ہے۔ چنانچہ آخر کار حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو قتل کر ڈالا اور جو کچھ اس

كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾ لَا يَسْتَوِى الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ ع

اس سے پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پس خدا نے تم پر احسان کیا پس تم پر تحقیق کرنا لازم ہے، بیشک خدا تمہارے کاموں سے آگاہ ہے ﴿۹۴﴾ ۱؎ برابر نہیں ہیں وہ مسلمان جو گھر میں بیٹھے رہیں (جہاد سے) بغیر مرض کے اور وہ جو خدا کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں، خدا نے بزرگی دی ہے ان کو جو جہاد کرتے ہیں اپنے مالوں اور جانوں سے مرتبہ میں گھر بیٹھنے والوں پر، اور خدا نے ہر ایک سے بھلائی کا وعدہ کیا ہے، اور خدا نے مجاہدین کو گھر بیٹھنے والوں پر بڑے ثواب سے فضیلت دی ہے ﴿۹۵﴾ اپنی طرف سے مرتبہ اور بخشش اور مہربانی اور خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۹۶﴾

کے پاس مال تھا وہ لے لیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حاصل معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ بلا دریافت حال کے فقط خیال پر کسی کو مشرک سمجھ کر قتل کرنا اور اس کا مال ومتاع لے لینا اللہ کی مرضی کے سراسر خلاف ہے۔

۱؎ **شان نزول:** اس کے پہلے ٹکڑے کا مطلب یہ ہے کہ جہاد کرنے والے اور بیٹھ رہنے والے برابر نہیں ہیں۔ اس پر حضرت ابن ام مکتوم اور ابن جحش نے آکر آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ حضرت ہم لوگ اندھے ہیں ورنہ ضرور آپ کے ساتھ جہاد کو چلتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اندھے، لنگڑے بیمار کو جہاد کے حکم سے معاف رہنے کی غرض سے غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ یہ ٹکڑا نازل فرمایا، حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ جو لوگ بلا عذر جہاد سے بیٹھ رہیں گے وہ ثواب سے محروم رکھے جاویں گے۔ ہاں معذور لوگ جن کی نیت جہاد کی ہے لیکن معذوری کے سبب سے وہ مجبور ہیں ایسے لوگ اپنی نیت کا ثواب پاویں گے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ تبوک کی لڑائی سے واپس ہوتے وقت آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ عذر کے سبب سے جو لوگ لڑائی میں شریک نہ ہو سکے، جتنے کام لڑائی میں ہم نے کئے ہیں وہ ان سب کاموں میں گھر بیٹھے ثواب

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِیْمَ كُنْتُمْ ؕ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِیْهَا ؕ فَاُولٰٓىِٕكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَّلَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا ﴿۹۸﴾ فَاُولٰٓىِٕكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

تحقیق ۱ وہ لوگ کہ جن کی فرشتوں نے روح قبض کی اس حال میں کہ وہ اپنی جان پر ظلم کر رہے تھے ان سے فرشتوں نے کہا: "تم کس حال میں تھے" کہتے ہیں کہ ہم زمین میں کمزور تھے فرشتوں نے کہا: "کیا خدا کی زمین کشادہ نہ تھی؟ کہ تم ہجرت کر کے چلے جاتے اس میں پس ان لوگوں کی جگہ دوزخ ہے، اور وہ بری جگہ ہے پلٹنے کی ﴿۹۷﴾ مگر وہ لوگ کہ حقیقت میں بے بس ہیں مرد اور عورتیں اور بچے جنہیں نہ کوئی تدبیر بن پڑے اور نہ کوئی راہ پاتے ہیں ﴿۹۸﴾ پس ایسے گروہ کے لئے قریب ہے کہ خدا معاف کر دے، اور خدا معاف کرنے والا بخشنے والا ہے ﴿۹۹﴾ اور ۲ جو کوئی خدا کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا۔

میں شریک کیے جاویں گے۔ جہاد والوں کیلئے اللہ نے جنت میں سو درجے رکھے ہیں، ہر ایک درجہ میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

۱ **شان نزول:** یہ آیت ان لوگوں کے حق میں نازل ہوئی جنہوں نے کلمہ اسلام زبان سے ادا کیا مگر جس زمانہ میں ہجرت فرض تھی اس وقت ہجرت نہ کی، اور جب مشرکین جنگ بدر میں مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے نکلے تو یہ لوگ ان کے ساتھ ہوئے اور کفار کے ساتھ ہی مارے بھی گئے۔ اور ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور بتلایا گیا کہ کفار کے ساتھ ہونا اور فرض ہجرت ترک کرنا اپنی جان پر ظلم کرنا ہے۔

صلوٰۃ الخوف اور سفر میں نماز قصر کا حکم

۲ حاصل معنی ان آیتوں کے یہ ہیں کہ اللہ کی درگاہ میں سب کاموں کا دارومدار نیت پر ہے جو شخص ہجرت کی نیت کر کے گھر سے نکلا، وہ اسی وقت سے ہجرت کے ثواب کا مستحق ٹھہر چکا خواہ مدینہ میں پہنچے یا راستہ میں مر جائے۔

يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ ع وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾

اس کو زمین میں بہت جگہ آسائش اور فراخی معیشت ملے گی، اور جو کوئی اپنے گھر سے نکلا طرف خدا کے اور اس کے رسول کے ہجرت کرتا ہوا اور پھر اس کو موت پالیوے پس تحقیق ثابت ہو گیا اس کا اجر خدا پر، اور خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۰۰﴾ ۱ اور جب تم زمین میں سفر کرو پس تم پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو، اگر تم کو اس سے اندیشہ ہو کہ کافر تم کو ایذا دیں گے، بے شک کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں ﴿۱۰۱﴾

۱ تفسیر ابن جریر میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے شان نزول اس آیت کا بیان کیا گیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بنی نجار قبیلہ کے کچھ لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ حضرت ہم لوگ سفر کرتے رہتے ہیں۔ سفر میں ہم نماز کیونکر پڑھا کریں، اس پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا وہ ٹکڑا نازل فرمایا جس میں نماز کے قصر کرنے کا حکم ہے یعنی چار رکعت والی دو رکعت پڑھے۔ **مسئلہ:** یہ کہ خوف کفار قصر کے لئے شرط نہیں ہے۔ یعلی بن امیہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ ہم تو امن میں ہیں پھر ہم کیوں قصر کرتے ہیں۔ فرمایا: ''اس کا مجھے بھی تعجب ہوا تھا۔ تو میں نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا'' حضور نے فرمایا کہ تمہارے لئے یہ اللہ کی طرف سے صدقہ ہے، تم اس صدقہ کو قبول کرو۔ **مسئلہ:** ہے کہ سفر میں چار رکعت والی نماز کو پورا پڑھنا جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے صدقہ کا رد کرنا لازم آتا ہے لہٰذا قصر ضروری ہے۔ **مدت سفر** جس سفر میں قصر کیا جاتا ہے اس کی ادنیٰ مدت تین رات دن کی مسافت ہے جو اونٹ یا پیدل کی متوسط رفتار سے طے کی جاتی ہو، اور اس کی مقداریں خشکی اور دریا اور پہاڑوں میں مختلف ہو جاتی ہیں۔ تو جو مسافت متوسط رفتار سے چلنے والے تین روز میں طے کرتے ہوں اس کے سفر میں قصر ہوگا۔

وَ اِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْۤا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآىِٕكُمْ ۪ وَلْتَاْتِ طَآىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَ اَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَ اَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى

اور ۱؎ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب کہ تم مومنوں کے درمیان ہو پھر تم نے قائم کی نماز ان کے واسطے (یعنی امامت کی) پس چاہیئے کہ ان میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ کھڑا ہووے اور وہ اپنے ہتھیار لئے رہیں، پس جب یہ سجدہ کرلیں تو اس گروہ کو چاہیئے کہ ہٹ کر پیچھے ہو جائیں، اور اب وہ دوسرا گروہ آوے جو اس وقت تک نماز میں شریک نہ تھا اب وہ تمہارے مقتدی ہوں اور چاہیئے کہ اپنے بچاؤ کا سامان اور اپنے ہتھیار لئے رہیں اور تمنا کرتے ہیں کافر لوگ کہ کاش! تم اپنے ہتھیاروں سے اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ پس حملہ کریں تم پر یک بارگی ۲؎ اور تم پر کچھ گناہ نہیں ہے اگر تم کو بارش سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو جاؤ۔

۱؎ اس میں باجماعت نماز خوف کا بیان ہے **شان نزول:** جہاد میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرکین نے دیکھا کہ آپ نے مع تمام اصحاب کے نماز ظہر باجماعت ادا فرمائی تو انہیں افسوس ہوا کہ انہوں نے اس وقت میں کیوں نہ حملہ کیا، اور آپس میں ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ کیا ہی اچھا موقع تھا۔ بعضوں نے ان میں سے کہا کہ اس کے بعد ایک اور نماز ہے جو مسلمانوں کو اپنے ماں باپ سے زیادہ پیاری ہے یعنی نماز عصر۔ جب مسلمان اس نماز کے لئے کھڑے ہوں تو پوری قوت سے حملہ کر کے قتل کردو۔ اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے سید عالم سے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ نماز خوف ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حاضرین کو دو جماعتوں میں تقسیم کر دیا جاوے۔ ایک ان میں سے آپ کے ساتھ رہے آپ انہیں نماز پڑھائیں اور ایک جماعت دشمن کے مقابلہ میں قائم رہے یعنی جو لوگ دشمن کے مقابل ہوں''۔

۲؎ **شان نزول:** ان آیتوں کا مطلب یہ ہے اوپر کی آیت میں جبکہ اللہ تعالیٰ نے نماز کی حالت میں بھی مسلمانوں کو ہتھیار بند ہی رہنے کا حکم فرمایا۔ تو اس حکم کے سبب سے مسلمان حالت مینہ اور حالت بیماری میں ہر وقت ہتھیار بند رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت

اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَ خُذُوْا حِذْرَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۰۲﴾ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ وَ لَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَ تَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾ ع

کہ اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو اور اپنے بچاؤ کا سامان ساتھ لے لو بیشک خدا نے کافروں کے لئے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے ﴿۱۰۲﴾ پھر ۱؎ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو خدا کو یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے، پس جب تم مطمئن ہو جاؤ تو حسب دستور نماز قائم کرو بیشک نماز مومنوں پر فرض ہے وقت مقرر باندھا ہوا ﴿۱۰۳﴾ اور ہمت نہ ہارو تلاش میں کافروں کی اگر تم تکلیف پاتے ہو تو وہ بھی تکلیف پاتے ہیں جیسا کہ تم تکلیف پاتے ہو، اور تم امید رکھتے ہو خدا سے اس چیز کی جو ان کو امید نہیں ہے، اور خدا جاننے والا حکمت والا ہے ﴿۱۰۴﴾

عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ایک دفعہ لڑائی کے وقت زخمی تھے مگر ہتھیار بندھے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر اجازت فرمائی کہ جرح کے وقت ہتھیار کھول ڈالو تو مضائقہ نہیں مگر ہوشیار رہو تا کہ خالی ہاتھ پا کر مشرکین تم پر حملہ نہ کر بیٹھیں۔

ذکر الٰہی کا حکم

۱؎ اوپر کی آیتوں میں صلوٰۃ الخوف کی اجازت تھی اور اس حالت میں رکوع وسجدہ اطمینان سے نہیں ہوسکتا جس طرح امن کی حالت میں ہوسکتا ہے۔ اس واسطے فرمایا کہ صلوٰۃ الخوف کے بعد اللہ کا ذکر کثرت سے ہر حال میں کیا جاوے تا کہ لڑائی کے خدشہ کے سبب سے اس نماز کے ارکان میں جو کچھ کمی ہوئی ہے وہ آسانی سے پوری ہو جاوے۔ کیونکہ ذکر الٰہی میں نماز کی طرح نہ وقت کی قید ہے نہ وضو کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرتے تھے۔ پھر فرمایا کہ صلوٰۃ الخوف میں وقت اور تکمیل ارکان کی پوری پابندی نہ ہو سکے تو ضرورت شرعی کے سبب سے معاف ہے۔ لیکن امن کی حالت میں اس طرح ادھوری نماز کی عادت نہ ڈالی جائے کہ امن کی حالت میں ادھوری نماز ہرگز قبول نہ ہوگی، بلکہ امن کی حالت میں جس طرح حکم

إِنَّا أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاكَ اللَّهُ ۚ وَلَا تَكُن لِّلْخَائِنِينَ خَصِيمًا ﴿١٠٥﴾ وَاسْتَغْفِرِ اللَّهَ ۖ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١٠٦﴾ وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِينَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا ﴿١٠٧﴾ يَسْتَخْفُونَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُونَ مِنَ اللَّهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُونَ مَا لَا يَرْضَىٰ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطًا ﴿١٠٨﴾

(اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [1]) بیشک ہم نے نازل کی تمہاری طرف کتاب سچی تاکہ تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو جس طرح تمہیں خدا نے بتایا ہے، اور تم دغابازوں کی طرف سے نہ جھگڑو ﴿۱۰۵﴾ اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو، بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۰۶﴾ اور نہ جھگڑو تم ان کی طرف سے جو اپنی جانوں کے ساتھ خیانت کرتے ہیں، بیشک خدا دوست نہیں رکھتا اس کو جو کوئی دغاباز گناہ کرنے والا ہے ﴿۱۰۷﴾ چھپتے ہیں لوگوں سے اور نہیں چھپتے خدا سے حالانکہ اللہ تعالیٰ ان کے پاس ہے جب کہ دل میں وہ بات تجویز کرتے ہیں جس کو خدا پسند نہیں کرتا ہے، اور جو کچھ وہ عمل کرتے ہیں خدا احاطہ کئے ہوئے ہے ﴿۱۰۸﴾

ہے وقت اور ارکان کا پورا خیال رکھا جاوے، اور یہ بھی تنبیہ فرمائی کہ آئندہ دین کے مخالفوں کے تعاقب اور مقابلہ میں پست ہمتی کیوں کرتے ہو۔ اللہ نے اپنے علم اور حکمت ازلی کے موافق بڑی بڑی نعمتیں رکھی ہیں۔

[1] **شانِ نزول:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ایک انصاری کی زرہ آٹے میں دھری ہوئی تھی جو گم ہوگئی۔ صبح کو تلاش کی تو آٹے کا نشان ایک شخص کے گھر تک دیکھا جس کا نام طعمہ بن ابیرق تھا، وہاں جھاڑا لیا (تلاشی لی) تو نہ پائی۔ وہ نشان آگے دیکھا تو ایک یہودی کے گھر تک جس کا نام زید تھا پایا گیا۔ وہاں وہ زرہ ملی۔ اس یہودی نے کہا کہ مجھ کو طعمہ نے سپرد کی۔ طعمہ نے کہا میں بری ہوں، چور وہی ہے جس کے ہاں برآمد ہوئی۔ طعمہ کی قوم میں رات کو مشورہ ہوا کہ ہم سب مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گواہی دیں گے کہ طعمہ بری ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری حمایت کریں گے اور وہ یہودی چور ٹھہرے گا۔ صبح کو سب نے مل کر یہی کیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبردار کر دیا کہ فی الحقیقت چور یہی طعمہ تھا۔

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۫ فَمَنْ یُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَمْ مَّنْ یَّكُوْنُ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۱۰۹﴾ وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۱۰﴾ وَمَنْ یَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا یَكْسِبُهٗ عَلٰی نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴿۱۱۱﴾ وَمَنْ یَّكْسِبْ خَطِیْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ یَرْمِ بِهٖ بَرِیْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِیْنًا ﴿۱۱۲﴾ ع وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ یُّضِلُّوْكَ ؕ

اے لوگو! تم آگاہ ہو تم نے خیانت کرنے والوں کی طرف سے دنیا کی زندگانی پر جھگڑا کیا، پس کون جھگڑے گا اللہ سے ان کے بدلے قیامت کے دن یا کون ہے کہ ان کا کارساز ہوگا ﴿۱۰۹﴾ ۱؎ اور جو کوئی برے کام کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر خدا سے بخشش طلب کرے تو خدا کو بخشنے والا مہربان پائے گا ﴿۱۱۰﴾ اور جو کوئی کمائے گناہ پس اپنے ہی حق میں کماتا ہے، اور خدا جاننے والا مضبوط تدبیر والا ہے ﴿۱۱۱﴾ اور جو کوئی خطا یا گناہ کمائے پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر رکھے تو بے شک اس نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لیا ﴿۱۱۲﴾ اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر خدا کا فضل اور رحمت تم پر نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے ارادہ کیا تھا کہ تم کو دھوکا دیں۔

توبہ اور مشورہ کرنے کا ذکر

۱؎ شان نزول: یہ آیتیں بھی طعمہ کے قصہ سے متعلق ہیں ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے طعمہ کو چوری کے گناہ سے اور ایک بے گناہ شخص پر جو اس نے چوری کا بہتان لگایا تھا، اس سے اور طعمہ کے قبیلہ کے لوگوں کو جھوٹی گواہی کے گناہ سے، توبہ استغفار کرنے کی رغبت دلائی ہے، اور فرمایا کہ کبیرہ صغیرہ جس طرح کے گناہوں سے جو کوئی توبہ کرے گا اللہ ایسا غفور رحیم ہے کہ وہ فوراً ہر ایک گناہ کی خالص نیت کی توبہ قبول کر لیتا ہے، اور اس توبہ کرنے والے شخص کے سب گناہ معاف کر دیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اللہ کا تم پر فضل اور اس کی بڑی رحمت ہے کہ جہاں ایسا غلطی کا موقع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ فوراً بذریعہ وحی کے اس غلطی کو رفع کر کے معاملہ کی صحیح صورت تم کو بتلا دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے آپ کو معصوم کیا ہے۔

وَمَا يُضِلُّونَ إِلَّآ أَنفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّونَكَ مِن شَيْءٍ ۚ وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ ۚ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا ﴿١١٣﴾ لَّا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّن نَّجْوَىٰهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَٰحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَمَن يَفْعَلْ ذَٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿١١٤﴾ وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ

اور وہ اپنے ہی آپ کو گمراہ کرتے ہیں اور تم کو کچھ نقصان نہیں پہنچائیں گے، اور اللہ نے تم پر نازل کی ہے کتاب اور حکمت اور سکھا دیا ہے تم کو جو کچھ تم نہیں جانتے تھے، اور خدا کا فضل ہے تم پر بڑا ﴿۱۱۳﴾ [1] ان کے اکثر چھپے مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں ہے لیکن بھلائی اس شخص کے مشورے میں ہے کہ حکم کرے واسطے خیرات کے یا اچھے کام کے یا صلح کرائے درمیان لوگوں کے، اور جو کوئی ایسی باتیں کرے حاصل کرنے رضا مندی خدا کے لئے پس ہم اس کو عنقریب اجر عظیم دیں گے ﴿۱۱۴﴾ اور جو کوئی مخالفت کرے پیغمبر کی بعد اس کے کہ کھل گیا واسطے اس کے امر حق اور مسلمانوں کی راہ چھوڑ کر دوسری راہ چلے۔

[1] **شان نزول:** طعمہ کی قوم کے لوگوں نے آپس میں رات کو اس جھوٹی گواہی کا مشورہ کیا جس کا ذکر اوپر گزرا اور صبح کو وہ جھوٹی گواہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو ادا کی، اور پھر اوپر کی آیتوں کے نازل ہو جانے کے بعد جب طعمہ کی چوری کا حال کھل گیا تو وہ اپنے ہاتھ کے کاٹے جانے کی سزا سے ڈر کر مدینہ سے مکہ کو بھاگ گیا اور وہاں مرتد ہو کر مر گیا۔ ان ہی باتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ طعمہ کی قوم کی طرح جو کوئی خلاف شریعت باتوں کا مشورہ کرے تو اس طرح کے مشوروں میں کچھ بھلائی نہیں بلکہ دین کا نقصان ہے۔ ہاں دین کے فائدے کے مشورے یہ ہیں کہ کسی کو صدقہ خیرات کا یا شریعت میں اور نیک کام جو ہیں ان کا یا جہاں کہیں مسلمانوں میں لڑائی ہو ان میں صلح کرانے کا مشورہ دیا جائے۔ پھر فرمایا جو کوئی نیک کام خالص ثواب کی نیت سے کرے گا تو اس کو عقبیٰ میں بڑا ثواب ملے گا۔ اب آگے فرمایا جو طعمہ کی طرح اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جاویں تو ایسے لوگوں کو دنیا میں اللہ ان کے حال پر چھوڑ دیتا ہے کیونکہ مجبور کر کے راہ راست پر لانا انتظام الٰہی کے برخلاف ہے اور عقبیٰ میں ایسے لوگوں کا انجام جہنم ہے۔

نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ؕ وَ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ یَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَ اِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَ قَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾

ہم اس کو اسی طرف متوجہ کریں گے جدھر وہ متوجہ ہے اور ہم اس کو جہنم میں داخل کریں گے، اور وہ بری جگہ ہے پلٹنے کی ﴿۱۱۵﴾ بیشک خدا نہیں [1] بخشتا ہے یہ کہ اس کا کوئی شریک مقرر کیا جاوے اور اس سے کم (گناہ کو) جسے چاہے معاف کر دیتا ہے، اور جو کوئی خدا کا شریک ٹھہرائے بیشک وہ دور کی گمراہی میں پڑا ﴿۱۱۶﴾ یہ مشرک لوگ سوائے خدا کے نہیں پوجتے ہیں مگر بتوں کو (کہ ان کو لڑکیوں کے نام سے مسمّیٰ کیا ہے) اور نہیں پوجتے ہیں مگر شیطان سرکش کو ﴿۱۱۷﴾ جس پر خدا نے لعنت کی ہے اور کہا شیطان نے: ''قسم ہے میں ضرور تیرے بندوں میں سے کچھ مقرر کیا ہوا حصہ لوں گا'' (یعنی انہیں اپنا مطیع بناؤں گا) ﴿۱۱۸﴾

شرک و توبہ کا ذکر

[1] **شان نزول:** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ یہ آیت ایک بوڑھے اعرابی کے حق میں نازل ہوئی جس نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''یارسول اللہ! میں بوڑھا ہوں گناہوں میں غرق ہوں بجز اس کے کہ جب سے میں نے اللہ کو پہچانا اور اس پر ایمان لایا، اس وقت سے کبھی میں نے اس کے ساتھ شرک نہیں کیا اور اس کے سوا کبھی کسی اور کو ولی نہیں بنایا، اور جرأت کے ساتھ گناہوں میں مبتلا نہ ہوا، اور ایک پل بھی میں نے یہ گمان نہ کیا کہ میں اللہ سے بھاگ سکتا ہوں۔ میں شرمندہ ہوں اور مغفرت چاہتا ہوں۔ اللہ کے ہاں میرا کیا حال ہوگا''۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ''شرک نہ بخشا جائے گا جو مشرک اپنے شرک پر مرے اور جو مشرک اپنے شرک سے توبہ کرے اور ایمان لائے تو اس کی توبہ اور ایمان مقبول ہے''۔ عرب کے مشرک لوگ اپنے بتوں کے نام لات و منات اور عزّیٰ، عورتوں کے سے رکھتے تھے، اس واسطے فرمایا کہ یہ لوگ اللہ کے سوا عورتوں کو پکارتے ہیں۔ اللہ کے سوا جس چیز کی کوئی پوجا کرتا ہے وہ شیطان کے بہکانے سے کرتا ہے، اس لئے فرمایا کہ حقیقت میں یہ لوگ شیطان ملعون کی پوجا کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''یا جوج و

وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۫ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾

اور قسم ہے میں ضرور ان کو بہکا دوں گا اور میں ضرور ان کو جھوٹی امیدیں دلاؤں گا اور ضرور میں انکو کہوں گا کہ وہ چوپایوں کے کان چیریں اور ضرور میں انکو کہوں گا کہ وہ خدا کی بنائی ہوئی صورتیں بدل ڈالیں اور جو کوئی خدا کے سوا شیطان کو دوست بنائے تو وہ صریح نقصان والا ہوا (۱۱۹) شیطان انکو وعدہ دیتا ہے اور ان کو تمناؤں میں ڈالتا ہے اور شیطان انکو وعدہ نہیں دیتا مگر فریب کے ساتھ (۱۲۰) ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور اس سے بچنے کی جگہ نہ پاویں گے (۱۲۱) اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور عمل کئے اچھے تو عنقریب ہم ان کو باغوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں رہیں گے ہمیشہ ہمیشہ، اللہ کا وعدہ سچا ہے اور کون ہے اللہ سے زیادہ سچ بولنے والا بات میں (۱۲۲)

ماجوج کو ملا کر بنی آدم کی ہزار آدمی کی جماعت میں سے نوسو ننانوے شیطان کا حصہ قرار پا کر اس کے ساتھ جہنم میں جاویں گے۔ مشرکین مکہ بتوں کے نام پر کچھ جانور چھوڑتے تھے اور نشانی کے لئے ان جانوروں کے کانوں میں شگاف دے دیا کرتے تھے جو شیطان کے بہکانے کی بات تھی۔ مردوں کا عورتوں کی شکل میں زنانہ لباس پہننا اور عورتوں کی طرح بات چیت کرنا۔ جسم کو گود کر سیندور وغیرہ جلد میں پیوست کر کے نقش ونگار بنانا۔ بالوں میں بال جوڑ کر بڑی بڑی لٹیں بنانا بھی اس میں داخل ہیں۔ جو سب گمراہی میں داخل ہیں۔ جس کا انجام جہنم ہے۔ اس کے بعد مومنوں کا ذکر فرمایا جو شرک سے پاک ہیں ان کے واسطے جنت ہے جہاں ہر طرح کا آرام ہمیشہ کے لئے ہے۔ اللہ سچا ہے اس کا وعدہ سچا ہے۔

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ ع وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ؕ

ع ۱۸ ۱۵

کام ا۔ نہ تو تمہاری تمناؤں پر کچھ ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر، جو کوئی برا کام کرے گا اس کے عوض برا بدلہ دیا جاوے گا اور نہ پائے گا اپنے واسطے کوئی حمایتی اور نہ سوائے خدا کے کوئی مددگار ﴿۱۲۳﴾ اور جو کوئی نیک عمل کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور ہو مسلمان پس یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور نہ نقصان دیا جائے گا تل بھر ﴿۱۲۴﴾ اور کون ہے نیک زیادہ باعتبار دین کے اس شخص سے کہ جس نے خدا کے لئے اپنا منہ جھکایا اور وہ نیکی والا ہے اور ابراہیم کے دین پر چلا جو ہر باطل سے جدا تھا، اور خدا نے ابراہیم کو دوست بنایا ﴿۱۲۵﴾ اور خدا ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور خدا کے قابو میں تمام چیزیں ہیں ﴿۱۲۶﴾ اور ۲۔ فتویٰ طلب کرتے ہیں تم سے عورتوں کے بارے میں۔

ا۔ ان آیتوں میں اس قسم کی بعض آرزوؤں کا ذکر ہے جو اہل کتاب اپنے آپ کو افضل اور جنتی گنتے اور مسلمانوں سے اس بات پر جھگڑتے تھے اور بعضے مسلمان بھی اسی طرح اہل کتاب سے جھگڑتے تھے اور مشرکین مکہ حشر کے قائم نہ ہونے پر طرح طرح کی خیالی باتیں کرتے تھے۔ اس پر یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ عمر بھر برے عمل کر کے اس کے مواخذہ سے بے خوف رہنا اور جو لوگ اللہ کی مرضی کے موافق نیک عمل کرتے ہیں اللہ سے ان کی طرح عقبیٰ میں راحت کی توقع رکھنا بڑی نادانی ہے۔

یتیم کے ولی کو ہدایت

۲۔ **شان نزول:** زمانہ جاہلیت میں عرب کے لوگ عورت اور چھوٹے بچوں کو میت کے مال کا وارث نہیں قرار دیتے تھے۔ جب یہ آیت میراث نازل ہوئی تو انہوں نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ! کیا عورت اور چھوٹے بچے وارث ہوں گے''۔ آپ

قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِى الْكِتٰبِ فِىْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِىْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ

تم فرماؤ کہ تم کو خدا فتویٰ دیتا ہے عورتوں کے بارے میں اور وہ جو کچھ تم پر قرآن میں پڑھا جاتا ہے ان یتیم لڑکیوں کے بارے میں کہ تم نہیں دیتے ہو ان کو جو کچھ مقرر کیا گیا ہے ان کے واسطے، اور منہ پھیرتے ہو انہیں نکاح میں بھی لانے سے اور ناتواں بچوں کے بارے میں، اور یہ حکم ہے کہ یتیموں کے حق میں قائم رہو انصاف سے، اور تم جو کچھ بھلائی سے کرتے ہو پس تحقیق خدا اس کا جاننے والا ہے ﴿۱۲۷﴾ اور ا اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو ان پر گناہ نہیں کہ صلح کرلیں آپس میں اور صلح بہتر ہے،

نے ان کو اس آیت سے جواب دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یتیموں کے اولیاء کا دستور یہ تھا کہ اگر یتیم لڑکی صاحب مال و جمال ہوتی تو اس سے تھوڑے مہر پر نکاح کر لیتے تھے، اور اگر حسن و مال نہ رکھتی تو اسے چھوڑ دیتے تھے، اور اگر حسن صورت نہ رکھتی اور ہوتی مالدار تو نہ خود نکاح کرتے اور اس کے مال کا حصہ دار ہو جانے کے اندیشہ سے نہ دوسرے کسی کے نکاح میں دیتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر انہیں ان عادتوں سے منع فرمایا۔

میاں بی بی کے حسن سلوک کا ذکر

لہ حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ عورت اپنے شوہر کی بے دلی اور بے توجہی دیکھ کر اس کے خوش کرنے کو اپنے مہر یا نان و نفقہ میں سے کچھ دیوے تو مرد ضرور راضی ہو جاوے گا۔ اسی طرح شب باشی کی نوبت میں سے اگر عورت کچھ چھوڑ دے تو اس پر بھی صلح ہو سکتی ہے۔ اور جدائی پر صلح اللہ کے نزدیک بہتر ہے اس لئے جو میاں بی بی خدا کا خوف کر کے آپس میں حسن سلوک سے رہیں گے تو اللہ اس کا نیک بدلہ دینے سے بے خبر نہیں ہے۔ میاں بی بی کے حسن سلوک کی رغبت کا ذکر ہی ان آیات میں ہے اس کی تفسیر جناب صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی ہے کہ کسی شخص کا اپنے اہل و عیال کے ساتھ حسن سلوک سے گزران کرنا اس شخص کی

وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَ لَنْ تَسْتَطِیْعُوْۤا اَنْ تَعْدِلُوْا بَیْنَ النِّسَآءِ وَ لَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِیْلُوْا كُلَّ الْمَیْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَ اِنْ تُصْلِحُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَ اِنْ یَّتَفَرَّقَا یُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِیْمًا ﴿۱۳۰﴾ وَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

اور طبیعتیں تو بخل کی طرف مائل ہوتی ہیں (یعنی بخل و لالچ انسان کی جبلی بات ہے) اور اگر نیک عمل اور پرہیزگاری اختیار کرو تو خدا کو تمہارے سب کام کی خبر ہے ﴿۱۲۸﴾ اور ہرگز نہ کرسکو گے تم عورتوں کے حقوق میں برابری اور چاہے تم کتنی ہی رغبت کرو پس بالکل یک طرفہ مائل نہ ہو جاؤ کہ دوسری کو ادھر میں لٹکی ہوئی چھوڑ دو، اور اگر اصلاح کرلو تم اور پرہیزگاری کرو تو بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۲۹﴾ اور اگر مرد عورت ایک دوسرے سے جدا ہو جاویں تو ہر ایک کو خدا اپنی کشائش سے بے نیاز کردے گا اور خدا کشائش والا مضبوط تدبیر والا ہے ﴿۱۳۰﴾ ؎ اور خدا ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور بیشک ہم نے حکم کیا ان لوگوں کو کہ جن کو دی گئی کتاب

ایمان داری کی نشانی ہے۔ روٹی کپڑے میں برابری کا برتنا یہ آدمی کے اختیار میں ہے اور دلی الفت کا برتنا یہ آدمی کے اختیار سے باہر ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس کی کمی بیشی کو تو معاف کیا لیکن اس کی کمی وبیشی کو زیادہ حد تک نہ پہنچانا چاہیے۔ اب اس کے آگے میاں بی بی کی علیحدگی ہو جائے تو اس کا ذکر فرمایا کہ اللہ بڑا صاحب فضل اور صاحب تدبیر ہے۔ اس کے فضل سے ناامید نہ ہونا چاہئے اس کے فضل سے کچھ دور نہیں کہ اس جدائی اور علیحدگی کے بعد بھی میاں بی بی دونوں کے لئے کوئی اور بہتر صورت نکال دیوے۔

توحید اور سچی گواہی کا ذکر

؎ ان آیتوں میں کشائش رزق، بے پروائی، کار برآری تین باتوں کا ذکر فرما کر ہر ایک کے ساتھ فرمایا کہ جو کچھ آسمان وزمین میں ہے سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ اس کی فرمانبرداری کرو اور اس کے حکم کے خلاف نہ کرو، توحید اور شریعت پر قائم رہو۔

مِنْ قَبْلِكُمْ وَ اِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ﴿۱۳۳﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۱۳۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ

تم سے پہلے اور خود تم کو بھی کہ اللہ سے ڈرتے رہو، اور اگر کافر ہو جاؤ گے (تو اس کو پروا نہیں) کیونکہ اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور خدا تونگر (غنی) ہے سب تعریف کیا گیا ﴿۱۳۱﴾ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے، اور کافی ہے اللہ کارساز ﴿۱۳۲﴾ اگر خدا چاہے تو اے لوگو! تم کو دور کرے اور دوسروں کو وجود میں لے آوے، اور اللہ اس پر قدرت رکھنے والا ہے ﴿۱۳۳﴾ جو کوئی اجر دنیا کا طالب ہووے (یعنی اجر عمل کا دنیا میں چاہے) تو اللہ کے پاس اجر دنیا کا اور آخرت کا ہے، اور خدا سننے والا دیکھنے والا ہے ﴿۱۳۴﴾ [1] اے مسلمانو! ہو جاؤ انصاف پر قائم اظہار حق کرنیوالے خدا کے واسطے اگرچہ اس میں تمہارا اپنا نقصان ہو یا ماں باپ کا یا رشتہ داروں کا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ تقویٰ اور پرہیزگاری کا حکم قدیم ہے تمام امتوں کو اس کی تاکید ہوتی رہی ہے۔ تمام جہان اس کی فرمانبرداری سے بھرا ہے۔ تمہارے کفر سے اس کا کیا نقصان ہوتا ہے، تمام خلق کو ان کی عبادت سے معدوم کر دے۔ معنی یہ ہیں کہ جس کو اپنے عمل سے دنیا مقصود ہو اور اس کی مراد اتنی ہی ہو اللہ اس کو دے دیتا ہے اور ثواب آخرت سے وہ محروم رہتا ہے اور جس نے عمل رضاء الٰہی اور ثواب آخرت کے لئے کیا تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت دونوں میں ثواب دینے والا ہے۔ جو شخص اللہ سے فقط دنیا کا طالب ہو وہ نادان، خسیس اور کم ہمت ہے۔

[1] **شان نزول:** ان آیتوں میں سچی گواہی ادا کرنے کی تاکید فرمائی اور یہ آیت حاکم اور گواہ دونوں کے حکم میں شامل ہے۔ حاکم کو یہ حکم ہے کہ فریقین کا بیان سننے سے پہلے کوئی رائے دل میں نہ قائم کرے۔ گواہوں کو آیت میں یہ حکم کہ ان کا اپنا ذاتی یا

اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَ اِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَ الْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ

اگر کوئی غنی ہے یا فقیر تو اللہ خود دونوں کے حال پر مہربان ہے، پس تم خواہش نفس کی پیروی نہ کرو کہ تم حق سے الگ ہٹ جاؤ اور اگر تم ہیر پھیر کرو یا منہ پھیرو تو بیشک خدا کو تمہارے کاموں کی خبر ہے ﴿۱۳۵﴾ لے اے مسلمانو! ایمان لاؤ خدا پر اور اسکے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور اس کتاب پر جو نازل کی اس سے پہلے۔

ان کے کسی رشتہ دار کا نقصان بھی سچی گواہی کے ادا کرنے میں ہوتا ہے، تو اس میں کچھ پس و پیش نہ کریں اور گواہی صاف لفظوں میں ادا کریں۔ نہ مالدار آدمی کا کچھ پاس کریں نہ محتاج آدمی پر ترس کھاویں۔ کیونکہ مالدار اور محتاج ہر ایک شخص کی مصلحت اللہ کو خوب معلوم ہے، خواہش نفسانی کو دخل دے کر ایسی دوزخی بات دبی زبان سے نہ کہیں جس سے سچی گواہی میں بل پڑ کر حاکم کو شبہ ہو جائے۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو گواہ سچی گواہی میں کچھ کوتاہی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے باز پرس فرماوے گا۔ حضور انور ﷺ نے جھوٹی گواہی کو کبیرہ گناہ فرمایا ہے۔

منافقوں کا ذکر

لے اس سورۃ کا مطلب یہ ہے، ایمان پر ثابت رہو اے ایمان والو! یہ خطاب مسلمانوں سے ہوا۔ رسول سے مراد آنحضرت ﷺ اور کتاب سے مراد قرآن پاک ہے۔

شان نزول: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا یہ آیت حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کے حق میں نازل ہوئی یہ لوگ مومنین اہل کتاب میں سے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا ہم آپ پر اور آپ کی کتاب پر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اور توریت پر اور حضرت عزیر علیہ السلام پر ایمان لاتے ہیں اور اس کے سوا باقی کتابوں اور رسولوں پر ایمان نہ لائیں گے۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تم اللہ پر اور اس کے رسول محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور قرآن پر اور اس سے پہلی ہر کتاب پر ایمان لاؤ۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار نہ کرے۔ جس کے یہ معنی ہیں کہ ایک رسول یا ایک کتاب کا انکار بھی سب کا انکار ہے، اگر دل سے ان سب پر ایمان نہ لائے تو خدا کے نزدیک مسلمان نہیں۔

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾ وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا

اور جو کوئی منکر ہووے اللہ سے اور اسکے فرشتوں سے اور اس کی کتابوں سے اور اسکے رسولوں سے اور قیامت کے دن سے پس تحقیق وہ ضرور دور کی گمراہی میں پڑا ﴿۱۳۶﴾ لے بیشک جو لوگ ایمان لائے پھر کافر ہوئے، پھر ایمان لائے پھر کافر ہوئے، پھر کفر میں بڑھتے رہے تو ان کو ہرگز خدا نہیں بخشے گا اور نہ ان کو راہ دکھائے گا ﴿۱۳۷﴾ اس کی خبر منافقوں کو سنادو کہ ان کو درد دینے والا عذاب ہے ﴿۱۳۸﴾ ان منافقوں کو جو بناتے ہیں مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست، کیا ان کے پاس عزت ڈھونڈھتے ہیں؟ پس عزت تو ساری خدا کیلئے ہے ﴿۱۳۹﴾ اور بیشک اللہ تم پر یہ بات قرآن میں نازل کر چکا ہے کہ جب تم سنو خدا کی آیتوں پر انکار ہو رہا ہے اور ان کی ہنسی اڑائی جاتی ہے۔

لے **شان نزول:** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہ آیت یہود کے حق میں نازل ہوئی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے، پھر بچھڑا پوج کر کافر ہوئے۔ پھر اسکے بعد ایمان لائے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور انجیل کا انکار کر کے کافر ہو گئے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف کا انکار کر کے کفر میں بڑھے اور کفر پر ہی ان کی موت ہوئی۔ کفر بخشا نہیں جاتا ہے جب تک کافر توبہ نہ کرے اور ایمان نہ لائے۔ منافقین کا یہ حال ہے جن کا خیال تھا کہ اسلام غالب نہ ہوگا، اس لئے کفار کی قوت اور شوکت سمجھ کر ان سے دوستی کرتے تھے۔ ان سے ملنے میں عزت جانتے تھے باوجودیکہ کفار مکہ کے ساتھ دوستی ممنوع تھی جس سے قیامت کے دن جہنم نصیب ہوگی، کفار کی ہم نشینی اور ان کی مجلسوں میں شرکت کرتے تھے اس لئے ان کو

فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِىْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِىْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَاۨ ﴿۱۴۰﴾ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ

تو ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ کسی اور بات میں مشغول نہ ہوں، ورنہ تم بھی انہی جیسے ہو جاؤ گے بیشک خدا اکٹھا کرے گا منافقوں کو اور کافروں کو سب کو جہنم میں ﴿۱۴۰﴾ ۱؎ وہ منافق جو تمہاری حالت تکا کرتے ہیں پھر اگر تمہاری فتح ہو گئی خدا کی طرف سے تو کہتے ہیں: ''کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے''؟ اور اگر کافروں کا حصہ ہو تو ان سے کہتے ہیں: ''کیا ہمیں تم پر قابو نہ تھا؟ اور ہم نے تم کو مسلمانوں کے ضرر سے نہ بچالیا''؟ پس خدا فیصلہ کر دے گا درمیان تمہارے قیامت کے دن، اور ہرگز نہ دے گا خدا کافروں کے واسطے مسلمانوں پر کوئی راہ ﴿۱۴۱﴾ ۲؎ بیشک منافق لوگ اپنے گمان میں خدا کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کر کے مارے گا، اور جب منافق لوگ نماز کو کھڑے ہوتے ہیں۔

تنبیہ فرمائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس جگہ کسی مسلمان شخص کو کوئی خلاف شریعت بات نظر آوے تو جہاں تک ہو سکے اس بات کو مٹاوے، اگر مجبور ہو تو دل سے برا جانے''۔ اس سے ثابت ہوا کہ کفر کے ساتھ راضی ہونے والا بھی کافر ہے۔

۱؎ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے ضعیف الایمان ہونے کے سبب سے دو دل ہو رہے ہیں، یہود و مسلمان دونوں فریق سے ظاہری دوستی اس لئے جتلاتے ہیں کہ جس فریق کا غلبہ ہو اس سے کہہ دیں کہ ہم تو تمہاری ہی خیر مناتے ہیں لیکن ان ظاہری باتوں سے دنیا میں ان کے جان و مال کی کچھ حفاظت ہو جاوے گی مگر عقبیٰ میں ایسی باتوں سے کام نہیں چلے گا۔ اللہ تعالیٰ غیب داں ہے قیامت کے دن ان منافقوں کو اس دھوکا کا پتہ چل جاوے گا اللہ تعالیٰ اپنے دین کا مددگار ہے۔

قیامت کے دن منافقوں کی کیفیت اور مسلمانوں کو ہدایت: ۲؎ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کو جواب دیا

قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾ مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۗ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾

تو ہارے دل سے کھڑے ہوتے ہیں لوگوں کے دکھانے کو اور نہیں ذکر کرتے ہیں خدا کا مگر تھوڑا ﴿۱۴۲﴾ بیچ میں ڈگمگا رہے ہیں (یعنی کفر و ایمان میں) نہ وہ ان کی طرف ہیں اور نہ ان کی طرف، اور جس کو خدا بھٹکائے تو اس کے لئے کوئی راہ نہ پائے گا[ا] ﴿۱۴۳﴾ اے مسلمانو! کافروں کو دوست نہ بناؤ سوائے مومنوں کے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کا کھلا الزام ثابت کرلو ﴿۱۴۴﴾

کہ منافق لوگ اپنی نادانی سے یہ خیال کرتے تھے کہ جس طرح دنیا میں ہم نے ظاہری مسلمان بن کر مسلمانوں کو دھوکا دے دیا، اور ہماری جان و مال سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھ سے بچ گیا، اسی طرح قیامت کے دن بھی خدا کے روبرو ہمارا یہ دھوکا چل جاوے گا، اور اس ظاہری اسلام پر اس دن ہماری نجات اور چھٹکارا ہو جاوے گا۔ ان لوگوں کے اس خیال کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ غیب داں کے ساتھ یہ لوگ کیا دغابازی اور دھوکا کر سکتے ہیں ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ منافق لوگ قیامت کے دن اپنے ظاہری اسلام اور نماز روزہ کا حال اللہ تعالیٰ کے روبرو بیان کر کے اپنی نجات کی خواہش کریں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مہر لگا کر ان کے اعضا کو گواہی دینے کا حکم دے گا، اور اعضاء کی گواہی سے ایسے لوگوں کے سب منافقانہ عمل ظاہر ہو جاویں گے۔ یہ لوگ نماز جیسی چیز کو جو دین کا ایک بڑا رکن ہے بے وقت اوپری دل سے اس طرح جھٹ پٹ اس کو پڑھ لیتے ہیں کہ جس کا نہ رکوع ادا ہوتا ہے نہ سجدہ، اور بے وقت بھی پڑھتے ہیں، اور یہ بھی فرمایا کہ یہ لوگ ادھر میں لٹک رہے ہیں۔ نہ مسلمانوں میں ان کی گنتی ہے نہ منکروں میں۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے علم ازلی میں جو بھٹکا ہوا قرار پا چکا وہ ہرگز راہ راست پر نہیں لگ سکتا۔

[ا] ان آیتوں میں مسلمانوں کو منع فرمایا کہ وہ منافقوں کی سی عادت اختیار نہ کریں کہ دین کے مخالف لوگوں سے میل جول رکھنا منافقوں کی عادت ہے، جن کا ٹھکانا جہنم کا ساتواں طبقہ ہے۔ جو اور طبقوں سے زیادہ عذاب والا ہے۔ ان لوگوں نے ظاہری اسلام جتلا کر ایک طرح کی دغابازی اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی، جس کے سبب سے ان کی سزائیں قیامت کے دن

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِیْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِیْنَ ؕ وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا یَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِیْمًا ﴿۱۴۷﴾

بے شک منافق لوگ دوزخ کے سب سے نیچے طبقہ میں ہیں، اور تو ہرگز ان کا کوئی مددگار نہ پائے گا ﴿۱۴۵﴾ مگر وہ جنہوں نے توبہ کی اور صلاحیت پکڑی (اصلاح کرلی) اور مضبوط پکڑا خدا کو اور اپنا دین خالص اللہ کے لئے کرلیا پس یہ لوگ ہمراہ مومنوں کے ہیں، اور عنقریب اللہ مسلمانوں کو بڑا ثواب دے گا ﴿۱۴۶﴾ اور اللہ تمہیں عذاب دے کر کیا کرے گا؟ اگر تم شکر کرو اور ایمان لاؤ اور خدا ہے قدردان جاننے والا ﴿۱۴۷﴾

سختی ہوگی۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جو شخص منافقوں کی سی عادتیں اختیار کرتا ہے وہ اللہ کی خفگی اور اس کے عذاب کا ایک سبب مول لیتا ہے جس سے ہر مسلمان کو بچنا چاہیے۔ جن منافقوں کی اوپر مذمت تھی ان کی نجات کے لئے یہ چار باتیں فرمائیں: ❶ اول یہ کہ انہوں نے دو دل پنے (ظاہر میں کچھ، دل میں کچھ) کی باتیں کی ہیں ان پر نادم ہوں۔ ❷ دوم یہ کہ اس ندامت کے بعد آئندہ برے کاموں سے بچنے اور نیک کاموں میں مشغول ہونے کی کوشش کی جائے تاکہ نیکی بدی کا کفارہ ہو جاوے۔ ❸ سوم یہ کہ اللہ کا سہارا مضبوط پکڑے رہ۔ ❹ چہارم یہ کہ دین کا جو کام کیا جاوے وہ خالص اللہ کے حکم کی تعمیل میں عقبیٰ کے اجر کی نیت سے ہو دنیا کے دکھاوے کا اس میں کچھ دخل نہ ہونا چاہیے۔ پھر آگے فرمایا کہ جن لوگوں میں یہ چار باتیں ہیں وہ کامل ایمانداروں میں ہیں جن کے لئے بڑا ثواب رکھا ہے۔ اللہ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کیا جاوے، اللہ تعالیٰ عقبیٰ میں عذاب سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ کو دل ونیت کا حال معلوم ہے، اس نے دل ونیت کے موافق ثواب کے درجے ٹھہرائے ہیں۔

لَا یُحِبُّ اللّٰہُ الْجَھْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَکَانَ اللّٰہُ سَمِیْعًا عَلِیْمًا ﴿۱۴۸﴾ اِنْ تُبْدُوْا خَیْرًا اَوْ تُخْفُوْہُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَفُوًّا قَدِیْرًا ﴿۱۴۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْفُرُوْنَ بِاللّٰہِ وَرُسُلِہٖ

خدا[۱] پسند نہیں کرتا اعلان کرنا بری بات کا مگر جس پر (کسی طرح کا) ظلم کیا گیا ہو، اور خدا سننے والا جاننے والا ہے ﴿۱۴۸﴾ اگر تم کوئی بھلائی علانیہ کر دیا اس کو پوشیدہ کرو یا کسی کی برائی سے درگزر کرو تو بیشک خدا بخشنے والا قدرت والا ہے ﴿۱۴۹﴾ تحقیق [۲] جو لوگ خدا سے منکر ہیں اور اس کے رسولوں سے۔

گالی کی برائی اور توحید کی بھلائی کا ذکر

[۱] لڑائی کے وقت گالی کا منہ سے نکالنا منافقوں کی عادت ہے لیکن لڑائی کے وقت پہلے پہل ایک شخص گالی منہ سے نکالے، اور بعد اس کے دوسرا مظلوم بغیر کسی زیادتی کے اسی گالی کے جواب میں گالی دیوے تو وہ منافقانہ عادت میں داخل نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ آپس کے جھگڑے میں دو شخص گالیاں بکنے لگیں تو اس کا سارا وبال اس پر ہے جس نے پہلے پہل گالی منہ سے نکالی، بشرطیکہ شخص جواب کی حد سے نہ بڑھ جاوے۔

شان نزول: یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے باب میں نازل ہوئی۔ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی شان میں زبان درازی کرتا رہا۔ آپ نے کئی بار سکوت کیا مگر وہ باز نہ آیا تو ایک مرتبہ آپ نے اس کو جواب دیا اس پر حضور ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ یہ مجھ کو برا کہتا رہا تو حضور ﷺ نے کچھ نہ فرمایا۔ میں نے ایک مرتبہ جواب دیا تو حضور اٹھ گئے''۔ فرمایا: ایک فرشتہ تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا، جب تم نے جواب دیا تو فرشتہ چلا گیا اور شیطان آ گیا، اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی، اسی میں مہمان نوازی بھی ہے جس کی روایت یوں ہے کہ ایک شخص ایک قوم کا مہمان ہوا تھا، اس نے اچھی طرح اسکی میزبانی کی جب وہ وہاں سے نکلا تو اس کی شکایت کرتا نکلا، تو یہ غیبت نہیں ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مہمان کی خاطر داری کرنا ایمانداری کی نشانی ہے۔

[۲] جس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس کے بندوں سے درگزر کرو وہ تم سے درگزر فرمائے گا۔ تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

شان نزول: یہ آیت یہود اور نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی کہ یہود حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ انہوں نے کفر کیا۔ بعض رسولوں پر ایمان لانا انہیں کفر سے نہیں بچاتا۔ کیونکہ ایک نبی کا انکار بھی تمام انبیاء کے انکار کے برابر ہے۔ پھر فرمایا جو توریت کے موافق نبی آخر الزماں ﷺ اور سب انبیاء علیہم السلام کو

وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۵۰﴾ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿۱۵۱﴾ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ لَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۵۲﴾ ع يَسْـَٔلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ

اور وہ لوگ یہ چاہتے ہیں اللہ سے اس کے رسولوں کو جدا کر دیں (یعنی اللہ پر ایمان لائیں اور اس کے رسولوں پر (ایمان) نہ لائیں) اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کے منکر ہیں (رسولوں میں سے) اور چاہتے ہیں کہ ایمان اور کفر کے درمیان کوئی راہ نکال لیں ﴿۱۵۰﴾ یہی لوگ ہیں یقیناً کافر، اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے رسوا کرنے والا عذاب ﴿۱۵۱﴾ اور جو لوگ خدا پر اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور نہ ان میں سے کسی پر ایمان میں فرق کیا ان لوگوں کو عنقریب اللہ ان کے ثواب دے گا، اور خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۵۲﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اہل کتاب تم سے سوال کرتے ہیں[1] کہ ان پر (یکبارگی) ایک کتاب آسمان سے اتار لا دو پس وہ تو اس سے بھی بڑا سوال موسیٰ سے کر چکے ہیں۔

مانتے ہیں یہ لوگ پورے ایماندار ہیں۔ ان کو عقبیٰ میں بڑا اجر ملنے والا ہے۔ اگر ان کے کچھ گناہ ہوں گے تو ان کی توحید کے سبب سے اللہ غفور رحیم معاف کر دے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام کے ساتھ گستاخی کا ذکر

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک روز یہ کہا کہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام کو ساری توریت ایک ہی دفعہ اللہ کی طرف سے مل گئی تھی اسی طرح یا تو سارا قرآن شریف ایک دفعہ ہی آسمان سے لکھا ہوا تمہارے پاس

فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۵۳﴾ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِى السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿۱۵۴﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

کہ انہوں نے کہا تھا: ''ہمیں اللہ کو علانیہ دکھا دو'' پھر ان پر ان کے گناہ کے سبب سے بجلی آپڑی پھر بچھڑا لے بیٹھے بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آچکیں پس ہم نے یہ معاف کر دیا (جرم) اور ہم نے موسیٰ کو روشن غلبہ دیا﴿۱۵۳﴾ پھر ہم نے ان پر کوہ طور کو معلق اٹھایا ان سے عہد لینے کیلئے اور ہم نے ان سے یہ کہا کہ دروازے میں سے سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو اور ہم نے انکو کہا کہ ہفتہ کے روز حد سے نہ بڑھو اور ہم نے ان سے مضبوط عہد لیا﴿۱۵۴﴾ پس (ہم نے ان پر لعنت کی) ان کے عہد توڑنے کے سبب [1] سے اور اس سبب سے کہ وہ آیات الٰہی کے منکر ہوئے۔

آجاوے، اگر یہ نہ ہو تو ہم لوگوں کے نام ایک تحریر اللہ کی طرف سے آجاوے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ نبی آخرالزماں ہیں۔ اس شرط کے پورا ہو جانے کے بعد ہم تم کو اللہ کے رسول جانیں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ نادانی کا سوال کچھ تعجب کی بات نہیں ہے، کیونکہ آخر یہ ان ہی کی اولاد ہیں جنہوں نے دنیا کی آنکھوں سے اللہ کو کھلم کھلا دیکھنا چاہا، جس سے ان پر بجلی گری، بچھڑے کو پوجا، توریت کے احکام کے موافق عمل کرنے سے انکار کیا، پھر کوہ طور ان پر ڈالے جانے کے خوف سے اس شرارت سے باز آئے۔ بیت المقدس کے دروازے میں گھستے وقت جو سجدۂ شکر کا حکم ان کو دیا گیا تھا اس کے موافق عمل نہیں کیا۔ جس کے سبب سے ان پر طاعون کا عذاب آیا۔ باوجود ممانعت کے ہفتہ کے دن مچھلیاں پکڑیں جس کے عذاب سے آدمی سے بندر ہو گئے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ میں یہ سب قصے گزرے ان کے بڑوں کی یہ سب شرارتیں تھیں تو ان کی اولاد نے جو سوال کیا ہے اے محبوب! ﷺ ان کی شرارت کا کچھ خیال نہ کرنا چاہیے۔

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جو انہیں حکم دیا گیا ہے وہ کریں اور جس کی ممانعت کی گئی ہے اس سے باز رہیں۔ پھر ان لوگوں کے اس عہد پر قائم نہ رہنے سے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں طرح طرح کے معجزات دیکھ کر ان کو بھلا دینے اور بلاوجہ انبیاء کو قتل کرنے سے اور اس بات کے کہنے سے کہ ہمارے دل پر غلاف ہیں کسی کی نصیحت ہمارے دل پر اثر نہیں

وَ قَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِیَآءَ بِغَیْرِ حَقٍّ وَّ قَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا غُلْفٌؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَیْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا۪(۱۵۵) وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْیَمَ بُهْتَانًا عَظِیْمًاۙ(۱۵۶) وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ عِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْؕ وَ اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ یَقِیْنًاۙ(۱۵۷)

اور نبیوں کے ناحق شہید کرنے کے سبب سے اور ان کے اس کہنے کے سبب سے کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہیں (غلاف نہیں) بلکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے پس ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے (۱۵۵) اور ان کے کفر کے سبب سے اور مریم پر بڑا بہتان بولنے کے سبب سے (۱۵۶) اور ان کے اس کہنے کے سبب سے کہ تحقیق ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول کو شہید کر ڈالا حالانکہ نہ اس کو انہوں نے قتل کیا اور نہ اس کو سولی پر چڑھایا بلکہ ان کیلئے ان کی شبیہ کا ایک بنا دیا گیا، اور وہ جو عیسیٰ کے بارے میں اختلاف کر رہے ہیں ضرور اس کی طرف سے شبہ میں ہیں ان کو اس کی کچھ بھی خبر نہیں لیکن صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں، اور یقیناً انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا (۱۵۷)

کرتی۔ اللہ تعالیٰ نے ان ملعونوں کو اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے، اس لئے جس طرح مقفل اور مہر لگے ہوئے مکان کے اندر کوئی چیز نہیں جا سکتی۔ ان کے دل میں بھی کسی نصیحت کا اثر نہیں سما سکتا اور پرے ہی رہتا ہے کیونکہ کثرت گناہ سے ان کے دلوں پر زنگ چھا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گناہوں کی کثرت سے آدمی کے دل کا زنگ یہاں تک بڑھ جاتا ہے کہ تمام دل کو غلاف کی طرح ڈھانک لیتا ہے اور حق بات سننے کی گنجائش نہیں رہتی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا جیسی پاک دامن بی بی پر بدکاری کا الزام لگایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کر سکے بلکہ ایک شخص انہیں میں کا تھا، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سی شباہت ڈال دی گئی تھی، اس کو انہوں نے قتل کیا، اور اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ لیکن ان کی جرات یہ ہے کہ آج تک یہ لوگ اللہ کے رسول کے قتل کے مدعی ہیں۔ حالانکہ قیامت کے قریب وہ پھر زمین پر آئیں گے۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾ ۚ فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾ ۙ وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾

بلکہ اس کو اٹھا لیا ہے خدا نے اپنی طرف اور خدا غالب مضبوط تدبیر والا ہے ﴿۱۵۸﴾ اور کوئی اہل کتاب سے ایسا نہیں جو عیسیٰ پر ایمان نہ لاوے عیسیٰ کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن عیسیٰ ان پر گواہ ہوگا ﴿۱۵۹﴾ لہ پس یہودیوں کے ظلم کے سبب سے ہم نے وہ بعض ستھری چیزیں جو ان کو حلال تھیں ان پر حرام کر دیں اور اس لئے کہ وہ روکتے تھے بہت لوگوں کو خدا کی راہ سے ﴿۱۶۰﴾ اور ان کے سود لینے کے سبب سے حالانکہ وہ اس سے منع کئے گئے تھے اور لوگوں کا مال ناحق کھانے کے سبب سے اور ان میں سے جو کافر ہوئے ہم نے ان کے لئے درد دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے ﴿۱۶۱﴾

یہود کی سرکشی کا انجام

لہ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ یہود کی طرح طرح کی سرکشی کے سبب سے حلال چیزیں ان پر حرام کر دی گئیں (جن کی تفصیل سورۂ انعام میں آوے گی) اس کے علاوہ انہوں نے بہتیروں کو راہ حق سے روکا کہ توریت کے احکام اور جناب پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف پلٹ دیئے، اور وہ سود لینے لگے حالانکہ اس سے روک دیئے گئے تھے۔ اور لوگوں کا مال ناحق کھانے لگے، اور بنی اسرائیل میں جو بدنصیب منکر ہیں وہ حق بات پر غور نہیں کرتے، ہاں جو ان میں ذی علم اور بالیاقت (اہلیت والے) لوگ ہیں وہ حق بات کو سن سمجھ کر تسلیم کرتے ہیں۔ اسی طرح اہل ایمان یعنی مہاجرین اور انصار جو کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب یعنی قرآن شریف کے ہر حکم کو مانتے ہیں اور پچھلی تمام کتابوں اور انبیاء سابقین کو بھی مانتے ہیں، اور نماز اچھی طرح پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دینے والے ہیں اور شریعت کی وہ پیروی کرتے ہیں جو خدا کو اکیلا معبود جانتے اور قیامت کے آنے کا یقین رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ان کو بہت بڑا ثواب عطا فرما دیں گے۔

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَ الْمُقِیْمِیْنَ الصَّلٰوةَ وَ الْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِؕ اُولٰٓىٕكَ سَنُؤْتِیْهِمْ اَجْرًا عَظِیْمًا۠ (۱۶۲) اِنَّاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ كَمَاۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِیّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖۚ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْمٰعِیْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ

ع ۲۲ ۲

البتہ اہل کتاب سے جو لوگ علم میں ثابت قدم ہیں اور ایمان والے ہیں وہ اس پر ایمان لاتے ہیں جو (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہاری طرف اتارا گیا ہے اور اس پر جو کچھ تم سے پہلے اتارا گیا ہے، اور تعریف کرتا ہوں میں نماز قائم رکھنے والوں کی اور زکوٰۃ دینے والوں کی اور خدا پر ایمان لانے والوں کی اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والوں کی، یہ لوگ ہیں کہ ہم ان پر عنقریب بڑا ثواب دیں گے (۱۶۲) لہ بیشک (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی جیسے وحی نوح اور اس کے بعد کے پیغمبروں کو بھیجی، اور ہم نے وحی بھیجی ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولاد یعقوب۔

لہ **شان نزول:** یہود و نصاریٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو یہ سوال کیا تھا کہ ان کے لئے آسمان سے پوری کتاب نازل کی جائے تو وہ آپ کی نبوت پر ایمان لائیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد کے انبیاء جن کی نبوت کو یہ لوگ مانتے ہیں، ان سب پر ہم نے اپنا کلام اسی طرح نازل فرمایا جس طرح قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل ہو رہا ہے۔ پھر ان انبیاء کرام کی نبوت کو تسلیم کرنا اور نبی آخر الزماں کی نبوت اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں ایسے شبہات کا کرنا بڑی ہٹ دھرمی ہے۔ اب آگے رسول کی خدمت کا ذکر فرمایا کہ اللہ اور اللہ کے رسول کے فرمانبرداروں کو عقبیٰ کے اجر کی خوش خبری کا سنانا اور نافرمان لوگوں کو عقبیٰ کے عذاب سے ڈرانا یہ اللہ کے رسولوں کی خدمت ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ رسولوں کا بھیجنا کتابوں کا نازل فرمانا اس لئے ہے کہ قیامت کے دن کسی کو عذر کی جگہ نہ رہے کہ اللہ کی مرضی اور ناراضی کی باتیں ہم کو معلوم نہ تھیں۔ آخر کو فرمایا کہ نافرمان لوگوں سے بدلہ لینے میں وہ زبردست ہے۔ اس کے عذاب کو اس کی بلا مرضی کوئی ٹال نہیں سکتا۔ ہر وقت کی مصلحت کے موافق شریعت کے احکام نازل فرمانے میں وہ ایسا صاحب حکمت ہے جس کی حکمت کے بھید اسی کو معلوم ہیں۔

وَعِيسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۚ ﴿۱۶۳﴾ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ۚ ﴿۱۶۴﴾ رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ؕ ﴿۱۶۶﴾

اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کی طرف، اور ہم نے داؤد کو زبور دی ﴿۱۶۳﴾ اور بھیجے ہم نے کتنے رسول جن کا ذکر ہم تم سے آگے (قرآن میں) بیان کر چکے ہیں اور (بھیجے ہم نے کتنے) رسول کہ جن کا ذکر (اب تک) ہم نے تم سے نہیں کیا، اور خدا نے موسیٰ سے حقیقتاً کلام کیا ﴿۱۶۴﴾ (بھیجے) رسول بشارت دینے والے ڈر سنانے والے تاکہ رسولوں کو بھیجنے کے بعد لوگوں کو اللہ کے سامنے کوئی عذر نہ رہے، اور خدا غالب مضبوط تدبیر والا ہے[1] ﴿۱۶۵﴾ لیکن (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) خدا گواہی دیتا ہے اس چیز کے حق میں جو تمہاری طرف اتاری ہے کہ وہ اپنے علم سے بھیجی ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور اللہ کی گواہی کافی ہے ﴿۱۶۶﴾

رسول کے منکروں کا ذکر

[1] **شان نزول:** ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ کچھ یہود لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تھے۔ ان سے آپ نے فرمایا کہ یہ تو تمہارا دل جانتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور قرآن شریف کلام الٰہی ہے، پھر تم اس کی تصدیق عام لوگوں کے روبرو کیوں نہیں کرتے۔ یہ سن کر یہود نے آپ کے رسول ہونے اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے کی گواہی دینے سے انکار کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ "اے رسول اللہ کے! اگرچہ ان لوگوں نے تمہارے خلاف گواہی دے کر عام لوگوں کو بہکایا ہے، لیکن اللہ اس بات کا گواہ ہے کہ تم اللہ کے رسول ہو اور قرآن اللہ کا کلام ہے اور اس قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اپنا خاص علم اتارا ہے، جس کے سبب فرشتے گواہی دیں گے اور جو لوگ منکر ہیں ان کی بڑی گمراہی ہے، ایسے لوگ جہنمی ہیں۔ پھر اس کے بعد اہل مکہ، اہل کتاب سب کو فرمایا کہ "اے لوگو! یہ اللہ کے رسول اللہ کا سچا کلام لے کر تمہارے پاس آئے ہیں، اگر تم اس کو مان لو گے تو تمہارا ہی بھلا ہے۔ اللہ کو تمہارے ایمان اور تمہاری عبادت کی کچھ پرواہ نہیں۔ سب جگہ اللہ کی حکومت ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱٦۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱٦۸﴾ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱٦۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ

وہ جنہوں نے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا انکار کر کے) کفر کیا اور لوگوں کو روکا خدا کی راہ سے بیشک وہ دور کی گمراہی میں پڑے ﴿۱٦۷﴾ بیشک جنہوں نے (اللہ کے ساتھ) کفر کیا اور (کتاب الٰہی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف بدل کر اور آپ کی نبوت کا انکار کر کے) ظلم کیا ہرگز خدا ان کو نہ بخشے گا اور نہ ان کو کوئی رستہ دکھاوے گا ﴿۱٦۸﴾ مگر رستہ جہنم کا کہ اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہا کریں گے اور یہ بات خدا پر بہت آسان ہے ﴿۱٦۹﴾ اے لوگو! تمہارے پاس رب کی طرف سے یہ رسول حق کے ساتھ آئے ہیں پس تم ایمان لاؤ (ایمان لانا) بہتر ہوگا تمہارے واسطے اور اگر تم کفر کرو (تو کیا پرواہ ہے) پس تحقیق اللہ ہی کے واسطے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، اور خدا جاننے والا مضبوط تدبیر والا ہے ﴿۱۷۰﴾ اے [1] اہل کتاب! اپنے دین میں حد سے نہ گزرو اور نہ اللہ کی شان میں کوئی بات کہو بجز سچ بات کے،

[1] یہ آیت نصاریٰ کے حق میں نازل ہوئی جن کے کئی فرقے بن گئے تھے۔ ہر ایک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت جداگانہ کفارانہ عقیدے رکھتا تھا۔ غرضیکہ عیسائی مذہب میں جس طرح یہ خرابیاں پھیلی ہیں اس کا پورا قصہ سورۂ توبہ میں آئے گا۔ لیکن اس کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اکیاسی برس کے قریب تک تو عیسائی مذہب اچھی طرح چلا، پھر ایک یہودی شخص جس کا نام بوہس تھا فریب سے نصرانی ہو گیا اور اس نے عیسائی مذہب میں خرابیاں ڈال دیں۔ یہود اور نصاریٰ کی زیادتیاں روکنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ دین میں حد سے بڑھنا اللہ کی مرضی کے خلاف ہے۔ کیونکہ دین اللہ کا ہے اس نے جو دین کی حد ٹھہرا دی ہے اس سے بڑھنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی شان میں اپنی

إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِّنْهُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ انتَهُوا خَيْرًا لَّكُمْ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ سُبْحَانَهُ أَن يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿١٧١﴾ لَّن يَسْتَنكِفَ الْمَسِيحُ أَن يَكُونَ عَبْدًا لِّلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَن يَسْتَنكِفْ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ﴿١٧٢﴾

وقف لازم — ع ۲۳ / ۲

مسیح عیسیٰ بیٹا مریم کا خدا کا رسول ہی ہے، اور اس کا ایک کلمہ کہ مریم کی طرف بھیجا اور خدا کی طرف سے روح، پس تم خدا اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور نہ کہو: ''خدا تین ہیں'' ایسی گفتگو سے باز رہو، یہ باز رہنا تمہارے لئے بہتر ہے کہ معبود صرف ایک اللہ ہے، پاکی ہے خدا کے لئے اس بات سے کہ ہووے اس کے کوئی بچہ اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے، اور اللہ کافی ہے کارساز ﴿۱۷۱﴾ ہرگز عار نہیں [۱] عیسیٰ کو اس بات سے کہ خدا کا بندہ ہو اور نہ مقرب فرشتے (عار رکھیں) اور جو کوئی اللہ کی بندگی سے عار کرے اور تکبر کرے تو کوئی دم جاتا ہے کہ وہ ان سب کو اپنی طرف ہانکے گا (یعنی آخرت میں سزا دے گا) ﴿۱۷۲﴾

طرف سے کوئی بات گھڑ کر نہ کہنی چاہیے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو فقط اللہ کے رسول ہیں اللہ تعالیٰ کے کلمہ، کُنْ کے فرمانے سے اور اللہ کے حکم سے حضرت جبریل علیہ السلام نے جو روح حضرت مریم سلام اللہ علیہا میں پھونک دی تھی، ان دونوں سببوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی، پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول کی بات مانو، شریعت کی حد میں رہنا تمہارے حق میں اچھا ہے۔ اللہ وحدہ لاشریک ہے آسمان و زمین میں اسی کی بادشاہت ہے۔

عیسائیوں کی گمراہی کا انجام اور کلالہ کا ذکر

[۱] **شان نزول:** نجران کے نصاریٰ کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیب لگاتے ہیں کہ وہ اللہ کے بندے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے یہ عار کی بات نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام جن کو، یہ لوگ خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں یا

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ۬ وَّلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ﴿۱۷۳﴾ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكُمْ نُوْرًا مُّبِیْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَیُدْخِلُهُمْ فِیْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّیَهْدِیْهِمْ اِلَیْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ﴿۱۷۵﴾ ط

پس جو لوگ کہ ایمان لائے اور اچھے کام کیے پس ان کو ان کا بدلہ پورا پورا دے گا اور زیادہ بھی دے گا ان کو اپنے فضل سے، اور جن لوگوں نے عار کی اور تکبر کیا تھا پس ان کو دردناک سزا دے گا۔ اور اللہ کے سوا نہ اپنا کوئی دوست اور نہ مددگار پاویں گے ﴿۱۷۳﴾ اے لوگو! بیشک تمہارے[۱] پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آئی اور ہم نے تمہاری طرف صاف نور (یعنی قرآن) اتارا ﴿۱۷۴﴾ تو جو لوگ ایمان لائے خدا پر اور اس کو مضبوط پکڑا پس ان کو عنقریب داخل کرے گا اپنی رحمت اور فضل میں، اور ان کو اپنی طرف سیدھا رستہ دکھاوے گا ﴿۱۷۵﴾

فرشتے جن کو اہل مکہ خدا کی بیٹیاں جانتے ہیں، ان میں سے کسی کو بھی اللہ کا بندہ ہونے سے کچھ ننگ و عار نہیں ہے۔ کیونکہ یہ سب جانتے ہیں کہ جو کوئی اللہ کی عبادت سے انکار کرے گا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو سخت سزا دیوے گا۔ اور یہ بھی ان سب کو معلوم ہے کہ جو کوئی اللہ کی فرمانبرداری اور عقبیٰ کے اجر کی نیت سے نیک کام کرے گا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے بڑا ثواب دے گا۔ جس کی مقدار نامہ اعمال والے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں۔

[۱] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اہل مکہ، اہل کتاب اور سب لوگوں کو ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تمہارے پاس یہ اللہ کے رسول اللہ کا کلام لے کر آئے ہیں، جو کوئی ان کی پیروی کرے گا دنیا میں اللہ تعالیٰ اس کو سیدھے رستہ پر قائم رکھے گا اور عقبیٰ میں اس کو جنت میں داخل کرے گا۔ آپ کا معجزہ آپ کی نبوت کی ایک سند ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ جس طرح اندھیرے میں روشنی سے آدمی کو راستہ نظر آنے لگتا ہے۔ اسی طرح قرآن سے آدمی کو نجات کا راستہ نظر آنے لگتا ہے۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾

(اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱) تم سے فتویٰ دریافت کرتے ہیں تم فرماؤ کہ خدا تم کو میراث (کلالہ) کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے کہ اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو والد اور فرزند نہ چھوڑے اور ہو اس کی ایک بہن تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا حصہ ہے (اگر وہ بہن سگی یا باپ شریک ہو) اور اگر بہن مرجائے تو بھائی اپنی بہن کا وارث ہے اگر اس بہن کے کوئی اولاد نہ ہو پھر اگر دو بہنیں ہوں تو ترکہ میں دونوں بہنوں کا دو تہائی اور اگر بھائی بہن کئی ہوں مرد اور عورتیں تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر اللہ تمہارے لئے صاف بیان فرماتا ہے تاکہ کہیں بہک نہ جاؤ اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ﴿۱۹﴾

۱ **شان نزول:** حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ میں بیمار تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عیادت کے لئے تشریف لائے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیہوش تھے۔ حضرت نے وضو فرما کر آب وضو ان پر ڈالا انہیں افاقہ ہوا۔ آنکھ کھول کر دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ عرض کیا: ''یارسول اللہ! میں اپنے مال کا کیا انتظام کروں''۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (بخاری و مسلم) ابوداؤد کی روایت میں یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ''اے جابر! میرے علم میں تمہاری موت اس بیماری سے نہیں ہے''۔ **مسئلہ:** بزرگوں کا آب وضو تبرک ہے اور اس کو حصول شفا کے لئے استعمال کرنا سنت ہے۔ مریضوں کی عیادت سنت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب تھا کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ سے فرمایا تھا کہ تمہاری موت اس بیماری سے نہیں ہوگی۔

کلالہ وہ شخص ہے جس کے وارثوں میں نہ باپ ہو نہ بیٹا، تو اس کی سگی ماں یا باپ کی شریک بہن کا نصف حصہ ہے اور ماں کی شریک بہن کا چھٹا حصہ ہے۔ اسی طرح جب بہن مرے اور وارثوں میں اس کا باپ ہو نہ بیٹا، تو بھائی سارے ترکے کا وارث ہے۔ بہن کی اولاد میں اگر لڑکا ہو تو بھائی کو کچھ نہیں، ہاں لڑکی ہو تو اس لڑکی کے حصہ کے بعد جو کچھ باقی رہے گا وہ بھائی کو ملے گا۔ پوری میراث کا ذکر بڑی کتابوں میں ہے جو ہر قرابت دار کا حصہ مصلحت کے موافق ٹھہرایا ہے اس مصلحت کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔

اٰیاتہا ۱۲۰ ۵ سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃِ مَدَنِیَّۃٌ ۱۱۲ رکوعاتہا ۱۶

سورۃ المائدہ مدنی ہے اس میں ایک سو بیس آیات اور سولہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ① يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَاۗىِٕرَ اللّٰهِ

اے مومنو! ۱ اپنے عہد پورے کرو (یعنی وہ عہد جو خدا سے باندھے ہیں ان کے التزام اور احکام میں) تمہارے لئے حلال ہوئے چارپائے چرنے والے (یعنی مویشی) مگر وہ جو آگے تم پر بیان کریں گے لیکن نہ حلال سمجھو شکار کو اس حالت کہ تم احرام میں ہو بیشک خدا حکم کرتا ہے جو چاہتا ہے ① اے مسلمانو! ۲ بے حرمتی نہ کرو خدا کی نشانیوں کی۔

خواص سورہ مائدہ: تندرستی اور قحط سالی میں اکتالیس بار اس سورۃ کو بڑھنا غیب سے رزق پہنچاتا ہے۔ جو شخص تجارت کے اسباب میں اس سورۃ کو لکھ کر احتیاط سے رکھے، اس میں ان شاء اللہ فائدہ ہو۔

حلال وحرام جانوروں کا ذکر

۱ آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اس میں حلال وحرام چیزوں کے جو احکام عہد کے طور پر قرآن شریف میں ہیں انہی احکام کو عقود کی تفسیر قرار دیا گیا ہے۔ آگے اللہ تعالیٰ نے حرام اور حلال کا ذکر فرمایا ہے جس کے معنی چوپائے مویشی کے ہیں مثلاً اونٹ، گائے، بکری، بھیڑ اور جنگلی شکار کر کے کھانے کے قابل جانور جیسے نیل گائے، ہرن یہ سب داخل ہیں۔ انعام کے لفظ میں چوپائے درندے داخل نہیں ہیں، وہ حرام ہیں۔ آگے کا مطلب یہ ہے کہ حاجیوں کو احرام کی حالت میں خشکی کے جانوروں کا شکار حرام ہے۔ ہاں دریائی جانوروں کا شکار حالت احرام میں روا ہے۔ اب آگے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے علم اور ارادہ ازلی کے موافق جن جانوروں کے حلال وحرام ہونے کا حکم فرمایا اس مصلحت کو وہی خوب جانتا ہے۔

۲ **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص شریح بن ہند مدینہ میں آن کر مسلمان ہو گیا تھا، اور اپنے وطن میں جا کر پھر مرتد ہو گیا اور اس قصہ کے ایک سال کے بعد اس نے حج کا قصد کیا۔ صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ سے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو شریح بن ہند کے ساتھ جو نیاز کعبہ کے جانور اور تجارت کا مال ہے اس کو ہم لوٹ لیں۔ آپ نے فرمایا: "یہ کیونکر ہو سکتا ہے وہ تو نیاز کے جانور لے کر حج کے ارادہ سے جا رہا ہے" اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۲﴾

اور نہ ادب والے مہینے کی اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانی کی اور نہ ان جانوروں کی کہ جن کی گردنوں میں (بطور علامت کے) پٹے ڈال دیتے ہیں اور نہ بیت الحرام کے قصد کرنے والوں کی کہ اپنے پروردگار سے فضل اور خوشنودی چاہتے ہیں، اور جب تم احرام سے نکلو تو شکار کر سکتے ہو۔ [۱] اور تم کو دشمنی کسی گروہ کی کہ انہوں نے تم کو مسجد حرام سے روکا تھا زیادتی کرنے پر نہ ابھارے، اور ایک دوسرے کی مدد کرو بھلائی اور پرہیزگاری پر اور ایک دوسرے کی مدد نہ کرو گناہ اور ظلم پر اور ڈرو اللہ سے، بیشک خدا کا عذاب سخت ہے ﴿۲﴾

احرام باندھنا، قربانی کے جانوروں کا ساتھ لینا، احرام کے مہینوں میں حج کے ارادہ سے سفر کرنا، پہچان کے لئے قربانی کے جانوروں کے گلے میں پٹہ ڈال دینا یہ سب باتیں حج کے ارادہ میں اللہ کی تعظیم کی نشانیاں ہیں۔ احرام کے مہینے شروع شوال سے لے کر ذوالحجہ کی دسویں تک ہیں۔ اس تعظیم کے مہینوں میں لوٹ مار کرنا اور اللہ کی تعظیم کی نشانیوں کی توہین کرنا مسلمانوں کو جائز نہیں ہے۔ کیونکہ حاجی لوگ اگرچہ حج کے سفر میں تجارت کا مال بھی ساتھ رکھیں لیکن اصل قصد ان کا حج سے اللہ کی رضامندی حاصل کرنے کا ہوتا ہے۔ حالت احرام میں خشکی کے جانوروں کا شکار جو منع تھا اب آگے فرمایا کہ احرام کے کھل جانے کے بعد وہ ممانعت باقی نہیں رہتی۔

[۱] **شان نزول:** اس کا یہ ہے کہ قصہ حدیبیہ کے بعد کچھ مشرکین مدینہ کی راہ سے عمرہ کی نیت سے مکہ جاتے تھے۔ صحابہ کرام نے اجازت چاہی کہ جس طرح انہوں نے حدیبیہ کے قصہ کے وقت مکہ میں جانے اور عمرہ کرنے سے روکا تھا ہم بھی ان کو روکیں، اس پر یہ آیت نازل فرمائی۔ حاصل معنی اس آیت کے یہ ہیں کہ صلح حدیبیہ کے بعد ان لوگوں سے دشمنی کا بدلہ لینا صلح کی شرط کے خلاف ہے۔ ایسی ناجائز باتیں مسلمانوں کو نہیں چاہئیں بلکہ آپس میں اتفاق چاہئے اور خدا کا خوف دل میں رہے کیونکہ خدا کا عذاب بڑا سخت ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۠ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ۚ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ ۗ الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۚ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۚ

تم پر[۱] حرام کیا گیا مردار (جانور) اور خون اور گوشت سور کا اور وہ جس کے ذبح کے وقت اللہ کے سوا غیر کا نام پکارا گیا اور جو گلا گھونٹنے سے مر جائے اور جو بغیر دھار کی چیز سے مارا گیا ہو اور جو اونچی جگہ سے گر کر مر جائے اور جس کو کسی جانور نے سینگ مارا اور جس کو کسی درندہ نے پھاڑا ہو مگر جنہیں (مرنے سے پہلے) تم حلال کرلو تو وہ حرام نہیں، اور حرام ہے وہ جانور جو بتوں کے تھانوں پر ذبح کیا جائے اور حرام کیا گیا جو (بطور جوئے کے) قسمت آزمائی کے لئے تیروں کی فال سے باہم تقسیم کیا یہ سب گناہ ہے۔ آج کے دن ناامید ہوگئے کافر لوگ تمہارے دین سے (یعنی تمہارے دین پر غالب آنے سے) پس ان سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو[۲] آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور پسند کیا میں نے تمہارے واسطے دین اسلام

[۱] گیارہ چیزوں کے حرام ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ ❶ مردار۔ ❷ بہنے والا خون جو بعد ذبح کے رگوں میں سے نکلتا ہے۔ ❸ سور کا گوشت اور اس کے تمام اجزاء یعنی بال تک۔ ❹ وہ جانور جس کے ذبح کے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو۔ جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ بتوں کے نام پر ذبح کرتے تھے۔ مگر وہ جانور جن سے اولیاء کی ارواح کو ثواب پہنچانا منظور ہو ان کو غیر وقت ذبح میں اولیاء کے ناموں کے ساتھ نامزد کیا جائے مگر ذبح ان کا فقط اللہ کے نام پر ہو۔ اس وقت کسی دوسرے کا نام نہ لیا جاوے وہ حلال ہے۔ ❺ گلا گھونٹ کر مارا ہوا جانور۔ ❻ وہ جانور جو لاٹھی پتھر ڈھیلے یا گولی وچھرے یعنی بغیر دھاردار چیز سے مارا گیا ہو۔ ❼ جو گر کر مرا ہو۔ ❽ وہ جانور جسے دوسرے جانور نے سینگ مارا ہو اور اس صدمہ سے مر گیا ہو۔ ❾ وہ جسے کسی درندے نے تھوڑا سا کھایا ہو اور وہ اس کے صدمہ سے مر گیا ہو۔ لیکن یہ جانور مر نہ گیا ہو اور بعد ایسے واقعات کے زندہ بچ رہے

فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَةٍ غَیْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ③ یَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ ۙ

پس جو کوئی بھوک پیاس کی شدت میں لاچار ہوا اور وہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو (مجبوراً جان بچانے کے لئے قدر ضرورت کھالے) تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ③ ۱؎ (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تم سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے لئے کون کون سی چیز حلال کی گئی تم فرماؤ کہ حلال کی گئیں تمہارے لئے پاکیزہ چیزیں۔

پھر اس کو ذبح کرلو تو وہ حلال ہے، ⑩ وہ جو کسی تھان پر عبادۃً ذبح کیا گیا ہو جیسے کہ اہل جاہلیت نے کعبہ شریف کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے تھے، جن کی وہ عبادت کرتے اور ان کے لئے ذبح کرتے تھے۔ ⑪ حصہ اور حکم معلوم کرنے کے لئے پانسا ڈالنا، ان سب کی ممانعت فرمائی ہے۔ حجۃ الوداع میں جب یہ آیت نازل ہوئی تو کوئی مشرک مسلمانوں کے ساتھ حج میں شریک نہ ہوسکا۔

دین اسلام کا مکمل ہونا

۲؎ **شان نزول:** بعضے یہودی لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ قرآن شریف میں ایک آیت ایسی اتری ہے کہ اگر وہ آیت ہم لوگوں پر اترتی تو ہم اس کے اترنے کے دن کو عید ٹھہراتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم ہے کہاں اور کس دن یہ آیت اتری ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس دن دو عیدیں جمع تھیں۔ کیونکہ حجۃ الوداع کے عرصہ اور جمعہ کے دن یہ آیت اتری ہے، جس روز یہ آیت اتری اس روز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت روئے۔ حضور نے اس کا سبب پوچھا انہوں نے جواب دیا کہ آج تک دن بدن دین کے بڑھنے کی توقع تھی۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آج دین کا مرتبہ کمال کو پہنچ گیا اور ہر کمال کو زوال کا خوف ہے، اس لئے میں روتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''سچ ہے پہلے صاحب شریعت نبی حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک انہی آخری شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی تکمیل قرآن شریف کے نزول کے ختم پر مکمل ہوگئی اور قیامت تک یہی دین قائم رہے گا، اللہ کو یہی دین اسلام پسند ہے''۔ آگے فرمایا: ''جن چیزوں کے حرام ہونے کا ذکر اوپر گزرا وہ چیزیں ایسے شخص کو حلال ہیں جو تین دن کے فاقہ سے ہو اور شرط یہ کہ حلال چیزیں میسر نہ آسکتی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایسے مجبور کو معاف فرمائے گا''۔

شکاری جانوروں کا ذکر

۱؎ **شان نزول:** یہ آیت عدی بن حاتم اور زید بن مہلہل کے حق میں نازل ہوئی جن کا نام حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زید الخیر رکھا تھا۔ ان دونوں صاحبوں نے عرض کیا: ''رسول اللہ! ہم لوگ کتے اور باز کے ذریعہ سے شکار کرتے ہیں تو کیا ہمارے لئے حلال ہے''۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے باز یا کتے وغیرہ کو شکار کی غرض سے پالا ہے،

وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۴ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ

اور جو شکاری جانور تم نے سدھائے انہیں شکار پر دوڑاتے ہو جو علم تم کو خدا نے دیا اس میں سے انہیں سکھاتے ہو، تو کھاؤ تم اس میں سے جو شکار پکڑ لیں اور تمہارے لئے رہنے دیں (خود اس میں سے نہ کھائیں) مگر (شکاری جانور چھوڑتے ہوئے) خدا کا نام لے لو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک خدا جلد حساب کرنے والا ہے ۝۴ آج[1] کے دن تمہارے واسطے پاکیزہ چیزیں حلال ہوئیں اور کھانا (یعنی ذبیحہ) اہل کتاب کا تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کیلئے حلال ہے، اور تمہارے لئے پارسا عورتیں مسلمان عورتوں میں سے اور ان لوگوں کی پارسا عورتیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی حلال ہیں، جب تم ان کے مہر ان کو دو ازادہ قید (نکاح) میں لانا ہو۔

اور وہ سدھایا ہوا ہے، تو جائز ہے۔ کوئی شکاری جانور شکار پر چھوڑا تو اس کا شکار چند شرطوں سے حلال ہے۔ ❶ شکاری جانور مسلمان کا ہو اور سکھایا ہوا ہو۔ ❷ اس نے شکار کو زخم لگا کر مارا ہو۔ ❸ شکاری جانور بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر چھوڑا ہو۔ ❹ اگر شکاری کے پاس شکار زندہ پہنچا، تو اس کو بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے۔ ان شرطوں پر حلال ہے ورنہ حرام اور تیر کے شکار کا بھی یہی حکم ہے۔ اگر بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر تیر مارا اور اس سے شکار مجروح ہو کر مر گیا تو حلال ہے اگر نہ مرا تو اس کو دوبارہ بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرے۔ ایسا نہ کیا تو حرام ہے۔

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب اور اور مسلم کا ذبیحہ حلال ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت یا بچہ۔ اب آگے فرمایا کہ عورتوں سے بدکاری کا یا در پردہ آشنائی کا کھلم کھلا چند روزہ تعلق نہ رکھا جاوے، بلکہ نکاح شرعی کے بعد ہمیشہ ان کو اپنے پاس رکھا جاوے ورنہ تمام عمل اکارت (ضائع) ہو جاتے ہیں۔

غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ؗ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۵ ع يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ

یہ بات نہ ہو کہ نفس پرستی کے لئے بدکاری کی جائے اور نہ بنانے کو خفیہ آشنا، اور جو کوئی مسلمان کافر ہوا تو اس کے عمل اکارت ہوئے اور وہ آخرت میں ٹوٹا پانے والوں سے ہے ۝ اے مسلمانو! [1] جب تم نماز کے لئے اٹھو تو چاہیے کہ اپنا منہ اور ہاتھ کہنیوں تک دھولیا کرو اور اپنے سر کا مسح کرلو اور اپنے دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھولو۔ اور اگر نہانے کی حاجت ہو تو غسل کرلو اور اگر ہو تم بیمار (اور پانی مضر ہو) یا سفر میں ہو (اور پانی نہ ملتا ہو)۔ یا تم میں سے کوئی جائے ضرور (قضائے حاجت) سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے صحبت کی ہو۔

طہارت کا بیان

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے ذکر کے ساتھ وضو غسل اور تیمم کے حکم کی تفصیل فرمائی۔ نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہونے کا ارادہ جب کوئی مسلمان کرے اور وہ بے وضو ہو اس پر وضو فرض ہے، اور باوضو ہو کر پھر دوسرا وضو کرے تو مستحب ہے۔ **فرائض وضو** کے یہ چار ہیں: (۱) اول منہ دھونا۔ (۲) دوم دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔ (۳) تیسرے چوتھائی سر کا مسح کرنا۔ (۴) چوتھے دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا یہ چار فرض ہیں۔ پھر طہارت کے لفظ سے ستھرائی مراد ہے یعنی غسل جس کی دس سنتیں ہیں: (۱) اول نیت۔ (۲) دوم دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھونا۔ (۳) تیسرے بسم اللہ پڑھنا۔ (۴) چوتھے غسل سے پہلے اپنی شرمگاہ دھونا خواہ نجاست ہو یا نہ ہو۔ (۵) پانچویں وضو کرنا۔ (۶) چھٹے تین بار سر اور تمام بدن پر پانی ڈالنا۔ (۷) ساتویں قبلہ کی طرف منہ نہ کرنا جبکہ ننگا ہو۔ (۸) آٹھویں تمام بدن پر پانی ملنا تاکہ سارے بدن پر اچھی طرح پہنچ جائے۔ (۹) نویں ایسی جگہ نہانا جہاں کوئی نہ دیکھے۔ (۱۰) دسویں پانی میں کمی اور زیادتی نہ کرنا۔ **شرائط غسل** یہ ہیں: (۱) سوتے میں مباشرت کا خواب دیکھنے کے بعد منی کا کچھ اثر کپڑے پر پایا جاوے تو غسل فرض ہے، ورنہ فقط خواب و خیال کا کچھ اعتبار نہیں۔ (۲) شہوت کے ساتھ منی کا

فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَ لِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۶﴾ وَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ مِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؗ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۷﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ؗ

اوران صورتوں میں پانی میسر نہ آئے تو اس حالت میں چاہئے کہ پاک مٹی سے تیمّم کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو، خدا نہیں چاہتا ہے کہ تم پر کسی طرح مشقت اور تنگی ڈالے ولیکن یہ چاہتا ہے کہ تم کو خوب پاک کر دے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دے تا کہ تم شکر گزار ہو جاؤ ﴿۶﴾ اور [۱] یاد کرو اپنے پر خدا کی نعمت اور وہ عہد جو اس نے تم سے لیا اس وقت کہ تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا اور ہم نے اسے قبول کیا اور اللہ سے ڈرو، بیشک اللہ دلوں کی بات جانتا ہے ﴿۷﴾ اے مسلمانو! اللہ کے حکم پر خوب قائم ہو جاؤ انصاف سے شہادت دیتے ہوئے

نکلنا شرط ہے چھونے سے ہو یا دیکھنے سے۔ ہاتھ کے عمل سے مرد سے نکلے یا عورت سے، غسل واجب ہے اور بوجھ سے اور کودنے سے یا بیماری سے بغیر شہوت کے نکلے تو غسل واجب نہیں۔ ❸ حیض ونفاس سے بھی غسل واجب ہے۔ آگے تیمم کا ذکر فرمایا جس کی تفصیل سورۃ النساء میں گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری آسانی کے لئے بجائے غسل اور وضو کے تیمّم کا حکم نازل فرمایا تا کہ تم ہر حال میں پاک وصاف رہ کر اللہ تعالیٰ کی اس آسانی کی نعمت کے شکریہ میں اس کی عبادت سے غافل نہ رہو۔

[۱] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ معاہدہ کی تاکید میں فرمایا کہ شریعت میں اللہ اور اللہ کی مخلوق کے جو حقوق ٹھہر چکے ہیں انصاف سے ادا کرنے میں ہر ایماندار کو ثابت قدم اور وقت پر تیار اور کھڑا ہونا چاہئے کہ یہی معاہدہ کے پورا کرنے کی باتیں ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ فتح مکہ سے پہلے اگر چہ کچھ لوگ ایسے بھی تھے کہ وہ تمام ایمانداروں کے دشمن تھے لیکن فتح مکہ کے بعد جب وہ بھی اسلام میں داخل ہو گئے تو اب اس پہلی دشمنی کا کچھ خیال دل میں نہ رکھنا چاہیے کیونکہ یہی انصاف کا طریقہ، متقی بننے کا ایک بہتر راستہ ہے۔ اسکے خلاف چلنے پر خدا کا خوف کرنا چاہئے کہ وہ ہر شخص کے نیک و بد سب کاموں سے واقف ہے۔

وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑧ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ ⑨ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَحِیْمِ ⑩ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْۤا اِلَیْكُمْ اَیْدِیَهُمْ فَكَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ ۚ

اور نہ ابھارے تم کو دشمنی کسی قوم کی اس پر کہ (اس کے ساتھ) انصاف نہ کرو (ہر حال میں) انصاف کیا کرو کہ یہی بات پرہیزگاری سے زیادہ قریب ہے، اور اللہ سے ڈرو بیشک اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے ⑧ جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کئے ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ ان کے لئے بخشش ہے اور بہت بڑا اجر ⑨ اور جو لوگ کہ کافر ہوئے اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا تو وہ لوگ رہنے والے ہیں دوزخ کے ⑩ اے مسلمانو! [۱] اپنے اوپر خدا کا احسان یاد کرو جب کہ ایک قوم نے قصد کیا کہ تم پر دست درازی کریں تو خدا نے (اپنے فضل و کرم سے) ان کے ہاتھ تمہارے خلاف بڑھنے سے روک دیئے۔

اللہ پر بھروسہ کرنے سے بھلائی

[۱] **شان نزول:** ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ایک منزل میں قیام فرمایا۔ اصحاب جدا جدا درختوں کے سایہ میں آرام کرنے لگے۔ آنحضرت ﷺ نے اپنی تلوار ایک درخت میں لٹکادی ایک اعرابی موقع پا کر آیا اور چھپ کر اس نے تلوار لی اور کھینچ کر کہنے لگا کہ اے محمد! اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا۔ حضور نے فرمایا: ''اللہ!'' یہ فرمانا تھا کہ فوراً حضرت جبریل علیہ السلام نے اس کے ہاتھ سے تلوار گرادی اور نبی کریم ﷺ نے تلوار اٹھا کر فرمایا کہ اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا۔ کہنے لگا: ''کوئی نہیں'' پھر کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں'' پھر کہا: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے رسول ہیں''۔ اس قصہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر یہ احسان فرمایا کہ ان کو ایک مخالف شخص کے حملہ سے بچایا، پھر دوسرا احسان یہ ہے کہ اس آیت میں تنبیہ فرمائی کہ امت کی ہدایت کے لئے رسول (ﷺ) کا آنا اللہ کا بڑا احسان ہے۔ جس نے اللہ کا بھروسہ کیا اس کا انجام اچھا ہوگا۔

رکوع ۳

وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪ وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ؕ وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّيْ مَعَكُمْ ؕ لَئِنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَيْتُمُ الزَّكٰوةَ

اور اللہ سے ڈرو، اور مسلمانوں کو خدا ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے ۱ ⑪ اور بیشک اللہ نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ہم نے ان میں بارہ سردار مقرر کئے اور اللہ نے فرمایا کہ بیشک میں تمہارے ساتھ ہوں یہ کہ اگر تم نے نماز قائم رکھی اور زکوٰۃ ادا کرتے رہے۔

یہود کی بدعہدی کا نتیجہ

۱ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ انہیں اور ان کی قوم کو ارض مقدسہ کا وارث بنائے گا۔ جس میں کنعانی جبار رہتے تھے، تو فرعون کی ہلاکت کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم الٰہی ہوا کہ: ”بنی اسرائیل کو ارض مقدسہ کی طرف لے جائیں۔ میں نے اس کو تمہارے لئے دار القرار بنایا ہے وہاں جاؤ اور جو دشمن وہاں ہیں ان پر جہاد کرو میں تمہاری مدد کروں گا، اور اے موسیٰ تم اپنی قوم کے ہر ہر سبط (گروہ) میں سے ایک ایک سردار بناؤ، اس طرح بارہ سردار مقرر کرو ہر ایک ان میں سے اپنی قوم کے حکم ماننے اور عہد وفا کرنے کا ذمہ دار ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سردار منتخب کر کے بنی اسرائیل کو لے کر روانہ ہوئے۔ جو اریحاء کے قریب پہنچے تو ان نقیبوں کو تجسس احوال کے لئے بھیجا، وہاں انہوں نے دیکھا کہ لوگ بہت عظیم الجثہ اور نہایت قوی و توانا صاحب ہیبت و شوکت ہیں۔ یہ ان سے ہیبت زدہ ہو کر واپس ہوئے اور آکر انہوں نے اپنی قوم سے سب حال بیان کیا باوجودیکہ ان کو اس سے منع کیا گیا تھا۔ لیکن سب نے عہد شکنی کی سوائے کالب بن یوحنا اور یوشع بن نون کے، یہ عہد پر قائم رہے۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینے سے انکار کیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ انہیں بارہ نقیبوں یعنی سرداروں کا ذکر ان آیتوں میں ہے ان کی بدعہدی کے سبب سے بنی اسرائیل نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام سے ہر حال میں ساتھ دینے کا عہد جو ٹھہرا رکھا تھا وہ انہوں نے توڑ ڈالا۔ دوسرا عہد توراۃ کے احکام کی پابندی کا تھا جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ اسی عہد کا تذکرہ فرمایا گیا ہے کہ اس عہد کے موافق یہود عیسیٰ علیہ السلام اور نبی آخر الزماں ﷺ کی فرمانبرداری اور پیروی کے پابند کئے گئے تھے۔ یہود نے اس پابندی کو چھوڑ دیا جس سے وہ توراۃ کے بھی پابند نہ رہے۔ کیونکہ توراۃ کی جن آیتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور نبی آخر الزماں ﷺ کے اوصاف تھے ان میں کی کچھ آیتوں کے لفظ تو انہوں نے بدل ڈالے اور کچھ لفظوں کے معنی اپنی طرف سے غلط گھڑ لئے۔ چونکہ مدینے کے گرد و نواح میں جو یہود رہتے تھے ان سے صلح کا عہد تھا اس لئے ان کی دغابازیوں پر درگزر کا حکم فرمایا اور ان کے درمیان عداوت ڈال دی یعنی روز قیامت تک وہ اپنے کرتوت کا بدلہ پائیں گے۔

وَ اٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ وَ عَزَّرْتُمُوْهُمْ وَ اَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ وَ لَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَ جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِیَةً ۚ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَ نَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَ لَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰی خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَ اصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَ مِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰۤی اَخَذْنَا مِیْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۪ فَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ وَ سَوْفَ یُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور میرے تمام پیغمبروں پر ایمان لائے اور انکی مدد کی اور قرض حسن دیا خدا کو (یعنی نیکی کی راہ میں اپنا مال خرچ کرتے رہے) تو بیشک میں تمہارے گناہ تم سے دور کردوں گا اور ضرور تم کو باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی، پھر جس کسی نے تم میں سے اسکے بعد کفر کیا پس وہ ضرور بہکا سیدھے رستے سے ﴿۱۲﴾ پس انکے اپنے عہد کے توڑنے کے سبب سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ہم نے انکے دل سخت کردیئے، اللہ کے کلام کو انکی اصلی جگہ سے بدل ڈالتے ہیں اور بھلا بیٹھے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں، اور ہمیشہ تم انکی کسی نہ کسی خیانت پر مطلع ہوتے رہو گے سوا تھوڑوں کے (جو ایمان لائے) پس (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم انہیں معاف کرو اور ان سے درگزر کرو، بیشک خدا دوست رکھتا ہے احسان کرنیوالوں کو ﴿۱۳﴾ اور وہ جنہوں نے دعویٰ کیا کہ ہم نصاریٰ ہیں ہم نے ان سے بھی (ایمان وعمل کا) عہد لیا پس وہ بھول گئے بڑا حصہ ان نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں، پھر تو ہم نے انکے درمیان قیامت کے دن تک عداوت، اور بغض ڈال دیا اور عنقریب اللہ انہیں بتادے گا جو کچھ وہ کرتے تھے ﴿۱۴﴾

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ كَثِیْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَ یَعْفُوْا عَنْ كَثِیْرٍ۬ؕ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِیْنٌۙ ﴿۱۵﴾ یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَ یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَ یَهْدِیْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۱۶﴾

اے ۱؎ اہل کتاب بیشک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول آئے کہ تم پر ظاہر کرتے ہیں بہت سی وہ چیزیں جو تم نے چھپا ڈالی تھیں کتاب میں (یعنی توریت وانجیل میں) اور بہت سی باتیں معاف فرماتے ہیں، بیشک اللہ کی طرف سے تمہارے پاس ایک نور آیا (یعنی سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور روشن کتاب (یعنی قرآن) ﴿۱۵﴾ خدا اس کے ذریعہ رہنمائی کرتا ہے اس شخص کی جو خدا کی رضامندی پر چلا سلامتی کے راستے اور ان کو لاتا ہے اندھیریوں سے روشنی کی طرف اپنے حکم سے اور (کامیابی وسعادت کی) سیدھی راہ ان کو دکھاتا ہے ﴿۱۶﴾

یہود کی شرارت کا ذکر

۱؎ **شان نزول:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رجم کی یہ آیت توریت میں سے جب یہود کو بتلائی جس کو وہ چھپاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ آیت نازل فرمائی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ یہود بیاہے ہوئے ایک عورت اور مرد کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لائے جنہوں نے بدکاری کی تھی۔ آپ نے ان یہودیوں سے پوچھا کہ توریت میں ایسے مرد وعورت کے لئے کیا حکم ہے انہوں نے جواب دیا کہ توریت کے حکم کے موافق ہم ایسے مرد وعورت کا کالا منہ کر کے بستی میں پھراتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یہ سزا توریت کے حکم کے موافق نہیں ہے تم جھوٹے ہو۔ لاؤ توریت اس میں تو ایسے لوگوں کو سنگسار کرنے کا حکم ہے"۔ آخر توریت لائی گئی اور ایک شخص ابن صوریا توریت پڑھنے آیا۔ ابن صوریا نے پہلے تو رجم کی آیت کو اپنے ہاتھ کے نیچے ڈھانک لیا، پھر جب اس کا ہاتھ اٹھایا گیا تو وہ رجم کی آیت نکلی اور اس مرد وعورت کو سنگسار کیا گیا۔ رجم کے معنی: "سنگسار کرنے" کے ہیں۔ اس قصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ علم غیب ہے کہ آپ نے توریت کے بغیر پڑھے توریت کا وہ صحیح مسئلہ بتادیا جس کو یہود نے بدل ڈالا تھا۔ اب آگے فرمایا کہ اسلام کی روشنی دے کر اور قرآن کو راہبر ٹھہرا کر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "میں لوگوں کو دوزخ کی آگ سے بچانے کی کوشش کرتا ہوں لیکن لوگ اس میں گرنے کی ایسی کوشش کرتے ہیں جس طرح کیڑے پتنگے روشنی پر گرتے ہیں"۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ اُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ

بیشک ۱؎ وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے یہ کہا: ''خدا تو مریم کا بیٹا مسیح ہی ہے'' تو (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!) تم ان لوگوں سے فرماؤ: ''کوئی خدا کا کیا کر سکتا ہے (یعنی انتقام سے) اگر خدا چاہے ہلاک کر دے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو اور اس کی ماں کو اور ان کو جو روئے زمین پر بستے ہیں، اور خدا ہی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے، جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور خدا سب چیز پر قادر ہے'' ﴿۱۷﴾ اور یہود اور نصاریٰ نے کہا ۲؎ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔

۱؎ اوپر گزر چکا ہے کہ نصاریٰ کے چند فرقے ہیں ان میں سے فرقہ یعقوبیہ وغیرہ کا یہ اعتقاد ہے کہ گیہوں کے کھانے سے حضرت آدم نے جو اللہ کی نافرمانی کی اس کے اثر سے اولاد آدم میں بھی نافرمانی اور گنہگاری کی جرأت پیدا ہوگئی۔ جس سے اولاد آدم ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنے کی سزاوار ہوگئی۔ اس لئے عیسیٰ علیہ السلام کی شباہت میں اللہ تعالیٰ زمین پر آیا اور یہود کے ہاتھوں سے سولی پر چڑھا تاکہ بنی آدم کے گناہوں کا کفارہ اس قتل کی سزا سے ہوجائے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان لوگوں کے اس اعتقاد کو یوں غلط ٹھہرایا کہ یہود کی کیا حقیقت ہے جو وہ اللہ کے ساتھ ایسی گستاخی کرسکیں، وہ تو صاحب قدرت ہے کہ یہود اور تمام دنیا کی مخلوقات کو دم بھر میں چاہے تو ہلاک کر دیوے، اور کسی کو اتنی تاب نہ ہو کہ اس کے ارادہ کو روک سکے۔ اللہ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ علمائے اہل کتاب کی بحث

۲؎ **شان نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک روز اہل کتاب کے کچھ علماء آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو طرح طرح کی نصیحت کی اور عذاب آخرت سے ڈرایا، انہوں نے جواب دیا کہ عام لوگوں کی طرح ہم کو عذاب آخرت سے کیا ڈراتے ہو۔ عام لوگوں میں اور ہم میں بڑا فرق ہے۔ ہم عام مخلوقات کی

قُلۡ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمۡ بِذُنُوۡبِكُمۡ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ بَشَرٌ مِّمَّنۡ خَلَقَ ؕ يَغۡفِرُ لِمَنۡ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَمَا بَيۡنَهُمَا ۚ وَاِلَيۡهِ الۡمَصِيۡرُ ﴿۱۸﴾ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمۡ عَلٰى فَتۡرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا جَآءَنَا مِنۡۢ بَشِيۡرٍ وَّلَا نَذِيۡرٍ ۚ فَقَدۡ جَآءَكُمۡ بَشِيۡرٌ وَّنَذِيۡرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۱۹﴾ ع

تم فرماؤ: "پھر تم کو کیوں تمہارے گناہوں کے سبب سے عذاب کرتا ہے؟ بلکہ تم آدمی ہو اس کی مخلوقات میں سے" جس کو چاہے بخشتا ہے اور جس کو چاہے عذاب کرتا ہے، اور اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، اور سب کو اسی اللہ کی طرف واپس جانا ہے ﴿۱۸﴾ اے[۱] اہل کتاب بیشک تمہارے پاس ہمارے یہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے جو تم پر ہمارے احکام ظاہر فرماتے ہیں بعد اس کے کہ رسولوں کی آمد کا سلسلہ مدتوں بند رہا تھا۔ اس لئے کہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی نہ بشارت دینے والا آیا اور نہ کوئی ڈر سنانے والا، تو اب بشارت دینے والا اور ڈر سنانے والا تمہارے پاس تشریف لایا ہے، اور اللہ سب چیز پر قادر ہے ﴿۱۹﴾

طرح نہیں ہیں بلکہ ہم خدا کے بیٹے اور پیارے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ان کے جواب کو یوں جھٹلایا کہ دنیا میں تو تم کو عام مخلوقات کی طرح تمہارے کئے کی سزا مل رہی ہے۔ بہت سے لوگ تم میں سے سور اور بندر ہو گئے۔ تمام قوم کی بادشاہت نیست و نابود ہو گئی۔ دن بدن ذلت و خواری بڑھتی جاتی ہے پھر تم کو آخرت کا حال کیونکر معلوم ہو گیا کہ تمہیں وہاں عام خلائق کی طرح عذاب نہ ہوگا۔ آگے فرمایا کہ قیامت کے دن کی بخشش اور پرسش اللہ کی مرضی پر منحصر ہے۔ جسے وہ چاہے بخشے گا اور جس سے مواخذہ منظور ہوگا اس سے کرے گا۔ کسی کا بیٹا، پوتا ہونا اس دن بغیر مرضی اللہ کے کچھ کام نہ آوے گا۔ جو اپنے بڑوں کو خدا کا بیٹا اور شریک ٹھہراویں کیونکہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے، شرک سے بیزار ہے، زمین و آسمان کی بادشاہت میں کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ ایک دن سب کو اس کے روبرو کھڑا ہونا ہے۔

[۱] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک قریب چھ سو برس کی مدت نبی

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَ جَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖۗ وَّ اٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۰﴾ يٰقَوْمِ ادْخُلُوا الْاَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِيْ كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَرْتَدُّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿۲۱﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِنَّ فِيْهَا قَوْمًا جَبَّارِيْنَ ۖۗ وَ اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَا حَتّٰى يَخْرُجُوْا مِنْهَا ۚ فَاِنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا فَاِنَّا دٰخِلُوْنَ ﴿۲۲﴾

اور لہ جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: ''اے میری قوم! اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو کہ جب تم میں سے پیغمبر کیے اور تم کو بادشاہ کیا اور تمہیں وہ عطا فرمایا جو کسی کو اب تک نہیں دیا گیا سارے جہان میں ﴿۲۰﴾ اے میری قوم! داخل ہو اس پاک زمین میں جسے خدا نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے اور پیچھے مت پلٹو (مقابلہ کے وقت) کہ نقصان پر پلٹو گے'' ﴿۲۱﴾ لوگوں نے کہا: ''اے موسیٰ! بیشک اس جگہ زور آور لوگ ہیں، اور ہم اس جگہ ہرگز داخل نہ ہوں گے جب تک وہ وہاں سے نہ نکل جائیں، پس اگر وہ اس جگہ سے نکل جائیں تو ہم داخل ہو جائیں گے'' ﴿۲۲﴾

سے خالی رہی۔ اس کے بعد حضور کے تشریف لانے کی منت کا اظہار فرمایا جاتا ہے کہ نہایت حاجت کے وقت تم پر اللہ کی عظیم نعمت بھیجی گئی۔ اب تم کو یہ کہنے کا موقع نہ رہا کہ ہمارے پاس تنبیہ کرنے والے تشریف نہ لائے۔

لہ مطلب یہ ہے کہ ملک شام کا سفر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسی غرض سے کیا تھا کہ قوم عمالقہ کو ملک شام کی بستیوں سے لڑ کر نکال دیا جاوے اور بنی اسرائیل کو ان بستیوں میں آباد کر دیا جاوے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر فرمایا۔ اللہ سچا ہے اور اللہ کے رسول سچے ہیں۔ اس لڑائی کے بعد ملک شام میں بنی اسرائیل کی بادشاہی قائم ہوگی۔ اس کی نظیر کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت اور اس بادشاہت کی یادگار کے لئے بیت المقدس کی عمارت کافی ہے۔ ''دیا تم کو جو نہیں دیا کسی کو جہان میں'' اس کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل نے اللہ کی وہ وہ نعمتیں پائیں جو اس زمانہ میں کسی دوسری قوم کو نصیب نہیں ہوئیں۔ لیکن موسیٰ علیہ السلام نے ان کی سرکشی دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے آخری حکم کے نازل ہونے کی التجا کی۔ آخری حکم یہ ہوا کہ چالیس برس تک بنی اسرائیل اس شام کے جنگل میں قید رہے اور جو ان میں سرکش تھے وہ اسی قید میں مر گئے۔

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ۬ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۶﴾ع وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَىْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا

اس پر دو مردوں نے (یعنی یوشع اور کالب) کہ جو اللہ سے ڈرنے والوں میں سے تھے خدا نے ان کو (ایمان و یقین کی) نعمت عطا فرمائی تھی کہا کہ ہمت کر کے ان لوگوں پر دروازے کے رستے حملہ کر دو اور جب (شہر کے) دروازہ میں داخل ہو گئے تو تم غالب آ جاؤ گے اور خدا ہی پر بھروسہ کرو اگر تم ایمان رکھنے والے ہو ﴿۲۳﴾ وہ بولے: ''اے موسیٰ! ہم ہرگز اس زمین میں نہیں داخل ہوں گے جب تک وہ لوگ وہاں موجود ہیں پس تم خود چلے جاؤ اور تمہارا خدا پس تم دونوں لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں'' ﴿۲۴﴾ موسیٰ نے کہا: ''اے پروردگار میرے! میں اپنی جان کے سوا اور اپنے بھائی (یعنی ہارون کے) سوا اور کسی پر اختیار نہیں رکھتا پس درمیان ہمارے اور درمیان نافرمان لوگوں کے فیصلہ کر دے'' ﴿۲۵﴾ اللہ نے فرمایا: ''پس وہ زمین ان پر حرام کر دی گئی چالیس سال تک (اور جنگل کی) زمین میں بھٹکتے پھریں گے، پس تم نافرمان لوگوں کی حالت پر غمگین نہ ہو[1]'' ﴿۲۶﴾ اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان لوگوں کو آدم کے دو بیٹوں کی سچی خبر پڑھ کر سنا دو کہ جس وقت دونوں نے خدا کی ایک ایک نیاز پیش کی۔

دنیا میں سب سے پہلا خون یعنی ہابیل اور قابیل کا قصہ

[1] حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ میں بھائی بہن کا نکاح اس

فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ؕ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ ؕ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۷﴾ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَیَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِیْ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِیَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۸﴾ اِنِّیْۤ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾

تو ایک کی قبول ہوگئی اور دوسرے کی مقبول نہیں ہوئی، اس پر قابیل نے (حسد سے) ہابیل سے کہا: ''میں یقیناً تجھے قتل کردوں گا'' ہابیل نے کہا: ''اللہ متقیوں ہی کی قربانی قبول کرتا ہے ﴿۲۷﴾ اگر مجھ پر میرے قتل کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے گا تو میں اپنا ہاتھ تجھ پر نہیں اٹھاؤں گا کہ تجھے قتل کروں، بیشک میں خدا سے ڈرتا ہوں جو سارے جہان کا پروردگار ہے ﴿۲۸﴾ البتہ میں چاہتا ہوں کہ میرے گناہ اور تیرے گناہ دونوں تیرے ہی پلہ پڑیں پس تو دوزخیوں میں شامل ہوجائے اور یہی بدلہ ظالموں کا ہے'' ﴿۲۹﴾

ضرورت سے جائز تھا کہ اس وقت سوائے بہن کے اور کوئی غیر لڑکی دنیا میں نہیں تھی۔ ایسے نکاح میں اس قدر احتیاط کرنا ضرور تھا کہ ایک حمل کے بھائی بہن کا نکاح نہیں ہوتا تھا۔ قابیل نے اپنے ساتھ کی پیدا شدہ بہن سے نکاح کرنا چاہا حضرت آدم علیہ السلام نے انکار کیا۔ جب قابیل نے اصرار کیا تو حضرت آدم علیہ السلام نے یہ فیصلہ کیا کہ قابیل اور ہابیل دونوں بھائی مل کر اللہ کی نیاز کریں، جس کی نیاز قبول ہوگی اس کا نکاح اس لڑکی سے کردیا جائے گا۔ پہلے زمانہ میں نیاز قبول ہونے کی یہ نشانی تھی کہ آسمان سے ایک سفید آگ آکر نیاز کی چیز کو جلا دیا کرتی تھی۔ چنانچہ ہابیل کی نیاز قبول ہوئی جس سے قابیل کو رشک وحسد پیدا ہوا اور موقع پاکر اس نے اپنے بھائی ہابیل کو مار ڈالا۔ یہ پہلا خون تھا جو دنیا میں ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قابیل نے پہلے پہل خون ناحق کا طریقہ نکالا۔ اس لئے دنیا میں جو خون ناحق اب ہوتا ہے تو ایک خون ناحق کا وبال قابیل کے نامہ اعمال میں بھی لکھ دیا جاتا ہے۔ اس وقت تک مردے کے دفن کرنے کا طریقہ دنیا میں جاری نہیں تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک کوے کے ذریعہ یہ طریقہ قابیل کو سکھایا تاکہ آئندہ بنی آدم میں یہی طریقہ رواج پکڑ جائے۔ قابیل کوے سے یہ طریقہ سیکھ کر اپنی نادانی پر بہت پچھتایا کہ ایک جانور کے برابر بھی تجھ کو عقل نہیں۔ اسی نادانی کے سبب میں نے اپنے بھائی کو ناحق مار ڈالا۔ ہابیل اللہ کے نبی کے حکم پر تھا اس نے اپنے آپ کو متقیوں میں شمار کیا۔

فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِيْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۳۰﴾ فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا يَّبْحَثُ فِي الْاَرْضِ لِيُرِيَهٗ كَيْفَ يُوَارِيْ سَوْءَةَ اَخِيْهِ ؕ قَالَ يٰوَيْلَتٰۤى اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِيَ سَوْءَةَ اَخِيْ ۚ فَاَصْبَحَ مِنَ النّٰدِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ ۛۚ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛۚ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ؗ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾

پس اس کے نفس نے اسے اپنے بھائی کے قتل کی رغبت دلائی اس نے (ہابیل کو) قتل کر دیا، پس وہ نقصان والوں میں سے ہو گیا ۳۰ پس خدا نے ایک کوا بھیجا اور وہ زمین کریدتا تھا تا کہ اسے دکھادے کہ نعش کیونکر (زمین میں) چھپائے اپنے بھائی کی (کوے کو زمین کریدتا ہوا دیکھ کر) بولا: ''افسوس میری حالت پر کہ میں اس کوے کی طرح بھی نہ ہو سکا کہ اپنے بھائی کی نعش زمین کھود کر) چھپا دیتا'' پس پچھتاتا رہ گیا ۱؂ ۳۱ اس قتل کے سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کے بغیر (یعنی خون ناحق کیا) تو گویا اس نے تمام انسانوں کا خون کیا، اور جس کسی نے کسی کی زندگی بچالی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندہ کیا، اور بیشک بنی اسرائیل کے پاس ہمارے پیغمبر روشن دلیلیں لے کر آئے، پھر البتہ اس کے بعد بھی بہت سے لوگ ان میں سے زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں ۳۲

خون ناحق کا ذکر

۱؂ یہ آیت گویا ہابیل کے قصہ کا نتیجہ ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ جب ایک بھائی نے حسد پر اپنے بھائی کو مار ڈالا اور اس کے

إِنَّمَا جَزَٰٓؤُا۟ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِى
ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓا۟ أَوْ يُصَلَّبُوٓا۟ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَ
أَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْا۟ مِنَ ٱلْأَرْضِ ۚ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى
ٱلدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى ٱلْءَاخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٣٣﴾ إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُوا۟ مِن
قَبْلِ أَن تَقْدِرُوا۟ عَلَيْهِمْ ۖ فَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٣٤﴾

جو[1] لوگ کہ لڑتے ہیں اللہ سے اور اسکے رسول سے اور ملک میں فساد کی نیت سے دوڑتے پھرتے ہیں یہی انکی سزا ہے کہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹے جائیں یا وطن سے دور کر دیئے جائیں یہ ان کیلئے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بھی انکے واسطے عذاب عظیم ہے ﴿۳۳﴾ مگر جنہوں نے کہ تمہارے قابو پانے سے پہلے توبہ کر لی تو جان لو کہ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۳۴﴾

خون ناحق کا کچھ خیال نہ کیا بلکہ آئندہ خون ناحق کا اوروں کے لئے دنیا میں ایک راستہ کھول دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس گناہ عظیم کے روکنے کا یہ انتظام فرمایا کہ توریت میں بنی اسرائیل کو خون ناحق سے روکنے کے لئے یہ تاکید فرمائی کہ جو شخص ایک خون ناحق کرے گا اس کو خون ناحق کا پھیلانے والا شمار کیا جائے گا، اور جو مظلوموں کی مدد کرے گا خون ناحق کو روکے گا وہ اس رسم بد کا روکنے والا اور جہان بھر کی زیست و امن کے اجر کا باعث ٹھہرے گا۔ آگے فرمایا باوجود اس سخت حکم کے بنی اسرائیل نے عام لوگوں کے خون ناحق کے علاوہ انبیاء کرام کے خون ناحق کی جراٴت بھی کی، جس کا خمیازہ ایک دن وہ بھگتیں گے۔

[1] راہزنی کرنے والا خواہ مرتد ہو یا مسلمان سب کی سزا کے بیان میں یہ آیت اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے۔ جس کا شان نزول یہ ہے کہ ۶ ھ میں عرینہ کے چند لوگ مدینہ طیبہ میں آ کر اسلام لائے اور بیمار ہو گئے، ان کے رنگ زرد ہو گئے پیٹ بڑھ گئے۔ حضور ﷺ نے حکم دیا کہ علاقہ کے اونٹوں کا دودھ اور پیشاب ملا کر پیا کریں۔ ایسا کرنے سے وہ تندرست ہو گئے مگر تندرست ہو کر مرتد ہو گئے اور ۱۵، اونٹ لے کر وہ اپنے وطن چلے گئے۔ حضور ﷺ نے ان کے طلب میں حضرت یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا ان لوگوں نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے اور ایذائیں دیتے دیتے شہید کر ڈالا۔ پھر جب یہ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں گرفتار کر کے حاضر کئے گئے تو آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروائیں اور ان کو قتل کروا ڈالا۔ آگے فرمایا کہ راہزنوں کی یہ سزا تو دنیاوی ہے اگر پکڑے جانے سے پہلے بغیر توبہ کے وہ مر گئے یا پکڑے گئے اور دنیوی سزا کے بعد بھی مرتد رہے تو عقبیٰ میں ان کو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِیْ سَبِیْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّ مِثْلَهٗ مَعَهٗ لِیَفْتَدُوْا بِهٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۳۶﴾ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْهَا ۫ وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِیْمٌ ﴿۳۷﴾ وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْۤا اَیْدِیَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ

اے مسلمانو[۱]! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور جہاد کرو اس کی راہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ ﴿۳۵﴾ بیشک وہ لوگ جو کافر ہوئے اگر ان کے ہاتھ میں سب ہو جو کچھ زمین میں ہے اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو پھر یہ سب کچھ روز قیامت کے عذاب سے بچنے کے لئے بدلہ میں دے دیں تو ان سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، اور ان کے واسطے عذاب دردد ینے والا ہے ﴿۳۶﴾ وہ (کتنا ہی) چاہیں گے کہ دوزخ کی آگ سے باہر نکل آئیں اور وہ دوزخ سے باہر نکلنے والے نہیں، اور ان کے واسطے ہمیشہ کا عذاب ہے۔[۲] ﴿۳۷﴾ اور جو چور ہوں خواہ مرد ہو یا عورت پس ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو جو کچھ انہوں نے کیا ہے یہ اس کی سزا ہے اور اللہ کی طرف سے عبرت ہے،

[۱] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ ہر ایماندار کو اس طرح کی باتوں سے ہمیشہ پرہیز لازم ہے اور یہ بھی لازم ہے کہ ہر ایماندار شخص ہاتھ سے پیر سے، جان سے، مال سے، زبان سے غرض جس طرح ہو سکے خالص راہ خدا کے نیک کاموں میں لگا رہے۔ تاکہ وہ نیک کام اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے حاصل کرنے کا ذریعہ قرار پا سکیں۔ پھر فرمایا کہ یہ باتیں جو بتائی گئیں یہی باتیں ایسی ہیں جن سے عقبیٰ میں بہتری اور کامیابی کی صورت نکل سکتی ہے۔ نیک کام خالص راہ خدا کی نیت سے کیا جاوے تو بارگاہ الٰہی میں قبول ہوتا ہے۔ وہ لوگ بڑے نادان ہیں جو دنیا کے تھوڑے سے مال و متاع کے لئے ایسے کام کرتے ہیں جس سے وہ عقبیٰ کو ہاتھ سے دے کر دہاں کا ہمیشہ کا عذاب اپنے سر پر لیتے ہیں۔

چور کی سزا کا حکم

[۲] **شان نزول:** یہ آیت عورت مخزومیہ کے ہاتھ کاٹنے کے وقت نازل ہوئی۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ فتح مکہ معظمہ کے وقت

وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿٣٨﴾ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٩﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٤٠﴾ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ

اور خدا غالب حکمت والا ہے ﴿۳۸﴾ پھر جس کسی نے اپنے ظلم کے بعد توبہ کرلی اور نیک کام عمل میں لایا تو بیشک خدا اپنی مہر (محبت) سے اس پر رجوع ہوگا، بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۳۹﴾ (اے انسان!) کیا تو نہیں جانتا کہ آسمان وزمین کی بادشاہت اللہ ہی کے لئے ہے، وہ عذاب کرتا ہے جس کو چاہے اور جسے چاہے بخشتا ہے، اور خدا ہر چیز پر قادر ہے لہ ﴿۴۰﴾ اے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم! تمہیں غمگین نہ کریں وہ جو کفر پر دوڑتے ہیں کچھ وہ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے۔

ایک عورت نے چوری کی تھی، قریش کو اس عورت کا ہاتھ کاٹنا شاق تھا۔ اس لئے قریش نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفارش کرائی۔ آپ کو یہ سفارش سن کر بڑا غصہ آیا اور آپ نے فرمایا: ''کیا تعزیرات الٰہی میں بھی بندوں کی سفارش کا کچھ دخل ہوسکتا ہے۔ بالفرض محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی فاطمہ سلام اللہ علیہا بھی کچھ چرائے تو اس کا بھی ہاتھ کاٹا جائے گا''۔ غرض آپ نے اس عورت کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور جب اس کا ہاتھ کٹ چکا تو اس نے آپ سے پوچھا کہ یا حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میری توبہ بھی قبول ہوگئی، آپ نے فرمایا: ''اب تو ایسی ہوگئی جیسے آج تیری ماں نے تجھ کو جنا ہے''۔ آخر کو فرمایا: ''آسمان وزمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہے، اس کے حکم میں کوئی دخل نہیں دے سکتا جس کی توبہ خالص ہو اس کو وہ بخش دیوے تو اسے اختیار ہے''۔

لہ ان آیتوں میں دنیا کے چوروں کا ذکر فرمایا۔ چوروں کے ذکر کے بعد دین کے چوروں کا ذکر فرمایا۔ ان چوروں میں ایک گروہ تو منافقوں کا تھا جو ظاہر میں مسلمان تھے اور ان کے دل میں منافقت کا چور تھا۔ دوسرا گروہ یہود کا تھا کہ انہوں نے توریت کے بہت سے احکام اپنی طرف سے بنائے تھے اور اصل احکام ایسے چھپائے تھے جیسے چور چوری کی چیز کو چھپاتا ہے۔ اپنے بنائے ہوئے احکام کو رواج دینے کے لئے یہود کے علماء یہ بھی شرارت کیا کرتے تھے کہ اپنے جاہل لوگوں کے بعضے مقدمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس فیصلہ کو بھیج دیا کرتے تھے، اور ان کو ہدایت کردیا کرتے تھے کہ توریت کے موافق فیصلہ کریں تو مان لینا ورنہ ہرگز نہیں۔ یہود اور منافقوں میں دوستی تھی اس لئے منافق جاسوسی کے لئے مسلمانوں کی مجلس میں آکر بیٹھا کرتے تھے۔

وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۛۚ وَمِنَ الَّذِیْنَ هَادُوْا ۛۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِیْنَ ۙ لَمْ یَاْتُوْكَ ؕ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ یَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِیْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا ؕ وَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ فَلَنْ تَمْلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ لَمْ یُرِدِ اللّٰهُ اَنْ یُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ ؕ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ ۖۚ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۴۱﴾ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ؕ فَاِنْ جَآءُوْكَ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ

اور ان کے دل ایمان نہیں لائے، اور کچھ یہودی خوب سننے والے ہیں جھوٹی باتوں کے (اور) سننے والے ہیں دوسری قوم کے واسطے کہ ابھی تمہارے پاس نہیں آئے ہیں (توریت کے) کلمات کو بدل دیتے ہیں بعد اس کے کہ وہ اپنی جگہ میں صحیح ہوتے ہیں اور (لوگوں سے) یہ کہتے ہیں کہ اگر تم کو یہ تبدیل کیا ہوا حکم دیا جائے تو قبول کرو اور اگر یہ تم کو نہ دیا جائے تو بچو اور جسے اللہ گمراہ کرتا ہے پس تو اس کے واسطے خدا سے کچھ (ہدایت) ہرگز نہ کر سکے گا۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ خدا نے جن کے دلوں کو پاک کرنا نہیں چاہا ان کے واسطے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے واسطے آخرت میں بڑا عذاب ہے ﴿۴۱﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ لوگ جھوٹی باتیں سننے والے ہیں اور بڑے حرام کے کھانے والے ہیں (یعنی رشوت [۱]) پس اگر یہ تمہارے پاس آئیں تو ان کے درمیان فیصلہ کرو۔

اور یہ بھی خبر لیا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان مقدمات میں کیا فیصلہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں منافقوں اور یہود دونوں کے فریب سے اپنے رسول کو آگاہ کر دیا کہ منافق لوگ تو یہ فریب کی باتیں اس لئے کرتے ہیں کہ ان کا ایمان فقط زبانی ہے، اور ان کے دل میں طرح طرح کے فریب بھرے ہوئے ہیں۔ آخر کو فرمایا کہ اگر یہ لوگ اپنی عادتوں سے باز نہ آئے تو دنیا میں ان کی طرح طرح کی ذلت ہوگی اور عقبیٰ میں ان کو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔ اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

یہود کا دھوکا اور قصاص کا حکم

[۱] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اہل کتاب جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کوئی جھگڑا فیصلہ کرنے کو لاتے تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے اختیار دیا تھا کہ خواہ آپ فیصلہ کریں یا پہلوتہی کر جاویں لیکن اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ یہ آیت منسوخ ہوگئی۔

اَوْ اَعْرِضْ عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـًٔا ۗ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۗ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۴۴﴾

یا ان سے منہ پھیر لو اور اگر تم ان سے منہ پھیر لو گے تو یہ تمہیں [1] کچھ نقصان نہیں پہنچا سکیں گے، اور اگر فیصلہ کرو تو چاہئے کہ ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرو، بیشک خدا انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے ﴿۴۲﴾ اور یہ لوگ کسی طرح تم سے فیصلہ چاہیں گے حالانکہ توریت ان کے پاس ہے کہ اس میں خدا کا حکم موجود ہے پھر (یہ توریت اور اس کا حکم رکھنے کے) بعد اسی سے منہ پھیرتے ہیں، اور وہ لوگ ایمان والے نہیں ﴿۴۳﴾ بیشک ہم نے توریت نازل کی اس میں ہدایت اور روشنی ہے، اسی کے مطابق یہود کو حکم کرتے تھے جو خدا کے فرمانبردار پیغمبر تھے اور حکم کرتے تھے خدا پرست لوگ اور یہودیوں کے عالم کیونکہ وہ محافظ ٹھہرائے گئے تھے خدا کی کتاب کے اور اس (کے احکام وہدایت) پر گواہ تھے، پس (کہا ہم نے تم) ان لوگوں سے نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لو اور جو کوئی خدا کی نازل کی ہوئی کتاب کے موافق حکم نہ کرے تو وہی لوگ کافر ہیں ﴿۴۴﴾

[1] **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ یہود کے چند علماء نے ایک روز آنحضرت ﷺ سے یہ فریب کیا کہ ہماری قوم کے لوگوں سے مخالفت ہوگئی ہے، ہم چند مقدمے آپ کے پاس لے آویں گے اور چونکہ ہم لوگ عالم ہیں، اس لئے ہمارا اسلام دیکھ کر عام لوگ بھی مسلمان ہوجاویں گے اور باطن میں ان کے جی میں یہ فریب تھا کہ اگر آپ دھوکا کھا کر خلاف حکم الٰہی فیصلہ

وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۴۵﴾

اور ۱ ہم نے توریت میں یہ حکم ان پر لازم کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت ہے، اور زخموں کے بدلے ویسے ہی زخم کا بدلہ ہے پھر جو کوئی بدلہ لینا معاف کر دے تو یہ معافی اس کے لئے (گناہوں کا) کفارہ ہے، اور جو کوئی نہ حکم کرے اللہ کے اتارنے پر تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں ﴿۴۵﴾

کر دیں تو آپ کی نبوت میں طرح طرح شبہ ڈالیں مگر آپ نے اس طرح کے فیصلہ سے انکار کیا۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اور زیادہ ہوشیار کرنے کو یہ آیت نازل فرمائی کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے! اگر آپ ان کے مقدمات کا انصاف سے فیصلہ کریں تو اللہ تعالیٰ اہل انصاف کو پسند کرتا ہے۔ لیکن اگر ان لوگوں کو انصاف منظور ہوتا تو یہ لوگ توریت کے ان اصلی احکام سے نہ پھرتے، جن پر تمام انبیاء بنی اسرائیل کا عمل تھا۔ اب حال کے یہود کو ان کے بڑوں کا حال یاد دلا کر فرمایا کہ تم لوگوں کو اپنے رشوت لینے کے لالچ سے احکام توریت بدلنے میں، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے ورنہ تمہارا شمار احکام الٰہی کے منکر لوگوں میں قرار پاوے گا۔

مسئلہ: اگر کوئی جان بوجھ کر کسی آیت قرآنی کا منکر ہوگا تو وہ اس حکم میں داخل ہے۔ یہاں کفر کے معنی گناہ کے نہیں ہیں۔ صحیح بخاری کی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں شوہروں کی ناشکر گزاری سے عورتوں کو کافر فرمایا ہے۔ ۱ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے کسی کو ناحق قتل کیا تو اس کی جان مقتول کے بدلے میں لی جاوے گی۔ خواہ وہ مقتول مرد ہو یا عورت۔ آزاد ہو یا غلام۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ مرد کو عورت کے بدلے قتل نہ کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جو قاتل اپنے جرم پر نادم ہو کر وبال معصیت سے بچنے کے لئے بخوشی اپنے اوپر حکم شرعی جاری کرائے، تو قصاص اس کے جرم کا کفارہ ہو جائے گا، اور آخرت میں اس پر عذاب نہ ہوگا۔ بعض مفسرین نے اس کے یہ معنی بیان کئے کہ جو صاحب حق قصاص کو معاف کر دے تو یہ معافی اس کے لئے کفارہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ظلم و زیادتی کی معافی پر اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے کو بڑا درجہ دے گا۔

وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۖ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ۗ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾

اور۱؎ ہم نے ان نبیوں کے پیچھے ان ہی کے نقش قدم پر مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھیجا تصدیق کرنے والا توریت کی جو اس سے پہلے موجود تھی اور ہم نے اس کو دی انجیل کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے، اور تصدیق کرتی ہے توریت کی کہ اس سے پہلے تھی اور ہدایت اور نصیحت تھی پرہیزگاروں کے واسطے ﴿۴۶﴾ اور انجیل والوں کو چاہئے کہ جو کچھ خدا نے اس میں اتارا ہے اس کے مطابق حکم کریں اور جو کوئی نہ حکم کرے مطابق اس کے جو خدا نے اتارا ہے پس وہ لوگ فاسق ہیں ﴿۴۷﴾

انجیل اور قرآن شریف کے نازل ہونے کا ذکر

۱؎ مطلب یہ ہے کہ ان آیتوں میں فرمایا کہ ان انبیاء بنی اسرائیل کے قدم بقدم سب انبیاء بنی اسرائیل تھے، اور آخر پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو توریت کے احکام کی تصدیق و نگہبانی کے لئے بھیجا، اور علاوہ توریت کے ان پر انجیل بھی نازل فرمائی جس میں ہر طرح کی ہدایت تھی۔ اور گناہوں کی کثرت سے بنی اسرائیل کے دل پر ایک طرح کی سیاہی جو آ گئی تھی۔ اس سیاہی کے اندھیرے کو دور کرنے کے لئے انجیل گویا ایک روشن مشعل تھی اور توریت کے سچے احکام کی تصدیق اور طرح طرح کی نصیحت بھی اس میں موجود تھی۔ آخر میں فرمایا نصاریٰ کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے انجیل میں جو باتیں اتاری ہیں وہ اس کے پابند ہوں۔ ورنہ وہ اللہ کے نافرمان کہلاویں گے۔ اصل انجیل بدلنے پر اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا کہ نصاریٰ کو انجیل پر عمل کرنا چاہیے۔ توریت میں تین نبیوں کا ذکر یوں ہے کہ پہلے نبی حضرت موسیٰ اور دوسرے نبی حضرت عیسیٰ علیہم السلام تیسرے نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جس نبی کے آنے کی خوشخبری دی ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات اقدس ہے۔

وَ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَیْمِنًا عَلَیْهِ فَاحْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لٰكِنْ لِّیَبْلُوَكُمْ فِیْ مَاۤ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۙ﴿۴۸﴾

اور [۱] (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) ہم نے تمہاری طرف سچی کتاب اتاری ان کتابوں کی تصدیق کرنے والی جو پہلے سے موجود ہیں اور ان پر نگہبان، پس چاہئے کہ خدا کی نازل کی ہوئی کتاب کے مطابق ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور (اے سننے والے) اپنے پاس آیا ہوا حق چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا، ہم نے تم سب کے لئے ایک ایک شریعت اور راستہ رکھا، اور اگر خدا چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا ولیکن وہ تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے اس چیز میں کہ جو تم کو دی ہے پس بھلائیوں کی طرف سبقت چاہو، تم سب کو اللہ ہی کی طرف جانا ہے پس وہ تم کو بتادے گا جس میں کہ تم اختلاف کرتے تھے ﴿۴۸﴾

[۱] ان آیتوں میں قرآن شریف کا ذکر ہے کہ بغیر کسی شک وشبہ کے یہ اللہ کا کلام ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں کی، توریت اور انجیل سب پچھلی کتابوں کی صداقت، اس قرآن میں موجود ہے۔ جس سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس طرح پچھلے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے وہ کتابیں نازل فرمائی تھیں۔ اسی طرح اب یہ قرآن نازل فرمایا اور یہ بھی ہر کوئی سمجھ سکتا ہے کہ قرآن کو جھٹلانا عین ان کتابوں کو جھٹلانا ہے۔ جن کتابوں کو یہ لوگ اللہ کا کلام اور آسمانی کتابیں جانتے ہیں۔ قرآن میں پچھلے سب انبیاء اور ان کی کتابوں کی صداقت موجود ہے۔ اسی طرح ان کی کتابوں میں قرآن کا ذکر موجود ہے۔ پھر فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ایک ہی شریعت قرار دیتا تو پھر باہم کوئی اختلاف نہ رہتا لیکن ہر زمانہ کی ضرورت کے لحاظ سے اللہ نے مختلف شریعتیں ٹھہرائی ہیں۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں کے دل میں نافرمانی بسی ہوئی ہے جس کے سبب سے مدینہ طیبہ کے گرد ونواح میں ان پر کوئی آفت آجائے گی۔ اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ مدینہ طیبہ کے گرد ونواح میں بنی قینقاع اور بنی نضیر پر تو جلاوطنی کی آفت آئی اور بنی قریظہ پر قتل کی آفت نازل ہوئی۔

وَاَنِ احْكُمْ بَیْنَهُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ یَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّصِیْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِیَّةِ یَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِیَآءَ ؔۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ؕ

اور (فرمایا) یہ کہ حکم کر درمیان ان کے مطابق اس کے جو خدا نے نازل کیا ہے اور ان کی خواہشوں پر نہ چل اور ان سے بچتا رہ اسلئے کہ وہ تجھ کو کہیں لغزش نہ دے دیں بعض اس چیز سے کہ جو خدا نے تیری طرف بھیجی ہے، پھر اگر وہ نہ مانے تو جان لو کہ خدا ان کے بعض گناہوں کی سزا انکو پہنچایا چاہتا ہے، اور بیشک لوگوں میں بہت سے بدکار ہیں ﴿۴۹﴾ تو لے کیا وہ جاہلیت کا حکم چاہتے ہیں اور کون ہے خدا سے بہتر باعتبار حکم کے واسطے اس قوم کے کہ یقین رکھتے ہیں ﴿۵۰﴾ اے مومنو! ۲ے یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔

اسلام سے پھر جانے والوں کا ذکر

لے **شان نزول**: بنی نضیر اور بنی قریظہ یہود کے دو قبیلے تھے۔ ان میں باہم ایک دوسرے کا قتل ہوتا رہتا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے تو یہ لوگ اپنا مقدمہ حضور کی خدمت میں لائے۔ بنی قریظہ نے کہا کہ ہم دونوں بھائی ہیں، ایک مذہب رکھتے ہیں۔ لیکن بنی نضیر ہم میں سے کسی کو قتل کریں تو اس کے خون بہا میں ہمیں ستر وسق کھجوریں دیتے ہیں اور اگر ہم میں سے کوئی ان کے کسی آدمی کو قتل کرے تو اس کے خون بہا میں ایک سو چالیس وسق لیتے ہیں۔ آپ اس کا فیصلہ فرما دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں حکم دیتا ہوں کہ خون بہا برابر ہے کسی کو کسی پر فضیلت نہیں''۔ اس پر بنی نضیر بہت برہم ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ کے فیصلہ سے راضی نہیں آپ ہمارے دشمن ہیں۔ ہمیں ذلیل کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ کیا جاہلیت کی گمراہی اور ظلم کا حکم چاہتے ہیں۔

۲ے ان آیتوں میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ موالات یعنی ان کی مدد کرنا اور ان سے مدد چاہنا ان کے ساتھ محبت کے روابط کو ممنوع فرمایا گیا ہے۔ یہ حکم عام ہے۔

وَ مَنۡ یَّتَوَلَّہُمۡ مِّنۡکُمۡ فَاِنَّہٗ مِنۡہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۵۱﴾ فَتَرَی الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ یُّسَارِعُوۡنَ فِیۡہِمۡ یَقُوۡلُوۡنَ نَخۡشٰۤی اَنۡ تُصِیۡبَنَا دَآئِرَۃٌ ؕ فَعَسَی اللّٰہُ اَنۡ یَّاۡتِیَ بِالۡفَتۡحِ اَوۡ اَمۡرٍ مِّنۡ عِنۡدِہٖ فَیُصۡبِحُوۡا عَلٰی مَاۤ اَسَرُّوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِہِمۡ نٰدِمِیۡنَ ﴿ؕ۵۲﴾ وَ یَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَہٰۤؤُلَآءِ الَّذِیۡنَ اَقۡسَمُوۡا بِاللّٰہِ جَہۡدَ اَیۡمَانِہِمۡ ۙ اِنَّہُمۡ لَمَعَکُمۡ ؕ حَبِطَتۡ اَعۡمَالُہُمۡ فَاَصۡبَحُوۡا خٰسِرِیۡنَ ﴿۵۳﴾ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَنۡ یَّرۡتَدَّ مِنۡکُمۡ عَنۡ دِیۡنِہٖ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ

اور جو کوئی تم میں سے ان کو دوست رکھے گا بیشک وہ انہی میں سے ہوگا، بیشک اللہ یہ نہیں راہ دکھاتا ہے بے انصاف لوگوں کو ﴿۵۱﴾ پس تم ان لوگوں کو دیکھو گے کہ جن کے دلوں میں بیماری (یعنی نفاق) کا روگ ہے وہ دوڑے جارہے ہیں یہود اور نصاریٰ کی دوستی میں وہ کہتے ہیں: ''ہم ڈرتے ہیں کہ کسی مصیبت کے پھیر میں نہ آجائیں'' تو (یقین کرو) وہ وقت نزدیک ہے کہ خدا تم کو فتح دے دے گا یا اس کی طرف سے (کامیابی کی) کوئی اور بات ظاہر ہوجائے گی پھر اس وقت یہ لوگ اس بات پر پشیمان ہوں گے جو انہوں نے اپنے دلوں میں چھپا رکھی تھی ﴿۵۲﴾ اور اس وقت ایمان والے کہیں گے (یعنی قیامت میں): ''کیا یہی وہ لوگ ہیں کہ جو اللہ کی سخت سے سخت قسم کھا کر کہتے تھے کہ وہ تمہارے ساتھ ہیں'' (حالانکہ دشمنوں کے ساتھ تھے) تو (دیکھو) ان کے تمام اعمال (اس نفاق کی وجہ سے) اکارت گئے، پس نقصان میں ہوگئے ﴿۵۳﴾ لہ اے مومنو! تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جاوے گا تو بہت جلد اللہ ایسا گروہ لائے گا۔

لہ حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے علم میں لوگوں کے مرتد ہوجانے سے پہلے یہ بات تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء کے زمانہ میں کچھ لوگ اسلام لاکر اسلام سے پھر جاویں گے۔ اس لئے اللہ نے اپنے علم غیب کے طور پر اس آیت میں ان لوگوں کی خبر پہلے سے دی اور بعد میں اس کا ظہور ہوا۔ یعنی گیارہ فرقے عرب کے مرتد ہوئے۔ تین فرقے خود آنحضرت

يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۴﴾ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۵۶﴾ ع

کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ ان کا پیارا، مومنوں پر نرم اور کافروں پر نہایت سخت، جہاد کریں گے اللہ کی راہ میں اور کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کا اندیشہ نہیں کریں گے یہ خدا کا فضل ہے جس کو چاہے اسکو دے اور اللہ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے ﴿۵۴﴾ (اے مسلمانو! ۱) تمہارے دوست نہیں مگر اللہ اور اسکا رسول اور ایمان والے کہ نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ (ہر حال میں) اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہیں ﴿۵۵﴾ اور جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کو اور مومنوں کو اپنا رفیق بنائے تو (وہ اللہ کے گروہ میں سے ہے اور) تحقیق اللہ ہی کا گروہ غالب ہے ﴿۵۶﴾

صلی اللہ علیہ وسلم کے اخیر زمانہ میں اس طرح مرتد ہوئے کہ اسود عنسی کے ساتھ بنی مدلج فرقہ مرتد ہوا اور یمن کے تمام شہروں پر اسود عنسی کا تسلط ہوگیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاملوں کو اس نے یمن کے شہروں سے اٹھا دیا۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی سرکوبی کے لئے مقرر کیا اور یمن کے مسلمانوں نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد کی۔ آخر کار فیروز دیلمی کے ہاتھ سے اسود عنسی مارا گیا۔ ان فرقوں کے علاوہ اور سات فرقے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں زکوٰۃ کے منکر اور مرتد ہوئے، اور فرقہ غسان حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں مرتد ہوا۔ اس پر آشوب زمانہ میں اہل یمن اور جن لوگوں نے دین کی حمایت کی ہے۔ انہی لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنا پیارا فرمایا ہے۔

۱ مطلب آیت کا یہ ہے کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح جو شخص مخالف اسلام لوگوں کی دوستی سے بیزار ہے، اللہ اور اللہ کے رسول اور نماز و زکوٰۃ پر قائم رہنے والے پکے مسلمان، سب ایسے شخص کے دوست اور رفیق ہیں اور ایسے لوگ اللہ کا گروہ کہلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے گروہ سے یہ وعدہ کیا ہے کہ یہ گروہ مخالفوں پر غالب رہے گا۔ اللہ سچا ہے، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِیْنَ اتَّخَذُوْا دِیْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِیَآءَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِذَا نَادَیْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّ لَعِبًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّاۤ اِلَّاۤ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْنَا

اے مسلمانو!۱؎ جن لوگوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے ان لوگوں میں سے جن کو تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے (یعنی یہود و نصاریٰ) اور کافر (یعنی بت پرست) ان میں سے کسی کو اپنا دوست نہ بناؤ، اور اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو ﴿۵۷﴾ اور ۲؎ جب تم نماز کے لئے اذان دیتے ہو تو یہ اسے ہنسی اور کھیل ٹھہراتے ہیں یہ اس لئے کہ یہ ایک ایسا گروہ ہے جو بے عقل ہے ﴿۵۸﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۳؎ یہودیوں سے) فرماؤ: "اے اہل کتاب! کیا تم ہمیں اسی بات پر عیب لگاتے ہو کہ خدا پر ایمان لائے اور اس پر ایمان لائے جو ہماری طرف اترا ہے۔

۱؎ **شان نزول:** بعضے یہود ظاہر میں تو مسلمان ہو گئے تھے مگر باطن میں اسلام کو اچھا نہیں جانتے تھے اور بعضے مسلمان ان کو سچا مسلمان سمجھتے تھے ان سے کمال دوستی رکھتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور جتلا دیا کہ یہ لوگ دین اسلام کو ٹھٹھا ٹھہرانے والے ہیں ان سے دوستی اچھی نہیں۔

ایک نصرانی کا بے ادبی پر انجام

۲؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب اذان مدینہ طیبہ میں ہوتی تھی تو ایک نصرانی جو مدینہ میں رہتا تھا اشھد ان محمد رسول اللہ سن کر یہ کہا کرتا تھا: "خدا اس جھوٹے موذن کو چولہے میں ڈالے"۔ ایک دن اس نصرانی کے گھر میں آگ لگی اور وہ اور اس کے بال بچے اور سارا گھر جل کر راکھ ہو گیا، کیونکہ اس نے جان بوجھ کر اللہ کے رسول کی شان میں بے ادبی کے لفظ منہ سے نکالے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی خفگی ہوئی۔ توریت اور انجیل کی صداقت کی بنا پر نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ اہل کتاب میں سے جو میرا حال سن کر میری نبوت کو نہ مانے گا تو اس کی نجات مشکل ہے۔ اسی واسطے آخر کو فرمایا کہ جو کوئی ایسی ظاہر باتوں کو نہیں مانتا اس کی عقل ٹھیک نہیں ہے۔

۳؎ **شان نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ایک روز چند یہود نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ آپ کون کون سے نبی کو برحق جانتے ہیں۔ آپ نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور سب انبیاء کا نام

وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾ قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۶۰﴾ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿۶۱﴾

اور اس پر جو اس سے پہلے اترا ہے، مگر یہ کہ اکثر لوگ تم میں سے بے حکم ہیں'' ﴿۵۹﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) [۱] تم فرماؤ کیا میں تم کو بتادوں کہ جو خدا کے نزدیک باعتبار جزا کے کون زیادہ بدتر درجہ ہیں وہ جس پر لعنت کی خدا نے اور اس پر اپنا غضب اتارا اور ان میں سے کتنوں ہی کو بندر اور سور کر دیا اور جس نے کہ شیطان کو پوجا، ایسے لوگوں کا ٹھکانا زیادہ برا ہے اور سیدھے رستہ سے بہت بہکے ہوئے ہیں ﴿۶۰﴾ اور جب یہ لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: ''ہم ایمان لائے'' حالانکہ وہ کفر کے ساتھ آئے اور کفر کے ساتھ واپس گئے اور وہ جو کچھ (اپنے دلوں میں) چھپائے ہوئے ہیں خدا اسے خوب جاننے والا ہے ﴿۶۱﴾

لیا۔ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام سن کر بہت چڑے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا: ''اے رسول اللہ کے! آپ ان یہود سے کہیے کہ تم میں اکثر لوگ گناہوں کی سرکشی میں حد سے بڑھے ہوئے ہیں، جس کے سبب سے تم لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبی قرار نہ دینے سے ہمارے دشمن بن گئے، ورنہ جس توراۃ کو تم مانتے ہو اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی پوری شہادت تھی جس کو تم نے بدل ڈالا ہے اور ایک سچی بات پر الٹا ہم سے جھگڑتے اور ہمارے دین کو عیب لگاتے ہو۔ تم لوگوں میں ذرا بھی راستی اور انصاف ہو تو تم اقرار کر سکتے ہو''۔

[۱] یہود نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے یہ جو کہا تھا کہ اگر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھی نبی مانتے ہیں تو آپ کے دین سے بڑھ کر اور کوئی برا دین دنیا میں نہیں۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ اے رسول اللہ کے! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجیے کہ اللہ کے حکم سے میں تم لوگوں کو جتلائے دیتا ہوں کہ سزا کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک بگڑا ہوا اور برا دین وہی ہے جس کی سزا میں تم لوگوں پر اللہ کی پھٹکار ہے اور تم اس کے غصہ اور خفگی میں ایسے گرفتار ہو کہ کچھ لوگ تم میں کے آدمی سے بندر اور سور ہو گئے اور کچھ اہل کتاب ہو کر بت پرست کہلائے۔ آگے فرمایا کہ دنیا میں ایسے لوگ راہ راست سے دور پڑے ہیں، اس لئے عقبیٰ میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔

وَ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ فِى الْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۲﴾ لَوْ لَا يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَ الْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَ اَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ؕ غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَ لُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا ۘ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ

وقف لازم

اور تم ان میں سے بہتوں کو دیکھو گے کہ گناہ اور زیادتی اور مال حرام کھانے پر دوڑتے ہیں، بیشک بہت ہی برے کام کرتے ہیں ﴿۶۲﴾ ۱ ان کو کیوں نہیں منع کرتے ان کے پادری اور ان کے درویش گناہ کی بات کہنے سے اور مال حرام کھانے سے۔ بیشک بہت ہی برے کام وہ کررہے ہیں ﴿۶۳﴾ ۲ اور یہودیوں نے کہا کہ خدا کا ہاتھ (عطا و بخشش سے) بند ہوگیا ہے (حقیقت میں) انہی کے ہاتھ باندھے جائیں اور ان پر اس کہنے سے لعنت ہے، خدا کے تو دونوں ہاتھ (بخشش و کرم میں) کشادہ ہیں، وہ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا ہے۔

علماء کو وعظ و نصیحت کی ترغیب

۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تنبیہ فرمائی اور اس آیت کا حکم ہر امت پر ہے، اسی واسطے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور اکثر سلف فرمایا کرتے تھے کہ قرآن شریف میں اس آیت سے بڑھ کر کوئی آیت خوفناک عالموں اور صلحاء کے لئے نہیں ہے۔ کیونکہ سوا ذاتی عمل کے ان سے یہ بھی پرسش ہوگی کہ انہوں نے باوجود قدرت کے بروں کو راہ راست پر لانے کی کوشش کیوں نہیں کی۔

یہود کا اللہ پر اعتراض

۲ **شان نزول:** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ یہود بہت خوش حال اور نہایت دولت مند تھے۔ جب انہوں نے آنحضرت ﷺ کی شان میں بے ادبی اور مخالفت کی تو ان کی روزی کم ہوگئی۔ اس وقت نباش بن قیس یہودی نے کہا کہ اللہ کا ہاتھ بند ہے۔ یعنی معاذ اللہ! وہ رزق دینے اور خرچ کرنے میں بخل کرتا ہے۔ اس کے قول پر اسے کسی یہودی نے منع نہ کیا بلکہ راضی رہے، اسی لئے یہ سب کا مقولہ قرار دیا گیا اور یہ آیت ان کے حق میں نازل ہوئی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کریمی کی صفت ہمیشہ یکساں ہے۔ لیکن جب کبھی یہود نے سرکشی کی ہے اسی وقت ان کی سرکوبی کرائی گئی ہے۔ جس

وَ لَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ؕ وَ اَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ؕ كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ ۙ وَ يَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ؕ وَ اللّٰهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَ لَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَ اتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۶۵﴾ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِيْلَ وَ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ

اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے نازل ہوا۔ (بجائے ہدایت و نصیحت کے) اس سے ان میں بہتوں کو شرارت اور کفر میں ترقی ہوگئی، اور (اسی سرکشی و کفر کا نتیجہ ہے کہ) ہم نے ان کے درمیان قیامت تک عداوت اور بیر ڈال دیا، جس وقت لڑائی کی آگ بھڑکاتے ہیں اللہ اسے بجھا دیتا ہے، اور یہ لوگ زمین میں فساد پھیلانے کے لئے دوڑتے پھرتے ہیں اور اللہ فساد کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ﴿۶۴﴾ اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم ضرور ان کے گناہ دور کر دیتے اور بیشک ہم ان کو نعمت کے باغوں میں داخل کرتے ﴿۶۵﴾ اور اگر وہ لوگ (پورا حکم) قائم رکھتے توریت اور انجیل کا اور جو کچھ ان کی طرف ان کے پروردگار کی طرف سے اترا،

کے سبب سے ان کی بادشاہت اجڑ کر ذلت اور تنگدستی ان کے سر پر ان ہی کے ہاتھوں سے سوار ہے۔ اگرچہ قرآن شریف میں جوں جوں ان کے برے کاموں کی مذمت میں روزانہ آیتیں بڑھتی جاتی ہیں اسی قدر ان کی شرارت بڑھتی جاتی ہے اور ان کی یہ شرارتیں کچھ نئی نہیں ہیں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ یہود دنیا میں سب سے زیادہ بخیل ہوگئے۔ یا یہ معنی ہیں کہ ان کے ہاتھ جہنم میں باندھے جائیں اور ان کو آتش دوزخ میں ڈالا جائے۔ ان کی اس بیہودہ گوئی اور گستاخی کی سزا میں وہ کریم ہے اس کی حکمت میں کسی کو مجال اعتراض کرنے کا نہیں ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے اور آپ کا اتباع کرتے کہ توریت و انجیل میں اس کا حکم دیا گیا ہے۔ یعنی تمام کتابیں جو اللہ نے اپنے رسولوں پر نازل فرمائیں سب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ دین کی پابندی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری سے رزق میں وسعت ہوتی ہے۔ یہودیوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے لیکن کفر پر جمے ہوئے رہتے۔

لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ مِنْهُمْ اُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۶۷﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَىْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ

بیشک انہیں رزق ملتا اوپر سے اور ان کے پاؤں کے نیچے سے (یعنی رزق کی کثرت ہوتی)، ان میں سے ایک گروہ درمیانی رستہ پر ہے اور ان میں سے اکثر بہت ہی برے کام کرتے ہیں ﴿۶۶﴾ ۱؎ اے رسول پہنچادو جو کچھ اترا تمہیں تمہارے پروردگار کی طرف سے، اور اگر ایسا نہ کیا تو تم نے خدا کا کوئی پیغام نہ پہنچایا، اور خدا تمہاری نگہبانی کرے گا لوگوں سے، بیشک خدا کافروں کے گروہ کو راہ نہیں دیتا ﴿۶۷﴾ ۲؎ تم فرماؤ: ''اے اہل کتاب! تم کسی راہ پر بھی نہیں جب تک توریت اور انجیل کی پوری پابندی نہ کرو۔

تبلیغ کا حکم

۱؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے اللہ کا پیغام پہنچانا شروع کردیا جس میں اکثر باتیں اہل کتاب و منافقین اور کفار کی مرضی کے مخالف بلکہ ان کی مذمت کی ہوتی تھیں۔ تو اس خوف سے کہ موقع پاکر یہ مخالف لوگ آپ پر حملہ نہ کربیٹھیں کچھ صحابہ کرام کو آپ اپنی حفاظت کے لئے رات کو تعینات فرمایا کرتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت کا یہ ٹکڑا نازل فرمایا۔ اس آیت کے آتے ہی آپ نے ان صحابہ کرام کو فرمادیا کہ تم اپنے اپنے گھر چلے جاؤ اب حفاظت کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت خود اپنے ذمہ لے لی ہے آخر کو فرمایا کہ اے رسول اللہ (ﷺ)! تمہارے قرآنی احکام پہنچادینے کے بعد جو لوگ ان احکام کو دل سے نہ سنیں، اور راہ راست پر نہ آویں تو اس کا کچھ ملال نہ کریں کیونکہ دنیا پیدا ہونے سے پہلے جو لوگ بدقرار پاچکے ہیں اللہ کے علم میں وہ کسی طرح راہ راست پر آنے والے نہیں۔

۲؎ **شان نزول:** چند یہود ایک روز آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ اپنے آپ کو ملت ابراہیمی پر بتلاتے ہیں اور ہماری کتاب کو حق نہیں جانتے آپ نے فرمایا: ''یہ سچ ہے کہ تمہاری کتاب برحق ہے لیکن تم نے بہت سے احکام الٰہی کو بدل ڈالا ہے''۔ انہوں نے جواب دیا کہ جس طریقہ پر ہم ہیں وہ حق ہے ہم اس کے سوا ہرگز کوئی اور طریقہ

وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَیَزِیْدَنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْیَانًا وَّ كُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۸﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِیْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِـُٔوْنَ وَ النَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ وَ اَرْسَلْنَاۤ اِلَیْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِیْقًا كَذَّبُوْا وَ فَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾

اور جو کچھ بھیجا گیا ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہاری طرف، اور البتہ ان میں سے بہتوں کو اس کلام سے کہ جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے تمہارے پروردگار کی طرف سے (یعنی قرآن) اور بھی سرکشی اور کفر بڑھ جاوے گا، پس تم کافروں کی قوم پر کچھ غم نہ کھاؤ ﴿۶۸﴾ بیشک وہ جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور اسی طرح یہودی اور ستارہ پرست اور نصرانی ان میں جو کوئی سچے دل سے اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان لائے اور اچھے عمل کرے تو ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ کچھ غمگین ہوں گے لہ ﴿۶۹﴾ بیشک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور ان کی طرف ہم نے بھیجے پیغمبر جس وقت ان کے پاس کوئی رسول ایسا حکم لے کر آیا جس کو ان کا جی نہیں چاہتا تھا تو (رسولوں کے) ایک گروہ کو جھٹلا دیا اور ایک گروہ کو قتل کرتے ہیں ﴿۷۰﴾

اختیار نہ کریں گے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ یہود اور نصاریٰ اور دہریہ لوگ جب تک مناسب وقت شریعت کو نہ مانیں گے تو ان کا ایمان لاشئی محض ہے۔ اب آگے فرمایا: ''اے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے! ایسے لوگوں کی حالت پر آپ کو کچھ افسوس نہ کرنا چاہئے''۔ پھر یہ بھی فرمایا اہل کتاب اپنی کتابوں کے پورے پابند ہو کر اگر شریعت وقتیہ کو مانیں گے اور شریعت وقتیہ کے موافق نیک کام کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کو عقبیٰ کی سب سختیوں سے بے خوف و خطر کر دے گا۔

لہ ان آیتوں میں ان کے توریت پر قائم رہنے کی تفصیل فرمائی۔ جس عہد کا ذکر ان آیتوں میں ہے یہ وہی عہد ہے جس کا ذکر

وَحَسِبُوْۤا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِىْۤ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبَّكُمْ ؕ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۷۲﴾

اور اس گمان میں ہیں کہ کوئی سزا نہ ہوگی پس اندھے اور بہرے ہوگئے پھر خدا نے ان کی توبہ قبول کی، پھر ان میں سے بہت سے اندھے اور بہرے ہوگئے، اور اللہ دیکھ رہا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ۱؎ ﴿۷۱﴾ بیشک وہ لوگ کافر ہوگئے جنہوں نے یہ کہا کہ اللہ وہی عیسیٰ مسیح مریم کا بیٹا ہے اور مسیح نے تو یہ کہا تھا: ''اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو جو میرا پروردگار اور تمہارا پروردگار ہے'' بیشک جو کوئی خدا کا شریک ٹھہرائے تو اللہ نے اس پر جنت حرام کردی، اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور نہیں ظالموں کا کوئی مددگار ﴿۷۲﴾

سورۂ بقرہ میں ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بہت سے نبی اللہ تعالیٰ نے توریت کے اس عہد کے قائم رکھنے کے لئے بھیجے، لیکن یہود نے توریت کے اکثر احکام بدل دیئے تھے، اور جس نبی نے ان کو ان باتوں سے روکا اس سے مخالفت پیدا کر کے بعضے نبیوں کو تو شہید کر ڈالا اور بعضوں کو جھٹلایا۔ آخر کو فرمایا کہ ان کے یہ سب گناہ کی باتیں اللہ جانتا ہے وقت مقررہ پر ان کو معلوم ہوجائے گا۔ اللہ سچا ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت نصاریٰ کی غلط فہمی

۱؎ ان آیتوں میں انجیل کے احکام کی پابندی میں جو خرابیاں ڈال دی تھیں ان کا ذکر ہے۔ یعنی وہ تین خدا مانتے ہیں: ایک تو اللہ دوسرے مریم، تیسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ یہ تینوں ملا کر روح القدس نعوذ باللہ من ذالک، اللہ ہیں اور یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کی تصویریں اپنے عبادت خانوں میں رکھتے اور حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے نام کی ایک نماز بھی ٹھہرا رکھی ہے جس کو یہ لوگ، پڑھا کرتے ہیں۔ یہ آخر کے دونوں فرقے تثلیثی فرقے کہلاتے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ تین خدا کے ماننے والے یہ فرقے ہیں۔ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مختصر طور پر ان تینوں فرقوں کا ذکر فرما کر

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوٓا إِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ إِلٰهٍ إِلَّآ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ وَإِنْ لَّمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٧٣﴾ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُونَهُ ۚ وَاللّٰهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٧٤﴾ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۖ كَانَا يَأْكُلَانِ الطَّعَامَ ۗ

بیشک کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ خدا تین خداؤں میں کا تیسرا ہے حالانکہ بجز ایک معبود کے اور کوئی معبود نہیں اور اگر وہ اپنی بات سے باز نہ آویں گے تو بیشک پہنچے گا ان میں سے کافروں کو درد دینے والا عذاب ﴿٧٣﴾ پھر وہ کس لئے اللہ کی طرف رجوع نہیں کرتے ہیں اور اس سے بخشش نہیں مانگتے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿٧٤﴾ عیسیٰ بیٹا مریم کا اور کچھ نہیں مگر ایک رسول ہے اس سے پہلے بھی بہت سے رسول ہو گزرے ہیں اور اس کی ماں صدیقہ ہے یہ دونوں (تمام انسانوں کی طرح) کھانا کھاتے۔

ان کو کئی طرح قائل کیا ہے: ❶ اول یہ لوگ اپنے آپ کو ملت ابراہیمی کا پابند بتلاتے ہیں تو پھر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو اللہ ٹھہرا کر وہ ابراہیمی توحید ان لوگوں میں کیونکر باقی رہ سکتی ہے۔ اللہ وحدہ لاشریک و بے نیاز ہے۔ ❷ دوسرے جب اللہ کے رسول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے اللہ کے وحدہ لاشریک ہونے اور اپنے رسول ہونے کی ان لوگوں کو صاف ہدایت کی، تو پھر ان لوگوں نے اپنے رسول کی ہدایت کے برخلاف یہ شرک کی باتیں کہاں سے نکالی ہیں، ان کو حضرت عیسیٰ بن مریم کی یہ نصیحت یاد نہیں کہ "مشرک کا ٹھکانا دوزخ ہے اور جنت اس پر حرام ہے۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت کرنا جائز نہیں"۔ ❸ تیسرے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور ان کی ماں کھانا کھایا کرتے تھے۔ جس کی زندگی کا مدار کھانا کھانے پر ہو، جس کی ذات میں یہ تغیر ہو کہ ہر روز کی غذا کے سبب سے اس کا خون گوشت سب کچھ بڑھتا رہے، تو یہ سب نشانیاں مخلوقات کی شان کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب باتوں سے پاک ہے۔ پھر ایسی موٹی باتوں کو بھول کر کس عقل سے یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی ماں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے واسطے جنت حرام ہے، اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جب تک وہ توبہ واستغفار نہ کریں گے تو قیامت کے دن وہ سخت عذاب میں پکڑے جاویں گے، اللہ کے عذاب سے چھڑانے میں ان کا کوئی حامی، مددگار نہ ہوگا اور ان لوگوں کا یہ خیال کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام مثلاً مردہ کو زندہ کرتے تھے اس واسطے خدا تھے، بالکل یہ غلط خیال ہے، ان کے مانند اور رسول بھی صاحب معجزہ ہوئے ہیں جن کو یہ لوگ خدا نہیں کہتے۔

اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۷۵﴾ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ؕ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۷۶﴾ قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْۤا اَهْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ﴿۷۷﴾ ع لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۷۸﴾

دیکھو تو کیونکر ہم ان لوگوں کے لئے نشانیاں بیان کرتے ہیں پھر بھی دیکھو وہ کیسے اوندھے جاتے ہیں ﴿۷۵﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) ۱؎ تم فرماؤ: ''کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسے کی عبادت کرتے ہو جو مالک نہیں تمہارے نقصان کا اور نہ نفع کا، اور خدا ہی سننے والا جاننے والا ہے'' ﴿۷۶﴾ تم فرماؤ: ''اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق زیادتی نہ کرو اور ایسی قوم کی خواہشوں پر نہ چلو جو اس سے پہلے گمراہ ہو چکے اور بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا اور سیدھے رستہ سے بہک گئے ﴿۷۷﴾ لعنت ۲؎ کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں سے داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان پر یہ اس لئے ہوا کہ ان کی نافرمانی کرتے تھے اور حد سے گزر جاتے تھے ﴿۷۸﴾

۱؎ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مخاطب ٹھہرا کر فرماتا ہے کہ اے رسول اللہ کے! آپ ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ سوا اللہ تعالیٰ کے جن کو تم اپنا معبود ٹھہراتے ہو، نہ ان کو تمہارے برے بھلے کا کچھ اختیار ہے نہ تمہاری التجا سن لینے کی قدرت ہے۔ نہ دل کا حال ان کو کچھ معلوم ہو سکتا ہے۔ یہ اللہ ہی کی ذات ہے کہ وہ ہر ایک کی التجا سنتا ہے۔ ہر ایک کے دلی مقصد کو خوب جانتا ہے۔ پھر فرمایا کہ مبالغہ کی سب باتیں ان کے بڑوں کی تراشی ہوئی ہیں جو خود بھی بے راہ ہوئے، اور لوگوں کو بھی بے راہ کیا۔ حال کے لوگ بھی اگر ان بے راہ بڑوں کی پیروی میں عمر بھر لگے رہیں گے اور عقبیٰ میں اپنی بہبودی کی توقع اللہ تعالیٰ سے رکھیں گے تو یہ بڑی نادانی کی بات ہے۔

۲؎ حاصل معنی ان آیتوں کے یہ ہیں کہ یہود حد سے بڑھ کر طرح طرح کے گناہ کرتے تھے اور ان گناہوں پر آپس میں ایک

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلَوْ كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۱﴾ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۚ

ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے اس برے کام سے جو وہ کرتے تھے بیشک وہ بہت ہی برے کام کرتے تھے ﴿۷۹﴾ ان میں تم بہتوں کو دیکھو گے کہ کافروں سے دوستی کرتے ہیں (یعنی مشرکوں سے) تحقیق بری چیز ہے جو ان کے نفسوں نے ان کے لئے آگے بھیجی کہ ان پر خدا کا غضب ہوا اور وہ عذاب میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۸۰﴾ اور اگر وہ ایمان لاتے اللہ پر اور اس نبی پر اور اس پر جو ان کی طرف اترا تو کبھی مشرکوں کو دوست نہ بناتے ولیکن ان میں اکثر فاسق ہیں۔ ل ﴿۸۱﴾ البتہ تم پاؤ گے مسلمانوں کا سب سے بڑھ کر دشمن یہودیوں کو اور مشرکوں کو۔

دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے بلکہ سب ایک دل ہو گئے تھے۔ یہ اعمال تو ان کے برے تھے علاوہ اس کے یہ بھی تھا کہ اہل کتاب ہو کر اہل اسلام کی مخالفت میں مکہ کے مشرکوں سے انہوں نے دوستی پیدا کی تھی۔ جس کے سبب سے اللہ تعالیٰ کے ہمیشہ کے غصہ اور عذاب کے یہ لوگ مستحق ٹھہر گئے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت سے دور کر کے لائق پھٹکار قرار دیا۔ یہی معنی اللہ کی لعنت کے ہیں۔ پھر یہ فرمایا کہ اگر ان لوگوں کے دل میں بھی کتاب آسمانی کا ایسا ہی یقین ہوتا جس طرح سے یہ لوگ کتاب آسمانی کی پابندی زبانی ظاہر کرتے ہیں، تو یہ بت پرستوں سے دوستی پیدا کر کے بت پرستی کی تعریف نہ کرتے۔ حیی بن اخطب اور کعب بن اشرف یہودیوں کے سردار کا مکہ جا کر بت پرستوں سے میل جول پیدا کرنا، اور ان کی بت پرستی کے طریقہ کو مسلمانوں کے طریقہ سے اچھا بتانا جس کا قصہ سورۃ النساء میں گزر چکا ہے۔ آخر کو فرمایا کہ ان میں سے اکثر لوگ نافرمان ہو گئے ہیں اس لئے ان کو ایسی باتوں کی پروا نہیں رہی، اور ان کے دل پر زنگ آ گیا ہے جس کے سبب سے کوئی نیک بات ان کے دل میں اثر نہیں کرتی۔ اس امت میں بھی کسی شخص میں اگر یہ عادت پیدا ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ خالص دل سے توبہ و استغفار کر کے اپنے دل کو اس زنگ سے پاک وصاف کرے۔

وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰیؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَ رُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۸۲﴾

اور[۱] البتہ تم پاؤ گے مسلمانوں کی دوستی میں سب سے زیادہ قریب ان لوگوں کو جو کہتے ہیں: ''ہم نصاریٰ ہیں'' یہ اس لئے کہ بعض ان میں عالم اور درویش ہیں اور یہ سبب ہے کہ وہ غرور نہیں کرتے ہیں ﴿۸۲﴾

[۱] جس طرح مشرک لوگوں کا دارومدار فقط دنیا کی زندگی پر ہے۔ عقبیٰ کے یہ لوگ بالکل منکر ہیں اسی طرح یہود ہیں کہ انبیاء کے قتل اور علاوہ اس کے بڑے بڑے گناہوں کے کرنے سے مشرکوں کی طرح یہ بھی سخت دل ہو کر عقبیٰ کو بالکل بھول گئے ہیں اور فقط دنیا کی زیست پر ہی ان کا بھی دارومدار ہے۔ اسلام میں اس عادت کے لوگوں کی بڑی مذمت آئی ہے۔

ہجرت حبشہ

[۱] **شان نزول:** اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ مدینہ منورہ کی ہجرت سے پہلے عورتوں بچوں کے علاوہ اسی آدمی کے قریب حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے، اور قریش نے نجاشی بادشاہ حبشہ سے ان لوگوں کے مکہ معظمہ میں واپس کر دینے کی خواہش حبشہ جا کر کی تھی، اور نجاشی نے ان لوگوں کا اصلی حال دریافت کرنے کی غرض سے ان لوگوں کو اپنے روبرو بلایا تھا اور آنحضرت ﷺ کے ذکر کے ذیل میں نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا تھا کہ تمہارے نبی پر جو کلام اترتا ہے اس میں سے کچھ مجھ کو سناؤ تو حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سورہ مریم پڑھی تھی جس کو سن کر نجاشی اور پادری لوگ روئے تھے۔ اس پر یہ آیتیں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائیں۔ اگرچہ یہ آیتیں نصاریٰ کے ایک خاص گروہ کی شان میں نازل ہوئی ہیں لیکن آیتوں کے لفظ عام ہیں، اس لئے اب بھی نصاریٰ میں جو لوگ اس خالص گروہ کی عادت کے ہیں وہ ان آیتوں کے حکم میں داخل ہیں۔

وَ اِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْیُنَهُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِیْنَ ﴿۸۳﴾ وَ مَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ مَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَ نَطْمَعُ اَنْ یُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ؕ وَ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۸۵﴾

اور ۱؎ جب سنتے ہیں وہ جو کچھ نازل ہوا ہے رسول (ﷺ) کی طرف (یعنی قرآن) تو تم ان کی آنکھوں کو دیکھو کہ ان سے آنسو جاری ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے (قرآن کو سن کر) کہتے ہیں: ''اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے تو ہم کو حق کے گواہوں میں لکھ لے'' ﴿۸۳﴾ اور (وہ کہتے ہیں) ''ہمیں کیا ہوا ہے کہ ہم ایمان نہ لائیں اللہ پر اور اس حق پر کہ جو ہمارے پاس آیا اور ہم کو اس بات کی طمع ہے کہ ہمارا پروردگار ہم کو اچھے لوگوں کے ساتھ بہشت میں داخل کرے'' ﴿۸۴﴾ پس اللہ نے ان کے اس کہنے کے بدلے میں ان کو (بہشت کے) ایسے باغ عطا فرمائے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، یہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بدلہ ہے نیکی کرنے والوں کا ﴿۸۵﴾

نجاشی بادشاہ: ۱؎ یہ ان کی رقت قلب کا بیان ہے کہ جو دل میں اثر کرنے والے قرآن شریف کے مضامین سن کر رو پڑتے ہیں۔ چنانچہ جب نجاشی بادشاہ کی درخواست پر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے دربار میں سورۂ مریم کی آیات پڑھ کر سنائیں تو نجاشی بادشاہ اور اس کے درباری جن میں اس کی قوم کے علماء موجود تھے۔ سب زار و قطار رونے لگے۔ اسی طرح نجاشی کی قوم کے ستر آدمی جو آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، حضور سے سورۂ یاسین سن کر بہت روئے اور کہا کہ آنحضرت ﷺ کے نبی اور ان کے برحق ہونے کی شہادت ہم نے دی، اور آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل ہوئے جو روز قیامت میں تمام امتوں کے گواہ ہوں گے۔ جب یہ لوگ مشرف باسلام ہو کر واپس ہوئے تو یہود نے انہیں ملامت کی، اس کے جواب میں انہوں نے کہا: ''جب حق واضح ہو تو ہم کیوں نہ ایمان لاتے اللہ تعالیٰ ہم کو نیکوں میں داخل کرے گا''۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ ان لوگوں کی اس نیکی کا اور ان کی طرح اور جو کوئی نیکی کرے، اس سب کا انجام یہ ہے کہ ایسے لوگ دنیا سے اٹھ جانے کے بعد ہمیشہ جنت میں راحت و آرام کے ساتھ رہیں گے اور جو اس صداقت سے بے بہرہ ہیں ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ دوزخ کی آگ کی تیزی دنیا کی آگ کی تیزی سے انہتر حصہ زیادہ ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۸۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ص وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ج

اور وہ جن لوگوں نے کہ کفر کیا اور جھٹلائیں ہماری آیتیں وہ لوگ دوزخ والے ہیں ﴿۸۶﴾ اے مومنو! ۱؎ حرام نہ ٹھہراؤ وہ پاکیزہ چیزیں کہ جو تمہارے لئے حلال کر دی ہیں اللہ نے اور حد سے نہ بڑھو، بیشک اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا ہے ﴿۸۷﴾ اور خدا نے جو تم کو حلال ستھری روزی دی ہے اس کو کھاؤ اور ڈرو خدا سے جس پر تم ایمان لائے ہو ﴿۸۸﴾ اللہ ۲؎ تم کو تمہاری لغو اور بے معنی قسموں پر نہیں پکڑتا ہے ولیکن مواخذہ کرتا ہے ان قسموں پر جنہیں تم نے مضبوط کیا۔

حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانے کی مناہی (ممانعت) کا ذکر

۱؎ اس آیت کا شان نزول جو بیان کیا گیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ بعضے صحابہ کرام نے اچھی چیز کا کھانا، اچھے کپڑے کا پہننا، مباشرت کا کرنا سب ترک کر دیا تھا۔ ایک صحابی نے گوشت کھانے کی قسم کھائی تھی۔ غرض ایسے چند قصے جمع ہو جانے سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور مسلمانوں کو ہدایت کی کہ اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو غصہ میں آ کر یا غیر کا حق تلف کر کے اپنے اوپر حرام نہیں کرنا چاہئے۔ ہاں کسی چیز کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھ کر سہولت عبادت یا کسی اور غرض سے چند روز کوئی چیز چھوڑ دی جائے تو اور بات ہے۔ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شرع میں جو حلال و حرام ٹھہرا دی ہے ہر ایماندار کو اس حد کی پابندی ضرور ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ اپنے طور پر شرعی حلال کو حرام یا حرام کو حلال ٹھہرانا شیطانی بہکاوے کے اثر سے ہوتا ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔

جھوٹی قسم کے کفارہ کا ذکر

۲؎ **شان نزول:** یہ ہے کہ صحابہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ حضور ہم لوگوں نے حلال چیزوں سے باز رہنے کی جو قسم کھائی تھی، اس قسم کا اب کیا حکم ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ یہ سورۂ بقر میں گزر چکا ہے کہ تکیہ کلام کے

فَكَفَّارَتُهٗۤ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْۤا اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾

(اور کوئی قسم توڑنی پڑے) تو اس کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے درمیانی درجہ کا کھانا جیسا تم اپنے بیوی بچوں کو کھلایا کرتے ہو یا (کھانے کی جگہ) ان کو کپڑا پہنا دینا ہے، یا آزاد کرنا ایک غلام کا پس ان میں جس کو میسر نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھے (پے در پے) تمہاری قسموں کا یہ کفارہ ہے جب تم (سمجھ بوجھ کر) قسم کھا بیٹھو، اور چاہیے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو (کہ قسم کھا کر توڑنی نہ پڑے) اللہ اس طرح اپنی آیتیں تم پر واضح کر دیتا ہے تا کہ تم شکر گزار ہو۔﴿۸۹﴾ اے مسلمانو! شراب اور جوا اور باطل معبودوں کے نشانات (یعنی بت) اور فال کے تیر (یعنی پانسے) یہ سب ہی گندے شیطانی کام ہیں پس ان سے بچو تا کہ تم فلاح پاؤ ﴿۹۰﴾

طور پر واللہ، باللہ یا ایسے اور الفاظ آدمی کے منہ سے نکل جاتے ہیں، یا ایک بات کو کوئی سچ گمان کر کے اس پر قسم کھا بیٹھے اور حقیقت میں وہ بات اس طرح سے نہ ہو یہ صورتیں قسم میں داخل نہیں۔ نہ ان کا کچھ کفارہ ہے۔ انہی صورتوں کو لغو کہتے ہیں۔ کفارہ کے قابل وہی قسم ہے جو دلی ارادہ سے ہو۔ اس دلی ارادہ کی قسم پر قائم نہ رہنے کی حالت میں اس کے کفارہ کی بھی چار صورتیں ہیں۔ جن کا ذکر اس آیت میں ہے کہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا کپڑا پہنانا یا ایک بردہ آزاد کرنا۔ اگر ان تینوں میں سے کسی بات کا بھی مقدور نہ ہو تو تین روزے برابر رکھے جاویں۔ آگے فرمایا کہ بلا ضرورت قسم کھانے میں جلدی نہ کی جاوے۔

شراب اور جوئے وغیرہ کی مناہی (ممانعت) کا حکم

لہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ شراب کے نشہ میں بعضے صحابہ کی آپس میں تکرار ہو کر مار پیٹ کی نوبت آجاتی، جس کے سبب سے ان لوگوں کے آپس کے سلوک میں روز بروز خلل پڑ جاتا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں

اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَ الۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَ الۡمَیۡسِرِ وَ یَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ عَنِ الصَّلٰوۃِ ۚ فَہَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَہُوۡنَ ﴿۹۱﴾ وَ اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَ احۡذَرُوۡا ۚ فَاِنۡ تَوَلَّیۡتُمۡ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوۡلِنَا الۡبَلٰغُ الۡمُبِیۡنُ ﴿۹۲﴾ لَیۡسَ عَلَی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِیۡمَا طَعِمُوۡۤا

شیطان یہی چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان ڈالے عداوت اور رنجش شراب اور جوئے کے سبب سے اور تمہیں باز رکھے اللہ کی یاد سے اور نماز سے پس کیا اب بھی تم باز آئے ﴿۹۱﴾ اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور ڈرتے رہو پھر اگر تم پھر جاؤ تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف واضح طور پر حکم پہنچا دینا ہے ﴿۹۲﴾ ان [۱] لوگوں پر جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اس چیز میں کوئی گناہ نہیں ہے جو کچھ (حرمت کے حکم سے پہلے) کھا پی چکے ہیں۔

نازل فرمائیں شراب کی چار حالتیں جو اسلام میں رہی ہیں جن کا ذکر گزر چکا ہے۔ شراب پی کر آدمی کے ہوش و حواس ٹھکانے نہیں رہتے۔ ہر ایک سے لڑنے جھگڑنے لگتا ہے۔ جواء اس سبب سے باعث عداوت ہے کہ جو شخص جوئے میں اپنا مال ہارتا ہے وہ بھی بدحواس ہو کر ہر ایک سے لڑنے لگتا ہے۔ شراب میں ایک یہ بھی خرابی ہے کہ اس کا نشہ آدمی کو ذکر الٰہی اور نماز سے روک دیتا ہے حاصل مطلب یہ ہے کہ شیاطین شراب کے نشہ اور جوئے کی دھن میں لوگوں کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیتے ہیں کہ لوگوں کو ان برے کاموں کی برائی نہیں سوجھتی۔ اس واسطے ان کاموں سے باز رہنے کی ہدایت فرما کر ہر ایماندار کی عقبیٰ کی بہبودی کو اس ہدایت کے موافق عمل کرنے پر منحصر رکھا ہے، اور اس کو اللہ اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری ٹھہرایا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ کے رسول کا کام یہی ہے کہ وہ تم لوگوں کو اللہ کا حکم پہنچا دیں۔ اب جو کوئی اس کو نہ مانے گا وہ عقبیٰ میں اس نافرمانی کا خمیازہ بھگتے گا۔

مسئلہ: شراب پینا اور بیچنا دونوں حرام ہیں۔ (حدیث شریف میں شراب سے متعلق (۱۰) آدمیوں پر لعنت کی گئی ہے)

[۱] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ چند صحابہ کرام احد کی لڑائی میں شہید ہو چکے تھے، جو شراب پیا کرتے تھے، اس لئے شراب کے حرام ہو جانے کے وقت صحابہ کرام کو ان شہیدوں کے حال پر بڑا افسوس ہوا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اس وقت جتنے کاموں کا اللہ تعالیٰ کا حکم تھا جب انہوں نے وہ کام کئے تو جس چیز کے حرام ہونے کے وقت وہ موجود ہی نہیں تو اس چیز کے حرام ہونے کے پہلے کے استعمال سے ان پر کچھ گناہ نہیں۔

اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّ اَحْسَنُوْا ؕ وَ اللّٰهُ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۹۳﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَیَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَیْءٍ مِّنَ الصَّیْدِ تَنَالُهٗۤ اَیْدِیْكُمْ وَ رِمَاحُكُمْ لِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّخَافُهٗ بِالْغَیْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۹۴﴾

جب کہ وہ (آئندہ کیلئے) پرہیزگاری کریں اور ایمان لائیں اور اچھے کام کریں پھر پرہیزگاری کریں اور ایمان لائیں پھر پرہیزگاری کریں اور نیک رہیں، اور اللہ نیک لوگوں کو دوست رکھتا ہے ۱ ﴿۹۳﴾ اے مسلمانو! بیشک تم کو آزمائے گا تمہارا پروردگار ایسے بعض شکار سے جس تک تمہارے ہاتھ اور نیزے پہنچیں تا کہ اللہ پہچان کرے ایسے شخص کو کہ بن دیکھے اس سے ڈرتا ہے پھر اس کے بعد جو کوئی حد سے بڑھے اس کے لئے دردناک عذاب ہے ﴿۹۴﴾

احرام کی حالت میں شکار کرنے کا ذکر

۱ **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ اس عمرہ کے سفر میں خلاف عادت امتحان کے طور پر ان صاحب احرام صحابہ کرام کو بہت سے جنگلی جانور نظر آئے تا کہ معلوم ہو جائے کہ ان جانوروں کے نظر آنے کے وقت آنکھوں سے بن دیکھے عذاب الٰہی سے ڈر کر کون شکار کے مناہی (ممانعت) کے حکم کی پابندی کرتا ہے اور کون نہیں کرتا ہے۔ ''کچھ ایک شکار'' اس کا مطلب یہ ہے کہ فقط جنگلی جانوروں کا شکار دریائی جانوروں کا سا نہیں۔ چھوٹے جانور جو ہاتھ سے پکڑے جا سکتے ہیں۔ اس لئے نیزے کے ساتھ ہاتھ کا بھی ذکر فرمایا۔ اگرچہ احرام کی حالت میں ہر ایک طرح کے ہتھیار سے شکار منع ہے، لیکن عرب کے لوگ نیزے سے اکثر شکار کھیلا کرتے تھے، اس واسطے خاص طور پر نیزے کا ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے علم اور جانچ سے کوئی چیز کسی وقت باہر نہیں ہے۔ آگے فرمایا کہ اس شکار کی ممانعت کے بعد جو کوئی اس کی پابندی نہیں کرے گا عقبیٰ میں اس کو سخت عذاب بھگتنا پڑے گا۔ اول تو احرام کی حالت میں شکار کی مناہی (ممانعت) ہے، اور اگر کوئی شکار کھیل بیٹھے تو اس کی سزا یہ ہے کہ جس قسم کے جنگلی جانوروں کا شکار کیا ہے، اسی قسم کے شہری چوپایوں میں سے ایک جانور خرید کر حرم میں اس کی قربانی کرے مثلاً ہرن کا شکار کیا تو بکری ہے۔ شکاری کو اختیار ہے کہ خواہ ان داموں میں جس قدر محتاج پیٹ بھر کر کھانا کھا سکتے ہیں ان کو کھانا کھلا دیوے، یا ہر مسکین کے کھانے کے معاوضہ میں ایک روزہ قرار دے کر مسکینوں کی تعداد کے موافق روزے رکھے، اگر یہ بات ممکن نہ ہو تو پھر قیمت کے اندازے سے کام لیا جاوے گا۔ اس میں سلف کا کچھ اختلاف ہے اس کی تفصیل بڑی کتابوں میں ہے۔ آگے فرمایا کہ احرام کی حالت میں شکار کھیلنے والے کی یہ سزا اس لئے قرار دی گئی ہے کہ وہ اپنے کئے گئے کا خمیازہ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ وَمَنْ قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ هَدْيًاۢ بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ؕ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۹۵﴾ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۹۶﴾

اے مسلمانو! شکار نہ مارو جب تم احرام میں ہو، اور جو کوئی تم میں سے قصداً مار ڈالے پس اس کا بدلہ یہ ہے کہ ویسا ہی جانور مویشی میں سے (بدلے میں) دے جس کو تم میں سے دو معتبر آدمی اس کا فیصلہ کریں، اس چار پائے کی قربانی ہو کعبہ کو پہنچتی یا اس کا کفارہ چند مسکینوں کو (اس کی قیمت کے لحاظ سے) کھانا دینا ہے، یا مسکینوں کی گنتی کے برابر روزے رکھے تاکہ اپنے عمل کی سزا چکھے، اللہ نے معاف کیا جو کچھ ہو گزرا اور جو کوئی دوسری بار کرے بدلہ لیوے گا اس سے خدا اور اللہ غالب ہے بدلہ لینے والا ﴿۹۵﴾ حلال [۱] کیا گیا تمہارے واسطے دریا کا شکار اور اس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کے لئے، اور تم پر خشکی کا شکار حرام ہے جب تک تم احرام باندھے ہوئے ہو اور ڈرو اس خدا سے کہ اس کی طرف اٹھائے جاؤ گے ﴿۹۶﴾

بھگت لے۔ اس حکم سے پہلے جو کچھ ہو چکا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل معافی ہے۔ لیکن مناہی (ممانعت) کے بعد جو کوئی ایسا کرے گا، اور دنیوی سزا کا کچھ اثر اس پر نہ ہوگا اور ڈھیٹ بن کر دنیوی سزا کے بعد بھی ایسا کرے گا اور کر کے توبہ نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ بدلہ لینے میں ایسا زبردست ہے کہ اس کے بدلہ لینے کو کوئی روک نہیں سکتا۔

[۱] ان آیتوں میں فرمایا کہ دریائی جانوروں کا شکار حالت احرام میں بھی جائز ہے۔ دریا کے لفظ کے معنوں میں یہاں ندیاں، نالے، تالاب سب داخل ہیں، ان سب جگہ کا شکار جائز ہے دریائی جانور وہ ہیں جو دریاؤں میں پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں ہر قسم کے لوگ جمع ہوتے ہیں اور نفع پاتے ہیں یہاں حرم واحرام کی حرمت کا لحاظ رکھو۔ پھر فرمایا ظاہر پوشیدہ نیک و بد لوگوں کے

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَیْتَ الْحَرَامَ قِیٰمًا لِّلنَّاسِ وَ الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَ الْهَدْیَ وَ الْقَلَآىِٕدَ ؕ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۹۷﴾ اِعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ وَ اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹۸﴾ؕ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّا یَسْتَوِی الْخَبِیْثُ وَ الطَّیِّبُ وَ لَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِیْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ یٰۤاُولِی الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ؑ

اللہ نے ادب والے گھر کعبہ کو لوگوں کے لئے قیام کا باعث کیا اور حرمت والا مہینہ اور حرم کی قربانی اور ان جانوروں کو جن کے گلے میں (علامت کے لئے پٹے ڈال دیتے ہیں (ان سب کو تمہارے مصالح کے قیام کا سبب بنایا) یہ اس لئے کہ تم یقین کرو کہ بیشک اللہ آسمانوں اور زمین کے اندر کی سب چیزوں کا حال جانتا ہے اور یہ کہ بیشک خدا کو سب چیز کا علم ہے ﴿۹۷﴾ اور جان رکھو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۹۸﴾ پیغمبر کے ذمے اس کے سوا کچھ نہیں کہ پیغام پہنچا دینا اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جو تم چھپاتے ہو۔[۱] ﴿۹۹﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم ان لوگوں سے) کہہ دو کہ پاک اور ناپاک برابر نہیں ہوسکتا اور اگرچہ تجھ کو ناپاک کی کثرت تعجب میں ڈالتی ہو پس خدا سے ڈرو اے عقلمندو، شاید کہ تم کامیاب ہو جاؤ ﴿۱۰۰﴾

سب عمل اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں، اور نیک و بد کی جزا و سزا کا حال اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اچھی طرح سمجھا دیا ہے۔ اب ہر ایماندار شخص کو یہ خوب سمجھ لینا چاہئے کہ نافرمانی کے جرم میں جس کسی کی پکڑ ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کا عذاب بھی بہت سخت ہے اور جس کسی پر فرمانبرداری کے سبب سے اس کی رحمت ہوگئی تو اس کی رحمت بھی بڑی وسیع ہے۔

[۱] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ناجائز طریقہ کے کمائے ہوئے مال میں جو شخص کچھ صدقہ و خیرات کرے گا وہ صدقہ بارگاہ الٰہی میں بالکل نامقبول ہے۔ آگے فرمایا کہ ہر ایماندار کو ناجائز کمائی سے بچنا اور خدا سے ڈرنا چاہیے کہ ایماندار شخص کی نجات کی صورت یہی ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَسْـَٔلُوا۟ عَنْ أَشْيَآءَ إِن تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِن تَسْـَٔلُوا۟ عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ ٱلْقُرْءَانُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا ٱللَّهُ عَنْهَا ۗ وَٱللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٠١﴾ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّن قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا۟ بِهَا كَٰفِرِينَ ﴿١٠٢﴾ مَا جَعَلَ ٱللَّهُ مِنۢ بَحِيرَةٍ وَلَا سَآئِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ ۙ وَلَٰكِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ يَفْتَرُونَ عَلَى ٱللَّهِ ٱلْكَذِبَ ۖ

اے مسلمانو!! ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں، اور اگر ان کو اس وقت پوچھو گے کہ قرآن اتارا جارہا ہے تو تم پر ظاہر کردی جائیں گی، سوالات گزشتہ اللہ معاف کرچکا ہے، اور اللہ بخشنے والا تحمل والا ہے ﴿۱۰۱﴾ تم سے پہلے ایک گروہ (یعنی بنی اسرائیل) نے ایسے ہی سوالات کئے تھے پھر ان سے منکر ہوگئے ۲ ﴿۱۰۲﴾ اللہ نے مقرر نہیں کیا بحیرہ (یعنی کان چرا ہوا) کو اور نہ سائبہ (یعنی بجار) کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حامی کو ولیکن کافر لوگ خدا پر جھوٹ باندھتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فضول سوال کرنے کی ممانعت کا حکم

۱ **شان نزول:** بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے فائدہ سوال کیا کرتے تھے یہ حضور کو گراں گزرتا تھا۔ ایک روز فرمایا کہ: جو جو دریافت کرنا ہو دریافت کرو میں ہر بات کا جواب دوں گا"۔ ایک شخص نے دریافت کیا: "میرا انجام کیا ہے"؟ فرمایا: "جہنم"۔ دوسرے نے دریافت کیا کہ: میرا باپ کون ہے، آپ نے اس کے اصلی باپ کا نام بتادیا جس کے نطفہ سے وہ تھا کہ صداقہ ہے، باوجودیکہ اس کی ماں کا شوہر اور تھا جس کا یہ بیٹا کہلاتا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ ایسی باتیں نہ پوچھو کہ جو ظاہر کی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں۔ (تفسیر احمدی) اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ اس طرح کے فضول سوالوں سے لوگوں کو پہلی امت کی ہلاکت کا حال جتلا کر روک دیا جیسا کہ پہلی امتیں اپنے انبیاء سے فضول سوال کرنے کے سبب غارت ہوگئیں۔ مثلاً یہود نے کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا سوال کیا اور بجلی گر کر ہلاک ہوگئے، اس لئے تم پوچھا پچھی چھوڑ دو اور جس کام کو میں کرنے کو کہوں وہ تا مقدور کرلیا کرو اور جس سے منع کروں اس سے باز رہو۔ جس طرح بلاضرورت پوچھ کچھ منع ہے اسی طرح ضرورت کے وقت خاموشی بھی منع ہے۔

۲ زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جو اونٹنی پانچ مرتبہ بچے جنتی اور آخر مرتبہ اس کے نر پیدا ہوتا تو اس کا کان چیر دیتے۔ پھر نہ

وَ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَ لَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ

اوران میں سے اکثر (نرے) بے عقل ہیں ﴿۱۰۳﴾ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو خدا نے نازل فرمایا ہے اور رسول کی طرف، تو کہتے ہیں کہ ہم کو تو وہی کافی ہے کہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے کیا اگرچہ ان کے باپ دادا کچھ بھی نہیں جانتے ہوں اور نہ راہ پر ہوں۔ ۱؎ ﴿۱۰۴﴾ اے مسلمانو! تم اپنی محافظت کرو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا وہ شخص جو گمراہ ہوا جب کہ تم راہ پر ہو۔

اس پر سواری کرتے نہ اس کو ذبح کرتے نہ پانی اور چارے پر سے ہنکاتے اس کو **بحیرہ** کہتے۔ اور سفر پیش ہوتا تو یا کوئی بیمار ہوتا تو یہ نذر کرتے کہ اگر میں سفر سے بخیریت واپس آؤں تو تندرست ہو جاؤں گا میری اونٹنی **سائبہ** یعنی سانڈ ہے اور اس سے بھی نفع اٹھانا بحیرہ یعنی سانڈ کی طرح حرام جانتے اور اس کو آزاد چھوڑ دیتے۔ اور بکری جب سات مرتبہ بچے جن چکتی تو اگر ساتواں بچہ نر ہوتا تو اس کو مرد کھاتے، اور اگر مادہ ہوتا تو بکریوں میں چھوڑ دیتے اور ایسا ہی اگر نر مادہ دونوں ہوتے اور کہتے کہ اپنے بھائی سے مل گئی، اس کو **وصیلہ** کہتے اور جب نر اونٹ سے دس دس بچے حاصل ہو جاتے تو اس کو چھوڑ دیتے۔ نہ اس پر سواری کرتے نہ اس سے کام لیتے نہ اس کو چارہ پانی پر سے روکتے اس کو **حامی** کہتے۔ یہ رسمیں زمانہ جاہلیت سے ابتدائے اہل اسلام تک چلی آ رہی تھیں اس آیت سے ان کو باطل کیا گیا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو حرام نہیں کیا اس کی طرف اس کی نسبت غلط ہے۔ جو اپنے بڑوں کے کہنے سے ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں اتنا شعور نہیں رکھتے، جو چیز اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے حرام نہیں کی اس کو کوئی حرام نہیں کر سکتا۔ یعنی حکم خدا اور رسول ﷺ کی اتباع کرو اور سمجھ لو یہ چیزیں حرام نہیں، بڑوں کی اتباع جب درست ہوتی کہ وہ علم رکھتے اور سیدھی راہ پر ہوتے۔

نصیحت اور بروقت موت وصیت پر شہادت کا ذکر

۱؎ اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ جو لوگ اپنی ذات سے حلال و حرام کے پابند ہیں اور اپنے بس کے موافق دوسروں کو وعظ اور نصیحت بھی کرتے رہتے ہیں تو ایسے لوگوں کو بدلوگوں کی بدی سے کچھ ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ ہاں جو علماء اور نیک لوگ بدکاروں سے میل جول پیدا کر کے وعظ و نصیحت بالکل چھوڑ دیں گے ان سے اس بات کی پرسش ہوگی کہ انہوں نے بے پروائی کیوں کی۔

اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿١٠٥﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ

اللہ ہی کی طرف تم سب کو لوٹ کر جانا ہے پھر وہ تمہیں بتا دے گا تم جو کچھ عمل کرتے تھے ﴿١٠٥﴾ اے مسلمانو! [1] (قاعدہ) گواہی کا ہے جب تم میں کسی کی موت قریب آوے تو وصیت کے وقت تم میں سے دو معتبر شخص کی گواہی تمہارے درمیان ہے یا تمہارے سوا دوسرے غیر دو آدمیوں کی (شہادت) ہو۔

[1] **شان نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ دو شخص نصرانی اور ایک مسلمان ملک شام کی طرف تجارت کی غرض سے سفر کو گئے اور وہ مسلمان بیمار ہو کر جب قریب الرگ ہو گیا تو اس نے اپنے مال کی ایک فہرست لکھ کر مال کی گٹھڑی میں رکھ دی۔ اور وہ گٹھڑی ان دونوں نصرانیوں کو دے کر وصیت کی کہ تم یہ گٹھڑی میرے وارثوں کو دے دینا۔ اس مال میں ایک چاندی کا کٹورا سونے کے ملمع کا بھی تھا۔ وہ کٹورا ان نصرانیوں نے اس مال سے نکال کر باقی کا مال اس مسلمان کے وارثوں کو دے دیا۔ اس کٹورا کے نکالتے وقت ان نصرانیوں کی نظر اس فہرست پر نہیں پڑی۔ اس مسلمان کے وارثوں نے جب مال کی گٹھڑی اچھی طرح کھولی تو اس فہرست پر ان کی نظر پڑی مگر فہرست کے موافق وہ کٹورا نہیں تھا۔ انہوں نے کٹورے کا دعویٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پیش کیا حضور نے ان نصرانیوں کو قسم دی، انہوں نے قسم کھائی کہ جو مال اس مسلمان نے مرتے وقت ہم کو دیا تھا ہم نے وہ سب مال اس کے وارثوں کے حوالہ کر دیا۔ پھر وہ کٹورا ایک سنار کے پاس سے نکلا اور اس مسلمان کے وارثوں نے قسم کھائی کہ وہ کٹورا ان کے مورث کا تھا۔ چنانچہ اس کٹورا کی قیمت ان نصرانیوں سے مسلمان کے وارثوں کو دلائی گئی۔ اس قصہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مسلمان قریب الرگ حالت سفر میں جب اپنے وارثوں سے دور ہو اور اس کے پاس کچھ مال بھی ہو تو اس کو چاہیے کہ مال کو وارثوں تک پہنچانے کے لئے دو مسلمانوں کو وصی اور وصیت کا گواہ کر دیوے۔ اس کے بعد وصی لوگوں کے بیان پر وارثوں کو کچھ اعتراض نہ ہوگا، اور اگر گواہوں کے حق میں کچھ بدظنی ہو جاوے تو حلف دیا جائے گا۔ پھر بھی اگر وہ اپنی حق تلفی بیان کریں گے تو ان وارثوں سے گواہان وصیت کی خلاف بیانی کے ثبوت میں کچھ شہادت ہوگی تو وہ لی جاوے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد جھوٹی قسم کو خوفناک اور اللہ تعالیٰ کی نظر رحمت سے دور ہو جانے کا سبب فرمایا ہے۔ آگے فرمایا یہ وارثوں کی قسم کا حکم اس لئے ہے کہ وصیت کے گواہوں کو یہ خوف رہے کہ وارثوں کی قسم کے آگے ان کی قسم جھوٹی ٹھہرا کر ان کی رسوائی نہ ہو۔ اور یہ بھی فرمایا کہ عام مسلمانوں کو جھوٹی قسم سے اور شریعت میں جو مناہی (ممانعت) کی باتیں ہیں ان سے بچنا اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرنا احکام الٰہی کو فرمانبرداری کی نیت سے سننا چاہیے۔ اس نصیحت کے بعد بھی جو کوئی نافرمانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ ایسے نافرمان لوگوں کو زبردستی راہ راست پر لانا نہیں چاہتا۔

اِنۡ اَنۡتُمۡ ضَرَبۡتُمۡ فِی الۡاَرۡضِ فَاَصَابَتۡكُمۡ مُّصِیۡبَةُ الۡمَوۡتِ ؕ تَحۡبِسُوۡنَهُمَا مِنۡۢ بَعۡدِ الصَّلٰوةِ فَیُقۡسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارۡتَبۡتُمۡ لَا نَشۡتَرِیۡ بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوۡ كَانَ ذَا قُرۡبٰی ۙ وَلَا نَكۡتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الۡاٰثِمِیۡنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاِنۡ عُثِرَ عَلٰۤی اَنَّهُمَا اسۡتَحَقَّاۤ اِثۡمًا فَاٰخَرٰنِ یَقُوۡمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِیۡنَ اسۡتَحَقَّ عَلَیۡهِمُ الۡاَوۡلَیٰنِ فَیُقۡسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنۡ شَهَادَتِهِمَا وَمَا اعۡتَدَیۡنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیۡنَ ﴿۱۰۷﴾ ذٰلِكَ اَدۡنٰۤی اَنۡ یَّاۡتُوۡا بِالشَّهَادَةِ عَلٰی وَجۡهِهَاۤ اَوۡ یَخَافُوۡۤا اَنۡ تُرَدَّ اَیۡمَانٌۢ بَعۡدَ اَیۡمَانِهِمۡ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسۡمَعُوۡا ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهۡدِی الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۱۰۸﴾ ع

اگر تم زمین میں سفر کو جاؤ پھر تمہیں موت کا حادثہ پہنچے، اگر تم کو کچھ شبہ ہو تو ان دونوں (گواہوں) کو روک لو بعد نماز کے (یعنی بعد نماز عصر کے)، پس وہ اللہ کی قسم کھائیں کہ ہم اس (گواہی) کے عوض میں کچھ دام نہیں لیں گے اگر چہ وہ شخص (جس کے نفع کے واسطے ہم گواہی دیتے ہیں) قرابت دار ہی ہو اور نہ ہم اللہ کی گواہی چھپاویں گے ایسا کریں تو ہم ضرور گنہگاروں میں ہیں ﴿۱۰۶﴾ پھر اگر پتہ چلے کہ وہ دونوں گواہ گناہ کے مستحق ہو گئے (یعنی گواہی میں کمی بیشی کی ہے) تو ان کی جگہ دو اور کھڑے ہوں ان میں سے کہ اس گناہ یعنی جھوٹی گواہی نے ان کا حق لے کر ان کو نقصان پہنچایا جو میت کے زیادہ قرابت دار ہوں، تو (دونوں) اللہ کی قسم کھائیں (اور کہیں) کہ "بیشک ہماری گواہی زیادہ ٹھیک ہے ان دونوں کی گواہی سے اور ہم نے کچھ تجاوز نہیں کیا ورنہ ہم اس حالت میں سخت ظالموں میں ہوں گے" ﴿۱۰۷﴾ یہ (طریقہ) قریب زیادہ ہے اس سے کہ گواہی کو اس کی (اصلی) حالت پر ادا کریں (یعنی ایسی حالت پر جیسی کہ گواہی دینی چاہئے) یا ڈریں اس سبب سے کہ کچھ قسمیں رد کر دی جائیں بعد ان کی قسموں کے اور اللہ سے ڈرو اور حکم سنو، اور اللہ بے حکموں کو راہ نہیں دیتا ﴿۱۰۸﴾

يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ ۭ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿۱۰۹﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ اذْكُرْ

(اس دن کو یاد کرو) ۱؎ جس دن اللہ پیغمبروں کو جمع فرمائے گا پھر فرمائے گا کہ تم کو (اپنی امتوں کی طرف سے) کیا جواب ملا، وہ عرض کریں گے: "ہمیں کچھ علم نہیں بیشک تو ہی جاننے والا چھپی باتوں کا ۲؎ ﴿۱۰۹﴾ جس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ: "اے عیسیٰ ابن مریم! یاد کرو۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر

۱؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول منافق کی شہادت نہیں ادا کریں گے بلکہ اللہ عالم الغیب پر سونپ دیں گے۔

۲؎ ان آیتوں میں یہود و نصاریٰ کے قائل کرنے کے لئے خاص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم علیہا السلام کا ذکر فرمایا۔ جبکہ بغیر باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا حال دیکھ کر لوگوں نے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو طرح طرح کے الزام دینے شروع کئے تو حضرت مریم علیہا السلام نے اس الزام کے جواب دینے کا اشارہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کیا۔ اس پر وہ الزام دینے والے لوگ تعجب سے کہنے لگے کہ گھڑی دو گھڑی کے پیدا ہوئے بچہ سے ہم کیا بات چیت کریں گے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معجزہ کے طور پر فوراً ان لوگوں کو سمجھا دیا کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں، اور اس کا رسول ہونے کے سبب سے جس طرح اس نے اپنی قدرت سے مجھ کو یہ معجزہ دیا ہے کہ خلاف عادت پیدا ہوتے ہی میں تم سے باتیں کر رہا ہوں اسی طرح یہ بھی اس کی قدرت کا ایک نمونہ ہے اور میرے نبی ہونے کا ایک معجزہ ہے کہ اس نے بغیر باپ کے پیدا کر دیا۔ اس قصہ کو یاد دلا کر نصاریٰ کو یوں قائل کرنا منظور ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے منہ سے پہلی بات یہ نکلی کہ میں اللہ کا بندہ اور رسول ہوں۔ ان کی امت کا یہ حال ہے کہ کچھ لوگ ان کو اللہ کہتے ہیں، اور کچھ اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ روح القدس حضرت جبریل علیہ السلام کا نام ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حفاظت اور ہر طرح کی مدد کے لئے ہر وقت ان کے ساتھ رہتے تھے۔ حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے پاس چھوٹی سی عمر میں جنت کے میووں کے آنے کا اور ان کو اس زمانہ کی عورتوں میں افضل ٹھہرانے کا ذکر سورۂ آل عمران میں گزر چکا ہے۔ اس طرح کے اللہ تعالیٰ کے بہت سے احسان حضرت مریم سلام اللہ علیہا پر ہیں، جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے جس سے مقصود یہ ہے کہ اس پاک بی بی پر یہود جو الزام لگاتے ہیں وہ بالکل غلط ہے۔ انجیل کے ذکر اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کے ذکر سے یہود کو یوں قائل کرنا منظور ہے جس طرح توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، اسی طرح انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر امت کی فرمانبرداری اور نافرمان لوگوں کی جانچ جو قیامت کے دن ہوگی اس جانچ میں آنحضرت ﷺ کی امت کے فرمانبردار لوگوں کی تعداد اور امتوں کے فرمانبردار لوگوں سے بڑھی ہوگی۔

نِعۡمَتِیۡ عَلَیۡکَ وَعَلٰی وَالِدَتِکَ ۘ اِذۡ اَیَّدۡتُّکَ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ ۟ قف تُکَلِّمُ النَّاسَ فِی الۡمَہۡدِ وَکَہۡلًا ۚ وَ اِذۡ عَلَّمۡتُکَ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَۃَ وَالتَّوۡرٰىۃَ وَالۡاِنۡجِیۡلَ ۚ وَ اِذۡ تَخۡلُقُ مِنَ الطِّیۡنِ کَہَیۡـَٔۃِ الطَّیۡرِ بِاِذۡنِیۡ فَتَنۡفُخُ فِیۡہَا فَتَکُوۡنُ طَیۡرًۢا بِاِذۡنِیۡ وَتُبۡرِئُ الۡاَکۡمَہَ وَالۡاَبۡرَصَ بِاِذۡنِیۡ ۚ وَ اِذۡ تُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰی بِاِذۡنِیۡ ۚ وَ اِذۡ کَفَفۡتُ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ عَنۡکَ اِذۡ جِئۡتَہُمۡ بِالۡبَیِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡہُمۡ اِنۡ ہٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۱۰﴾ وَ اِذۡ اَوۡحَیۡتُ اِلَی الۡحَوَارِیّٖنَ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِیۡ وَبِرَسُوۡلِیۡ ۚ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا وَاشۡہَدۡ بِاَنَّنَا مُسۡلِمُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾ اِذۡ قَالَ الۡحَوَارِیُّوۡنَ یٰعِیۡسَی ابۡنَ مَرۡیَمَ

میرا احسان اپنے اوپر اور اپنی والدہ پر جب میں نے روح القدس سے تمہاری مدد کی، تم لوگوں سے باتیں کرتے تھے گود میں اور بڑی عمر میں، اور جس وقت کہ میں نے تم کو کتاب اور حکمت اور توریت اور انجیل سکھائی، اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرند جیسی شکل بناتے تھے پھر تم اس کے اندر پھونک مار دیتے تھے پس وہ ہوجاتا تھا پرندہ میرے حکم سے اور تم مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو ہمارے حکم سے اچھا کر دیتے تھے اور جب تم (زندہ) باہر لا کھڑا کرتے تھے میرے حکم سے مردوں کو اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روکا جس وقت تم ان کے پاس روشن نشانیاں لے کر آئے تو کہا کافروں نے ان میں سے کہ یہ تو کچھ نہیں مگر کھلا جادو ﴿۱۱۰﴾ اور جب کہ میں نے دل میں ڈالا حواریوں کے کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ انہوں نے کہا: "ہم ایمان لائے گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں ﴿۱۱۱﴾ جب کہ [1] حواریوں نے کہا: "اے عیسیٰ مریم کے بیٹے!

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یہ خواہش کی کہ وہ کھانے سے بھرا ہوا ایک خوان آسمان سے اترنے کی دعا اللہ تعالیٰ سے کریں۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا کی، اللہ تعالیٰ نے اس شرط پر اس خوان کے اتارنے کا وعدہ فرمایا کہ خوان کے اترنے کے بعد اس دن کو عید منائیں، جس کا مطلب عید

هَلۡ يَسۡتَطِيۡعُ رَبُّكَ اَنۡ يُّنَزِّلَ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوۡا نُرِيۡدُ اَنۡ نَّاۡكُلَ مِنۡهَا وَتَطۡمَئِنَّ قُلُوۡبُنَا وَنَعۡلَمَ اَنۡ قَدۡ صَدَقۡتَنَا وَنَكُوۡنَ عَلَيۡهَا مِنَ الشّٰهِدِيۡنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ عِيۡسَى ابۡنُ مَرۡيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَاۤ اَنۡزِلۡ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوۡنُ لَنَا عِيۡدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنۡكَ ۚ وَارۡزُقۡنَا وَاَنۡتَ خَيۡرُ الرّٰزِقِيۡنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالَ اللّٰهُ اِنِّىۡ مُنَزِّلُهَا عَلَيۡكُمۡ ۚ فَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بَعۡدُ مِنۡكُمۡ فَاِنِّىۡۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۱۱۵﴾ ع

ہم پر آسمان سے (کھانے کا) بھرا خوان عیسیٰ نے کہا: "اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو" ﴿۱۱۲﴾ وہ بولے: "ہم چاہتے ہیں کہ اس خوان میں سے کھاویں اور ہمارے دل آرام پکڑیں اور ہم آنکھوں سے دیکھ لیں کہ تم نے ہم سے سچ بیان کیا اور ہم اس کے اترنے پر گواہ ہو جاویں" (اپنے بعد والوں کے لئے) ﴿۱۱۳﴾ عیسیٰ بن مریم نے عرض کی: "اے پروردگار ہمارے ہم پر آسمان سے (کھانے کا) ایک خوان نازل کر کہ وہ ہمارے لئے عید ہو اور اگلے پچھلوں کے لئے اور تیری طرف سے نشانی اور تو ہمیں روزی دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے" ﴿۱۱۴﴾ اللہ نے فرمایا کہ میں اس کو اتارنے والا ہوں تم پر پھر اس کے بعد بھی تم میں سے کوئی کفر کرے گا تو بیشک میں اسے وہ عذاب دوں گا کہ سارے جہان میں کسی پر نہ کروں گا ﴿۱۱۵﴾

میلاد سے ہے اور اس کی تعظیم کریں خوشیاں منائیں، عبادت کریں، شکر بجالائیں۔ اگر ایسا نہ کیا تو ان لوگوں پر سخت عذاب آجاوے گا۔ چنانچہ آسمان سے خوان نازل ہوا اس کے بعد جنہوں نے ان میں سے کفر کیا ان کی صورتیں مسخ کر کے سور بنا دیئے گئے اور تین روز میں سب ہلاک ہو گئے۔

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ﴿۱۱۶﴾

اور ؎ (وہ وقت بھی یاد کرو کہ) جب اللہ فرمائے گا: ''اے عیسیٰ بن مریم! کیا تم نے کہہ دیا تھا لوگوں سے کہ مجھے اور میری ماں کو دو خدا بنالو سوائے خدا کے'' (عیسیٰ) عرض کریں گے کہ (اے پروردگار!) پاکی ہے تجھے، مجھے لائق نہیں ہے کہ وہ بات کہوں جو مجھے نہیں پہنچی اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو ضرور تجھے معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے، بیشک تو ہی ہے سب غیبوں کا جاننے والا ﴿۱۱۶﴾

قیامت کی عدالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت

؎ یہاں سے آخر تک نصاریٰ کے الزام دینے اور قائل کرنے کو یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ جن کا حاصل یہ ہے کہ جب تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں رہے نصاریٰ کو توحید سکھاتے رہے اور نگرانی کرتے رہے کہ سوا توحید کے اور کوئی بدعت اور نئی بات ان کی امت میں پیدا نہ ہو۔ ان کے آسمان پر چلے جانے کے بعد شرک وغیرہ کی باتیں جو نصاریٰ نے اپنے دین کے اندر پھیلائیں اور ان باتوں کو اللہ کا حکم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیم خیال کرتے ہیں اور باوجودیکہ اللہ نے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں اسی قسم کی خرابیاں رفع کرنے کو بھیجا اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے نصاریٰ کے علماء اور بڑے بڑے پادریوں سے بحث کرکے ان کو قائل کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت بھی تھی کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری اطاعت کرنا۔ لیکن نصاریٰ نے ان کفر کی باتوں کو نہ چھوڑا اور نہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت قبول کی۔ اس لئے نصاریٰ کی اس غلطی کو تمام مخلوق پر ظاہر کرنے کی غرض سے ایک بڑے مجمع میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھے گا کہ اے عیسیٰ علیہ السلام! کیا تم نے اپنی امت کے لوگوں کو اس تثلیث کی تعلیم دی تھی؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صاف جواب دیں گے کہ میں نے تو ان کو توحید کی تعلیم دی تھی اور جب تک میں دنیا میں رہا ان کو توحید ہی کی تاکید کرتا رہا۔ میرے پیچھے انہوں نے یہ تثلیث ایجاد کرلی ہے اور بلاشک یہ فعل ان کا لائق عذاب ہے۔ اب یا اللہ تو مالک ہے کہ ان پر عذاب کرے یا اپنی رحمت سے ان کی مغفرت کردے تو اللہ تعالیٰ ان کے اس سچے جواب کو پسند فرما کر یہ فرمائے گا کہ آج قیامت کا دن وہ دن ہے کہ دنیا میں جو لوگ احکام الٰہی کے سچے پابند رہے، ان کی راست بازی کی جزا آج کے روز جنت اور اللہ کی رضامندی ہے۔

مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَاۤ اَمَرْتَنِیْ بِهٖۤ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبَّكُمْ ۚ وَ كُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ ؕ وَ اَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ﴿۱۱۷﴾ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَ اِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾ قَالَ اللّٰهُ هٰذَا یَوْمُ یَنْفَعُ الصّٰدِقِیْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا فِیْهِنَّ ؕ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع

میں نے تو ان سے نہ کہا مگر وہی جس کا تو نے مجھ کو حکم دیا تھا کہ اللہ کو پوجو جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے اور میں ان پر نگہبان تھا جب تک میں ان میں رہا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی نگاہ رکھتا تھا ان پر اور تو ہر چیز پر نگہبان ہے ﴿۱۱۷﴾ اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے، تو بیشک تو ہی زبردست حکمت والا ہے ﴿۱۱۸﴾ اللہ فرمادے گا یہ وہ دن ہے کہ نفع دے گی اس میں سچوں کو ان کی سچائی، ان کے لئے ایسے باغ ہیں کہ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔ یہی (ان کی) بڑی کامیابی ہے ﴿۱۱۹﴾ اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے سب کی بادشاہت اور وہ تمام چیزوں پر قدرت رکھنے والا ہے ﴿۱۲۰﴾

جس کے سبب سے وہ لوگ ہمیشہ جنت میں خوشحالی سے رہیں گے۔ پھر فرمایا: ''آسمان وزمین کی بادشاہت اللہ کی ہے اور کوئی چیز آسمان وزمین میں اس کی قدرت اور اختیار سے باہر نہیں''۔

ایاتھا ۱۶۵ ۶ سورۃ الانعام مکیۃ ۵۵ رکوعاتھا ۲۰

سورۃ الانعام مکی ہے اس میں ایک سو پینسٹھ آیتیں اور بیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَ النُّوْرَ ۗ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ① هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا ؕ وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ②

سب [1] تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیرا اور اجالا پیدا کیا، پھر بھی کافر لوگ (دوسروں کو) اپنے پروردگار کے برابر ٹھہراتے ہیں ① اللہ [2] وہ ہے کہ جس نے تم کو پیدا کیا مٹی سے پھر موت کا وقت مقرر کیا اور اس کے نزدیک ایک مدت معین ہے پھر تم لوگ شک کرتے ہو ②

خواص سورہ الانعام: اس سورۃ کو اکتالیس مرتبہ پڑھنا ہر ایک ضرورت اور خواہش کے لئے سودمند ہے۔ اس سورۃ کو رات کے وقت پڑھنے سے ہر قسم کی پریشانی دور ہو، دل میں نور ہو، مرے تو جنت پائے۔

توحید کا ذکر

[1] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ کل سورۃ ایک ہی شب میں بمقام مکہ مکرمہ نازل ہوئی اور اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے آئے جس سے آسمانوں کے کنارے بھر گئے۔ اس آیت میں بندوں کو حمد کی تعلیم فرمائی گئی اور پیدائش آسمان وزمین کا ذکر اس لئے ہے کہ آسمان کی گردش سے رات کا اندھیرا، دن کا اجالا پیدا ہوتا ہے۔ جس سے انسان کی راحت، صحت طرح طرح کے کاروبار سب کچھ قائم ہیں۔ اہل مکہ نے شرک وجہالت کا اندھیرا ابھی پھیلا رکھا تھا۔ اس کفر وشرک کو مٹانے کے لئے نور ایمان پیدا کیا۔ جس کی قسمت میں ہے وہ اس کفر وشرک کے اندھیرے سے نکل کر ایمان کی روشنی پا سکتا ہے۔ آخر میں فرمایا کہ جب سارا کارخانہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم وعبادت میں ہو وہ دوسروں کو شریک کرتے ہیں یہ ان لوگوں کی بڑی نادانی ہے۔

[2] **شان نزول:** آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایک مٹھی خاک سے جو تمام زمین سے لی گئی ہے بنایا ہے، اسی واسطے ان کی نسل میں طرح طرح کے رنگ اور مزاج کے لوگ ہیں۔ کافر اور دہریئے لوگ مرنے کے بعد پھر پیدا ہونے کی خبر قرآن شریف میں سن کر بڑے تعجب سے کہتے تھے کہ ہڈیوں کی مٹی ہو جانے کے بعد پھر دوبارہ پیدائش کیونکر ہوگی۔ ان کے قائل کرنے کو اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ان کو جتلایا کہ آخر وہ ہڈیاں گل سڑ کر ایسی مٹی تو

وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَفِي الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝۳ وَمَا تَاْتِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ اِلَّا كَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝۴ فَقَدْ كَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا جَآءَهُمْ ؕ فَسَوْفَ يَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۵ اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَّكُمْ

اور وہی اللہ ہے آسمانوں میں اور زمین میں تمہاری چھپی اور کھلی باتیں جانتا ہے اور اس کو بھی جانتا ہے جو عمل کرتے ہو ۝۳ اور کافروں [۱] کے پاس کوئی بھی نشانی ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے نہیں آتی مگر وہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں ۝۴ پس بیشک انہوں نے حق کو جھٹلایا جبکہ ان کے پاس آیا سو جلدی ہی ان کو مل جاوے گی خبر اس چیز (یعنی عذاب) کی کہ جس کے ساتھ یہ لوگ ہنسی کیا کرتے تھے ۝۵ کیا انہوں نے دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کس قدر امتوں کو ہلاک کر ڈالا ہے، ان کو ہم نے زمین میں وہ جماؤ دیا تھا جو تم کو نہیں دیا۔

ہوں گی جس طرح کہ مٹی آگے تھی۔ جس مٹی سے ایک پتلا ایسا بنایا گیا جس میں کروڑہا پتلوں کے بن جانے کی صلاحیت رکھ دی گئی، جس صلاحیت کے اثر سے آج تک اس پتلے کی نسل چلی آتی ہے جس کے سبب سے دادا سے لے کر پوتا پڑپوتا سب پیدا ہو جاتے ہیں، اور ہر پوتے کو دیکھو کہ وہ دادا بن جاتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جو کچھ ہو چکا ہے وہ سب کی آنکھوں کے سامنے ہے، بس اس کے بعد دوبارہ جو کچھ ہونا ہے وہ تو نہایت سہل ہے۔ آگے فرمایا کہ دنیا کے ختم ہونے اور قیامت کے آنے کا وقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں۔ ہاں ہر ایک شخص کی اجل کا وقت ملک الموت کو بتلا دیا جاتا ہے۔ عقلمند وہی شخص ہے جو قیامت کے دن کے فیصلہ اخیر کے لئے کچھ اچھی روداد جمع کر لیوے۔

[۱] ان آیتوں میں اہل مکہ مکرمہ کی اس نادانی اور کم عقلی کا ذکر ہے جس پر وہ لوگ اڑے ہوئے تھے۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ قیامت کے دن فیصلہ اخیر کے لئے اچھی روداد جمع کرنا تو درکنار اپنی ازلی کمبختی کے سبب سے یہ لوگ تو اس پر اڑے ہوئے ہیں کہ اس فیصلہ اخیر کی یاددہانی کے باب میں جو آیات قرآنی نازل ہوئی ہیں، ان کو یہ لوگ جھٹلا کر ہنسی ٹھٹھے میں اڑاتے ہیں لیکن اس میں کسی کا کچھ نہیں بگڑتا وقت مقررہ پر یہی لوگ اپنے کئے کا برا نتیجہ دیکھ لیویں گے۔ شام، یمن کے سفر میں جس طرح پچھلی قوموں کی اجڑی ہوئی بستیاں ان کو نظر آتی ہیں وہی حال ان کا ہوگا۔ بدر کی لڑائی میں آنحضرت ﷺ نے قریش کے ان سرکش لوگوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر یہ فرمایا کہ اے لوگو! تم نے اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا پایا۔

وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۪ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۝۶ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝۷ وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا يُنْظَرُوْنَ ۝۸ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝۹

اور ہم نے بھیجا ان پر آسمان سے موسلا دھار مینہ اور ان کے نیچے نہریں جاری کیں تو انہیں ہم نے ہلاک کیا ان کے گناہوں کے سبب سے اور ان کے بعد ہم نے دوسری امت کو پیدا کی ۝۶ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) [1] اگر ہم تم پر اتارتے (قرآن آسمان سے) لکھا ہوا کاغذوں میں، پس یہ لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے تب بھی کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ کچھ نہیں ہے مگر جادو کھلا ہوا ۝۷ اور کافروں نے کہا "کیوں پیغمبر پر کوئی فرشتہ نہیں اتارا گیا"؟ اور اگر ہم فرشتہ اتارتے تو کام تمام ہو گیا ہوتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی ۝۸ اور اگر ہم نبی کو فرشتہ کرتے جب بھی اسے مرد ہی بناتے (یعنی مرد ہی کی شکل) اور ان پر وہی شبہ رکھتے جیسا کہ اب وہ شبہ میں پڑے ہیں ۝۹

مشرکین مکہ کی اللہ تعالیٰ سے گستاخی

[1] **شان نزول:** مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک روز کہا کہ ہم اس صورت میں ایمان لا سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لکھا ہوا ایک کاغذ ایک مضمون کا ہمارے پاس آوے کہ بلاشک آپ رسول برحق ہیں اور چار فرشتے اس کاغذ کے ساتھ آکر اس کاغذ کی تصدیق کریں کہ یہ اللہ کی طرف کا نوشتہ ہے، اور اس کا مضمون برحق ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ جسم نوری ہونے کے سبب سے اصل فرشتوں کو تو کوئی انسان دیکھ نہیں سکتا۔ حضرت داؤد اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کے پاس جو فرشتے آئے آخر وہ انسان کی صورت میں آئے۔ اس لئے اگر ان کے کہنے کے موافق ان کی آنکھوں کے سامنے کوئی فرشتہ بھی بھیجا جاوے تو وہ ضرور بصورت بشر ہوگا۔ پھر جس طرح اب نبی برحق کی نبوت پر انسان ہونے کے سبب سے یہ لوگ طرح طرح کے اعتراض اور مسخرہ پن کرتے ہیں، وہی حال باقی رہے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۱﴾ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲﴾

اور ضرور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ بھی ہنسی کی گئی، پس ان میں سے ہنسی کرنے والوں پر وہ بات الٹ پڑی کہ جس سے وہ ہنسی کرتے تھے ﴿۱۰﴾ تم (ان لوگوں سے) فرمادو: ''زمین میں سیر کرو پھر دیکھو جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا''۔ ﴿۱۱﴾ (تم ان لوگوں سے) فرماؤ ''کس کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے''، تم فرماؤ: ''اللہ کا ہے اس نے اپنے ذمہ لازم کرلیا ہے کہ رحمت فرمائے، بیشک وہ ضرور تمہیں قیامت کے دن جمع کرے گا اس میں کچھ شک نہیں ہے، وہ جنہوں نے اپنی جان نقصان میں ڈالی پس وہ لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں ﴿۱۲﴾

کہ پھر یہ لوگ ہلاک ہوجاویں گے۔ اب آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین فرمائی کہ اگر یہ لوگ ایمان نہ لاویں گے اور ایسی باتیں کریں گے تو ان کا وہی حشر ہوگا جو پہلے نافرمانوں کا ہوا ہے۔

لہ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ اے رسول اللہ کے! صلی اللہ علیہ وسلم تم ان لوگوں سے ذرا دریافت کرو کہ آخر ان کے نزدیک آسمان و زمین میں کس کی بادشاہت ہے۔ مکہ کے قحط کے وقت یہ تو ان لوگوں کو اچھی طرح تجربہ ہوچکا ہے کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے آسمان وزمین میں کسی اور کی بادشاہت نہیں ہے؟ اے رسول اللہ کے! صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو قائل کرنے کے طور پر ہی ان سے کہہ دو کہ آسمان وزمین کی بادشاہت اللہ تعالیٰ کی ہے جس میں تم لوگوں کے بتوں کی کچھ شرکت نہیں۔ وہ بت ضرورت کے وقت تمہارے کام نہیں آتے تو پھر اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں اوروں کو کیوں شریک کرتے ہو، اور رہی یہ بات کہ ان لوگوں پر ناگہانی آفت جلدی سے کیوں نہیں آتی اس کا سبب یہی ہے کہ اللہ کی رحمت اس کے غصہ پر غالب ہے۔ اس واسطے وہ فوراً کسی کو نہیں پکڑتا لیکن جس طرح اس کی شان رحمت کی ہے اسی طرح اس کی شان میں انصاف بھی ہے۔ جس کے سبب سے اس نے یہ انتظام فرمادیا ہے کہ قیامت تک سب جاندار بے جان ہوکر زمین کے اوپر سے زمین کے اندر جمع ہوجائیں گے اور پھر وقت مقررہ پر ان کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور نیک وبد کی جزا وسزا ہوگی۔

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُؕ قُلْ اِنِّيْۤ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۴﴾ قُلْ اِنِّيْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ مَنْ يُّصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمَهٗؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۶﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ﴿۱۸﴾ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةًؕ

اور اسی کا ہے جو کچھ رات اور دن میں بستا ہے اور وہی سننے والا جاننے والا ہے ﴿۱۳﴾ تم (ان لوگوں سے) فرماؤ: "کیا اللہ کے سوا کسی اور کو دوست بناؤں کہ وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور کھانے سے پاک ہے (یعنی خلق سب اس کی محتاج ہے وہ سب سے بے نیاز ہے)" تم فرماؤ: "مجھے تو یہی حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے مسلمان ہوں (یعنی اس امت سے)" اور فرمایا گیا کہ ہرگز تم شرک والوں میں سے نہ ہونا ﴿۱۴﴾ تم فرماؤ: "اگر میں اپنے پروردگار کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے" ﴿۱۵﴾ اس دن جس کے سر سے عذاب ٹل گیا تو بیشک اللہ نے اس پر رحم کیا اور بڑی سے بڑی کامیابی یہی ہے ﴿۱۶﴾ اور (اے انسان) اگر پہنچائے خدا تجھ کو کوئی سختی تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تجھے بھلائی پہنچائے پس وہ سب چیز پر قدرت رکھنے والا ہے ﴿۱۷﴾ اور وہی اپنے بندوں پر غالب ہے اور وہی حکمت والا خبردار ہے ﴿۱۸﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم [1] تم ان سے) فرماؤ: "کس چیز کی سب سے بڑی گواہی ہے؟

مشرکین کا اعتراض نبوت پر: [1] **شان نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے جو شان

قُلِ اللّٰهُ ۟ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۟ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ

تم فرماؤ: ''(اللہ کی گواہی ہے) اللہ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے، اور میری طرف اس قرآن کی وحی ہوئی تاکہ میں تم کو اس سے ڈراؤں اور ڈراؤں ان کو بھی جن جن کو یہ قرآن پہنچے، کیا تم اس بات کی گواہی دے سکتے ہو؟ کہ اللہ کے ساتھ اور معبود ہیں''۔

نزول اس آیت کی بیان کی گئی ہے۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ چند مشرکین جمع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ کون سی گواہی پر ہم آپ کو اللہ کا رسول جانیں، ہم نے یہود اور نصاریٰ سے پوچھا تو وہ کہتے ہیں کہ ان کی کتابوں میں بھی آپ کی نبوت کی کوئی تصدیق نہیں ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ان منکرین نبوت سے پوچھا جاوے کہ کون سی گواہی تم کو تصدیق نبوت کی درکار ہے۔ اگر وہ کچھ جواب دیویں تو خیر ورنہ اللہ سے بڑھ کر کوئی گواہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی نبوت کا گواہ ہے اور اللہ کی گواہی کی نشانی یہ ہے کہ اس نے اپنے نبی پر اپنا کلام اتارا ہے اور اس بات کا ثبوت کہ یہ کلام اللہ کا ہے۔ یہ ہے کہ باوجود دعوے فصاحت اور بلاغت کے تم لوگوں سے ایسا کلام ہرگز نہیں بن سکتا۔ اور یہ کلام اللہ نے اپنے نبی پر اس واسطے اتارا ہے کہ اس زمانہ کے حاضرین اور قیامت تک جو لوگ پیدا ہوں یہ کلام ان کو پہنچ جاوے اور وہ اس سے نصیحت پکڑیں۔ آگے فرمایا کہ اے رسول اللہ کے! صلی اللہ علیہ وسلم تم ان مشرکوں سے پوچھو کہ تم لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر تو گواہی چاہتے ہو لیکن تم نے جو بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رکھا ہے تمہارے پاس اس کی کیا گواہی ہے وہ پیش کرو اس پر یہ لوگ گواہی کے پیش کرنے سے عاجز ہو جاویں گے۔ تو تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں تمہاری ان شرک کی باتوں کے غلط ہونے کی گواہی دیتا ہوں اور یہ کہتا ہوں کہ ملت ابراہیمی کے موافق اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور تم لوگ ملت ابراہیمی کے برخلاف ان شرک کی باتوں پر اڑے ہوئے ہو تو میں تمہاری ان شرک کی باتوں سے بیزار ہوں۔ آدمی کو گواہی میں بھول چوک ممکن ہے اللہ تعالیٰ کی گواہی میں ان باتوں میں سے کسی بات کا شبہ نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے اللہ کی گواہی بڑی گواہی ہے۔ پھر فرمایا اہل کتاب کی کتابوں میں تو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی نشانیاں ہیں جن کے سبب سے وہ لوگ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا پہچانتے ہیں جس طرح اپنی اولاد کو۔ لیکن علم الٰہی کے موافق ان لوگوں کی قسمت میں عقبیٰ کا ٹوٹا (خسارہ) لکھا ہوا ہے اس واسطے ان لوگوں نے اپنی کتابوں کو بدل ڈالا اور خود بھی نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے منکر اور انجان لوگوں کو بھی دھوکا دیا۔ آخر کو فرمایا مشرکوں کا یہ شرک اور اہل کتاب کا یہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار اللہ پر ایک جھوٹ باندھنا ہے۔ جو لوگ یہ کام کر رہے ہیں وہ اپنی جان پر ظلم کر رہے ہیں جس کے سبب سے وہ دین دنیا میں کبھی فلاح کو نہ پہنچیں گے۔

قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝۱۹ اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ۝۲۰ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۲۱ وَیَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِیْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ اَشْرَكُوْٓا اَیْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِیْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝۲۲

تم فرماؤ کہ میں یہ گواہی نہیں دیتا تم فرماؤ کہ وہ تو بس ایک ہی معبود ہے اور البتہ میں بیزار ہوں اس چیز سے جس کو تم شریک مقرر کرتے ہو ۱۹ وہ لوگ کہ جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ تو اس نبی کو ایسا پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، جن لوگوں نے (اپنے ہاتھوں) اپنے کو تباہ کرلیا ہے وہ کبھی ایمان نہیں لانے والے ۲۰ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے کہ جس نے باندھا اللہ پر جھوٹ یا اس کی آیتوں کو جھٹلایا البتہ جو لوگ ظالم ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پائیں گے ۲۱ اور جس دن ہم ان سب کو ایک [۱] جگہ جمع کریں گے پھر ہم مشرکوں سے کہیں گے: "(بتلاؤ) تمہارے (ٹھہرائے ہوئے) شریک کہاں ہیں جن کا تم دعویٰ کرتے تھے" ۲۲

مشرکین کو دوبارہ دنیا میں آنے کی آرزو

[۱] حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ سب خلائق کو اپنے سامنے سوال و جواب اور حساب و کتاب کے لئے کھڑا کرے گا تو مشرکوں سے پوچھے گا کہ وہ تمہارے شریک کہاں ہیں جن کو تم نے اپنے گمان میں معبود ٹھہرا رکھا تھا ان کو بلاؤ تا کہ جس طرح موحدوں کی توحید اور نماز روزہ نے ان کا چھٹکارا کرایا ہے تمہارے معبود بھی تمہارے چھٹکارا کی کوئی صورت نکالیں۔ اس سوال کے وقت جب مشرکین دیکھیں گے کہ اہل توحید کا چھٹکارا معمولی حساب و کتاب کے بعد جھٹ پٹ ہوتا چلا جاتا ہے تو یہ لوگ جھوٹ بولیں گے کہ ہم بھی دنیا میں ان اہل توحید میں سے تھے، جن کا چھٹکارا ہو رہا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے منہ پر مہر لگا دے گا اور ان کے ہاتھ پیروں کو بولنے کا حکم دے گا ان کے ہاتھ پیر سارا اصلی حال ظاہر کردیں گے۔

ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ﴿۲۳﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۵﴾ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۲۶﴾

پھر ان کا کچھ عذر باقی نہ رہے گا مگر یہ کہ کہیں گے: ''ہمیں اپنے پروردگار اللہ کی قسم کہ ہم مشرک نہ تھے'' ﴿۲۳﴾ دیکھو انہوں نے اپنے اوپر خود کیسا جھوٹ باندھا اور ان کی وہ سب باتیں جو بنایا کرتے تھے کھوئی گئیں ﴿۲۴﴾ اور ۱ ان میں سے ایسے بھی ہیں کہ جو تمہاری طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ اس کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں گرانی (یعنی ڈاٹ) ہے، اور اگر ساری نشانیاں بھی دیکھیں تو ان پر ایمان نہ لاویں گے یہاں تک کہ جب یہ لوگ تمہارے پاس آتے ہیں تو تم سے جھگڑتے ہیں، یہ کافر کہتے ہیں: ''یہ تو نہیں مگر اگلوں کے قصے ہیں'' ﴿۲۵﴾ اور وہ اس سے منع کرتے ہیں ۲ اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں اور یہ لوگ اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور ان کو کچھ خبر نہیں ﴿۲۶﴾

۱ حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ اپنے علم ازلی کے موافق اللہ تعالیٰ کو جس کی ہدایت منظور ہوتی ہے وہ خود اس شخص کا دل حق بات کے ماننے کی طرف مائل کر دیتا ہے اور علم ازلی الٰہی میں جو شخص گمراہ ٹھہر چکا اس کے دل پر حق بات کی طرف سے پردہ پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ ان لوگوں میں سے ابوجہل تھا جس کے دل پر پردہ پڑ جانے کے سبب سے اس کے منہ سے یہ بات نکلی تھی کہ ''ایسی حق باتوں سے موت بہتر ہے'' اور وہ حالت کفر میں بدر کی لڑائی میں مارا گیا۔

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر خوشی کا پھل - عذاب میں کمی

۲ یہ آیت ابولہب کے حق میں نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابولہب کو خواب میں

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْۤا اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع

اور (تعجب کرو گے) اگر تم (ان لوگوں کو) اس وقت دیکھو جب [1] یہ آگ پر کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے کاش! کسی طرح ہم واپس بھیجے جائیں اور نہ جھٹلائیں ہم آیتیں اپنے پروردگار کی اور ہم مسلمانوں میں سے ہو جائیں (یہ نہ ہوگا) ﴿۲۷﴾ بلکہ ان پر ظاہر ہو گیا جس کو وہ پہلے سے چھپاتے تھے (یعنی ان کا کفر) اور اگر وہ واپس بھیجے جاویں تو پھر وہی کریں جس سے منع کیے گئے تھے اور بیشک یہ لوگ جھوٹے ہیں ﴿۲۸﴾ اور انہوں نے کہا کہ ہماری تو صرف یہی دنیا کی زندگانی ہے اور ہم مرنے کے بعد اٹھائے نہ جائیں گے ﴿۲۹﴾ اور اگر تم (ان لوگوں کو) اس وقت دیکھو جب اپنے پروردگار کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے اللہ تعالیٰ فرمائے گا: ''کیا یہ درست نہیں ہے''؟ کہیں گے: ''ہاں درست ہے ہمیں اپنے پروردگار کی قسم!'' خدا فرماوے گا پس اب عذاب چکھو بسبب اسکے جو تم (دنیا میں) کفر کرتے تھے ﴿۳۰﴾

دیکھا کہ بری حالت میں ہے۔ جب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابولہب سے حال پوچھا تو اس نے کہا کہ جب سے مرا ہوں ہمیشہ بری حالت میں رہتا ہوں لیکن پیر کے دن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدا ہونے کی خبر سن کر جو میں نے اس خوشی میں اپنی لونڈی ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا اس لئے اس روز مجھ کو ذرا اس تکلیف سے راحت ہو جاتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عقلمند وہ شخص ہے جو موت سے پہلے عقبیٰ کا کچھ سامان کر لیوے۔

[1] ان آیتوں میں بھی انہیں لوگوں کا قیامت کے دن کا ایک حال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو جتلایا ہے کہ اے رسول اللہ کے! صلی اللہ علیہ وسلم اب تو دنیا میں یہ لوگ سرکشی سے جنت دوزخ اور عقبیٰ کی باتوں کو جھٹلا رہے ہیں، لیکن دوزخ کے کنارے پہنچ کر حکم ہوگا کہ ٹھہرو یہ ٹھہرنے کا حکم سن کر کافروں کو توقع ہوگی کہ شاید ان کو پھر دنیا میں بھیجا جاوے۔ اور اگر اب کے ہمیں دنیا میں پھر

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَ هُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّ لَهْوٌ ؕ وَ لَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾

بیشک ہار میں رہے ۱؎ وہ جنہوں نے اللہ سے ملنا جھوٹ جانا، یہاں تک کہ جب ان پر قیامت اچانک آئے گی تو اس وقت کہیں گے: ''ہائے افسوس ہمارا اس پر کہ ہم نے قیامت کے ماننے میں تقصیر کی'' اور وہ لوگ اپنے گناہوں کا بوجھ اپنی پیٹھوں پر اٹھائے ہوں گے، سو دیکھو کیا ہی بری چیز ہے جو کچھ اٹھاتے ہیں ﴿۳۱﴾ اور دنیا کی زندگی نہیں مگر کھیل اور کود اور البتہ گھر آخرت کا بہتر ہے پرہیز گاروں کے واسطے پھر تم کیا نہیں سمجھتے؟ ﴿۳۲﴾

بھیجا گیا تو ہم اس مرتبہ یقیناً کفر نہ کریں گے بلکہ ایمان لاویں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس واسطے ان کو نہ ٹھہرایا بلکہ اس تدبیر سے ان کے منہ سے اقرار کرا لیا کہ بیشک ہم نے کفر کیا تھا۔ حالانکہ پہلے منکر ہوئے تھے اور بول اٹھے تھے کہ ہم تو شرک نہیں کرتے تھے اور ان کو دنیا میں پھر بھیجنا تو محض فضول اور عبث ہے۔ کیونکہ جب پہلی زندگی میں اپنی ہٹ دھرمی کے باعث پیغمبروں کے معجزے دیکھ دیکھ کر صاف جھٹلاتے رہے اور اپنے روز ازل کے قول قرار کا بھی مطلق پاس نہ کیا تو دوسری مرتبہ ایسے ہٹ دھرم سرکش ملعونوں سے ایمان لانے کی کیا امید ہو سکتی ہے۔ اب یہی سزا ہے کہ جاؤ اسی عذاب کا مزہ چکھو۔

۱؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے جزا و سزا کے لئے اللہ کے روبرو کھڑے ہونے کو جھٹلایا جس کے سبب سے عقبیٰ کی بہبودی کے کچھ کام ان سے نہ ہو سکے۔ ایسے لوگ بڑے ٹوٹے (خسارے) میں ہیں، ابھی تو اس ٹوٹے کا حال انہیں نہیں معلوم ہوتا لیکن جب ناگہانی طور پر قیامت کی گھڑی ان لوگوں کے سر پر آن کھڑی ہوگی اور عقبیٰ کے احوال ان کی آنکھوں کے سامنے آجاویں گے کہ اچھے کام کرنے والے لوگ طرح طرح کے عیش و آرام میں ہوں گے، اور برے لوگ طرح طرح کے عذاب میں پھنس جاویں گے۔ اس وقت اپنے قصور پر نادم ہو کر بہت حسرت و افسوس کریں گے لیکن بے وقت کی ندامت ان کے کچھ کام نہ آئے گی۔ جب بدلوگ قبروں سے اٹھیں گے تو ان کے بدعمل ایک بدصورت آدمی کی شکل بن جاوے گا اور وہ بدشکل آدمی ان بدلوگوں کی چنڈی پر چڑھ کر ان کو میدان محشر تک گھیر کر لے جاوے گا دنیا کی زندگی اور عیش عقبیٰ کی زندگی اور عیش کے آگے بالکل بے حقیقت ہے۔

قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَیَحْزُنُكَ الَّذِیْ یَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا یُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِیْنَ بِاٰیٰتِ اللّٰهِ یَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰی مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤی اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ

بیشک ۱؎ ہم خوب جانتے ہیں کہ تمہیں رنج ہوتا ہے جو کچھ وہ بات کہتے ہیں تو وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں ﴿۳۳﴾ اور تم سے پہلے بھی رسول جھٹلائے گئے، پس صبر کیا انہوں نے اپنے جھٹلائے جانے پر اور ایذائیں پانے پر، یہاں تک کہ ان کے پاس ہماری مدد آئی اور اللہ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور بیشک تمہارے پاس رسولوں کی بعض خبریں آہی چکی ہیں ﴿۳۴﴾ ۲؎ اور (اے محبوب ﷺ!) اگر تم کو ان (کافروں) کا ایمان سے منہ پھیرنا شاق گزرا ہے تو اگر تم سے ہو سکے تو زمین میں کوئی سرنگ تلاش کرلو۔

آنحضرت ﷺ کی امانتداری پر ابوجہل کا یقین

۱؎ **شان نزول:** ابوجہل نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ معاملات دنیا میں ہم تم کو سچا اور امانتدار جانتے ہیں، لیکن جس کلام کو تم اپنے اوپر خدا کی طرف سے اترنا بتلاتے ہو اس کی تصدیق ہم نہیں کرسکتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور تسکین دی کہ تمہاری ذات خاص سے ان مشرکوں کو کچھ بحث نہیں ہے بلکہ وہ ذات سے تم کو اچھا سمجھتے ہیں۔ وہ تو اس سبب سے تم کو جھٹلاتے ہیں کہ تم ان کو خدا کے احکام سنا کر ان کے قدیم رواج بت پرستی ان سے چھڑانا چاہتے ہو۔ سو یہ جھٹلانا کچھ رنج وغم کھانے کے لائق نہیں ہے۔ پچھلی امتیں بھی اسی طرح رسولوں کو جھٹلاتی اور طرح طرح کی ایذائیں دیتی رہی ہیں، جس پر انہوں نے صبر کیا۔ اور اس صبر کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے موافق اپنے رسولوں کی مدد کی جس سے سرکش قومیں غارت ہوگئیں اور آخر غلبہ اللہ کے رسولوں کو ہی ہوا۔ تم بھی ذرا صبر کرو یہی انجام ہونے والا ہے، اللہ سچا ہے اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ ہجرت کے بعد وہی ظہور ہوا کہ ان آیتوں کے نازل ہونے کے وقت مکہ کا کیا حال تھا اور اب کیا ہے۔

۲؎ **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دل میں اس بات کی بڑی آرزو تھی کہ آپ کی ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں تشریف رکھنے کے زمانہ میں ہی سب قریش ایمان لے آویں۔ اس آرزو کے سبب سے جو معجزے قریش

اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ ؕ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَی الْهُدٰی فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ؔؕ وَ الْمَوْتٰی یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾ وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَةً وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾

النصف

وقف غفران

وقف منزل عند البعض علی یسمعون

یا آسمان کے لئے سیڑھی، پس ان کے سامنے کوئی معجزہ لاؤ (تو پھر بھی وہ منکر ہوں گے) اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دیتا پس (اے سننے والے) تو ہرگز نادان نہ بن ﴿۳۵﴾ (حق کو) وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور ان مردوں (یعنی کافروں) کو اللہ (روز قیامت) اٹھائے گا پھر اس کی طرف ہانکے جائیں گے ﴿۳۶﴾ اور [1] کافروں نے کہا: "کیوں نہیں پیغمبر پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی اتاری گئی" تم فرمادو: "بیشک اللہ قادر ہے کہ بھیجے کوئی نشانی" ولیکن ان میں سے بہت سے جانتے ہی نہیں ﴿۳۷﴾

چاہتے تھے آپ کا دل چاہتا تھا کہ فوراً اس معجزے کا ظہور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو جاوے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ وقت سے پہلے اگر تم سے ہوسکے اور تم ان کے ایمان لانے کے لئے زمین آسمان کو ایک کر دو اور زمین کے اندر کی اور آسمان کے اوپر کی سب نشانیاں معجزے کے طور پر لے آؤ تو ہوگا وہی کہ ازل میں جن لوگوں کا حق بات کی طرف کان لگانا اور اسلام لانا ٹھہر چکا ہے وہی اسلام لاویں گے، اور جن کا حالت کفر میں مرنا ٹھہر چکا وہ اسی حالت میں مر کر قیامت کے دن وہ اسی حالت میں اللہ تعالیٰ کے روبرو آویں گے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان سب کو بھی ہدایت ہوسکتی ہے مگر قرارداد ازلی کے موافق نہ اللہ تعالیٰ چاہے گا نہ ایسا ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات کا ذکر

[1] ان آیتوں میں فرمایا کہ ان میں کے بعضے جلد باز سرکش لوگ گھڑی گھڑی معجزہ کا تقاضا جو کرتے ہیں ان کو جواب دیا جاوے کہ اللہ کی قدرت سے تو کوئی معجزہ بعید نہیں ہے لیکن عادت الٰہی یوں جاری ہے کہ کسی قوم کی خواہش کے موافق اللہ تعالیٰ کے رسول سے کوئی معجزہ ظاہر ہوا اور وہ قوم راہ راست پر نہ آوے تو قوم ثمود کی طرح وہ قوم غارت ہو جاتی ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ قدرت الٰہی کا نمونہ دیکھنے کے لئے معجزہ چاہتے ہیں تو آسمان کی مخلوقات تو ان کی نگاہ سے دور ہیں، لیکن زمین پر چلنے پھرنے

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰی رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِی الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْهُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَیْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَیْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۴۰﴾

اور نہیں ہے کوئی زمین میں چلنے والا اور نہ کوئی پرندہ کہ اپنے بازوؤں سے اڑتا ہے مگر وہ تمہاری ہی طرح جماعتیں ہیں ہم نے کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی پھر وہ سب خدا کی طرف اٹھائے جائیں گے ﴿۳۸﴾ اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں وہ بہرے اور گونگے اندھیریوں میں پڑے ہوئے ہیں اللہ جس کو چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے سیدھے رستہ پر ڈال دے[1] ﴿۳۹﴾ (اے محبوب! ﷺ ان لوگوں سے) فرماؤ: ''کیا تم نے اس بات پر غور کیا ہے کہ اگر خدا کا عذاب تم پر آجائے یا تم پر قیامت ہی آ پہنچے تو کیا اس وقت بھی اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر تم سچے ہو (تو بتاؤ)'' ﴿۴۰﴾

والی مخلوقات اور ہوا پر اڑنے والے پردار جانور (پرندے) ان کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ ٹھہرانے کے لئے کافی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی حالت کو لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے، اس لئے عذاب و ثواب کے واسطے دوبارہ زندہ کیا جاوے گا۔ اسی لئے فرمایا کہ ایسے لوگ حق بات سننے سے گویا بہرے اور کلمہ توحید زبان پر لانے سے گونگے اور کفر کے طرح طرح کے اندھیرے میں نور ایمان سے دور پڑے ہوئے ہیں۔ جس کا سبب یہ ہے کہ علم ازلی کے موافق ہر ایک کا راہ راست پر آنا اور نہ آنا اللہ کے ہاتھ ہے

[1] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ان مشرک بت پرستوں کو یوں سمجھایا ہے کہ وہ کبھی کبھی کی اوپری مصیبتیں تو درکنار جس وحدہٗ لاشریک نے تم لوگوں کو کان سننے کے لئے، آنکھیں دیکھنے، دل بری بھلی بات سمجھنے کے لئے یہ سب اپنی نعمتیں عنایت فرمائی ہیں، اگر وہ وحدہ لاشریک تم لوگوں کو اندھا کردے یا تمہارا دل الٹ کر تمہیں دیوانہ بنادے، تو کیا تمہارے بتوں میں اتنی قدرت ہے کہ وہ تم کو پھر اصلی حالت پر کردیں، باوجود اس پوری فہمائش کے جو تم حق سے پھر جاتے ہو تو یہ تمہارا ایک قابل سزا جرم ہے، جو وقت مقررہ آنے پر رات کو غفلت کی حالت میں یا دن کو کھلم کھلا اس جرم کی سزا میں اگر تم پر کوئی عذاب الٰہی آ گیا تو اس وقت تمہارا بچنا مشکل ہے۔ رہی یہ بات کہ ایسا بڑا شق القمر کا معجزہ دیکھنے اور اس کو جادو بتانے کے بعد تم ہر گھڑی اپنی

بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْ لَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَ لٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ط حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ط وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾

بلکہ خاص اسی کو پکارو گے۔ پس دفع کرتا ہے جس پر اسے پکارتے ہو اگر وہ چاہے اور جن کو تم شریک کرتے تھے ان کو بھول جاؤ گے ﴿۴۱﴾ اور (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک ہم نے تم سے پہلی امتوں کی طرف (اپنے) رسول بھیجے تو ہم نے ان لوگوں کو تنگی اور مرض میں مبتلا کیا تا کہ وہ کسی طرح گڑگڑائیں ﴿۴۲﴾ کیوں نہیں گڑگڑائے اس وقت کہ ان کے پاس ہمارا عذاب آیا ولیکن ان کے دل تو سخت ہو گئے تھے اور شیطان نے ان کی نگاہ میں زینت دی تھی جو کچھ وہ کام کرتے تھے ﴿۴۳﴾ پس وہ اس کو بھول گئے جو کچھ ان کو نصیحت دی گئی تھی ہم نے ان پر سب چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب وہ خوش ہو گئے اس چیز سے کہ جو ان کو دی گئی تھی تو ہم نے ان کو اچانک پکڑ لیا پھر تو وہ ناامید ہو گئے ﴿۴۴﴾ پس اس ظالم گروہ کی جڑ کاٹی گئی اور سب خوبیاں (صرف) اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام جہان کا پروردگار ہے ﴿۴۵﴾

خواہش کے موافق اللہ کے رسول سے معجزے جو چاہتے ہو، تو اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو اس لئے نہیں بھیجا کہ وہ ہر گھڑی منکر شریعت لوگوں کو طرح طرح کے معجزے دکھاویں۔ اور وہ منکر شریعت لوگ ان معجزوں کو جادو بتلاویں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول تو اس لئے آئے ہیں کہ وہ فرمانبردار لوگوں کو عقبیٰ کی بہبودی کی خوشخبری سنا دیویں اور نافرمان لوگوں کو عقبیٰ کے عذاب سے ڈرا دیویں۔ اب جو کوئی اللہ کے رسول کی نصیحت کو مان کر راہ راست پر آ جاوے گا اس کو عقبیٰ کے عذاب سے بے خوف رہنا چاہیے۔ نافرمان کو عقبیٰ (آخرت) میں سخت عذاب ہوگا۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَ اَبْصَارَكُمْ وَ خَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ۝۴۶ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ بَغْتَةً اَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۴۷ وَ مَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۚ فَمَنْ اٰمَنَ وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝۴۸ وَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝۴۹ قُلْ لَّاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآىِٕنُ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَاۤ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ ؕ

تم فرماؤ: ''بھلا بتاؤ کہ اگر اللہ تمہاری سنوائی اور بینائی لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کردے تو اللہ کے سوا کون خدا ہے جو تمہیں یہ نعمتیں لادے'' دیکھو ہم کیونکر طرح طرح سے آیتیں بیان کرتے ہیں پھر وہ منہ پھیرے رہتے ہیں ۝۴۶ تم فرماؤ کہ یہ بتاؤ اگر تم پر اللہ کا عذاب اچانک آوے یا ظاہر تو ظالموں کے گروہ کے سوا کون ہلاک ہوگا ۝۴۷ اور ہم نہیں بھیجتے رسولوں کو مگر خوشی اور ڈر سنانے کو پس جو کوئی ایمان لائے اور نیک کام کرے تو نہ ان کو کچھ خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہوں گے ۝۴۸ اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں ان کو پہنچے گا عذاب بسبب ان کے فاسق ہونے کے[1] ۝۴۹ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم تم ان لوگوں سے) فرمادو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی آتی ہے۔

مشرکوں کی فضول باتوں کا ذکر اور ان کا جواب

[1] ان آیتوں کا مطلب ہے کہ کفار کا طریقہ یہ تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے طرح طرح کے سوال کیا کرتے تھے۔ کبھی کہتے تھے کہ آپ رسول ہیں تو ہم لوگوں کو ایسا مالدار بنا دیجئے کہ پھر ہم کو کسی چیز کی کمی نہ رہے۔ کبھی یہ کہتے کہ ہمیں معاملات دنیا کی سب نفع نقصان کی باتیں اس طرح بتا دیجئے کہ جس سے ہم آئندہ نفع کے حاصل کرنے اور نقصان سے بچنے کا انتظام کرلیں۔

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۚ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾ وَأَنذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَن يُحْشَرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ ۙ لَيْسَ لَهُم مِّن دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿٥١﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم

تم فرماؤ: "کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہوسکتا ہے پھر تم کیوں نہیں غور کرتے" ﴿۵۰﴾ اور ڈراؤ اس قرآن سے (یعنی نصیحت کرو) ان لوگوں کو جنہیں خوف ہو کہ اپنے پروردگار کی طرف یوں اٹھائے جائیں کہ اللہ کے سوا ان کا نہ کوئی حمایتی ہو نہ سفارش کرنے والا شاید کہ وہ پرہیزگاری کریں [۱] ﴿۵۱﴾ اور اپنے (پاس سے) ان لوگوں کو دور نہ کرو جو اپنے پروردگار کو پکارتے ہیں۔

کبھی طعن کے طور پر یہ کہتے تھے کہ اگر آپ اللہ کے رسول ہیں تو عام آدمیوں کی طرح کھانا کیوں کھاتے ہیں اور نکاح بھی کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی ایسی باتوں پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم تم ان سے کہہ دو کہ میرا دعویٰ یہ تو نہیں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، جو تم مجھ سے مال و دولت کا سوال کرتے ہو اور میں اس کی طرف التفات نہ کروں تو رسالت سے منکر ہو جاؤ۔ نہ میرا دعویٰ ذاتی غیب دانی کا ہے کہ اگر میں تمہیں گزشتہ یا آئندہ کی خبریں نہ بتاؤں تو تم میری نبوت کے ماننے میں عذر کرو۔ نہ میں نے تم سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں انسان نہیں فرشتہ ہوں تا کہ میرے کھانا کھانے اور نکاح کرنے کا تمہارا اعتراض مجھ پر قائم ہو سکے۔ بات فقط اتنی ہے کہ تم لوگ دین کی باتوں سے ناواقف اور بالکل اندھے ہو کیونکہ اللہ کی مرضی کے کاموں کو کرنے اور اس کی مرضی کے مخالف کاموں سے بچنے کو دین کہتے ہو۔ اس لئے تمہارا یہ اندھا پن رفع کرنے کے لئے جو دین کے احکام آسمانی وحی کے ذریعہ سے میرے اوپر نازل ہوتے ہیں میں خود بھی ان کی پیروی کرتا ہوں اور تم لوگوں کو بھی نصیحت کرتا ہوں۔ جو کوئی نصیحت پر عمل کرے گا اس کی عقبیٰ درست ہو جاوے گی اور جو کوئی نہ مانے گا وہ اپنے اندھے پن کے سبب ضرور دوزخ کے گڑھے میں گرے گا۔ آگے فرمایا کہ جن لوگوں کو ایک دن اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہونے کا خوف ہے، اے رسول اللہ کے! تم ان لوگوں کو قرآن شریف کی آیتوں کے موافق نصیحت کرتے رہو تا کہ وہ اس دن کے عذاب الٰہی سے ڈر کر نیک کاموں کے کرنے اور برے کاموں سے بچنے کی کوشش کرتے رہیں۔ جس سے اللہ تعالیٰ ان سے رضامند ہو جائے، کیونکہ وہ دن ایسا ہے کہ بدون رضامندی اللہ تعالیٰ کے اس دن خلاف مرضی الٰہی نہ کوئی کسی کا حمایتی بن سکتا ہے نہ سفارشی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف کی نصیحت مثال مینہ (بارش) کے اور امت کے لوگوں کی مثال اچھی بری زمین کی فرمائی ہے۔ قرآن شریف کی نصیحت تو سب کو یکساں کی جاتی ہے لیکن اس کا اثر اچھے برے کے سبب یکساں نہیں ہوتا ہے۔

[۱] **شان نزول:** کفار کی ایک جماعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تو انہوں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد غریب صحابہ کرام کی ایک جماعت حاضر ہے، جو ادنیٰ درجہ کے لباس پہنے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر وہ کہنے لگے کہ ہمیں ان

بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ؕ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ

صبح اور شام اور اسی کی رضا مندی چاہتے ہیں، نہیں ہے تم پر ان کے حساب سے کچھ (یعنی ان کے اعمال کی جوابدہی تمہارے ذمہ نہیں ہے) اور ان پر تمہارے حساب سے کچھ نہیں (یعنی سب کا حساب اللہ پر ہے) پس انہیں اگر تم دور کرو تو یہ کام انصاف سے بعید ہے ﴿۵۲﴾ اور ہم نے ایک کو دوسرے سے اسی طرح آزمایا ہے کہ مالدار کافر مسلمانوں کو دیکھ کر کہیں: ''کیا یہ ہی جماعت ہے کہ احسان کیا ہے اللہ نے جن پر ہم میں سے'' (خدا تعالیٰ نے فرمایا): کیا اللہ خوب نہیں جانتا شکر کرنے والوں کو'' ﴿۵۳﴾ اور جب تمہارے پاس وہ لوگ آویں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں تو ان سے فرماؤ: ''تم پر سلام ہے تمہارے پروردگار نے اپنے ذمہ مہربانی فرمانا لازم کرلی ہے کہ جو کوئی تم میں سے برا کام نادانی سے کر بیٹھے۔

لوگوں کے پاس بیٹھتے شرم آتی ہے اگر آپ انہیں اپنی مجلس سے نکال دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آویں اور آپ کی خدمت میں حاضر رہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو منظور نہ فرمایا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حاصل معنی یہ ہے کہ وہ ضعیف فقراء جن کا اوپر ذکر ہوا آپ کے دربار میں قرب پانے کے مستحق ہیں، انہیں دور نہ کرنا ہی بجا ہے۔ آگے فرمایا کہ اے رسول اللہ کے! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تنگدست ایمانداروں کے دل چھوٹے چھوٹے ہیں، ان کی تنگدستی کے سبب سے لوگ ان کی قدر و منزلت بہت کم کرتے ہیں، تم ان کا دل بڑھانے کے لئے ان کو السلام علیکم کی ابتدا کیا کرو اور ان سے کہہ دو کہ تم کو یہاں کیا تکلیف ہے۔ اس لئے عقبیٰ میں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مہربانی ضرور ہوگی۔ دنیا میں ایسے لوگوں سے اگر کوئی گناہ ہو جاوے تو آئندہ توبہ کرنے اور نیک کاموں میں مصروف ہو جانے سے اللہ تعالیٰ ان کا گناہ معاف فرما دے گا۔

ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهٖ وَ اَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۵۴﴾ وَ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ وَ لِتَسْتَبِیْنَ سَبِیْلُ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۵۵﴾ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ اِنِّیْ عَلٰی بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ كَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ یَقُصُّ الْحَقَّ وَ هُوَ خَیْرُ الْفٰصِلِیْنَ ﴿۵۷﴾

پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور سنور جائے تو بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے لہ'' ﴿۵۴﴾ اور ہم اسی طرح تفصیل سے آیتیں بیان کرتے ہیں تاکہ مجرموں کی راہ ظاہر ہو جاوے ﴿۵۵﴾ تم فرماؤ: ''مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں ان کی عبادت کروں جن کو تم پوجتے ہو سوائے خدا کے'' تم فرماؤ: ''میں تمہاری باطل آرزوؤں پر نہیں چلتا یوں ہو تو میں بہک جاؤں ﴿۵۶﴾ اور راہ پر نہ رہوں تم فرماؤ: ''بیشک میں تو اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں، اور تم اسے جھٹلاتے ہو میرے پاس وہ چیز نہیں ہے کہ جس کی تم جلدی مچا رہے ہو'' حکم کسی کا نہیں مگر اللہ ہی کا ہے وہ حق بیان فرماتا ہے اور سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ﴿۵۷﴾

علم غیب کا ذکر

لہ **شان نزول:** ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف کی آیتوں میں ہر طرح کا مطلب کھول کر سمجھا دیا جاتا ہے تاکہ اس پر بھی ہٹ دھرمی سے جو کوئی قرآن شریف کی آیتوں کو جھٹلاوے تو معلوم ہو جاوے کہ علم ازلی کے موافق وہ مجرموں کا راستہ چلا، جس سے اس نے اپنی عاقبت برباد کی۔ مشرک لوگ آنحضرت ﷺ سے یہ فرمائش کیا کرتے تھے کہ ایک سال تم ہمارے بتوں کو پوجو اور ایک سال ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اس پر گویا آپس کی صلح ٹھہر جاوے۔ اسی کو ان آیتوں میں فرمایا کہ اے رسول اللہ کے! ﷺ تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم لوگوں نے ملت ابراہیمی کو بگاڑ کر بت پرستی کو رواج دے دیا ہے۔ میں اصل ملت ابراہیمی پر ہوں اس لئے مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بت پرستی کی مناہی ہے۔ کیونکہ اگر میں ایسا کروں گا تو تمہاری طرح بہک جاؤں گا۔ میرے پاس قرآن مجید میں اس بات کی شہادت موجود ہے، تم لوگ بے سند ملت ابراہیمی کو بگاڑ چکے، اب

قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَ بَیْنَكُمْؕ وَ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۵۸﴾ وَ عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَؕ وَ یَعْلَمُ مَا فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِؕ وَ مَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا یَعْلَمُهَا وَ لَا حَبَّةٍ فِیْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾

تم فرما دو: ''اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی کہ جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو مجھ میں اور تم میں کام ختم ہو چکا ہوتا''، اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو ﴿۵۸﴾ اور[1] اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، انہیں وہی جانتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ تری (یعنی دریا) میں ہے، اور جو پتا گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں اور کوئی تر اور کوئی خشک چیز نہیں ہے مگر ایک روشن کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھی ہے ﴿۵۹﴾

قرآن کی آیتوں کو بھی جھٹلاتے ہو، اور پھر تم کو عذاب الٰہی سے ڈرایا جاتا ہے تو ڈھیٹ بن کر اس عذاب کی جلدی کرتے ہو وہ عذاب میرے اختیار میں نہیں ہے وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، جو خود فیصلہ کردے گا کیونکہ اس کو سب حال معلوم ہے۔ اللہ سچا ہے، اللہ کا کلام سچا ہے، جو کوئی شرک کی حالت میں بغیر توبہ کے مرگیا اس کی نجات کی کوئی صورت نہیں۔

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ غیب کی کنجیوں سے مراد یہ پانچ چیزیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں: (۱) اول قیامت کا وقت کہ کب آئے گی۔ (۲) دوسرے مینہ کا حال کہ کب برسے گا۔ (۳) تیسرے حاملہ کہ عورت کے پیٹ میں کیا ہے لڑکا یا لڑکی۔ (۴) چوتھے یہ کہ کل کیا ہوگا۔ (۵) پانچویں یہ کون شخص کس سرزمین پر مرے گا۔ شارحین کتاب حدیث اور مفسرین نے لکھا ہے کہ علم غیب کی باتیں اللہ تعالیٰ انبیاء کو بذریعہ وحی کے اور اولیاء کو بذریعہ الہام یا خواب کے ظاہر فرما دیتا ہے۔ چنانچہ انبیاء نے عذاب قبر اور عذاب حشر کا احوال دوزخ جنت کا حال جو علم غیب میں سے ہے صراحت سے بیان کیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کی گھر کی رکھی ہوئی چیزیں بغیر دیکھے اور لوگوں کا کھایا پیا بتلا دیا کرتے تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ایک قیدی کا رہا ہو جانا اور دوسرے کا سولی پر چڑھایا جانا بتلا دیا تھا۔ بعض اولیاء بھی بعض آئندہ کی باتوں کو کرامت کے طور پر بیان کردیتے ہیں۔ فرق اسی قدر ہے کہ نبی کو جو غیب کا حال معلوم ہوتا ہے وہ وحی سے معلوم ہوتا ہے جو یقینی علم ہے۔ اور اولیاء کو جو کچھ غیب کا حال معلوم ہوتا ہے وہ الہام یا خواب کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب کا ذکر اور دنیا کے ذرہ ذرہ کا حال لوح محفوظ میں لکھے ہونے کا ذکر فرما کر یہ آیت اس تنبیہ کے لئے نازل فرمائی کہ وہ غیب داں بھی ہے، اور اس کے دفتر میں ذرہ ذرہ کا حساب بھی ہے کہ ایک دن اس حساب کی جانچ ہونے والی ہے۔ ہر شخص کو چاہئے کہ جو کچھ دنیا میں کرے ذرا حساب کا انجام یاد رکھ کر کرے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْۤا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾

اور ۱ وہی ہے جو کہ تمہاری روح قبض کرتا ہے رات میں (یعنی سلا دیتا ہے) اور جانتا ہے جو کچھ دن میں تم کماؤ پھر تم کو جگا اٹھاتا ہے تاکہ ٹھہرائی ہوئی میعاد پوری ہو، پھر اسی کی طرف تم کو پھرنا ہے پھر وہ بتلاوے گا تم کو کہ جو کچھ تم عمل کرتے تھے ﴿۶۰﴾ اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور وہ تم پر فرشتے نگہبان بھیجا کرتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو اس کی روح قبض کرتے ہیں۔ ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے اور وہ کوتاہی نہیں کرتے ﴿۶۱﴾ پھر سب اللہ کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جو ان کا مالک حقیقی ہے خبردار ہو اسی کا حکم ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ﴿۶۲﴾

مرنے کے بعد زندہ ہونے کا ذکر

۱ اس آیت میں مر کر جینے کا ذکر فرمایا ہے تاکہ روز کے سونے اور جاگنے سے ہر عقلمند آدمی مرنے اور مر کر جینے کو قیاس کر لے، کیونکہ غور کیا جاوے تو روز کا سونا چھوٹی موت اور سو کر پھر جاگنا روز کا ایک چھوٹا حشر ہے۔ کس لئے کہ جس طرح موت کے بعد آدمی کے مثلاً کان، آنکھیں بیکار ہو جاتی ہیں وہی حال آدمی کا سونے میں ہو جاتا ہے۔ پھر جس طرح جاگنے کے بعد آدمی کے حواس قائم ہو جاتے ہیں وہی حالت اس کی حشر میں ہوگی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہر سوتے آدمی پر اللہ کی طرف سے ایک فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے جو سانس کی آمد و رفت کی خبر رکھتا ہے اور اگر اسی نیند کی حالت میں قبض روح کا حکم اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے تو وہ فرشتہ باہر کا آیا ہوا سانس پھر اندر نہیں جانے دیتا، جس سے روح قبض ہو جاتی ہے۔ مسلمان کی روح کے لئے رحمت کے فرشتے آتے ہیں، اور مرنے والے شخص کو یہیں دنیا میں

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّ خُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَ مِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰۤى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّ يُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾

(اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان لوگوں سے) فرماؤ: ”وہ کون ہے جو تمہیں جنگل اور دریا کی اندھیریوں سے بچاتا ہے جس کو تم پکارتے ہو گڑگڑا کر اور (دل ہی دل میں) پوشیدہ عاجزی سے کہ اگر وہ ہمیں اس سے بچاوے تو ہم ضرور احسان مانیں گے“ ﴿۶۳﴾ (اے محبوب) تم فرمادو کہ اللہ ہی تم کو نجات دیتا ہے اس دکھ سے اور ہر بے چینی سے پھر بھی تم اس کا شریک ٹھہراتے ہو لہ ﴿۶۴﴾ تم فرماؤ: ”وہ اس پر قادر ہے کہ بھیجے تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے، یا تمہیں بھڑا دے مختلف گروہ کر کے اور ایک کو دوسرے کی سختی چکھا دے“، دیکھو ہم کیونکر طرح طرح سے آیتیں بیان کرتے ہیں تا کہ لوگ کہیں سمجھیں ﴿۶۵﴾

آثار رحمت الٰہی معلوم ہونے لگتے ہیں۔ اور ملک الموت اور ان کے ساتھ کے فرشتے اس روح کو خوشخبری دیتے ہیں اور کافر و منافق کی قبض روح کا معاملہ اس کے برعکس ہے“۔ پھر فرمایا کہ جس طرح جنگل اور دریا کے سفر کی مصیبت کے وقت بت کچھ ان کی مدد نہیں کرتے، اسی طرح عقبیٰ کی مصیبتوں کے وقت خالص اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے اور راحت کے وقت ان بتوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کا شیوہ جو ان لوگوں نے اختیار کیا ہے، ان کا یہ شیوہ عقبیٰ کی مصیبتوں کے وقت کچھ کام نہ آوے گا۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہاں مشرک کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

لہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اوپر کے عذاب سے مراد آسمان سے پتھر برسنا ہے، اور نیچے سے مراد زمین کا دھنسنا ہے۔ کئی فرقے سے مراد آپس کی پھوٹ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ میری امت سے یہ تینوں قسم کے عذاب جن کا ذکر اس آیت میں ہے اٹھ جاویں، تو اللہ تعالیٰ نے پتھروں کے برسنے کا عذاب اور زمین کے دھنسنے کا عذاب عام طور سے اٹھالیا مگر آپس کی پھوٹ اور آپس کی خانہ جنگی

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۗ قُلْ لَّسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۞ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۫ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۞ وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۞

اور ۱ اسے تمہاری قوم نے جھٹلایا حالانکہ یہی حق ہے، تم فرماؤ کہ میں تم پر نگہبان نہیں ہوں ۞ ہر چیز کے واسطے ایک وقت مقرر ہے اور تم عنقریب جان لوگے ۞ اور ۲ جب (اے سننے والے!) تو ان لوگوں کو دیکھے کہ جو ہماری آیتوں میں بحث کرتے ہیں پس تو ان سے کنارہ کر اس وقت تک کہ بحث شروع کریں کسی اور بات میں سوائے اسکے اور اگر کہیں شیطان تجھے (یہ بات) بھلا دے تو چاہئے کہ یاد آجانے کے بعد ایسے گروہ میں نہ بیٹھ جو ظلم کرنیوالا ہے ۞

یہ عذاب باقی رہا۔ آگے فرمایا کہ قرآن شریف کی آیتوں میں طرح طرح کی تنبیہ ہیر پھیر کے اس لئے ان لوگوں کو کی جاتی ہے کہ یہ لوگ شرک سے باز آویں اور اپنے بھلے برے کو سمجھیں۔

۱ اس آیت میں ارشاد ہے کہ مشرک لوگوں کے سر تو وہ ازلی کمبختی سوار ہے کہ جن آیتوں میں ان کے خلاف مرضی کوئی مضمون ہوتا ہے تو یہ لوگ فوراً ان آیتوں کے جھٹلانے پر مستعد ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ قرآن شریف میں وہ سیدھے اور سچے مضمون ہیں کہ کوئی صاحب عقل ان کو جھٹلا نہیں سکتا ہے، اور جب یہ مشرک لوگ کلام الٰہی کو جھٹلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر یہ قرآن اللہ کا کلام ہے تو اس کے جھٹلانے کی سزا میں ہم پر کوئی عذاب کیوں نہیں آتا۔ ان کی اس بات کے جواب میں اے رسول اللہ کے! تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں اللہ کی طرف سے تمہاری سزا کے لئے داروغہ مقرر ہو کر نہیں آیا بلکہ وقت مقررہ کی سزا سے تمہیں ڈرانے آیا ہوں اگر اس ڈر کو تم لوگ نہ مانو گے تو بہت جلد وقت مقررہ آنے پر خود تمہیں اس سزا کا حال معلوم ہو جائے گا، اور یہ یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہر کام کا وقت مقرر ہے، وقت مقررہ کے آنے پر پھر اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اللہ سچا، اللہ کا کلام سچا ہے۔

۲ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ آج کل بعضے لوگ جو آیت قرآنی و احادیث نبوی کو پرواہ کی نظر سے نہیں دیکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں میں یا تو متقی شخص نہ بیٹھے یا بیٹھے تو ان لوگوں کو نصیحت کرتا رہے۔ اگر بیٹھے گا اور نصیحت نہ کرے گا تو ایسا شخص گنہگار ہوگا۔ بعضے مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ سے شکایت کی تھی کہ یہ مشرک لوگ بھی موجود ہوں اور ہم ان کے منہ سے قرآن کی مذمت کی کوئی بات سن لیویں تو اس گناہ سے ہم کیونکر بچ سکتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ایسے مسلمانوں کو جتلا دیا کہ جب میل

وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿٦٩﴾ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ۖ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ ع

اور پرہیزگاروں پر ان ظالموں کا حساب کچھ نہیں ہے ہاں ان پر لازم ہے نصیحت کرنا تاکہ وہ پرہیزگاری کریں ﴿٦٩﴾ اور[۱] چھوڑ دو ان لوگوں کو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنایا ہے اور انہیں دنیا کی زندگی نے فریب دیا ہے اور انکو اس قرآن سے نصیحت دو تاکہ کوئی شخص اپنے کیے پر پکڑا نہ جائے، (اور اس وقت) اللہ کے سوا نہ اس کا کوئی حمایتی ہو نہ سفارشی اور اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے تو اس سے قبول نہ کیا جاوے، یہ ہیں وہ لوگ جو اپنے اعمال میں گرفتار کیے گئے انکو کھولتا پانی پینے کو ہوگا اور ان کیلئے ہے عذاب درد دینے والا بسبب اسکے کہ کافر تھے ﴿٧٠﴾

جو ل کے طور پر تم ان لوگوں میں نہیں بیٹھتے تو اس طرح کی اتفاقی ملاقات میں ان کی بداعمالی کا محاسبہ تم لوگوں سے نہ ہوگا۔ لیکن ایسی ملاقات کے وقت ان کو کچھ مناسب نصیحت کردی جائے تاکہ ہر وقت کی نصیحت سے شاید وہ لوگ بھی راہ راست پر آجاویں۔

[۱] ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ اے رسول اللہ کے! ان منکر قیامت لوگوں کو چند روز ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے، مگر اتنی بات ان کو سمجھا دی جائے کہ جس طرح کے مسخرے پن اور کھیل تماشا کو انہوں نے اپنا دین ٹھہرا رکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے کھیل تماشے کے طور پر دنیا کو نہیں پیدا کیا، بلکہ دنیا کے پیدا کرنے کا نتیجہ وہی ہے جو گھڑی گھڑی ان لوگوں کو جتلایا جاتا ہے، کہ دنیا کے ختم ہو جانے کے بعد دنیا کے نیک و بد کی جزا و سزا کے لئے دوسرا جہان ضرور قائم ہوگا تاکہ دنیا کا پیدا کرنا ٹھکانے سے لگے۔ وہ دوسرا جہان ایسا ہوگا کہ جہاں ہر شخص اپنے عمل کے نتیجہ کا پابند کرایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانے والوں کا وہاں کوئی حامی و مددگار نہیں ہے۔ تمام دنیا کا مال و متاع یہ لوگ سزا کے معاوضہ میں دینا چاہیں گے تو یہ معاوضہ ہرگز قبول نہ ہوگا۔ کھولتا ہوا پانی پینا سینڈ کھانا ہے۔ ہمیشہ آگ میں جلنا ہی ایسے لوگوں کی سزا ہے۔

قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِى اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِى الْاَرْضِ حَيْرَانَ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى الْهُدَى ائْتِنَا ۗ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ۗ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ۗ وَهُوَ الَّذِىْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَهُوَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۗ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۬ۗ

تم فرماؤ[۱] کیا ہم اللہ کے سوا اس کو پوجیں جو ہمارا نہ بھلا کرے اور نہ ہم کو نقصان پہنچائے اور کیا الٹے پاؤں پھر چلیں اس کے بعد کہ اللہ ہم کو ہدایت دے چکا ہے، جیسے کوئی شخص ہو کہ جسے شیطان نے زمین میں راہ بھلا دی وہ حیران و پریشان ہے اس کے ساتھی اسے راہ کی طرف بلا رہے ہیں کہ آ ہماری طرف تم فرماؤ کہ بیشک ہدایت حقیقی وہی ہے کہ جو اللہ کی ہدایت ہے اور ہم کو یہ حکم ہوا ہے کہ ہم پورے مطیع رہیں پروردگار عالم کے ﴿۷۱﴾ اور فرمایا گیا کہ نماز قائم رکھو اور ڈرو خدا سے اور وہی ہے جس کی طرف تم سب جمع کئے جاؤ گے ﴿۷۲﴾ اور وہی ہے جس نے آسمان کو اور زمین کو ٹھیک طور پر بنایا اور جس روز (فنا ہوئی ہر چیز کو) کہے گا: ''ہو جا'' وہ فوراً ہو جائے گی۔

[۱] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ بعض مشرکین جدید مسلمانوں سے موقع پا کر فہمائش کے طور پر کہتے تھے کہ تم نے اپنا قدیمی دین کیوں چھوڑ دیا، اب بھی اپنے قدیمی دین پر آ جاؤ۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ باوجود قرآن شریف کی ہدایت کے مشرکوں کے بہکانے سے پچھلے پاؤں راہ اسلام سے ہٹنا ایسا ہے جس طرح کوئی راہ گیر باوجود اس کے ساتھیوں کے راستہ بتانے کے ٹیڑھے راستہ پر چلا جاوے اور منزل مقصود سے بہک جاوے۔ اور بت پرستی اور دین اسلام دونوں کا خلاصہ بھی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمادیا کہ دین اسلام میں اس خالق اور بادشاہ حقیقی کی اطاعت ہے، جس نے زمین و آسمان پیدا کیے اور دنیا کے عارضی مالکوں کی ہلاکت کے بعد پھر اس کا ملک اسی کے حوالے میں رہے گا۔ اور بت پرستی وہ طریقہ ہے جس میں خدا کی ناخوشنودی سے ضرر یقینی ہے۔ جو پچھلی بہت سی قومیں اللہ تعالیٰ کی ناخوشنودی کے سبب سے طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو گئیں۔ آخر میں فرمایا کہ دنیا میں تو عارضی طور پر لوگ اپنی بادشاہت اور حکومت کا دعویٰ بھی کرتے ہیں مگر اس دن سوا اللہ تعالیٰ کی ذات کے اور کوئی نہ ہو گا۔

قَوۡلُهُ الۡحَقُّ ؕ وَلَهُ الۡمُلۡكُ يَوۡمَ يُنۡفَخُ فِى الصُّوۡرِ ؕ عٰلِمُ الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الۡحَكِيۡمُ الۡخَبِيۡرُ ﴿۷۳﴾ وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِيۡمُ لِاَبِيۡهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصۡنَامًا اٰلِهَةً ۚ اِنِّىۡۤ اَرٰٮكَ وَقَوۡمَكَ فِىۡ ضَلٰلٍ مُّبِيۡنٍ ﴿۷۴﴾

اس کا قول برحق ہے اور اسی کی بادشاہت ہے جس روز صور پھونکا جاوے گا وہ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے اور وہی مضبوط تدبیر والا خبردار ہے ۱؎ ﴿۷۳﴾ اور یاد کرو جب کہ ابراہیم نے اپنے باپ آزر سے کہا کہ کیا تم (پتھر کے) بتوں کو معبود قرار دیتے ہو بیشک میں دیکھتا ہوں تم کو اور تمہاری قوم کو کھلی گمراہی میں ﴿۷۴﴾

پیدائش حضرت ابراہیم علیہ السلام اور چاند سورج کا ذکر

۱؎ مکہ مکرمہ کے مشرک لوگ اپنے آپ کو ملت ابراہیمی پر کہتے تھے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ قصہ ذکر فرما کر ان لوگوں کو یوں قائل کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تو بت پرستی سے جس قدر بیزار تھے اس کا حال ان لوگوں کو اس قصہ سے معلوم ہوگا کہ نمرود ابن کنعان بڑا جابر بادشاہ تھا۔ سب سے پہلے اسی نے تاج سر پر رکھا، یہ بادشاہ لوگوں سے اپنی پرستش کراتا۔ اور نجومی کثرت سے اس کے دربار میں حاضر رہتے تھے۔ نمرود نے خواب دیکھا کہ ایک ستارہ طلوع ہوا ہے اس کی روشنی کے سامنے آفتاب و مہتاب بالکل بے نور ہو گئے۔ اس سے وہ بہت خوف زدہ ہوا، نجومیوں سے تعبیر دریافت کی، انہوں نے کہا: "اس سال تیری سلطنت میں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو تیرے زوال ملک کا باعث ہوگا، اور تیرے دین والے اس کے ہاتھ سے ہلاک ہوں گے"۔ یہ خبر سن کر وہ نہایت پریشان ہوا اور اس نے حکم دے دیا کہ جو لڑکا پیدا ہو قتل کر ڈالا جائے اور مرد عورتوں سے علیحدہ رہیں اس کی نگہبانی کے لئے ایک محکمہ قائم کیا گیا لیکن اللہ تعالیٰ کے انتظام کے آگے نمرود کا انتظام کچھ نہ چلا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی والدہ حاملہ ہوئیں اور نجومیوں نے خبر دی کہ وہ لڑکا حمل میں آ گیا لیکن حضرت کی والدہ کم عمر تھیں اس لئے ان کا حمل پہچانا نہ گیا۔ جب زمانہ تولید قریب ہوا تو آپ کی والدہ اس تہہ خانہ میں چلی گئیں جو آپ کے والد نے شہر سے دور تیار کیا تھا، وہاں آپ کی ولادت ہوئی اور وہیں آپ رہے۔ تہہ خانے کا دروازہ پورا پتھروں سے بند کر دیا جاتا تھا روزانہ ان کی والدہ صاحبہ وہاں جاتیں اور دودھ پلا آتی تھیں، اور دیکھتی تھیں کہ آپ اپنا انگوٹھا چوس رہے ہیں اور اس سے دودھ نکلتا ہے۔ آپ بہت جلد بڑھتے تھے۔ جب سات برس کے ہوئے تو آپ نے اپنی والدہ سے دریافت کیا: "میرا رب یعنی میرا پالنے والا کون ہے"۔ انہوں نے کہا "میں"۔ پھر فرمایا: "تمہارا رب کون ہے"۔ انہوں نے کہا: "تمہارا باپ"۔ پھر فرمایا: "ان کا رب کون ہے"۔ اس وقت والدہ نے کہا: "خاموش رہو"۔ اور اپنے شوہر یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر کو یہ قصہ سنایا کہ جس لڑکے کی نسبت یہ مشہور ہے کہ وہ دین بدل دے گا وہ تمہارا فرزند ہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ

وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلِيَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا ۚ قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ ﴿۷۶﴾ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ ۚ

اور اسی طرح ہم ابراہیم کو آسمانوں اور زمین کی بادشاہی دکھاتے تھے تاکہ وہ عین الیقین والوں میں ہو جائے ﴿۷۵﴾ پھر جب کہ اس پر رات کی اندھیری آئی تو ایک ستارہ کو دیکھا کہا: ''یہ میرا پروردگار ہے'' پھر وہ جب چھپ گیا تو کہا: ''مجھے پسند نہیں آتے چھپنے والے'' ﴿۷۶﴾ پھر جب دیکھا چاند چمکتا ہوا تو کہا: ''یہ ہے میرا پروردگار'' پھر جب وہ چھپ گیا تو کہا: ''اگر میرا پروردگار مجھے ہدایت نہ کرتا تو میں بھی گمراہ لوگوں میں سے ہوتا'' ﴿۷۷﴾ پھر جس وقت آفتاب کو چمکتا دیکھا تو کہا: ''یہ میرا پروردگار ہے یہ تو ان سب سے بڑا ہے'' پھر جب وہ بھی چھپ گیا تو کہا: ''اے قوم! میں بیزار ہوں ان چیزوں سے کہ جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو ﴿۷۸﴾ بیشک میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان وزمین بنائے ایک اسی کا ہو کر اور میں مشرکوں میں نہیں ہوں'' ﴿۷۹﴾

السلام نے ابتدا ہی سے توحید کی حمایت کی اور عقائد کفریہ کا سوال شروع کر دیا اور جب ایک سوراخ کی راہ سے شب کے وقت آپ نے زہرہ یا مشتری ستارہ کو دیکھا اور پھر چاند اور سورج کو دیکھ کر چاہا کہ میں بھی ایک کو اپنا رب ٹھہرا رکھوں مگر وہ غائب ہو گئے۔ جانا کہ ایک حال پر نہیں کوئی اور اس پر حاکم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ سمجھ دی کہ وہ ان چیزوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے یقین میں ترقی حاصل کریں۔ قوم کی ستارہ پرستی اور بت پرستی کے شرک کو چھوڑ کر توحید اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف مائل ہوں، کیونکہ جس نے آسمان وزمین سب کچھ پیدا کیا تعظیم کے قابل وہی ہے۔ اس کی تعظیم میں کسی کو شریک ٹھہرانے کا کوئی حق نہیں۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْٓنِّیْ فِی اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ رَبِّیْ شَیْــٴًـا ؕ وَسِعَ رَبِّیْ كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَكَیْفَ اَخَافُ مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ عَلَیْكُمْ سُلْطٰنًا ؕ فَاَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾

وقف لازم

اور[1] ان کی قوم ان سے جھگڑنے لگی (ابراہیم نے) کہا: ’’کیا تم مجھ سے اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہو بیشک خدا مجھے ہدایت کرچکا ہے اور میں ان سے نہیں ڈرتا ہوں جن کو تم خدا کا شریک بناتے ہو ہاں جو میرا ہی پروردگار کوئی بات چاہے اور احاطہ کیا ہے میرے پروردگار نے سب چیزوں پر اپنے علم سے تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے ہو ﴿۸۰﴾ اور میں تمہارے شریکوں سے کیونکر ڈروں اور تم خود نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا کہ جس کے لئے تم پر اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری پھر دونوں فریق میں سے کون زیادہ مستحق ہے امن کا (بتلاؤ) اگر تم جانتے ہو‘‘ ﴿۸۱﴾

[1] جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر اور اپنی قوم کے روبرو ستارہ پرستی اور بت پرستی کی مذمت کی تو ان لوگوں کو یہ بات بری لگی اور ان لوگوں نے اس بات پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جھگڑنا شروع کیا۔ کیونکہ ان ستارہ پرست بت پرستوں کا یہ اعتقاد ہے کہ جس طرح انسان میں جسم اور روح دو چیزیں ہیں، اسی طرح ستاروں اور چاند سورج میں بھی دو چیزیں ہیں۔ تمام دنیا کا انتظام انہی کی تدبیر سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق چلتا ہے لیکن ہماری رسائی ان تک نہیں ہے۔ اس وجہ سے ان ستاروں کی مورتیں بنا کر ان سے مدد لیتے ہیں، اور ان کی پوجا کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا یہ جواب دیا کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے غیب سے مجھ کو جن باتوں کی ہدایت کی ہے ان کو چھوڑ دینے میں تم لوگ مجھ سے جھگڑتے اور اپنے بتوں سے مجھ کو ڈراتے ہو، تو میں تمہارے بتوں سے ذرا بھی نہیں ڈرتا۔ کیونکہ مجھے خوب معلوم ہے کہ جب تک میرا اللہ مجھ کو کوئی نقصان پہنچانا نہ چاہے اس وقت تک تمہارے بت میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اگر تم لوگ ذرا دھیان کرو تو تمہاری سمجھ میں بات خود آسکتی ہے کہ جس اللہ نے اپنے علم اور ارادہ کے موافق یہ سارا جہان پیدا کیا اس کا علم کیسا وسیع ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ۭ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَاۗءُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾

(خدائے تعالیٰ نے فرمایا) ۱؎ وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ نہیں ملایا ان ہی لوگوں کے واسطے امن ہے ۲؎ اور یہی لوگ راہ پانے والے ہیں ﴿۸۲﴾ اور یہ ہے ہماری دلیل جو ہم نے ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی ہم جس کو چاہتے ہیں بلند مرتبہ کرتے ہیں بیشک تمہارا پروردگار مضبوط تدبیر والا دانا ہے ﴿۸۳﴾

۱؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص سوائے اللہ تعالیٰ کے دوسرے کو معبود جاننے کی حالت میں بغیر توبہ کے مر گیا وہ ہمیشہ کے لئے دوزخی ہے، اور جو شخص اس حال میں کہ اس کے اعمال میں شرک نہیں ہے، اگر ایسا شخص شرک کے سوا اور گناہوں کی سزا بھگتنے کے لئے دوزخ میں گیا بھی تو آخر کو ایسا شخص جنت میں جاوے گا۔ ظلم کے معنی ''شرک'' کے ہیں۔

۲؎ مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ علم و عقل و فضیلت کے ساتھ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درجے بلند کئے کہ انہوں نے نمرود جیسے بادشاہ اور اپنے باپ اور قوم سب کو قائل کیا۔ اسی طرح اے رسول اللہ کے! اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور اپنے علم سے جس کا چاہے مرتبہ بڑھادے۔ اس کی حکمت اور علم کے آگے کسی کی کوئی تدبیر نہیں چل سکتی۔ اس میں آنحضرت ﷺ کو گویا یہ تسلی فرمائی گئی ہے کہ اگرچہ اہل مکہ مکرمہ اسلام کے کمزور کرنے کی تدبیریں کر رہے ہیں، لیکن اللہ کی حکمت اور اس کے علم کے آگے ان کی کوئی تدبیر کارگر نہ ہوگی۔ آخر کار ہو گا وہی جو اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کے علم کے موافق ہونے والا ہے۔ اللہ سچا ہے، اللہ کا کلام سچا ہے۔ بدر کی لڑائی سے لے کر فتح مکہ تک اللہ تعالیٰ کو اپنی حکمت اور اپنے علم کے موافق جو کچھ منظور تھا وہ سب ہو گیا۔

نبیوں کی فضیلت کا ذکر

یہاں اللہ تعالیٰ نے اٹھارہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر فرمایا۔ اس ذکر میں ترتیب نہ زمانہ کے اعتبار سے ہے نہ فضیلت کے۔ لیکن عجیب شان سے ذکر فرمائے گئے ہیں وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی ہر ایک جماعت کو ایک خاص طرح کی کرامت و فضیلت کے ساتھ ممتاز فرمایا ہے۔ یعنی ہم نے ابراہیم، اسحٰق، یعقوب، داؤد، سلیمان، ایوب موسیٰ اور ہارون علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مراتب عطا کئے اور سب کو ہدایت کی اور نوح کو بھی ہم نے ہدایت کی۔ نیکوں کو اسی طرح ہدایت کرتے ہیں اور ہم نے زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس علیہم الصلوٰۃ والسلام کو ہدایت کی۔ یہ سب کے سب نیک بخت اور صالح تھے اور ہم نے ہدایت کی اسمٰعیل اور یسع یعنی خضر، یونس، لوط علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اور ہر ایک کو ہم نے جہان پر فضیلت دی۔ پھر فرمایا کہ توحید کے سبب نہ صرف ان کو بلکہ ان کے بزرگوں اور بھائیوں اور اولاد در اولاد کو بزرگی دی اور راہ راست کی

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ

اور ہم نے انہیں اسحٰق اور یعقوب عطا کیے، ان سب کو ہم نے راہ دکھائی اور ان سے پہلے ہم نے نوح کو راہ دکھائی اور اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسیٰ اور ہارون کو، اور اسی طرح ہم نیکی کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں ﴿۸۴﴾ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو بھی ہدایت کی یہ سب ہمارے قرب کے لائق ہیں ﴿۸۵﴾ اور ہدایت کی ہم نے اسمٰعیل کو اور الیسع کو اور یونس کو اور لوط کو اور ہم نے ہر ایک کو اس کے وقت میں سب پر فضیلت دی ﴿۸۶﴾ اور ہدایت کی ہم نے بعضوں کو ان کے باپ دادا میں اور ان کی اولاد میں۔

ہدایت کی۔ ان کا عقبیٰ میں بھی مرتبہ بلند ہے اور دنیا میں بھی ان کی عزت اور توقیر کی جاتی ہے، اور ان کے طریق پر لوگ چلتے ہیں۔ آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نبوت کے لئے پسند کر کے ان کو نبی بنایا، لیکن شرک ایسی بری چیز ہے کہ بالفرض اگر یہ لوگ بھی شرک کرتے تو ان کی نیکیاں اکارت ہو جاتیں۔ پھر فرمایا کہ جن لوگوں کا ذکر حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر آخر تک ہوا یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے شریعت اور نبوت عطا کی ہے، جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے۔ یہ جو فرمایا کہ اگر یہ مکہ والے قرآن کو نہ مانیں گے تو اللہ تعالیٰ قرآن کے ماننے والے اور لوگ کھڑے کر دے گا۔ تو وہ لوگ انصار تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ کی عین مخالفت کے وقت اسلام کی امداد کے لئے کھڑا کر دیا اور مکہ مکرمہ فتح ہو گیا اور تمام مکہ والے اسلام کے تابع ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کل نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں جن میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں۔ قرآن شریف میں پچیس نبیوں کا ذکر آیا ہے اٹھارہ کا ان آیتوں میں ہے، باقی سات کا ذکر اور آیتوں میں ہے جن کے نام یہ ہیں لُغز حضرت آدم، ادریس، شعیب، صالح، ہود، ذوالکفل، محمد رسول اللہ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔ ان نبیوں کے نبی ہونے کا یقین شریعت میں تفصیلی طور پر ہے، باقی کا بغیر نام کے مبہم طور پر ذکر ہے۔

وَ اِخْوَانِهِمْ ۚ وَ اجْتَبَیْنٰهُمْ وَ هَدَیْنٰهُمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَی اللّٰهِ یَهْدِیْ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ لَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ یَّكْفُرْ بِهَا هٰۤؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّیْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِیْنَ ﴿۸۹﴾ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْــٴَـلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰی لِلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۰﴾ ع وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖۤ اِذْ قَالُوْا مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ ؕ

اوران کے بھائیوں میں سے اور ہم نے ان کو چن لیا اور سیدھا رستہ دکھایا ﴿۸۷﴾ یہ اللہ کی ہدایت ہے کہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کے ساتھ رہنمائی کرتا ہے اور اگر وہ شرک کرتے تو ضرور اکارت (ضائع) ہوجاتے ان سے جو کچھ انہوں نے عمل کئے تھے ﴿۸۸﴾ یہ ہیں وہ لوگ کہ جن کو ہم نے کتاب اور حکم اور نبوت عطا کی پھر اگر یہ لوگ اس سے منکر ہوں تو ہم نے ان پر (یقین لانے کیلئے) ایسے لوگ مقرر کردیئے ہیں جو اس کے ہرگز منکر نہ ہوں گے۔ ۱ ﴿۸۹﴾ یہ وہ جماعت ہے کہ جن کو اللہ نے ہدایت دی پس انہیں کی راہ کی تم بھی پیروی کرو (اے محبوب) تم فرماؤ کہ میں تم سے اس (تبلیغ قرآن) پر کچھ معاوضہ نہیں چاہتا یہ (قرآن) تو محض تمام جہان کے لئے ایک نصیحت ہے۔ ۲ ﴿۹۰﴾ اور یہود نے اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہیے تھی جب کہ انہوں نے یوں کہہ دیا کہ اللہ نے کسی آدمی پر کچھ نہیں اوتارا۔

۱ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بہ نسبت اور انبیاء کے قرآن ایک ایسا بڑا معجزہ دیا گیا ہے، جس کے سبب سے قیامت کے دن میری امت کی تعداد اور انبیاء کی امتوں سے زیادہ ہوگی، قرآن کی نصیحت کے مفید ہونے اور قیامت تک اس نصیحت کے اثر کے باقی رہنے کی یہ حدیث گویا تفسیر ہے۔

توحید ونبوت کا ذکر اور انسان کا انجام

۲ **شان نزول:** یہ آیت یہود اور مشرکین مکہ کے حق میں اتری ہے، کیونکہ وہ کسی بشر کی نبوت کے اور کسی بشر پر کلام الٰہی کے

قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّ هُدًى لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَ مَنْ حَوْلَهَا ؕ

تم فرماؤ: ''وہ کتاب کس نے اتاری جس کو موسیٰ لائے تھے لوگوں کیلئے روشنی اور ہدایت، جسے تم نے علیحدہ علیحدہ اوراق (پر نقل) کر کھا ہے، ان (کے کچھ حصے) کو تو ظاہر کرتے ہو اور بہت سا پوشیدہ رکھتے ہو اور تم کو (قرآن کے ذریعہ سے) وہ وہ باتیں تعلیم کی گئیں کہ جن کو نہ تم جانتے تھے نہ تمہارے باپ دادا'' تم فرمادو: ''اللہ ہی نے نازل کیا ہے'' پھر انہیں ان کی بیہودگی میں کھیلتے چھوڑ دو ﴿۹۱﴾ اور یہ (قرآن) ایسی بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا تصدیق کرنیوالی ہے اپنے سے پہلی کتابوں کی اور تاکہ تم اہل مکہ کو اور سارے جہان کو جو مکہ کے گرداگرد ہیں ڈر سنادو۔

اترنے کے قائل نہیں تھے اور کہتے تھے کہ اللہ کو نبی بھیجنا ہوتا تو آسمان سے کوئی فرشتہ آکر ہم کو اللہ کے احکام پہنچاتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس میں دونوں فرقوں کو قائل کیا گیا ہے۔ مشرکین مکہ کو یوں قائل کیا کہ جن یہود کے بھروسہ پر تمہارا انکار نبوت کے قبول کرنے میں بڑھا ہے وہ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نبی کہتے ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بشر تھے پھر تم یہ کیسے کہتے ہو کوئی بشر نبی نہیں ہوسکتا۔ اور مالک بن سیف یہودی نے باوجود یہودی ہونے کے غصہ میں سب انبیاء کا انکار کردیا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت سے اس کا قائل کرنا تو ایک ظاہر بات ہے، وہ بڑے ناشکر ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کی کچھ قدر نہ کی۔ پھر فرمایا کہ ان یہودیوں نے کتاب آسمانی کی ایک یہ بھی ناقدری کی کہ اصل پوری کتاب کو چھپا کر الگ ورقوں پر توریت کو جابجا سے نقل کرلیا ہے اور ان ورقوں میں جب چاہتے ہیں اپنی مرضی کے موافق تغیر و تبدل کرلیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ قرآن میں بعض وہ باتیں ان کو بتلائی گئی ہیں کہ اب تک اہل کتاب مشرکین اور ان کے بڑوں کو معلوم نہ تھیں۔ مگر قرآن کو کتاب آسمانی نہ ماننے کے سبب سے یہ لوگ ان باتوں کے جاننے سے محروم رہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل فرمائی، اسی طرح اے نبی آخر الزماں ﷺ! تم پر اللہ تعالیٰ نے قرآن نازل فرمایا ہے جس سے قیامت تک لوگ نفع اٹھائیں گے۔

وَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَیْدِیْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَیْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۹۳﴾

اور جو لوگ اعتقاد رکھتے ہیں آخرت پر وہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں ۱ ﴿۹۲﴾ اور اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے کہ جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا یا کہا کہ میری طرف وحی آتی ہے حالانکہ اس پر کچھ بھی وحی نہیں ہوئی اور جو یہ کہے کہ جیسا کلام اللہ نے اتارا ہے اس طرح کا میں بھی لاتا ہوں اور ۲ اگر تم اس وقت دیکھو جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں اور فرشتے ان کی طرف اپنے ہاتھ بڑھا کر کہہ رہے ہوں کہ اپنی جانوں کو نکالو آج تم کو ذلت کا عذاب دیا جائے گا بسبب اس کے کہ تم لگاتے تھے اللہ پر جھوٹ اور بسبب اس کے کہ تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے ﴿۹۳﴾

۱ اس آیت میں ان کا ذکر ہے جو بغیر معجزہ اور بغیر شہادت کلام الٰہی کے اپنے آپ کو نبی مشہور کرتے تھے، جیسے مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی جو دونوں وحشی اور فیروز کے ہاتھ سے مارے گئے، ان دونوں کے قریب قریب عبداللہ بن سرح کا قصہ ہے۔ اس قسم کے وہ لوگ بھی ہیں جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں۔ اس طرح کے سب لوگوں کی شان میں یہ آیت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص میرے ذمہ کوئی جھوٹی بات لگادے گا تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے''۔

۲ ان آیتوں میں موت کے وقت کی شدت اور سختی کا ذکر ہے۔ جن کا حاصل یہ ہے کہ علم الٰہی میں جو لوگ لائق عذاب کے ہیں، ان کی قبض روح کے وقت بڑے ہیبت ناک صورت کے فرشتے آتے ہیں، اور اس لائق عذاب شخص کی روح کو خبر سناتے ہیں کہ جسم سے الگ ہوتے ہی عذاب قبر اس پر ہونے والا ہے۔ اس عذاب کے خوف سے روح جسم میں جگہ جگہ چھپتی ہے اور فرشتے بڑی سختی سے اس روح کو نکالتے وقت یہ کہتے ہیں کہ اے ناپاک روح! اللہ کے عذاب میں پھنسنے کے لئے جلدی نکل اور طرح طرح کی مار مارتے ہیں تو روح نکلتی ہے تو ایک طرح کی بدبو روئے زمین پر پھیل جاتی ہے۔ جس سے ان

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّتَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰى ؕ

اور۱؎ (ہم ان سے کہیں گے) ''بیشک تم ہمارے پاس اکیلے آئے جیسا کہ ہم نے تم کو اول مرتبہ پیدا کیا تھا اور جو کچھ (سازوسامان) ہم نے تم کو (دنیا میں) عطا کیا تھا وہ سب اپنی پیٹھ پیچھے ہی چھوڑ آئے، اور (آج) ہم تمہارے ساتھ تمہارے ان سفارشیوں کو نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم گمان کرتے تھے کہ تمہارے معاملہ میں وہ خدا کا شریک ہیں، بیشک (اب) تمہارے درمیان میں قطع تعلق ہوگیا اور جو کچھ تم دعویٰ کرتے تھے ۲؎ وہ تم (لوگوں کے دماغ) سے جاتے رہے'' ﴿۹۴﴾ بیشک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو چیر (کر سبزہ اور درخت نکالنے) والا ہے۔

فرشتوں کو جو روئے زمین پر ہیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی ناپاک روح جدا ہوئی ہے۔ اب آگے فرمایا کہ اے رسول اللہ کے! اب تو یہ لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں، کوئی غیروں کو اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے، کوئی اپنے آپ کو نبی بتلاتا ہے لیکن عذاب قبر اور عذاب قیامت کے علاوہ ان لوگوں کا جان کنی کا وقت بھی دیکھنے کے قابل ہے۔

۱؎ **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ نضر بن حارث ایک شخص مشرک نے ایک روز کہا کہ مجھ کو کیا پروا ہے، لات ومنات خدا کے روبرو میری سفارش کو کافی ہیں اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ معنی آیت کے یہ ہیں کہ بت پرستوں کے بت جن کو وہ اپنے حمایتی خیال کرتے ہیں، اور مالداروں کا مال اور اولاد والوں کی اولاد جس کے پیچھے لوگ اپنی عمر صرف کرتے ہیں، یہ سب یہیں دنیا میں چھوڑ جانے کی چیزیں ہیں۔ اللہ کے پاس ہر انسان ویسا ہی اکیلا جانے والا ہے جس طرح اکیلا دنیا میں آیا تھا۔ حاصل یہ ہے کہ دنیا سے کچھ ساتھ لے جانے کی چیز ہے تو وہ نیک عمل ہے۔

انسان کی پیدائش اور عجائبات قدرت

۲؎ ان آیتوں میں ان عجائبات، موجودات دنیا کا ذکر فرمایا ہے جن کے پیدا کرنے میں وہ وحدہ لاشریک منفرد ہے۔ مقصد ان موجودات کے ذکر فرمانے سے یہ ہے کہ مشرکین مکہ میں دو سخت عیب جو تھے اس کی اصلاح ہو جائے۔ بڑا عیب تو بت پرستی کا تھا اس کی اصلاح موجودات پر غور کرنے سے یوں ہو سکتی ہے کہ زمین پانی پر پھیلائی گئی ہے کیونکہ جہاں زمین کو کھودا جاتا ہے وہاں پانی نکلتا ہے۔ کیا کسی میں یہ طاقت ہے کہ سمندر پر زمین بچھا دے یا انار کی یا آم کی کچھ گٹھلیاں پرانی سوکھی ہوئی لے کر

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ۚ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّيْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿٩٦﴾

اور زندہ کو مردہ سے نکالنے والا ہے (یعنی نطفہ سے آدمی) اور نکالنے والا ہے مردے کو زندہ سے (یعنی بدن سے نطفہ) یہی تمہارا خدا ہے۔ پس تم کہاں بہکے جاتے ہو ﴿۹۵﴾ وہ تاریکی چاک کر کے صبح نکالنے والا ہے اور اس نے رات کو (تمہارے لئے) آرام گاہ بنایا اور سورج اور چاند کو (تمہارے) حساب (کا معیار مقرر کیا ہے)، یہ اس کا ٹھہرایا ہوا اندازہ ہے جو سب پر غالب اور علم رکھنے والا ہے ﴿۹۶﴾

دنیا بھر کے حکیموں سے پوچھا جائے کہ ان سب کا ایک سا سوکھی لکڑی کا مزہ ہے۔ پھر ذرا عقل تو لگاؤ کہ ایک گٹھلی سے میٹھا انار اور آم اور دوسری سے کھٹا کیونکر پیدا ہوتا ہے۔ ان دونوں سوالوں کے جواب میں دونوں فریق سوا حیران رہنے کے کچھ جواب نہ دیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمام مخلوقات میں سے کوئی فرد بشر اس وحدہ لاشریک کی قدرت کا شریک نہیں، پھر معبود بننے کا کوئی کس استحقاق اور برتے پر شریک ہو سکتا ہے۔ دوسرا عیب یہ تھا کہ وہ مر کر پھر جینے کے حکم کو جب سنتے تھے حیران ہوتے تھے۔ اس عیب کی اصلاح یوں ہو سکتی ہے کہ جب منی جیسی رقیق چیز سے ایسی سخت ہڈیاں بنیں اور باوجود سرد تر مزاج منی کے اس طرح مختلف مزاج کے پتلے اور جسم رحم جیسی تنگ جائے میں اس منی سے بن چکے ہیں، اور اندھیرے میں گھبرانے والی شے روح کا تعلق اس جسم کے ساتھ پیٹ کے اندر اندھیرے میں ہو چکا ہے، تو زمین کی مٹی سے جس میں مردوں کی مٹی مل چکی ہے جس کو گرم سرد اور تر و خشک کا خمیر کہنا چاہیے۔ دوبارہ جسموں کا بن جانا اور کھلے روشن میدان میں روح کا تعلق ان جسموں سے ہو جانا کیا ایسا مشکل ہے۔ یہ اللہ کی قدرت ہے کہ سوکھا دانا اور خشک گٹھلی سے سبز پیڑ نکلتا ہے، اور اس میں ایک دانہ سے بہت سے دانے اور بہت سی گٹھلی اور میوے پھل پیدا ہوتے ہیں، بے جان انڈے سے جاندار مرغی کے پیٹ میں سے بے جان انڈا نکلتا ہے۔ اللہ کی یہ قدرت دیکھ کر پھر دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ ان کو فرمایا کہ وہ سیدھے راستے سے پھرے ہوئے ہیں۔ یہ قدرت کا نمونہ ہے کہ وہ رات کے اندھیرے کو پھاڑ کر صبح کے اجالے کو نکالتا ہے جس سے تمام کام چلتے ہیں، پھر انسان کام دھندے سے تھک جاتا ہے، آرام کے لئے رات پیدا کر دیتا ہے۔ سورج اور چاند کی منزلیں اور چال اس حساب سے رکھی ہیں جس سے دن مہینہ اور سال کا حساب معلوم ہو جاتا ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور دنیا کے بے گنتی معاملات کا حساب اس پر منحصر ہے۔ آسمان پر تارے اس کی قدرت کی ایک بڑی نشانی ہیں جن سے جنگل اور دریا کے مسافر کو اندھیری راتوں میں سیدھا راستہ معلوم ہو جاتا ہے۔ آخر کو فرمایا کہ یہ سب نشانیاں ان لوگوں کے لئے ہیں جن میں کچھ ہوشیاری اور سمجھ ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ

اور وہی ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ ان سے خشکی اور دریا کی اندھیریوں میں رستہ پاؤ، بیشک ہم نے (اپنی قدرت کی) مفصل نشانیاں بیان کردیں اس گروہ کے لئے کہ جو اہل علم ہیں [۱] ﴿۹۷﴾ اور وہی ہے کہ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا، پھر کہیں تمہیں ٹھہرنا ہے (یعنی رحم میں یا زمین پر) اور کہیں امانت رہنا (یعنی باپ کی پشت میں یا قبر کے اندر) بیشک ہم نے مفصل آیتیں بیان کردیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں ﴿۹۸﴾ اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے نکالیں اس پانی سے ہر قسم کی اگنے والی چیزیں، پس ہم نے اس پانی سے سبزہ نکالا جس میں سے دانے نکالتے ہیں ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے اور کھجور کے درختوں یعنی اس کی شاخوں میں سے گچھے زمین کی طرف جھکے پڑتے ہیں اور انگور اور زیتون۔

[۱] پیدائش کا سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا ہے۔ حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئیں، ان سے تمام نسل قائم ہوئی جس سے ساری زمین بھرگئی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کے پتلے کی مٹی تمام روئے زمین کی مٹی کو ملا کر لی ہے، اس واسطے ان کی اولاد کے رنگ اور مزاج مختلف ہیں۔ ماں کے رحم میں بچہ کا پتلا چار مہینے میں بن کر تیار ہوجاتا ہے تو روح پھونک دی جاتی ہے، وقت مقررہ پر بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اب آخر آیت میں فرمایا کہ یہ اللہ کی قدرت کی نشانیاں ان لوگوں کو مفید ہیں جو ان قدرت کی نشانیوں سے صاحب قدرت کے پہچاننے میں سمجھ دوڑاتے ہیں۔ مینہ برسنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہوا آسمان پر کے دریاؤں میں سے پانی اٹھاتی ہے، اسی پانی سے مینہ برستا ہے اور مینہ سے طرح طرح کے اناج، میوہ سب کچھ پیدا ہوتا ہے۔ گیہوں اور جو کی بالیں مکئی اور جوار کے بھٹے اسی طرح کھجور کے گچھے اور انگور کے خوشے یہ

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۗ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۷﴾ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ۗ قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع

اور اس لئے کہ اسے علم والوں پر واضح کر دیں کہ اس پر چلو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے دی ہوئی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے منہ پھیر لو ﴿۱۰۶﴾ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ شرک نہیں کرتے اور ہم نے تمہیں ان پر نگہبان نہیں کیا اور تم ان پر ذمہ دار نہیں ﴿۱۰۷﴾ اور (اے مسلمانو!) تم انہیں گالیاں نہ دو جن کو مشرک پوجتے ہیں سوائے اللہ کے اس لئے کہ وہ اللہ کی شان میں بے ادبی کریں گے زیادتی اور جہالت سے، اسی طرح ہم نے ہر گروہ کی نظر میں ان کے عملوں کو زینت دی ہے، پھر ان کو اپنے پروردگار کی طرف پلٹنا ہے پھر وہ ان کو بتادے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے ﴿۱۰۸﴾ اور کافروں نے اللہ کی سخت قسم کھائی اپنے حلف سے کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آئی تو ضرور ہی ایمان لاویں گے اس پر (اے محبوب) تم فرمادو کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور (اے مسلمانو!) تم کو کیا معلوم کہ جب وہ نشانیاں آویں گی تب بھی یہ ایمان نہ لاویں گے ﴿۱۰۹﴾ اور ہم بھی پھیر دیں گے ان کے دلوں کو اور ان کی آنکھوں کو جیسا کہ وہ اول بار اس پر ایمان نہیں لائے اور ہم ان کو ان کی گمراہی کی حالت میں چھوڑ دیں گے کہ یہ (اس میں) سرگرداں رہیں ﴿۱۱۰﴾

تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں فقط اللہ کا حکم پہنچانے والا ہوں، تمہاری بداعمالی کی گرفت میرے ہاتھ میں نہیں ہے وہ تو اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ جب چاہے گا تمہاری بداعمالی کا مواخذہ فرمادے گا۔ مشرکین مکہ قرآن شریف کی آیتوں کو جھٹلاتے اور

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾

اور ۱ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اگر (ان کی خواہش کے موافق) ہم ان کی طرف بھیجتے فرشتوں کو اور (قبروں سے) مردے (اٹھ کر) ان سے باتیں کرنے لگتے اور ہم اٹھا لاتے ہر چیز (غیبیہ) کو ان کے سامنے تب بھی یہ لوگ ہرگز ایمان نہیں لاتے مگر یہ کہ خدا ہی چاہے (تو اور بات ہے) ولیکن ان میں سے بہتیرے جاہل ہیں ﴿۱۱۱﴾ اور ۲ (اے محبوب) اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن کئے اور آدمیوں اور جنوں میں کے شیطان کہ ان میں ایک دوسرے پر خفیہ بناوٹ کی بات ڈالتا ہے لوگوں کو فریب دینے کے لئے، اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو وہ یہ کام نہ کرتے تو چھوڑ دو ان لوگوں کو ان کی افترا پردازی میں جو یہ کر رہے ہیں ﴿۱۱۲﴾

(تفسیر گزشتہ پارہ) کہتے تھے کہ "اس کے وبال سے ہم پر کوئی آسمانی عذاب کیوں نہیں آتا"۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی معرفت قرآن شریف میں جگہ جگہ جتلا دیا ہے کہ عذاب کا بھیجنا اللہ کے اختیار میں ہے۔ آگے فرمایا کہ قرآن کی آیتوں میں ہر طرح کی نصیحت، مشرکین کے ہر ایک اعتراض کا جواب، سچی پیشین گوئی یہ سب کچھ تفصیل سے ہے:

مشرکوں کا بیان

۱ مطلب یہ ہے کہ اگر ان مشرکوں کے روبرو فرشتے اور مرے ہوئے مردے اور جہان بھر کی ہر ایک چیز اللہ کے رسول اور اللہ کے کلام کی گواہی دیوے تو بھی جب تک اللہ نہ چاہے تو اس وقت تک یہ لوگ راہ راست پر نہ آویں گے۔

۲ **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین مکہ عداوت دینی کے سبب سے ایسی باتیں کہتے تھے کہ اللہ کی طرف سے ایک نوشتہ خاص ہم لوگوں کے نام اسلام کی تصدیق کا آوے گا تو ہم دین اسلام لاویں گے۔ کبھی قرآن شریف کو پچھلے لوگوں کی کہانیاں بتاتے تھے، کبھی قرآن شریف کے شان نزول اور اللہ تعالیٰ کی شان میں بے ادبی کے لفظ منہ سے نکالنے پر مستعد ہو جاتے تھے۔ غرضیکہ بہت سی ایسی ایسی باتیں کرتے تھے۔ ان لوگوں کی ایسی باتوں سے گھڑی گھڑی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بڑا

وَ لِتَصْغٰۤى اِلَیْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِیَرْضَوْهُ وَ لِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِیْ حَكَمًا وَّ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ اِلَیْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ؕ وَ الَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّ عَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۱۱۵﴾

اور اس لئے کہ اس کی طرف ان کے دل جھکیں جو ایمان نہیں رکھتے آخرت پر اور تا کہ اس کو پسند کریں اور گناہ کمائیں جو انہیں کمانا ہے ﴿۱۱۳﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان لوگوں سے فرماؤ) ۱؎ ''کیا اللہ کے سوا میں کسی اور کا فیصلہ چاہوں اور وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری'' (یعنی قرآن) اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب (یعنی توریت) دی ہے وہ لوگ تو جانتے ہیں کہ یہ قرآن آپ کے پروردگار کی طرف سے بھیجا ہوا ہے ساتھ صداقت کے۔ پس (اے سننے والے) تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو ﴿۱۱۴﴾ اور تیرے پروردگار کی بات سچائی اور انصاف میں پوری ہے کوئی بھی اس کی باتوں کا بدلنے والا نہیں اور وہی (ہر ایک کی) سنتا اور جانتا ہے ﴿۱۱۵﴾

رنج ہوا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کا رنج دفع کرنے کے لئے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ: ''اے رسول اللہ! ان دشمن لوگوں کی یہ دشمنی کی باتیں تمہارے ساتھ کچھ انوکھی نہیں ہیں۔ بلکہ پچھلے انبیاء سے بھی اس وقت کے مخالف لوگ ایسی ہی باتیں کرتے تھے، اور شیاطین کے بہکاوے میں جو لوگ آتے ہیں اور دوسرے آدمیوں کو بھی برے کام کی رغبت دلاتے ہیں، تو ان کو ان کے بداعمال کی سزا کے علاوہ لوگوں کے بہکانے کی سزا بھی ملے گی۔ اگر اللہ چاہے تو ان بناوٹ کی باتوں سے لوگوں کا بہکانا بند ہو جائے۔ پھر فرمایا وحی کے منکر جو کچھ کر رہے ہیں ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاوے، وقت مقررہ پر ان کا کیا ہوا ان کے آگے آجائے گا۔

۱؎ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے مشرکین کہا کرتے تھے کہ آپ ہمارے اور اپنے درمیان منصف مقرر کیجئے۔ ان کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ اے رسول اللہ کے! ان سے کہہ دو کہ میرے اور تمہارے مابین اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کون اس بات کا منصف قرار پاسکتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ''جس نے میری پیروی سے انکار کیا اس نے گویا جنت میں جانے سے انکار کیا''۔

وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾

اور[۱] زمین میں اکثر لوگ ایسے بھی ہیں کہ ان لوگوں کے کہنے پر اگر تو چلے تو وہ تجھے اللہ کے (بتائے ہوئے) راستہ سے بہکادیں، وہ تو صرف (اپنے ناپاک) خیال کی پیروی کرتے ہیں اور سراسر اٹکلیں دوڑاتے (اندازے لگاتے) ہیں ﴿۱۱۶﴾ بیشک تیرا پروردگار خوب جانتا ہے اس شخص کو جو اس کی راہ سے بہکا اور وہ خوب جاننے والا ہے راہ پانے والوں کو ﴿۱۱۷﴾ پس[۲] (اے مسلمانو!) اگر تم خدا کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو تو جس (جانور) پر (ذبح کرتے وقت) اللہ کا نام لیا گیا ہو اس میں سے (شوق سے) کھاؤ ﴿۱۱۸﴾

ذبیحہ کی حلت وحرمت کا ذکر

[۱] مطلب یہ ہے کہ ملت ابراہیمی، شریعت موسوی وعیسوی کو بگاڑ کر آج کل اس زمین پر یہی لوگ ہیں جن کی یہ اٹکل ان کا دین اور ایمان ہے، لیکن ان لوگوں کی کوئی بات نہ سنی جاوے۔ کیونکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ دین الٰہی کی باتوں کو یہ لوگ مٹا دیویں اور اپنی قدیمی رسموں کو قائم رکھیں۔ لیکن یہ ہرگز نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا خود حامی اور مددگار ہے۔ ان لوگوں کا جو خیال ہے کہ ان کے بڑے بوڑھے جو رسمیں ٹھہرا گئے ہیں وہی اصل دین ہے، یہ خیال ان کا بالکل غلط ہے۔ اصل دین سے برگشتہ اور اصل دین کے پابند لوگوں کا حال اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے۔

[۲] **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ قریش نے اعتراض کیا کہ اپنا ذبح کیا ہوا جانور کھانا اور خدا کا مارا ہوا جانور نہ کھانا یہ کون سا دین ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں۔ قریش کا جواب جو ان آیتوں میں ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ذبح شدہ جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جاتا ہے اس واسطے وہ پاک اور حلال ہے۔ بتوں کے نام پر جو جانور ذبح کیا جاوے یا جو جانور اپنی موت سے مر جاوے بہ سبب اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا نام اس پر نہیں لیا گیا وہ حرام اور نجس ہے۔ مفصل تفصیل حلال و حرام کی سورۂ مائدہ میں معلوم ہو چکی ہے، تو پھر ہر ایماندار آدمی کو چاہیے کہ اس کی پابندی کرے اور مردار کھانے والے لوگ جو حد شرع کے خود بھی پابند نہیں ہیں اور دوسروں کو بھی بہکانا چاہتے ہیں ان کی پیروی سے بچے کیونکہ ایسے لوگوں کا حال اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ وقت مقررہ پر علم الٰہی کے موافق وہ لوگ اپنے اعمال کی سزا بھگتیں گے۔ پھر فرمایا حرام وحلال جانوروں پر ان

وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ

اور جس ذبیحہ پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، تمہیں کیا ہوا کہ اس میں سے نہ کھاؤ حالانکہ جو چیز تم پر حرام ہے (اسے) صاف صاف تم سے بیان کر دیا مگر جب تم کو اس کی طرف ناچارگی ہو جائے (تو درست ہے) اور بیشک بہت سے بے علم لوگ اپنے نفس کی خواہشوں سے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں، بیشک حد سے بڑھنے والوں کو تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے ﴿۱۱۹﴾ اور (اے لوگو) تم چھپے اور کھلے سب گناہ چھوڑ دو بیشک جو لوگ گناہ کرتے ہیں وہ اپنے برے اعمال کا بدلہ جلد پالیں گے ﴿۱۲۰﴾ اور (اے مومنو!) جس (جانور) پر (بوقت ذبح) اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو اس میں سے نہ کھاؤ اور بیشک اس کا کھانا گناہ ہے، اور بے شک شیاطین تو اپنے دوستوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتے ہیں تا کہ تم سے جھگڑیں، اور اگر تم ان کا کہا مانو (اور حرام کو حلال جانو) تو بیشک تم مشرک ﴿۱۲۱﴾ کیا ۱؎ جو شخص کہ (پہلے کفر کے سبب سے) مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو (اسلام کی نعمت دے کر) زندہ کیا۔

لوگوں کا حد سے بڑھ جانا منحصر نہیں ہے بلکہ سوائے شرک کے چھپ کر بدکاری کرنے کو یہ لوگ گناہ نہیں سمجھتے، اس لئے ہر ایماندار شخص پرہیز کرے تا کہ قیامت کے دن ان کی طرح سزا نہ پاوے۔ مگر مشرکوں کے بہکاوے میں آ کر مردار کا گوشت حلال کے طور پر کھاوے گا تو مشرکوں کا ساتھی ہوگا۔

مومن اور کافر کی پہچان: ۱؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مردہ سے کافر اور زندہ سے مومن مراد ہے، کیونکہ کافر کی مثال

وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾

اور اس کو (قرآن کی) روشنی دی جس کے ذریعہ سے وہ لوگوں میں (راہ ہدایت پر) چلتا ہے وہ اس شخص کے برابر ہوسکتا ہے جس کا حال یہ ہو کہ (کفر کے) اندھیروں میں (ہر طرف سے گھرا ہوا ہے) ان سے نکل نہ سکتا ہو، اسی طرح کافروں کی نظر میں (ناپاک) اعمال آراستہ کر دیئے گئے ہیں (انہیں وہی اچھے معلوم ہوتے ہیں) ﴿۱۲۲﴾ اور [ا] ہم نے اسی طرح سے ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تاکہ مکر کریں اس (بستی) میں اور حقیقت میں وہ مکر نہیں کرتے مگر اپنی جانوں پر اور (اس حال کو) نہیں سمجھتے ﴿۱۲۳﴾ اور جب ان کے سامنے کوئی نشانی آتی ہے کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو بھی ویسی ہی چیز نہ ملے جیسی کہ اللہ کے رسولوں کو دی گئی ہے اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے، البتہ عنقریب گنہگاروں کو خدا کے ہاں ذلت پہنچے گی اور عذاب شدید بدلہ ان کی مکاری کا ﴿۱۲۴﴾

ایسے شخص کی دی ہے کہ مردہ ہونے کے سبب سے نہ اس کی آنکھیں ہیں نہ اس کے پاس روشنی ہے۔ دنیا میں وہ سمجھتا ہے کہ اچھے کام کر رہا ہوں لیکن آخرت کا اس کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

[ا] **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ ابوجہل نے مکہ مکرمہ کے ناکوں اور راستوں پر کئی آدمی اس غرض سے بٹھا رکھے تھے کہ وہ مکہ کے لوگوں سے اور موسم حج میں جو باہر کے لوگ مکہ میں آتے تھے ان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذمت کریں۔ اور

فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى السَّمَآءِ ؕ كَذٰلِكَ يَجْعَلُ اللّٰهُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمْ دَارُ السَّلٰمِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

پس ۱؎ جس کو اللہ ہدایت دینا چاہتا ہے تو کھول دیتا ہے اس کا سینہ اسلام کیلئے اور جسکو گمراہ کرنا چاہتا ہے تو اس کا سینہ تنگ خوب تنگ کر دیتا ہے گویا کسی کی زبردستی سے آسمان پر چڑھ رہا ہے اللہ یونہی ناپاکی (یعنی عذاب) ڈالتا ہے ان لوگوں پر کہ جو ایمان نہیں لاتے ہیں ﴿۱۲۵﴾ اور ۲؎ یہ دین اسلام تمہارے پروردگار کی سیدھی راہ ہے بیشک ہم نے تفصیل کے ساتھ آیتیں بیان کر دی ہیں ان لوگوں کے واسطے کہ نصیحت قبول کرتے ہیں ﴿۱۲۶﴾ ان کیلئے ہے اللہ کے پاس سلامتی کا گھر (یعنی بہشت) اور وہی ان کا کارساز ہے یہ ان کے ان عملوں کے سبب جو وہ کیا کرتے تھے ﴿۱۲۷﴾

ایک روز حضرت سے آکر بڑی بحث کی، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر دو مطلب بیان فرمائے۔ ایک تو آنحضرت ﷺ کی تسلی اور تسکین فرمائی کہ ہر نبی کے ساتھ ہر بستی میں پہلے بھی اسی طرح شریر لوگ ہم نے پیدا کیے ہیں تا کہ ان کی شرارت پر کمزوری کے زمانہ تک نبی وقت کو صبر کرنے سے اجر ملے، اور شریر و سرکش لوگ غارت ہو جاویں اور ان کا غارت ہونا اور لوگوں کو باعث عبرت ہو اور لوگ دین الٰہی کی طرف رجوع ہوں۔ دوسرے آنحضرت ﷺ سے جو بحث کی تھی اس کا جواب یہ ہے کہ جو شخص اللہ کی پیغمبری ادا کرنے کے لائق ہے وہ اللہ کو خوب معلوم ہے۔

۱؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس کو ایمان کی توفیق دیتا ہے اس کے دل میں روشنی پیدا کر دیتا ہے، اور جس کو علم و توحید اور ایمان کی گنجائش نہ ہو تو اس کی ایسی حالت ہوتی ہے کہ جب اس کو ایمان کی دعوت دی جاتی اور اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے وہ اس پر نہایت شاق اور بہت دشوار معلوم ہوتا ہے۔

۲؎ مطلب یہ ہے کہ اے رسول اللہ کے! قرآن میں جو احکام دین اسلام کے تم پر نازل کیے ہیں یہ وہ دین ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضامندی کا سیدھا رستہ ٹھہرایا ہے۔ اور اس میں سب باتوں کی تفصیل ہے جو اس پر عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ جنت عطا کرنے کا کفیل اور ضامن ہے۔

وَ یَوۡمَ یَحۡشُرُهُمۡ جَمِیۡعًا ۚ یٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ قَدِ اسۡتَکۡثَرۡتُمۡ مِّنَ الۡاِنۡسِ ۚ وَ قَالَ اَوۡلِیٰٓـؤُهُمۡ مِّنَ الۡاِنۡسِ رَبَّنَا اسۡتَمۡتَعَ بَعۡضُنَا بِبَعۡضٍ وَّ بَلَغۡنَاۤ اَجَلَنَا الَّذِیۡۤ اَجَّلۡتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثۡوٰىکُمۡ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ حَکِیۡمٌ عَلِیۡمٌ ﴿۱۲۸﴾ وَ کَذٰلِکَ نُوَلِّیۡ بَعۡضَ الظّٰلِمِیۡنَ بَعۡضًۢا بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ﴿۱۲۹﴾ ع

اور[1] جس دن کہ وہ ان سب کو جمع کرے گا (اور فرمائے گا) کہ اے جماعت جنات! تم نے بہت سے آدمی (اپنے وسوسہ اندازیوں سے) گھیر لئے اور انسانوں میں سے جو لوگ ان کے دوست ہیں وہ کہیں گے اے پروردگار ہمارے! ہم میں ایک نے دوسرے سے (گمراہی کے کاموں میں) فائدہ اٹھایا اور بالآخر ہم اپنی اس مقررہ میعاد پر پہنچے جو تو نے ہمارے لئے ٹھہرادی تھی (اب فیصلہ تیرے ہاتھ ہے) خدا فرمائے گا آگ تمہارا ٹھکانا ہے اسی میں ہمیشہ رہو گے مگر جسے خدا چاہے (اے محبوب!) بیشک تمہارا پروردگار حکمت والا علم والا ہے[2] ﴿۱۲۸﴾ اور اسی طرح ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر مسلط کرتے ہیں ان کی اس کمائی کی وجہ سے جو وہ کرتے ہیں ﴿۱۲۹﴾

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے جن شیاطین کے بہکانے سے بت پرستی کرتے تھے اور جو شیاطین الجن، شیاطین الانس کے دل میں ملمع کی باتیں لوگوں کے بہکانے کے لئے ڈالتے تھے۔ قیامت کے دن ان سب کو ساتھ کھڑا کر کے ذلیل کیا جاوے گا۔ بنی آدم کے بہکانے والے شیاطین سے قائل کرنے کے طور پر اللہ تعالیٰ یہ پوچھے گا کہ تم نے بہت سے بنی آدم بہکانے کا وبال اپنے سر لیا یا نہیں؟ تو اس کا جواب شیطان تو نہیں دے سکے گا، بہکنے والے بنی آدم یہ کہیں گے کہ ہم اور شیاطین مل جل کر ایک دوسرے سے جیتے جی فائدہ اٹھاتے رہے، اور عقبیٰ سے غافل رہے اور ہمیشہ اہل اسلام سے جھگڑے کرتے رہے۔ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرمادے گا: ''اب تم دونوں کی سزا یہ ہے کہ تمہارا ٹھکانا ہمیشہ کے لئے جہنم ہے''۔

مشرکین کو ہدایت

[2] اس کا مطلب یہ ہے کہ بہکانے والے شیاطین اور بہکنے والے بنی آدم کا جس طرح عام گروہ اوپر کی آیت کے موافق جہنمی قرار پاوے گا، اسی طرح اس عام گروہ میں سے خاص خاص ٹکڑیاں اس آیت کے موافق چھانٹ کر جہنم میں ڈالی جائیں گی مثلاً بت پرستوں کی ایک ٹکڑی، تو سورج پرستوں کی دوسری ٹکڑی (جماعت)۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

اے ۱ جنوں اور انسانوں کے گروہ! کیا نہیں آئے تھے تمہارے پاس تم میں سے رسول جو تم پر میری آیتیں پڑھتے اور اس دن سے جو تمہیں پیش آیا ہے ڈراتے وہ عرض کریں گے: ''ہم نے اپنے اوپر اقرار کرلیا'' اور انہیں دنیا کی (چندروزہ) زندگی نے فریب دیا اور خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے۔ یہ ۲ پیغمبروں کا بھیجنا تو اس لئے ہے کہ تمہارا پروردگار بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا ایسی حالت میں کہ وہاں کے رہنے والے (احکام الٰہی سے) بے خبر ہوں اور ہر ایک کیلئے ان کے اعمال کے (لحاظ سے) مرتبے ہیں اور تمہارا پروردگار بے خبر نہیں ہے۔

۱ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ بت پرست، سورج پرست، جن و انس کے قائل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ کیا اللہ کے رسولوں کی معرفت تمہیں اللہ کا وہ کلام نہیں پہنچا جس میں قیامت اور نافرمان لوگوں کے عذاب میں پکڑے جانے کا ذکر تھا۔ اس پر یہ اقرار کریں گے کہ اللہ کے رسولوں کی معرفت بلاشک کلام پہنچا لیکن دنیا کے مال و متاع نے ہم کو ایسا مغرور کردیا کہ ہم نے رسولوں کی نصیحت کو نہیں مانا بلکہ ہم ان کی نصیحت کو جھٹلاتے رہے۔

۲ مطلب یہ ہے کہ اے رسول اللہ کے! ﷺ یہ آسمانی کتابیں اور رسول اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ سے اس لئے بھیجے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو ناانصافی کے طور پر کسی بستی کے لوگوں کو غفلت اور بے خبری کی حالت میں غارت کرنا منظور نہیں۔ سب کو اللہ کے رسولوں کی معرفت اللہ کا کلام پہنچایا گیا اور پوری نصیحت کی اور پوری مہلت دی مگر وہ باز نہیں آئے۔ جس سے دنیا میں طرح طرح کے عذاب سے ہلاک ہوگئے۔ عقبیٰ میں جدا سزا پائیں گے۔ کیونکہ ہر ایک کے عملوں کے موافق جزا و سزا کے درجے ٹھہرا رکھے ہیں۔ اگر اللہ چاہتا تو اب تک پچھلی قوموں کی طرح ان کو ہلاک کرکے دوسری کسی فرمانبردار قوم کو ان کی جگہ پیدا کردیتا۔ جس طرح پچھلی قوموں کو ہلاک کرنے کے بعد ان کو پیدا کیا تھا۔ یہ خوب سمجھ لیں کہ مہلت قیامت کو ٹال نہیں سکتی، اس سے بچنے کے لئے کچھ سامان نہ کریں گے تو اس عذاب سے بھاگنے کے لئے جگہ بھی ان کو کہیں نہ ملے گی۔

وَرَبُّكَ الْغَنِیُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْهِبْكُمْ وَیَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا یَشَآءُ كَمَاۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّیَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِیْنَ ﴿۱۳۳﴾ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّ مَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآىِٕنَا ۚ

اس چیز سے کہ جو وہ عمل میں لاتے ہیں اور تمہارا پروردگار غنی ہے رحمت والا (اے لوگو) اگر وہ چاہے تم کو دور کرے اور جانشین کرے تمہارے بعد جسکو چاہے، جیسا کہ تم کو اور (لوگوں) کی اولاد سے پیدا کیا ﴿۱۳۳﴾ البتہ جس بات کا تم کو وعدہ دیا جاتا ہے بیشک وہ آنیوالا ہے اور تم ہرگز عاجز کرنیوالے نہیں ﴿۱۳۴﴾ (اے محبوب!) تم فرماؤ[1]: "اے میری قوم! تم اپنی جگہ پر کام کئے جاؤ میں بھی اپنا کام کرتا ہوں پھر عنقریب تم کو معلوم ہو جائے گا کہ کس کیلئے آخرت کا گھر اچھا ہے، بیشک ظالم کامیاب نہیں ہوتے" ﴿۱۳۵﴾ [2] اور اللہ نے جو کھیتی اور مویشی پیدا کئے انہوں نے اس میں ایک حصہ خدا کیلئے ٹھہرایا اور اپنے خیال کے موافق (کچھ حصہ کو) کہتے ہیں کہ یہ حصہ خدا کا ہے اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے۔

[1] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے رسول اللہ کے! تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ ان سب باتوں کا حال سننے کے بعد بھی تم لوگ اگر اپنی سرکشی سے باز نہیں آتے تو اچھا تم اپنی حالت پر رہو میں اپنی حالت میں رہتا ہوں۔ چند دنوں میں انجام ہر ایک کا تم کو معلوم ہو جاوے گا مگر اتنی بات یاد رکھو کہ تم جو دوسروں کو اللہ کا شریک کرتے ہو یہ بڑے ظلم اور ناانصافی کی بات ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی بردباری سے چھوڑ رکھا ہے۔ اس کو غنیمت جانو ورنہ آخر ایسے ناانصافوں کا کبھی کچھ بھلا نہ ہوگا اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے۔ جس کا بدر کی لڑائی میں نتیجہ نکل آیا کہ مارے گئے۔

[2] زمانہ جاہلیت میں مشرکین کا طریقہ تھا کہ وہ اپنے کھیتوں اور درختوں کے پھلوں اور چوپایوں اور تمام مالوں میں سے ایک حصہ اللہ کا، ایک بتوں کا مقرر کرتے تھے۔ اللہ کا حصہ تو مہمانوں اور مسکینوں پر صرف کرتے تھے اور بتوں والا حصہ خاص ان پر اور ان کے خادموں پر صرف کرتے اور جو حصہ اللہ کے لئے مقرر کرتے اگر اس میں سے کچھ بتوں والے حصہ میں مل جاتا تو

فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ يَصِلُ اِلٰى شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

پس جو ان کے شریکوں کا ہے وہ تو خدا کو نہیں پہنچتا اور جو اللہ کا ہے وہ ان کے شریکوں کو پہنچ جاتا ہے کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں [۱] ﴿۱۳۶﴾ اور اسی طرح بہت سے مشرکین کی نظر میں بھلا کر دکھایا ہے ان کے شریکوں نے ان کی اولاد کا قتل کرنا تاکہ انہیں ہلاک کر دیں اور ان کا دین ان پر مشتبہ کر دیں اور اللہ چاہتا تو ایسا نہ کرتے تو تم ان کو اور ان کے ڈھکوسلوں کو (انہی کے حال پر) چھوڑ دو ﴿۱۳۷﴾

اسے چھوڑ دیتے اور اگر بتوں والے حصہ میں سے کچھ ملتا تو اس کو نکال کر پھر بتوں ہی کے حصہ میں شامل کر دیتے۔ اس آیت میں ان کی جہالت اور بدعقلی کا ذکر فرما کر ان پر تنبیہ فرمائی گئی کہ یہ لوگ انتہا درجے کے جہل میں گرفتار ہیں۔

زندہ لڑکیوں کے گاڑنے کا ذکر

[۱] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ قیس بن عاصم تمیمی صحابی رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے پہلے ان کے دشمن نے ان پر حملہ کیا اور ان کی بیٹی کو چھین کر لے گیا۔ اس دن سے انہوں نے قسم کھائی کہ آئندہ جو لڑکی ان کے گھر میں پیدا ہو گی وہ اس کو زندہ گاڑ دیا کریں گے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے رسم عرب میں نکالی، پھر رفتہ رفتہ اکثر عرب میں پھیل گئی۔ یہ رسم ایک نادانی کی بات تھی اس لئے مذمت کے طور پر اس کا ذکر اس آیت میں فرمایا: اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ﴿۱﴾ میں آوے گا کہ قیامت کے دن اس جرم کی سزا دی جاوے گی۔ جس طرح شیاطین نے ان لوگوں کے دلوں میں یہ وسوسہ ڈال دیا ہے کہ اگر یہ لوگ اپنے مال میں بتوں کا حصہ ٹھہرا دیں گے تو بت اللہ سے سفارش کریں گے۔ اسی طرح یہ بھی وسوسہ ڈال دیا ہے کہ لڑکیوں کے زندہ چھوڑ دینے میں طرح طرح کی ذلت کا اندیشہ ہے۔ یہ کام شیاطین نے اس واسطے کیا ہے کہ لوگ ملت ابراہیمی سے بہک کر اس گناہ کی سزا دوزخ میں بھگتیں جس سے شیطانی جماعت بڑھ جاوے۔ پھر فرمایا اگر اللہ چاہے تو یہ لوگ ایسے کام چھوڑ دیں۔ لیکن دنیا کو اللہ تعالیٰ نے نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کیا ہے، اس لئے کسی برے کام سے مجبور کر کے کسی کو باز رکھنا انتظام الٰہی کے خلاف ہے۔ اس لئے اے رسول اللہ کے! صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاوے۔ آگے مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ ان نافرمانی کی باتوں کو ملت ابراہیمی کے مسئلے اور اللہ تعالیٰ کا حکم بتاتے تھے۔ حضور نے فرمایا کہ تم پر جیتی لڑکیوں کے گاڑ دینے کا جرم ہے۔

وَ قَالُوْا هٰذِهٖۤ اَنْعَامٌ وَّ حَرْثٌ حِجْرٌ ۖ لَّا يَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَ اَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا وَ اَنْعَامٌ لَّا يَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا افْتِرَآءً عَلَيْهِ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ بِمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ وَ قَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَ مُحَرَّمٌ عَلٰۤى اَزْوَاجِنَا ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ؕ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾

اور[۱] (یہ کافر) اپنے خیال کے موافق (یہ بھی) کہتے ہیں کہ یہ مویشی اور کھیتی منع ہے اسے وہی کھائے جس کو ہم چاہیں اور کچھ مویشی ایسے ہیں کہ جن پر چڑھنا لادنا حرام کر رکھا ہے اور ایسے بھی کچھ مویشی ہیں کہ (ذبح کرتے ہوئے) ان پر خدا کا نام نہیں لیتے یہ سب انہوں نے اللہ پر جھوٹ باندھا ہے البتہ وہ ان کو عنقریب ان کے جھوٹ کی سزا دے گا۔[۲] ﴿۱۳۸﴾ اور کافر بولے: "جو (بچہ) ان مویشیوں کے پیٹ میں ہے وہ مخصوص ہے ہمارے مردوں کے لئے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے" اور اگر مرا ہوا نکلے تو پھر وہ اس میں سب شریک ہیں، البتہ اللہ ان کو سزا دے گا ان کی باتوں کی، بیشک وہ مضبوط تدبیر والا جاننے والا ہے ﴿۱۳۹﴾

[۱] مشرکین کچھ جانوروں کو اور کچھ کھیتی کے حصہ کو بتوں کے نام کا ٹھہرا کر عورتوں پر اس کو حرام کر دیتے تھے کہ فقط بتوں کے پجاری اور مرد کام میں لاویں۔ اسی طرح بتوں کے نام کے جانور آزاد کر دیتے تھے اور سواری تک نہیں لیتے تھے، کہ حرام ہے۔ ان سب باتوں کو دین ابراہیمی مشہور کرتے تھے۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ ان لوگوں کا یہ جھوٹ ہے کہ یہ باتیں دین ابراہیمی کے موافق ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ان کے اس جھوٹ کی سزا دیوے گا۔

[۲] **بحیرہ** اور **سائبہ** وہ جانور جو کان چیر کر بتوں کے نام پر آزاد کر دیئے جاتے ہیں۔ ان میں سے اگر کسی کے جیتا بچہ پیدا ہوتو وہ عورتوں پر حرام ٹھہرا رکھا تھا اور مردہ بچہ ان جانوروں کے ہوتو اس کو عورت مرد دونوں کھاتے تھے، اور کہتے تھے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اس لئے اس نادانی کے ذکر کے بعد فرمایا کہ یہ بات ان کی جھوٹ ہے، اس جھوٹ کی سزا ان کو قیامت کے دن دی جاوے گی۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور اپنے علم کے موافق بعضے چیزوں کے حلال اور بعضے کے حرام ہونے کا حکم دیا ہے جس کا ذکر اوپر گزرا ہے۔ ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم میں دخل دیا ہے جس کی سزا آخرت کو یہ بھگت لیویں گے۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ؕ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ ع وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۖ وَلَا تُسْرِفُوْا ؕ

بیشک ۱؎ تباہ ہوئے وہ لوگ کہ جنہوں نے اپنی اولاد کو بیوقوفی میں آکر جہالت سے قتل کر ڈالا اور اللہ کی دی ہوئی روزی کو حرام ٹھہرایا اللہ پر جھوٹ باندھنے کو، بیشک وہ لوگ گمراہ ہوئے اور ہدایت پانے والے نہ ہوئے ﴿۱۴۰﴾ اور وہی خدا ہے جس ۲؎ نے پیدا کئے کچھ باغ چھتری دار (جیسے انگور کی بیلیں) اور کچھ بغیر چھتری کے (جیسے عام درخت) اور کھجور کے درخت اور کھیتیاں جس میں مختلف کھانے کی چیزیں ہیں، اور زیتون اور انار بھی کسی بات میں ملتے ہیں اور کسی میں الگ کھاؤ، اس کے پھل جب اس میں پھل لگ جائیں ۳؎ اور چاہیئے کہ جس دن کاٹو اس کا حق بھی دے دیا کرو (یعنی زکوٰۃ) اور بیجا نہ خرچ کرو۔

۱؎ اس آیت میں مشرکوں کی اوپر کی آیتوں کا نتیجہ بیان فرمایا ہے جنہوں نے اپنی لڑکیوں کو مارا اور اپنے مال کو بتوں کے نام کا ٹھہرا کر اس مال کو حرام قرار دیا تھا، وہ دین و دنیا کے ٹوٹے (نقصان) میں پڑ گئے۔ کیونکہ لڑکیوں کے مار ڈالنے میں دنیا کا یہ ٹوٹا ہوا کہ ان کی اولاد میں کمی ہوگئی اور دین کا ٹوٹا یہ ہے کہ آخرت میں عذاب ہوگا۔ اسی طرح بتوں کے نام جو مال ٹھہرا کر حرام کیا اس میں دنیا کا ٹوٹا تو یہ ہے کہ اپنی گرہ کا مال کھویا اور دین کا ٹوٹا یہ ہے کہ اس کا وبال قیامت کے دن ان کو بھگتنا پڑے گا۔ جو شخص قرآن شریف کی نصیحت کا پابند ہوگا وہ کبھی خراب نہ ہوگا۔

کھیتی اور پھلوں پر زکوٰۃ اور حرام وحلال کا ذکر

۲؎ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ جتلایا ہے کہ کھیتی کی پیداوار، پھل دار اور درختوں کے پھل اور انگور کی بیلیں جو چھتریوں پر چڑھائی جاتی ہیں اور آم، انگور، انار یہ صورت اور مزہ دونوں میں ملتے جلتے ہیں اور بعضوں کی صورت ملتی جلتی ہوتی ہے لیکن مزہ الگ ہوتا ہے اور بعضوں کی صورت اور مزہ دونوں الگ الگ ہوتے ہیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہیں۔ پھر یہ لوگ شیطان کا حصہ ٹھہراتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنی بردباری سے ان چیزوں کے پیدا کرنے کو بدستور جاری رکھتا ہے۔

۳؎ جب کھیتی کاٹی جاوے یا پھل توڑے جاویں تو اس کی زکوٰۃ یعنی عشر اس وقت واجب ہوتی ہے۔ لکڑی، بانس، گھاس کے سوا

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿١٤١﴾ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ؕ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿١٤٢﴾ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ نَبِّـُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٤٣﴾

بیشک خدا نہیں پسند کرتا بیجا خرچ کرنے والوں کو ﴿۱۴۱﴾ اور ۱؎ پیدا کئے کچھ چار پایوں میں سے بوجھ اٹھانے والے اور کچھ زمین پر لٹائے جاتے ہیں واسطے ذبح کے، سو اس میں سے کھاؤ کہ خدا نے تم کو روزی دی ہے اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو، وہ بیشک تمہارا ظاہر دشمن ہے ﴿۱۴۲﴾ چار پایوں ۲؎ میں (جن کا گوشت کھایا جاتا ہے) آٹھ قسمیں پیدا کیں ایک جوڑ بھیڑ کا اور ایک جوڑ بکری کا (یعنی نر و مادہ)، (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ان لوگوں سے پوچھو کیا ان دونوں نروں کو حرام کیا ہے خدا نے یا (ان) دونوں مادہ کو یا ان دونوں ماداؤں کے پیٹ کے بچہ کو بتاؤ، تو مجھے کسی علم سے اگر تم سچے ہو ﴿۱۴۳﴾

زمین کی پیداوار میں اگر یہ پیداوار بارش سے ہو تو اس میں عشر یعنی دسواں حصہ واجب ہوتا ہے اور اگر رہٹ وغیرہ سے ہو تو نصف عشر۔ اگر کل مال خرچ کر ڈالا اور اپنے عیال کو کچھ نہ دیا اور خود فقیر بن بیٹھا تو یہ خرچ بے جا ہے، اور اگر صدقہ دینے ہی سے ہاتھ روک لیا تو یہ بھی بے جا اور داخل اسراف ہے۔

۱؎ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن فائدوں کے لئے جانوروں کو پیدا کیا ہے ان مشرکوں نے ان فائدوں کو چھوڑ کر بعضے جانوروں کی سواری کو اور بعضوں کے گوشت کو اپنی طرف سے جو حرام ٹھہرایا ہے یہ شیطانی بہکاوا ہے جس سے ہر ایک کو بچنا چاہیے۔ کیونکہ شیطان ہر آدمی کا کھلا کھلا اور بڑا دشمن ہے اور دشمن کے فریب سے بچنا ہر عقلمند کا کام ہے۔

۲؎ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ بھیڑ بکری کے نر حرام کئے اور نہ ان کی مادائیں حرام کیں، نہ ان کی اولاد ان میں سے۔ تمہارا یہ فعل کہ کبھی نر حرام ٹھہراؤ کبھی مادہ کبھی ان کے بچے یہ سب تمہارا بنایا ہوا ہے جو کسی کے حرام کرنے سے حرام نہیں ہوتے۔ اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں ایسے ظالم اور جھوٹے لوگوں کو مجبور کر کے اللہ تعالیٰ راہ راست پر لانا نہیں چاہتا۔ اس لئے یہ لوگ جس حالت پر ہیں اسی حالت پر مریں گے اور عقبیٰ میں اپنے ان اعمال کی سخت سزا پاویں گے۔

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَیْنِ ؕ قُلْ ءٰٓالذَّكَرَیْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَیَیْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَیْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَیَیْنِ ؕ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا لِّیُضِلَّ النَّاسَ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۴﴾ قُلْ لَّاۤ اَجِدُ فِیْ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ یَّطْعَمُهٗۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّكُوْنَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِیْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَیْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ

ع

اور (اسی طرح) اونٹ میں سے دو قسمیں ہیں اور گائے میں سے دو قسمیں (یعنی نر و مادہ)، تم ان سے پوچھو کیا خدا نے ان دونوں نروں کو حرام کیا ہے یا (ان) دونوں مادہ کو یا اس کو جسے لئے ہوئے ہیں پیٹ میں دونوں مادہ، کیا تم اس وقت موجود تھے جب خدا نے تمہیں اس بارہ میں حکم دیا تھا پس اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے جہالت سے اللہ پر جھوٹ باندھے، بیشک اللہ ان لوگوں کو (سعادت و فلاح کی) راہ نہیں دکھاتا جو ظلم کرنے والے ہیں ﴿۱۴۴﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لـ) تم فرماؤ: "جو وحی میری طرف بھیجی گئی ہے میں اس میں حرام نہیں پاتا کہ کسی کھانے والے پر اس کا کھانا حرام ہو مگر یہ کہ مردار ہو یا رگوں کا بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت پس یہ چیزیں بلاشبہ نجاست سے ہیں یا (وہ) جانور جس کے ذبح کرتے ہوئے غیر خدا کا نام پکارا گیا۔

لـ اس آیت میں مشرکین کو تنبیہ فرمائی کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تم ان سے کہہ دو کہ جن جانوروں کو تم نے اپنی طرف سے حلال یا حرام ٹھہرا رکھا ہے ان کا ذکر اللہ کا حکم قرآن کے ذریعہ سے جو آیا ہے وہ خلاف حکم ہے۔ مثلاً مردہ جانور جو بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہو اور جو ذبح کرتے وقت خون بہتا ہے یہ سب حرام ہیں۔ اسی طرح وہ سانڈ جو بتوں کے نام پر چھوڑ دیا کرتے ہو، وہ اونٹ جس کے دل جھول بچوں کے پیدا ہوئے ہوں اور حرام نہیں۔ سور حرام ہے اور سور کا جسم ناپاک ہے۔ مردار میں سے دو مردار مچھلی اور ٹڈی اور خون میں سے دو خون کلیجی اور تلی حلال ہیں۔ **مسئلہ:** ہے کہ جو شخص بھوک کے سبب سے ایسا عاجز اور

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ؕ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾

لیکن جو کوئی کہ ناچار ہی ہو جائے اور بشرطیکہ نہ طالب لذت ہو اور نہ حد سے گزرنے والا ہو (تو جان بچانے کے لئے ان حرام چیزوں میں سے قدرے کھالے) تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۴۵﴾ اور ۱؎ یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن والا جانور حرام کر دیا اور گائے اور بکری کی چربی بھی اُن پر حرام کر دی مگر وہ چربی جو ان کی پیٹھ میں لگی ہو یا انتڑیوں میں یا جو ہڈی سے ملی ہو ہم نے یہ ان کی سرکشی کی سزا دی اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں ﴿۱۴۶﴾ پھر ۲؎ اگر وہ تمہیں جھٹلائیں تو تم فرماؤ کہ تمہارا پروردگار وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرموں سے نہیں ٹالا جاتا ﴿۱۴۷﴾

بے بس ہو جائے کہ اس کو اپنی جان کے تلف ہو جانے کا خوف ہو تو وہ بقدر اپنی جان بچانے کے ان حرام چیزوں کو کھا سکتا ہے اللہ معاف کرنے والا ہے اور مہربان وہ ایسا ہے کہ اس نے ضرورت کے وقت حرام چیز کو جائز فرمایا۔

کافروں کے عذر کا جواب

۱؎ مطلب یہ ہے کہ یہود نے جب کوئی گناہ کیا تو وقتاً فوقتاً اس گناہ کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے اس وقت کے نبی کی معرفت یہ چیزیں یہود پر حرام کی ہیں۔ چرندوں میں اونٹ اور پرندوں میں بطخ اور اسی طرح کے سب چرند و پرند یہود پر حرام تھے، اور گائے بکری کی انتڑیوں اور گردوں پر کی چربی بھی حرام تھی اور ہماری شریعت میں حلال ہیں۔ پھر فرمایا اللہ سچا ہے اور اللہ کا کلام سچا ہے۔

۲؎ مطلب یہ ہے کہ اے رسول اللہ کے! ان لوگوں کے دل جانتے ہیں کہ جو بات اللہ تعالیٰ نے فرمائی وہی سچی ہے۔ اس پر ضد سے یہ لوگ تم کو جھٹلاویں تو ان سے کہہ دیا جاوے کہ یہ اللہ کی مہربانی کی سمائی کا سبب ہے جو تم لوگ باوجود سرکشی اور طرح طرح کے گناہوں کے اب تک عذاب الٰہی سے بچے ہوئے ہو۔ لیکن یہ عادت الٰہی ہے کہ کثرت گناہوں کی سبب سے جب کسی گنہگار قوم پر عذاب آجاتا ہے تو پھر وہ نہیں ٹلتا۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِن شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا ۗ قُلْ هَلْ عِندَكُم مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا ۖ إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۖ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَاءَكُمُ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَٰذَا ۖ فَإِن شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ

اب[۱] کہیں گے مشرک لوگ: ''اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے نہ ہمارے باپ دادا نہ ہم کچھ حرام ٹھہراتے کسی چیز کو'' اسی طرح جھٹلایا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے یہاں تک کہ ہمارا عذاب چکھا (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم فرماؤ: ''کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے تو اسے ہمارے روبرو لاؤ، اصل یہ ہے کہ تم تو محض خیال کی پیروی کرتے ہو اور تم یونہی اٹکلیں لگاتے ہو'' ﴿۱۴۸﴾ (اے محبوب) تم فرماؤ: ''اللہ ہی کی مضبوط دلیل ہے پس اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت فرماتا'' ﴿۱۴۹﴾ تم فرماؤ: ''اپنے عالموں کو لے آؤ وہ جو اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ نے ان چیزوں کو حرام کر دیا ہے پھر اگر بالفرض وہ جھوٹی گواہی بھی دے دیں تو (اے سننے والے!) ان کے ساتھ گواہی نہ دینا''۔

[۱] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ مشرکوں کو اس میں تنبیہ ہے کہ وہ کہتے تھے: ''ہم بڑے بوڑھوں کے ڈھنگ پر چلتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہوتا تو ان کو اس ڈھنگ پر قائم نہ رکھتا''۔ پھر مشرکین کی اس بات کا یہ جواب فرمایا کہ ان لوگوں کی یہ حجت کچھ نئی نہیں ہے ان کے بڑے بھی اسی طرح حجتیں کرتے تھے۔ آخر کو طرح طرح کے عذابوں میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو گئے۔ پھر فرمایا: ''اے رسول اللہ کے! اب تم ان لوگوں سے کہو کہ ان کے ڈھنگوں کے اچھے اور اللہ کی مرضی کے موافق ہونے کی کوئی سند ان کے پاس ہو تو ان کو نکال کر پیش کریں لیکن اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ کوئی سند پیش نہیں کر سکیں گے کیونکہ یہ لوگ اٹکل سے چلتے ہیں۔ ان پر آسمانی کتاب اور رسول بھیج کر اللہ تعالیٰ نے جو ان کی اٹکل کے غلط ہونے کا الزام قائم کیا ہے، اس الزام سے یہ لوگ بچ نہیں سکتے۔ پھر فرمایا کہ ان لوگوں کو مر کر پھر جینے اور اللہ کے روبرو کھڑے ہونے اور شرک کی جوابدہی کرنے کا پورا یقین نہیں ہے اس واسطے یہ اپنے شرک پر اڑے ہوئے ہیں۔ اور بتوں کو اللہ کے برابر گنتے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا پورا یقین ہے وہ ایسی شرک کی باتوں سے گھبراتے ہیں۔

وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ هُمْ بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَیْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ۚ وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِیَّاهُمْ ۚ وَ لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ ۚ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۵۱﴾

اور ان لوگوں کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور جو آخرت پر اعتقاد نہیں رکھتے ہیں اور وہ اپنے پروردگار کے برابر والا ٹھہراتے ہیں (معبود باطل کو) ۱۵۰ تم فرماؤ: ''آؤ میں تمہیں (کلام الٰہی میں) پڑھ کر سناؤں جو کچھ تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کر دیا ہے کہ خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو مفلسی کے ڈر سے، ہم تمہیں اور انہیں سب کو رزق دیتے ہیں، اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور کسی جان کو قتل نہ کرو کہ خدا نے اس کا قتل کرنا حرام کر دیا ہے مگر حق پر (جیسے قصاص میں ہے)، یہ ہے جس کا تم کو حکم فرمایا ہے تاکہ تم سمجھو'' ۱۵۱

ماں باپ پر احسان کرنے کا ذکر

لہ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں پر شرک حرام کیا، اس لئے تم لوگوں کو چاہیے کہ شرک سے باز آؤ۔ اگرچہ ماں باپ کے ساتھ برائی سے پیش آنا حرام ہے لیکن ماں باپ کے ساتھ احسان کرنے کا ذکر فرمایا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ ماں باپ کے ساتھ فقط برائی سے پیش نہ آنا کافی نہیں ہے بلکہ برائی سے بچ کر ان کے ساتھ ہر ایک طرح کا احسان بھی ضرور ہے۔ آگے فرمایا کہ بتوں کو شریک ٹھہرانا، تنگی معاش سے لڑکیوں کو مار ڈالنا، ظاہر کے زنا کو عیب نہ شمار کرنا۔ مخفی طور پر کوئی زنا کرے تو اس کو عیب نہ لگانا۔ آپس میں خوں ریزی اور خانہ جنگی کرنا، یتیموں کا مال کھانا، جھوٹ بولنا، کم تولنا، وعدہ خلافی کرنا یہ سب چھوڑنے کے لائق باتیں ہیں، جو نہ چھوڑے گا وہ دوزخی ہے۔ ان گناہوں میں شرک تو ایسا بڑا گناہ ہے کہ بغیر توبہ کے مر جائے گا تو اس کی بخشش نہ ہوگی۔ اور سوا شرک کے اور گناہوں کا گنہگار شخص اگر بغیر توبہ کے مر جائے گا تو ایسے کی مغفرت اللہ تعالیٰ کی مرضی پر منحصر ہے کہ وہ بغیر عذاب دیئے جنت میں داخل کرے یا عذاب دیئے جنت میں داخل کرے۔

وَ لَا تَقۡرَبُوۡا مَالَ الۡیَتِیۡمِ اِلَّا بِالَّتِیۡ ہِیَ اَحۡسَنُ حَتّٰی یَبۡلُغَ اَشُدَّہٗ ۚ وَ اَوۡفُوا الۡکَیۡلَ وَ الۡمِیۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ ۚ لَا نُکَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَہَا ۚ وَ اِذَا قُلۡتُمۡ فَاعۡدِلُوۡا وَ لَوۡ کَانَ ذَا قُرۡبٰی ۚ وَ بِعَہۡدِ اللّٰہِ اَوۡفُوۡا ؕ ذٰلِکُمۡ وَصّٰکُمۡ بِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ ﴿۱۵۲﴾ۙ وَ اَنَّ ہٰذَا صِرَاطِیۡ مُسۡتَقِیۡمًا فَاتَّبِعُوۡہُ ۚ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمۡ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ ؕ ذٰلِکُمۡ وَصّٰکُمۡ بِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۵۳﴾ ثُمَّ اٰتَیۡنَا مُوۡسَی الۡکِتٰبَ تَمَامًا عَلَی الَّذِیۡۤ اَحۡسَنَ وَ تَفۡصِیۡلًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ

اور تم یتیموں کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اس طریقے سے کہ وہ بہت بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جاویں اور انصاف کے ساتھ ناپ اور تول پورا کیا کرو، ہم کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اس کے مقدور بھر اور جب کوئی بات کہو تو انصاف کی کہو اگرچہ معاملہ تمہارے قرابت دار ہی کا ہو، اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو، یہ تاکید تم کو فرمائی تاکہ نصیحت کے قبول کرنے والے ہو جاؤ ﴿۱۵۲﴾ اور [۱] یہ کہ یہی راہ میری (ٹھہرائی ہوئی) سیدھی راہ ہے پس اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ خدا کی راہ سے بھٹکا کر تمہیں جدا جدا کر دیں گے، یہ تم کو حکم فرمایا ہے تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ ﴿۱۵۳﴾ پھر [۲] ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی توریت) عطا فرمائی پورا احسان کرنے کو اس پر جو نیکوکار ہے اور ہر چیز کی تفصیل۔

[۱] مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ نجات کا راستہ فقط ایک ہی ہے۔ جس راستہ پر خود آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام بھی نجات کے خواستگار۔ ہر مسلمان کو لازم ہے کہ وہ ادھر ادھر نہ بھٹکے اور نجات کے راستہ کو مضبوط پکڑے، اور خوب یقین کر لے کہ مخبر صادق صاحب وحی ﷺ نے جس نجات کے راستہ کا پتہ بتلایا ہے وہ یہی ہے کہ ہر عقیدے اور ہر عمل میں آدمی آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام کے قدم بقدم جاوے اور خدائے تعالیٰ ہر مسلمان کے دل میں اس نصیحت الٰہیہ کا اثر پیدا کرے۔

[۲] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تفصیلی احکام شرعی اور پورے پچھلے لوگوں کی ہلاکت کے قصے ملا کر توریت ایسی حسن ترتیب سے نازل کیا گیا ہے جس کی ہدایت کا اثر بنی اسرائیل کے دلوں پر پورا پڑے گا اور توریت کے نازل ہونے پر عام عذاب کی نوبت

وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۵۵﴾ اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ

اور ہدایت اور رحمت تاکہ وہ اپنے پروردگار کے ملنے پر ایمان لاویں ﴿۱۵۴﴾ اور (اب) ہم نے یہ مبارک کتاب (یعنی قرآن مجید) نازل فرمائی ہے پس تم اس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری کرو تاکہ تم پر مہربانی کی جاوے ﴿۱۵۵﴾ (یہ کتاب ہم نے اس لئے نازل فرمائی کہ تم) کبھی [۱] یہ کہو کہ کتاب (الٰہی) تو صرف ہم سے پہلے دو گروہ (یعنی یہود و نصاریٰ) پر اتری تھی اور ہمیں ان کے پڑھنے پڑھانے کی کچھ خبر نہ تھی ﴿۱۵۶﴾ یا تو یوں کہو: ”اگر ہم پر کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت پانے والے ہوتے“ پس تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آچکی،

نہ آئے گی۔ اسی واسطے فرمایا کہ تورات کا نازل ہونا بنی اسرائیل کے حق میں ایک رحمت الٰہی ہے۔ آخر کو یہ جو فرمایا کہ شاید اس قدر رحمت کے بعد یہود کے دلوں میں ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے کا یقین پیدا ہو، جس کے سبب سے وہ اصلی توراۃ کے احکام کی پوری پابندی کر کے اللہ کے سامنے کھڑے ہونے کے وقت پوری سرخروئی حاصل کریں۔ اب آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی، اسی طرح نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ پر یہ بابرکت کتاب نازل فرمائی جس کا نام قرآن شریف ہے۔ اہل مکہ اس کی مخالفت کو چھوڑ کر اس کے احکام کی پوری پابندی کریں گے تو شاید ان کو اللہ تعالیٰ کے رحم کی امید کا موقع ملے گا۔

گنہگاروں کی توبہ کا وقت اور توحید کا ذکر

[۱] ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو صاحب عذر کے عذر کا سننا بہت پسند ہے۔ اس لئے اس نے عربی میں قرآن شریف نازل فرما کر اہل عرب کی انجانیت کا عذر رفع کر دیا۔ اب جو کوئی قرآن کی نصیحت خود نہ مانے گا اور لوگوں کو بھی نیک راہ سے روکے گا تو اس پر قیامت کے دن دوہرا عذاب ہوگا۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّآ أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ۗ يَوْمَ يَأْتِيْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ إِيْمَانِهَا خَيْرًا ۗ قُلِ انْتَظِرُوْٓا إِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ۗ إِنَّمَآ أَمْرُهُمْ إِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾

یہ ۱؎ لوگ کس بات کے انتظار میں ہیں مگر یہ کہ (آسمان سے) فرشتے ان کے پاس آئیں (ان کی قبض روح کیلئے) یا تمہارے پروردگار کا عذاب یا تمہارے پروردگار کی ایک نشانی آوے (یعنی قیامت کے آثار) جس دن تمہارے پروردگار کی وہ ایک نشانی آئے گی تو کسی شخص کو جو اس سے پہلے ایمان نہ لایا تھا یا اس نے اپنے ایمان (کی حالت) میں کوئی نیک کام نہ کیا تھا اس کا ایمان کچھ بھی نفع نہ دے گا ﴿۱۵۸﴾ (اے محبوب!) تم فرماؤ: ''اچھا انتظار کرو ہم بھی انتظار میں ہیں'' البتہ جن لوگوں نے اپنے دین میں جدا جدا راہیں نکالیں اور الگ الگ گروہ بن گئے (اے محبوب!) تمہیں ۲؎ ان سے کچھ علاقہ نہیں، ان کا معاملہ اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہی انہیں بتا دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے ﴿۱۵۹﴾

۱؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین کے ایمان لانے اور گنہگاروں کے توبہ کرنے کا انتظار اس وقت تک ہے جب تک آفتاب مغرب سے نہیں نکلا، اور جب مغرب سے نکل آوے گا تو پھر کوئی عمل قبول نہ ہوگا۔ اور یہی حالت اس وقت کی ہے جب موت کے فرشتے نظر آجائیں گے اور اپنی زندگی کی امید نہ ہوگی، اس وقت کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ حشر کے میدان میں ہر شخص کو چار باتوں کی جوابدہی کے لیے اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا۔ ❶ ایک تو یہ کہ تمام عمر کس کام میں صرف کی۔ ❷ دوسرے یہ کہ جوانی میں کیا کیا۔ ❸ دوسرے یہ کہ دنیا میں روپیہ پیسہ کیونکر کمایا اور کہاں کہاں خرچ کیا۔ ❹ چوتھے یہ کہ دین کا کچھ علم سیکھا تو اس کے موافق کیا عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ کے میدان محشر میں نزول فرمانے اور ہر شخص سے بلا واسطہ نیکی و بدی کا حال دریافت کرنے کی یہ تفسیر ہے۔

۲؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان مختلف فرقوں میں جن کا ذکر آیت میں ہے جو ایسے لوگ ہیں کہ عبادت الٰہی میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں، بغیر توبہ اور شرک سے باز آنے کے ان کی مغفرت کی کوئی صورت نہیں۔ ہاں جو لوگ شرک سے کم درجہ کے گناہ کر کے بغیر توبہ کے مر جائیں گے ان کی مغفرت کی امید ہے۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّیِّئَةِ فَلَا یُجْزٰۤی اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنَّنِیْ هَدٰىنِیْ رَبِّیْۤ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ۬ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُكِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۶۲﴾ۙ

جو ۱؎ کوئی ایک نیکی بجالاوے اس کے لئے اس جیسی دس (نیکیاں) ہیں، اور جو کوئی برائی بجالائے تو صرف اس کو اسی کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا ۱؎ ﴿۱۶۰﴾ تم فرماؤ: "بیشک مجھے میرے پروردگار نے سیدھی راہ دکھائی (یعنی) صحیح دین ابراہیم کا مذہب جو ہر باطل سے جدا تھا اور مشرک نہ تھا" ﴿۱۶۱﴾ تم فرماؤ: "بیشک میری نماز اور میرا حج اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہے، جو تمام جہان کا پروردگار ہے" ﴿۱۶۲﴾

۱؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان نیک عمل کرتا ہے تو دس گنے سے سات سو تک اس کا اجر لکھا جاتا ہے اور بدی ایک کرے تو ایک ہی لکھی جاتی ہے۔ اور نیکی کا کوئی شخص ارادہ کرے اور ارادہ کے موافق عمل نہ کرے تو بھی ایک نیکی محض ارادہ پر لکھی جاتی ہے اور بدی بغیر عمل کے نہیں لکھی جاتی۔ اور بدی کا کوئی شخص ارادہ کرے تو بھی ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو انصاف بہت پسند ہے اس لئے نیک عمل کی جزا کے کم کرنے میں یا بدعمل کی سزا کے بڑھا دینے میں کسی ظلم وزیادتی کا دخل نہیں ہوگا۔ قیامت کے دن نہایت انصاف سے ہر ایک کو قائل معقول کیا جاوے گا اور قائل معقول کے بعد سزا کا حکم دیا جاوے گا۔ اسی طرح جزا میں انصاف ہوگا کہ خالص دل سے ایک کلمہ توحید جو پڑھا اس کا ثواب اس قدر دیا جاوے گا کہ گناہوں کا انبار اس کے مقابلہ میں ہلکا ہو جاوے گا۔

توحید کا اعلان

۲؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان مشرکوں سے یہ بھی کہہ دو کہ جو سیدھا راستہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بتایا ہے حقیقت میں ملت ابراہیمی وہ ہے کہ میری عبادت اور میری قربانی اور میری موت زیست سب اللہ کے حکم کے موافق ہے۔ تم لوگوں کی طرح میں کسی دوسرے کو ان باتوں میں اللہ کا شریک نہیں ٹھہراتا۔ امت کے سب لوگوں سے پہلے اللہ کے رسول احکام الٰہی کے پورے پابند اور حکم بردار ہوتے ہیں اور پھر ان کی حکم برداری کا اثر امت کے لوگوں پر پڑتا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ میں تم سب سے پہلے حکم بردار ہوں۔

لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَ رَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾

اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی توحید کے ساتھ مجھے یہی حکم کیا گیا ہے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں" ۱؎ ﴿۱۶۳﴾ تم فرماؤ: "کیا میں اللہ کے سوا کسی اور پروردگار کو تلاش کروں حالانکہ وہ پروردگار ہر چیز کا ہے اور جو کوئی جو کچھ کماتا ہے وہ اسی کے ذمہ ہوتا ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا پھر (بالآخر) تمہیں اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے تو تم کو وہ بتلادے گا جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے ۲؎" ﴿۱۶۴﴾ اور وہی تو ہے جس نے تم کو زمین کا بادشاہ بنادیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بلندی دی تاکہ تم کو آزماوے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی بیشک تمہارے پروردگار کو عذاب کرتے دیر نہیں لگتی اور بیشک وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۶۵﴾

۱؎ مطلب یہ ہے کہ اے رسول اللہ کے! تم ان مشرکوں سے کہہ دو کہ جب سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہیں اور وہی ہر چیز کا رب ہے۔ تو مخلوق الٰہی ہونے میں سب برابر ہیں پھر معبود قرار پانے کا کسی مخلوق کو کیا حق ہے۔ اور سوائے اللہ کے میں کوئی دوسرا معبود کیونکر ڈھونڈ سکتا ہوں، اور تم لوگوں نے دوسروں کا عذاب اپنے ذمہ لینے کا جو ذکر کیا تو ایک مجرم کی سزا دوسرے شخص کو کیونکر ہوسکتی ہے۔ پھر فرمایا اس فہمائش پر بھی یہ لوگ اپنی نادانی کی باتوں سے باز نہ آویں تو مرنے کے بعد ایک دن سب کو اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہونا پڑے گا اس وقت ان سب جھگڑے کی باتوں کی سزا ان لوگوں کے سامنے آجاوے گی۔

غریب و امیر کی آزمائش

۲؎ حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ پچھلی امتوں کے بعد اے امت محمدیہ! اللہ تعالیٰ نے ان امتوں کے نائب اور قائم مقام کے طور پر تم کو پیدا کیا ہے۔ اور انتظام دنیا چلانے کے لئے بعضوں کو تنگدست تاکہ تنگدست لوگ مالداروں کا کام کاج کرکے اس

ایاتہا ۲۰۶ ۷ سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ ۳۹ رکوعاتہا ۲۴

سورۃ الاعراف مکی ہے اس میں دو سو چھ آیتیں اور چوبیس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

الٓمّٓصٓ ① كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِيْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ وَ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ② اِتَّبِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ③

(اے محبوب ۱) یہ کتاب (الٰہی یعنی قرآن) تمہاری طرف نازل کی گئی تو چاہئے کہ اس (کے احکام کی تبلیغ) سے تمہارا جی نہ رکے اور اس لئے کہ تم اس کے ذریعہ سے (کافروں کو) ڈراؤ اور مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے ② (اے لوگو!) اس پر چلو جو تمہاری طرف اترا تمہارے پروردگار کی طرف سے اور اس کے سوا اور رفیقوں کے پیچھے نہ چلو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو ③

کے معاوضہ میں جو کچھ کمائیں اس سے اپنی گزران کریں، اور مالدار لوگ تنگ دست لوگوں کے کام کاج سے اپنی ہر طرح کی ضرورتوں کو رفع کر کے اپنی گزران کریں۔ اور امیر و غریب کے پیدا کرنے میں یہ آزمائش بھی ہے کہ مالدار لوگ کہاں تک اس مال و متاع کے دینے والے کا شکر کرتے ہیں اور غریب لوگ اپنی غریبی پر کہاں تک صبر و قناعت سے کام لیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہ دنیا اور دنیا کا انتظام سب چند روزہ ہے، اس چند روزہ انتظام میں خواہ امیر خواہ غریب جو کوئی اتنی عقلمندی کرے گا کہ پچھلی امتوں کے عذاب الٰہی سے ہلاک ہو جانے کا حال پیش نظر رکھ کر جہاں تک ہو سکے کچھ عقبیٰ کا سامان کر لیوے گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ایسی وافر ہے کہ وہ تھوڑے عمل کا بہت سا ثواب عنایت فرماوے گا۔

خواص سورۃ الاعراف: تین مرتبہ سورہ اعراف کو سورہ اخلاص کے ساتھ ہر روز پڑھنا عقوبت آخرت سے نجات دیتا ہے۔

۱ مطلب یہ ہے کہ اے رسول اللہ کے! ﷺ تمہارا کام فقط اللہ کا کلام ان کو پہنچا دینا ہے۔ جب اہل مکہ باوجود اپنی فصاحت کے دعوے کے قرآن کی مانند ایک چھوٹی سی سورۃ بھی بنا کر پیش نہ کر سکے اور ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ قرآن طاقت بشری سے باہر ایک کلام ہے تو ان کے قائل کرنے کو فرمایا کہ اب ہٹ دھرمی نہ کرو قرآن کو کلام الٰہی جانو اور اس کی پیروی کرو۔ سب طرح کے کفر و شرک کو چھوڑ دو سوائے خدا کے کسی کو اپنا کام بنانے والا نہ ٹھہراؤ۔ تم لوگ نصیحت کی باتوں کا بہت کم دھیان کرتے ہو ورنہ قرآن کی نصیحت تمہارے دل پر خوب اثر کر سکتی ہے۔

وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ۝۴ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۝۵ فَلَنَسْــَٔـلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْــَٔـلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۶ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝۷

اور ۱ بہتیری بستیوں کو ہم نے ہلاک کردیا پس ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچایا جب (وہ) دوپہر کے وقت سورہے تھے ۝۴ تو جس وقت ان پر ہمارا عذاب آیا اس وقت ان کے منہ سے بجز اس کے اور کوئی بات نہ نکلی کہ واقعی ہم ظالم تھے ۝۵ تو بیشک ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے کہ جن کے پاس رسول بھیجے تھے اور بیشک ہم رسولوں سے بھی ضرور پوچھیں گے ۝۶ پس ہم ضرور ان کو بتلادیں گے اپنے علم سے اور ہم کچھ غائب نہ تھے ۝۷

اچانک عذاب کا ذکر

۱ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ رسولوں کی نافرمانی کے سبب سے بہت سی بستیاں تباہ کردی گئیں۔ دونوں جہان کی ذلت ان کو حاصل ہوئی اور یہ عذاب ایسے وقت آیا کہ جبکہ انہیں خیال بھی نہ تھا یا تو رات کا وقت تھا اور وہ آرام کی نیند سوتے تھے، یا دن میں دوپہر کا وقت تھا جب مصروف راحت تھے نہ عذاب کے نزول کی کوئی نشانی تھی اچانک عذاب آگیا۔ اس سے کفار کو جتایا جاتا ہے کہ وہ اسباب امن وراحت پر مغرور نہ ہوں۔ عذاب الٰہی جب آتا ہے تو دفعتہً آجاتا ہے۔ عذاب آنے پر انہوں نے اپنے جرم کا اقرار کیا مگر اس وقت اقرار فائدہ مند نہ تھا۔ قیامت کے روز پروردگار پچھلی سب امتوں سے قائل کرنے کے طور پر پوچھے گا کہ تم نے ہمارے رسولوں کی کیا فرمانبرداری کی اور رسولوں سے دریافت فرمائے گا کہ تم نے ہمارے پیغام ان کو پہنچائے یا نہیں؟ اللہ کے رسول جواب دیں گے کہ یا اللہ! ہم نے ان لوگوں کو تیرے سب سزا و جزا کے احکام پہنچادیے لیکن ان لوگوں نے احکام کو نہیں مانا۔ اس پر پچھلی امتوں کے لوگ اللہ کے رسولوں کو جھٹلادیں گے۔ اللہ تعالیٰ رسولوں سے شہادت طلب فرماوے گا، اس پر امت محمدیہ گواہی دے گی اور کہے گی کہ یا اللہ! تو نے ہمارے نبی آخر الزمان پر جو قرآن اتارا ہے، اس میں پہلے نبیوں کا اور پہلی سب امتوں کا سب ذکر ہے، اس واسطے ہم تیرے کلام کے موافق تیرے رسولوں کے سچا ہونے کی گواہی دیتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کا نامہ اعمال اس کے روبرو رکھا جائے گا جو سب عملوں کا احوال ظاہر کرے گا اور ان لوگوں کو قائل کیا جاوے گا۔

وَ الْوَزْنُ يَوْمَئِذِنِ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸﴾ وَ مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ ﴿۹﴾ وَ لَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۰﴾ ع وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ ۖ

اور۱ اس دن انصاف سے اعمال کا تلنا (وزن ہونا) حق ہے پھر جس کسی شخص کا پلہ نیکیوں کا بھاری ہوگیا ﴿۸﴾ وہی کامیاب ہوگا اور جس کسی شخص کا نیکیوں کا پلہ ہلکا ہوگیا سو یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے حق میں نقصان کیا اس سبب سے کہ وہ ہماری آیتوں میں زیادتیاں کرتے تھے ﴿۹﴾ اور۲ بے شک ہم نے تم کو زمین میں جماؤ دیا (آباد کیا) اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان زندگی پیدا کیا تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو ﴿۱۰﴾ اور بیشک ہم نے تم کو پیدا کیا (یعنی آدم کو) پھر ہم نے ہی تمہاری صورت بنائی (یعنی تمہارے باپ آدم کی) پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ سجدہ کرو آدم کو۔

حشر کا بیان

۱ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے قیامت کے دن عملوں کو ایک طرح کا جسم دیا جائے گا جس سے جسم میں نیکی کے سبب سے ایک بھاری پن اور بدی کے سبب سے ہلکا پن ہوگا۔ اب عملوں کے تولے جانے کے بعد جن کے نیک عملوں کا پلڑا بھاری ہوگا وہ جنتی قرار پاویں گے، اور جن کا نیکی کا پلڑا ہلکا ہوگا وہ دوزخ میں جاویں گے۔ دوزخ میں جانے کے بعد جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا آخر کو وہ دوزخ سے نکال کر جنت میں بھیجا جاوے گا، اور برابر والا اعراف پر، جنتیوں اور دوزخیوں کے فیصلہ آخیر تک ٹھہرائے جا کر پھر جنت میں جاوے گا۔ **اعراف** جنت اور دوزخ کے درمیان ایک دیوار ہے۔ قیامت کے تین مقام بڑے خوفناک اور بڑے پریشانی کے ہیں: ❶ ایک مقام اعمال کے تولنے کا ❷ دوسرا مقام نامہ اعمال کے دائیں اور بائیں ہاتھ میں آنے کا۔ ❸ تیسرا مقام پل صراط پر گزرنے کا ہے۔

۲ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احسانوں کے شکر گزار ہو اور سوا اللہ کے اوروں کی پرستش چھوڑ دو۔ اس لئے فرمایا کہ ہم نے تم کو زمین میں رہنے اور گھر بنانے، باغ و کھیتی کرنے کی تم کو عقل دی۔ غرضیکہ ہر طرح کی نعمت دی باوجود اس کے تمہاری یہ ناشکری ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر اوروں کی پوجا کرتے ہو۔ علاوہ اس کے تمہارے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو یہ بزرگی

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۱۱﴾ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ﴿۱۲﴾ قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۱۳﴾ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۱۴﴾

پس سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس، یہ سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا ﴿۱۱﴾ فرمایا: ''کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجدہ نہ کیا جب میں نے تجھے حکم دیا تھا'' بولا: ۱؎ ''میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور پیدا کیا تو نے اس کو مٹی سے ﴿۱۲﴾ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: ''تو یہاں ۲؎ (جنت) سے اُتر جا تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ تو تکبر کرے یہاں رہ کر، پس نکل جا بیشک تو ذلیلوں میں سے ہے'' ﴿۱۳﴾ وہ کہنے لگا کہ مجھ کو مہلت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں (یعنی قیامت تک) ﴿۱۴﴾

عطا فرمائی کہ تمام فرشتوں کو حکم سجدہ کرنے کا دیا، سب فرشتوں نے سجدہ کیا ابلیس نے نہیں کیا بہ سبب حسد کے اور عدول حکمی (نافرمانی) کی اور یہ ابلیس تمہارا موروثی دشمن ہے۔ اس سے بچتے رہو۔

۱؎ مطلب یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام علم الٰہی میں نیک قرار پائے تھے، اس لئے گیہوں کھانے کے قصور کے بعد ان کو توبہ آسان ہوگئی اور شیطان علم الٰہی میں بدقرار پا چکا تھا، اس لئے سجدہ نہ کرنے کے قصور سے اس کو توبہ آسان نہیں ہوئی، بلکہ اس نے اپنے قیاس عقلی سے اس قصور کو قصور نہیں جانا۔

شیطان کا حملہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا کرم کرنا

۲؎ جب شیطان نے بموجب حکم خدا کے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہیں کیا تو خدا تعالیٰ نے اس کو ذلیل وخوار کر کے جنت سے نکال دیا اور فرمایا کہ جنت میں رہ کر تجھ کو تکبر کرنا نہیں پہنچتا، کیونکہ جنت فرمانبرداروں کی جگہ ہے، نافرمانوں کی جگہ نہیں ہے۔ اس وقت شیطان نے سوچ کر اپنے لئے قیامت تک جیتے رہنے کی مہلت مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو پہلے صور تک کی مہلت دی تاکہ شیطان کے بہکانے کے بعد فرمانبردار اور نافرمان بندے پہچانے جاویں۔ مہلت مل جانے کے بعد شیطان نے سرکشی سے کہا کہ جس طرح میں گمراہ ہوا، اسی طرح میں تیرے بندوں کو جو حضرت آدم علیہ السلام کی نسل سے ہوں گے گمراہ کروں گا، اور ہر طرف سے سامنے اور پیچھے، دائیں اور بائیں سے ان کے پاس آ کر ان کو بہکاؤں گا۔ جب شیطان نے اللہ تعالیٰ کے روبرو بنی آدم کے بہکانے کی قسم کھائی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے جاہ وجلال کی قسم کھا کر توبہ واستغفار کرنے والے گناہ گاروں کے گناہ معاف فرما دینے کا وعدہ فرمایا۔ (یہ اس کریم کے کرم کی انتہا ہے)

قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۱۵﴾ قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِىْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۱۶﴾ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ﴿۱۷﴾ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹﴾

اللہ نے فرمایا تجھے مہلت ہے ﴿۱۵﴾ پھر وہ کہنے لگا: ”بسبب اس کے کہ تو نے مجھ کو گمراہ کیا ہے قسم کھاتا ہوں کہ میں ضرور تیرے سیدھے راستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا ﴿۱۶﴾ پھر ضرور میں ان کے پاس آؤں گا ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے داہنے سے اور[۱] ان کے بائیں سے اور تو ان میں سے اکثر کو شکر کرنے والا نہ پاوے گا“[۲] ﴿۱۷﴾ اللہ نے فرمایا: ”آسمان سے نکل جا مذمت کیا ہوا مردود کیا گیا، بیشک ان میں سے جو کوئی تیری پیروی کرے گا تو یقیناً میں ضرور جہنم کو تم سب سے بھر دوں گا“ ﴿۱۸﴾ اور[۳] ہم نے حکم دیا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو پھر کھاؤ جس جگہ سے چاہو اور اس درخت کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں ہو گے ﴿۱۹﴾

[۱] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ شیطان چاروں طرف سے انہیں گھیر کر راہ راست سے روکے گا، نجات کا راستہ ایک ہے، شیطانی راستے بہت سے ہیں۔

[۲] اس آیت میں پھر اللہ پاک نے شیطان سے تاکیداً فرمایا کہ نکل بہشت سے مردود۔ قسم ہے مجھ کو بھی کہ جو کوئی تیری تابعداری کرے گا میں بھی جہنم کو سب سے بھر دوں گا۔ اس جواب خداوندی میں جس قدر خوف ہے اس کا اندازہ کچھ نہیں ہو سکتا۔ مطلب یہ ہے شیطان کے ساتھ جہنم میں وہی گنہگار جاویں گے جو ہمیشہ گناہ کرتے ہیں اور خالص دل سے توبہ نہیں کرتے۔

[۳] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم وحوا علیہم السلام پر سوائے ایک درخت کے کل میوے اور پھل جنت کے مباح کر دیئے تھے کہ جہاں سے چاہو بے روک ٹوک کھاؤ۔ اس کا حسد شیطان کو ہوا چاہا کہ کسی طرح یہ نعمتیں ان سے چھنی جاویں۔ اس

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۱﴾ فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۭ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾

پس شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا کہ جو کچھ ان (کی نظر) سے پوشیدہ تھا (ان کی شرمگاہیں) وہ ان پر بے پردہ کر دے، اور کہنے لگا: "تمہیں تمہارے پروردگار نے اس درخت (کے پھل کھانے) سے اس لئے منع فرمایا ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتے ہو جاؤ یا کہیں ہمیشہ (زندہ) رہنے والوں میں سے ہو جاؤ" ﴿۲۰﴾ اور ان دونوں کے روبرو قسم کھائی کہ میں یقیناً تم دونوں کا خیر خواہ ہوں [1] ﴿۲۱﴾ پس فریب سے ان دونوں کو پستی کی طرف اتار لایا، پھر جب ان دونوں نے اس درخت (کے پھل) کو چکھا تو ان پر ان کی شرمگاہیں کھل گئیں اور وہ دونوں اپنے بدن پر جنت کے (درختوں کے) پتے ڈھانکنے لگے، اور انہیں ان کے پروردگار نے فرمایا کہ کیا میں نے تم کو منع نہ کیا تھا اس درخت سے اور میں نے تم سے یہ نہ فرمایا تھا کہ بیشک شیطان تمہارا ظاہر دشمن ہے ﴿۲۲﴾

لئے فریب کی راہ سے کہا کہ: اس درخت کے پھل سے جو تم کو منع کیا گیا ہے اس میں یہ بھید ہے کہ کہیں تم فرشتے یا ہمیشہ کے لئے جنت میں رہنے والے نہ ہو جاؤ، اور قسم کھائی کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ خدا کا نام سن کر دشمن کے دھوکے میں آ گئے۔ پہلے حضرت حوا کو بہکا کر گیہوں کے دانے کھلائے، اور پھر حضرت حوا کی رغبت دلانے سے آخر حضرت آدم علیہ السلام نے بھی گیہوں کے دانے کھا لئے جس کے نتیجہ کا ذکر آگے آیت میں ہے۔

جنت میں آدم وحوا کا لباس

[1] شیطان نے قسم کا دھوکا دے کر اس درخت یعنی گیہوں کے دانے کھانے پر کہ جس کو منع کیا گیا تھا ان کو آمادہ کر کے جنت سے نکلوا دیا۔ گیہوں کے کھاتے ہی ان کے ستر کھل گئے، جنت کے کپڑے بدن پر سے اتر گئے، جو بدن چھپا ہوا تھا وہ ظاہر ہو گیا۔

قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتۃ وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾ قَالَ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ ع

دونوں نے عرض کی: "اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور تو اگر ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو البتہ ہم ہوں گے نقصان والوں میں" ﴿۲۳﴾ اللہ نے فرمایا کہ ۱؎ اتر جاؤ تم میں سے ایک دوسرے کا دشمن ہے اور تمہیں زمین میں ایک وقت معین (یعنی موت) تک ٹھہرنا اور فائدہ حاصل کرنا ہے ﴿۲۴﴾ اللہ نے فرمایا کہ تم اسی زمین میں جیو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی میں سے اٹھائے جاؤ گے ﴿۲۵﴾

انجیر کے پتے لے کر ستر چھپانے لگے۔ حضرت آدم علیہ السلام جب جنت میں آباد ہوئے تو ان کو ایک کپڑا پہنایا گیا تھا وہ چھین لیا گیا۔ کچھ کچھ انگلیوں پر اس کا نشان باقی رہ گیا جس نشان کو ناخن کہتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ گز کا تھا۔ جب گیہوں کے کھانے سے حضرت آدم علیہ السلام کا جنتی لباس اتر گیا تو وہ شرما کر بھاگے، مگر قد لمبا اور سر پر بال ہونے کے سبب سے ان کے بال جنت کے پیڑوں میں الجھ گئے۔ اس وقت آواز دے کر اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے یہ فرمایا کہ آدم کیا تو مجھ سے بھاگتا ہے۔ عرض کیا: "نہیں مگر مجھ کو تجھ سے شرم آتی ہے"۔ فرمایا: "ہم نے جو کچھ تجھ کو جنت کی نعمتیں دیں کیا وہ تجھے کافی نہ تھیں جو تو مناہی کی (ممنوعہ) چیز کی طرف مائل ہوا"۔ عرض کیا: "اے پروردگار قسم ہے تیری عزت کی! میں نے یہ نہ جانا تھا، کہ کوئی تیری جھوٹی قسم بھی کھاتا ہے"۔ فرمایا: "قسم ہے مجھ کو اپنی عزت کی کہ میں تجھ کو زمین میں اتاروں گا، پھر محنت مشقت سے تو زندگی بسر کرے گا"۔

شیطان کی حقیقت

۱؎ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم وحوا علیہما السلام ابلیس وسانپ سب کو فرمایا کہ آسمان سے زمین پر اترو اور وہاں تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان آدمی کے بہکانے کی دشمنی، اور سانپ آدمی کے کاٹنے کی دشمنی سے کبھی باز نہ آویں گے۔ آدمی کو چاہیے کہ ان سے بچتا رہے۔ پھر فرمایا کہ ایک مدت تک زمین تمہارے رہنے اور ٹھہرنے کا مقام ہے۔ اسی میں تمہارا جینا مرنا ہے اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ چند روزہ زندگی کے بعد مرنا اور پھر دوبارہ جینا ہے، اور دوبارہ جینے کے بعد اگلے پچھلے سب کو اکٹھا کر کے خدا تعالیٰ ہر ایک کو اس کے عملوں کی سزا و جزا دے گا۔

يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَيۡكُمۡ لِبَاسًا يُّوَارِىۡ سَوۡاٰتِكُمۡ وَرِيۡشًا‌ ؕ وَلِبَاسُ التَّقۡوٰى ۙ ذٰ لِكَ خَيۡرٌ‌ ؕ ذٰ لِكَ مِنۡ اٰيٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمۡ يَذَّكَّرُوۡنَ ۝۲۶ يٰبَنِىۡۤ اٰدَمَ لَا يَفۡتِنَنَّكُمُ الشَّيۡطٰنُ كَمَاۤ اَخۡرَجَ اَبَوَيۡكُمۡ مِّنَ الۡجَـنَّةِ يَنۡزِعُ عَنۡهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوۡاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ يَرٰٮكُمۡ هُوَ وَقَبِيۡلُهٗ مِنۡ حَيۡثُ لَا تَرَوۡنَهُمۡ‌ ؕ اِنَّا جَعَلۡنَا الشَّيٰطِيۡنَ اَوۡلِيَآءَ لِلَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝۲۷

اے آدم [۱] کی اولاد! بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس اتارا کہ چھپائے تمہاری شرم کی چیزیں اور اتارے کپڑے ہم نے زینت دار، اور لباس پرہیزگاری کا یہ سب سے بہتر ہے، یہ نشانیوں میں سے ہے اللہ کی تاکہ وہ نصیحت مانیں [۲]۔ ۲۶ اے آدم کی اولاد! تم کو شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسا کہ نکالا تمہارے ماں باپ کو جنت سے اتروادیئے انکے لباس کہ انکو ان کی شرم کی چیزیں نظر پڑیں، بیشک شیطان اور اسکی قوم تم کو وہاں سے دیکھتی ہے کہ تم انہیں نہیں دیکھتے ہو، بیشک ہم نے شیطانوں کو ان لوگوں کا کارگزار بنادیا ہے جو ایمان نہیں لاتے [۳]۔ ۲۷

عورت مرد کے لباس کا حکم

[۱] اس آیت میں فرمایا کہ جب شیطان تمہارے دشمن نے تم سے لباس بہشتی چھنوا دیا تو پھر ہم نے تمہارے لئے دنیا میں لباس اتارا کہ مینہ کے ذریعے زمین میں روئی پیدا کی۔ جس سے طرح طرح کے کپڑے بننے کی تدبیر تم کو سکھائی۔ سو تم اب پرہیزگاری کا لباس پہنو۔ مرد ریشمی اور ٹخنوں سے نیچا کپڑا اور عورت بہت باریک کپڑا کہ جس میں بدن دکھائی دے، نہ پہنے۔ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے خدا کی نعمت کا شکر کرو۔

حضرت آدم علیہ السلام کا لباس

[۲] مطلب یہ ہے کہ جنت سے علیحدہ ہونے سے پہلے حضرت آدم وحوا علیہما السلام کا لباس ایسا تھا جس طرح ناخن ہیں۔ گیہوں کھانے سے تمام بدن کا لباس اتر کر فقط انگلیوں پر اس لباس کی نشانی باقی رہ گئی جس کو ناخن کہتے ہیں۔ پاخانہ کے وقت آڑ کا حکم ہے، کیونکہ ننگے آدمی کو شیطان بہکاتا ہے۔

[۳] مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ شیطان آدمی کے جسم میں خون کی طرح پھرتا ہے۔ دل آدمی کا خاص شیطان کی جگہ ہے مگر جس کو خدا بچاوے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک روز اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یا اللہ مجھ کو انسان کے بہکانے

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۟ وَ اَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ ادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ؕ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ؕ﴿۲۹﴾ فَرِيْقًا هَدٰى وَ فَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۳۰﴾

اور[1] وہ جب کوئی بے حیائی کا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا کرتے پایا اور اللہ نے ہم کو اس کا حکم دیا ہے تم فرماؤ: "بیشک اللہ ہرگز بری باتوں کا حکم نہیں دیتا ہے، کیا وہ بات لگاتے ہو اللہ پر جس کی تم کو خبر نہیں" ﴿۲۸﴾ تم فرماؤ: "بیشک میرے پروردگار نے انصاف کا حکم دیا ہے اور فرمایا کہ اپنا منہ سیدھا کرو (کعبہ کی طرف) ہر نماز کے وقت اور خاص اس کی عبادت کرو اسی کے فرمانبردار ہو کر جیسا اس نے تم کو شروع پیدا کیا اسی طرح ہی پلٹو گے" ﴿۲۹﴾ ایک فرقے کو راہ دکھائی اور ایک فرقے پر گمراہی ثابت ہوئی، البتہ انہوں نے شیطان کو بنالیا ہے دوست اللہ کو چھوڑ کر اور گمان یہ کرتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں ﴿۳۰﴾

کے وقت شیطان کا ٹھکانا دکھلا دے" اس پر اللہ تعالیٰ نے ایک آدمی کا دل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دکھلایا کہ سانپ کے پھن کی صورت میں شیطان اس پر چھایا ہوا تھا، لیکن جب وہ شخص کچھ اللہ کا ذکر کرتا تھا وہ سانپ کا پھن اس کے دل پر سے ہٹ جاتا تھا۔

[1] مطلب یہ ہے کہ مکہ کے مشرک ننگے ہو کر خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور کہتے کہ یہ رسم باپ دادا کی اور خدا کا حکم ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں کو نازل کر کے فرمایا کہ پیشتر تم ابھی جان چکے ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جو سب کے باپ ہیں شیطان کا دھوکا کھایا، تو پھر کسی بے حیائی کے کام پر باپ دادا کا حوالہ دینا اور اس کو خدا کا حکم سمجھنا بڑی نادانی ہے۔ خدائے پاک نے ایسے ناپاک اور بے حیائی کے فعل کا حکم دیا ہے۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے بغیر جانے بوجھے کیوں خدا پر جھوٹ باندھتے ہو۔ بلکہ خدا نے تو عدل اور انصاف اور مسجد میں خالص اسی کی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اور مرنے کے بعد زندہ کرے گا اس حال پر جس پر وہ تھا۔

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۳۱﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾

اے ۱؎ آدم کی اولاد! اپنی زینت لو (یعنی لباس پہن لیا کرو) ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو، بیشک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں ﴿۳۱﴾ تم فرماؤ: ''کس نے حرام کی ہے اللہ کی وہ زینت کہ جسکو اس نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کیا ہے، اور کس نے حرام کیا ہے پاکیزہ چیزوں کو رزق میں سے'' تم فرماؤ کہ وہ مسلمانوں کے واسطے ہیں دنیا کی زندگی میں اور روز قیامت میں، تو خاص انہیں کیلئے ہے ہم اسی طرح مفصل آیتیں بیان کرتے ہیں علم والوں کیلئے ﴿۳۲﴾

حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانے کی تنبیہ کا حکم

۱؎ **شان نزول**: زمانہ جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ مرد اور عورتیں رات کو سب ننگے طواف کرتے تھے اور بعضے قبیلہ کے لوگ بعضے چیزوں کا کھانا بھی حج کے موسم میں اپنے اوپر حرام کر لیتے تھے۔ اس رسم کے مٹانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں، اور فرمایا کہ حرام وہی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے حکم سے اپنے رسول کی معرفت حرام فرمائی ہے۔ جن لوگوں نے طواف کے وقت کپڑوں کا پہننا، موسم حج میں چکنائی یا گوشت کا کھانا چھوڑ رکھا ہے، یہ ان لوگوں کی ایک رسم ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی حکم سے ان چیزوں کو ان لوگوں پر ملت ابراہیمی میں حرام نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ ہے کہ طواف اور نماز میں بنی آدم اپنے ستر کو ڈھانکیں، اور جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حلال ٹھہرا دی ہیں، ان کا کھانا موسم حج میں یا کسی وقت میں اپنی طرف سے حرام نہ ٹھہراویں۔ پھر فرمایا کہ اے رسول اللہ کے (ﷺ)! ان مشرکوں سے کہہ دو کہ دنیا کی ضرورت کی چیزیں اصل میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے واسطے پیدا کی ہیں، جو لوگ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کو برت کر اس کے شکریہ میں خالص دل سے اللہ کی عبادت کرتے ہیں، اور مشرک لوگ ان نعمتوں سے دین و دنیا سے محروم کر دیئے جاویں گے۔ آخر کو فرمایا کہ جن کو کچھ سمجھ ہے ان کو قرآن شریف کی آیتوں میں اس طرح ہر آیت کی تفصیل سمجھائی جاتی ہے۔ اس پر بھی جو نصیحت کو نہ مانے گا وہ پچھتاوے گا لیکن اس وقت کا پچھتانا کام نہ آوے گا۔

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اِمَّا یَاْتِیَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَقُصُّوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِیْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَ اَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ اسْتَكْبَرُوْا عَنْهَاۤ اُولٰٓىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۶﴾

تم ۱؎ فرماؤ کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائیوں کو حرام کیا ہے کہ جو ان میں سے ظاہر ہیں یا جو پوشیدہ ہیں اور حرام کیا ہے گناہ اور ناحق زیادتی کو اور یہ کہ تم اللہ کا شریک مقرر کرو اس چیز کو کہ خدا نے کوئی سند اس پر نازل نہیں فرمائی اور یہ کہ اللہ پر وہ بات کہو جس کا علم نہیں رکھتے ہو ﴿۳۳﴾ اور ۲؎ ہر گروہ کے واسطے ایک میعاد مقرر ہے پس جب ان کا مقررہ وعدہ آئے گا تو نہ ایک گھڑی پیچھے ہو اور نہ آگے ہو ﴿۳۴﴾ (کہا ہم نے) ''اے آدم کی اولاد! اگر آویں تمہارے پاس رسول تم میں سے تم پر میری آیتیں پڑھیں پس جو کوئی پرہیز گاری کرے اور سنور جاوے تو نہ کچھ خوف ہوگا اور ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے'' ﴿۳۵﴾ اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور سرکشی کی ان کے قبول کرنے میں تو وہ لوگ دوزخ کے رہنے والے ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ﴿۳۶﴾

۱؎ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے زیادہ کوئی غیرت دار نہیں ہے، اس واسطے خدا تعالیٰ نے اس آیت میں چھپی، کھلی بے حیائی اور گناہ اور ناحق کی زیادتی اور شرک اور خدا پر جھوٹ بولنے کو حرام فرمایا ہے۔

۲؎ اہل مکہ مکرمہ عذاب کی جلدی جو کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ ہر کام کا وقت اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہے، جب اللہ کو منظور ہوگا تو عذاب آوے گا۔ غرض عذاب کا وقت ایسا ہی مقرر ہے جس طرح سب کی آنکھوں کے سامنے ہر ایک شخص کے لئے ہر زمانہ میں موت کا ایک وقت مقرر ہے۔ اس سے ایک ساعت کوئی آگے پیچھے نہیں ہوتا۔ وعدہ کم نہ زیادہ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہمارے رسول تم میں سے تمہارے پاس ہماری آیتیں لا کر بیان کریں گے تو جو کوئی پرہیز گاری

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ يَنَالُهُمْ نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ ۙ قَالُوْٓا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَ شَهِدُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ ادْخُلُوْا فِيْٓ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِى النَّارِ ؕ

پس [1] کون ہے زیادہ ظالم اس شخص سے جس نے جھوٹ باندھا اللہ پر یا جھٹلایا اس کی آیتوں کو، یہی لوگ ہیں جن کو ان کا حصہ (لوح محفوظ کے) لکھے ہوئے میں سے پہنچے گا، یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی روح قبض کرنے کو آویں گے تو ان سے کہیں گے، کہاں ہیں وہ جن کو تم پوجتے تھے سوائے خدا کے کہیں گے وہ ہم سے گم ہو گئے اور وہ اپنے اوپر اس بات کا اقرار کریں گے کہ بیشک وہ کافر تھے [2] ﴿۳۷﴾ خدا حکم فرمائے گا: تم بھی ان جماعتوں کے ہمراہ جاؤ جو تم سے پہلے گزر گئی ہیں جن اور آدمیوں سے دوزخ میں۔

اختیار کرے گا اور رسولوں کی فرمانبرداری کر کے اپنے حال کو سنوارے گا اور مناہی کی چیزوں سے بچا رہے گا اس کو قیامت کے روز کچھ خوف نہ ہوگا۔ اور جو ہماری آیتوں اور رسولوں کو جھٹلاوے گا اور تکبر سے ان پر عمل نہ کرے گا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔

دوزخ اور عذاب موت کا ذکر

[1] حاصل مطلب یہ ہے کہ ملک الموت اور ان کے مددگار فرشتے مشرکوں کو مرتے وقت عذاب سے ڈراتے ہیں جس سے ان کو بڑی گھبراہٹ ہوتی ہے۔ فرشتے جھڑک کر ان سے دریافت کرتے ہیں کہ جن کو تم خدا کے سوا دنیا میں پکارتے اور پوجتے تھے وہ اب کہاں ہیں، ان کو بلاؤ کہ تم کو اس عذاب سے بچاویں۔ وہ لوگ جواب دیں گے کہ ہم کو معلوم نہیں کہ وہ کدھر گم ہو گئے، وقت پر ہمارے کچھ کام نہ آئے۔ ہم کو ان سے کچھ توقع اور امید نہیں ہے۔ یہ ان کا موت کے وقت اپنی جانوں پر کفر کا اقرار ہوگا۔

[2] مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دوزخ کا داروغہ کہے گا کہ داخل ہو آگ میں ہمراہ اور امتوں کے جو تم سے پہلے گزر چکی ہیں۔ پھر دوزخ میں داخل ہوتے ہی ایک امت دوسری امت کو لعنت کرنے لگے گی۔ مشرک مشرکوں کو، یہود یہود کو لعنت کرنے لگیں گے پچھلی امت کے لوگ پہلی امت کے لوگوں کے حق میں خدا تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ اے پروردگار!

كُلَّمَا دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَّعَنَتْ اُخْتَهَا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ قَالَتْ اُخْرٰىهُمْ لِاُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰۤؤُلَاۤءِ اَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ النَّارِ ؕ۬ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ اُوْلٰىهُمْ لِاُخْرٰىهُمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ ع اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَاۤءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

جب ایک جماعت داخل ہوگی تو اپنی جیسی دوسری جماعت پر لعنت کرے گی، یہاں تک کہ جب سب کے سب جہنم میں جا پڑیں گے تو پچھلے لوگ پہلوں کی نسبت کہیں گے: ''اے رب ہمارے! انہوں نے ہم کو گمراہ کیا تھا پس تو ان کو آگ کا دوچند عذاب دے'' حق تعالیٰ فرمائے گا: ''ہر ایک کو دوچند ہے ولیکن تم کو معلوم نہیں ہے'' ﴿۳۸﴾ اور پہلے لوگ پچھلوں سے کہیں گے: ''پس تم کچھ ہم سے اچھے نہ رہے سو تم چکھو عذاب بہ سبب اس کے کہ جو تم کرتے تھے ﴿۳۹﴾ [1] بیشک جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور سرکشی کی ان کے قبول کرنے میں، ان کے لئے آسمانوں کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے اور نہ وہ جنت میں داخل ہوں گے یہاں تک کہ داخل ہو اونٹ سوئی کے سوراخ میں اور ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں مجرموں کو ﴿۴۰﴾

انہوں نے ہم کو تیرے راستہ سے بہکایا تھا ان کو دوچند عذاب کر''۔ جواب ملے گا کہ تم سب کے واسطے دوچند عذاب ہے۔ لیکن تم نہیں جانتے کیونکہ ہم نے ہر ایک کو اس کے عمل کے موافق سزا دی ہے اور پہلی امت کے لوگ پچھلی امت کے لوگوں سے کہیں گے کہ تم پر کچھ فوقیت نہیں ہے۔ جس طرح ہم گمراہ ہوئے اسی طرح تم بھی گمراہ ہوئے اب اپنے کئے کی سزا چکھو۔ مطلب یہ ہے کہ بہکانے والوں کو دوگنا عذاب یوں ہوگا کہ ایک اپنے بدعملوں کا اور دوسرا لوگوں کو بہکانے کا اور بہکنے والوں کو ایک بہکاوے میں آجانے اور اللہ کے رسول کی نصیحت نہ سننے کا اور دوسرا بدعملوں کا۔

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ مشرکوں کی دعا اور نیک عمل آسمان پر نہیں جاتے اور قبول نہیں ہوتے، یا جب مرتے ہیں تو ان کی

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّ مِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۱ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۡ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۴۲ وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْھٰرُ ۚ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِھٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ

انکے واسطے آگ سے بچھونا ہے اور اوپر سے ان کیلئے آگ ہی سے اوڑھنا ہے اور ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں ظالموں کو[۱] ۝۴۱ اور وہ جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ہم کسی پر اسکی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں رکھتے وہ لوگ رہنے والے جنت کے ہیں، وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے ۝۴۲ اور ہم نے انکے سینوں میں سے کینے (یعنی خفگی) نکال دیئے انکے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ کہیں گے: "شکر ہے اس خدا کا جس نے ہماری رہنمائی کی اس بہشت کی طرف اور ہم راہ نہ پاتے اگر ہم کو اللہ راہ نہ دکھاتا بیشک ہمارے پروردگار کے بھیجے ہوئے رسول آئے صداقت کیساتھ"۔

ارواح کے واسطے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ جو ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں، اور تکبر سے ان کو نہیں مانتے، یہ جنت میں داخل نہ ہوں گے، جب تک اونٹ سوئی کے ناکے میں نہ گھسے۔ یعنی اونٹ عرب کے نزدیک سب حیوانوں میں بڑا ہے اور سوئی کا ناکہ بہت چھوٹا ہوتا ہے، اس واسطے بطور مثال کے ان کا ذکر کیا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ قیامت تک اونٹ سوئی کے ناکہ میں نہیں گھس سکتا تو اب اس کا یہ مطلب ٹھہرا کہ کافر مشرک بہشت میں داخل ہونے سے قطعی محروم ہیں۔ پھر فرمایا مجرموں کی یہی سزا ہے کہ ان کی آگ کی توشک اور آگ ہی کا لحاف ہوگا۔ ظالموں کو یہی بدلہ ملے گا۔ کیونکہ شرک بڑا ظلم ہے۔ جو اللہ کے سوا دوسروں کو شریک کرتے ہیں، اس سے بڑھ کر کوئی شے بے انصافی کی دنیا میں نہیں ہوسکتی۔

اہل جنت و دوزخ کی گفتگو

[۱] ان آیتوں میں قرآن پر ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کا ذکر فرمایا، اور یہ بھی جتلایا کہ ایمان لانا اور نیک عمل کرنا کچھ مشکل نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے باہر تکلیف نہیں دیتا۔ پھر فرمایا کہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کئے وہی ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ ان کے دلوں میں جو کچھ رنجش ہوگی وہ جنت میں جانے سے پہلے نکال دی

وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَنَادٰۤى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا ؕ قَالُوْا نَعَمْ ۚ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ﴿۴۵﴾

اور (وہاں) ان کو سنا دیا جائے گا کہ تم اس جنت کے وارث کیے گئے ہو ان عملوں کی وجہ سے جو تم کرتے تھے[۱] ﴿۴۳﴾ اور اہل جنت دوزخیوں سے پکار کر کہیں گے کہ ہم نے تو جو کچھ ہمارے پروردگار نے ہم سے وعدہ کیا تھا اس کو حق پایا پس کیا تم نے بھی پایا جو تمہارے پروردگار نے سچا وعدہ تمہیں دیا تھا کہیں گے ہاں پس پکارے گا پکارنے والا درمیان ان کے کہ خدا کی لعنت ہے ظالموں پر ﴿۴۴﴾ جو لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے تھے اور چاہتے تھے ان کے واسطے راہ ٹیڑھی اور وہ آخرت پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے ﴿۴۵﴾

جاوے گی۔ مطلب یہ ہے کہ ایمان والے دوزخ سے نجات پاویں گے تو بہشت و دوزخ کے درمیان میں ایک پل پر ٹھہرائے جائیں گے اور ان ظلموں کا بدلہ جو دنیا میں ان کے ذمہ تھے ہوگا۔ اس بدلے کے بعد جب ان کے دل بغض سے پاک وصاف ہو جاویں گے تو پھر ان کو بہشت میں جانے کا حکم ہوگا اور تمام بہشتی لوگ بطور شکر یہ کہیں گے کہ اگر خدا تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ کرتا تو کاہے کو ہم ہدایت پاتے۔ اور جب بہشتی لوگ جنت میں داخل ہو چکیں گے تو ایک پکارنے والا پکار کر کہے گا: "اے جنتیو! تمہارے واسطے یہ حکم ہے کہ تم جیتے رہو اور کبھی نہ مرو اور تندرست رہو، کبھی بیمار نہ ہو جوان بنے رہو بوڑھے نہ ہو۔ چین کرو کبھی رنجیدہ نہ ہو" یہ آواز سب جنتیوں کے کان میں پہنچے گی۔

[۱] مطلب یہ ہے جس وقت جنتی اور دوزخی داخل ہو چکیں گے اور اپنی اپنی جگہ ٹھہر جاویں گے تو جنتی لوگ دوزخیوں کو حسرت دلانے کی غرض سے پکاریں گے اور کہیں گے کہ ہم نے تو اپنے رب کا وعدہ سچا پایا جو اس نے اپنے رسولوں کی معرفت کیا تھا۔ تم نے بھی اپنے رب کا وعدہ سچا پایا کہ تم اپنے اعمال کی سزا کو پہنچے یا نہیں۔ اس وقت دوزخی سخت نادم وقائل ہو کر کہیں گے کہ ہاں ہم نے بھی اللہ کا وعدہ سچا پایا۔ غرضیکہ اس گفتگو کے بعد ایک پکارنے والا پکارے گا کہ لعنت خدا کی ان ظالموں پر جو خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتے اور سیدھے راستے پر لوگوں کو چلنے نہیں دیتے تھے اور اس میں کجی چاہتے تھے اور آخرت کا انکار کرتے اور حساب وکتاب کا کچھ خوف نہیں کرتے تھے۔

وَ بَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰىهُمْ ۚ وَ نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ۟ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَهُمْ يَطْمَعُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَ نَادٰۤى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰىهُمْ قَالُوْا مَاۤ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور ۱؎ دوزخ و جنت کے درمیان ایک پردہ ہے اور اعراف پر کچھ ایسے آدمی ہوں گے کہ جو ہر فریق کو (یعنی اہل بہشت اور اہل دوزخ کو) ان کی نشانیوں سے پہچانیں گے اور ۲؎ وہ آواز دیں گے اہل جنت کو: ''السلام علیکم'' یہ (اعراف والے ابھی) جنت میں نہیں آئے مگر وہ (آنے کی) تمنا رکھتے ہیں ﴿۴۶﴾ اور جب پھریں گی اہل اعراف کی آنکھیں اہل دوزخ کی طرف تو کہیں گے: اے پروردگار ہمارے! ہمیں (اس) ظالم گروہ کے ساتھ شامل نہ کرنا ۳؎ ﴿۴۷﴾ اور اہل اعراف کچھ آدمیوں کو آواز دیں گے جنہیں وہ ان کے قیافہ (پیشانی) سے پہچانتے ہیں کہیں گے: ''تمہارے (آج) کچھ کام نہیں آئی تمہاری جمعیت اور وہ جو تم (اللہ کے احکام سے) سرکشی کرتے تھے'' ﴿۴۸﴾

اعراف کی تشریح

۱؎ مطلب یہ ہے کہ جنت اور دوزخ کے بیچ میں ایک دیوار پہاڑ کی طرح ہے۔ اس کا نام اعراف ہے۔ جن لوگوں کی بدیاں اور نیکیاں برابر ہوں گی، ان کا فیصلہ سب سے پیچھے قیامت کے دن ہوگا، کیونکہ نہ ان کی نیکیوں کا پلہ ایسا بھاری ہوگا کہ فوراً ان کو جنت کا حکم ہو جاوے، نہ بدیاں ایسی ہوں گی کہ دوزخی ٹھہر جاویں۔ اس لئے زیادہ نیکیوں والے جنت میں اور زیادہ بدیوں والے دوزخ میں جب تک حساب کتاب کے بعد جاویں گے اس وقت تک ان لوگوں کو اعراف دیوار پر کھڑا کر دیا جاوے گا۔ یہ وہاں سے جنتی اور دوزخی دونوں گروہ کے لوگوں کو جنت اور دوزخ میں جاتے ہوئے دیکھیں گے اور باتیں کریں گے۔

۲؎ مطلب یہ ہے کہ اہل اعراف دوزخیوں کو چہرہ کی سیاہی سے پہچان کر پروردگار سے پناہ مانگیں گے کہ ہم کو ان ظالموں کے ساتھ نہ کیجیو اور جنت والوں کو سلام کریں گے۔

اعراف کا بیان اور دوزخیوں کا ذکر

۳؎ اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اعراف والے بڑے بڑے مشرک اور کافروں سے کہ جن کو پہچانتے ہوں گے،

أَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ؕ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ أَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَنَادٰٓى أَصْحٰبُ النَّارِ أَصْحٰبَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ ؕ قَالُوْٓا إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾

کیا یہ وہ لوگ ہیں جن کی نسبت تم قسم کھاتے تھے کہ ان پر اللہ (اپنی) رحمت ہرگز نہ کرے گا، انکو یوں کہا گیا کہ جنت میں جاؤ جنت میں تم پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم غمگین ہو گے ﴿۴۹﴾ اور [1] دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے (اور ان سے التجا کریں گے) کہ ہمارے اوپر ڈال دو (جنت کا) کچھ پانی یا اس میں سے دو جو تمہیں اللہ نے روزی دی ہے (جنت والے) جواب دیں گے بیشک اللہ نے ان دونوں چیزوں کو کافروں پر حرام کیا ہے ﴿۵۰﴾ جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشہ بنالیا تھا اور دنیا کی (چندروزہ) زندگی نے انکو فریب میں ڈال رکھا تھا ہم بھی پس آج انہیں بھول جاویں گے جیسے وہ اپنے اس دن کے پیش آنے کو بھول گئے تھے اور جیسا کہ وہ ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے ﴿۵۱﴾

جھڑکی کے طور پر کہیں گے کہ تمہارا وہ مال جو تم نے دنیا میں جمع کیا تھا یا تمہاری کثرت اور جمعیت اور تکبر آج تمہارے کچھ کام نہ آیا۔ آخر عذاب میں گرفتار ہوئے۔ پھر ان کو حسرت دلانے کی غرض سے غریب مسلمانوں کی طرف اشارہ کر کے کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے حق میں تم کہا کرتے تھے کہ ان پر خدا کی رحمت نہ ہوگی اور نہ یہ جنت میں جاویں گے۔ لو اب یہی لوگ تمہارے سامنے جنت میں جاتے ہیں۔ پھر اہل اعراف سے کہا جائے گا کہ تم بھی جنت میں داخل ہو تم کو کچھ خوف و غم نہیں ہے۔

[1] مطلب یہ ہے کہ دوزخ والے جنت والوں سے بھیک کی طرح گڑگڑا کر تھوڑے سے پانی اور کھانے کا سوال کریں گے، مگر ان کو کچھ نہ دیا جائے گا، بلکہ جنتی صاف جواب دیویں گے کہ جنت کی یہ دونوں چیزیں خدائے تعالیٰ نے تم پر حرام کر دی ہیں، اس لئے تم کو کوئی چیز نہیں مل سکتی ہے۔ کیونکہ تم نے دنیا میں نافرمانی کی اور جس طرح دنیا میں تم لوگوں نے مجھ کو بھلا دیا تھا اسی طرح آج میں بھی بھولے بسروں کی طرح تم لوگوں کو اپنی نظر رحمت سے دور ڈالتا ہوں۔

وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ع

اور ۱؎ بیشک ہم نے ان کو ایک کتاب پہنچا دی ہے کہ جس کو ہم نے ایک بڑے علم سے مفصل کیا ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں ﴿۵۲﴾ یہ کافر لوگ کا ہے کی راہ دیکھتے ہیں مگر اس کی کہ اس کتاب کا کہا ہوا انجام سامنے آئے (یعنی قیامت) جس دن اس کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی اس روز جو لوگ پہلے سے بھلا بیٹھے تھے یوں کہیں گے کہ بیشک ہمارے پروردگار کے رسول ہمارے پاس سچی سچی باتیں لائے تھے، پس اب کوئی ہیں ہمارے سفارشی جو ہماری شفاعت کریں یا ہم دنیا کی طرف واپس بھیجے جائیں تا کہ ہم لوگ جو عمل کرتے تھے اس کے خلاف کریں، بیشک انہوں نے اپنے آپ کو نقصان میں ڈالا اور ان سے کھوئے گئے جو بہتان اٹھاتے تھے ﴿۵۳﴾

۱؎ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ مفصل اور مشرح کتاب ان کے پاس بھیج دی تا کہ ان مشرک اور کافروں کو کوئی عذر کرنے کا موقع نہ رہے، اور ایمان والوں کے لئے یہ کتاب سراسر ہدایت اور رحمت ہو جائے۔ اس کتاب میں جو وعدہ عذاب ہے، کیا منکر اس کے آنے کی راہ دیکھ رہے ہیں تو قیامت کے روز کافر چاہیں گے کہ کوئی ہماری سفارش کرے یا دنیا میں پھر جانا ہم کو نصیب ہو تو اچھے کام کریں۔ غرضیکہ اس دن اپنا نقصان ان کو معلوم ہوگا اور سب جھوٹ ان کا جو دنیا میں بناتے تھے بیکار ہو جائے گا۔ عقبیٰ کے عذاب کے وقت یہ نافرمان لوگ اپنی نافرمانی پر بہت پچھتاویں گے، اور عذاب الٰہی سے بچانے والا کوئی سفارشی ڈھونڈیں گے مگر سزا کے وقت کا مجرم کا پچھتانا نہ کچھ سود مند ہو سکتا ہے، نہ بغاوت کے جرم کا کوئی سفارشی پیدا ہو سکتا ہے۔ جس کے سبب سے نتیجہ یہی ہوگا کہ دنیا یا عقبیٰ کے عذاب کے وقت یہ لوگ اپنی اکڑائی کی باتیں تو سب بھول جاویں گے اور ان باتوں کے سبب سے بہت بڑا وبال ان کی جانوں پر پڑ جاوے گا۔

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۫ یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ یَطْلُبُهٗ حَثِیْثًا ۙ وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ ؕ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۵۴﴾

بیشک ۱؎ تمہارا پروردگار اللہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں، پھر عرش پر جلوہ افروز ہوا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) چھپا دیتا ہے ۲؎ رات سے دن کو ایسے طور پر کہ وہ رات اس دن کو جلدی سے طلب کر لیتی ہے، اور پیدا کیا سورج اور چاند اور ستاروں کو سب اس کے حکم کے تابع ہیں، اور (یاد رکھو) اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم دینا، نہایت بزرگ ہے اللہ جو سارے جہان کا پروردگار ہے ﴿۵۴﴾

پیدائش عالم کا ذکر اور خدائے تعالیٰ کی قدرت کا بیان

۱؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا کہ زمین اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے روز پیدا کی، اور اتوار کو پہاڑ اور منگل کو موذی جانور اور زہریلی چیزیں اور نور بدھ کے دن، اور چوپائے جمعرات کے دن اور جمعہ کے روز حضرت آدم علیہ السلام پیدا کیے گئے۔ سب سے پہلے پانی پیدا ہوا، عرش الٰہی پانی پر تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کو زمین و آسمان اور مخلوقات کا پیدا کرنا منظور ہوا تو چھ روز میں اتوار سے لے کر جمعہ تک سب کچھ پیدا کیا۔ زیادہ تفصیل اس کی سورۂ حم سجدہ (پارہ ۲۴) میں آوے گی۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان، سورج اور سورج کی گردش کے پیدا ہو جانے کے بعد چھ دن کی مقدار جس قدر ہوتی ہے، اس قدر مدت میں اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا کو پیدا کیا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی قدرت ایسی بڑی ہے کہ ایک دم میں وہ جو چاہے سو کر دے لیکن اس میں بندوں کو سہولت سکھائی گئی ہے کہ وہ کسی کام میں جلدی نہ کریں۔ کیونکہ آیت میں اہل دنیا سے خطاب ہے۔ آگے کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح سے عرش پر ہونا اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب ہے، اسی طرح بلا مشابہت دنیا کے بادشاہوں کے اللہ تعالیٰ جل شانہ عرش پر ہے۔

۲؎ اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رات دن کو اور دن رات کو چھپا لیتا ہے۔ ہر ایک دوسرے کی طلب میں سرگرم اور تیز رو ہے۔ سورج چاند اور تارے سب اللہ کے حکم کے تابع ہیں۔ اس واسطے فرمایا کہ اسی کا پیدا کیا ہوا سب ملک اور اسی کا حکم اور تصرف سب جگہ ہے، سوائے اس کے نہ کوئی مالک ہے نہ اختیار والا۔ وہ بڑی برکت والا ہے۔

اُدۡعُوۡا رَبَّكُمۡ تَضَرُّعًا وَّخُفۡيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الۡمُعۡتَدِيۡنَ ۝۵۵ وَلَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا وَادۡعُوۡهُ خَوۡفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحۡمَتَ اللّٰهِ قَرِيۡبٌ مِّنَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ۝۵۶ وَهُوَ الَّذِىۡ يُرۡسِلُ الرِّيٰحَ بُشۡرًاۢ بَيۡنَ يَدَىۡ رَحۡمَتِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَاۤ اَقَلَّتۡ سَحَابًا ثِقَالًا سُقۡنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنۡزَلۡنَا بِهِ الۡمَآءَ فَاَخۡرَجۡنَا بِهٖ مِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰى لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُوۡنَ ۝۵۷

اپنے [۱] پروردگار سے دعا کرو گڑگڑاتے اور آہستہ، بیشک حد سے بڑھنے والے اس کو پسند نہیں ۝۵۵ اور زمین میں فساد نہ پھیلاؤ اس کی اصلاح کے بعد اور تم اللہ سے دعا کرو ڈرتے ہوئے اور امیدوار رہتے ہوئے، بیشک اللہ کی رحمت نیکی کرنے والوں سے قریب ہے۔ [۲] ۝۵۶ اور وہی ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے خوشخبری دینے والی اپنی رحمت سے پہلے (یعنی بارش کی) یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بھاری بادلوں کو اٹھا لاتی ہیں تو ہم ان کو روانہ کرتے ہیں طرف کسی شہر مرے ہوئے (یعنی خشک) کے، پھر ہم ان بادلوں سے پانی برساتے ہیں پھر ہم اس پانی سے ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے تاکہ تم نصیحت مانو ۝۵۷

آداب دعا

[۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے دعا مانگنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ گڑگڑا کر چپکے سے دعا مانگو۔ دعا میں حد سے بڑھنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ دعا میں حد سے بڑھنا یہ کہ پیغمبروں کے درجہ کا سوال نہ کرے اور بڑی بات منہ سے نہ نکالے۔ جہاں تک ہو سکے دعا جامع مختصر ہو۔ پھر فرمایا: "خدا تعالیٰ نے کتابوں اور رسولوں کو بھیج کر زمین کو سنوار دیا تو اب اس زمین کا بگاڑنا کفر، اور شرک کی رسمیں پھیلانی اور قتل و زنا وغیرہ کا پھیلانا قطعی حرام ہے۔ پھر فرمایا کہ پکارو اس کو ڈر سے اور ثواب کا امیدوار ہو کر دعا مانگنی چاہئے۔ پھر فرمایا جو اس طریقہ اور آداب سے خلوص کے ساتھ خدا سے دعا مانگتے ہیں وہ نیکوکار ہیں، اور اللہ کی رحمت ان نیکوکاروں کے قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بندہ کی عاجزی بہت پسند اور بندہ کا تکبر ناپسند ہے۔

[۲] اللہ تعالیٰ نے اس آیت شریف میں اپنی قدرت کو بیان فرمایا کہ جس طرح ہم دنیا میں تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوائیں چلاتے ہیں اور پھر مینہ برساتے ہیں اور ان سے ہر قسم کا سبزہ نکالتے ہیں، اسی طرح ہم قیامت کے دن مردوں کو قبروں سے

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۚ وَالَّذِي خَبُثَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ۚ كَذَٰلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ﴿٥٨﴾ لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿٥٩﴾

اور جو اچھی زمین ہے اس کا سبزہ نکلتا ہے اللہ کے حکم سے، اور جو زمین خراب ہے اس میں سبزہ نہیں نکلتا ہے مگر ناقص دیر سے نکلنے والا، ہم یوں ہی طرح طرح سے آیتیں بیان کرتے ہیں اس قوم کیلئے جو احسان مانیں۔ا ﴿۵۸﴾ بیشک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا: ''اے قوم میری اللہ! کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، بیشک مجھے تمہاری نسبت عذاب کا خوف ہے۔ ایک بڑے دن کے ﴿۵۹﴾

نکالیں گے۔ مینہ کی مثال سے مطلب یہ ہے کہ جس نے اس علم و ہدایت سے جو خدا تعالیٰ نے بھیجا آپ بھی فائدہ اٹھایا اور لوگوں کو بھی نفع پہنچایا اور جس نے اللہ کی بھیجی ہوئی ہدایت کو قبول نہ کیا اور نہ اس سے خود فائدہ اٹھایا اور نہ اوروں کو نفع دیا۔

حضرت نوح علیہ السلام

ا حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت شعیب علیہ السلام تک چند صاحب شریعت انبیاء کے قصے ان آیتوں میں آنحضرت ﷺ کی تسکین و تشفی کے ارادہ سے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے ہیں تاکہ آپ کو یہ اطمینان ہو جاوے کہ سرکش قوموں پر انبیاء کے جھٹلانے کا ہمیشہ سے جس طرح وبال پڑا ہے اگر اہل مکہ مکرمہ ایمان نہ لائیں گے تو یہی انجام ان کا بھی ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اہل مکہ مکرمہ میں اکثر سرکش لوگ بدر کی لڑائی میں مارے گئے اور آپ نے ان کی لاشوں پر ایک ایک کا نام لے کر فرمایا کہ خدا کے وعدے کو تم نے دیکھ لیا اور بقیہ اہل مکہ مکرمہ فتح مکہ پر اسلام لے آئے۔ اگر قضا و قدر میں ان کا ایمان لانا نہ ٹھہرا ہوتا تو پچھلی امتوں کی طرح ضرور سب اہل مکہ ہلاک ہو جاتے۔ سو اس تشفی کے لئے ان قصوں میں آنحضرت ﷺ کی نبوت کی بھی دلیل ہے، کیونکہ ان پڑھ شخص بغیر تائید غیبی کے اس طرح سینکڑوں برس پیشتر کا تاریخی حال ممکن نہیں کہ بیان کر سکے۔ پھر تاریخی حال بھی ایسا کہ اس تاریخی حال سے آئندہ نتیجہ بھی جو بیان کیا گیا وہی واقع ہوا۔ بھلا یہ غیب دانی بغیر غیب دان حقیقی کے کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ توحید کی تعلیم اور شرک کا مٹانا حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت سے شروع ہوا۔ حضرت نوح علیہ السلام حضرت ادریس علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کی پیدائش اور حضرت آدم علیہ السلام کی وفات میں ایک سو چھبیس برس کا فاصلہ ہے۔ طوفان کے بعد تین سو برس تک حضرت نوح علیہ السلام زندہ رہے۔

قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۶۱﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّیْ وَ اَنْصَحُ لَكُمْ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَ عَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِیُنْذِرَكُمْ وَ لِتَتَّقُوْا وَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَیْنٰهُ وَ الَّذِیْنَ مَعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِیْنَ ﴿۶۴﴾ ع وَ اِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ

اس کی قوم کے سرداروں نے کہا: ''ہم تمہیں صریح گمراہی میں دیکھتے ہیں'' ﴿۶۰﴾ (نوح نے) کہا: ''اے قوم میری! مجھ میں گمراہی کچھ نہیں میں تو رسول ہوں پروردگار عالم کی طرف سے ﴿۶۱﴾ تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں، اور خدا کے ہاں کی میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ﴿۶۲﴾ کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت آئی تم میں سے ایک شخص کی معرفت تاکہ وہ تمہیں ڈرائے اور تاکہ تم پرہیز گار بنو اور تاکہ تم پر مہربانی کی جائے'' ﴿۶۳﴾ پس انہوں نے اس کو جھٹلایا پھر ہم نے اس کو اور جو لوگ اس کے ساتھ کشتی میں تھے نجات دی، اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائی تھیں ان کو غرق کر دیا، بیشک وہ اندھی قوم تھی ﴿۶۴﴾ اور [۱] عاد کی طرف ان کی برداری سے ہود کو بھیجا۔

حضرت ہود علیہ السلام، آندھی کے عذاب کا ذکر

[۱] حضرت ہود علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام کے خاندان میں سے ہیں۔ حضرت ہود علیہ السلام کی امت قوم عاد کا ملک حضر موت سے عمان وغیرہ تک تھا اور بڑا شاداب ملک تھا۔ قوم عاد کے لوگ بڑے قوی، ساٹھ ساٹھ گز کے قد تک کے تھے۔ عذاب کی آندھی آٹھ روز تک جوان پر چلی، پہلے اس آندھی سے کھیتی کرنے والے لوگ، اور ان کے جانور ہلاک ہوئے، پھر شہروں کے لوگ اسی طرح ہلاک ہوئے۔ آندھی کے عذاب سے پہلے ان میں قحط کا عذاب پھیلا۔ تین برس تک رہا۔ چند آدمی

قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الۡمَلَاُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰٮكَ فِىۡ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَـنَظُنُّكَ مِنَ الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ يٰقَوۡمِ لَيۡسَ بِىۡ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّىۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمۡ رِسٰلٰتِ رَبِّىۡ وَاَنَا لَـكُمۡ نَاصِحٌ اَمِيۡنٌ ﴿۶۸﴾ اَوَعَجِبۡتُمۡ اَنۡ جَآءَكُمۡ ذِكۡرٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ عَلٰى رَجُلٍ مِّنۡكُمۡ لِيُنۡذِرَكُمۡ ؕ وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ جَعَلَـكُمۡ خُلَـفَآءَ مِنۡۢ بَعۡدِ قَوۡمِ نُوۡحٍ وَّزَادَكُمۡ فِى الۡخَـلۡقِ بَصۜۡطَةً ۚ فَاذۡكُرُوۡۤا اٰلَۤاءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوۡۤا اَجِئۡتَـنَا لِنَعۡبُدَ اللّٰهَ وَحۡدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ

اس نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو نہیں ہے تمہارا کوئی معبود اس کے سوا، تو کیا تمہیں ڈر نہیں'' ﴿۶۵﴾ اسکی قوم کے (کافر) سرداروں نے کہا: ''بیشک ہم تو تمہیں بیوقوفی میں دیکھتے ہیں اور البتہ ہم تم کو جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں'' ﴿۶۶﴾ اس نے کہا: ''اے قوم میری! مجھ میں کچھ بھی بیوقوفی نہیں ولیکن میں پروردگار عالم کی طرف سے رسول ہوں ﴿۶۷﴾ تمکو پیغام پہنچاتا ہوں اپنے پروردگار کے اور میں تمہارا امانتدار خیر خواہ ہوں'' ﴿۶۸﴾ کیا تم کو اس بات سے تعجب ہوا کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آئی، تمہیں میں سے ایک شخص کی معرفت تاکہ تمہیں ڈرائے، اور یاد کرو اس نعمت کو کہ جب اس نے تم کو جانشین کیا بعد قوم نوح کے، اور تمہارے بدن کا پھیلاؤ بڑھایا پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو ﴿۶۹﴾ وہ لوگ کہنے لگے: ''کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم صرف ایک اللہ ہی کی عبادت کریں اور چھوڑ دیں اس کو جو کچھ پوجتے تھے ہمارے باپ دادا۔

ان میں مکہ مکرمہ میں قحط کے رفع ہونے کے لئے دعا مانگنے گئے۔ مکہ مکرمہ میں ان دنوں عمالقہ لوگ جو حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے عملیق کی اولاد میں ہیں وہ رہتے تھے۔ ابھی یہ دعا مانگنے والے لوگ مکہ مکرمہ ہی میں تھے کہ یہاں آندھی کا عذاب آن کر قوم ختم ہوگئی۔ عذاب کے بعد حضرت ہود علیہ السلام یمن کی طرف چلے گئے۔ پھر حضر موت میں آکر وفات پائی۔ وہیں آپ کا مدفن ہے۔ اس روز ہوا ایک انگوٹھی کے سوراخ کے برابر عادت سے زیادہ کھولی گئی تھی۔

فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَاۗءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿٧١﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٧٢﴾ ع وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ

پس ہم کو جس عذاب کا وعدہ دیتے ہو اس کو ہمارے پاس لاؤ اگر تم سچے ہو'' ﴿۷۰﴾ ہود نے کہا: ''بیشک اب خدا کی طرف سے تم پر عذاب اور غضب ثابت ہوا، کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے بارے میں جھگڑتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے تھے، ان کے معبود ہونے کی خدا نے کوئی سند نہیں اتاری، پس تم انتظار کرو بیشک میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں'' ﴿۷۱﴾ پھر ہم نے اس کو اور اس کے ساتھیوں کو تو نجات دی اپنی رحمت سے، اور کاٹ ڈالی ہم نے جڑ ان لوگوں کی جو ہماری آیتیں جھٹلاتے تھے اور وہ ایمان والے نہیں تھے ﴿۷۲﴾ اور ۱؎ ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو بھیجا۔

حضرت صالح علیہ السلام اور عذاب چنگھاڑ کا ذکر

۱؎ حضرت صالح علیہ السلام بھی حضرت نوح علیہ السلام کے خاندان سے ہیں۔ قوم عاد کی ہلاکت کے بعد اس سرزمین میں قوم صالح کے لوگ، جن کو ثمود کہتے ہیں بسے۔ بڑی بڑی عمر کے لوگ اس قوم میں ہوئے۔ اینٹ مٹی کے مکان ان کی عمر بھر میں کافی نہ ہوئے تو انہوں نے پہاڑوں کو تراش کر گھر بنائے۔ نوعمری سے حضرت صالح علیہ السلام ان میں نبی ہوئے۔ نصیحت کرتے کرتے بڈھے (بوڑھے) ہوگئے مگر ان میں سے چند ایک ہی شخص ایمان لائے۔ سال بھر میں ایک روز ان کی عید کا دن ہوتا تھا۔ اس روز انہوں نے حضرت صالح علیہ السلام سے کہا کہ تم ہمارے لئے ایک معجزہ کی اپنے اللہ سے دعا کرو اور ہم بتوں سے اسی معجزہ کی خواہش کرتے ہیں۔ اگر تمہارے خدا نے معجزہ پورا کر دیا تو ہم تم کو سچا نبی جان کر تم پر ایمان لے آویں گے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا: ''تم کیا معجزہ چاہتے ہو۔ جندع بن عمرو ایک شخص ثمود میں سردار تھا۔ اس نے پہاڑ میں حاملہ اونٹنی پیدا ہونے کا معجزہ چاہا۔ حضرت صالح نے دو رکعت نماز پڑھ کر پھر اللہ تعالیٰ سے اونٹنی کے پیدا ہونے کی دعا مانگی فوراً پتھر سے اونٹنی پیدا ہوئی اور پھر اس نے بچہ دیا۔ یہ معجزہ دیکھ کر جندع اور چند شخص ایمان لائے۔ ثمود کے ملک میں پانی کی کمی تھی اس واسطے

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۷۴﴾

انہوں نے کہا: ''اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو تمہارا نہیں ہے کوئی معبود اسکے سوا، بیشک تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آئی، یہ اللہ کی اونٹنی پیدا کی ہوئی تمہارے لئے ایک نشانی ہے پس اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے اور اس کو برائی سے ہاتھ مت لگانا کہ اس وقت تم پر آپڑے گا درد دینے والا عذاب ﴿۷۳﴾ اور تم وہ نعمت یاد کرو جبکہ اللہ نے تم کو عاد کے بعد جانشین کیا اور تم کو جگہ دی زمین میں کہ اس کی نرم زمین میں محل بناتے ہو، اور پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہو، پس خدا کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھیلاتے پھرو ﴿۷۴﴾

حضرت صالح علیہ السلام نے یہ بات ٹھہرادی تھی کہ ایک روز وہ اونٹنی پانی پیا کرے اور ایک روز لوگوں کے جانور پانی پیا کریں۔ جانور اونٹنی سے ڈر کر بھاگتے تھے اور وہ اونٹنی سب پانی کنوئیں کا پی جاتی تھی، اور دودھ بھی اتنا دیتی تھی کہ ثمود کے تمام گھروں کے برتن بھر جاتے تھے لیکن جانوروں کے ڈرنے اور پانی کے زیادہ پینے سے ثمود اس اونٹنی کو بری نظروں سے دیکھتے تھے۔ جن کے پاس جانور تھے وہ تو اس اونٹنی کی جان کے دشمن ہو گئے۔ آخر نو آدمیوں کے گروہ نے اتفاق کر کے ایک روز اس اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔ قدار بن سالف ایک شخص ثمود میں بڑا شریر تھا، اس نے اونٹنی کے تیر مارا اور اس اونٹنی کی ہلاکت کے بعد حضرت صالح علیہ السلام نے ثمود سے فرمایا کہ اب تین یوم میں تم پر عذاب آوے گا۔ شہر کے لوگ عذر کرنے لگے کہ ان نو آدمیوں نے اونٹنی کو ہلاک کیا ہے ہم بےقصور ہیں۔ آپ نے فرمایا: ''دیکھو اس کے بچے کو ڈھونڈو اگر وہ بچہ تم کو مل جاوے گا تو شاید عذاب ٹل جاوے گا''۔ وہ بچہ ایک پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا اور پتھر میں غائب ہو گیا۔ آخر ایک چنگھاڑ کی آواز آسمان سے آئی اور کلیجہ پھٹ کر سب ہلاک ہو گئے۔ ایک شخص ابو غال حرم میں ہونے کے سبب سے کچھ دنوں بچ گیا جب حرم سے نکلا تو وہ بھی ہلاک ہو گیا۔

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لِلَّذِیْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوْۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرْسِلَ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۷۵﴾ قَالَ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْۤا اِنَّا بِالَّذِیْۤ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَ عَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَ قَالُوْا یٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِهِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ وَ لٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ ﴿۷۹﴾ وَ لُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖۤ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۸۰﴾

کہا اسکی قوم کے سرداروں نے جنہوں نے سرکشی کی تھی ان کمزور لوگوں سے کہ جو ان میں سے ایمان لائے تھے کیا: تم یقین رکھتے ہو کہ صالح اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں ایمان والوں نے کہا کہ بیشک ہم تو اس پر بھی پورا یقین رکھتے ہیں جو کچھ وہ دے کر بھیجے گئے ہیں ﴿۷۵﴾ سرکشوں نے کہا: "جس پر تم ایمان لائے ہو ہم اسکے منکر ہیں" ﴿۷۶﴾ پس اس اونٹنی کو مار ڈالا اور سرکشی کی اپنے پروردگار کے حکم سے اور کہنے لگے: "اے صالح! جس کا تم ہم کو وعدہ دیتے ہو اس کو لاؤ اگر تم رسول ہو" ﴿۷۷﴾ پس آ پکڑا ان کو زلزلے نے تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے ﴿۷۸﴾ تو اس وقت صالح نے ان سے منہ پھیرا اور کہا: "اے میری قوم! بیشک میں نے تمکو اپنے پروردگار کا پیغام پہنچایا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی ولیکن تم نصیحت کرنیوالوں کو دوست ہی نہیں رکھتے" ﴿۷۹﴾ اور ہم [۱] نے لوط کو بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا: "تم وہ بے حیائی کا کام کرتے ہو جسکو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا" ﴿۸۰﴾

قوم لوط علیہ السلام کی ہلاکت

[۱] حضرت لوط علیہ السلام نے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے، شہر بابل سے آپ کے ساتھ ہجرت کر کے ملک شام

اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾

تم شہوت میں آ کر مردوں کے پاس جاتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم حد (انسانیت ہی) سے نکل جانے والے لوگ ہو'' ﴿۸۱﴾

میں سکونت اختیار کی تھی۔ پھر سدوم میں رہنے کا اور اس شہر اور اس کے گرد ونواح کے شہر والوں کی ہدایت کا حکم ہوا۔ حضرت لوط علیہ السلام کی امت جن بستیوں میں رہتی تھی وہ بڑی شاداب اور سرسبز بستیاں تھیں۔ غیر بستیوں کے لوگ شادابی کے سبب سے قوم لوط کی بستیوں میں اکثر آجایا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے قوم لوط کو طرح طرح کی تکلیف ہوتی تھی۔ شیطان نے قوم لوط کو بہکایا کہ غیر بستیوں کے جو لوگ آویں ان کے ساتھ جتنے نوعمر لڑکے ہوں ان لڑکوں سے بدفعلی کی جاوے تو غیر لوگ تمہاری بستیوں میں ہرگز نہ آویں گے۔ شیطان کے بہکانے سے اور خود خوبصورت لڑکا بن کر ان کو اغلام سکھانے سے انہوں نے ویسا ہی کیا اور پھر ان میں وہ عادت جم گئی اور اس بدفعلی کا عام رواج ہو گیا جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ہر چند سمجھایا کہ تم شہوت میں آ کر عورتوں کو چھوڑ کر مردوں پر دوڑتے ہو تم تو بڑے ہی بیہودہ اور بدکار قوم ہو۔ اس قوم کا جواب بجز اس کے کچھ نہ تھا کہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اپنے گاؤں سے نکال دو کیونکہ یہ لوگ پاکیزگی ڈھونڈتے ہیں۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ہر چند سمجھایا مگر انہوں نے نہ مانا۔ جب حضرت لوط علیہ السلام ان سے عاجز آ گئے اور بجائے توبہ کے ان کی سرکشی بڑھ گئی تو تین فرشتے اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوبصورت لڑکوں کی شکل میں دوپہر کے وقت جبکہ وہ اپنے خیمے کے سامنے بیٹھے تھے نظر آئے۔ ابراہیم علیہ السلام نے ان کی مہمان نوازی کی تیاری کی۔ روٹیاں اور ایک بچھڑا پکا کر لائے لیکن انہوں نے نہ کھایا۔ تب حضرت ابراہیم علیہ السلام ڈر گئے کہ شاید دشمن ہوں کیونکہ دشمن اس عہد میں مخالف کا کھانا نہیں کھاتے تھے۔ تب انہوں نے کہا کہ خوف نہ کرو ہم خدا کے فرشتے ہیں سدوم کو غارت کرنے آئے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ وہاں تو حضرت لوط علیہ السلام اور نیک لوگ بھی ہوں گے انہوں نے کہا کہ حضرت لوط علیہ السلام کو محفوظ رکھیں گے اور وہاں پانچ شخص بھی نیک نہیں ورنہ غارت نہ کرتے۔ پھر وہاں سے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے اور رات کو ان کے ہاں رہے، لیکن ان کی گھر والی نے جو کافرہ تھی جا کر خبر کر دی کہ ہمارے ہاں بہت خوبصورت لڑکے مہمان آئے ہیں۔ وہ بدبخت یہ خبر سنتے ہی حضرت لوط علیہ السلام پر چڑھ آئے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے منت کی اور کہا کہ اگر تمہیں میری (قوم کی) بیٹیاں درکار ہیں تو ان سے نکاح کر لو مگر مہمانوں کو بے عزت نہ کرو۔ لیکن کہا نہ مانا اور کواڑ توڑنے لگے، تو فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو اندر کھینچ لیا اور پر جھاڑے جس سے وہ لوگ اندھے ہو گئے۔ فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ علی الصبح یہ شہر غارت ہو گا تم اپنے کنبے کو لے کر راتوں رات نکل جاؤ۔ سو وہ چلے مگر ان کی بیوی جو کافرہ تھی وہ پیچھے رہ گئی اور وہ نمک کا کھمبا ہو گئی۔ آخر صبح کو فرشتوں نے شہر کو الٹا دیا، پھر آگ اور پتھر برسائے جس سے سب ہلاک ہو گئے۔

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۖ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ

اور اس کی قوم سے کوئی جواب نہ بن پڑا سوائے اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان کو اپنی بستی سے نکال دو کیونکہ یہ لوگ پاکیزگی چاہتے ہیں ﴿۸۲﴾ پس ہم نے لوط کو اور ان کے متعلقین کو نجات دی مگر اس کی بیوی کو کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہوئی ﴿۸۳﴾ اور برسایا ہم نے ان پر ایک (نئی طرح کا) مینہ (کہ وہ پتھروں کا تھا)، پھر دیکھو کیسا ہوا انجام گنہگاروں کا ﴿۸۴﴾ اور ہم نے مدین ا؎ کی طرف بھیجا ان کی برادری سے شعیب کو۔

حضرت شعیب علیہ السلام۔ عذابِ آگ اور زلزلہ

ا؎ حضرت شعیب علیہ السلام کی دو امتیں ہیں اور سوا حضرت شعیب کے اور کوئی نبی دو امتوں کی ہدایت کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ ایک امت ان کی یہ قبیلہ ہے جس کا نام مدین ہے، اور حضرت شعیب علیہ السلام بھی اسی قبیلہ میں سے ہیں۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اس قبیلہ کا بھائی فرمایا ہے اور دوسری امت بن کے رہنے والے لوگ ہیں جن کو اصحاب الایکہ فرمایا ہے۔ اصحاب الایکہ کے لوگ کم تولتے اور کم ناپتے تھے اور یہ لوگ پیڑوں کی بھی پوجا کیا کرتے تھے۔ لیکن قبیلہ مدین اور اصحاب الْاَیْکَۃ ایک ہی امت تھے، جن کی ہدایت کے لئے حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے تھے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے بڑی عمر پائی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت تک زندہ تھے اور ایک قبطی کو مار کر مصر سے مدین کو جب حضرت موسیٰ گئے تو ان کی ملاقات حضرت شعیب سے ہوئی۔ اور وہ دو بہنیں جن کا قصہ سورۂ قصص میں آوے گا ان ہی حضرت شعیب علیہ السلام کی بیٹیاں تھیں، جن میں سے ایک کا نکاح حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوا تھا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نابینا تھے اور بڑے فصیح تھے۔ اس واسطے ان کو خطیب الدنیا کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں حضرت شعیب علیہ السلام کی امت کے عذاب کا تین جگہ ذکر ہے: (۱) ایک یہاں سورۂ اعراف میں زلزلہ کا ذکر ہے۔ (۲) ایک سورۂ ہود میں چنگھاڑ کا ذکر ہے۔ (۳) ایک سورۂ شعراء میں عذاب بادل کا ذکر ہے جس میں آگ برسی تھی۔ یہ تینوں عذاب ایک ساتھ ہی اس طرح آئے کہ وہ لوگ اپنے گھروں میں تھے تو زلزلہ آیا جب گھروں سے باہر نکلے تو سخت گرمی معلوم ہوئی اور بادل کی صورت کا ایک ٹکڑا سایہ کا نظر آیا۔ پہلے ایک شخص ان میں سے اس سایہ میں گیا اور اس نے سایہ کی ٹھنڈک کی تعریف کی۔ اس کی تعریف سن کر سب لوگ اس

قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ كُنْتُمْ قَلِيْلًا فَكَثَّرَكُمْ ۪ وَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۶﴾

انہوں نے کہا کہ اے میری قوم! تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں، بیشک تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آئی ہے تو تم ناپ اور تول پوری کرو اور کمی کر کے نہ دو لوگوں کو ان کی چیزیں، اور زمین میں فساد نہ کرو اس کی درستی کے بعد، یہ کام تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان لاؤ ﴿۸۵﴾ اور ہر ایک رستہ پر نہ بیٹھو اس غرض سے کہ دھمکیاں دیا کرو راہ گیروں کو اور جو کوئی ایمان اللہ پر لے آیا ہے اس کو اللہ کے رستہ سے روکو، اور اس میں کجی پیدا کرو اور اس وقت کو یاد کرو جب کہ تم تھوڑے سے تھے، پھر اللہ نے تم کو زیادہ کر دیا اور دیکھو کہ کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا ﴿۸۶﴾

چھاؤں میں چلے گئے۔ اتنے میں آسمان سے ایک سخت چیز کی آواز آئی اور پھر اسی بادل سے آگ برسی۔ جس سے سب لوگ ایک دم میں ہلاک ہو گئے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کئی امتوں کے لئے بھیجے گئے تھے۔ حقیقت میں یہ ایک ہی امت کا عذاب تین ٹکڑوں کا ہے اور اس امت کے ہر ایک ٹکڑے کے ساتھ عذاب کے ایک ایک ٹکڑے کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ ان موقعوں کے احوال پر غور کر کے عبرت پکڑو اور نافرمانی نہ کرو، ورنہ ایک دن تم بھی یوں ہی ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام مسلمانوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے: ”تمہیں سے ایک فرقہ میری رسالت پر ایمان لایا اور ایک فرقہ ایمان نہیں لایا تو تم ان لوگوں کی سختیوں پر صبر اور سہارے سے کام لو۔ جو ایمان نہیں لائے اور صبر بھی وہاں تک کہ خدائے تعالیٰ تم میں فیصلہ کرے وہ بہت اچھا فیصلہ کرنے والا ہے“۔

وَ اِنْ كَانَ طَآىِٕفَةٌ مِّنْكُمْ اٰمَنُوْا بِالَّذِیْۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ وَ طَآىِٕفَةٌ لَّمْ یُؤْمِنُوْا فَاصْبِرُوْا حَتّٰى یَحْكُمَ اللّٰهُ بَیْنَنَاۚ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۷﴾

اور اگر تم میں سے ایک گروہ نے اس کو مان لیا ہے وہ جو میری معرفت بھیجا گیا ہے (یعنی میری رسالت کو) اور ایک گروہ نے نہیں مانا، پس صبر کرو یہاں تک کہ اللہ ہمارے درمیان فیصلہ کردے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے ﴿۸۷﴾

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ یٰشُعَیْبُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْیَتِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِیْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَ لَوْ كُنَّا كٰرِهِیْنَ ﴿۸۸﴾ ۚ قف

کہا[۱] ان سرداروں نے جو اس کی قوم میں سے سرکشی کرتے تھے: "بیشک ہم تم کو اے شعیب! اور تمہارے ساتھ والے لوگوں کو جو ایمان لائے ہیں اپنی بستی سے نکال دیں گے، یا یہ ہو کہ تم ہمارے دین میں پھر آجاؤ" (شعیب نے) کہا: "کیا اگر چہ ہم (تمہارے دین سے) بیزار ہوں" ﴿۸۸﴾

قوم شعیب کی ہلاکت

[۱] مطلب یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام پر جو ایمان لے آئے تھے بیشتر وہ غریب تھے۔ اس لئے ایک روز وہاں کے سرداروں نے متفق ہو کر حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ یا تو آپ مع اپنے ہمراہیوں کے پھر ہمارے مذہب وطریقہ کو اختیار کرلیں ورنہ ہمارے شہر سے نکل جاویں۔ اگرچہ ابتدائے عمر سے حضرت شعیب علیہ السلام ان کی ملت ومذہب پرستی کے شریک نہ تھے مگر نبوت اور منادی (اعلان) سے پہلے ان کی سکونت کو وہ اپنے مذہب وملت میں شامل رہنا خیال کرتے تھے۔ جس لئے پھر انہوں نے ملت میں لوٹ آنے کا لفظ استعمال کیا۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے کہا: "ہم کو اس مذہب سے نفرت ہے ہم سے کب ہو سکتا ہے کہ پھر اس میں آملیں۔ اگر ایسا کریں تو گویا ہم نے خدائے تعالیٰ پر بڑا جھوٹ باندھا اور ہمیں یہ بات کب لائق ہے کہ ہم تمہارے دین وملت کو اختیار کریں۔ ہاں اگر تقدیر میں یونہی لکھا ہو اور اللہ تعالیٰ ہی چاہے تو اسکو کچھ کہا نہیں جاتا کیونکہ دل جو انسان کے تمام افعال کا محرک ہے اسی کے قبضہ قدرت میں ہے۔ چاہے ہدایت کی طرف اس کو پھیر دے، خواہ برائی کا داعیہ (جذبہ) اس میں ڈال دے۔ خوف کا مقام ہے مگر وہ ہر بات کا علم رکھتا ہے، ہمارا اسی پر بھروسہ ہے"۔ اس کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ! ہم میں اور ہماری قوم میں فیصلہ کر دے، یہ بھی عذاب کے خواستگار ہیں۔ اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے سرداروں نے یہ بھی کہا کہ دیکھو اگر تم شعیب علیہ السلام کی پیروی کرو گے اور اس کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کرو گے تو تم سخت ٹوٹے (نقصان) میں پڑ جاؤ گے۔ سچ بات ہے جب آدمی کے برے دن سامنے آتے ہیں تو اسے عقل وسمجھ کی بات بھی بری معلوم ہوتی ہے نیکی کی بات بھی بری لگتی ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے اگرچہ اپنی قوم کو طرح طرح سے سمجھایا اور ہر امر میں ان کی بہبودی اور بہتری کھول کر بیان کی مگر چونکہ ان کی ازلی شقاوت غالب آچکی تھی، لہٰذا انہیں شعیب علیہ السلام کی نصیحت بہت کڑوی معلوم ہوئی اور بھلی بات بھی بری لگی۔ آخر اس قوم کا بھی وقت قریب آگیا تو خدا تعالیٰ نے ان پر ایک دھواں سا اٹھایا جس کی گرمی دلوں کو کباب کرتی تھی۔ پھر خدا تعالیٰ نے زلزلہ بھیجا

قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَاۤ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۚ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾

تو ضرور ہم خدا پر جھوٹ باندھیں گے اگر تمہارے دین میں پھر آجائیں بعد اس کے کہ اللہ نے ہم کو اس سے بچا لیا ہے، اور ہم مسلمانوں کو ہرگز لائق نہیں ہے کہ تمہارے دین میں پھر آجائیں مگر یہ کہ جسے اللہ چاہے جو ہمارا پروردگار ہے، ہمارے پروردگار کا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے، ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! ہم میں اور ہماری قوم کے درمیان حق فیصلہ کر اور تیرا فیصلہ سب سے بہتر ہے ﴿۸۹﴾ اور سرداروں نے کہا جو اس کی قوم سے کافر تھے اگر تم شعیب کے تابع ہوئے تو بیشک تم ضرور نقصان میں رہو گے ﴿۹۰﴾ پس ان لوگوں کو زلزلے نے آپکڑا تو وہ صبح کو اپنے گھروں میں زانوؤں پر (اوندھے) گرے ہوئے (مردہ) رہ گئے ﴿۹۱﴾ جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا تھا گویا وہ کبھی وہاں بستے ہی نہ تھے، جن لوگوں نے شعیب کو جھٹلایا تھا وہی لوگ تباہی میں پڑے ﴿۹۲﴾

کہ جس نے تھوڑی سی دیر میں اس قوم کو ہلاک کردیا پھر تو وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے تھے۔ جن لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا انہوں نے ہی نقصان پایا۔ حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کے ہمراہی اس بلا سے محفوظ رہے۔ پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے اس قوم کو اوندھا پڑا دیکھ کر بڑی حسرت کے ساتھ رنج کر کے یہ خطاب ان مردوں سے کیا اور کہا کہ اے قوم! میں تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچا چکا اور تمہاری پوری خیر خواہی کی مگر تم نے نہ مانا پھر اب تم پر کیا رنج کیا جائے۔

فَتَوَلّٰى عَنْهُمْ وَ قَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ نَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّاۤ اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ ﴿۹۴﴾ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّ قَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَ السَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾

تو شعیب نے اس وقت ان سے منہ پھیرا اور کہا کہ اے میری قوم! میں نے تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیئے اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی پھر کیونکر غم کروں قوم کافروں پر ﴿۹۳﴾ ہم [1] نے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا مگر یہ کہ ہم نے وہاں کے رہنے والوں کو محتاجی اور بیماری میں پکڑا تا کہ وہ گریہ وزاری کریں ﴿۹۴﴾ پھر ہم نے ان کو بجائے محنت کے راحت دی یہاں تک کہ ان کو خوب ترقی ہوئی اور کہنے لگے: "بیشک ہمارے باپ داداؤں کو سختی اور راحت پہنچی تھی"، تو ہم نے ان کو دفعتاً (اچانک) پکڑ لیا اور ان کو خبر بھی نہ تھی ﴿۹۵﴾

مشرکوں کو ہدایت

[1] اس ذکر سے یہ مطلب ہے کہ کفار قریش پچھلی امتوں کی بربادی کا حال سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھٹلانے سے اور کفر سے باز آویں اور خدا سے ڈریں۔ اس لئے فرمایا کہ پچھلی امتوں میں اللہ تعالیٰ نے رسول جو بھیجے تو ایسی حالت میں کہ وہ لوگ طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار تھے۔ یہ ان کی جانچ تھی کہ دیکھیں وہ اس حالت میں بھی گڑگڑاتے اور خدا کی طرف رجوع ہوتے ہیں یا نہیں۔ مگر وہ اس حالت میں بھی اسی کفر اور گمراہی میں پڑے رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی مصیبتوں کو دور کر دیا اور تندرست بنا دیا اور مالدار کر دیا کہ شاید اس حالت میں رہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاویں مگر وہ گمراہ ازلی تھے۔ یہ کہنے لگے کہ تکلیف کی گھڑی ہمیشہ نہیں رہتی ہے یہ بھی گردش زمانہ ہے ایک وقت میں رنج دوسرے وقت میں خوشی یہ طریقہ قدیم سے یونہی چلا آتا ہے کوئی نئی بات نہیں ہے خدائے تعالیٰ کی آزمائش نہیں سمجھے اور اس کے حکم کو نہ مانا اور رسولوں کو جھٹلاتے رہے۔ بخلاف مومنوں کے کہ وہ مصیبت کے وقت صبر کرتے ہیں اور خدا کی طرف رجوع ہوتے ہیں اور خوش حالی کے وقت خدا کا شکر ادا کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں کفار کا حال بیان کیا کہ وہ نہ تو تکلیف میں خدا کو یاد کرتے تھے نہ راحت کی حالت میں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں پکڑ لیا اور اس حالت میں پکڑا کہ وہ اپنی حالت سے بالکل غافل تھے۔

وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰۤى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّهُمْ نَآىٕمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰۤى اَنْ یَّاْتِیَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ یَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾ اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا یَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ ع اَوَلَمْ یَهْدِ لِلَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَاۤ

اور ۱؎ اگر بستیوں والے ایمان لے آتے اور پرہیز گاری کرتے تو ہم ان پر کھول دیتے برکتیں آسمان اور زمین کی طرف سے لیکن انہوں نے (ہمارے پیغمبر کو) جھٹلایا پس ہم نے ان کو ان کے اعمال (بد) کی وجہ سے پکڑ لیا ﴿۹۶﴾ پس کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہوگئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت آپڑے جس وقت وہ سوئے پڑے ہوں ﴿۹۷﴾ یا کیا بستیوں والے اس بات سے بے خوف ہوگئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن چڑھے آپڑے جس وقت کہ وہ اپنے کھیل کود میں مشغول ہوں ﴿۹۸﴾ پس کیا اللہ کی خفیہ تدبیروں سے بے خوف ہیں پس اللہ کی خفیہ تدبیر سے بے خوف تو وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جو خرابی میں پڑنے والے ہوتے ہیں ﴿۹۹﴾ کیا وہ ۲؎ جو زمین کے مالکوں کے بعد اس کے وارث ہوئے انہیں اتنی ہدایت نہ ملی۔

۱؎ اب فرمایا کہ اگر وہ لوگ ایمان لے آتے اور رسولوں کی باتیں مانتے اور ان کی راہ پر چلتے تو ہم آسمان اور زمین تمام جگہ کی برکتیں ان پر بھیج دیتے۔ آسمان سے وہ مینہ برستا کہ زمین بالکل سرسبز و شاداب ہوجاتی اور پیداوار کی وہ کثرت ہوتی کہ کھاتے کھاتے وہ تھک جاتے مگر انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا، اس واسطے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے عذاب میں پکڑ لیا اور ان کے کئے کا ایسا بدلہ دیا کہ آخر ہلاک ہی ہوگئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قریش کو اپنے عذاب سے ڈرایا کہ کیا یہ بستیوں اور گاؤں کے رہنے والے قریش بالکل بے خوف ہیں کہ ان پر عذاب نہ آئے گا۔ یہ کہیں نہیں بچ سکتے ہیں اگر ان پر راتوں رات سوتے میں یا دن کے وقت جب یہ لوگ کھیل کود میں اپنا وقت ضائع کررہے ہوں تو عذاب ان کو آکر پکڑ لے۔ پھر فرمایا کہ خدا کی پکڑ سے وہی لوگ بے خوف رہتے ہیں جن کے دلوں میں خدا کا مطلق خوف نہیں، اور اسی وجہ سے ایسے لوگ کم عقلی سے اپنے آپ نقصان اٹھاتے ہیں۔

۲؎ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بات بیان کی کہ یہ لوگ جو رسولوں کو جھٹلاتے ہیں اور راہ حق پر نہیں آتے کیسے بے پروا ہیں۔

اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا مِنْ قَبْلُ ۚ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۱﴾ وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

کہ اگر ہم چاہیں تو انہیں بھی ان کے گناہوں کے سبب سے سزا دیں، اور ہم ان کے دلوں پر مہر کر دیتے ہیں کہ وہ کچھ نہیں سنتے لہ ﴿۱۰۰﴾ یہ بستیاں ہیں جن کے احوال ہم تمہیں سناتے ہیں اور بیشک ان بستیوں کے رہنے والوں کے پاس ان کے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے تو وہ اس قابل نہ ہوئے کہ وہ اس پر ایمان لاتے کہ جس کو پہلے جھٹلا چکے تھے اسی طرح خدا مہر کرتا ہے کافروں کے دلوں پر ﴿۱۰۱﴾ اور نہیں پایا ہم نے ان میں اکثر کو قول کا سچا اور ہم نے تو ان میں سے اکثر کو بے حکم (نافرمان) ہی پایا ﴿۱۰۲﴾

ان سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں جن کے یہ جانشین بن کر بیٹھے ہیں، ان کے حال سے ذرا بھی عبرت نہیں حاصل کرتے کہ ان کا کیا حال ہوا۔ انہوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور دین حق سے روگرداں رہے تو کس ذلت کے ساتھ گاؤں کے گاؤں ہلاک ہوئے۔ ہم چاہیں تو انہیں قوموں کی طرح کیا ان کو نہیں پکڑ سکتے ہیں ان پر عذاب نہیں بھیج سکتے ہیں۔ یہ ان کے پکڑے جانے کی نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر بھی مہر لگا دی کہ نصیحت سننے اور سمجھنے سے مجبور ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بغیر توبہ کے گناہ پر گناہ کرنے سے آدمی کے دل پر زنگ لگ کر اس کا دل ایسا سخت ہو جاتا ہے کہ کسی نیک بات کے اثر سے اس کا دل نرم نہیں ہوتا۔

مختلف انبیاء کرام علیہم السلام کی قوموں کی ہلاکت اور یوم المیثاق یعنی عہد کا دن

لہ اوپر قوم حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر تھا کہ انہوں نے نبی وقت کا کہنا نہ مانا آخر طوفان سے ہلاک ہو گئے۔ اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام کی امت قوم عاد سخت آندھی سے اور حضرت صالح علیہ السلام کی امت قوم ثمود کڑک کی سخت آواز اور زلزلہ سے اور حضرت لوط علیہ السلام کی امت پتھروں کے مینہ سے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی امت پتھروں کے مینہ سے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی امت زلزلہ اور انگارے برسنے سے جو ہلاک ہوئی، ان سب کا حال بیان فرما کر اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسکین اور قریش کی تنبیہ خدائے تعالیٰ نے جو فرمائی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اگر قریش بھی نبی وقت کی

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۗ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ

پھر ہم نے ۱ ان کے بعد بھیجا موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کی قوم کی طرف تو انہوں نے ان نشانیوں پر زیادتی کی (یعنی جھٹلایا) پھر دیکھو ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا﴿۱۰۳﴾ اور موسیٰ نے کہا: ''اے فرعون! بیشک میں بھیجا ہوا ہوں رب العالمین کی طرف سے میں سزاوار ہوں'' ﴿۱۰۴﴾ ساتھ اس کے کہ اللہ کی طرف سے بجز سچ کے اور کچھ نہ کہوں بیشک میں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی نشانی لے کر آیا ہوں۔

نصیحت نہ مانیں گے تو جس طرح گزشتہ امتوں کی بستیاں غارت ہوگئی ہیں اسی طرح یہ بھی غارت ہو جاویں گے۔ غرض اوپر کئی رکوع میں جو قصے پچھلے انبیاء اور پچھلی امتوں کے اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمائے یہ آیت ان سب قصوں کا نتیجہ ہے۔ پھر فرمایا کہ علم ازلی الٰہی میں پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ یہ لوگ ایمان نہ لاویں گے اس واسطے باوجود انبیاء کی نصیحت کے یہ لوگ ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی تھی اور وہ کافروں کے دلوں پر ایسی ہی مہر کر دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ یوم المیثاق میں اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار جو انہوں نے کیا تھا اس عہد پر قائم نہ رہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور اولاد آدم کی پشت سے دنیا میں پیدا ہونے والی سب روحوں سے اللہ تعالیٰ نے توحید کا عہد لیا ہے اسی عہد کے دن کو یوم المیثاق کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں ہر ایک بچہ کو خصلت اسلام اور توحید پر پیدا کرتا ہوں، پھر اس کے بڑے ہونے پر شیطان اس کو کسی اور راستہ پر لگا لیتا ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے یوم المیثاق میں توحید کا عہد لیا ہے اسی طرح تسلیم رسالت ہر نبی وقت کا عہد لیا ہے اور روحوں سے اسی روز فرمایا کہ دیکھو یوم المیثاق کا عہد یاد دلانے کو انبیاء تمہارے پاس آویں گے ان کی اطاعت ضرور کرنا۔ لوگوں نے اس کا اقرار بھی اللہ تعالیٰ کے روبرو کر لیا ہے۔

بالغ اور نوعمر بچوں کی وفات

اس لئے جو بچہ چھوٹی عمر میں مر جاتا ہے اور دوسرے میثاق یعنی عہد کے پانے کی نوبت اس کو نہیں پہنچتی اور تکلیفات شرعیہ اور اطاعت نبی وقت کے حاصل کرنے کا موقع اس کو میسر نہیں آتا وہ مر جاتا ہے۔ اس کی نجات کے لئے پہلا یوم المیثاق کا عہد کافی ہو جاتا ہے اور قبر میں اسی کا سوال ہوتا ہے۔ اور جو شخص تمیز کی عمر پانے کے بعد نبی وقت کی اطاعت نہ کرے اسکو پہلے کا عہد بھی جھوٹا اور ناکافی متصور ہو کر اس سے مواخذہ کیا جاتا ہے۔

۱ ان آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے معجزوں کا ذکر فرمایا ہے

معجزہ: معجزہ ایک ایسی عادت سے باہر عاجز کرنے والی چیز کو کہتے ہیں، جس کا ظہور بدون تائید غیبی کے نہ ہو سکے اور

فَاَرْسِلْ مَعِیَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ﴿۱۰۵﴾ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰیَةٍ فَاْتِ بِهَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ ثُعْبَانٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۰۷﴾ وَّ نَزَعَ یَدَهٗ فَاِذَا هِیَ بَیْضَآءُ لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِیْمٌ ﴿۱۰۹﴾ یُّرِیْدُ اَنْ یُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿۱۱۰﴾

پس بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے ﴿۱۰۵﴾ فرعون نے کہا کہ اگر تم کوئی معجزہ لے کر آئے ہو تو اس کو حاضر کرو اگر تم سچے ہو تو موسیٰ نے اپنا عصا ڈال دیا تو وہ عصا فوراً ایک اژدہا ظاہر ہو گیا ﴿۱۰۶﴾ اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تو وہ یکایک چمکتا ہوا ہو گیا دیکھنے والوں کے سامنے ﴿۱۰۷﴾ قوم فرعون میں جو سردار لوگ تھے انہوں نے (ایک دوسرے سے) کہا: "بیشک یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے[۱] ﴿۱۰۸﴾ چاہتا ہے کہ تم کو تمہارے ملک سے باہر کر دے سو تم لوگ مجھ کو کیا مشورہ دیتے ہو" ﴿۱۱۰﴾

خلقت اس جیسی چیز کے ظاہر کر دینے سے عاجز ہو۔

واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام، معجزہ اور جادو میں فرق

[۱] معجزہ اور جادو میں یہ فرق ہے کہ معجزہ میں عادت سے باہر جو چیز خدائے تعالیٰ انبیاء کی تصدیق کے طور پر پیدا کرتا ہے وہ اصلی چیز ہوتی ہے: مثلاً ❶۔ حضرت صالح علیہ السلام کے معجزہ سے جو اونٹنی پتھر میں سے پیدا ہوئی وہ دراصل اونٹنی ہی تھی، لوگوں نے مدت تک اس کا دودھ پیا اور ❷۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو مردہ کو زندہ کرتے تھے وہ درحقیقت وہی مردہ شخص ہوتا تھا اور ❸۔ آنحضرت ﷺ کی انگلیوں سے جو پانی کا چشمہ بہا وہ دراصل پانی ہی تھا لوگوں نے پیا اور ان کی پیاس بجھی۔ جادو میں ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی غریب جادوگر ٹھیکریوں کے روپے بنا دے تو درحقیقت وہ روپے ہو جاویں۔ ایسا ہوتا تو کوئی جادوگر دنیا میں تنگ حال کیوں نظر آتا اور جادوگر محتاجوں کی طرح فرعون سے اپنے جادو کے کام کی مزدوری کیوں مانگتے۔ جادو کی اصل اتنی ہی ہے کہ لوگوں کے دیکھنے میں جادو کے اثر سے ٹھیکریاں روپے نظر آتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ ٹھیکریاں ہی رہتی ہیں۔ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پچھلی قوموں کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون اور اس کی قوم کے پاس اپنی نشانیاں دے کر بھیجا۔ مگر انہوں نے انکار کیا۔ پھر دیکھنا چاہیے کہ مفسدوں کا انجام کیسا ہوا۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام

قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَ اَخَاهُ وَ اَرْسِلْ فِی الْمَدَآئِنِ حٰشِرِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ یَاْتُوْكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِیْمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَ جَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوْٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِیْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَ اِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا یٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِیَ وَ اِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِیْنَ ﴿۱۱۵﴾

انہوں نے کہا: ”اے فرعون! اسے اور اس کے بھائی (ہارون) کو مہلت دے اور شہروں میں لوگ جمع کرنے والے (یعنی نقیب) بھیج دے ﴿۱۱۱﴾ کہ وہ ہر سمجھدار جادوگر کو تیرے پاس لے آویں ﴿۱۱۲﴾ اور فرعون کے سامنے جادوگر آئے بولے کچھ ہمیں انعام ملے گا اگر ہم غالب آئیں“ ﴿۱۱۳﴾ فرعون نے کہا کہ ہاں اور تم ہمارے مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے ﴿۱۱۴﴾ (جادوگروں نے) کہا کہ اے موسیٰ! یا تو آپ پہلے ڈالیں یا ہم ڈالنے والے ہوں ﴿۱۱۵﴾

نے ہر چند کہا کہ اے فرعون! میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ مجھے سزاوار ہے کہ خدا کی طرف سے بجز سچ کے اور کوئی بات نہ کہوں۔ میں تمہارے پاس تمہارے خدا کی طرف سے کھلی دلیل لایا ہوں تو میرے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے۔ فرعون نے آپ کے جواب میں کہا کہ اگر واقعی تو کوئی معجزہ اور بڑی نشانی لایا ہے تو ہمارے سامنے لے آ اگر سچا ہے یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فوراً اپنا عصا ڈال دیا اور وہ ایک بڑا اژدھا بن کر چاروں طرف لہرانے لگا۔ پھر اپنا ہاتھ بغل میں داخل کر کے نکالا ہی تھا کہ دیکھنے والوں کو چمکتا نظر پڑا۔ اس پر فرعون کی قوم نے کہا کہ صاحب یہ تو بہت بڑا ماہر جادوگر ہے اس کا خاص ارادہ ہے کہ تمہیں تمہاری زمین میں سے نکال کھڑا کرے۔ پھر اب تمہاری کیا رائے ہے سب لوگوں نے اتفاق کیا غرضیکہ فرعون سے مناظرہ ہو کر اس مناظرہ کا اور پھر جادوگروں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کا اور جادوگروں کا مقابلہ سے عاجز ہو کر شریعت موسوی کے تابع ہو جانے کا یہ سب ذکر ان آیتوں میں مختصر طور پر ہے۔ سورۂ طٰہٰ اور سورۂ شعراء (پارہ ۱۶، پارہ ۱۹) میں اس قصہ کی تفصیل زیادہ آوے گی۔ سورۂ بقر میں گزر چکا ہے کہ اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کو اور بنی اسرائیل ان کی اولاد کو کہتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے چار سو برس پہلے اولاد یعقوب علیہ السلام میں سے حضرت یوسف علیہ السلام جس طرح ملک شام سے مصر میں آئے اس کا ذکر مفصل طور پر تو سورۂ یوسف (پارہ ۱۲، ۱۳) میں آوے گا۔ یہاں اسی قدر ذکر کافی ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی مصر کی سکونت کے سبب سے بنی اسرائیل مصر میں آئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کے بعد بنی اسرائیل مصر میں ذلیل حالت سے رہتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کا حکم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مصر سے بنی اسرائیل کو نکال کر ان کے قدیمی وطن ملک شام میں انہیں آباد کریں۔ اسی واسطے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جہاں فرعون سے اور باتیں کیں وہاں یہ بھی فرمایا تھا۔

قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّاۤ اَلْقَوْا سَحَرُوْۤا اَعْيُنَ النَّاسِ وَ اسْتَرْهَبُوْهُمْ وَ جَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ ۚ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَ بَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ۚ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَ انْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ ۚ وَ اُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ ۚ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ ۙ رَبِّ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَاۤ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ قَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ ۚ

موسیٰ نے کہا: ''تم ہی ڈالو'' پھر جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی نگاہوں پر جادو کر دیا اور ان لوگوں کو ڈرا دیا اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھایا (۱۱۶) اور ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ تم بھی اپنا عصا ڈال دو، پس ناگہاں وہ عصا (اژدہا بن کر) ان کے تمام بنے ہوئے کھیل کو نگلنے لگا (۱۱۷) پس حق ثابت ہو گیا اور باطل ہو گیا جو کچھ وہ کرتے تھے (۱۱۸) پس وہ جادوگر اس جگہ پر مغلوب ہو گئے اور خوب ذلیل ہو کر پلٹے (۱۱۹) اور جادوگر سب سجدہ میں گرا دیئے گئے (۱۲۰) اور کہنے لگے کہ ہم ایمان لائے رب العالمین پر (۱۲۱) جو موسیٰ اور ہارون کا پروردگار ہے (۱۲۲) فرعون نے کہا کہ تم موسیٰ پر ایمان لے آئے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں یہ تمہارا ایک بڑا مکر ہے جو تم سب نے اس شہر میں آکر گانٹھا ہے تاکہ اس شہر کے رہنے والوں کو یہاں سے نکال دو، پس تم کو ابھی معلوم ہوا جاتا ہے (۱۲۳) کہ میں تمہارا ایک طرف کا ہاتھ (یعنی داہنا) دوسری طرف کا پاؤں (یعنی بایاں) ضرور کاٹوں گا، پھر تم سب کو سولی پر چڑھاؤں گا (۱۲۴) انہوں نے کہا کہ (کچھ پروا نہیں) ہم مر کر اپنے پروردگار ہی کی طرف جاویں گے (۱۲۵)

وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ ع وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

اور تو ہم سے یہی بیر (دشمنی) کرتا ہے کہ ہم اپنے پروردگار کی نشانیوں پر ایمان لائے جب وہ ہمارے پاس آئیں اے رب ہمارے! ہم پر صبر کا فیض ڈال اور [۱] ہماری جان حالت اسلام پر نکلے ﴿۱۲۶﴾ اور قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کیا تو موسیٰ اور اس کی قوم کو اس لئے چھوڑتا ہے کہ وہ ملک میں فساد پھیلائیں اور موسیٰ تجھے اور تیرے ٹھہرائے ہوئے معبودوں کو چھوڑ دے فرعون نے کہا کہ ہم اب بنی اسرائیل کے بیٹوں کو قتل کریں گے اور زندہ رہنے دیں گے ان کی لڑکیوں کو اور ہم بیشک ان پر غالب ہیں ﴿۱۲۷﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بنی اسرائیل کی شکایت

[۱] مطلب یہ ہے کہ فرعون کے وزیروں اور امیروں نے فرعون کے پاس جا کر بطور مشورہ یہ بات کہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس کی پیروی کرنے والوں کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے، ورنہ یہ لوگ آپ کی رعیت کو بہکا کر آپ کی طرف سے پھیر دیں گے اور خدا کی طرف متوجہ کر دیں گے اور آپ کو اور آپ کے دین و آئین کو اور معبودوں کو چھوڑ دیں گے، تو پھر فرعون نے جل کر وہی حکم جاری کرنے کو کہا جو پہلے کر چکا تھا۔ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے کہ ہم ان کے لڑکوں کو قتل کر ڈالیں گے اور لڑکیوں کو چھوڑ دیں گے، ہمارے سامنے ان لوگوں کی کیا ہستی ہے ہم سب سے زبردست ہیں۔ جب بنی اسرائیل کو اس بات کی خبر پہنچی کہ وہ ملعون پھر ایسا ارادہ کرتا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس کی شکایت کی۔ آپ نے یہ جواب دیا کہ خدا سے مدد چاہو اور صبر کرو آخر میں خدا سے ڈرنے والوں کو بھلائی اور بہتری ہوگی۔ گویا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرعون پر فتح پانے کا وعدہ کیا تو ان کی قوم نے کہا کہ ہماری تو ہمیشہ یہی حالت رہی کہ جب آپ نہیں تھے جب بھی اسی مصیبت میں گرفتار تھے کہ ہمارے لڑکے قتل کیے جاتے تھے اور اب بھی وہی تکلیف ہے یہ کم بخت پھر وہی حکم جاری کر رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں بہت جلد خدا تمہارے دشمنوں کو غارت کرے گا اور یہ کافر مع اپنے ہوا خواہوں (مددگاروں) کے ہلاک ہوگا اور تم لوگ دنیا میں سلطنت کی باگ ہاتھ میں لو گے۔ پھر اللہ تعالیٰ تمہیں آزمادے گا کہ تم کیا عمل کرتے ہو چنانچہ یہ بات ظہور میں بھی آ گئی۔

قَالَ مُوسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ إِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ قف يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَ يَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ع وَ لَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَ نَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

موسیٰ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ مدد طلب کرو خدا سے اور صبر کرو (گھبراؤ مت) بے شک زمین اللہ کی ہے اپنے بندوں میں جسے چاہے اس کا وارث بنائے اور آخر کامیابی انہی کی ہوتی ہے جو پرہیزگاری کرتے ہیں ﴿۱۲۸﴾ انہوں نے کہا: "ہم کو آپ کے آنے سے پہلے بھی ایذائیں دی گئیں اور آپ کے تشریف لانے کے بعد (بھی)" موسیٰ نے کہا: "امید ہے کہ تمہارا پروردگار تمہارے دشمن کو جلد ہلاک کرے اور بجائے ان کے تم کو زمین کا خلیفہ کرے پھر دیکھے کہ تم کیسے عمل کرتے ہو" ﴿۱۲۹﴾ اور [۱] بے شک ہم نے مبتلا کیا فرعون کی قوم کو قحط سالی میں اور میووں کی کمی میں اس لئے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں ﴿۱۳۰﴾

بندوں کی تکلیف اور پریشانی میں حکمت الٰہی

[۱] اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ پاک نے فرعون اور اس کے ساتھیوں کا امتحان لیا اور قحط میں ڈال دیا۔ درختوں میں پھل لگنے موقوف ہو گئے کھجور کے درختوں میں ایک ایک کھجور پھلتی تھی۔ چشمہ نیل بالکل خشک ہو گیا مینہ برسنا بند ہو گیا۔ یہ جانچ تھی کہ شاید کہ مصیبت کے وقت میں ان کے دل نرم ہو جاویں اور خدا سے رجوع ہوں اور رسول کی باتوں کو مانیں مگر کچھ کارآمد نہیں ہوا۔ اپنے کفر پر جمے رہے۔ پھر اللہ پاک نے فرمایا جب یہ تکلیف دور ہو گئی اور آرام کی گھڑی آ گئی تو کہنے لگے ہم اسی کے مستحق تھے اور جب کوئی برائی اور تکلیف پہنچتی تو موسیٰ علیہ السلام پر یہ بات دھرتے اور کہتے کہ ان کے باعث سے یہ سال نحوست ہوا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ خوشی کا وقت خدا کے فضل سے نصیب ہوا، اور رنج کی گھڑی اس کی آزمائش ہے۔ اس لئے فرمایا کہ خوشی اور تکلیف سب خدا ہی کی طرف سے ہے اس میں کسی کی نحوست کو کچھ دخل نہیں ہے۔ یہ سب خدا کی طرف سے ہے لیکن اکثر لوگوں کو اس کی سمجھ نہیں۔

فَاِذَا جَآءَتۡهُمُ الۡحَسَنَةُ قَالُوۡا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنۡ تُصِبۡهُمۡ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوۡا بِمُوۡسٰى وَمَنۡ مَّعَهٗ ؕ اَلَاۤ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوۡا مَهۡمَا تَاۡتِنَا بِهٖ مِنۡ اٰيَةٍ لِّتَسۡحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحۡنُ لَكَ بِمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۳۲﴾

توجب انہیں کوئی خوشحالی پیش آتی تو کہتے: ''یہ ہمارے لائق ہے'' اور اگر ان کو کوئی سختی پہنچتی تو موسیٰ اور ان کے ساتھیوں کی بدشگونی لیتے، آگاہ ہو کہ ان کی یہ بدشگونی اللہ ہی کے لئے یہاں ہے ولیکن ان میں اکثر لوگ نہیں جانتے [۱] ﴿۱۳۱﴾ اور فرعون کے لوگوں نے کہا: ''اے موسیٰ! تم کتنی ہی نشانیاں ہمارے سامنے لے آؤ کہ اس کے ذریعہ سے تم ہم پر جادو چلاؤ ہم کسی طرح تم پر ایمان لانے والے نہیں'' ﴿۱۳۲﴾

فرعون پر پانی، ٹڈی، کیڑے، مینڈک، خون اور آخر کار غرق ہونے کا عذاب

[۱] ان آیتوں میں اللہ پاک نے فرعون اور اس کی قوم کے کفر اور سرکشی کا حال بیان کیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہتے تھے کہ تم معجزہ کے طور پر جو نشانی لاؤ گے ہم اس کو نہیں مانیں گے۔ یہ جو تم عجائبات دکھاتے ہو خدا کا دیا ہوا معجزہ نہیں ہے تم ایک جادوگر ہو، ہم پر جادو کرتے ہو اور ہماری نظر بندی کر دیتے ہو جس سے یہ تماشے دکھائی دیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پانی کا طوفان بھیج دیا اور یہ پانی سات روز تک برابر برستا رہا۔ لوگ بہت پریشان ہو گئے پھر آخر عاجز ہو کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اپنے خدا سے دعا کرو کہ پانی کھل جاوے ہم بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کر دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے پانی کھل گیا ایک مہینہ تک اسی حالت میں رہے، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے: ''ہم تم پر ایمان نہیں لاویں گے اور نہ بنی اسرائیل کو تمہارے ساتھ بھیجیں گے''۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ٹڈیوں کا طوفان بھیجا جس سے ان کو سخت پریشانی ہوئی لیکن پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے التجا کی اور وعدہ کیا کہ اب ہم ایمان لاویں گے اور بنی اسرائیل کو بھی بھیج دیں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر دعا کی۔ ان کی دعا سے وہ طوفان بھی دور ہو گیا مگر یہ لوگ ایمان نہ لائے اور غلہ گھروں میں جمع کر کے کہنے لگے: ''ہم نے اپنا بندوبست کر لیا ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے گھن کو بھیج دیا کہ تمام غلہ میں کیڑے گھن کے نظر آنے لگے۔ مجبور ہو کر پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کو کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر دعا کی جس سے وہ کیڑے رفع ہو گئے۔ پھر بھی یہ لوگ ایمان نہ لائے اور نہ بنی اسرائیل کو ساتھ کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مینڈک کا وبال بھیجا کہ ہر جگہ مینڈک ہی مینڈک نظر آنے لگے۔ یہاں تک کہ کھانے میں، پینے میں، پاخانے میں، برتنوں میں، آدمیوں کے منہ میں، سب جگہ مینڈک ہی مینڈک

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَ الْجَرَادَ وَ الْقُمَّلَ وَ الضَّفَادِعَ وَ الدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ ۫ فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَ لَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَ لَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾ ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ﴿۱۳۵﴾

پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا (مینہ کا) اور ٹڈیاں اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون کا یہ ہماری جدا جدا نشانیاں تھیں پھر انہوں نے تکبر کیا اور وہ ایک نافرمان قوم تھی[ا] ﴿۱۳۳﴾ اور جب پڑتا ان پر عذاب تو کہتے: "اے موسیٰ! ہمارے لئے اپنے خدا کی جناب میں دعا کرو ان ناموں اور دعاؤں کے ساتھ جو تم کو وحی کی ہے، بیشک اگر تم نے ہم سے عذاب دور کر دیا تو ہم ضرور تمہارے معتقد ہو جائیں گے اور بیشک تمہارے ہمراہ بنی اسرائیل کو بھیج دیں گے" ﴿۱۳۴﴾ پھر جب ہم نے ان سے وہ عذاب ایک مدت تک کیلئے جس کو وہ پہنچنے والے تھے اٹھا دیا تو وہ فوراً عہد شکنی کرنے لگتے ﴿۱۳۵﴾

تھے۔ اس سے بہت ہی پریشان ہو کر آخر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پھر دعا کو کہا اور ان کی دعا سے یہ عذاب بھی دور ہو گیا۔ پھر بھی یہ لوگ ایمان نہ لائے اور نہ بنی اسرائیل کو چھوڑا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کے واسطے دریا، نہروں اور کنووں کے پانی کو خون کر دیا تو لوگوں نے فرعون سے شکایت کی کہ ہم کو پانی نہیں ملتا بجائے پانی کے خون ہو گیا ہے"۔ اس نے کہا: "حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ کہنے لگے: "جادو کیسا ہم مٹکوں میں پانی بھر کر رکھتے ہیں وہ سارا خون ہو جاتا ہے"۔ ناچار پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کے طلب گار ہوتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر دعا کرتے ہیں اور یہ آفت ٹل جاتی ہے مگر وہ لوگ ایمان نہیں لاتے، اور نہ بنی اسرائیل کو جانے دیتے ہیں۔ اتنے تکبر اور نخوت میں پڑے رہے اپنے اقرار اور وعدے توڑ توڑ کر مجرم ہوئے۔

[ا] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ پانچ عذاب جو ان لوگوں پر پے در پے آئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ٹل بھی گئے لیکن انہوں نے اپنا اقرار پورا نہیں کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا کہ ہم نے ان کے وعدے اور اقرار کرنے پر یہ عذاب اس

فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَاَغْرَقْنٰهُمْ فِی الْیَمِّ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا وَ كَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِیْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَ اَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِیْنَ كَانُوْا یُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَ مَغَارِبَهَا الَّتِیْ بٰرَكْنَا فِیْهَا ؕ وَ تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَ دَمَّرْنَا مَا كَانَ یَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَ قَوْمُهٗ وَ مَا كَانُوْا یَعْرِشُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

پھر[۱] ہم نے ان سے بدلہ لیا پس ان کو دریا میں غرق کر دیا اس سبب سے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور وہ ان سے بالکل بے خبر تھے (۱۳۶) اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کئے جاتے تھے اس سرزمین کے مشرق اور مغرب کا مالک بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے اور تمہارے پروردگار کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کے سبب سے پورا ہو گیا اور ہم نے سب کو برباد کر دیا وہ جو کچھ فرعون نے اور اس کی قوم نے بنایا تھا (یعنی کارخانہ) اور جو کچھ اونچی اونچی عمارتیں وہ بناتے تھے (۱۳۷)

وقت تک روک رکھا جب تک وہ قلزم میں غرق نہ ہوئے۔ تب بھی تو وہ ایمان نہ لائے، منکر کے منکر رہے۔ ایک جگہ یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ چھٹا عذاب ان پر طاعون کا آیا جس سے ستر ہزار آدمی ہلاک ہوئے تھے۔

[۱] اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک روز آدھی رات کو سارے شہر میں وبا پھیل گئی لوگ مرنے لگے۔ جبکہ یہ اپنی جانوں کی فکر میں تھے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم بنی اسرائیل کو لیکر شہر سے نکل گئے۔ جب فرعون کو اس کی خبر ہوئی تو لشکر تیار کر کے ان کے پیچھے بھاگا اور موسیٰ علیہ السلام کو مع بنی اسرائیل کے دریائے قلزم کی طرف جاتے دیکھا۔ یہ بھی مع لشکر کے وہاں پہنچا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام مع اپنی قوم کے دریا میں گھس گئے۔ دریا نے خدا کے حکم سے بارہ راستے بنا دیئے اور یہ سب کے سب ان رستوں سے دریا کے پار ہو گئے۔ فرعون بھی مع اپنے لشکر کے دریا میں گھس پڑا جب بیچوں بیچ میں پہنچا تو دریا دونوں طرف سے آکر مل گیا اور یہ لوگ اول سے آخر تک ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ اسی کو اللہ پاک نے بیان فرمایا کہ یہ لوگ ہماری آیتوں اور نشانیوں کو جھٹلایا کرتے اور ایمان لانے سے غفلت کرتے تھے۔ اس لئے ہم نے ان سے بدلہ لیا کہ کافروں کو دریا میں غرق کر دیا۔ پھر فرمایا ان کی جگہ بنی اسرائیل کو دی جن کو فرعون اور اس کی قوم قبط ذلیل و خوار سمجھے ہوئے تھے۔ ان ہی کا مصر اور شام کے چاروں طرف کے ملک پر قبضہ کرا دیا اور ملک میں ایسی برکت دی کہ وہاں کے پھل میوے اور کھیتی بڑے زوروں پر ہونے لگی۔

وَجٰوَزْنَا بِبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰی قَوْمٍ یَّعْكُفُوْنَ عَلٰٓی اَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوْا یٰمُوْسَی اجْعَلْ لَّنَآ اِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ ؕ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ مُتَبَّرٌ مَّا هُمْ فِیْهِ وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۹﴾ قَالَ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۴۰﴾

اور ۱ ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتار دیا تو ان کا ایک ایسی قوم پر گزر ہوا کہ جو اپنے بتوں کے پوجنے میں لگ رہے تھے، بنی اسرائیل کہنے لگے کہ اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دے جیسے ان کے لئے اتنے معبود ہیں، موسیٰ نے کہا: ''بیشک تم ضرور جاہل لوگ ہو''۔ ﴿۱۳۸﴾ البتہ یہ حال تو بربادی کا ہے جس (مذہب) میں یہ لوگ ہیں اور جو کچھ یہ کرتے ہیں نرا باطل ہے ﴿۱۳۹﴾ موسیٰ نے کہا: ''کیا ۲ سوائے اللہ کے تمہارے واسطے کوئی اور معبود تلاش کروں حالانکہ اس نے تمہیں فضیلت دی ہے سارے جہان والوں پر'' ﴿۱۴۰﴾

۱ جب فرعون دریائے قلزم میں مع اپنے لشکر کے غرق ہو کر ہلاک ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ساتھ لئے ہوئے پار ہو گئے تو ان لوگوں کا گزر شہر رقہ میں ہوا جو اسی دریا کے کنارہ پر واقع ہے۔ یہاں قبیلہ کنعانی کے لوگ جن سے موسیٰ علیہ السلام کو لڑنے کا حکم ہوا تھا مورتیں (مجسمے) پوج رہے تھے۔ گائے کی شکل کے بت بنا رکھے تھے جن کی وہ پوجا کیا کرتے تھے۔ انہیں بت پوجتے ہوئے دیکھ کر بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ بھی ہمارے لئے بت بنا دیں، ہم بھی اسی طرح ان بتوں کی پوجا کریں گے جس طرح یہ لوگ مورتیں پوج رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ بت پرستی کے وبال میں ان لوگوں پر کوئی عذاب الٰہی آ جاوے گا تو اس سے ان کے بت ان کو بچا نہیں سکتے۔ پھر اس طرح کی بے اختیار چیز کی پوجا سے کیا فائدہ ہے۔ ایسی بے فائدہ چیز کی عبادت کی خواہش کا پیش کرنا نادانی اور جہالت کی خواہش ہے۔ اس نصیحت سے بنی اسرائیل کے اس وسوسہ کو رفع فرما دیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بنی اسرائیل کو نصیحت

۲ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل سے نصیحت کے طور پر یہ کہا کہ کیا خدا کے سوا کوئی اور معبود میں تمہارے لئے تلاش کروں۔ بڑے حیف کی بات ہے کہ جس خدا نے تمہیں ذلت و رسوائی سے رہائی دی فرعون و قبطی تمہیں ذلیل و خوار سمجھتے تھے ان دشمنوں کو غارت کر کے ان کی سلطنت تمہیں بخشی۔ تمہیں روئے زمین کا خلیفہ بنایا اسے چھوڑ کر اوروں کی عبادت کب زیبا ہے۔ کیا اس کے انعام و فضل کا یہی شکر اور مقابلہ ہے جس کا وسوسہ تمہارے دل میں گزرا ہے۔

وَ اِذْ اَنْجَیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ یُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَ یَسْتَحْیُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَ فِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِیْمٌ ﴿۱۴۱﴾ وَ وٰعَدْنَا مُوْسٰی ثَلٰثِیْنَ لَیْلَةً وَّ اَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ اَرْبَعِیْنَ لَیْلَةً ۚ وَ قَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَ اَصْلِحْ وَ لَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۱۴۲﴾

اور ۱؎ تم یاد کرو ہماری وہ نعمتیں جب ہم نے تمہیں فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تم کو سخت ایذا پہنچاتے تھے تمہارے بیٹوں کو قتل کرتے تھے اور تمہاری لڑکیوں کو زندہ چھوڑتے تھے، اور اس واقعہ میں تمہاری بڑی آزمائش تھی تمہارے پروردگار کی طرف سے ﴿۱۴۱﴾ اور ہم نے موسیٰ ۲؎ سے (توریت دینے کے لئے) تیس رات کا وعدہ فرمایا اور اس (میعاد) کو ہم نے دس رات اور بڑھا کر پورا کیا، پس ان کے پروردگار کی (مقرر کی ہوئی) میعاد چالیس رات میں پوری ہوئی اور موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے کہا کہ تم میری قوم میں میرے نائب رہنا اور اصلاح کرتے رہنا اور مفسدوں کی راہ کی پیروی نہ کرنا ﴿۱۴۲﴾

۱؎ یہ بات حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے نصیحت کے طور پر کہی وہ وقت یاد کرو جب فرعون تم سے بری طرح پیش آتا تھا۔ تمہارے لڑکے قتل کر دیا کرتا تھا اور لڑکیاں زندہ چھوڑ دیا کرتا تھا۔ کیا یہ خدا کا احسان تم پر نہیں ہے اس نے تم کو اس بلا سے چھڑایا اور جب اس کا اتنا بڑا احسان تم پر ہے تو عبادت بھی اسی کی واجب ہے غیر کی تعظیم اور عبادت تم کو ہرگز لائق نہیں ہے۔ اس بیہودہ سوال سے باز آؤ۔

۲؎ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنا احسان اس بات کو جتلایا کہ ہم نے تمہارے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کیں اور انکو تمہاری ہدایت کے لئے توریت دی۔ یہ بھی فرمایا کہ ہم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا اور پھر چالیس راتیں پوری کرنے کو کہا یعنی ذیقعد کی پہلی تاریخ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام چلہ میں بیٹھے تھے دن کو روزہ رکھتے تھے۔ جب تیس راتیں پوری ہوگئیں تو انہوں نے روزے کی حالت میں مسواک کی اور منہ کو صاف کیا، کیونکہ روزہ دار کے منہ سے ایک طرح کی بو آنے لگتی ہے جس کو اللہ پاک مشک کی خوشبو سے اچھا سمجھتا ہے۔ مسواک کرنے پر اللہ تعالیٰ نے اور دس راتیں چلے میں بڑھادیں تاکہ روزہ رکھنے سے پھر وہی بو پیدا ہو جائے جب چالیس راتیں پوری ہوگئیں تو ذی الحج کی دسویں تاریخ

وَلَمَّا جَآءَ مُوسٰى لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِىْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ ؕ قَالَ لَنْ تَرٰىنِىْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِىْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا ۚ فَلَمَّآ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴۳﴾

اور[۱] جب موسیٰ ہمارے وعدہ پر حاضر ہوا اور اس سے اس کے پروردگار نے کلام فرمایا تو موسیٰ نے عرض کی: ''اے پروردگار میرے مجھے (اپنا دیدار) دکھا دے تا کہ میں تیری طرف (ایک نظر) دیکھوں'' اللہ نے فرمایا: ''تو مجھے (دنیا میں) ہرگز نہیں دیکھ سکے گا ولیکن تو اس پہاڑ کی طرف دیکھ یہ اگر اپنی جگہ برقرار رہا تو عنقریب تو مجھے دیکھ لے گا'' پھر جب اس کے پروردگار نے پہاڑ پر اپنا نور چمکایا تو اس پہاڑ کے ریزے ریزے کر دیئے اور موسیٰ بیہوش ہو کر گرے پس جب ہوش آیا عرض کیا: ''پاکی سے یاد کرتا ہوں تجھ کو اور تیری طرف توبہ کی میں نے اور میں سب سے پہلا مسلمان ہوں'' ﴿۱۴۳﴾

کو اللہ پاک نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کیں، اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام چلہ پورا کرنے جانے لگے تھے تو انہوں نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو خلیفہ بنا کر یہ کہا تھا کہ بنی اسرائیل کی میرے پیچھے خبر گیری رکھی جاوے کہ کوئی فساد نہ ہونے پاوے۔ اگر کوئی فساد برپا کرے تو اس کی طرفداری تم نہ کرنا۔ ان کی قوم بنی اسرائیل اس عرصہ میں بہک گئی اور تیس راتیں گزرنے کے بعد بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کا انتظار نہ کیا اور بچھڑے کی پوجا شروع کر دی جس کا قصہ سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے اور اس سورۃ میں بھی آگے آوے گا۔

اللہ تعالیٰ کے جلوہ سے پہاڑ کا ریزہ ریزہ ہونا

[۱] جب حضرت موسیٰ علیہ السلام چلہ پورا کر چکے تو وہ وقت مقررہ پر خدا کے حکم سے کوہ طور پر گئے۔ اللہ پاک نے اپنے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بلا واسطہ کسی فرشتے کے باتیں کیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے رب جب تو نے مجھ سے کلام کیا تو اب اپنے آپ کو مجھے دکھلا بھی دے، میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اللہ جل شانہ نے فرمایا: ''اے موسیٰ اس خیال سے باز آ تجھ میں یہ طاقت نہیں ہے کہ تو مجھے دیکھ سکے''۔ یعنی آنکھوں سے سوال کر کے بلکہ دیدار الٰہی بغیر سوال کے محض ہمارے عطا و فضل سے حاصل ہوگا وہ بھی اس فانی آنکھ سے نہیں بلکہ باقی آنکھ سے۔ پہاڑ جو تجھ سے کہیں مضبوط اور سخت ہے تو

قَالَ يٰمُوسٰٓى اِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسٰلٰتِىْ وَ بِكَلَامِىْ ۖ فَخُذْ مَآ اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِى الْاَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَىْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَىْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّاْمُرْ قَوْمَكَ يَاْخُذُوْا بِاَحْسَنِهَا ؕ سَاُورِيْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۱۴۵﴾

اللہ ۱ نے فرمایا: ''اے موسیٰ! بیشک میں نے تجھے اپنی رسالتوں اور اپنے کلام سے لوگوں پر چن لیا پس میں نے تجھ کو جو کچھ عطا فرمایا اس کو لے اور شکر گزاروں میں سے ہو'' ﴿۱۴۴﴾ اور ہم نے ۲ موسیٰ کے لئے تختیوں میں ہر قسم کی (ضروری) نصیحت اور (احکام ضروریہ کے متعلق) ہر چیز کی تفصیل لکھ دی (اور فرمایا) پس تم اس کو مضبوطی سے لو (یعنی عمل کرو) اور اپنی قوم کو حکم دو کہ اس کی اچھی باتیں اختیار کریں (یعنی اس کے احکام پر عامل ہوں) میں تم کو عنقریب نافرمانوں کا گھر دکھاؤں گا ﴿۱۴۵﴾

اسے دیکھتا رہ کہ وہ بھی میرے جلوہ کی مطلق تاب نہیں رکھتا۔ اگر یہ پہاڑ میرے جلوہ کے بعد قائم رہ گیا تو جان لیجیو کہ تو مجھے دیکھ سکے گا''۔ پھر جب اللہ پاک کی تجلی ہوئی تو پہاڑ چکنا چور ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی مارے دہشت کے بیہوش ہو گئے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوش میں آئے تو اللہ پاک کی پاکی بیان کی کہ اے اللہ تو پاک ہے اور میں توبہ کرتا ہوں کہ پھر تجھ سے سوال کروں کہ میں دنیا میں تیرے دیدار کی خواہش رکھتا ہوں اور میں پہلا شخص اس زمانہ میں ہوں جو اس بات پر ایمان لاتا ہوں کہ تیرا دیدار اس دنیائے فانی میں کسی کو میسر نہیں ہو سکتا۔

۱ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ فرمایا کہ میں نے موجودہ زمانہ میں سارے لوگوں میں تمہیں منتخب کر کے رسول بنایا اور توریت تمہیں دی اور تم سے میں نے کلام کیا تم اس بات کا شکریہ ادا کرو اور اس بات کا خیال نہ کرو کہ میں نے تمہیں اپنے دیدار سے منع کیا اور اپنے دیکھنے سے تمہیں باز رکھا۔ کیونکہ بجائے دیدار کے میں نے یہ نعمتیں تمہیں دیں تم ان کو لے کر خوش ہو جاؤ''۔ گویا اس کلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تسلی دی گئی۔

توریت نازل ہونے اور سامری کی وجہ سے بنی اسرائیل کی گمراہی کا واقعہ

۲ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسالت کے لئے چھانٹا اور تفصیل کے ساتھ احکام نصیحت ان تختیوں پر لکھ کر کندہ کئے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیئے کہ وہ ان کو مضبوط ہو کر لیں اور اپنی قوم کو ان اچھی باتوں پر عمل کرنے کا حکم کریں۔ اس کے آخر کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو تنبیہ فرمائی ہے کہ جس طرح اس

سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَنْهَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۴۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ ع

اور میں ۱؎ اپنی آیتوں سے انہیں پھیر دوں گا اور جو زمین میں ناحق کا تکبر کرتے ہیں اور اگر وہ سب نشانیاں بھی دیکھ لیں تو ان پر ایمان نہ لاویں اور اگر ہدایت کی راہ دیکھیں تو اس میں چلنا پسند نہ کریں اور اگر گمراہی کا رستہ دیکھیں تو اس میں چلنے کو موجود ہو جائیں (پیروی کرنے لگیں) اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور ان سے بے خبر رہے ۲؎ ﴿۱۴۶﴾ اور جن لوگوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور آخرت کے پیش آنے کو جھٹلایا تو ضائع ہو گئے ان کے سب اعمال وہ بدلہ تو اسی کا پاویں گے کہ جو کیا کرتے تھے ﴿۱۴۷﴾

آیت میں توریت کے موافق عمل کرنے کا حکم ہے۔ اس حکم کی تعمیل اگر یہ لوگ نہ کریں گے تو مصر سے شام کے ملک کو جاتے ہوئے ان کو قوم عاد اور ثمود کی اجڑی ہوئی بستیاں ملیں گی۔ ان بستیوں کو دیکھ کر انہیں بے حکمی کے نتیجہ سے ڈرنا چاہئے۔ اللہ سچا ہے اللہ کا کلام سچا ہے۔ بنی اسرائیل نے جب بے حکمی پر کمر باندھی تو ان پر طرح طرح کی آفتیں آ کر ان کی بادشاہت، ثروت سب کچھ جاتی رہی۔

۱؎ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر کیا کہ جو لوگ اپنے ناحق دین پر خوش ہیں ان کے دلوں کو ہم اپنی نشانیوں کے سمجھنے سے پھیر دیں گے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دیں گے۔ یہاں تک کہ اگر ہزار ہا نشانیاں اور معجزے بھی وہ دیکھیں گے تو ان کو اختیار نہ کریں گے اور اگر گمراہی کی راہ دیکھ پائیں گے تو جھٹ اس کو اختیار کر لیں گے۔ پھر فرمایا کہ ان کا گمراہ رہنا اور ہدایت کو نہ اختیار کرنا صرف وجہ سے ہے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے ہیں اور ان سے بالکل غافل ہیں۔

۲؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ ازلی جہنمی جو ہماری آیتیں جھٹلایا کرتے ہیں، یہ کچھ ضرور نہیں کہ ہم دنیا میں فوراً ان سے

وَ اتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِیِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ ؕ اَلَمْ یَرَوْا اَنَّهٗ لَا یُكَلِّمُهُمْ وَ لَا یَهْدِیْهِمْ سَبِیْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَ كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَ لَمَّا سُقِطَ فِیْۤ اَیْدِیْهِمْ وَ رَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ یَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَ یَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَ لَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ

اور [1] موسیٰ کی قوم نے انکے چلے جانے کے بعد قبطیوں کے زیور سے ایک بچھڑا بنالیا بیجان کا دھڑ جسکی آواز مثل گائے کے تھی کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ یہ بچھڑا ان سے نہ کچھ بات کرتا ہے نہ انکو کوئی رستہ بتائے، اسکو (معبود) ٹھہرالیا اور وہ بڑے ظالم تھے ﴿۱۴۸﴾ اور جب نادم ہوئے اور سمجھے کہ بیشک ہم گمراہی میں پڑ گئے تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا پروردگار ہم پر مہربانی نہ کرے اور نہ ہم کو بخشے تو بے شک ہم ضرور تباہ ہو جائیں گے ﴿۱۴۹﴾ اور جب موسیٰ (کوہ طور سے) اپنی قوم کی طرف واپس آئے غصہ میں بھرے جھنجلائے ہوئے (اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو قوم کی گمراہی کی خبر دے دی تھی)۔

مواخذہ کریں تا کہ جہنمی اور جنتی کی یہ پہچان ہو کہ جس پر دنیا میں سختی ہے وہ جہنمی اور عتاب الٰہی میں گرفتار ہے، اور جو خوش حال ہے وہ اس کے نزدیک محبوب ہے بلکہ ان کو دنیا میں عیش دے کر دفعتہً پکڑ لیں گے۔

[1] حضرت موسیٰ علیہ السلام طور پر ہی تھے جب یہ واقعہ ہوا جس کو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل نے ایک گائے کا بچھڑا بنایا اور وہ اس کو پوج کر گمراہ ہو گئے۔ قوم بنی اسرائیل نے شادی کے بہانے سے جب یہ لوگ مصر میں ہی تھے تو قوم قبط سے کچھ زیور عاریۃً کے طور پر لیا تھا جو انہیں لوگوں کے پاس رہ گیا۔ کیونکہ فرعون مع اپنی قوم کے غرق ہو کر ہلاک ہو گیا۔ اس زیور کا سامری نے ایک گائے کا بچھڑا بنایا، اس کا جسم سونے کا جوں کا توں رہا اور اس میں روح وغیرہ کچھ نہ تھی۔ اس کے منہ کے اندر ہوا کی آمد و رفت سے گائے کی سی آواز نکلتی تھی اور کوئی حرکت وغیرہ نہ تھی۔ پھر اللہ پاک نے فرمایا کہ ان لوگوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ وہ لوگ ایسی شے کو معبود ٹھہراتے ہیں جس میں بات کرنے کی طاقت نہیں ہے اور نہ کوئی نفع ضرر اس سے پہنچ سکتا ہے اور نہ ہی کوئی راستہ نجات کا بتلا سکتی ہے۔ پھر فرمایا کہ وہ لوگ اس کام میں بڑے ظالم اور ناانصاف تھے، پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے واپس آئے تو یہ لوگ پشیمان ہوئے اور پچھتائے اور سمجھے کہ ہم گمراہ ہو گئے۔ پھر اپنے قصور کا اقرار کرنے لگے اور کہنے لگے کہ اے رب ہمارے! اگر تو رحم نہ کرے گا اور نہ بخشے گا تو ہم بہت ہی گھاٹے میں رہیں گے۔

قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِیْ مِنْۢ بَعْدِیْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ وَ اَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَ اَخَذَ بِرَاْسِ اَخِیْهِ یَجُرُّهٗۤ اِلَیْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَ كَادُوْا یَقْتُلُوْنَنِیْ ۖؗ فَلَا تُشْمِتْ بِیَ الْاَعْدَآءَ وَ لَا تَجْعَلْنِیْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِاَخِیْ وَ اَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِكَ ۖؗ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ﴿۱۵۱﴾ ع

موسیٰ ۱ نے کہا تم نے میرے بعد میری جانشینی (بہت) بری کی کیا تم اپنے پروردگار کے حکم (آنے) سے پہلے ہی جلدی کر بیٹھے اور ڈال دیں (توریت کی) تختیاں اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر ان کو اپنی طرف گھسیٹنے لگے (ہارون نے) کہا اے میرے ماں جائے (بھائی) اس قوم نے مجھ کو کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھ کو مار ڈالیں سو مجھ پر دشمنوں کو نہ ہنسا اور نہ مجھ کو ظالموں کے گروہ میں شمار کر ﴿۱۵۰﴾ موسیٰ نے عرض کی: ''اے پروردگار مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہم کو اپنی رحمت میں داخل کر لے اور تو تمام مہربانی کرنے والوں سے زیادہ مہربان ہے'' ﴿۱۵۱﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو مرتبہ کوہ طور پر جانے کا واقعہ

۱ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہ طور پر اللہ تعالیٰ نے یہ بات کہہ دی تھی کہ وہاں قوم کو سامری نے بگاڑ ڈالا اور ایک گوسالہ (بچھڑا) بنا کر آپ بھی پوجنے لگا اور بنی اسرائیل کو بھی اس میں شریک کر لیا۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام غیظ و غضب میں بھرے ہوئے آئے اور آتے ہی ان لوگوں سے یہ کہا کہ یہ کیا بری حرکت تم نے میرے جانے کے بعد کی کہ گوسالہ بنا کر پوجنے لگے۔ خدا کا وعدہ جو میرے ساتھ ایک چلہ کا تھا اس کو پورا بھی نہ ہونے دیا اور ایسی جلدی کی۔ یہ کہتے ہوئے وہ تختیاں جو اللہ تعالیٰ نے ان کو مرحمت فرمائی تھیں، جس میں دین کے احکام کی تفصیل تھی ان کو ہاتھ سے زمین پر پھینک دیا۔ یہ لوحیں زمرد کی تھیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام غصہ کی حالت میں اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے سر کے بال اور داڑھی پکڑ کر کھینچنے لگے کہ انہوں نے ان لوگوں کو اس فعل سے کیوں نہیں روکا؟ حضرت ہارون علیہ السلام نے اپنا عذر ظاہر کیا کہ بھائی میرا کچھ قصور نہیں ہے۔ لوگوں نے مجھے کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ یہ مجھے قتل کر ڈالتے۔ آپ میرے ساتھ وہ کام نہ کیجئے جسے دیکھ کر دشمن خوش ہوں اور مجھ پر ہنسیں، اور مجھے آپ اس قوم گنہگار میں نہ شمار کریں میں ان سے بالکل الگ ہوں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ بات سن کر اللہ پاک سے اپنے اور اپنے بھائی کے لئے مغفرت چاہی۔ گویا اس فعل پر شرمسار ہوئے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَیَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ ذِلَّةٌ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُفْتَرِیْنَ ﴿۱۵۲﴾ وَ الَّذِیْنَ عَمِلُوا السَّیِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَ اٰمَنُوْۤا ٘ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۵۳﴾ وَ لَمَّا سَكَتَ عَنْ مُّوْسَی الْغَضَبُ اَخَذَ الْاَلْوَاحَ ۖۚ وَ فِیْ نُسْخَتِهَا هُدًی وَّ رَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ هُمْ لِرَبِّهِمْ یَرْهَبُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَ اخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا لِّمِیْقَاتِنَا ۚ

بیشک ۱؎ جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا عنقریب اس گروہ پر غضب ان کے پروردگار کی طرف سے پہنچے گا اور دنیا کی زندگی میں رسوائی (ہوگی) اور افترا پردازوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں ﴿۱۵۲﴾ اور جن لوگوں نے برے کام کر کے پھر اس کے بعد توبہ کرلی اور ایمان لے آئے تو توبہ کے بعد تمہارا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۵۳﴾ اور جب ۲؎ موسیٰ غصہ سے ٹھنڈا ہوا تو تختیوں کو اٹھالیا اور ان کی تحریر میں خدا سے ڈرنے والوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے ۳؎ ﴿۱۵۴﴾ اور موسیٰ نے ستر مرد اپنی قوم میں سے ہمارے وعدے پر لانے کے لئے منتخب کئے۔

۱؎ ان آیتوں میں اللہ پاک نے بنی اسرائیل کا حال بیان فرمایا ہے جنہوں نے بچھڑا بنا کر اس کو پوجا تھا اور ان پر خدا کا غضب نازل ہوا، وہ یہ کہ ان لوگوں نے آپس میں ایک کو ایک نے قتل کیا اور دنیا میں بہت ذلیل ہوئے، ملک سے نکالے گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جس طرح ان لوگوں پر غضب نازل ہوا اور ذلت نصیب ہوئی اسی طرح ان جھٹلانے والوں کی بھی یہی گت ہم کرتے ہیں''۔ اس کے بعد اللہ پاک نے یہ بھی فرمادیا کہ جن لوگوں نے خواہ کسی قسم کا گناہ کیا ہو چھوٹا یا بڑا یہاں تک کہ شرک اور کفر بھی اگر ایسے لوگوں نے گناہ کے بعد سچے دل سے توبہ کی تو اللہ پاک بڑا مہربان اور بخشنے والا ہے، اس کی توبہ قبول کرے گا۔

۲؎ جب حضرت موسیٰ کا سارا غصہ ٹھنڈا ہو گیا تو الواح توریت جو غصہ کی حالت میں زمین پر پھینک دی تھیں وہ پھر اٹھالیں۔ تو اس میں ہدایت اور خدا کی رحمتیں پائیں جن سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو اپنے خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ حضرت موسیٰ نے کہا کہ اے رب میں اس لوح میں دیکھتا ہوں کہ ایک امت ساری امتوں سے بہتر وہ تیرے حکم کو بجالا دے گی اور جن باتوں سے تو نے منع کیا اس سے وہ باز رہے گی۔ اے اللہ! وہ امت میری ہی امت بنا۔ فرمایا کہ وہ امت امت محمدیہ ہے۔

۳؎ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا تھا کہ ستر آدمی اپنی قوم میں سے چن کر میرے پاس لے آؤ اور گؤ سالہ

فَلَمَّاۤ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَ اِیَّایَ ؕ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا ۚ اِنْ هِیَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ؕ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَآءُ وَ تَهْدِیْ مَنْ تَشَآءُ ؕ اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَ اَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ وَ اكْتُبْ لَنَا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَاۤ اِلَیْكَ ؕ قَالَ عَذَابِیْۤ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ

پھر جب ان کو زلزلہ نے آ پکڑا تو موسیٰ نے کہا: ”اے پروردگار میرے! اگر تو چاہتا تو اس سے پہلے ہی مجھ کو اور ان لوگوں کو ہلاک کر دیتا، کیا تو ہمیں ہلاک فرمائے گا اس پر جو (برا کام) ہماری قوم میں سے چند احمقوں نے کیا“ یہ تو تیری صرف آزمائش ہے پس اس آزمائش سے تو گمراہ کرے جس کو چاہے، اور تو راہ دکھائے جس کو چاہے تو ہی ہمارا مولیٰ ہے پس ہمیں بخش دے اور ہم پر مہربانی فرما اور تو سب بخشنے والوں سے بہتر ہے ﴿۱۵۵﴾ اور [1] ہمارے مقدر میں اس دنیا میں (بھی) بھلائی لکھ دے اور آخرت میں (بھی) بیشک ہم تیری طرف رجوع ہوئے۔ فرمایا: ”خدا نے [2] میں اپنا عذاب تو اسی پر ڈالتا ہوں جس پر چاہتا ہوں۔

پوچھنے کی عذر خواہی کرو“۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر آدمی بوڑھے لے کر وقت مقررہ پر حاضر ہوئے، اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کیں تو ان ستر آدمیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ ہم تو ایمان نہ لائیں گے جب تک اللہ جل شانہ کو صاف صاف نہ دیکھیں۔ اتنا کہنا تھا کہ ایک زلزلہ آیا اور بجلی چمکی اور ان لوگوں پر گری یہ ستر آدمی ایک دم ہلاک ہوگئے جس کا ذکر سورۂ بقرہ میں صاف آچکا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس حال میں دیکھنے سے بہت قلق ہوا۔ اس لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ پاک سے دعا کی: ”تو رحم کر ہمارے حال پر، اور ہمیں بخش دے تو ہی بڑا بخشنے والا ہے“ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے ان لوگوں کا وہ گناہ معاف فرما کر پھر ان لوگوں کو زندہ کر دیا۔

[1] مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ دوسری دعا مانگی تھی جو حصول مقصد کے لئے اور دنیا میں نیک عملوں کی توفیق اور رزق میں وسعت رہے اور آخرت میں بہشت عطا کر۔ ہم نے توبہ کی اور تیری طرف رجوع ہوتے ہیں۔

[2] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں جو چاہتا ہوں وہ کرتا ہوں ہر چیز میں میرا حکم جاری ہے۔ میں جس پر چاہتا ہوں عذاب بھیجتا ہوں اور جس پر چاہتا ہوں رحمت نازل کرتا ہوں۔ میرا عذاب اور رحمت کسی خاص فرقہ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے،

وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ الَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ ۚ﴿۱۵۶﴾ اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِیْلِ ۫ یَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُحِلُّ لَهُمُ الطَّیِّبٰتِ وَ یُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَ یَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَ الْاَغْلٰلَ الَّتِیْ كَانَتْ عَلَیْهِمْ ؕ فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَ عَزَّرُوْهُ وَ نَصَرُوْهُ وَ اتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ مَعَهٗۤ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ ع

اور میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے، پس میں لکھوں گا اپنی رحمت کاملہ کو واسطے ان لوگوں کے جو پرہیزگاری کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں ﴿۱۵۶﴾ لہ اور لکھوں گا رحمت آخرت کی واسطے ان لوگوں کے جو تابع ہوتے ہیں اس نبی کے جو امی ہے کہ وہ پاتے ہیں نعت اس کی لکھی ہوئی اپنے پاس توریت اور انجیل میں وہ انہیں حکم فرماتا ہے اچھے کام کا اور منع فرماتا ہے ان کو برے کام سے اور پاکیزہ چیزیں ان کے لئے حلال فرماتا ہے اور گندی چیزیں ان پر حرام فرماتا ہے اور ان سے ان کا بھاری بوجھ اور وہ مشقتیں جو ان پر تھیں دور کرتا ہے پس جو لوگ کہ اس (نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لائیں اور اس کی تعظیم کریں اور اس کی مدد کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ اترا ہے وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ﴿۱۵۷﴾

رحمت خاص اسی کے حصہ میں ہے جو خدا سے ڈرتا ہے اور اپنے مال میں سے خدا کی راہ پر دیتا ہے، اور اپنے نفس کو شرک اور کفر سے بچاتا ہے اور میری آیتوں اور ساری کتابوں پر ایمان لاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غصہ پر غالب ہے۔ کیونکہ ایک حصہ رحمت کا دنیا میں اتارا ہے اور ننانوے حصے اپنے پاس رکھے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام رسولوں پر فضیلت

لہ شان نزول: جب قوم موسیٰ نے اس سے پہلے کی آیت سنی تو رحمت الٰہی کے آرزومند ہو کر بولے کہ ہم بھی اللہ کی آیتوں

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَا ِۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

(اے محبوب!) تم فرماؤ[1]: ''اے لوگو! بیشک میں تم سب کی طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں کہ جس کی آسمان اور زمین کی بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر جو نبی امی ہے جو کہ خدا کی اور اس کے سب کلام کی تصدیق کرتا ہے، اور (ان رسول کے) تابع ہو تم راہ پاؤ ﴿۱۵۸﴾

یعنی توریت پر یقین رکھتے ہیں، اور زکوۃ دیتے ہیں۔ لہٰذا ہم بھی اللہ کی وسیع رحمت میں شامل ہیں۔ اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی جس میں رحمت کاملہ کو امت محمدیہ کے ساتھ خاص فرمایا گیا۔

امتیازات مصطفےٰ کریم علیہ التحیۃ والتسلیم

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پچھلی کتابوں میں ''امی'' لقب سے یاد فرمایا ہے اس لئے کہ آپ ان پڑھ تھے یا اس وجہ سے کہ آپ ام القریٰ یعنی مکہ میں پیدا ہوئے تھے۔ ان پڑھ ہونا حضور کے لئے بڑا فخر ہے کہ نہ پڑھے نہ لکھے اور وحی کے ذریعے سے بڑے بڑے پڑھے لکھوں کو دنیا اور دین کے انتظام سکھا دیئے۔ آنحضرت ﷺ نے قوم یہود کے وہ بھاری بوجھ اور سخت احکام کے پھندے جو ان پر پڑے ہوئے تھے سب اتار دیئے کہ نماز روزہ وطہارت، فدیہ وغیرہ تمام احکام موسوی شریعت میں سخت تھے، سب کو ہلکا کر دیا۔ اور کھانے کی چیزوں میں جو کچھ تنگی تھی، اس کو آسانی سے بدل دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کے حق میں دنیا اور آخرت کی نیکی جو مانگی تھی اس سے مراد یہ تھی کہ دنیا و آخرت میں سب امتوں پر مقدم رہیں۔ جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا عذاب اور رحمت کسی فرقے پر مخصوص نہیں ہے۔ عذاب تو اسی پر ہے جس کو عذاب دینا چاہوں، اور رحمت سب کو شامل ہے لیکن وہ رحمت خاص جس کی حرص ہر ایک کو ہے خاص ان کے نصیب میں لکھی ہے جو اللہ کی ساری باتوں پر یقین کریں گے۔ یعنی آخری امت امت محمدیہ پر جو سب کتابوں پر ایمان لاویں گے اور ہمارے نبی امی محمد ﷺ کے نائب بنیں گے۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سے جو لوگ نور یعنی قرآن شریف پر ایمان لائے وہ اس نعمت کو پہنچے اور ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا لگی۔

[1] اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ تم لوگوں سے صاف صاف کہہ دو کہ میں تم سب لوگوں کی طرف کیا عجم اور کیا عرب، مغرب سے مشرق تک جنوب سے شمال تک سارے جہان کے واسطے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے پانچ چیزیں مجھ کو دیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں اور یہ بات میں کچھ فخر کی راہ سے نہیں کہتا ہوں۔

وَمِنۡ قَوۡمِ مُوۡسٰۤى اُمَّةٌ يَّهۡدُوۡنَ بِالۡحَـقِّ وَبِهٖ يَعۡدِلُوۡنَ ﴿۱۵۹﴾ وَقَطَّعۡنٰهُمُ اثۡنَتَىۡ عَشۡرَةَ اَسۡبَاطًا اُمَمًا‌ ؕ وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسٰۤى اِذِ اسۡتَسۡقٰٮهُ قَوۡمُهٗۤ اَنِ اضۡرِبْ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ‌ ۚ فَانۢۡبَجَسَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا‌ ؕ قَدۡ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ‌ ؕ

اور ۱؎ موسیٰ کی قوم میں ایک گروہ ہے کہ جو (دین) حق کی راہ بتاتا ہے اور اسی کے موافق انصاف کرتا ہے ۲؎ ﴿۱۵۹﴾ اور ہم نے بنی اسرائیل کو بارہ خاندان میں تقسیم کر کے سب کی الگ الگ جماعت مقرر کر دی اور (ایک انعام یہ کیا کہ) ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی جب اس سے اس کی قوم نے پانی مانگا کہ اپنا عصا اس پتھر پر مارو پس فوراً اس پتھر سے بارہ چشمے جاری ہو گئے پھر ہر ایک گروہ اپنا گھاٹ (یعنی پانی پینے کی جگہ) پہچان گیا۔

❶ سارے لوگوں کی طرف، کیا لال کیا کالے سب کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ ❷ اور میرا رعب ایک ماہ کی راہ پر ہوتا ہے۔ جو میرے رعب سے لوگ جہاد میں ڈر جاتے ہیں۔ ❸ مال غنیمت میرے لئے حلال کر دیا ہے، جو اس سے پہلے جلا دیا کرتے تھے۔ ❹ میرے لئے تمام روئے زمین مسجد کا حکم رکھتی ہے۔ جہاں نماز کا وقت آ جاتا ہے اگر پانی میسر نہیں ہوا تو تیمم کر کے نماز ادا کر لی۔ ❺ اور مجھے شفاعت دی گئی ہے جو میں نے اپنی امت کے واسطے رکھ چھوڑی ہے۔ میری امت میں سے جو شرک نہ کرے گا اس کی میں قیامت کے دن شفاعت کروں گا۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کا اپنا خالق ہونا بیان فرمایا اور فرمایا کہ میں جس کو چاہتا ہوں زندہ کرتا ہوں اور جس کو چاہتا ہوں مارتا ہوں۔ اس میں اپنی وحدانیت ثابت کی ہے۔ پھر لوگوں کو حکم دیا کہ اس نبی امی پر ایمان لا کر ان کی بتلائی ہوئی راہ پر چلو۔ نبی امی آپ کو اس لئے فرمایا کہ اگلی کتابوں میں آپ کا ذکر اسی نام سے تھا۔ اسی واسطے فرمایا کہ وہی نبی امی ہیں جن کی بشارت تم کو اگلی کتابوں میں دی گئی تھی۔ اگر ان کی راہ پر چلو گے تو ہدایت پاؤ گے۔

۱؎ یہ آیت ان لوگوں کی شان میں اتری ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں سے تھے اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ انہی کو فرمایا کہ موسیٰ کی قوم میں ایک گروہ ہے جو حق بات کا پیرو اور صاحب انصاف ہے۔ یعنی نبی آخر الزماں کے اوصاف اور توریت کے مسائل کے ظاہر کرنے میں ناحق پسندی اور ناانصافی نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا انجام

۲؎ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بارہ گروہ تھی ایک ہی دادا کی اولاد۔ اصل میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا لقب اسرائیل تھا۔ انہیں کی اولاد میں یہ لوگ تھے اس لئے ان کو بنی اسرائیل کہتے تھے اور یہ لوگ علیحدہ علیحدہ گروہ میں کثیر التعداد آدمی ہو گئے

وَظَلَّلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١٦٠﴾ وَاِذْ قِيْلَ لَهُمُ اسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُوْلُوْا حِطَّةٌ وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْٓـٰٔتِكُمْ ؕ

اور ہم نے ان پر ابر کا سائبان کیا اور ہم نے ان پر من اور سلویٰ اتارا (کہا ہم نے): "تم کھاؤ ہماری دی ہوئی پاک چیزیں" (باوجود ان احسانات کے وہ ہماری نافرمانی کرتے رہے) اور انہوں نے تو ہمارا نقصان نہیں کیا لیکن اپنی ہی جانوں کا نقصان کرتے تھے ﴿۱۶۰﴾ اور (وہ وقت یاد کرو) جب ان سے کہا گیا کہ اس شہر میں رہو اور کھاؤ اس میں جہاں سے تمہارا جی چاہے اور کہو کہ حِطَّةٌ (یعنی گناہ اترے) اور (شہر کے) دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو ہم تمہارے گناہ بخش دیں گے۔

تھے۔ اس لئے ان کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بارہ فرقے الگ الگ کر دیئے گئے۔ سورۃ بقرہ اور مائدہ میں گزر چکا ہے کہ کنعانی قوم کے ساتھ لڑنے سے جب بنی اسرائیل نے انکار کیا تو اس شرارت کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے چالیس برس تک بنی اسرائیل کو ایک جنگل میں قید کیا۔ وہاں دھوپ کی شدت ہوئی، پانی کو ترس گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ اپنا عصا پتھر پر مارو اس کے مارنے سے بارہ چشمے جاری ہو گئے۔ اور بنی اسرائیل کے ہر ایک گروہ نے اپنا اپنا الگ گھاٹ بنالیا اور پانی پینے لگے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بادل کو حکم دیا ان کے سروں پر سایہ ہو کہ دھوپ سے امن میں ہو گئے۔ پھر خدائے تعالیٰ نے من وسلویٰ اتار کر ان کو کھانے کا حکم دیا اس پر انہوں نے قناعت نہ کی۔ اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہم نے کسی پر ظلم نہ کیا ان لوگوں نے آپ اپنی جان پر ظلم کیا ہے۔ میری حکم عدولی کی اور اس کھانے پر صبر نہیں کیا اور چیزوں کی ہوس دل میں کرنے لگے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے ان لوگوں کو یہ حکم دیا کہ اس شہر بیت المقدس میں داخل ہو جاؤ اور جہاں چاہو وہاں کھاؤ پیو مگر یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جب دروازۂ شہر میں داخل ہونے لگو تو شکریہ کے سجدہ کے طور پر جھک کر سر کے بل اور حِطَّةٌ کہتے ہوئے داخل ہونا۔ مگر ان لوگوں نے میرا کہنا نہ مانا جب شہر میں داخل ہوئے تو حِطَّةٌ کی جگہ حنطة فی شعيرة کہا اور سجدہ کے عوض ایڑیاں رگڑتے ہوئے چوتڑوں کے بل داخل ہوئے۔ میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر میرے حکم کے بموجب داخل ہو گے تو تمہاری خطائیں بخش دی جائیں گی اور نیکیاں بڑھادی جاویں گی۔ مگر جب انہوں نے حکم کے خلاف کیا تو میں نے آسمان سے وبا ان پر بھیج دی جس سے دوپہر کے عرصہ میں ستر ہزار کے قریب آدمی ہلاک ہو گئے۔

سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۶۲﴾ ع وَسْئَلْهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْدُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ تَاْتِيْهِمْ حِيْتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرَّعًا وَّيَوْمَ لَا يَسْبِتُوْنَ لَا تَاْتِيْهِمْ كَذٰلِكَ نَبْلُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمَا اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ

وقف لازم — معانقة — النصف

نیکی کرنے والوں کو عنقریب ہم زیادہ (انعام) عطا فرمائیں گے ﴿۱۶۱﴾ پس ان میں کے ظالموں نے بات بدل دی اس کے خلاف جس کا انہیں حکم تھا پھر ہم نے ان پر آسمان سے عذاب بھیجا بسبب اس کے کہ وہ ظلم کرتے تھے ﴿۱۶۲﴾ اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ان یہود سے اس بستی کا حال پوچھو جو دریا کے قریب آباد تھی، جب وہ حد سے گزر جاتے تھے ہفتہ کے دن جب کہ وہ ہفتہ کی تعظیم میں مشغول ہوتے تھے تو ان (کے دریا) کی مچھلیاں پانی پر تیرتی ان کے سامنے آتیں اور ان کے سامنے نہ آتی تھیں جس دن وہ ہفتہ کی تعظیم نہیں کرتے تھے ہم اسی طرح ان کی آزمائش کرتے تھے۔ ان کی بے حکمی کے سبب سے ﴿۱۶۳﴾ اور جب کہا ایک گروہ نے ۲ اس بستی والوں میں سے کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنے والا ہے۔

۱ یہ قصہ حضرت داؤد علیہ السلام کے وقت کا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ یہود سے آپ ہفتہ کے دن شکار کھیلنے والوں کا حال دریافت کریں اور ان لوگوں پر بسبب مخالفت حکم الٰہی کے عذاب نازل ہوا، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر بھی اسی طرح عذاب آوے۔ تم میری صفت کو جو تمہاری کتابوں میں لکھی ہوئی ہے چھپاتے ہو۔ وہ لوگ بحر قلزم کے کنارے رہتے تھے۔ ان کو ہفتہ کے روز شکار کرنے کو منع کیا گیا تھا مگر حیلہ سے مچھلیاں پکڑنے لگے۔ پھر بھی وہ ہاتھ نہیں آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس عدول حکمی کا یہ مزہ چکھایا کہ ان کو بندر بنا دیا۔

تین فرقوں کا ذکر اور یہود کی بربادی اور بندروں کی صورت میں بدلنا

۲ اللہ تعالیٰ نے ان اصحاب سبت کا حال بیان فرمایا کہ جو اس قریہ میں تین فرقے ہو گئے: ۱ ایک تو ہفتہ کے روز شکار کھیلتا۔

اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۭ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖٓ اَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوْۗءِ وَاَخَذْنَا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا بِعَذَابٍۢ بَىِٕيْسٍۢ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوْا عَنْ مَّا نُهُوْا عَنْهُ قُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِـِٕيْنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَيَبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ يَّسُوْمُهُمْ سُوْۗءَ الْعَذَابِ ۭ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ښ

یا سخت عذاب انہیں دینے والا ہے۔ بولے تمہارے رب کے سامنے عذر کرنے کے لئے اور شاید کہ وہ ڈر بھی جائیں ﴿۱۶۴﴾ پس جب وہ بھول گئے جو نصیحت انہیں کی گئی تھی تو ہم نے ان لوگوں کو بچالیا جو برائی سے منع کرتے تھے اور ظالموں کو ہم نے بڑے عذاب میں پکڑا اس سبب سے کہ نافرمانی کرتے تھے ﴿۱۶۵﴾ پھر جب انہوں نے ممانعت کے حکم سے سرکشی کی ہم نے ان کو حکم دیا کہ پھٹکارے ہوئے بندر ہو جاؤ۔لہ ﴿۱۶۶﴾ اور (یاد کرو) کہ جب تمہارے پروردگار نے آگاہ کردیا کہ ان یہود پر قیامت کے دن تک ایسے شخص کو ضرور مسلط کرتا رہوں گا جو ان کو سخت تکلیف پہنچائے، بیشک تمہارا پروردگار جلد سزا دینے والا ہے۔

❷ دوسرا منع کرتا۔ ❸ تیسرا نہ منع کرتا نہ کھیلتا۔ ہاں منع کرنے والوں کو یہ کہتا کہ تم کیوں منع کرتے ہو ان کو اپنے حال پر رہنے دو۔ عنقریب عذاب ان پر اللہ تعالیٰ بھیجنے والا ہے، ہلاک ہونے سے کبھی یہ بچ نہیں سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا حال بیان فرمایا کہ جو فرقہ منع کرتا تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے بچالیا، اور جو لوگ ہفتہ کے دن شکار کرنے سے باز نہیں آتے تھے، ان پر سخت عذاب نازل کیا گیا۔ ایک روز رات کو اپنے اپنے گھروں میں سوئے تھے کہ یکا یک سب کے سب بندر ہو گئے اور تین روز تک سر پٹک پٹک کر مر گئے۔ تیسرے فرقہ کو اللہ تعالیٰ نے ضعیف الایمان ایماندار ٹھہرا کر اگر عذاب سے بچالیا ہو تو اس کی رحمت سے کچھ دور نہیں۔

لہ یہ آیت یہود کی شان میں اتری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان فرمایا کہ ہم نے یہود سے یہ بات پکی کر لی تھی کہ اگر توریت کے احکام کو چھوڑ دو گے تو یاد رکھو کہ قیامت تک تمہیں عزت نصیب نہیں ہوگی، ہمیشہ دوسروں کے ہاتھ میں ذلیل وخوار رہو گے۔ ایسی قوم کو تم پر مسلط کر دیں گے جو طرح طرح کے برے عذاب تم پر کیا کرے گی۔ یہ بات خدائے

وَ اِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَ قَطَّعْنٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۱۶۸﴾

اور بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۶۷﴾ اور [۱] ہم نے زمین میں بنی اسرائیل کے متفرق گروہ گروہ کردیے ان میں بعض اچھے ہیں اور بعض اور طرح کے ہیں (یعنی بدکار) اور ہم نے ان کو نعمتوں سے اور مشقتوں سے آزمایا تاکہ پلٹیں سیدھی راہ کی طرف ﴿۱۶۸﴾

تعالیٰ کی پوری ہو کر رہی۔ ان لوگوں نے خدا کے حکم کے خلاف کیا اور طرح طرح کے حیلے بہانے نکال کر مجرم ہوتے رہے۔ کہا جاتا ہے پہلے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خود ان پر خراج لگایا پھر اوروں نے جزیہ اور خراج لیا۔ پھر مسلمانوں کے زیر حکومت رہ کر برابر جزیہ اور خراج دیتے رہے جو کہ قیامت تک ایسے ہی ذلیل ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ خدا بہت جلد عذاب کرنے والا ہے اور بہت بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

[۱] یہود کی سلطنت جب تباہ ہوئی تو آپس میں ایسی پھوٹ پڑ گئی کہ مختلف شہروں میں جا بسے اور مختلف مذہب اختیار کر لئے۔ اسی بات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں فرمایا ہے کہ ہم نے یہود کو متفرق گروہ بنا دیا اور ایک دوسرے سے جدا کر دیا۔ سلطنت ان کے ہاتھ سے نکل گئی یہ لوگ ہر سرزمین میں پریشان ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ بعض ان میں صالح اور نیک بخت ہیں کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے اپنے دین پر قائم رہے کوئی تبدیلی اور تحریف کتاب آسمانی میں انہوں نے نہیں کی اور مرتے دم تک خدا تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتے رہے اور آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے۔ اور بعضے یہود ایسے بدکردار تھے جنہوں نے احکام الٰہی کو بدل ڈالا اور اپنے دین سے پھر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہر طرح سے جانچا کبھی تندرستی اور فارغ البالی دی، کبھی تکلیف و رنج ان پر نازل کیا، کبھی عذاب بھیج کر آزمایا کہ شاید اپنے فعل پر نادم ہو کر حق کی طرف رجوع کریں، لیکن کچھ نہ ہوا۔ اور جو اولاد ہوئی وہ بھی ایسی ناخلف ہوئی کہ توراۃ کے وارث بن کر دنیا کی طمع کرنے لگے۔ رشوت لینے لگی پھر یہ امید رکھی کہ اللہ معاف کرے گا اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا ان سے توراۃ میں یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ حق کے سوا اور کچھ نہ کہنا، حق کو کبھی نہ چھپانا۔ پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ آخرت تو اسی کے حصہ میں ہے جو خدا سے ڈرتا ہو اور وہاں جو کچھ بہتری ہونے والی ہے انہیں متقیوں کو ہوگی یہ لوگ تو سمجھ کے اندھے کچھ بھی عقل سے کام نہیں لیتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی جو کتاب کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں کہ اس کے ہر ایک امر و نہی کو بجا لاتے ہیں، نماز بھی پڑھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے حق میں فرمایا کہ ہم صلاحیت اور نیکی پر قائم رہنے والوں کا بدلہ اور اجر ضائع نہیں کرتے۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى وَ يَقُوْلُوْنَ سَيُغْفَرُ لَنَا ۚ وَ اِنْ يَّاْتِهِمْ عَرَضٌ مِّثْلُهٗ يَاْخُذُوْهُ ؕ اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ وَ دَرَسُوْا مَا فِيْهِ ؕ وَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ وَ الَّذِيْنَ يُمَسِّكُوْنَ بِالْكِتٰبِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَ اِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۚ خُذُوْا مَاۤ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّ اذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۱﴾ ع

پھر ان کی جگہ ان کے بعد وہ ناخلف آئے جو توریت کے وارث ہوئے اس دنیا کا مال و متاع لیتے ہیں جو ناقص ہے اور کہتے ہیں کہ ضرور ہماری بخشش ہوگی اور اگر ایسا ہی اور مال و متاع ان کے پاس آوے تو اسے بھی لے لیں کیا نہیں لیا گیا ہے ان سے وہ اقرار کہ جو توریت میں ہے کہ خدا پر بجز سچ کے اور کچھ نہیں کہیں اور اس کو پڑھا ہے انہوں نے جو کچھ توریت میں ہے، اور بیشک آخرت کا گھر (اس دنیا سے) پرہیزگاروں کے لئے بہتر ہے تو کیا تم (اتنا بھی) نہیں سمجھتے ہو ﴿۱۶۹﴾ اور جو لوگ کتاب (الٰہی) کو مضبوط تھامتے ہیں اور نماز کو قائم رکھتے ہیں، بیشک ہم ضائع نہیں کرتے اجر نیکوں کا لے ﴿۱۷۰﴾ اور یاد کرو کہ جب کہ ہم نے بنی اسرائیل پر سائبان کی طرح پہاڑ اٹھایا اور انہیں گمان ہوا کہ بیشک وہ ان پر گر پڑے گا ان سے ہم نے کہا: کہ قوت سے تھام لو جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے (یعنی توریت) اور یاد کرو جو اس میں ہے تاکہ تم عذاب سے بچو ﴿۱۷۱﴾

زبردستی احکام توریت قبول کرنا

لے جب فرعون غرق ہوگیا اور بنی اسرائیل کو خوشی اور آزادی حاصل ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے احکام کی خواہش کی۔ اس پر جب

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْۤ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۛۚ شَهِدْنَا ۛۚ اَنْ تَقُوْلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ۙ اَوْ تَقُوْلُوْۤا اِنَّمَاۤ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ﴿۱۷۳﴾

اور (اے [۱] محبوب یاد کرو) جب تمہارے پروردگار نے اولادِ آدم کی پشت سے ان کی نسل نکالی اور انہیں خود ان پر گواہ بنایا کہا: ''کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں'' بولے: ''بیشک تو ہے ہم سب گواہ ہوئے'' (اس گواہی کا لینا اس لئے تھا) ایسا نہ ہو کہ قیامت کے دن کہو کہ البتہ ہم بے خبر تھے ﴿۱۷۲﴾ (اس توحید سے) یا یہ کہو کہ شرک تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلے کیا تھا اور ہم تو ان کی نسل کے ان کے پیچھے ہوئے پس تو کیا ہم کو اس کے بدلے میں ہلاک کرتا ہے جو بدکاروں نے کیا ﴿۱۷۳﴾

توریت نازل ہوئی تو بنی اسرائیل نے اس کے احکام سخت خیال کر کے ان کے قبول کرنے سے انکار کیا، تو حضرت جبریل علیہ السلام نے بحکم الٰہی ایک بڑا پہاڑ اٹھا کر سائبان کی طرح ان کے سروں کے قریب کر دیا اور ان سے کہا گیا کہ ''توریت کے احکام قبول کرو ورنہ یہ تم پر گرا دیا جائے گا''۔ پہاڑ کو سروں پر دیکھ کر سب کے سب سجدے میں گر گئے اور قبول کیا۔

عہد و میثاق کا ذکر

[۱] آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا تو ان کی جتنی ہونے والی اولاد تھی، ان سب کو حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کی پشت سے نکال کر ان سے اس بات کا عہد لے لیا تھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں! کیا میں تمہارا مالک نہیں ہوں! جس کا جواب انہوں نے ایک زبان ہو کر یہی دیا تھا کہ بیشک تو ہمارا رب ہے اور ہم گواہی دیتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہ عہد و میثاق اس لئے لیا تھا کہ شاید یہ لوگ قیامت کے دن عذر کریں کہ ہمیں اس بات کی خبر نہ تھی دنیا میں بھول گئے۔ اس واسطے رسول بھیج کر اس کو جتلایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا کہ ان کو یہ بھی عذر نہ رہے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو جو فعل کرتے دیکھا وہی ہمارا بھی مذہب و دین رہا اور ہم انہی کے قدم بقدم چلے اس وجہ سے ہماری ہلاکت نہیں ہونی چاہئے۔ پھر فرمایا کہ ہم اپنی نشانیاں یعنی معجزے بتلاتے ہیں تا کہ لوگ توحید کی طرف رجوع ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ دہناء جو ملک ہند ایک مقام کا نام ہے جہاں حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارا تھا وہاں یہ عہد میثاق لیا گیا تھا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ بطن نعمان میں جو عرفات کے قریب ہے وہاں ان کی اولاد کو نکال کر یہ عہد میثاق لیا گیا۔

وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِيْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۱۷۵﴾

اور ہم اس طرح بیان کرتے ہیں صاف صاف آیتیں اس لئے کہ (توحید کی طرف) وہ رجوع ہوں ﴿۱۷۴﴾ اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم [1]) سناؤ انہیں اس شخص کا حال کہ جس کو ہم نے اپنی آیتوں کا علم دیا تو وہ ان آیتوں کی پابندی سے صاف نکل گیا، پھر اس کے پیچھے شیطان پڑ گیا تو وہ گمراہوں میں سے ہو گیا ﴿۱۷۵﴾

واقعہ بلعم باعور (جس کی زبان سینہ تک آ گئی)

[1] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ تم یہود کو اس شخص کے حال کی اطلاع دے دو جس کو اللہ نے اپنی نشانیاں دی تھیں، اور وہ نشانیاں اس کے کفر کی وجہ سے اس طرح نکل گئیں جیسے سانپ اپنی کینچلی سے نکل جاتا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جبارین سے جنگ کا قصد کیا اور سرزمین شام میں نزول فرمایا تو بلعم باعور کی قوم اس کے پاس آئی اور اس سے کہنے لگے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت تیز مزاج ہیں اور ان کے ساتھ کثیر لشکر ہے۔ وہ یہاں آئے ہیں ہمیں اس شہر سے نکالیں گے اور قتل کریں گے، اور بجائے ہمارے بنی اسرائیل کو اس سرزمین میں آباد کریں گے۔ تیرے پاس اسم اعظم ہے اور تیری دعا قبول ہوتی ہے تو نکل اور اللہ تعالیٰ سے دعا کر کہ اللہ تعالیٰ انہیں یہاں سے ہٹا دے۔ بلعم باعور نے کہا تمہارا برا ہو حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہیں، اور ان کے ساتھ فرشتے ہیں اور ایماندار لوگ ہیں، میں کیسے ان پر بددعا کروں۔ میں جانتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کا مرتبہ ہے اگر میں ایسا کروں گا تو میری دنیا و آخرت برباد ہو جاوے گی۔ مگر قوم اس سے اصرار کرتی رہی اور بہت اصرار کیا تو بلعم باعور نے کہا کہ میں اپنے رب کی مرضی معلوم کر لوں اس کا یہی طریقہ تھا چنانچہ خواب میں اس کو جواب مل جاتا تھا۔ چنانچہ خواب میں اس کو منع کیا گیا ان کے خلاف دعا نہ کرنا۔ قوم نے پھر اصرار کیا تو اس نے وہی کہا لیکن دوسری مرتبہ کچھ جواب نہ ملا تو قوم کہنے لگی: ''اللہ کو منظور نہ ہوتا تو وہ پہلے کی طرح اب بھی منع کر دیتا''۔ جب بہت اصرار کیا اور لالچ دیا تو آخر کار وہ بددعا کرنے کے لئے پہاڑ پر چڑھا تو جو بددعا کرتا تھا اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو اس کی قوم کی طرف پھیر دیتا تھا، اور اپنی قوم کے لئے جو دعائے خیر کرتا تھا بجائے قوم کے بنی اسرائیل کا نام اس کی زبان پہ آتا تھا۔ قوم نے کہا کہ اے بلعم! یہ کیا کر رہا ہے۔ بنی اسرائیل کے لئے دعا کرتا ہے اور ہمارے لئے بددعا، اس نے کہا: ''یہ میرے اختیار میں نہیں۔ میری زبان میرے قبضہ میں نہیں ہے''۔ اور اس کی زبان باہر نکل پڑی اور سینہ تک لٹک گئی تو اس نے اپنی قوم سے کہا: میری دنیا و آخرت دونوں برباد ہو گئیں''۔

وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلَا ۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

اور ۱؎ اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کے سبب سے اس کو بلند (مرتبہ) کر دیتے ولیکن وہ خود پستی کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش پر چلا پس اس کا حال کتے کی طرح ہے اگر اس پر کوئی دوڑنے کی مشقت ڈالی جائے تو اس پر زبان باہر نکالے یا چھوڑ دے تو زبان باہر نکالے یہی حال اس گروہ کا ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا پس تم ان کو یہ نصیحت سنا دو تا کہ وہ غور کریں کیا بری کہاوت ہے اس قوم کو جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں اور اپنی ہی جانوں پر ظلم کرتے تھے ۲؎ جس کو اللہ راہ دکھائے تو وہی راہ پاتا ہے اور جس کو گمراہ کرے تو وہی نقصان میں رہے۔

۱؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: ''بلعم کو اسم اعظم کا علم دیا تھا، دعائیں قبول ہوتی تھیں۔ اگر ہم چاہتے تو اس کو بہت بڑا مرتبہ دیتے مگر وہ دنیا حاصل کرنے کی طرف مائل ہو گیا۔ اس کی مثال کتے کی سی ہو گئی کہ ہر وقت ہانپتا رہتا ہے۔ اسی طرح ان لوگوں کی بھی حالت ہے جو عقبیٰ کے منکر اور دنیا کی حرص میں لگے رہتے ہیں، اور ان کو نصیحت کام نہیں دیتی۔ کتنی ہی نصیحت کی جاوے یہ لوگ راہ راست پر نہیں آسکتے''۔ اسی کو فرمایا کہ یہی مثال ہے ان لوگوں کی جو عقبیٰ کو جھٹلاتے ہیں کہ کبھی یہ ہدایت نہیں پاسکتے۔ پھر آنحضرت ﷺ کو خطاب فرمایا کہ اب لوگوں سے ان قصوں اور مثالوں کو بیان فرمادیں تا کہ شاید یہ لوگ غور و فکر کریں۔ پھر فرمایا کہ جو قوم احکام الٰہی کو جھٹلاتی ہے اس کی بہت ہی بری مثال ہے۔ یہ لوگ آپ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔

۲؎ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی صراحت فرمائی کہ ہدایت و گمراہی دونوں خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۖ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾

اور ۱؎ بیشک ہم نے بہت سے جن اور آدمی جہنم کے لئے پیدا کیے ان کے دل تو ہیں (مگر) ان سے سمجھتے نہیں، اور ان کی آنکھیں ہیں (مگر) ان سے دیکھتے نہیں، اور ان کے کان ہیں (مگر) ان سے سنتے نہیں (غرض) وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی بڑھ کر گمراہ، یہ وہ لوگ ہیں جو (دین سے بالکل) بے خبر ہیں ۲؎ ﴿۱۷۹﴾ اور اللہ ہی کے سب نام اچھے ہیں تو اس کو انہیں ناموں سے پکارو، اور چھوڑ دو انہیں جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں وہ لوگ جلد اپنے کیے کا بدلہ پالیں گے ﴿۱۸۰﴾

جنات کے وجود کی تحقیق

۱؎ اکثر فلسفی اور دہریہ وغیرہ جنات کے وجود کے جو منکر ہیں ان کا بے راہ ہونا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اور اس کے پیدا کرنے کی خبر اپنے کلام پاک میں دی وہ ضرور موجود اور دنیا میں اس کا وجود ہے۔ اس کے وجود سے انکار کرنا کلام الٰہی سے انکار کرنا ہے۔ حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جن وانس سب کی طبیعت میں عقبیٰ کی بہبودی کی صلاحیت رکھی ہے، لیکن ان میں بہت سے ایسے ہیں جو علم الٰہی میں دوزخی قرار پا چکے ہیں۔ اس لئے دنیا میں پیدا ہونے کے بعد عقبیٰ کی بہبودی، باتوں کے کانوں سے سننے، آنکھوں سے دیکھنے میں ان کا دل نہیں لگتا بلکہ جانوروں کی طرح دنیاوی باتوں پر ان کی زیست کا دارومدار ہے۔ اور عقبیٰ کے حساب سے وہ گویا دوزخ کا ایندھن بننے کے لئے دنیا میں پیدا ہوئے ہیں۔ ہر مسلمان کو چاہیے کہ خدائے تعالیٰ سے پناہ مانگتا رہے اور ثابت قدمی سے اعمال صالح کی دعا کرتا رہے ایسا نہ ہو کہ آخر عمر میں کوئی برا کام خدائے تعالیٰ کی ناخوشی کا اس سے سرزد ہو کر اس کے خاتمہ کو بگاڑ دے۔

اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کی فضیلت

۲؎ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے ایک کم سو

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿١٨١﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٨٢﴾ وَاُمْلِيْ لَهُمْ ۭ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ ﴿١٨٣﴾

اور ا۔ ہماری پیدائش سے ایک وہ گروہ بھی ہے کہ جو دین کی رہنمائی کرتے ہیں اور ۲۔ اسی پر انصاف بھی کرتے ہیں ﴿۱۸۱﴾ اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائیں ہم ان کو آہستہ آہستہ عذاب کی طرف لے جائیں گے کہ ان کو خبر نہ ہوگی ﴿۱۸۲﴾ اور میں ان کو ڈھیل دوں گا بیشک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے ﴿۱۸۳﴾

نام ہیں۔ جو شخص ان کو یاد کرے گا وہ جنت میں جاوے گا۔ یہی نام مشہور ہیں جو چھپے ہوئے ہیں۔ لیکن اللہ کے ناموں کا حصر ان ناموں میں نہیں ہے بعض حدیث سے ثابت ہے کہ ہزار نام تک اللہ تعالیٰ کے چنے ہیں اور رفع غم کی دعا کا حاصل یہ ہے کہ یا اللہ تو نے جو اپنے نام لوگوں کو بتلائے ہیں، اور جو تیرے نام تیرے علم غیب میں مخفی ہیں ان سب ناموں کے طفیل سے غم دور ہو جائے۔ دعا مقبول ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ناموں کو بگاڑ کر غیروں یعنی بتوں کے نام رکھنا ناجائز ہے۔ جیسے مشرکین مکہ نے لفظ اللہ سے لات اور لفظ منان سے مناۃ کا لفظ تراش کر بتوں کے یہ نام ٹھہرا لئے تھے۔ جن بتوں کو وہ اللہ تعالیٰ کا شریک جانتے تھے۔ ایک مسلمان شخص یا رحمن یا رحیم کہہ کر دعا مانگا کرتا تھا۔ ایک مشرک شخص نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ تم مسلمان لوگ اللہ کو وحدہ لاشریک جانتے ہو پھر اللہ کے یہ دو نام کیوں لیتے ہو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ شریعت الٰہی میں اللہ تعالیٰ کے جو نام آچکے ہیں دعا کے وقت وہ لئے جاسکتے ہیں اور ان مشرکوں نے کجروی سے جو نام تراش لئے ہیں ان کو وقت مقررہ پر ان کی سزا بھگتنی پڑے گی۔

مسلمان اور کافر کا ذکر

ا۔ یہ آیت خاص آنحضرت ﷺ کی امت کی شان میں نازل ہوئی ہے کہ ایک گروہ وہ بھی ہے جو ہمیشہ دین حق پر قائم اور اس کو مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہے گا اور اپنے ہر کام کا اسی پر دار و مدار رکھ کر فیصلہ کیا کرے گا۔

۲۔ مطلب یہ ہے کہ جو قرآن کی آیتوں کو نہیں مانتے اور اس کی باتوں کو جھٹلاتے ہیں۔ جس سے مراد کافر ہیں۔ فرمایا ایسے لوگوں کو ہم آہستہ آہستہ پکڑیں گے ان کو معلوم بھی نہیں ہوگا۔ پہلے اس طرح ڈھیل دی جاوے گی کہ ان کی روزی رزق میں ترقی کر دیں گے مال و دولت بے انتہا دیں گے۔ ہر طرح ان کو خوش و خرم رکھیں گے اور وہ لوگ ان نعمتوں کو دیکھ کر یہ گمان کرنے لگیں گے کہ وہ راہ راست پر ہیں۔ اس لئے ان پر اللہ کا یہ فضل ہے مگر حقیقت میں یہ فضل و انعام نہیں بلکہ ڈھیل ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی پکڑ اس طرح پر ہوگی کہ جب وہ لوگ خوب مال سے مست ہو جاویں گے تو ہم ان کو ایک دفعہ ہی اس طرح مضبوطی کے ساتھ پکڑیں گے کہ ان کی رہائی نہ ہوگی۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۜ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ

کیا[۱] ان لوگوں نے اس بات میں غور نہیں کیا کہ ان کے صاحب (پیغمبر) کو کوئی جنون نہیں ہے وہ تو صرف صاف صاف (عذاب سے) ڈرانے والے ہیں ﴿۱۸۴﴾ کیا نظر نہیں کی انہوں نے آسمانوں اور زمین کی سلطنت میں اور جو چیز اللہ نے پیدا کی (سب میں اس کی قدرت کی روشن دلیلیں ہیں) اور یہ کہ شاید ان کی اجل نزدیک آگئی ہو، پھر قرآن کے بعد کون سی بات پر ایمان لاویں گے ﴿۱۸۵﴾ جس کو اللہ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ دکھانے والا نہیں اور اللہ ان کو ان کی گمراہی میں بھٹکتا ہوا چھوڑ دیتا ہے[۲] ﴿۱۸۶﴾ یہ لوگ تم سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقت مقرر کب ہے؟

[۱] مطلب یہ ہے کہ نبی وقت جن باتوں کی نصیحت کرتے ہیں وہ بڑی سمجھ کی باتیں کرتے ہیں، دیوانوں کی باتیں نہیں ہیں۔ ہر ایک زمانہ کے دنیادار لوگ کثرت سے ذکر الٰہی میں مصروف رہنے والوں کو دیوانہ کہیں گے۔ آنحضرت ﷺ قریش کو عذاب دوزخ سے ڈرایا کرتے تھے۔ آگے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے وہ سب دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ انسان کو اپنے مرنے کا وقت معلوم نہیں کہ ناگہانی طور پر کسی وقت موت سر آن کھڑی ہو، اس لئے انسان کو چاہیے وہ ہر وقت اپنے آپ کو قبر کا مردہ سمجھے۔

قیامت کب ہے اور علم غیب کا بیان

[۲] **شان نزول:** قریش نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا کہ اگر آپ نبی ہیں تو آپ ہم کو یہ تو بتلائیے کہ جس قیامت سے آپ ہم کو ڈراتے ہیں آخر وہ کب آئے گی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کے حاصل معنی یہ ہیں کہ قیامت ایسی سخت چیز ہے کہ انسان کی تو اصل کیا ہے، اس کا آنا زمین و آسمان سب پر بھاری ہے۔ جب وہ آوے گی عالم علوی و عالم سفلی سوا ذات پاک اس وحدہٗ لاشریک کے، سب کچھ فنا ہو جائے گا۔ اس لئے ایسی بڑی چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں

قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ ۚ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ یَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِیٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِیْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَیْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَیْرِ ۛۚ وَ مَا مَسَّنِیَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِیْرٌ وَّ بَشِیْرٌ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع

تم فرماؤ کہ اس کی خبر تو میرے رب ہی کے پاس ہے اسے وہی اس کے وقت پر ظاہر کرے گا بھاری بات ہے آسمانوں اور زمین میں وہ تم پر آوے تو اچانک ہی آوے گی وہ تم سے اس طرح پوچھتے ہیں گویا تم نے اسے خوب تحقیق کر رکھا ہے، تم فرماؤ کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۱؎ ﴿۱۸۷﴾ تم فرماؤ کہ میں اپنی جان کے برے بھلے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہے، اور اگر میں خود غیب جان لیا کرتا تو بہت کچھ بھلائی حاصل کر لیتا اور مجھ کو کچھ برائی نہ پہنچتی میں تو محض (احکام شرعیہ بتا کر) ڈرانے والا (کافروں کو عذاب سے اور خوشخبری سنانے والا ثواب کی) ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں ﴿۱۸۸﴾

رکھا ہے۔ اگر اس کا وقت معلوم ہوتا تو اس وقت کو قریب آتا دیکھ کر زمین و آسمان اور فرشتے کوئی اپنے حال پر باقی نہ رہتا اور انتظام الٰہی میں خلل پڑ جاتا، وہ ناگہاں بے خبری میں ایک دفعہ ہی آوے گی۔

۱؎ مطلب یہ ہے کہ اوپر کی آیت میں آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تھا کہ لوگ تم سے قیامت کا حال پوچھتے ہیں کہ کب ہے، تو تم ان سے یہی کہہ دو کہ مجھے علم نہیں ہے، خدا ہی جانے کب آئے گی مگر ایک نہ ایک دن آنے والی ضرور ہے۔ اسی کی تاکید اس آیت میں فرمائی جس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کی بھلائی برائی کے حال کو خود بخود جان لینا ایک علم غیب ہے۔ جس کا حال سوا خدائے تعالیٰ کے کسی کو معلوم نہیں، ہاں اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں میں جس کو چاہتا ہے بذریعہ وحی کے غیب کی باتیں بتلا دیتا ہے۔ مثلاً بدر کی لڑائی میں جو نافرمان لوگ مسلمانوں کے ہاتھ سے قتل ہونے والے تھے، ان کا حال پہلے سے آنحضرت ﷺ کو بتا دیا تھا۔ ''تفسیر روح البیان'' جلد ۳ میں ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو شب معراج میں جو علم دیا گیا، علم اولین اور آخرین اور کئی قسم کے علوم تعلیم فرمائے ایک علم تو ایسا ہے جس کے چھپانے پر مجھ سے عہد

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّاۤ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَىِٕنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۸۹﴾

وہ[1] اللہ ایسا ہے جس نے کہ تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی میں سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اپنے جوڑے سے آرام حاصل کرے، پس جب میاں نے بی بی سے قربت کی تو اس کو حمل رہ گیا ہلکا سا، سو وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی، پھر جب وہ بوجھل ہوگئی تو دونوں نے اپنے اللہ سے دعا کی: ''اگر تو ہم کو تندرست فرزند دے گا تو بیشک تیرے شکر گزار رہوں گے'' ﴿۱۸۹﴾

لے لیا کہ میں کسی کو نہ بتاؤں اور میرے سوا کسی کو اور اس کے برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے۔ اور ایک ایسا علم جس کے چھپانے اور سکھانے کا مجھے اختیار دیا اور ایک ایسا علم جس کے سکھانے کا ہر خاص و عام امتی کی نسبت حکم فرمایا۔ اب حدیث اور تفسیر سے ثابت ہوا کہ امر محقق یہی ہے کہ اسرار الٰہی کا علم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مرحمت ہوا ہے، اس کا افشاء حرام ہے۔ ذاتی علم غیب حضور کو نہیں تھا اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے ہوا تھا۔ (علم المصطفیٰ صفحہ ۱۰۷)

بچے کا نام نیک رکھنے کی ہدایت

[1] ان آیتوں میں فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے پھر ان کی پسلی سے ان کی بیوی حوا کو پیدا کیا تا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام دونوں میں انسیت ہو اور نسل قائم ہو۔ جب جنت سے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام روئے زمین پر اتار دیئے گئے تو فرمایا کہ جب حضرت آدم علیہ السلام حوا کے ساتھ ہم بستر ہوئے تو حوا کو حمل رہ گیا۔ اور جب تک حمل کا ابتدائی زمانہ رہا کوئی تکلیف حوا کو نہیں ہوئی۔ نہ چلنے پھرنے میں نہ کھانے پینے میں، نہ کام کاج میں، سب آسانی سے کرلیا کرتی تھیں۔ پھر کچھ دنوں کے بعد حوا کو بوجھ معلوم ہوتا گیا تو انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ پیٹ میں حمل قائم ہو گیا ہے اور ایک روز ہماری جنس سے بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ اسی واسطے دعائیں کرنے لگے کہ یا اللہ اگر تو صالح لڑکا ہمیں دے گا تو ہم بہت شکر گزار رہوں گے۔ غرضیکہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی مرضی کے موافق صالح اولاد عنایت کی تو انہوں نے شیطان کے بہکانے سے اس بچہ کے نام کے رکھنے میں شرک کی باتیں کیں کہ اس کا نام عبدالحارث رکھا جو شیطان نے بتلایا تھا۔ حضرت حوا علیہا السلام کو یہ نام رکھنے کی خرابی تفصیل سے معلوم نہ تھی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے بالکل علیحدہ ہے جن کو تم اس کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عبداللہ اور عبدالرحمٰن یا اور نام جن ناموں میں اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا اقرار نکلے وہ نام اللہ کو بہت پسند ہیں''۔

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾

پھر جب خدا نے انہیں تندرست فرزند عطا فرمایا تو مقرر کرنے لگے شریک اس میں جو کچھ کہ اللہ نے انہیں دیا تھا پس ان کے شرک سے اللہ پاک ہے ﴿۱۹۰﴾ کیا وہ ایسے کو شریک ٹھہراتے ہیں جو نہ بنا سکیں ۱؎ کسی چیز کو اور وہ خود ہی بنائے جاتے ہیں ﴿۱۹۱﴾

مشرکین کو تنبیہ اور صلہ رحمی کا ذکر

۱؎ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو یہ تنبیہ فرمائی کہ کیا تم ایسی چیزوں کو معبود ٹھہراتے ہو جن میں کسی شے کے پیدا کرنے کی قدرت نہیں ہے بلکہ وہ خود مخلوق ہیں، اور عبادت تو خالق کارساز کو زیبا ہے مخلوق کسی طرح عبادت کی مستحق نہیں ہے۔ ان بتوں سے تو ہزار درجہ تم بہتر ہو کہ تم میں چلنے پھرنے کی طاقت ہے، کھاتے پیتے ہو، بتوں میں کیا قدرت ہے۔ اگر کوئی آ کر ان کے ٹکڑے کر ڈالے تو یہ کیا اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں؟ پھر جب اپنا اختیار نہیں ہے اور اپنے نفع ونقصان سے یہ بالکل بے خبر ہیں تو تمہاری کیا مدد کر سکتے ہیں اور نہ ان میں سماعت ہے نہ بصارت۔ تم انسان اشرف المخلوقات ہو اور یہ بت پتھر کی مورتیں ہیں۔ اگر تم دعوے میں سچے ہو تو ان کو پکار کر دیکھو، نہ ان کے پیر ہیں جو وہ چل سکیں نہ پکڑ سکتے ہیں، نہ دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں۔ پھر آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ ان مشرکوں سے کہو کہ تم اپنے معبودوں کی دھمکیاں دے کر کیا ڈراتے ہو۔ جہاں تک ہو سکے کمی نہ کرو اپنے سارے معبودوں کو پکار کر مکر کر لو، اور جو کچھ جی میں آئے کر گزرو مجھے اس سے کچھ ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ میرا ولی اور حمایتی خدائے وحدہٗ لاشریک ہے۔ جس نے اپنے رسولوں پر کتابیں اتاری ہیں وہ میری حمایت کرے گا۔ اور نیک لوگوں کی بھی وہی حمایت کرتا ہے۔ تمہارے معبود میں خاک کسی قسم کی قدرت نہیں ہے، نہ ان کو اپنی ذات کی بھلائی کی قدرت ہے نہ تمہیں کچھ ان سے مدد مل سکتی ہے، نہ سن سکتے ہیں۔ ظاہر میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمہیں دیکھ رہے ہیں بلکہ جو شخص ان تصویروں کی طرف نظر کرتا ہے اسے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ بت ادھر ہی نظر کیے ہوئے ہیں، مگر درحقیقت ان کی آنکھ تو ہے نہیں جو وہ کچھ دیکھ سکیں۔ اہل مغازی نے یہاں ایک قصہ بیان کیا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ میں ہجرت کر کے آئے تو دو جوان معاذ بن عمرو الجموح اور معاذ بن جبل آپ کے پاس آ کر مسلمان ہو گئے۔ یہ دونوں راتوں کو جا کر بتوں کو توڑتے تھے تاکہ ان کی قوم کو عبرت ہو۔ ایک اور شخص عمرو بن الجموح اپنی قوم میں سردار شمار کیا جاتا تھا اس کے ہاں ایک بت تھا جس کو وہ روز خوشبو مل کر عبادت کرتا تھا۔ یہ دونوں رات کو جا کر اس بت کو اوندھا کر دیتے اور نجاست مل دیتے تھے۔ عمرو بن الجموح صبح آ کر دیکھتا تھا اور پھر دھو دھلا کر اس کو خوشبو ملتا تھا۔ ایک روز اس نے اس بت کے پاس تلوار رکھ دی تاکہ جو شخص اس بت کو تکلیف دینے آتا ہے اس سے بدلہ لیوے، مگر اس بت سے کیا ہو سکتا تھا۔ ایک روز دونوں نے اس بت کو کھینچ کر ایک

وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَآ أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴿١٩٢﴾ وَإِن تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنتُمْ صَامِتُونَ ﴿١٩٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ أَمْثَالُكُمْ ۖ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٩٤﴾ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَآ ۖ أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَآ ۖ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَآ ۖ أَمْ لَهُمْ ءَاذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا ۗ قُلِ ادْعُوا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيدُونِ فَلَا تُنظِرُونِ ﴿١٩٥﴾ إِنَّ وَلِـِّۧيَ اللَّهُ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿١٩٦﴾

اور وہ اپنے پوجنے والوں کو کچھ مدد نہیں دے سکتے اور نہ وہ خود ہی اپنی مدد کر سکتے ہیں ﴿١٩٢﴾ اور اگر تم انہیں سیدھی راہ کی طرف بلاؤ تو وہ تمہارے پیچھے نہ آویں تو تم کو یکساں ہے، چاہے تم بلاؤ ان کو یا خاموش رہو ﴿١٩٣﴾ بیشک وہ جن کو تم پوجتے ہو سوائے اللہ کے (وہ بھی تو) تم ہی جیسے بندے ہیں تو انہیں پکارو پس چاہئے کہ وہ تمہیں جواب دیں اگر تم سچے ہو ﴿١٩٤﴾ کیا ان (پتھر کے بتوں) کے پاؤں ہیں کہ جن سے چلیں یا ان کے ہاتھ ہیں جس سے پکڑیں یا کیا ان کی آنکھیں ہیں کہ جن سے دیکھتے ہیں یا کیا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہیں، (اے محبوب!) تم فرماؤ کہ اپنے سب شریکوں کو بلاؤ، پھر سب مل کر میری ضرر رسانی کی تدبیر کرو اور مجھے مہلت بھی نہ دو ﴿١٩٥﴾ بیشک میرا دوست تو وہ اللہ ہے کہ جس نے یہ کتاب (قرآن) نازل فرمائی اور وہی نیک بختوں کو دوست رکھتا ہے ﴿١٩٦﴾

مردار کتے کے پاس ڈال دیا۔ پھر ایک روز پیر میں رسی باندھ کر اس کو کنوئیں میں لٹکا دیا۔ آخر عمرو بن الجموح کے دل میں خیال گزرا کہ یہ دین محض ڈھکوسلا ہے، یہ بت کچھ بھی قدرت نہیں رکھتے اور توبہ کر کے مسلمان ہو گیا اور ایسا پکا مسلمان ہوا کہ شہادت کا درجہ پایا۔ جنگ احد میں شہید ہو گیا۔

وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَاۤ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۹۸﴾ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴿۲۰۱﴾ ج

اور جن کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو وہ تو نہ تمہاری مدد کر سکتے ہیں اور نہ خود اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں ﴿۱۹۷﴾ اور اگر تم ان (بتوں) کو سیدھی راہ کی طرف بلاؤ تو سنیں گے بھی نہیں، اور ان (بتوں) کو تم دیکھو گویا وہ تمہاری طرف تک رہے ہیں اور انہیں کچھ بھی نہیں سوجھتا۔ ﴿۱۹۸﴾ (اے محبوب!) معاف کرنا اختیار کرو اور حکم کرو اچھے کاموں کے لئے اور جاہلوں سے کنارہ کرو ﴿۱۹۹﴾ اور (اے سننے والے!) اگر شیطان تجھے کوئی وسوسہ ڈالے تو اللہ سے پناہ مانگ، بیشک وہی سننے والا جاننے والا ہے ؎ ﴿۲۰۰﴾ بیشک وہ لوگ جو پرہیزگاری کرتے ہیں جب کبھی کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو وہ ہوشیار ہو جاتے ہیں پھر وہ اسی وقت (راہ راست) دیکھنے لگتے ہیں ﴿۲۰۱﴾

؎ اس آیت میں صلہ رحمی اور لوگوں سے نرمی کے ساتھ پیش آنے اور غصہ کے وقت اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے کا ذکر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم کے پڑھنے سے آدمی کا غصہ اتر جاتا ہے۔

؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ متقی ہیں، جب وہ شیطان کے وسوسہ میں پڑ جاتے ہیں اور اس کے ورغلانے سے کوئی لغزش ان سے ہو جاتی ہے، تو فوراً وہ خدا کے عذاب کو یاد کر کے توبہ واستغفار کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ صاحب بصیرت ہیں، ان کے دلوں کے اندر آنکھیں ہیں جن سے یہ خدا کو دیکھتے ہیں اور پہچانتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس دوسری قسم کے آدمیوں کا حال بیان فرمایا کہ جو لوگ کافر فاجر ہیں وہ اخوان الشیاطین ہیں۔ شیطان ان کو ہمیشہ گمراہی کی طرف کھینچتا چلا جاتا ہے اور یہ بھی اس کے ساتھ کھنچے جاتے ہیں۔ نہ شیطان ان کے بہکانے میں کمی کرتا ہے نہ یہ لوگ اس کی پیروی میں کمی کرتے ہیں۔

وَ اِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ﴿۲۰۲﴾ وَ اِذَا لَمْ تَاْتِهِمْ بِاٰيَةٍ قَالُوْا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۰۳﴾ وَ اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَ اَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾

اور وہ جو شیطان کے بھائی (کافر) ہیں وہ ان کو گمراہی میں کھینچتے ہیں پھر ہرگز کمی نہیں کرتے ﴿۲۰۲﴾ اور ۱ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب تم ان کے پاس کوئی آیت نہیں لاتے تو کہتے ہیں: "تم اپنے دل سے کیوں نہیں بنا لاتے" تم فرماؤ: "میں تو اسی کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف پروردگار سے وحی ہوتی ہے" یہ قرآن نشانیاں ہیں تمہارے پروردگار کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت مسلمانوں کے لئے ﴿۲۰۳﴾ اور ۲ جب قرآن پڑھا جائے تو اسے کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جاوے ﴿۲۰۴﴾

کفار مکہ کو تنبیہ

۱ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طرح طرح کے معجزوں کی خواہش کرتے ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل فرمائی کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے! جب تم ان کو ایسی نشانی دکھاتے ہو جو ان کی مرضی کے موافق ہو تو کہتے ہیں کہ تم نے اپنے جی سے یہ معجزہ گھڑ لیا ہے مثلاً شق القمر جیسے معجزہ کو جادو کا اثر بتلایا۔ اس لئے تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں اپنے جی سے کوئی کام نہیں کر سکتا میں خدا کا فرمانبردار ہوں۔ خدا جو وحی کے ذریعہ سے مجھ کو بتلا دیتا ہے وہی میں کرتا ہوں۔ اور قرآن سے بڑھ کر کیا معجزہ ہو سکتا ہے اگر تم ایمان لانا چاہو تو یہی کافی ہے، اور یہ قرآن پاک مومنوں کے واسطے بصیرت و ہدایت اور رحمت ہے اہل ایمان کے تین درجے ہیں: ❶ اول عین الیقین وہ ہے جس نے قرآن کی توحید اور خوبیوں کو خود آنکھ سے دیکھ لیا۔ ❷ دوسرے قرآن پاک کے مطلب کو اچھی طرح سمجھ لیا اس کیلئے قرآن کریم ہدایت ہے۔ یہ لوگ علم الیقین ہیں۔ ❸ تیسرے وہ لوگ جو نرے مسلمان ہیں جو باتیں بتلا دی گئی ہیں ان پر ان کا ایمان ہے۔ یہ لوگ حق الیقین ہیں۔ ان کے لئے قرآن پاک رحمت ہے۔

نماز میں خاموشی کا حکم

۲ **مسئلہ:** اس آیت سے ثابت ہوا کہ جس وقت قرآن کریم پڑھا جائے خواہ نماز میں یا خارج نماز، اس وقت سننا اور خاموش رہنا واجب ہے۔ یہ آیت مقتدی کے قرآن پاک کے سننے اور خاموش رہنے کے بارے میں ہے اور خطبہ بلکہ ہر وعظ میں چپکے رہنا چاہیے۔

وَ اذْكُرْ رَّبَّكَ فِیْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِیْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِیْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ یُسَبِّحُوْنَهٗ وَ لَهٗ یَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ السجدة ع

اور یاد کرو[۱] اپنے پروردگار کو اپنے دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ اور بے آواز نکلے زبان سے صبح اور شام کے وقت اور غافلوں میں نہ ہونا[۲] ﴿۲۰۵﴾ بیشک وہ جو تمہارے پروردگار کے پاس ہیں اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں ﴿۲۰۶﴾

ذکر الٰہی کی فضیلت

[۱] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ذکر قلبی کیا کرے، یعنی آدمی اپنے دل میں خلوص کے ساتھ گڑگڑا کر یاد الٰہی کیا کرے نہ اتنا آہستہ ہو کہ برابر والا نہ سن سکے۔ پھر فرمایا شام۔ عصر، مغرب کے درمیان کا وقت ہے کیونکہ نماز فجر کے بعد طلوع آفتاب تک اور اسی طرح نماز عصر کے بعد غروب تک نماز ممنوع ہے۔ اس لئے ان وقتوں میں ذکر الٰہی مستحب ہے۔

مقررہ وقت سجدہ کا حکم

[۲] **شان نزول:** مطلب یہ ہے کہ کفار مکہ اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے سے سرکشی کرتے اور کہتے تھے: ''جس کو محمد ﷺ سجدہ کرتے ہیں کیا ہم بھی اسی کو سجدہ کرنے لگیں''۔ اس آیت کے پڑھنے اور سننے والوں دونوں پر سجدہ لازم آتا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے انسان کو اس بات کی ترغیب دلائی کہ دیکھو خدا کے فرشتے ہیں وہ تکبر نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ کی ہر وقت عبادت کرتے رہتے ہیں۔ سبحان اللہ ربنا، سبحان اللہ ربنا کہتے رہتے ہیں اور اسی کو سجدہ بھی کیا کرتے ہیں۔ اب تمہیں بھی مناسب ہے کہ سجدہ کرو اور ہر وقت خدا کا ذکر کرو۔

آیاتھا ۷۵ ۸ سُورَۃُ الْاَنْفَالِ مَدَنِیَّۃٌ ۸۸ رکوعاتھا ۱۰

سورۃ الانفال مدینہ میں نازل ہوئی اس میں پچھتر آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے

یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِكُمْ ۪ وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ① اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَ جِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْهِمْ اٰیٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ عَلٰى رَبِّهِمْ یَتَوَكَّلُوْنَ ۚۖ ② الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ ؕ ③

(اے محبوب ؐ) تم سے غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں تم فرماؤ: "غنیمتوں کے مالک اللہ اور رسول ہیں" پس اللہ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات کی اصلاح کرو اور فرمانبرداری کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اگر تم مسلمان ہو ① مومن تو وہی ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل کانپ اٹھیں اور جب اس کی آیتیں ان کے سامنے پڑھی جائیں تو اس سے ان کا ایمان اور زیادہ ہو جائے اور وہ لوگ اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں ② وہ لوگ جو نماز قائم رکھتے ہیں اور اس رزق میں سے جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں ③

خواص سورۃ الانفال: ساٹھ مرتبہ سورہ الانفال کا ہر روز پڑھنا واسطے رہائی قید کے مفید ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس سورت شریف کی مداومت کرے گا تو قیامت کے دن میں گواہی دوں گا اور یہ شخص نفاق سے بیزار رہے گا۔

جنگ بدر میں مال غنیمت کا فیصلہ

شان نزول: جس کا مطلب یہ ہے کہ جنگ بدر میں بوڑھے مسلمان اسلامی جھنڈے کے نیچے کھڑے رہے اور جوان دلیر لوگ آگے بڑھ کر کفار سے لڑے۔ جب مال غنیمت تقسیم ہونے لگا تو جوانوں نے کہا کہ یہ ہمارا ہی حق ہے کیونکہ ہم قوت بازو سے کافروں کو شکست دے کر یہ مال لائے ہیں۔ بوڑھے بولے: "اس میں ہم بھی شریک ہیں کیونکہ تم ہماری قوت سے لڑے ہو اس لئے کہ ہم تمہارے مددگار اور پشت پناہ تھے"۔ اس پر جھگڑا ہونے لگا اور حضور ﷺ سے فیصلہ چاہا گیا تو اللہ تعالیٰ

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٤﴾ كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِن بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ ﴿٥﴾

یہی لوگ سچے ایمان والے ہیں ان کے واسطے ان کے پروردگار کے پاس (بڑے) مرتبے ہیں اور بخشش ہے اور عزت کی روزی (اسکو ویسا ہی سمجھو) ﴿۴﴾ جس طرح (اے محبوب مدینہ سے بدر کی طرف) تمہارے پروردگار نے تمہارے گھر سے تمہیں حق کے ساتھ برآمد کیا اور بیشک ایک گروہ مسلمانوں کا (اس سے) ناخوش تھا ﴿۵﴾

نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فتح اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہے نہ جوانوں کی قوت نہ بڈھوں کی پشت پناہی سے ہے۔ ہر چیز کا مالک اللہ ہے اور اس کا نائب رسول جو اسی کا مقرر کیا ہوا دنیا میں موجود ہے۔ اس لئے اسی کو اختیار ہے وہ جس طرح حکم الٰہی پائے گا تقسیم کر دے گا۔ بعد میں ظاہر فرمایا کہ سارے مال کے پانچ ٹکڑے ہوں۔ چار حصے لشکر سپاہی مجاہدین میں تقسیم ہوں اور ایک حصہ بیت المال میں محفوظ رہے، وہ اپنے موقع پر خرچ کیا جاوے۔

کامل مومن کی پہچان

۲؎ مطلب یہ ہے کہ اس آیت میں پانچ صفتیں ایماندار کی بیان فرمائیں:۔ ❶ اول یہ کہ کامل مومن وہی ہے جو خدا سے ڈرتا ہو اور دل میں خدا کے ذکر سے خوف پیدا ہو جس سے عقبیٰ کے عذاب کا خیال مراد ہے۔ ❷ دوسرے قرآن کی آیتوں کے سننے سے وحدانیت کی دلیلیں اور نیک خصلتیں زیادہ ہوں، ❸ تیسرے ہر کام میں خدا کا بھروسہ کرے دوسرے کو شریک نہ کرے۔ ❹ چوتھی اور پانچویں صفت جو ظاہر کی تھی وہ نماز کی شرائط اور امور نماز کے مثل وضو سب کو ادا کرنا اور خیرات کرنا زکوٰۃ سب داخل ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں کی تعریف فرمائی کہ ان کے ایمان میں کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہے، ان کے لئے جنت میں درجے ہیں۔

بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کو فرشتوں کی امداد

۱؎ **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ ابوسفیان کا شام سے مال لے کر راستہ میں ہونے کی خبر سن کر جب مدینہ سے آنحضرت ﷺ نکلے اور ہزار آدمیوں کی جمعیت سے اہل قریش ابوسفیان کی مدد کو آگئے۔ ابوسفیان کا قافلہ تو سمندر کے کنارے کنارے مکہ کو چلا گیا تو اکثر مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ہم تو فقط ابوسفیان کا قافلہ لوٹنے کی نیت سے مدینہ سے نکلے تھے لڑائی کے لئے حسب دلخواہ اس وقت ہم میں طاقت نہیں ہے، نہ ہمارے پاس سامان ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ جس طرح لڑائی کے ختم ہونے کے بعد تم نے مال غنیمت میں جھگڑا کیا اور اللہ تعالیٰ نے حق کے ساتھ اس کا فیصلہ کر دیا۔ اسی طرح لڑائی سے پہلے بھی تم نے لڑائی کے چھیڑنے اور نہ چھیڑنے

يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ﴿٦﴾ وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ﴿٧﴾ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ﴿٨﴾

سچی ۱؎ بات میں تم سے جھگڑتے تھے بعد اس کے کہ حق ظاہر ہو چکا تھا گویا وہ موت کی طرف ہانکے جاتے ہیں اور وہ (اس حالت کو) دیکھ رہے تھے ﴿٦﴾ اور یاد کرلو جب ۲؎ اللہ نے تمہیں وعدہ دیا تھا کہ ان دونوں گروہوں میں سے ایک تمہارے لئے ہے اور تم یہ چاہتے تھے کہ جس میں کانٹے کا کھٹکا نہیں وہ تم کو ملے اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ ثابت کرے دین کو اپنے حکموں سے اور کافروں کی جڑ کاٹے ﴿٧﴾ (اور چاہتا تھا) کہ دین حق کو سچا کرے اور باطل کو جھوٹا کرے اور مجرم (لوگ) پڑے برا مانا کریں ﴿٨﴾

میں جھگڑا کیا تھا، اور فقط شام کے ملک سے ابوسفیان کے ساتھ جو قافلہ آرہا تھا اسی کا لوٹ لینا تمہارا مقصود تھا مگر اللہ تعالیٰ نے تدبیر سے تم کو لوٹ کا مال بھی دلوا دیا، اور جس ارادہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مدینہ سے بدر کی طرف نکالا تھا وہ ارادہ بھی پورا کر دیا۔ بعضے کافروں کو زیر اور تم کو صحت مند کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بدر کی لڑائی سے ایک رات پہلے اپنے رسول ﷺ کو یہ بتلا دیا تھا کہ مشرکین مکہ میں سے بڑے بڑے سرکش لوگ مارے جائیں گے بلکہ ان لوگوں کی لاشوں کے پڑے رہنے کے مقامات بھی بتلا دیئے تھے۔

۱؎ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ تم سے حق بات میں جھگڑتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ دیدہ و دانستہ موت کے منہ میں جھونکے جاتے ہیں حالانکہ ان پر حق بات ظاہر ہوگئی ہے کہ رسول کا حکم بغیر خدا کے نہیں ہوتا ہے۔

۲؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ ان دو گروہ میں سے ایک کا وعدہ میں کر چکا ہوں کہ ایک تمہارا ہے۔ تم ان میں سے ایک پر غالب ہو جاؤ گے۔ انہیں قتل کرو اور مال غنیمت لو وہ تمہیں دفع نہیں کر سکے گا، اور جو یہ چاہتے ہو کہ نرم لقمہ تمہارے ہاتھ لگے، ابو سفیان کا قافلہ بے لڑے بھڑے لوٹ لو یہ قافلہ بے ہتھیار ہے۔ تو یہ بات اللہ کو پسند نہیں ہے۔ خدا کا ارادہ تو یہ ہے کہ مشرکین کی جو فوج سامان جنگ سے درست ہے، ہتھیار لگائے ہوئے ہے اس پر تمہیں فتح مند کرے اور اپنی حق بات پوری کرے اور

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ﴿۹﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ ع اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً

۱ جب کہ تم اپنے پروردگار سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری دعا سن لی (وعدہ کیا) کہ میں تمہاری مدد کرنیوالا ہوں ہزار فرشتوں سے جو لگاتار آنیوالے ہیں ۲ ﴿۹﴾ اور یہ مدد تو اللہ نے نہ کی مگر تمہاری خوشی کو اور اسلئے کہ اس سے تمہارے دلوں کو اطمینان ہو اور فتح تو اللہ ہی کی طرف سے ہے بیشک خدا غالب اور مضبوط تدبیر والا ہے ﴿۱۰﴾ یاد ۳ کرو جب کہ اللہ اپنی طرف سے تسکین (دینے) کے لئے تم پر اونگھ طاری کرتا تھا اور تم پر آسمان سے پانی اتارتا تھا۔

کفار کو نیست و نابود کرے۔ بہت سے لوگ قید ہوں اور بہت سامان تمہارے ہاتھ لگے۔ حق کو غلبہ ہو جھوٹ مغلوب ہو۔ یہ بات اچھی ہے یا وہ بات اچھی ہے جس کو تم اچھا جانتے ہو۔

۱ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ جب آنحضرت ﷺ نے مشرکین کی فوج کے ہزار آدمی اور اپنی طرف کے کچھ اگلے تین سو آدمی دیکھے تو آپ کو بڑا اندیشہ ہوا۔ اس لئے جس صبح کو مقابلہ ہونے والا تھا، اس رات کو اللہ تعالیٰ سے مدد اور فتح کی دعا بڑی عاجزی سے مانگی، اور آپ کی دعا قبول ہوگئی اور اللہ کی مدد آن پہنچی۔ ایک طرف حضرت جبرئیل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کی فوج سے اور دوسری طرف حضرت میکائیل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کی فوج سے لشکر اسلام کے دائیں بائیں موجود تھے۔ فرشتے اگرچہ مسلمانوں کی دلجمعی کے لئے اور لڑائیوں میں بھی لشکر اسلام کی مدد کو آئے ہیں۔ ہر شخص کو چاہیے کہ دل لگا کر نہایت اصرار اور عاجزی سے دعا مانگے ضرور قبول ہوگی۔

۲ بدر کی لڑائی میں مسلمان بہت تھوڑے تھے اور کافر بہت تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی طرح طرح کی مدد کی اور کئی طرح کے اسباب دلجمعی کے ان کے لئے مہیا کئے: ❶ آسمان سے اول ایک ہزار پھر تین ہزار پھر پانچ ہزار تک فرشتے ان کی مدد کو بھیجے۔ ❷ کافروں نے پانی پر قبضہ کر لیا اللہ تعالیٰ نے مینہ برسا دیا۔ ❸ مسلمانوں کو رات جاگنے سے تکان ہوگئی تھی دشمن کے مقابلے سے پہلے ان کو ایک طرح کی اونگھ میں کر کے وہ تکان رفع کر دی۔ ❹ دشمنوں کے دلوں میں رعب اور ان کے دلوں میں دلیری پیدا کر دی۔ سب اسباب کے بعد اس آیت میں فرمایا کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہارا دل خوش کرنے اور تمہاری راحت کے لئے کر دیا ہے، ان اسباب پر فتح منحصر نہیں۔ فتح اللہ کی مرضی پر ہے جب وہ چاہتا ہے فتح ہوتی ہے۔

۳ بدر میں چونکہ مشرکین پہلے سے جا پہنچے تھے اور پانی پر قبضہ کر لیا تھا اور مسلمان بعد میں پہنچنے کے سبب ریگستان میں اترے

لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ﴿۱۱﴾ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ﴿۱۲﴾

تاکہ تم کو اس سے پاک کرے اور شیطان کی نجاست تم سے دور کر دے اور تاکہ مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور اس سے تمہارے قدم جما دے ﴿۱۱﴾ (اے محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لے) جبکہ تمہارا پروردگار فرشتوں کو بھیجتا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں پس تم مسلمانوں کو ثابت (قدم) رکھو عنقریب میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا پس (کافروں کی) گردنوں سے اوپر مارو اور ان کے ہر ایک جوڑ پر مارو ﴿۱۲﴾

تھے۔ جہاں پانی نہ ہونے کے سبب سے پیاس کی بھی شدت محسوس ہونے لگی اور نماز کے وقت وضو اور غسل سے بھی عاجز تھے، اور تیمم کا حکم اس وقت تک نازل نہیں ہوا تھا۔ اس پر طرہ یہ ہوا کہ رات کو مسلمانوں کو نہانے کی حاجت ہوگئی اور ریت کی زمین تھی، جس کی وجہ سے نہ انسان کے پاؤں جمتے تھے نہ جانور چل سکتے تھے۔ صبح نماز و حوائج ضروری ادا کرنے سے مجبور ہوئے جس کا ان کے دل پر بہت برا اثر ہوا۔ اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا سے ایک ہزار فرشتے ان کی مدد کے لئے بھیج دیئے۔ جیسا کہ اوپر کی آیت میں گزر چکا ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اونگھ کا غلبہ کر دیا جس اونگھ سے یہ لوگ بہت جلدی چونک پڑے اور دل میں جو کچھ خوف تھا وہ سب جاتا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مینہ برسایا زمین سخت ہوگئی۔ لوگوں کی پیاس بجھی۔ اپنے اپنے برتن پانی سے بھر گئے۔ حوائج ضروری سے فارغ ہوئے۔ وضو کیا غسل کیا پاک و طاہر ہو گئے۔ اس کو فرمایا کہ تمہارے رب نے تم سے شیطانی وسوسہ دور کر دیا، کیونکہ حاجت غسل کو بھی علماء شیطانی وسوسہ خیال کرتے ہیں۔ پھر فرمایا اب تمہارے دل مطمئن ہوئے اور خاطر جمع ہوئی (تسلی ہوئی) اور اب تمہارے قدم ریت کی زمین پر جمیں گے، اور تمہارے جانور آسانی سے چلے پھریں گے۔

جنگ بدر میں مسلمانوں کی غیبی امداد

لے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ اے فرشتو! تم مومنوں کے دل کو جا کر مضبوط اور قوی کرو ہم کفار کے دلوں میں خوف و رعب ڈال دیں گے۔ فرشتے آئے تو انہوں نے مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کیا اور لڑائی میں مسلمانوں کا ہاتھ بٹایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کافروں کے سر پر مارو اور ہاتھ پر مونڈھے وغیرہ پر ہر ایک جوڑ پر ضرب لگاؤ۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ یہ خدا اور

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑬ ذٰلِكُمْ فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ⑭ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ⑮ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗۤ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑯ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪

یہ اس لئے ہے کہ انہوں نے اللہ اور اسکے رسول سے مخالفت کی اور جو کوئی اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت کرے تو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے ⑬ یہ تو چکھو (دنیا میں) اور بیشک کافروں کے واسطے آگ کا عذاب ہے (آخرت میں ۱) ⑭ اے مسلمانو جب کافروں سے (جہاد میں) اکٹھے ہو کر بھڑو تو انہیں تم اپنی پیٹھ نہ دکھاؤ (یعنی سینہ سپر ہو کر مقابلہ کرو) ⑮ اور جو کوئی اس دن ان کی طرف سے اپنی پیٹھ پھیرے گا بجز اس کے کہ جو کوئی لڑائی کیلئے ہنر کرتا ہو یا اپنے لشکر میں جا ملنے کو آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا تو بیشک وہ اللہ کے غضب میں آجائے گا اور اسکا ٹھکانا جہنم ہے اور بری جگہ ہے پلٹنے کی ⑯ پس ۲ تم نے ان کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کو قتل کیا۔

رسول کی مخالفت کی سزا ہے۔ ان مشرکوں نے خدا اور اس کے رسول کی مخالفت کی تھی۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ خدا بڑا سخت عذاب کرنے والا ہے۔ پھر کافروں کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ اب تو دنیا میں یہ عذاب چکھ لو، قتل و گرفتار ہو اور آخرت میں کفار کے واسطے الگ جہنم میں عذاب ہوگا۔

میدان جنگ سے بھاگنے اور فخر کی ممانعت

۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ لڑائی سے بھاگنے والوں کو فرماتا ہے کہ دشمنوں سے بھاگو نہیں اور جو بھاگے گا وہ خدا کا غضب لے کر گھر کو پھرے گا، اور اس کا ٹھکانہ جہنم میں بہت ہی بری جگہ ہے۔

۲ **شان نزول:** اس آیت کا حاصل یہ ہے کہ بدر کی فتح کے بعد کچھ مسلمان آپس میں فخر کی باتیں کیا کرتے تھے۔ ایک اپنی بہادری کو فتح کا سبب قرار دیتا تھا اور دوسرا اپنی۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ آیت شریف نازل فرمائی اور فرمایا مسلمانوں کا دشمنوں پر

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَاءً حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿١٧﴾ ذَٰلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكَافِرِينَ ﴿١٨﴾ إِن تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ ۖ وَإِن تَنتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِن تَعُودُوا نَعُدْ وَلَن تُغْنِيَ عَنكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٩﴾

اور (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم!) وہ (خاک) جو تم نے پھینکی تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی اور اس لئے کہ اللہ مسلمانوں پر اپنی طرف سے اچھا انعام کرے، بیشک اللہ سننے والا جاننے والا ہے[1] ﴿۱۷﴾ ایک بات تو یہ ہوئی اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ کافروں کا حیلہ کمزور کرنے والا ہے[2] ﴿۱۸﴾ (اے کافرو!) اگر تم فیصلہ مانگتے ہو تو تمہارے سامنے آچکا یہ فیصلہ (یعنی جنگ بدر کا نتیجہ نکل چکا) اور اگر باز آجاؤ تو تمہارے لئے بہت بہتر ہے اور اگر تم پھر شرارت کرو گے تو ہم پھر سزا دیں گے اور کچھ بھی کام نہ آوے گی تم کو تمہاری جماعت اگرچہ وہ بہت ہی کیوں نہ ہو اور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ مسلمانوں کے ساتھ ہے ﴿۱۹﴾

غالب ہونا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مٹھی خاک سے اور دشمنوں کا پست ہمت ہو جانا یہ سب کچھ اللہ کی مدد سے ہوا۔ اس لئے بجائے ان فخر کی باتوں کے مسلمانوں کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کے احسان کی شکر گزاری کا تذکرہ آپس میں کیا کریں تاکہ اس شکر گزاری کے بدلے میں اس کے احسانات کی اور زیادتی ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کی شکر گزاری کی نیت کو خوب جانتا ہے۔

جنگ بدر کے حالات

[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سب نعمتیں جن کا ذکر اوپر ہوا اللہ تعالیٰ کی تھیں جو ایمان والوں پر کی گئیں، اس کے بعد اس آیت میں بشارت دی گئی کہ یہ سب تدبیریں جو تمہارے مفید مطلب اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہوئیں، وہ اس واسطے ہوئیں کہ اللہ تعالیٰ کفار کے مکر وحیلہ کو سست کر دیتا ہے اور ان کی کوئی تدبیر پیش نہیں چلنے دیتا۔

[2] اللہ تعالیٰ کفار کی طرف خطاب کر کے فرماتا ہے کہ تم اللہ سے فتح چاہتے تھے اور کہتے تھے کہ ہم لوگ اپنے مخالف مومنین پر کب فتح یاب ہوں گے، تو دیکھ لو تمہارا سوال پورا ہو گیا کہ کس کی فتح ہوئی اور مومنوں کے درمیان فیصلہ بھی ہو گیا۔ اب آگے اللہ تعالیٰ نے مشرکوں سے فرمایا کہ اگر اب بھی تم اپنے کفر اور گمراہی سے باز رہو گے تو تمہارے حق میں بہتر ہو گا اور اگر تم پھر اسی شرک کی حالت پر رہے تو ہم پھر بھی تمہیں ایسا ہی ذلیل وخوار کریں گے۔ کیونکہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے ہمیشہ انہیں فتح دے گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ﴿٢٠﴾ وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿٢١﴾ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿٢٢﴾ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ ۖ وَلَوْ أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٢٣﴾

اے مسلمانو! فرمانبرداری کرو خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس سے منہ نہ پھیرو اور حالانکہ تم سنتے ہو۔[۱] ﴿۲۰﴾ اور نہ ہونا مانند ان لوگوں کے جو کہتے ہیں ہم نے سنا اور وہ نہیں سنتے ﴿۲۱﴾ بیشک تمام جان داروں سے بدتر اللہ کے نزدیک وہی بہرے گونگے ہیں جو عقل نہیں رکھتے ہیں ﴿۲۲﴾ اور اگر خدا ان میں کچھ بھلائی جانتا تو ان کو سننے کی توفیق دیتا اور اگر ان کو سناتا بھی تو (انجام کار) منہ پھیر کر پلٹ جاتے ﴿۲۳﴾

خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت

۱۔ اوپر یہ فرما کر کہ اللہ ایمانداروں کے ساتھ ہے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی اور اپنے رسول کی فرمانبرداری اور اطاعت کا حکم ایمانداروں کو فرمایا، اور اس میں کوتاہی کرنے اور پھر جانے سے منع فرمایا ہے۔ ہم کو اللہ کا کلام بلاواسطہ رسول کے نہیں آتا۔ اس واسطے رسول کی فرمانبرداری کا خاص طور پر آیت میں ذکر کیا تاکہ معلوم ہو جاوے کہ رسول کی فرمانبرداری کی کوتاہی عین اللہ کی فرمانبرداری کی کوتاہی ہے۔

وعظ و نصیحت

۲۔ اس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ ان لوگوں کی خصلت نہ اختیار کرو جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم سنتے ہیں، اور حقیقت میں وہ سنتے نہیں۔ کیونکہ سننے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے کچھ نفع بھی حاصل ہو۔ یہ منافقین یا مشرکین کی عادت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا کہ یہ لوگ چار پایوں سے بھی بدتر بالکل بہرے گونگے ہیں کچھ سمجھ ہی نہیں رکھتے ان سے تو جانور ہی اچھے ہیں کہ وہ اپنے فرض منصبی کو ادا کرتے ہیں۔ اگر ہم اپنے علم ازلی کے موافق ان کے سننے میں بھلائی اور بہتری دیکھتے تو ان کو اس کے سننے کی توفیق دے دیتے لیکن اللہ کے علم ازلی کے موافق یہ نتیجہ قرار پاچکا ہے کہ اگر بالفرض انہیں سننے کی توفیق بھی دے دی جائے تو بھی یہ لوگ نہیں سنیں گے بلکہ نصیحت سے پیٹھ پھیرنے لگیں گے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿٢٤﴾ وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَّا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢٥﴾

اے مسلمانو! ۱؎ اللہ اور اس کے رسول کے بلانے پر حاضر ہوں جب رسول تمہیں اس چیز کی طرف بلائے جو تمہیں زندگی بخشے گی اور ۲؎ جان لو کہ اللہ کا حکم آدمی اور اس کے دلی ارادوں میں حائل ہو جاتا ہے اور یہ (بھی جانو) کہ تم سب کو خدا ہی کے پاس جمع ہونا ہے ﴿۲۴﴾ اور ۳؎ اس فتنہ سے ڈرتے رہو جو ہرگز تم میں خاص ظالموں ہی کو نہ پہنچے گا اور جان رکھو کہ اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے ﴿۲۵﴾

۱؎ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خطاب کر کے فرمایا کہ خدا اور اس کے رسول کی بات مانو۔ جب تمہیں رسول ایسی بات کے واسطے بلائے جس میں تمہاری زندگی ہے تو تمہیں سننا چاہیے، اور ہر حال میں رسول کی اطاعت کرنی چاہیے، کیونکہ رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ کی مرضی و نامرضی کی ہر ایک بات تم لوگوں کو انہیں رسول کے ذریعہ سے پہنچتی ہے۔

۲؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس اللہ نے انسان کو، انسان کے دل کو پیدا کیا ہے اسی دل کے ارادہ پر انسان کی آنکھ ہاتھ پیر سب چلتے ہیں۔ وہ دل کا ارادہ بھی اللہ کے ہی قبضہ قدرت میں ہے وہ جیسے انسان کی نیت دیکھتا ہے فوراً ادھر انسان کے دل کو پھیر دیتا ہے، اور آخر عمر تک قائم رہنا سب اللہ کے ہاتھ ہے۔ آخر آیت میں فرمایا کہ قیامت کے دن نیک و بد سب کو اللہ کے روبرو کھڑا ہونا پڑے گا۔

وبا میں مرنے کے بعد نیک و بد کے اعمال کا ذکر

۳؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب کچھ لوگ بستی میں بداعمالی کرنے لگیں گے اور اس بستی کے باقی لوگ ان بداعمال لوگوں کو وعظ و نصیحت سے اس بداعمالی سے نہ روکیں گے، تو اسی طرح کی ساری بستی پر بلا آوے گی۔ یہ سن کر لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا: ”حضرت اس بستی میں نیک عمل کرنے والے جو لوگ تھے ان کے نیک عملوں کا کیا نتیجہ ہوا“۔ آپ نے فرمایا: ”مرنے کے بعد ان کے عملوں کا بدلہ ان کو ملے گا مگر دنیا میں تو تمام بستی پر بلا آجاوے گی“۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس بستی میں خلاف شریعت کام ہوتے ہوں وہاں جن لوگوں کو وعظ و نصیحت کی طاقت ہو وہ ہرگز وعظ و نصیحت سے باز نہ رہیں۔ کیونکہ

وَاذْكُرُوٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۷﴾

اور یاد کرو (اے مہاجرین نعمت الٰہی کو) جب کہ تم تھوڑے تھے زمین (یعنی مکہ) میں کمزور شمار کیے جاتے تھے، تم اندیشہ میں رہتے تھے کہ تم کو (مخالف) لوگ اچک نہ لیں سو (ایسی حالت میں) اللہ نے تم کو (مدینہ میں رہنے کی) جگہ دی اور تم کو اپنی مدد سے قوت دی اور پاکیزہ چیزوں سے روزی دی تاکہ تم احسان مانو ﴿۲۶﴾ اے ایمان والو! ^ا^ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خیانت نہ کرو اور نہ یہ کہ آپس کی امانتوں میں (دانستہ خیانت کرو اور تم جانتے ہو (کہ خیانت بری چیز ہے) ﴿۲۷﴾

اس کے چھوڑنے سے تمام بستی پر بلا آجانے کا خوف ہے۔ آخر میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان کی ہجرت سے پہلے کی کمزوری کی حالت یاد دلا کر ہجرت کے بعد غیبی مدد سے ان کی حالت جو درست ہوگئی ہے۔ اس کی شکر گزاری کا ارشاد فرمایا ہے تاکہ اس کی شکر گزاری کے بدلہ میں غیبی مدد روز بروز بڑھے اور اسلام کی ترقی ہو۔ اللہ سچا ہے اور اس کا کلام سچا ہے۔

خیانت اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ

^ا^ **شان نزول:** جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود بنی قریظہ کا محاصرہ اکیس روز تک کیا اور بنی قریظہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صلح کرنے کی درخواست کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکار کیا اور یہ فرمایا کہ تم سعد بن معاذ کو اپنا پنچ (منصف) قرار دے کر اپنی گڑھی سے نیچے اتر آؤ۔ بعد اترنے کے سعد بن معاذ جو مشورہ اور رائے تمہارے بارے میں دیں گے، اس کے موافق فیصلہ کیا جاوے گا۔ بنی قریظہ نے کہا: ''پہلے ابولبابہ بن عبدالمنذر کو ہمارے پاس مشورہ کے لئے بھیج دو''۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابولبابہ کو بھیج دیا۔ ابولبابہ نے اپنی گردن پر اپنا ہاتھ پھیر کر اشارہ سے بنی قریظہ کو یہ سمجھایا کہ گڑھی سے اترو گے تو قتل کردیے جاؤ گے۔ پھر ابولبابہ کو اسی وقت خیال آیا کہ میں نے رسول کی امانت میں خیانت کی کیونکہ میں نے لشکر اسلام کا بھید ان پر اشارہ سے ظاہر کردیا۔ اس قصور میں اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا اور عہد کیا کہ جب تک اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول نہ فرماوے گا تو میں ستون سے بندھا رہوں گا۔ آخر نو روز بے آب و دانہ ستون سے بندھے رہے، نویں روز غش کھا کر گر پڑے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور ان کی توبہ قبول ہوئی۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے ان کی بندش کھولی۔ امانت میں خیانت کرنا منافق آدمی کی عادتوں میں سے ایک عادت ہے اس سے بچو۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَاَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۹﴾ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۳۰﴾

اور ۱ جان رکھو تمہارا مال اور تمہاری اولاد سب فتنہ ہے (کہ آخرت کے کاموں میں سدراہ ہوتا ہے) اور یہ کہ اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے ۲ ﴿۲۸﴾ اے مسلمانو! اگر تم اللہ سے ڈرو گے تو تمہیں وہ قوت دے گا جس سے حق کو باطل سے جدا کر دو اور دور کر دے گا تم سے تمہاری برائیاں اور تمہیں بخش دے گا، اور خدا بڑا افضل والا ہے ﴿۲۹﴾ اور ۳ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ وقت یاد کرو جب (مکہ میں) کافر تمہارے ساتھ مکر کرتے تھے تاکہ تمہیں بند کریں یا شہید کر دیں یا جلاوطن کریں، اور وہ اپنا سا مکر کرتے تھے اور اللہ اپنی مخفی تدبیریں کرتا تھا اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر کرنیوالا ہے ﴿۳۰﴾

مال واولاد کا ذکر

۱ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ دنیا کے مال اور اولاد اگرچہ دنیاوی زندگی میں تمہارے لئے زینت ہیں مگر ساتھ ہی اس کے اکثر یہی مال واولاد فتنہ میں ڈالنے والے ہیں۔ وہ اللہ ہی ہے جس کی عبادت اور فرمانبرداری میں مشغول رہنے سے ہمیشہ بہبودی کی صورت نظر آتی ہے کیونکہ دنیا وآخرت کا مالک وہی ہے اور اس کے اختیار میں طرح طرح کے اجر عظیم ہیں۔

اللہ اور اس کے رسول کا حکم

۲ اس آیت میں مسلمانوں سے ارشاد ہوتا ہے کہ جو حکم خدا اور اس کے رسول کا پہنچ گیا ہے اس کو بسر وچشم مان کر اس کے مطابق عمل کرو گے اور جن باتوں سے منع کیا گیا ہے اس سے بچو گے تو تمہارے دلوں میں ہدایت ڈال دی جائے گی۔ جس سے تم حق وناحق میں تمیز کر لو گے اور تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ پھر فرمایا کہ گناہوں کے بخشنے کا جو وعدہ تم سے ہوا ہے یہ محض خدا کا فضل ہے اور اس کا فضل بہت بڑا ہے۔

ترقی اسلام پر کفار کا مشورہ حضور کی ہجرت، ثور پہاڑ کے غار کا قصہ

۳ جب اسلام ترقی کرتا چلا گیا تو آخر کار سب کافر دارلندوہ یعنی مشورہ کی جگہ میں جمع ہوئے، اور ہر ایک نے اپنی اپنی تجویز

وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۱﴾

اور[۱] جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں: ''ہاں! ہم نے سنا اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اسی طرح کی باتیں کہہ دیں یہ تو کچھ نہیں مگر پہلے لوگوں کے افسانے'' (۳۱)

پیش کی۔ شیطان بھی ایک بوڑھے شیخ کی صورت بن کر آموجود ہوا اور بولا کہ: میں نجد کا رہنے والا ہوں۔ مکہ میں آکر تمہاری کمیٹی کی خبر سنی تھی اس لئے اپنی بھی رائے پیش کرنے حاضر ہوگیا۔ ابوالبختری بولا: ''میری رائے تو یہ ہے کہ محمد ﷺ کو ایک بند مکان میں قید کردو اور وہ اس طرح مرجائیں گے'' شیطان بولا: ''یہ ٹھیک نہیں کیونکہ اس کے ہمراہی تم سے لڑ کر ان کو چھڑا لے جائیں گے''۔ پھر ہشام بن عمر نے کہا کہ: میری رائے میں حضرت محمد ﷺ کو اونٹ پر سوار کر کے شہر بدر کردو۔ شیطان بولا ''یہ بھی ٹھیک نہیں''۔ آخر ابوجہل نے یہ رائے ظاہر کی کہ چند جوانوں کو ننگی تلواریں دے کر یہ کہا جاوے کہ وہ سب مل کر بلوہ کے طور پر حضرت محمد ﷺ کو قتل کر ڈالیں۔ جب حضرت محمد ﷺ مارے گئے تو ہر طرح اطمینان ہو جائے گا اس رائے کو بڈھے ملعون نے بھی پسند کیا اور مشورے کی مجلس برخاست ہوئی۔ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے تشریف لائے اور جس جگہ ہمیشہ آپ سویا کرتے تھے، وہاں کے سونے سے آپ کو منع کیا اور سارے مشورہ کی خبر دی اور ہجرت کا حکم بھی سنایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امانتوں کی ادائیگی کے لئے مکہ میں رہنے کا حکم دیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کی جگہ سوئے اور آنحضرت ﷺ تو پہاڑ کے غار میں چلے گئے۔ کفار لوگ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آنحضرت ﷺ کی جگہ سوتا دیکھ کر یہی خیال کرتے رہے کہ یہ آنحضرت ﷺ سوئے ہیں۔ صبح کو جب کفار نے حملہ کرنا چاہا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سوتے سے اٹھے۔ کفار نے بجائے آنحضرت ﷺ کے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آنحضرت ﷺ کا پوچھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ''مجھ کو معلوم نہیں''۔ کفار آنحضرت ﷺ کی تلاش میں نکلے جس غار میں آنحضرت ﷺ تشریف رکھتے تھے اس پر بھی گزر ہوا، مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو اندھا کر دیا اور آنحضرت ﷺ اپنے رفیق یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تین رات اس غار میں رہ کر معمولی راستہ کتراتے بخیر و عافیت مدینہ منورہ جا پہنچے۔ اور کفار نے مشورہ کر کے آنحضرت ﷺ کے ساتھ مکر و فریب جو کرنا چاہا تھا اس کے تذکرہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ کا فضل معلوم ہوتا ہے۔

[۱] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح کی بددعا ابوجہل اور نضر بن حارث نے کی تھی، اس طرح کی بددعا مسلمان شخص کو کسی حال میں جائز نہیں ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔

وَ اِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَ هُمْ يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾

اور (یاد کرو) جب کہ کافروں نے یہ کہا کہ اے اللہ اگر یہ (یعنی قرآن) تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر برسا دے مینہ پتھروں کا آسمان سے، یا ہم پر (کوئی دوسرا) عذاب دردناک لا ﴿۳۲﴾ اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ انہیں عذاب کرے اس حالت میں کہ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم (جیسے باعث رحمت) ان میں (موجود) ہو اور اللہ (ایسا بھی) نہیں ہے کہ انہیں عذاب کرے ۲ اس حالت میں کہ وہ استغفار کر رہے ہوں ﴿۳۳﴾ اور ان کو (اس بات سے) کیا (اطمینان) ہے کہ اللہ انہیں عذاب نہ کرے گا، حالانکہ وہ لوگ مسجد حرام (میں لوگوں کو عبادت کرنے) سے روکتے ہیں، اور (حقیقت یہ ہے) وہ اس جگہ کے متولی ہونے کے لائق نہیں، اس کے متولی تو وہ ہی ہیں جو پرہیزگار ہیں ولیکن ان میں سے اکثروں کو معلوم نہیں ﴿۳۴﴾

۱ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود کفار کے لئے بھی رحمت کا باعث تھا۔ اس لئے جب تک آپ ان میں رہے اس وقت تک ان پر کوئی عذاب نازل نہ ہوا مگر جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو ان پر عذاب نازل ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ گنہگار کو کیسا ہی بڑے سے بڑا گناہ کر لے دو چیزیں پناہ کی ہیں: ایک تو میرا وجود، دوسرے استغفار۔

قریش کی کعبہ شریف سے علیحدگی

۲ قریش اپنے آپ کو اولاد ابراہیم سمجھ کر کعبہ کا متولی ٹھہراتے اور جس کو چاہتے اس کو کعبہ میں نہ آنے دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تولیت نامنظور فرمائی اور یہ آیت نازل فرمائی اور یہ آیت نازل فرما کر جتلا دیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جنہوں نے خانہ کعبہ بنایا تھا وہ تو پکے مسلمان تھے اور یہ اہل مکہ مشرک ہیں، اتنے اختلاف عقائد پر نسب بھلا کیا کام آسکتا ہے۔ اس کے متولی وہی ہیں جو پرہیزگار اللہ کے نیک بندے مسلمان ہیں، اور فتح مکہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر ایک مشرک شخص کو کعبہ کے طواف سے منع فرمایا تھا۔

وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ؕ۬

اور ۱ کعبہ کے پاس ان کی نماز نہیں مگر سیٹیاں اور تالیاں بجانا (ان سے کہا جائے گا) پس اب عذاب کا مزہ چکھو بسبب اپنے کفر کے ﴿۳۵﴾ بیشک ۲ جو لوگ کافر ہیں وہ اپنا مال اس لئے خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں کو خدا کی راہ سے روکیں، پس عنقریب وہ اسے خرچ کریں گے پھر وہ خرچ کرنا ان کے لئے سراسر پچھتاوا ہوگا پھر (بالآخر) وہ مغلوب کردیئے جائیں گے۔

نماز میں مشرکین کا مسخرا پن

۱ **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ مسلمانوں اور آنحضرت ﷺ کو نماز میں خیال ہٹانے کی غرض سے ٹھٹھے کے طور پر اکثر مشرکین سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ جس سے معلوم ہوا کہ نیک کام میں ٹھٹھے وغیرہ سے ہرج ڈالنا بڑا سخت گناہ ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ مشرکین مکہ اپنے کو جو کعبہ کا متولی ٹھہراتے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ جواب دیا کہ کعبہ نماز اور طواف کے لئے ہے۔ طواف میں تو یہ لوگ اللہ کے نام کے ساتھ بتوں کا نام لیتے ہیں اور خود تو نماز کے قائل نہیں ہیں، اللہ کے رسول اور اس کے ساتھی اللہ کے گھر میں اللہ کی عبادت کرتے ہیں، تو ان کا خیال ہٹانے کے لئے سیٹیاں اور تالیاں بجاتے ہیں۔ پھر بھلا ایسے لوگ کیونکر کعبہ کے متولی ٹھہر سکتے ہیں، یہ لوگ اپنے کفر اور اپنی سرکشی کے سبب سے کسی کا کچھ نہیں بگاڑتے۔ بلکہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی سزا میں انہی لوگوں کو دنیا اور عقبیٰ کا عذاب بھگتنا پڑا۔

روپیہ پیسہ بری جگہ خرچ کرنے پر مواخذہ

۲ **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین چندہ کرکے اپنے طور پر ایسے کاموں میں اپنا روپیہ خرچ کرتے تھے جن کاموں سے انہیں مسلمانوں کو ہرج پہنچانا اور ان کا زور گھٹانا منظور ہوتا تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ اس روپیہ کے خرچ کرنے کا نتیجہ دین و دنیا میں یہ ندامت ہے کہ باوجود روپیہ خرچ کرنے کے ان کا مقصد حاصل نہ ہوگا اور آخر مکہ فتح ہوکر مسلمانوں کے قبضہ میں آجاوے گا اور آخرت میں یہ لوگ اس کا مواخذہ بھگتیں گے۔ **مسئلہ:** اس سے معلوم ہوا کہ کسی ایسے کام میں روپیہ خرچ کرنا جس سے نیک کام سے باز رہیں بڑے مواخذہ کی بات ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ﴿۳۶﴾ لِيَمِيْزَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيْثَ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهٗ جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾

اور ۱؎ جو کافر ہیں وہ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔ تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے جدا کرے اور نجاستوں کو تلے اوپر رکھ کر سب ایک ڈھیر بنا کر جہنم میں ڈال دے، یہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں ۲؎ ﴿۳۷﴾ تم کافروں سے فرماؤ: ''اگر وہ (اب بھی اپنے کفر سے) باز آجائیں تو ان کے گزشتہ قصور معاف کر دیئے جائیں گے'' اور اگر پھر وہی کریں گے تو بیشک گزر چکا ہے دستور اگلوں کا (کہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو ہلاک کرتا ہے اور اپنے انبیاء و اولیاء کی مدد فرماتا ہے) ﴿۳۸﴾

مشرکین کا انجام

۱؎ اس آیت میں کفار کا حال بیان کیا کہ یہ لوگ باوجود اس کے کہ شکست پر شکست کھاتے گئے، پھر بھی اپنے کفر پر جمے رہے۔ دنیا میں جو کچھ ان کے مال اور جان کا نقصان ہوا۔ وہ تو ہوا ہی مگر آخرت میں بھی ان کے واسطے نقصان ہی ہے۔ یہ سب کے سب دوزخ کو ہانکے جاویں گے، اور پاک کا جدا کرنا ناپاک سے یہ ہے کہ فتح مکہ تک ان میں کے جو لوگ شرک کی ناپاکی کو ساتھ لے کر دنیا سے اٹھ گئے وہ دوزخی ہوئے، اور جو دائرہ اسلام میں داخل ہوئے وہ پچھلی سب ناپاکیوں سے پاک ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ جو مال ان کفار نے اللہ کے رسول کی عداوت میں خرچ کیا ہے اس مال خبیث کو اس پاک مال سے جس کو مومنین نے آنحضرت ﷺ کی مدد کے لئے صرف کیا ہے، جدا کر کے ان کو جہنم میں ڈالا جاوے گا۔ پھر فرمایا کہ یہ کفار نہایت ہی خسارہ میں رہے۔ ان کے مال کا بھی نقصان ہوا اور جان کا بھی نقصان ہوا۔

ہدایت اور جنگ کا حکم

۲؎ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت رسول مقبول ﷺ کو یہ حکم فرمایا کہ ابوسفیان وغیرہ کفار سے یہ بات کہہ دو کہ اگر تم لوگ کفر سے اور ارادہ قتل مومنین سے باز رہ کر دائرہ اسلام میں آجاؤ گے تو تمہارے جتنے گناہ ہیں وہ سب بخش دیئے جائیں

وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾ وَ اِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾

اور (اے مسلمانو!) ان سے لڑو یہاں تک کہ کوئی فتنہ (یعنی کفر کا غلبہ) باقی نہ رہے اور سارا دین اللہ ہی کا ہو جائے، پھر اگر وہ (کافر اپنے کفر سے) باز رہیں تو بیشک اللہ ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے ﴿۳۹﴾ اور اگر وہ پھریں تو (اے مسلمانو!) جان لو کہ اللہ تمہارا مولیٰ ہے، تو کیا ہی اچھا مولیٰ ہے اور کیا ہی اچھا مدد دینے والا ہے ﴿۴۰﴾

گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ان لوگوں سے یہ بھی کہہ دو کہ اگر تم لوگ اپنے اسی کفر و نفاق پر جمے رہو گے اور اللہ کے رسول کی مخالفت کئے جاؤ گے تو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے کارخانہ قدرت میں قاعدہ یوں ہی جاری رہا ہے کہ وہ اپنے انبیاء اور مومنین کی مدد کرتا ہے اور کفار کو ہلاک کر دیتا ہے۔ پھر حضرت محمد ﷺ کو فرمایا کہ آپ اور مومنین ان کفار سے جنگ کریں یہاں تک کہ شرک باقی نہ رہے، خالص خدا کا دین ہو جائے۔ اگر یہ کفار اس لڑائی سے خائف ہوئے اور ایمان لے آئے اور کفر سے باز رہے تو تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ خدا تمہارے اعمال سے پوری واقفیت رکھتا ہے تم سے درگزر کرے گا، اور اگر پھر یہ لوگ اسی کفر پر جمے رہے اور لڑائی پر مستعد ہوئے تو یہ بات جان لیویں کہ خدا انہیں کبھی فتح یاب نہیں کرے گا، وہ تو ہمیشہ تمہارے ہی ساتھ تمہاری مدد کرتا رہے گا، اور ہر وقت تم ہی کو غلبہ دیتا رہے گا۔ اس سے بڑھ کر کوئی حمایتی نہیں ہے اور نہ اس سے زیادہ کوئی مددگار ہے۔

وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَ لِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَ الْیَتٰمٰی وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَ مَاۤ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾

اور ۱؎ جان لو کہ جو کچھ تم کو غنیمت کا مال (کفار سے) حاصل ہو کسی جنس سے تو اس کا یہ حکم ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے اور قرابت داروں کے لئے اور یتیموں کے لئے اور محتاجوں کے لئے اور مسافروں کے لئے ہے اگر تم خدا پر ایمان لائے ہو، اور اس پر (یعنی غیبی مدد پر) بھی جو ہم نے اپنے بندے (محمد ! صلی اللہ علیہ وسلم) پر فیصلے کے دن اتارا جب کہ دو لشکر (ایک کافروں کا اور ایک مسلمانوں کا) باہم ملے تھے (جنگ بدر میں) اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۴۱﴾

مال غنیمت کی تقسیم

۱؎ غنیمت اور فے دو چیزیں جدا جدا ہیں۔ **غنیمت** وہ ہے جو سوار پیادوں کا لشکر دشمنوں پر حملہ کر کے لڑے بھڑے۔ اس جنگ میں جو کچھ مال و متاع قلیل یا کثیر ہاتھ آوے وہ سب مال غنیمت ہے اور **فے** وہ مال ہے جو دشمنوں سے بغیر لڑے بھڑے حاصل ہو۔ مثلاً جو کچھ صلح میں مقرر ہو یا کوئی لاوارث شخص مسلمانوں کے ملک میں ہو اس کے مرنے کے بعد جو کچھ اس کا سامان مسلمانوں کے ہاتھ لگے یا خراج کے طور پر مال ملے یہ سب فے ہے۔ فے کے احکام سورۂ حشر میں مذکور ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے مال غنیمت کے احکام بیان فرمائے کہ غنیمت کا مال یوں تقسیم کرو کہ کل مال غنیمت کی چھوٹی بڑی چیز ایک جگہ کر کے اس کے پانچ حصہ کرو۔ چار حصہ تو غازیوں کے ہیں جو لڑائی میں شریک تھے سوار کو دو حصہ دیئے جائیں اور پیادہ کو ایک حصہ، اور ایک حصہ جو رہا اس کے پھر پانچ حصہ کئے جائیں: ❶ ایک حصہ ان میں سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے، اور ❷ دوسرا حصہ آپ کے قرابت داروں کا، ❸ تیسرا حصہ یتیموں کا، ❹ چوتھا حصہ مسکینوں کا، ❺ پانچواں حصہ محتاجوں مسافروں کا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر اس آیت میں تبرک کے طور پر بیان کیا ہے، اپنا کوئی حصہ مقرر نہیں کیا ہے۔ کیونکہ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب اللہ کا ہے۔ پھر فرمایا کہ جو حکم مال غنیمت میں ہم نے جاری کیا ہے اور جس طرح اس کی تقسیم کر دی ہے اگر تم لوگ اللہ پر اور قرآن کی آیتوں پر ایمان لائے ہو تو اس حکم کو بجا لاؤ۔ یوم الفرقان یعنی یوم بدر کا دن پہلا معرکہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو کافروں کے ساتھ پیش آیا تھا۔ بدر کی لڑائی میں مشرکوں کا سردار عتبہ بن ربیعہ تھا۔ رمضان کی سترہویں تاریخ، روز جمعہ کو یہ معرکہ آرائی ہوئی تھی۔

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدْوَةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰى وَ الرَّكْبُ اَسْفَلَ مِنْكُمْ ؕ وَ لَوْ تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِى الْمِيْعٰدِ ۙ وَ لٰكِنْ لِّيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۙ۬ لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَىَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ﴿۴۲﴾ اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِىْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ

جب ۱؎ تم دریا کے اس کنارے پر تھے اور وہ (کافر) پرلے کنارے پر اور قافلے کے سوار تم سے نیچے نشیب میں (یعنی دریا کی جانب) تھے، اور اگر تم آپس میں کوئی وعدہ کر لیتے تو ضرور وقت پر برابر نہ پہنچتے ولیکن یہ اسلئے کہ خدا انجام کو پہنچائے وہ کام جو کرنا تھا اسلئے کہ جو شخص ہلاک ہو (حق کی) دلیل سے ہلاک ہو (یعنی حجت طاہرہ قائم ہوئے اور عبرت کا معائنہ کر لینے کے بعد) اور جو شخص زندہ رہا وہ بھی دلیل سے زندہ رہا اور بیشک خدا سننے والا جاننے والا ہے ۲؎ ﴿۴۲﴾ (اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یاد کرو) جب انکافروں کو اللہ تمہارے خواب میں تم کو تھوڑا دکھاتا تھا۔

مسلمان کچھ اوپر تین سو تھے اور کفار ایک ہزار تھے۔ ستر آدمی کفار کے ہلاک ہوئے اور اسی قدر گرفتار ہو کر آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ خدا ہی میں قدرت ہے جو اتنے قلیل لشکر کو اتنے بڑے گروہ پر ان سے غالب کر دیا، وہ ہر شے پر قادر ہے اس کے نزدیک کوئی بات مشکل نہیں ہے۔

جنگ بدر کا قصہ

۱؎ جس کا مطلب یہ ہے کہ جنگ بدر اتفاق تھی ادھر سے مسلمان قافلہ لوٹنے آئے ادھر سے ابو جہل قافلہ کی حمایت کو چلا۔ قافلہ تو کترا کر نکل گیا مگر ایک میدان کے دونوں کناروں پر دونوں فوجوں کی مڈبھیڑ ہوگئی اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ یہ تدبیر اللہ تعالیٰ کی تھی اگر قصداً باہم لڑائی کا ٹھہراؤ کرتے تو ایسے بروقت نہ پہنچتے۔ اگر یہ لڑائی نہ ہوتی تو ہر فریق اپنی اپنی جگہ شیخی مارتا لیکن اب سب نے دیکھ لیا کہ غالب کون رہا اور مغلوب کون۔ اور اللہ تعالیٰ کس کے پلے پر ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدق کھل گیا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا۔ جو مرا بھی حق پہچان کر مرا اور جو بچا وہ بھی حق جان کر جیتا رہا۔

فتح اسلام

۲؎ مجاہد کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اللہ تعالیٰ نے بدر کا واقعہ دکھایا اس میں کفار تھوڑے دکھائی دیتے۔ آپ نے اس بات کی صحابہ سے خبر کی اس سے ان کو اور بھی جرات مقابلہ کے لئے ہوئی۔ پھر جب مقابلہ کا وقت آیا اور دونوں طرف سے صفیں بندھیں، تو اس وقت بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نگاہ میں کفار کو کم کر کے دکھایا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی

وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾ وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِىْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِىْۤ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِىَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿۴۴﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۴۵﴾

اور (اے مسلمانو!) اگر وہ تمہیں بہت کر کے دکھاتا تو ضرور تمہاری ہمتیں ہار جاتیں اور تم (لڑائی کے) کام میں باہم اختلاف کرتے ولیکن اللہ نے (تم کو کم ہمتی سے) بچالیا بیشک وہ جاننے والا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے ﴿۴۳﴾ اور جب کہ لڑتے وقت (اللہ نے ایسا کیا تھا کہ) دشمن (کافر) تمہاری نظروں میں تھوڑے دکھائے اور ان کی نظروں میں تمہیں تھوڑا دکھایا (یہ اس لئے کیا تھا) کہ پورا کرے خدا اس کام کو جو کام کرنا تھا اور اللہ ہی کی طرف سارے کاموں کی رجوع ہے ﴿۴۴﴾ اے مسلمانو! جب کسی فوج سے تمہارا مقابلہ ہو جائے تو لڑائی میں ثابت قدم رہو اور اللہ کی یاد بہت کرو تاکہ تم کامیاب ہو[1] ﴿۴۵﴾

اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مخالفین ہم کو اس قدر کم دکھائی دیئے کہ میں نے اپنے پاس کے ایک شخص سے پوچھا کہ کیا تو انہیں ستر آدمی سمجھتا ہے۔ اس نے کہا: "سو خیال کرتا ہوں۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ ہزار تھے"۔ مسلمانوں کی نظر میں بوقت مقابلہ کم کر کے دکھانا تھا کہ مسلمانوں کو جرات ہو۔ رعب دل میں نہ آوے اسی طرح کافروں کی نظروں میں مسلمان کم نظر آتے تھے یہاں تک کہ ابوجہل نے کہا کہ وہ چند آدمی ہیں ان کو رسی سے باندھ دو۔ اگر کافروں کی نگاہ میں مسلمان بہت دکھائی دیتے تو وہ ہیبت کے مارے بھاگ جاتے۔ مقابلہ نہ ہوتا اللہ تعالیٰ کو تو ایک بات جو مقرر ہو چکی تھی پوری کرنی تھی اور سب باتیں اس کے قبضہ میں ہیں۔

آداب جنگ

[1] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو میدان جنگ کے آداب سکھائے ہیں کہ اے مسلمانو! جب کسی دشمن جماعت سے مقابلہ کرو تو صبر و سکون کو کام میں لا کر اپنے قدم اس معرکہ میں ثابت رکھو اور خدا کی یاد کرتے رہو اور بہت یاد کرو جس سے تمہیں فلاحیت ہوگی۔ لڑائی کے وقت ذکر کا حکم اس لئے فرمایا کہ گھبراہٹ کے وقت خدا کا ذکر مددگار بنے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد جنگ میں تکبیر اور نعرہ اللہ اکبر بلند کرنا ہے۔ پھر فرمایا کہ ہر حال میں خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو،

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۚ﴿۴۶﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَاۗءَ النَّاسِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۴۷﴾ وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّىْ جَارٌ لَّكُمْ ۚ

اور فرماں برداری کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نہ جھگڑو آپس میں (ایسا کرو گے) تم بزدلی کرو گے اور تمہاری بندھی ہوئی ہوا (رعب ودبدبہ) اکھڑ جائے گی اور صبر کرو بیشک اللہ صبر والوں کے ساتھ ہے ﴿۴۶﴾ اور ۱؎ تم ان جیسے نہ ہونا جو اپنے گھروں سے اتراتے (غرور کرتے) اور لوگوں کے دکھانے کیلئے نکلے اور لوگوں کو اللہ کے رستے سے روکتے تھے، اور ان کے سب کام اللہ کے قابو میں ہیں ﴿۴۷﴾ اور جب کہ شیطان نے ان کی نگاہ میں ان کے سب کام بھلے کر دکھائے اور ۲؎ کہہ دیا کہ آج تم پر کوئی شخص غالب آنے والا نہیں اور بیشک میں تمہارا حامی ہوں۔

اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ ورنہ تمہاری رائیں مختلف ہو جائیں گی اور تم میں سستی آجائے گی اور تمہاری ہوا جاتی رہے گی، اور فتح یابی رائیگاں ہو جائے گی۔ پھر فرمایا کہ لڑائی میں صبر کرو کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور جب خدا ساتھ ہوئے گا تو کوئی تم پر غالب نہیں آسکتا ہے۔

نشانِ عبرت

۱؎ **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ قریش جب مکہ سے جنگ بدر کو نکلے تو ناچ رنگ کا سامان ساتھ لئے ہوئے چلے۔ راستہ میں ابوسفیان کا قاصد ملا اور کہا کہ جس قافلہ کی مدد کو تم آئے تھے وہ تو صحیح سلامت راہ کترا کر نکل گیا اب لوٹ چلو! ابوجہل بولا کہ نہیں بدر میں فتح پا کر تین روز ٹھہریں گے اور شراب پیویں گے، اور کئی کئی اونٹ ذبح کریں گے اور گانے والی چھوکریاں جو ہمارے ساتھ ہیں ان کا گانا سنیں گے۔ جس سے لوگوں پر ذرا ہمارا رعب پڑے گا۔ چنانچہ ان کے موافق بدر پر مقام ہوا اور نتیجہ اس شیخی مارنے اور اترانے کا یہ ہوا کہ بجائے شراب کے جام کے، جام مرگ ستر آدمیوں کے ساتھ ابوجہل کو پینا پڑا اور بجائے گانے کے ہر طرف نوحہ کی آواز بلند ہوئی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور مسلمانوں کو اس طرح کے اترانے سے منع فرمایا اور دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اپنے علم ازلی کے نتیجہ کے طور پر وہ سب اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔

جنگ بدر میں شیطان کی شرارت

۲؎ **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ جب کافروں کا لشکر لڑائی کو نکلا تو راستہ میں ایک بوڑھا شخص ملا اور کہا کہ میں بھی

فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّیْۤ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ﴿۴۸﴾ ع اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰۤؤُلَآءِ دِیْنُهُمْ ؕ وَمَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۴۹﴾ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ یَتَوَفَّى الَّذِیْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓئِكَةُ یَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ

تو جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو وہ الٹے پاؤں بھاگا اور کہنے لگا: بیشک میرا تم سے کوئی تعلق نہیں میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں تو اللہ سے ڈرتا ہوں اور اللہ سخت سزا دینے والا ہے ﴿۴۸﴾ جب کہ منافق لوگ اور[1] وہ لوگ جن کے دلوں میں (ایمان کی کمزوری کی) بیماری ہے کہتے تھے: ''کہ ان (مسلمانوں) کو فریفتہ کر رکھا ہے ان کے دین نے، اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو بیشک اللہ غالب ہے حکمت والا ﴿۴۹﴾ اور[2] (اے مخاطب!) تعجب کرے تبھی تو دیکھے جب فرشتے (ان) کافروں کی روحیں قبض کرتے ہیں ان کے چہروں اور پیٹھوں پر (آگ میں لال کئے ہوئے لوہے کے گرز) مارتے ہیں۔

مسلمانوں کا جانی دشمن ہوں اور جنگ کا بڑا ماہر ہوں، تمہاری حمایت کو آیا ہوں پھر جب میدان کارزار گرم ہوا اور مسلمانوں کی جانب سے حضرت جبرائیل و میکائیل علیہما السلام اور دیگر فرشتوں کو لڑتے دیکھا تو ابو جہل سے ہاتھ چھڑا کر بھاگ گیا۔ یہ شخص شیطان تھا۔ آگے فرمایا کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا سخت ہونا معلوم ہے، اور اس ملعون کو اس عذاب کا خوف بھی ہے لیکن اس سبب سے کہ وہ ملعون علم الٰہی میں گمراہ ٹھہر چکا ہے۔

کفار کی موت

[1] حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول ہے کہ جب مسلمانوں کی فوج کفار کی فوج سے قریب ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کفار کی نظر میں اور کفار کو مسلمانوں کی نظر میں تھوڑا دکھا دیا تو مشرک کہنے لگے کہ یہ مسلمان اپنے دین پر مغرور ہو کر باوجود اس تھوڑی تعداد کے لڑنے آئے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کمی اور بیشی پر نہ جاؤ خدا پر جو بھروسہ کرتا ہے اسے سرخ روئی (کامیابی) ہوتی ہے۔ خدا بڑا زبردست اور حکمت والا ہے۔

[2] اس کا مطلب یہ ہے کہ جب جنگ بدر میں مشرکین مسلمانوں کی طرف (مونہہ) منہ کرتے تھے تو سامنے سے مسلمانوں کی

وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝۵۰ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝۵۱ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۵۲ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ

اور کہتے ہیں: ''چکھو آگ کا عذاب'' ۝۵۰ یہ اس (بدعملی) کا نتیجہ ہے جو کچھ تمہارے ہاتھوں نے پہلے سے بھیجا ہے اور بیشک خدا اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ۝۵۱ جیسے ۱؎ فرعون والوں اور ان سے اگلوں کا دستور تھا وہ اللہ کی آیتوں سے منکر ہوئے، پس اللہ نے ان کے گناہوں میں ان کو پکڑا بیشک اللہ قوت والا سخت عذاب کرنے والا ہے ۝۵۲ یہ بات ۲؎ اس لئے ہے کہ اللہ بدلنے والا نہیں کسی نعمت کا کہ کسی قوم کو انعام کی گئی ہو۔

تلوار پڑتی تھی اور جب پیٹھ پھیرتے تھے تو فرشتے پیچھے سے مارتے تھے۔ بدر کی لڑائی میں جو مشرک مارے گئے یہ تو ان پر فرشتوں کی مار پڑنے کا حال ہے۔ عام مشرکوں کا بھی یہی حال ہے کہ اللہ کے فرشتے جب ان کی روح قبض کرنے آتے ہیں تو ان کو مارتے پیٹتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب عذاب الٰہی کا مزہ چکھو پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ دنیا میں جو کچھ یہ لوگ کرتے تھے یہ اسی کا عوض اور خمیازہ ہے۔ اللہ نے کوئی ظلم ان پر نہیں کیا۔ کیونکہ اس کی عادت ظلم کی نہیں ہے۔ وہ ظلم سے بالکل پاک ہے حضور اکرم نور مجسم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کو اپنی ذات پر حرام کرلیا ہے اور تمہارے واسطے بھی اس کو حرام کر دیا ہے۔ اس لئے تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔

مشرکین کو ہدایت

۱؎ اللہ تعالیٰ نے کفار بدر کے عذاب کا ذکر فرمانے کے بعد مشرکوں کو پہلی امتوں کا عذاب یاد دلا کر فرمایا کہ ان مشرکین مکہ کو جو ہم نے ان کی گمراہی، اللہ کی آیتوں اور اس کے رسول کے جھٹلانے کے سبب سے بدر کی لڑائی میں ہلاک کر دیا، یہ کوئی نئی بات نہ تھی بلکہ ہمیشہ یہی عادت الٰہی ہے کہ جو قومیں ان سے پہلے ہو گزریں جو کفر کرتی گئیں، اور انہوں نے اللہ کی آیتوں کو جھٹلایا پھر فوراً اس خطا پر اللہ نے انہیں پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ بہت ہی قوی ہے اس کی گرفت سے کوئی نہیں بچ سکتا ہے، اور اس کا عذاب بھی بہت سخت ہے اس سے کوئی بھاگ نہیں سکتا ہے۔

۲؎ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں یہ فرمایا کہ ان کفار پر جو عذاب آیا جنگ بدر میں قتل و غارت ہوئے، قید میں آئے، ان کے مال لوٹ لئے گئے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے اپنی حالت خود بدل دی۔ عمرو بن یحییٰ نے ملت ابراہیمی کو بدل کر مکہ میں بت

حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۟ۙ (۵۳) كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِيْنَ (۵۴) اِنَّ شَرَّ الدَّوَاۗبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۚ (۵۵)

جب تک کہ وہ لوگ خود اپنی حالت کو بدل ڈالتے اور بیشک اللہ (سب کی) سنتا اور (سب کچھ) جانتا ہے (۵۳) جیسے فرعون والوں اور ان سے اگلوں کا دستور تھا کہ انہوں نے اپنے پروردگار کی آیتیں جھٹلائیں تو ہم نے ان کو ان کے گناہوں کے سبب سے ہلاک کیا اور ہم نے فرعون والوں کو ڈبو دیا اور وہ سب ظالم تھے[۱] (۵۴) بے شک سب جانداروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جنہوں نے کفر کیا پس وہ ایمان نہیں لاتے (۵۵)

پرستی پھیلائی، جس میں ان کے بڑے مبتلا ہوئے۔ حال کے لوگ اپنے بڑوں کے قدم بقدم چلے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی بردباری سے فوراً ان کو ہلاک نہیں کیا بلکہ ان کی حالت کو درست کرنے کیلئے نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا۔ قرآن شریف نازل فرمایا۔ یہ نعمت اہل مکہ کو دی تھی ان لوگوں نے کچھ قدر نہ کی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مکہ سے مدینہ انصار کے پاس بھیج دیا، اس کے بعد پھر اہل مکہ پر بدر کی آفت آئی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک قوم کی باتوں کو سنتا ہے اور ہر شخص کے عمل کو جانتا ہے۔ پھر بطور تاکید کے قوم فرعون اور پہلی امتوں کا حال بیان فرمایا کہ انہیں کفار کی طرح فرعون اور دوسری امتوں کے پاس بھی اللہ تعالیٰ نے رسول بھیجے اور کتابیں اتاریں۔ خیر و برکت کا دروازہ ان پر کھول دیا، طرح طرح کی نعمت ان کو عطا کی مگر انہوں نے اس کا شکر نہ ادا کیا۔ اللہ کے رسولوں اور اللہ کے کلام کو جھٹلایا۔ اس لئے اللہ نے انہیں ہلاک کر دیا، کسی کو آدمی سے بندر بنا دیا، کسی پر پتھر برسائے۔ سب سے آخر میں فرعون کو دریا میں غرق کر کے ہلاک کیا، اسی طرح ان کفار مکہ کو تلوار سے قتل کرا دیا۔ یہ سب قومیں ظالم تھیں اپنی جانوں پر خود انہوں نے ظلم کیا۔

یہود کی بدعہدی

[۱] **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ جانوروں میں تو عقل نہیں کہ وہ اس سے کام لیں۔ کافروں میں عقل ہے، اور پھر اس سے کام نہیں لیتے۔ عقل سے کام لیں تو چار و ناچار ایمان لے آویں۔ یہ جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ آگے آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہود بنی قریظہ اور مسلمانوں کا عہد و پیمان ہو گیا تھا کہ ہمارے مقابلہ میں کفار کو مدد نہ دینا۔ انہوں نے عہد توڑ دیا اور جنگ احد میں ہتھیاروں سے دشمنوں کی مدد کی اور بعد میں کہنے لگے کہ ہم بھول گئے تھے۔ پھر دوسری بار عہد ہوا کہ آئندہ

اَلَّذِیۡنَ عٰهَدۡتَّ مِنۡهُمۡ ثُمَّ یَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَهُمۡ فِیۡ کُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمۡ لَا یَتَّقُوۡنَ ﴿۵۶﴾ فَاِمَّا تَثۡقَفَنَّهُمۡ فِی الۡحَرۡبِ فَشَرِّدۡ بِهِمۡ مَّنۡ خَلۡفَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ یَذَّکَّرُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَ اِمَّا تَخَافَنَّ مِنۡ قَوۡمٍ خِیَانَةً فَانۡۢبِذۡ اِلَیۡهِمۡ عَلٰی سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الۡخَآئِنِیۡنَ ﴿۵۸﴾ ع وَ لَا یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا سَبَقُوۡا ؕ اِنَّهُمۡ لَا یُعۡجِزُوۡنَ ﴿۵۹﴾

یہ وہ لوگ ہیں جن سے تم نے کئی بار) عہد و پیمان لیا تھا پھر وہ ہر بار اپنا عہد توڑ ڈالتے ہیں اور وہ (بدعہدی کے وبال سے) ڈرتے نہیں ﴿۵۶﴾ پس اگر تم ان کو کہیں لڑائی میں (قابو) پاؤ تو انہیں ایسا قتل کرو کہ جس سے ان کے پچھلے لوگ (یعنی مشرکین مکہ) انہیں بھاگتے دیکھ کر بھاگیں تا کہ وہ عبرت حاصل کریں ﴿۵۷﴾ اور اگر تم کو اندیشہ ہے کسی گروہ کی دغا بازی کا تو ان کے عہد کو ان کی طرف برابر سرا برلوٹا دو، بیشک اللہ تعالیٰ کو دغا باز پسند نہیں آتے ۱ ﴿۵۸﴾ اور ہر گز کافر لوگ یہ گمان نہ کریں کہ وہ بھاگ نکلے، بیشک وہ عاجز نہ کرسکیں گے ﴿۵۹﴾

ہم مسلمانوں کے دشمنوں کو ہر گز ہر گز مدد نہ پہنچائیں گے، لیکن جنگ خندق میں کفار سے پھر اتفاق کر کے دوسری بار عہد توڑا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ ہر انسان کو اپنے عہد کا پورا کرنا اور اس کو نباہنا لازم ہے۔ بنی قریظہ نے جو بدعہدی کی یہ لوگ انسانیت سے خارج اور اللہ کے نزدیک سب جانداروں سے بدتر ہیں۔ اس لئے لڑائی میں ایسے لوگوں پر جب قابو پالیا جاوے تو ان کو ایسی سخت سزا دی جاوے گی جس سے پچھلے کفار انہیں بھاگتا دیکھ کر خود بھی بھاگیں اور عبرت حاصل کریں۔ اور اگر تم کو کسی گروہ کی دغا بازی کا اندیشہ ہو تو ان کے عہد کو ان کی طرف برابر برابر لوٹا دو کیونکہ اللہ کو دغا باز پسند نہیں آتے۔

سامان جنگ کا حکم

۱ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی یہ تسلی فرمائی کہ جنگ بدر سے جو کفار بچ کر بھاگ نکلے ہیں، یہ خیال نہ کیا جاوے کہ ان پر پھر کوئی موقع ہاتھ نہ آوے گا۔ کیونکہ یہ لوگ اگر چہ اب بچ گئے ہیں مگر اللہ کو وہ عاجز نہیں کر سکتے۔ وہ ہر وقت اللہ کے قبضہ میں ہیں۔ تم ان کے واسطے سامان جنگ تیار رکھو اور جہاں تک ممکن ہو تیر اندازی کے ہنر کی مشاقی کرو اور باقی سامان جنگ کی تیاری کے بعد گھوڑے بھی پالو۔ اس لئے حکم دیا کہ تمہارے دشمنوں کے دلوں میں رعب پیدا ہو۔ پھر یہ فرمایا کہ ان کفار

وَ اَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّ مِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَ عَدُوَّكُمْ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۶۱﴾

اور (سامان) تیار رکھو (اے مسلمانو) ان کے مقابلہ کے واسطے جو استطاعت رکھتے ہو قوت سے (یعنی ہتھیار سے) اور جتنے گھوڑے باندھ سکو کہ اس سے تم دھاک بٹھاؤ (رعب ودبدبہ قائم رکھو) اللہ کے دشمنوں پر اور اپنے دشمنوں پر اور ان کے سوا دوسری قوم پر بھی کہ جن کو تم نہیں جانتے اللہ ہی ان کو جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ خرچ کرو گے اس کا بدلہ تمہیں پورا دیا جائے گا اور تم کسی طرح گھاٹے میں نہ رہو گے ۱؎ ﴿۶۰﴾ اگر وہ کافر صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو اور اللہ پر بھروسہ کرو، بیشک وہی ہے سننے والا جاننے والا ﴿۶۱﴾

کے سوا اور بھی لوگ ہیں جن کو تم نہیں جانتے ہو اللہ کو ان کا علم ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ خدا کی راہ میں تمہارا خرچ کرنا برباد نہیں جائے گا اس کا پورا پورا بدلہ آخرت میں تمہیں ملے گا۔ ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا بلکہ ایک نیکی کا اجر سات سو نیکیوں تک کا ہے۔

صلح کا حکم اور غیبی مدد

۱؎ اللہ پاک اس آیت میں آنحضرت ﷺ کو ارشاد فرماتا ہے کہ اگر کفار صلح کا پیغام دیں اور لڑائی سے بچیں تو صلح کر لو۔ چنانچہ حضور نے ایسا ہی کیا کہ حدیبیہ کی صلح کے وقت جب مشرکین مکہ نے صلح چاہی اور دس برس تک جنگ کی موقوفی کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ کے رسول نے اس کو مان لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس صلح میں خدا پر بھروسہ رکھو اگر اس صلح سے ان کا کوئی اور مطلب ہے تو خدا ان کے قول کو سنتا ہے اور ان کی نیتوں کو جانتا ہے۔ اس لئے اگر ان کا ارادہ اس صلح سے یہ ہے کہ تھوڑے روز تک جنگ موقوف کر کے قوت پکڑ جاویں اور بہت سامان مہیا کر کے پھر لڑائی پر آمادہ ہوں تو خدا نے تمہیں بدر کی لڑائی کے وقت اپنی مدد بھیج کر فتح یاب کیا ہے اور ہمیشہ ہر کام میں مدد کرتا رہا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس تائید کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے اپنے بندوں کے ذریعہ سے پہنچائی۔ چنانچہ فرمایا کہ خود اللہ تعالیٰ جو کچھ مدد پہنچاتا رہتا ہے وہ تو پہنچتی ہی ہے مگر انصار جو ایمان لا کر تمہارے ساتھ ہو گئے اور ہر ایک کام میں تمہارے قوت بازو بن گئے اور تمہاری اطاعت میں ہمیشہ سرگرم ہیں، یہ اللہ

وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۳﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۴﴾ ع

اور اگر وہ تمہیں فریب دینا چاہیں تو بے شک اللہ تمہیں کافی ہے، وہی ہے جس نے تمہیں اپنی (غیبی) امداد (ملائکہ) سے اور (ظاہری امداد) مسلمانوں سے قوت دی ۶۲ اور ان کے دلوں میں اتفاق پیدا کر دیا اگر تم دنیا بھر کا مال خرچ کر دیتے تب بھی ان کے دل میں اتفاق پیدا نہ کر سکتے لیکن اللہ ہی نے اتفاق پیدا کر دیا ان کے درمیان بیشک وہی ہے غالب حکمت والا ۶۳ اے نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ۱؎ اللہ تمہیں کافی ہے اور (کافی ہیں) وہ مسلمان جنہوں نے تمہاری پیروی کی ہے ۶۴

کی تائید ہے۔ اللہ نے ان میں اتفاق پیدا کر دیا ان کے آپس کے نفاق اور آئے دن کی خانہ جنگیاں ان کی پشت ہا پشت کی مخالفت کچھ ایسی نہ تھی جو آسانی سے رفع ہو جاتی۔ اگر دنیا بھر کی دولت ان کی تالیف کے واسطے خرچ کی جاتی اور بڑی سے بڑی قوت صرف کی جاتی، جب بھی ان کا قدیمی بغض رفع نہ ہوتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیج کر ان لوگوں کی سخت دلی کو نرم دلی سے بدل ڈالا اور ان میں محبت کا مادہ پیدا کر دیا۔ پھر انہوں نے ایک دل ہو کر جو جو کارنمایاں کیے وہ صفحۂ ہستی پر یادگار ہیں جو قیامت تک باقی رہیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت بیان کی کہ اللہ سب چیزوں پر غالب ہے جس بات کا ارادہ کرتا ہے اس میں کسی قسم کی دشواری نہیں ہوتی، اور حکیم ہے اس کی کوئی بات حکمت سے خالی نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے وقت مسلمانوں کی تعداد

۱؎ **شان نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت ہے کہ انتالیس مسلمان پہلے سے تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے اور چالیس مسلمان پورے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں اس شان نزول کے اختلاف کا یوں فیصلہ کیا ہے کہ آیت خواہ مکی ہو یا مدنی، اس لئے آیت کا مضمون عام ہے۔ اس واسطے اس آیت کو بدر کی لڑائی کی آیتوں میں رکھا گیا ہے تاکہ حاصل مطلب آیت کا یہ ٹھہر جاوے کہ اس لڑائی میں جس طرح

يَآيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْقِتَالِ ؕ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ صٰبِرُوْنَ يَغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَ اِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِيْكُمْ ضَعْفًا ؕ فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ ۚ وَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ اَلْفٌ يَّغْلِبُوْٓا اَلْفَيْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۶۶﴾

اے نبی! (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مومنوں کو ترغیب دو جہاد ؎ کی: ''اگر تم میں سے بیس بھی صبر والے ہوں گے (تو یقین کرو) وہ دو سو دشمنوں پر غالب ہوں گے، اور اگر تم میں سے (ایسے) سو آدمی ہوں تو سمجھ لو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے بسبب اس کے کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو سمجھ نہیں رکھتے ﴿۶۵﴾ (مسلمانو!) اب خدا نے تم پر تخفیف کر دی اور جان لیا کہ تمہارے اندر ناتوانی ہے پس اگر تم میں سے سو آدمی صبر والے ہوں تو دو سو کافروں پر غالب آئیں گے، اور جو تم میں سے ہزار ہوں تو اللہ کے حکم سے دو ہزار کافروں پر غالب آئیں گے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ﴿۶۶﴾

کچھ اوپر تین سو مسلمانوں کو غیبی مدد سے ہزار دشمنوں پر فتح ہوئی، اسی طرح آئندہ بھی مسلمانوں کی جس قدر جماعت لڑائی میں اللہ کے رسول کے ساتھ ہوگی وہ اللہ کی مدد سے دشمنوں پر فتح حاصل کرنے کے لئے اللہ کے رسول کو کافی ہے۔

لڑائی میں تخفیف کا حکم

؎ **شان نزول:** جمہور مفسرین کے نزدیک پہلا ٹکڑا آیت کا جس میں ایک مسلمان کو دس کافروں سے مقابلہ کرنے کا حکم تھا آیت کے اس ٹکڑے سے منسوخ ہے اور اب یہی حکم ہے کہ ایک مسلمان دو کافروں سے مقابلہ کرے۔ اس قدر مقابلہ سے آدمی نہ بھاگے ورنہ گناہ کبیرہ کا گنہگار ٹھہرے گا، اور اس قدر سے زیادہ دشمنوں نے مقابلہ آپڑے تو لڑنے کی صورت میں اجر ہے، بھاگنے کی صورت میں گناہ نہیں۔ آگے فرمایا کہ تخفیف کا حکم تمہارے ضعف ہمت کے سبب سے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اب جس کام کا تمہیں حکم دیا گیا ہے وہ ضرور تم کرو گے۔ مشرک لوگ عقبیٰ کے عذاب و ثواب کی سمجھ نہیں رکھتے۔ پھر

مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ أَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۭ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ڰ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ڮ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ إِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ ع

کسی [1] نبی کو لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرے جب تک کہ زمین میں ان کا خون نہ بہائے (مسلمانو!) تم چاہتے ہو مال دنیا کا اور اللہ آخرت کی بھلائی چاہتا ہے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے ﴿۶۷﴾ اگر (اس بارے میں) ایک بات نہ لکھ چکا ہوتا اللہ پہلے سے تو (اے مسلمانو!) جو کچھ تم نے کافروں سے بدلے کا مال لیا ہے اس میں تم پر بڑا عذاب آتا ﴿۶۸﴾ (خیر) جو کچھ تم کو غنیمت ہاتھ لگی ہے اس کو حلال طیب سمجھ کر کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۶۹﴾

فرمایا کہ دین اللہ کا ہے اس لئے اللہ کا دین پھیلانے کی نیت سے جو شخص دین کی لڑائی میں ثابت قدم رہے گا ہر دم ایسے شخص کی مدد کے لئے اللہ تعالیٰ موجود ہے۔

قیدیوں کے قتل کی بابت اختلاف

[1] **شان نزول:** جب بدر کی لڑائی میں کفار قریش میں سے ستر کافر گرفتار ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو ان پر قدرت دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا کہ: انہیں قتل کر ڈالئے۔ آپ نے کچھ خیال نہ کیا پھر دوبارہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تمہیں ان پر آج قابو ہے، یہ تمہارے بھائی تھے آج قیدی ہیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ''ان کی گردنیں ماریئے''۔ آنحضرت ﷺ نے پھر وہی فرمایا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا: ''میری رائے ہے کہ ان کو معاف کیجئے اور فدیہ لے کر چھوڑ دیجئے''۔ اس بات پر آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک سے غم کے آثار دور ہوئے اور آپ نے فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ اگر اللہ ایک بات پہلے نہ لکھ چکا ہوتا تو تم پر بہت بڑا عذاب آجاتا۔ اس عتاب کو سن کر مسلمانوں نے فدیہ لینے سے ہاتھ روک لیا اور جی میں ڈرے، تو اللہ تعالیٰ نے لوح محفوظ کے لکھے کے موافق پھر یہ فرمایا کہ جو مال تمہیں غنیمت میں حاصل ہوا ہے وہ بالکل پاک و حلال ہے۔ اسے اچھی طرح کھاؤ پیو۔ اس آیت سے اس امت کے واسطے غنیمت کے مال کا حلال ہونا سمجھا گیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ آئندہ خدا سے ڈرتے رہو، پھر کوئی ایسی بات نہ ہونے پائے

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَى ۙ إِنْ يَعْلَمِ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۷۰﴾ وَإِنْ يُرِيدُوا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۷۱﴾

اے ۱؎ نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جو قیدی تمہارے قبضہ میں ہیں ان سے فرماؤ: ''اگر اللہ تمہارے دلوں میں نیکی جانے گا تو بیشک جو تم سے (فدیہ) لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں عطا فرمائے گا اور (آخرت میں) تم کو بخش دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۷۰﴾ اور (اے محبوب!) اگر یہ تمہارے ساتھ خیانت (یعنی عہد شکنی) کا ارادہ کریں گے تو اس سے پہلے انہوں نے اللہ کے ساتھ خیانت کی تھی پس اللہ نے تمہارے ہاتھوں انکو گرفتار کرادیا، اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ﴿۷۱﴾

کہ حکم الٰہی کے نازل ہونے سے پہلے کوئی کام کر بیٹھو اور جو باتیں گزر چکیں اللہ غفور الرحیم ہے اس سے مغفرت کی امید رکھو۔

فدیہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا ذکر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب

۱؎ **شان نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جب عباس بن عبدالمطلب اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دونوں بھتیجے عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن الحارث بدر کی لڑائی میں قید ہو کر آئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ میں تو مسلمان تھا زبردستی لوگ مجھے لے آئے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر یہ بات سچ ہے تو اللہ آپ کو بدلہ دے گا۔ آپ اپنا اور اپنے ساتھیوں کا فدیہ دیں تو چھوڑ دیئے جائیں۔ انہوں نے کہا: ''اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس اتنا کہاں ہے'' آپ نے فرمایا کہ وہ مال کہاں گیا جو تم مکہ سے چلتے وقت ام الفضل کو دفن کرنے کو دے آئے تھے اور یہ کہا تھا کہ خدانخواستہ اگر حادثہ مجھ پر گزرے تو یہ مال تمہارا اور بچوں کا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور کلمہ پڑھا اور کہا کہ یہ بات وہ ہے جس کو سوائے میرے اور ام الفضل کے تیسرا کوئی نہیں جانتا۔ میں نے اندھیری رات میں وہ مال اس کے سپرد کیا تھا۔ ام الفضل حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بی بی کی کنیت سے ہے۔ غرضیکہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فدیہ اپنا اور اپنے ہمراہیوں کا دیا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ اللہ تمہارے دلوں کی باتوں کو اچھی طرح جانتا ہے، اللہ پاک اس سے بھی زیادہ دے گا جتنے مال کا نقصان ہوا ہے اور آخرت میں بخشش بھی کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا: ''اگر یہ لوگ

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ الَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْۤا اُولٰٓىٕكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍؕ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ یُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَایَتِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ حَتّٰى یُهَاجِرُوْاۚ وَ اِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍۭ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۷۲﴾

بیشک [۱] جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور انہوں نے جہاد کیا اپنے مال سے اور جان سے خدا کی راہ میں اور وہ لوگ کہ جنہوں نے (مہاجروں کو) جگہ دی اور مدد کی وہ لوگ ایک دوسرے کے وارث ہیں، اور جو لوگ ایمان تو لائے اور ہجرت نہیں کی تو تم کو ان کے ترکہ میں سے کچھ نہیں پہنچتا جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں، اور اگر وہ تم سے دین کے کام میں مدد چاہیں تو تم پر لازم ہے (ان کی) مدد کرنا مگر اس قوم کے (مقابلہ میں نہیں) ان میں اور تم میں عہد (صلح کا) ہو، اور اللہ تمہارے سب کاموں کو دیکھ رہا ہے ﴿۷۲﴾

خیانت کریں گے تو پہلے بھی خیانت کر چکے ہیں مگر اس کا نتیجہ بھی دیکھ لیا کہ خدا نے کس طرح ان کو مسلمانوں کے قبضہ میں کر دیا یعنی گرفتار ہو کر آئے۔ اللہ سب جانتا ہے، حکمت والا ہے"۔

مالِ غنیمت کا حکم

[۱] **شانِ نزول:** مہاجرین اور انصار دونوں کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ جو لوگ اپنا گھر چھوڑ کر آئے اور اپنی جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے ان مہاجرین کی ہر طرح سے مدد کی ان کے ساتھ شریک ہو کر لڑے۔ یہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں، ایک پر ایک کا حق ہے۔ حضور ﷺ نے ایک دوسرے کی بھائی بندی کرا دی اور تعلق بڑھ گئے اور ایک دوسرے کا ترکہ پاتا تھا۔ پھر جب آگے کی آیت اتری تو یہ حکم بدل گیا پھر اللہ تعالیٰ نے تیسری قسم کے لوگوں کا حال بیان فرمایا کہ جو لوگ ایمان لا چکے ہیں اور تمہارے ساتھ ہجرت کر کے نہیں آئے۔ وہ لوگ ان مہاجرین اور انصار کے وارث نہیں ہو سکتے ہیں اور نہ ان کو مال غنیمت میں سے کچھ حصہ مل سکتا ہے۔ ہاں اگر یہ لوگ کسی لڑائی میں تمہارے ساتھ شریک ہوں تو بیشک ان کا بھی حق غنیمت میں ہو سکتا ہے۔ اگر یہ لوگ کفار سے دین کے واسطے لڑیں اور تم سے مدد چاہیں تو تم پر واجب ہے کہ ان کی مدد کرو۔ کیونکہ آخر یہ لوگ بھی تمہارے بھائی ہیں، اور اگر یہ لوگ کسی ایسی قوم سے جہاد کریں جن سے تمہارا عہد و پیمان ہو گیا ہے، تو اس کی مدد کی خاطر اپنے قول و قرار کو نہ توڑو۔ اللہ تمہارے سارے عمل دیکھتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِى الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ؕ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْۤا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْۢ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾ ع

اور ۱؎ جو لوگ کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے وارث ہیں اگر اے مسلمانو! تم ایسا کام نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ برپا ہو جائے گا اور بڑا فساد ہوگا ۲؎ ﴿۷۳﴾ اور جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا خدا کی راہ میں اور وہ لوگ کہ جنہوں نے (مہاجروں کو) جگہ دی اور مدد کی (حقیقت میں) وہی لوگ ہیں سچے ایمان والے ان کے واسطے (آخرت میں) بخشش اور عزت کی روزی ہے ﴿۷۴﴾ اور وہ لوگ جو ایمان لائے بعد میں اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ جہاد کیا تو وہ لوگ بھی تم میں سے ہیں (انہیں اپنے سے الگ نہ سمجھو) اور (باقی رہے) قرابت دار تو وہ کتاب الٰہی کے بموجب ایک دوسرے (کی میراث) کے زیادہ حق دار ہیں بیشک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ﴿۷۵﴾

۱؎ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ارشاد فرمایا کہ کفار آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہیں اور سب کے سب ایک ہیں، اگر تم بھی آپس میں اتفاق پیدا نہ کرو گے اور ایک نہ بن جاؤ گے اور کفار سے تعلق نہ قطع کرو گے تو بڑا فتنہ و فساد دنیا میں پھیل جاوے گا۔ تم میں کمزوری آجاوے گی اور ایک سے ایک جدا ہو جاؤ گے اور کفار کا زور بڑھ جاوے گا۔

مہاجرین و انصار کا ذکر

۲؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ ہجرت کر کے اور اپنا اپنا وطن چھوڑ کر مدینہ میں چلے آئے اور جو لوگ ان مہاجرین کے ہر طرح مددگار بنے بیشک و شبہ وہ کامل مومن ہیں۔ ان کا عقبیٰ کا انجام بیان کیا کہ کیا ان کے واسطے آخرت میں بخشش ہے اور دنیا میں بہبودی ہے۔ اور غنیمت ان کے واسطے حلال ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بھی جو بعد میں ہجرت کر کے آئے انہیں مہاجرین اور انصار کے حکم میں داخل کیا، پھر فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ ہر شے کا جاننے والا ہے۔

ایاتھا ۱۲۹ ۹ سورۃ التوبۃ مدنیۃ ۱۱۳ رکوعاتھا ۱۶

سورۂ توبہ لہ مدینہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سوانتیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝۱ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝۲

بیزاری ؎ کا حکم سناتا ہے اللہ اور اسکے رسول کی طرف سے ان مشرکوں کو جن سے تمہارا معاہدہ تھا (اور وہ قائم نہ رہے) ۝۱ پس اے مشرکو! تم زمین میں چار مہینہ پھر و چلو (اسکے بعد جنگ کی حالت قائم ہو جائیگی) اور جان رکھو تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے اور یہ کہ اللہ کافروں کو (دنیا و آخرت میں) ذلیل کرنیوالا ہے ۝۲

خواص القرآن: اس سورۃ کو سات مرتبہ اعتقاد دل سے پڑھنا بادشاہ کے قہر کو دور اور تمام ہجوم اور غم سے علیحدہ کرتا ہے بشرطیکہ صدق دل سے پڑھے۔ اس سورۃ کی نسبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ اپنے پڑھنے والے کو نفاق سے بچاتی ہے۔ (خازن)

فضائل القرآن: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص سورۂ انفال اور سورۂ توبہ پڑھا کرے گا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا اور جب تک دنیا میں زندہ رہے گا عرش اور اس کے اٹھانے والے فرشتے اس کیلئے استغفار کرتے رہیں گے۔

بِسْمِ اللّٰهِ کے نہ ہونے کی وجہ

لہ سورت توبہ مدنی ہے اس سورت میں چھ رکوع ایک سوانتیس آیتیں، چار ہزار اٹھہتر کلمے دس ہزار چار سو اٹھاسی حروف ہیں۔ اس سورت کے دس نام ہیں ان میں سے توبہ اور برأت دو نام مشہور ہیں۔ اس سورت کے اول میں بِسْمِ اللّٰهِ نہیں لکھی گئی۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اس سورت کے ساتھ بِسْمِ اللّٰهِ لے کر نازل ہی نہیں ہوئے تھے، اور حضور ﷺ نے بِسْمِ اللّٰهِ لکھنے کا حکم نہیں فرمایا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ امان ہے اور یہ سورت تلوار کے ساتھ امن اٹھا دینے کے لئے نازل ہوئی۔ قرآن کریم کی سورتوں میں سب سے آخر یہی سورت نازل ہوئی۔

عرصۂ عہد کے بعد کفار کو قتل کرنے کا حکم

؎ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے ساتھ چار مہینے کی مدت مقرر کر دی تھی جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عہد کیا تھا، اور جن لوگوں سے کچھ عہد نہیں تھا ان کے واسطے پچاس رات کی حد باندھی۔ اور اللہ نے رسول کو یہ حکم دیا کہ جن کفار سے تمہارا عہد نہیں ہے ان سے دسویں ذی الحجہ سے لے کر آخر محرم تک نہ لڑو۔ ماہ محرم کے ختم پر ان سے لڑو، اگر وہ مسلمان ہو جاویں تو بہتر ہے ورنہ ان کو قتل کرو، اور جن سے عہد ہے ان سے چار مہینے دسویں ذی الحجہ سے ربیع الآخر کی دسویں تاریخ تک نہ لڑو۔ اس کے بعد ان سے جہاد کرو یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جاویں۔ ۶ھ میں حج فرض ہوا۔ ۸ھ میں مکہ فتح ہوا۔

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ۬ وَرَسُوْلُهٗ ؕ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِى اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۙ﴿۳﴾

اور۱ اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے سب لوگوں میں منادی پکار دینا ہے حج اکبر کے دن کہ اللہ بیزار ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول بھی بیزار ہے پس اگر تم توبہ کرو گے تو تمہارے لئے اس میں بہتری ہے اور اگر اب بھی منہ پھیرو گے تو جان لو کہ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکو گے" اور کافروں کو عذاب درد دینے والے کی خبر سنا دو ﴿۳﴾

اور آنحضرت ﷺ نے ۹ ھ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا اور ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دس آیتیں سورہ برأت کی دے کر روانہ فرمایا کہ مشرکوں کو جا کر یہ آیتیں سنا دو اور یہ بھی جتا دو کہ ۱۰ ھ سے کوئی مشرک یا ننگا شخص طواف نہ کرنے پاوے گا پھر اس سال آپ نے حج کیا اس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ اسی حکم میں یہ بھی تھا کہ دسویں ذی الحجہ سے دسویں ربیع الآخر تک تمہیں مہلت دی گئی ہے، پھر کوئی عذر نہیں سنا جائے گا۔ اگر ایمان لائے تو خیر ورنہ آمادہ جنگ ہو جاؤ۔ یہ حکم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب کو سنا دیا اور اعلان جنگ دے دیا۔

فرض حج اور سن ہجری کا ذکر

۱ اس آیت میں یہ ارشاد فرمایا کہ چار مہینے کی مدت دے کر کفار سے یہ کہہ دو کہ ایسے دن یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ حج اکبر کا دن ہے۔ یہ بھی فرمایا کہ چار مہینے کے بعد خدا اور اس کا رسول صلح سے بری ہے۔ تم سوچ سمجھ لو اگر تم کفر سے تائب ہو گئے تو تمہارے واسطے بہتری ہے ورنہ یاد رکھو تم خدا کو نہیں تھکا سکتے ہو۔ جہاں جاؤ گے پکڑے آؤ گے، کہیں بھاگ نہیں سکتے۔ دنیا میں قتل و غارت کے سوا آخرت میں بھی تم پر دردناک عذاب ہوگا۔ آنحضرت ﷺ سے کفار مکہ اور چند فرقہ کے لوگوں سے ۶ ھ میں صلح ہوئی تھی جو حدیبیہ کی صلح مشہور ہے۔ اس کا ذکر انا فتحنا میں ہے۔ پھر جب مکہ فتح ہو گیا تو یہ حکم ہوا کہ کسی مشرک اور کفار سے صلح نہ رکھو اور عہد و پیمان کرو اور عرفات سے پھر کر قربانی کے مقام میں جب یہ سب جمع ہوں تو یہ حکم قربانی والے دن پکار دو اور صلح کے جواب میں چار مہینے کی مہلت اس لئے دے دو کہ اس عرصہ میں وہ لوگ ایمان قبول کریں تو بہتر ہے ورنہ اپنا اپنا گھر چھوڑ کر چلے جائیں۔ اگر یہ بھی نہ کریں تو لڑائی کا انتظام کریں اور جنگ کے واسطے آمادہ ہو جائیں، پھر گھڑی بھر کی فرصت نہ دو۔

اِلَّا الَّذِیۡنَ عٰهَدۡتُّمۡ مِّنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ثُمَّ لَمۡ يَنۡقُصُوۡكُمۡ شَيۡـئًا وَّلَمۡ يُظَاهِرُوۡا عَلَيۡكُمۡ اَحَدًا فَاَتِمُّوۡۤا اِلَيۡهِمۡ عَهۡدَهُمۡ اِلٰى مُدَّتِهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُتَّقِيۡنَ ۝۴ فَاِذَا انۡسَلَخَ الۡاَشۡهُرُ الۡحُـرُمُ فَاقۡتُلُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَيۡثُ وَجَدْتُّمُوۡهُمۡ وَخُذُوۡهُمۡ وَاحۡصُرُوۡهُمۡ وَاقۡعُدُوۡا لَهُمۡ كُلَّ مَرۡصَدٍ ۚ فَاِنۡ تَابُوۡا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوۡا سَبِيۡلَهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝۵

مگر وہ [۱] مشرکین جن سے تمہارا معاہدہ تھا پھر انہوں نے تمہارے عہد میں کچھ کمی نہ کی اور تمہارے مقابل کسی کو مدد نہ دی تو انکے عہد کو انکی مدت مقرر تک پورا کرو، بیشک اللہ پرہیزگاروں کو دوست رکھتا ہے [۲] ۝۴ پھر جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو جہاں کہیں مشرکوں کو پاؤ قتل کرو اور انکو گرفتار کرلو اور انکو قید کرلو اور ہر جگہ انکی تاک میں بیٹھو (نگرانی) پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۝۵

[۱] اس آیت میں یہ ارشاد ہوا کہ جنہوں نے تم سے صلح کا عہد کیا اور صلح کے عہد کی کسی شرط کو نہیں توڑا ان کے عہد کو پورا کرو۔ اگرچہ وہ چار مہینے سے زیادہ تک کا عہد ہو کیونکہ اللہ پاک کو احتیاط بہت پسند ہے۔ یہ لوگ اپنی زبان کا پاس رکھتے ہیں اور بے موقع عہد و پیمان نہیں توڑتے۔

کفار کے امان کا ذکر

[۲] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جب دسویں ذی الحجہ سے دسویں ربیع الآخر تک چار مہینے گزر جاویں تو خوب دل کھول کر مشرکوں سے لڑو اور جہاں کہیں پاؤ ان کو قتل کرو۔ ظاہر آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے ہر جگہ قتل کا حکم اس آیت میں دیا گیا ہے مگر بعض جگہ ان کو قتل کرنا منع ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ میں فرماتا ہے وَلَا تُقٰتِلُوۡهُمۡ عِنۡدَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ۔ اس آیت سے بیت الحرام میں خونریزی منع ہے جو قیامت تک رہے گی۔ پھر فرمایا کہ ہر جگہ ان کی تاک میں رہو اور ان کو گرفتار کرو۔ محاصرہ کرو کہ نکلنے نہ پائیں۔ پھر گرفتاری کے بعد خواہ ان کو قید رکھو یا مارو تمہیں اختیار ہے۔ اور اگر یہ مسلمان ہو جائیں اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ دیں تو ان کو چھوڑ دو کیونکہ حکم شرع ظاہر پر ہے دل کی بات خدا جانتا ہے۔

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝ ع ۝٦ كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَ عِنْدَ رَسُوْلِهٖۤ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝٧

اور ا (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دو تا کہ وہ اللہ کا کلام (قرآن) سنے، پھر اس کو اس کی امن کی جگہ پہنچادو یہ اس سبب سے کہ وہ ایک بے علم قوم ہے ۝٦۔ مشرکوں ۲ کا عہد کیوں کر (قائم) ہوگا اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک مگر جن لوگوں سے تم نے مسجد حرام کے پاس عہد لیا ہے، پس جب تک وہ اپنے عہد پر تمہارے لئے قائم رہیں تم بھی ان کے لئے قائم رہو، بیشک پرہیزگاروں کو خدا دوست رکھتا ہے ۝٧

ا اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ جن مشرکوں سے تمہیں لڑنے کا حکم دیا ہے اگر انہیں کا کوئی شخص امان چاہے تو اس کو امان دو تا کہ وہ اللہ کا کلام سن لیوے اور دین کی حجت اس پر تمام ہو جائے۔ پھر اس کو اس کے گھر تک امن وامان سے پہنچا دو۔ جب وہ امن کی جگہ پہنچ جائے تو تمہیں اختیار ہے اس سے لڑائی لڑو کیونکہ اپنے گھر پہنچ جانے کے بعد وہ تمہاری امان سے نکل گیا اور وہ اپنی پچھلی حالت پر آگیا۔ اب اس سے لڑنا تمہارے واسطے مباح ہے۔ یہ امان اس لئے مشروع ہے کہ یہ لوگ خدا کے دین کو پہچان لیں اور اسلام کا چرچا تمام لوگوں میں پھیل جائے۔

قریش کے خلاف معاہدہ اور بد عہدی کا ذکر

۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ کیونکر ان مشرکوں کا عہد قائم رہ سکتا ہے ان کی حالت تو یہ ہے کہ خدا اور اس کے رسول کے یہ لوگ منکر ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ اپنے عہد پر قائم رہیں ان کے ساتھ تم بھی ویسا ہی کرو کہ اپنے عہد پر قائم رہو۔ کیونکہ خدا کو احتیاط کرنے والے لوگ بہت پسند ہیں، خدا ان کو دوست رکھتا ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس آیت میں مشرکین مکہ اور قبیلہ بنی بکر کو بد عہد فرمایا، اور قبیلہ خزاعہ کو عہد پر قائم رہنے والے لوگوں میں شمار فرمایا۔ اور حدیبیہ کے صلح نامہ کو عہد فرمایا۔ حدیبیہ کی صلح کو صاف طور پر حرم کی حد کے اندر کا عہد جو نہیں فرمایا، اس سے یہ معلوم ہوا کہ حدیبیہ حد حرم کے باہر ہے۔

كَيْفَ وَ اِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ تَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۚ﴿۸﴾ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹﴾ لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّ لَا ذِمَّةً ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ﴿۱۰﴾

مشرکوں [۱] کا عہد کیونکر (قائم) رہے جب کہ ان کا حال یہ ہے کہ اگر وہ تم پر غلبہ پا جاویں تو نہ تو تمہارے لئے قرابت کا لحاظ کریں نہ کسی عہد و پیمان کا، وہ صرف اپنے منہ کی باتوں سے تمہیں راضی کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں انکار ہے اور اکثر ان میں سے بے حکم (نافرمان) ہیں ﴿۸﴾ اللہ کی آیتوں کے [۲] عوض میں تھوڑے سے دام لیتے ہیں پس باز رکھا لوگوں کو خدا کی راہ سے، بے شک وہ بہت ہی برا کام کرتے ہیں ﴿۹﴾ کسی مومن کے لئے نہ تو قرابت کا لحاظ کرتے ہیں اور نہ کسی عہد کا اور یہی لوگ حد سے گزرے ہوئے ہیں ﴿۱۰﴾

[۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے دل کی باتوں سے آنحضرت ﷺ کو خبردار کیا کہ کیونکر ان لوگوں سے صلح قائم رکھ سکو گے۔ ان کی حالت تو یہ ہے کہ اگر مسلمانوں پر ان کا قابو پڑ جاوے تو ایک کو بھی زندہ نہ رکھیں۔ نہ قرابت کا لحاظ کریں اور نہ اپنے عہد کا۔ یہ لوگ بڑے ہی بے حکم ہیں۔ ان کے دل کب مانتے ہیں جو یہ اپنے قول پر قائم رہیں گے۔ غرضیکہ اس آیت میں زبان کا پاس نہ رکھنے اور بدعہدی کی بڑی مذمت آئی ہے۔

[۲] ان آیتوں میں فرمایا کہ ان لوگوں نے عہد کے پورا کرنے کے احکام الٰہی بہت ہی تھوڑی قیمت پر فروخت کر ڈالے، یہ اس واسطے فرمایا کہ جن لوگوں نے آنحضرت ﷺ سے عہد و پیمان کیا تھا کہ کچھ مدت تک آپ لڑائی موقوف کریں اور ہم کو مہلت دیں۔ ان لوگوں کو ابوسفیان نے کچھ لالچ دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ عہد توڑ ڈالو۔ اسی طرح طائف کے باشندوں نے بھی مال سے ان بدعہدوں کی مدد کی تھی۔ اس لئے فرمایا کہ یہ لوگ آپ تو عہد توڑتے ہیں مگر دوسروں کو بھی راہ حق سے روکتے ہیں کہ دین اسلام قبول نہ کرو۔ پھر فرمایا کہ یہ کام انکا بہت ہی برا ہے۔ اپنے قرابت کے لوگوں کا بھی خیال نہیں کرتے ہیں کہ مسلمانوں میں ان کے کنبے کے بھی آدمی ہیں، آخر کچھ تو قرابت کا پاس ہو۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ اپنے قول پر کیونکر قائم رہتے یہ تو حد سے تجاوز کرنے والے ہیں، نہ ان کی زبان کا اعتبار ہے نہ ان کے فعل کا اعتبار ہے اگر یہ لوگ شرک و کفر سے باز آ کر اسلام میں داخل ہو

فَاِنۡ تَابُوۡا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخۡوَانُكُمۡ فِى الدِّيۡنِ‌ؕ وَنُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۱۱﴾ وَاِنۡ نَّكَثُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ عَهۡدِهِمۡ وَطَعَنُوۡا فِىۡ دِيۡنِكُمۡ فَقَاتِلُوۡۤا اَئِمَّةَ الۡكُفۡرِ‌ۙ اِنَّهُمۡ لَاۤ اَيۡمَانَ لَهُمۡ لَعَلَّهُمۡ يَنۡتَهُوۡنَ ﴿۱۲﴾ اَلَا تُقَاتِلُوۡنَ قَوۡمًا نَّكَثُوۡۤا اَيۡمَانَهُمۡ وَهَمُّوۡا بِاِخۡرَاجِ الرَّسُوۡلِ وَهُمۡ بَدَءُوۡكُمۡ اَوَّلَ مَرَّةٍ‌ؕ

پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم رکھیں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں، اور ہم آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں ﴿۱۱﴾ اور[۱] اگر جو اپنی قسمیں توڑیں بعد اپنے عہد کرنے کے اور تمہارے دین (اسلام) پر طعن کریں پس لڑو کفر کے سرغنوں سے، بے شک ان کی قسمیں کچھ بھی نہیں شاید کہ وہ (ظلم بدعہدی سے) باز آجائیں ﴿۱۲﴾ (مسلمانو!)[۲] کیا تم جنگ نہیں کرو گے اس گروہ سے جنہوں نے اپنی قسمیں توڑ ڈالیں اور رسول کے جلاوطن کرنے کا ارادہ کیا حالانکہ انہوں نے پہل کی تم سے عہد کے توڑنے کی۔

جائیں تو پھر تمہارے دینی بھائی ہو جائیں گے۔ اور ہر قسم کے نفع ونقصان میں تمہارا ان کا ساتھ ہو جاوے گا اور یہ باتیں جو تفصیل کر کے اللہ نے بتلائی ہیں یہ علم والوں کے لئے ہیں۔ جو جاہل مطلق ہیں انہیں سمجھ ہی کیا ہے کہ کسی بات کو سمجھیں بوجھیں۔

[۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ یہ مشرک لوگ اگر اپنا عہد توڑ دیں اور تمہارے سچے دین میں نقص نکالیں، اور عیب لگائیں تو ان کے سرداروں کو چن چن کر مارو اور قتل کرو کہ یہ سب فساد ان ہی کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ بیچارے غریب لوگ کیا سر اٹھاویں گے جب تک انہیں بڑے بڑے لوگ کچھ مدد نہ دیں۔

[۲] قریش کے خلاف معاہدہ اور بدعہدی کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، اور مسلمانوں کو ترغیب دلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قریش کی دوسری شرارت نبی وقت کو مکہ سے نکال دینے کی جو ذکر فرمائی ہے۔ صحابہ کے قول کے موافق اس قصہ کا حال یہ ہے کہ حدیبیہ کی صلح کے وقت مشرکین مکہ نے اپنے دل میں یہ بات ٹھان لی تھی کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ عمرہ کی نیت سے مکہ میں داخل ہوں تو ان کو زبردستی مکہ سے نکال دیویں۔ قبیلہ خزاعہ کے لوگ اس مشورہ میں شریک نہیں ہوئے اور صلح کے زمانہ میں انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی حمایت اپنے حق میں بہتر خیال کی۔ اس عداوت کے سبب سے مشرکین مکہ نے قبیلہ بنی بکر کو خزاعہ سے لڑنے پر آمادہ کیا اور خود قبیلہ بنی بکر کی مدد کی۔ اسی کو مشرکین مکہ کی پہلی چھیڑ فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ ایسے بدعہد لوگوں سے لڑنے میں کسی ایماندار شخص کو کچھ تامل اور ڈر نہ چاہیے۔ کیونکہ ایماندار

اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۳ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۴ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۱۵ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ

کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ پس اللہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ تم اس سے ڈرو اگر مسلمان ہو ۝۱۳ پس ۱؎ تم ان سے جنگ کرو اللہ تمہارے ہاتھوں ان کو عذاب کرے گا اور رسوا کرے گا اور تم کو ان پر فتح دے گا اور جماعت مومنین کا دل ٹھنڈا کرے گا ۝۱۴ اور ان کے دلوں کا غصہ دفع کرے گا اور اللہ جس کی چاہے گا توبہ قبول فرمادے گا اور اللہ جاننے والا مضبوط تدبیر والا ہے ۝۱۵ کیا تم یہ ۲؎ خیال کرتے ہو کہ تم یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ ابھی تو اللہ نے

لوگوں کے دل میں سوائے اللہ کے ڈر کے اور کوئی ڈر نہ ہونا چاہیے۔ اس لئے کہ جس شخص کے دل میں اللہ کا ڈر ہوتا ہے اس کو عقبیٰ کے سب مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں۔

جنگ کا حکم

۱؎ مشرکین نے اپنا عہد توڑا اور یہ بھی ارادہ کیا کہ رسول خدا کو مکہ سے نکال دینا چاہیے اور چھیڑ ان کی طرف سے شروع ہوئی تو اب ان سے لڑنا بلا شک ضرور ہے۔ اللہ اپنی مدد سے تمہیں ان پر غالب کرے جس سے مسلمانوں کے خیر خواہ بنی خزاعہ کا بدلہ لینے سے مسلمانوں کے دل کی بھڑاس نکلے اور ان کے دل ذرا ٹھنڈے ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے پیشین گوئی کے طور پر فرمایا کہ ان کفار میں سے بعضے بعضے اپنے کفر سے توبہ بھی کریں گے وہ لوگ خدا کے علم میں ہیں وہ جس کو چاہتا ہے ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے اور جس کی چاہتا ہے توبہ قبول کرتا ہے وہ بڑا جاننے والا ہے۔ اسے اگلی پچھلی باتوں کی خبر ہے اور بڑا ہی حکمت والا ہے۔ جتنی باتیں اس کی ہوتی ہیں کوئی حکمت سے خالی نہیں ہوتیں۔ چنانچہ یہ سب باتیں پوری ہوئی ہیں۔ بنی خزاعہ کا پورا بدلہ مشرکین سے لیا گیا مشرکین مکہ کو بے انتہا ذلت ہوئی۔ مکہ فتح ہوا، مشرکین کے سرداروں میں سے بڑے بڑے لوگ ایمان بھی لائے۔ ابوسفیان بن حرب اور عکرمہ بن ابوجہل و سہیل بن عمرو جو چیدہ سردار تھے آخر کو مسلمان ہو گئے۔

مسلمانوں کی جانچ

۲؎ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ کیا تمہارا یہ گمان ہے کہ دین کی لڑائی سے تمہاری آزمائش نہ ہوگی، یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے۔ یعنی جہاد اسی واسطے فرض کیا گیا ہے کہ خدا مسلمانوں کا امتحان لے اور جانچ لے کہ کون اس

الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ عَلٰٓي اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ښ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾

ان لوگوں کی پوری طرح سے پہچان نہ کرائی جنہوں نے تم میں سے جہاد کیا ہے، اور نہیں پکڑا ہے انہوں نے سوائے اللہ کے اور اس کے رسول کے اور مومنوں کے کوئی خاص دوست اپنا، اور اللہ کو سب خبر ہے ﴿۱۶﴾ جو تم کام کرتے ہو مشرکوں ا؎ کا کام نہیں کہ اللہ کی مسجدیں آباد کریں اور اس حالت میں کہ خود کفر کا اقرار بھی کرتے جائیں خ یہ وہ لوگ ہیں ان کے سارے عمل اکارت گئے اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہنے والے ہیں ﴿۱۷﴾

کے حکم کا مطیع ہے اور کون اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ کو نیک و بد سب کا حال معلوم ہے مگر اللہ تعالیٰ نے سزا و جزا کا دارومدار اپنے علم ازلی پر نہیں رکھا ہے اس لئے اس نے اس جہاد کا حکم دیا ہے تاکہ ہر ایک شخص کے اصلی حال سے لوگوں کو واقفیت ہو جاوے۔

جہاد سے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بحث، شرک کی وجہ سے نیک عمل رائیگاں ہو جاتے ہیں

ا؎ **شان نزول:** اس کا حاصل یہ ہے کہ بدر کی لڑائی میں قریش کے ستر آدمی جو گرفتار ہوئے اور ان میں حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ تو مسلمانوں نے ان ستر آدمیوں کے روبرو بت پرستی اور شرک کی مذمت بیان کی۔ یہ مذمت سن کر حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: ''ہم بھی مکہ میں اچھے کاموں میں لگے ہوئے تھے۔ مسجد حرام کو آباد رکھتے تھے حاجیوں کو پانی پلاتے تھے''۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرما دیا کہ بغیر اسلام خالص کے یہ اچھے کام اللہ کے نزدیک کچھ قبول نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ بغیر صفائی عقیدہ کے کوئی ظاہری عمل قبول نہیں ہوتا۔ یہ بت پرست لوگ مسجد حرام میں طواف کے وقت اللہ کے نام کے ساتھ بتوں کو پکارتے ہیں ایسے لوگوں سے اللہ کی مسجدیں کیا آباد ہو سکتی ہیں۔ اللہ کی مسجدیں تو ایسے لوگوں سے آباد ہو سکتی ہیں جو خالص دل سے اللہ کی ہر طرح کی عبادت کرتے ہیں اور یہ بت پرست لوگ حاجیوں کے پانی پلانے اور مسجد حرام میں آنے جانے کو اللہ کی وحدانیت اور حشر پر ایمان لانے کے اور دین کی لڑائی کے برابر جو سمجھتے ہیں یہ ان کی بے انصافی ہے۔ کیونکہ ہر عبادت کرنے والے کو ضروری ہے کہ پہلے صحیح طور پر اپنے معبود کو پہچان لیوے۔ بت پرستی کے سبب سے ان لوگوں میں جب یہ بات نہیں ہے تو اللہ کے نزدیک نہ یہ لوگ اللہ کے پہچاننے والوں کے برابر ہو

إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَخْشَ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُهْتَدِينَ ﴿١٨﴾ أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۚ لَا يَسْتَوُونَ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٩﴾ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ﴿٢٠﴾ يُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ وَرِضْوَانٍ وَجَنَّاتٍ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمٌ مُقِيمٌ ﴿٢١﴾

وقف لازم

فی الحقیقت اللہ کی مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کسی کا ڈر نہیں مانتے، پس امید ہے کہ ایسے لوگ ہوں گے ہدایت پانے والوں میں سے ﴿۱۸﴾ پس کیا تم لوگوں نے ٹھہرا رکھا ہے کہ حاجیوں کے لئے سبیل لگا دینی اور مسجد حرام کی خدمت کرنی اس کے برابر جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا، وہ برابر نہیں اللہ کے نزدیک اور اللہ ظالم قوم کو راہ نہیں دکھاتا ﴿۱۹﴾ جو لوگ کہ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا خدا کی راہ میں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے تو ان کا درجہ بڑا ہے اللہ کے نزدیک اور یہی لوگ ہیں مراد پانے والے ﴿۲۰﴾ ان کا پروردگار ان کو بشارت دیتا ہے اپنی طرف سے رحمت کی اور رضامندی کی اور (جنت کے) ایسے باغوں کی ﴿۲۱﴾

سکتے ہیں نہ ان کی کوئی عبادت خداشناس لوگوں کی عبادت کے برابر ہوسکتی ہے۔ اس لئے اللہ کی بارگاہ میں تو ان ہی لوگوں کے نیک کاموں کے بڑے بڑے اجر ہیں جو اللہ کو معبود حقیقی جانتے ہیں اور خالص دل سے اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ جن کی عبادت میں شرک یا دنیا کے دکھاوے کا کچھ لگاؤ ہے ان کی عبادت رائیگاں ہے۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۲۲﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْۤا اٰبَآءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ

کہ ان میں دائمی نعمت ہے وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے بیشک اللہ کے پاس بڑا اجر ہے ﴿۲۲﴾ ۱؎ اے مسلمانو! تم نہ سمجھو اپنے باپوں اور اپنے بھائیوں کو (اپنا) دوست، اگر وہ ایمان کے مقابلہ پر کفر اختیار کریں اور جو کوئی تم میں سے ان کے ساتھ دوستی رکھے گا پس ایسے ہی لوگ ظالم ہیں ﴿۲۳﴾ ۲؎ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں سے) فرماؤ: ''اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارے کنبہ والے۔

ہجرت اور جہاد کا حکم

۱؎ **شان نزول:** حضرت عباس اور طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی کہ جب یہ دونوں مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرنے سے رک گئے تو یہ فرمایا کہ تم لوگ جب ایمان لاچکے تھے تو تم کو اپنے باپ بھائی کے سبب سے ہجرت کو نہ چھوڑنا چاہیے تھا کیونکہ وہ رشتہ دار تو ایسے ہیں جو کفر پر جمع ہوئے ہیں اور ایمان کے مقابلہ میں کفر کو اچھا جانتے ہیں۔ اس لئے جو کوئی ان کی رفاقت کرے گا وہ تو ظالم ہے۔

رسول کی فرمانبرداری عین اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہے

۲؎ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم ایمان لانے کے بعد قرابتداروں اور ترقی مال وتجارت اور اچھے اچھے مکانوں کے آباد رکھنے کی الفت میں ایسے گرفتار ہوگئے کہ ان چیزوں سے زیادہ خدا اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں جہاد کرنے کو عزیز نہ جانو گے، تو ایسی حالت میں تمہارا ایمان پورا نہیں ہوسکتا ہے، اور اگر انہی چیزوں کی محبت میں پڑے رہو گے تو پھر خدا کے عذاب کے منتظر رہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ سمجھے۔ کیونکہ احکام الٰہی اللہ کے رسول کے ذریعہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ اس واسطے اللہ کے رسولوں کی اطاعت عین اللہ کی اطاعت ہے۔ پھر فرمایا کہ جن لوگوں میں یہ اطاعت کا مادہ نہیں ہے وہ نافرمان لوگ ہیں اور ایسے نافرمان لوگوں کو زبردستی راہ راست پر لانا انتظام الٰہی کے برخلاف ہے۔ اس لئے ایسے لوگوں کو نافرمانی کی سزا کا منتظر رہنا چاہیے۔

وَ اَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَاۤ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّ يَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ

اور تمہارا مال جو تم نے کمایا ہے اور تمہاری وہ تجارت جس کے نقصان کا تمہیں اندیشہ ہے اور وہ مکانات جنہیں تم پسند کرتے ہو یہ ساری چیزیں تمہیں زیادہ محبوب ہوں اللہ سے اور اسکے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ حکم لائے اور اللہ قوم فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا ﴿۲۴﴾ (مسلمانو!) بیشک ا اللہ نے تم کو بہت جگہ مدد دی (جب کہ تمہیں اپنی قلت وکمزوری سے کامیابی کی امید نہ تھی) اور حنین کے دن بھی۔

غزوہ حنین

ا فتح مکہ کے بعد قریب دو ہفتہ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں (قیام) کیا۔ اسی اثناء میں آپ کو خبر پہنچی کہ حنین کے میدان میں ہوازن اور ثقیف قبیلہ کے چار ہزار آدمی اپنے اونٹ اور بکریاں لے کر مسلمانوں سے لڑائی کی نیت سے جمع ہوئے ہیں۔ آپ نے یہ سنتے ہی مسکرا کر فرمایا کہ: کل ان شاء اللہ تعالیٰ وہ سب اونٹ اور بکریاں مسلمانوں کا مال غنیمت ہو جاوے گا۔ مدینہ سے جب فتح مکہ کی نیت سے آپ نکلے تھے تو آپ کے ساتھ دس ہزار کا لشکر تھا۔ وہی لشکر آپ نے اپنے ساتھ لیا اور حنین کی چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اب فتح مکہ کے وقت دو ہزار کے قریب جو لوگ مسلمان ہوئے تھے وہ بھی ساتھ ہو گئے۔ بعضے صحابہ کی زبان سے یہ کلمہ بھی نکل گیا تھا کہ آج ہمارا لشکر بہت ہے اس لئے ہم کسی سے اب مغلوب نہ ہوں گے۔ اس لئے اول میں مسلمانوں کی فتح ہو کر جب مسلمان لوٹ کر طرف متوجہ ہوئے تو دشمنوں نے موقع پا کر ایسے تیر برسائے کہ مسلمانوں کے پیر اکھڑ گئے۔ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو بہت بلند آواز تھے لوگوں کو آواز دلوائی اور بلوایا اور پھر صف بندی کر کے مقابلہ کیا، اور بدر کی طرح خاک کی ایک مٹھی دشمنوں کی طرف پھینکی اور اللہ تعالیٰ سے فتح کی دعا کی۔ آسمان سے کچھ فرشتے بھی تسکین کے لئے آئے اور اللہ نے فتح دی۔ اس لڑائی میں چھ ہزار لونڈی غلام اور چوبیس ہزار اونٹ اور چالیس ہزار بکریاں یہ لوٹ مسلمانوں کے ہاتھ لگی۔ تھوڑے روز کے بعد ہوازن قبیلہ کے لوگ اسلام لائے اور اپنا مال انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے واپس مانگا۔ آپ نے ان کے اہل وعیال کی واپسی کا حکم تو دیا مگر مال مسلمانوں ہی کے پاس رہا۔

إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ ﴿٢٥﴾ ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ عَلَىٰ مَن يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٢٧﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هَٰذَا ۚ

جب کہ تم اپنی کثرت پر اترا گئے تھے پھر وہ کثرت تمہارے کچھ کام نہ آئی اور زمین باوجود فراخ ہونے کے تم پر تنگ ہوگئی پھر تم میدان سے پیٹھ دے کر پھر گئے ۱ ﴿۲۵﴾ پھر اللہ نے اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر اپنی طرف سے تسکین اتاری اور ایسے لشکر اتارے جو تمہیں نظر نہیں آئے اور کافروں کو عذاب دیا اور منکروں کی یہی سزا ہے ﴿۲۶﴾ پھر اس کے بعد اللہ جس کو چاہے گا توبہ (کی توفیق) دے گا، اور خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۲۷﴾ اے مسلمانو! ۲ مشرک تو نرے ناپاک ہیں پس چاہئے کہ وہ مسجد الحرام کے پاس نہ آنے پائیں اس سال کے بعد سے۔

گنہگاروں کی توبہ

۱ جنگ حنین میں مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے تسکین پیدا کردی، اور علاوہ اس تسکین کے دوہری تسکین کے لئے آسمان سے فرشتے بھی بھیج دیئے۔ مسلمانوں کے لشکر میں اس تسکین سے پہلے ایک صورت شکست کی پیدا ہوگئی تھی اس لئے اس دوہری تسکین کا یہ انتظام فرمایا گیا جس سے مسلمانوں کے دل خوب مضبوط ہوگئے اور وہ دوبارہ خوب جم کر لڑے۔ اس دوبارہ کی لڑائی میں مخالفوں کے بہت سے آدمی مارے گئے، ان کے بال بچے تو قید ہوگئے اور ان کا مال لوٹ لیا گیا جس کا ذکر اوپر گزرا۔ غرضیکہ ان سب کو مخالفوں کے کفر کی سزا فرمائی۔ یہ پوری سزا تو انہیں کے حق میں ہوئی جن کا حالت کفر پر قتل ہونا علم الٰہی میں قرار پاچکا تھا اور جن کے نصیب میں کفر و شرک سے توبہ کا کرنا لکھا تھا، ان کی جانیں بھی بچ گئیں اور انہوں نے توبہ بھی کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے ان کی توبہ قبول بھی کی اور ان کے بال بچے بھی ان کو واپس مل گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے میں گنہگاروں کے حال پر بڑا ہی مہربان ہے۔

۲ مشرک ناپاک ہیں: اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے حق میں یہ حکم فرمایا کہ یہ لوگ ناپاک ہیں اس لئے ۹ھ کے بعد یہ لوگ حرم

وَ اِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ لَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ لَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ وَ لَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّ هُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ ع

اور اگر تمہیں ۱؎ (ان کی آمد و رفت کے بند ہو جانے سے) تنگ دستی کا ڈر ہے تو عنقریب اللہ تم کو دولتمند کر دے گا اپنے فضل سے اگر چاہے گا بیشک اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ۲؎ ﴿۲۸﴾ (اے مسلمانو!) ان سے جنگ کرو جو ایمان نہیں لاتے ہیں اللہ پر اور نہ قیامت کے دن پر اور حرام نہیں جانتے ہیں اس چیز کو جس کو خدا نے اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اور نہیں اختیار کرتے سچے دین کو یعنی وہ لوگ جنہیں کتاب (الٰہی توریت و انجیل) دی گئی (لڑو) جب تک کہ وہ ذلیل ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ نہ دیں ﴿۲۹﴾

شریف میں داخل نہ ہونے پائیں۔ کیونکہ کفر شرک جو انکے دلوں میں ہے وہ نجاست سے بھی بڑھ کر ہے اسلیئے کہ یہ لوگ پلید ہیں۔

حرم شریف میں مشرکوں کی (ممانعت) اور رزق کا ذکر

۱؎ **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ جب ۹ھ میں آنحضرت ﷺ نے موسم حج کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مکہ بھیج کر عام حکم سورۂ برأت کا سنوا دیا کہ آئندہ سال سے کوئی مشرک حج کو نہ آسکے، اور مکہ میں انہی لوگوں کے سبب سے تجارت کرنے اور کھانے پینے کا سامان لا کر اہل مکہ کی گزر ہوتی تھی۔ اب جب ان کا حرم کا آنا بند ہو گیا تو ان کا مکہ کا سفر بھی باقی نہ رہا۔ کیونکہ رسم جاہلیت کے موافق حج کے ارادہ سے یہ لوگ موسم حج پر مکہ کو آیا کرتے تھے۔ اس لئے ان لوگوں کے مکہ میں نہ آنے سے مکہ کے لوگوں کو بڑا تردد ہوا کہ اب کھانے پینے کی گزر کیونکر ہوگی۔ ۸ھ میں فتح مکہ ہو کر اکثر اہل مکہ مسلمان ہو چکے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی تسکین اور ان کا تردد رفع کرنے کی غرض سے یہ آیت نازل فرمائی اور پھر جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ فرمایا تھا بہت جلد اس کا سبب بھی یہ پیدا کر دیا کہ اہل یمن جو مسلمان ہو گئے تھے وہ ہر طرح کا تجارت کا سامان مکہ میں لانے لگے۔

جزیہ کا حکم

۲؎ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مشرکوں سے اس واسطے لڑو کہ یہ لوگ بت پرست اور قیامت کے منکر ہیں اور اہل کتاب بھی مومن نہیں ہیں۔ کیونکہ یہود نے حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ٹھہرایا اور نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عُزَيْرُ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللّٰهِ ۖ ذٰلِكَ قَوْلُهُم بِأَفْوَاهِهِمْ ۖ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ ۚ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ ﴿۳۰﴾ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ

اور یہودیوں نے کہا کہ ۱ عزیر اللہ کا بیٹا ہے اور کہا نصاریٰ نے کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے، یہ انکی باتیں ہیں محض انکی زبان سے نکالی ہوئی، ان کافروں جیسی باتیں بناتے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے، خدا انہیں غارت کرے کہاں بھکے چلے جارہے ہیں ﴿۳۰﴾ (انہوں ۲ نے) اللہ کو چھوڑ کر اپنے پادریوں اور جوگیوں کو خدا بنالیا اور مسیح بیٹے مریم کو۔

میں خدا یا خدا کا بیٹا ہونے کا گمان کیا۔ پھر فرمایا اگرچہ یہ لوگ اس بات کے بظاہر قائل ہیں کہ دوزخ جنت ہے مگر حقیقت میں ان کا ایمان اس پر نہیں ہے۔ علاوہ اس کے خدا نے جن چیزوں کو حرام بتایا ہے یہ لوگ حرام نہیں سمجھتے۔ پھر فرمایا کہ یہ اہل کتاب دین اسلام کو اختیار نہیں کرتے حالانکہ یہ دین اسلام سارے پچھلے دینوں کا ناسخ ہے۔ اسی میں پارسی لوگ بھی شامل ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے دین کی لڑائی کی حد جزیہ کو ٹھہرایا اور فرمایا کہ جب تک یہ لوگ خوشی سے جزیہ نہ دیں ان سے لڑے جاؤ تا کہ ہمیشہ بلا جبر ادا کریں۔

یہود و نصاریٰ کو بد دعا

۱ مطلب یہ ہے کہ نصاریٰ، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہنے لگے، جس طرح ان سے پہلے یہود نے عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا تھا۔ بہر حال خدا تعالیٰ نے خفگی سے یہ فرمایا کہ خدا انہیں غارت کرے۔ یہ کیونکر ایسی باتیں کہتے ہیں اور کس طرح راہ حق سے بھٹکتے پھرتے ہیں۔ آسمانی کتابوں میں بہت سی دلیلیں اللہ کی وحدانیت کی ان کے پیش نظر ہیں۔ اور بہت سی حجتیں اس بات پر قائم ہو چکیں کہ خدا اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں، نہ اس کی بی بی ہے نہ اس کا بیٹا۔ یہ باتیں مخلوق کے ساتھ مخصوص ہیں خالق جل شانہ ان باتوں سے بالکل پاک ہے۔

عالم و درویشوں کی حالت

۲ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب نے حلال و حرام میں حضرات عالم اور درویشوں کی پیروی کی اور ان کے کہنے پر چلے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا یہ ان کو بھی اللہ کہنے لگے۔ حالانکہ یہ حضرت مریم علیہا السلام کے شکم مبارک سے پیدا ہوئے اور جس طرح اور آدمی کھاتے پیتے چلتے پھرتے ہیں وہی حال ان کا ہے۔ پھر فرمایا کہ ان کو اور کسی بات

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۳۲﴾ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ

النصف

حالانکہ ان کو حکم تو یہی کیا گیا تھا کہ (صرف) ایک خدا کی عبادت کریں اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں وہ پاک ہے انکے شرک سے ﴿۳۱﴾ وہ ۱ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھادیں (یعنی دین اسلام کو) اور اللہ نہ مانے گا اس کے سوا کہ پورا کرے اپنے نور کو (یعنی دین اسلام کو غلبہ دے) اگرچہ کافر برامانیں ﴿۳۲﴾ وہی تو ہے کہ جس نے اپنا رسول مکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو سب دینوں پر غالب کرے اگرچہ برامانیں مشرک ﴿۳۳﴾ اے ایمان والو! ۲ بیشک (یہود اور نصاریٰ کے) پادری۔

کا حکم ہی نہیں دیا گیا تھا بلکہ آسمانی کتابوں میں ان کو یہی بتلایا گیا تھا کہ صرف اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اور اللہ کی ذات کا کوئی شریک نہیں ہے وہ تو اکیلا ہے اور شرک سے بالکل بری ہے۔

یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ کی ناجائز حرکت

۱ اللہ ایک نے اس آیت میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ کی ایک اور حالت بیان فرمائی کہ یہ سب مل کر خدا کا دین جو نہایت سچا ہے، اور اس کی روشنی آفتاب سے بھی کہیں زیادہ ہے، اس کو اپنی ان ایجادی باتوں سے اس طرح بجھانا چاہتے ہیں جس طرح کوئی پھونک سے چراغ کو بجھانا چاہے۔ پھر فرمایا کہ ان کی ان باتوں سے کیا ہوتا ہے، اللہ تو اپنے دین کو پھیلا کر رہے گا، یہ لوگ اگر برامانیں تو برامانا کریں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے رسول برحق خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دین حق دے کر بھیجا ہے تا کہ اس دین کو تمام روئے زمین کے دینوں پر غالب کر کے ظاہر کردے۔ اس پر یہ مشرک برامانیں تو مانا کریں اللہ سچا ہے اور اس کا وعدہ سچا ہے۔ اہل اسلام اور ان کے سردار جب تک شریعت الٰہی کے پابند رہے ان کے ہاتھوں سے اللہ تعالیٰ نے دن بدن اسلام کی روشنی کو بڑھایا۔

۲ اہل کتاب کے علماء اور درویش، زکوٰۃ نہ دینے کا عذاب: یہ ایک اور مذمت اہل کتاب کے عالموں کی بیان کی

وَ الرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ ؕ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ ﴿۳۵﴾

اور جوگی لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں، اور جو لوگ سونا اور چاندی جوڑ کر رکھتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے، پس ان کو بشارت دو عذاب درد دینے والے کی ﴿۳۴﴾ جس دن کہ اس (مال) کو دوزخ کی آگ سے تپایا جائے گا پھر اس سے داغ دیا جائے گا ان کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پیٹھوں کو، (کہا جائے گا): "یہ ہے ذخیرہ جو تم نے جمع کیا تھا اپنے واسطے پس (اس کا) مزہ چکھو جو کچھ جمع کرتے تھے" ﴿۳۵﴾

گئی ہے۔ اکثر علماء یہود و نصاریٰ، سچ میں جھوٹ ملا کر لوگوں کے مال کھا لیتے ہیں اور لوگوں کو راہ حق سے روکتے ہیں۔ ناحق سے مقصد ان کی وہ کتابیں ہیں جو انہوں نے لکھ رکھی ہیں خدا نے نہیں اتاریں۔ انہیں کتابوں کے حوالے سے لوگوں کی مرضی کے موافق فتوے دیتے تھے اور ان فتوؤں کے بدلے میں لوگوں سے مال لے کر کھاتے تھے۔ اور ان ایجادی فتوؤں کے سبب سے عام لوگوں کو تورات اور انجیل کے حکم سے روکتے تھے۔ مثلاً یہود کے علماء نے جس طرح سنگ باری کے حکم اور علماء نصاریٰ نے ختنہ کے حکم سے عام لوگوں کو روکا۔ اب آگے یہ جو فرمایا کہ جو لوگ سونے چاندی کو گاڑھتے ہیں یعنی مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ان سارے لوگوں کو آخرت کے دن کے دردناک عذاب کی یہ خبر سنا دو کہ اس مال کو دوزخ کی آگ میں تپایا جاوے گا اور اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور پیٹھ داغے جائیں گے اور کہا جاوے گا: "لو اب مال جمع کرنے کا مزہ چکھو"۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہے۔ اس تمام دن میں جنتی جنت میں اور دوزخی کے دوزخ میں جانے کا فیصلہ ہونے تک، زکوٰۃ کے ادا نہ کرنے والے لوگ اس جسم کے داغے جانے کی سزا میں گرفتار رہیں گے۔ جب جنتی جنت اور دوزخی دوزخ میں جا چکیں گے تو پھر ان زکوٰۃ کے نہ دینے والے لوگوں کا فیصلہ ان کے باقی کے عملوں کے موافق جدا ہوگا۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِیْ كِتٰبِ اللّٰهِ یَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ مِنْهَاۤ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ۬ فَلَا تَظْلِمُوْا فِیْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِیْنَ كَآفَّةً كَمَا یُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَ اعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۶﴾

بیشک اللہ[۱] کے نزدیک مہینوں کی گنتی بارہ مہینے کی ہے اللہ کی کتاب میں جس دن پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو ان (بارہ مہینوں) میں سے چار مہینے حرمت کے مہینے ہیں (یعنی رجب۔ ذی قعدہ۔ ذی الحجہ۔ محرم) یہ سچا دین ہے پس ان چار مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے ہر حال میں سے لڑو جیسا کہ وہ لڑتے ہیں تم سے ہر حال میں اور جان لو کہ اللہ متقیوں کے ساتھ ہے ﴿۳۶﴾

ذیقعدہ، ذوالحجہ، محرم، رجب ان چار مہینوں کی خاص فضیلت

[۱] **شان نزول:** مشرکین مکہ ایام جاہلیت میں ادب کے مہینوں کی کچھ خصوصیت باقی نہیں رکھتے تھے بلکہ لڑائی کے زمانہ میں اگر محرم کا مہینہ آتا تھا بے دسواس جنگ کرتے تھے اور اس کے عوض میں مثلاً صفر کے مہینہ کو محرم قرار دے لیتے تھے اسی کو نسئی بھی کہتے ہیں۔ جس کا ذکر آگے آوے گا غرضیکہ اسی امر کا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ذکر فرمایا کہ خدا کے نزدیک مہینے گنتی میں بارہ ہیں: محرم، صفر، ربیع الاول، ربیع الثانی، جمادی الاول، جمادی الثانی، رجب، شعبان، رمضان، شوال، ذیقعدہ، ذی الحجہ۔ ان مہینوں کو قمری مہینہ کہتے ہیں کیونکہ ان کا حساب چاند کی گردش سے واقع ہوتا ہے۔ ان بارہ مہینوں کے دن سال میں تین سو پچپن ہوتے ہیں، اور یہی مہینے عرب کے یہاں مروج چلے آتے ہیں اور مسلمانوں کے نماز، روزہ، حج وغیرہ کے معاملات ان ہی کے حساب سے ہوتے ہیں۔ شمسی سال جس کا شمار آفتاب کی گردش سے ہے تین سو پینسٹھ دن کا ہوتا ہے۔ اس واسطے قمری سال شمسی سال سے ہر برس دس روز کم میں تمام ہو جاتا ہے اور ہر سال میں اسی دس روز کی کمی سے قمری مہینے مختلف موسموں میں واقع ہوا کرتے ہیں اور اسی طرح خدا کی کتاب لوح محفوظ میں یہی حساب واقع ہے۔ پھر فرمایا کہ ان بارہ مہینوں میں سے چار مہینے ادب کے ہیں: ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم لگاتار اور ایک مہینہ سال کے درمیان میں رجب کا۔ ملت ابراہیمی کے موافق ان چار مہینے کی اہل عرب نہایت ہی حرمت وعظمت کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حرمت کو برقرار رکھا بلکہ اور بھی تاکید کردی کہ ان ادب کے مہینوں میں لڑائی کی ابتداء کر کے اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو کیونکہ ان مہینوں میں معصیت کے کرنے پر سخت عذاب ہوگا۔ پھر یہ حکم فرمایا کہ جس طرح کفار تم سے قتال کرتے ہیں تم بھی ان سے قتال کرو اور یہ جان رکھو کہ خدا پرہیزگاروں کے ساتھ ہے انہیں کی مدد ونصرت کرتا ہے۔

اِنَّمَا النَّسِیْٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الْكُفْرِ یُضَلُّ بِهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُحِلُّوْنَهٗ عَامًا وَّ یُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّیُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَیُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُیِّنَ لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۳۷﴾ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِیْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

سوا اس کے نہیں کہ ۱؎ (مہینوں کا) آگے پیچھے ہٹا دینا کفر کی زیادتی ہے اس کے ذریعہ سے کفار گمراہ کیے جاتے ہیں کہ وہ اس حرام مہینے کو ایک سال حلال ٹھہراتے ہیں (یعنی اس میں لڑائی جائز کر دیتے) اور پھر اسی کو دوسرے سال حرام مانتے ہیں تا کہ اللہ نے جو مہینے حرام کیے ہیں (صرف) ان کی گنتی پوری کر لیں اور جو اللہ نے حرام کیا ہے اسے حلال کر لیں، انکے برے کام ان کی آنکھوں میں بھلے لگتے ہیں، اور اللہ کافروں کو ہدایت نہیں دیتا ﴿۳۷﴾ (اے مسلمانو! ۲؎) تمہیں کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ میں (جہاد کرنے کو) نکلو۔

نسی ممنوع

۱؎ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین عرب کی یہ ایک اور گمراہی بیان فرمائی کہ ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب کی حرمت و عظمت کے معتقد تھے اور جب کبھی لڑائی کے زمانے میں یہ حرمت والے مہینے آ جاتے تو ان کو بہت شاق گزرتے۔ اس لئے انہوں نے یہ کیا کہ ایک مہینے کی حرمت دوسرے کی طرف ہٹانے لگے۔ محرم کی حرمت صفر کی طرف ہٹا کر محرم میں جنگ جاری رکھتے اور بجائے اس صفر کو ماہ حرام بنا لیتے اور جب اس سے بھی تحریم ہٹانے کی حاجت سمجھتے تو اس میں بھی جنگ حلال کر لیتے اور ربیع الاول کو ماہ حرام قرار دیتے۔ اس طرح تحریم سال کے تمام مہینوں میں گھومتی اور ان کے اس طرز عمل سے ماہ ہائے حرام کی تخصیص ہی باقی نہ رہی۔ اسی طرح حج کو مختلف مہینوں میں گھماتے پھرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجۃ الوداع میں اعلان فرمایا کہ اس طرح کے گھمانے والے مہینے جس کو نسئی کہتے ہیں گئے گزرے ہوئے۔ اب مہینوں کے اوقات کی وضع حکم الٰہی کے مطابق حفاظت کی جائے اور کوئی مہینہ اپنی جگہ سے نہ ہٹایا جائے۔ اس آیت میں نسی کو ممنوع قرار دیا گیا اور کفر پر کفر کی زیادتی بتایا گیا کیونکہ اس میں ماہ ہائے حرام میں تحریم قتال کو حلال جاننا اور خدا کے حرام کیے ہوئے کو حلال کر لینا پایا جاتا ہے۔ اصل میں شیطان نے ان کی نظروں میں اس کام کو اچھے کر کے دکھایا ہے مگر اللہ تعالیٰ ایسے کفار کو کبھی ہدایت پر نہیں لاتا۔

جنگ تبوک اور منافقوں کا ذکر

۲؎ **شان نزول:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ماہ رجب ۹ ھ میں غزوہ تبوک کا ارادہ کیا۔ تبوک شام کی طرف ایک جگہ ہے جو دمشق

اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ط اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ج فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۳۸﴾ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۵ لا وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْئًا ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۳۹﴾ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ

تو زمین پر بوجھل ہو جاتے ہو (اور سفر سے گھبراتے ہو) کیا تم نے دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے پسند کر لیا تو (یاد رکھو) دنیا کی آسائش آخرت کے مقابلہ میں کچھ نہیں مگر تھوڑی ﴿۳۸﴾ اگر تم (جہاد کے لئے) نہ نکلو گے تو اللہ تم کو سخت سزا دے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کر دے گا اور تم خدا کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے [۱] ﴿۳۹﴾ اگر تم رسول (کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدد نہ کرو گے تو (کیا ہوگا) بیشک مدد دی ہے ان کو اللہ نے۔

[۱] شان نزول: جب تبوک کی لڑائی کے وقت موسم گرما کی سختی اور سفر کی درازی کے سبب سے بعضے اہل مدینہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راستہ پر مدینہ سے چودہ منزل پر واقع ہے۔ اس وقت گرمی بڑی سخت پڑ رہی تھی اور درخت پھلوں سے لدے پڑے تھے۔ آپ نے بڑے سفر کا ارادہ کیا تھا اس لئے پہلے سے لوگوں کو تیار ہونے کو کہا۔ اکثر لوگ آپ کے ساتھ ہو گئے اور تھوڑے سے اپنے گھروں میں رہ گئے آپ کے ساتھ نہیں گئے۔ انہیں لوگوں کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ اے ایماندار لوگو! تم اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لا کر پھر اللہ کے رسول کے حکم سے سرتابی اور دین کی لڑائی میں شریک ہونے سے سستی کرتے ہو اور حیلے بہانے کر کے فقط ان خیالات سے گھروں میں بیٹھ رہے ہو کہ گرمی سخت ہے اور دور دراز کا سفر ہے اور مدینہ میں درخت خاردار ہو رہے ہیں جن کی خبر گیری ضرور ہے۔ پھر فرمایا کہ کیا تم لوگ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی کو بہتر جانتے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ دنیا فانی ہے اس کی نعمتیں ہمیشہ باقی نہیں رہیں گی تو پھر یہ دنیا کیونکر آخرت کے مقابل ہو سکتی ہے آخرت کی نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی ہیں، اس واسطے دنیا کا مال و متاع عقبیٰ کی نعمتوں کے آگے محض حقیر اور بے حقیقت ہے پھر فرمایا کہ اگر تم دین کی لڑائی میں پیچھے رہ جاؤ گے اور شریک نہ ہو گے تو تم پر سخت عذاب آنے لگیں گے اور آخرت میں بھی عذاب کئے جاؤ گے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تم لوگوں کا محتاج نہیں ہے اسے تو بہت بڑی قدرت حاصل ہے اگر تم اللہ کے رسول کا ساتھ نہ دو گے تو تمہاری جگہ وہ دوسری قوموں سے کام لے گا وہ اللہ کے رسول کا ساتھ دیں گے کیونکہ اللہ کو ہر طرح کی قدرت ہے۔

رسول کریم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت اور ان کی تمام صحابہ پر فضیلت اور ان کا منکر کافر

اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِیْنَتَهٗ عَلَیْهِ وَ اَیَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَ جَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِیْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰی ؕ وَ كَلِمَةُ اللّٰهِ هِیَ الْعُلْیَا ؕ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۴۰﴾

اس وقت کہ کافروں نے (مکہ سے) جلاوطن کیا صرف دو جان سے کہ جب وہ دونوں غار میں تھے جس وقت کہ کہتے تھے اپنے یار سے (یعنی ابوبکر صدیق سے) کہ کچھ غم نہ کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے، پھر اللہ نے ان کے قلب پر اپنا اطمینان اتارا اور ان کو ایسے لشکروں سے قوت دی جن کو تم لوگوں نے نہیں دیکھا اور کافروں کی بات نیچے ڈالی اور اللہ ہی کا بول بالا رہا، اور اللہ غالب مضبوط تدبیر والا ہے ﴿۴۰﴾

کے ساتھ سفر کو ٹال دیا تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس آیت میں ہجرت کے وقت کا ذکر فرما کر لوگوں کو یہ تنبیہ کر دی کہ اگر تم لوگ نبی وقت کی مدد میں کوتاہی کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کا محتاج نہیں ہے۔ جس طرح اس نے اپنے نبی ﷺ کی مدد ہجرت کے وقت کی ہے، اب بھی وہ مدد کرے گا ہجرت کا قصہ پہلے گزر چکا ہے کہ مکہ مکرمہ سے جبکہ کفار نے دار الندوہ میں حضور ﷺ کیلئے قتل وقید وغیرہ کے برے برے مشورہ کیے گئے۔ تو آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جبل ثور کے غار میں تین راتیں رہے۔ پہلے ہی دن کفار مکہ نے آپ کی تلاش میں آپ کا پیچھا بھی کیا یہاں تک کہ جب غار کے قریب یہ لوگ آئے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کفار کے قدم غار میں سے نظر آئے۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بڑا اندیشہ ہوا لیکن آنحضرت ﷺ نے تسکین کی اور فرمایا کہ اندیشہ کی کوئی بات نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اسی کا ذکر اللہ تعالیٰ نے آیت میں فرمایا۔ اسی واسطے علماء نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحابیت کا منکر اور قرآن کا منکر کافر ہے۔ جب تک آنحضرت ﷺ اس غار میں رہے اس وقت تک اللہ تعالیٰ نے اس غار کے گرداگرد فرشتے تعینات کر دیئے تھے جس سے غار کے اندر تک کسی مشرک کی نگاہ نہیں پہنچ سکتی تھی۔ غار سے روانہ ہونے کے بعد کفار مکہ نے آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مارنے یا پکڑ کے لانے والے کا انعام سو اونٹ قرار دیئے تھے۔ اس لالچ سے ایک شخص سراقہ بن جعشم نے گھوڑے پر چڑھ کر آپ کا پیچھا کیا اور جب آپ کے قریب پہنچا تو اس کا آدھا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔ جب اس نے پکار کر حضور ﷺ سے امان مانگی تو اس کا گھوڑا نکلا۔ وہ خالی شرمندہ ہو کر واپس آیا۔ حضور ﷺ مدینہ پہنچے تو وہاں مسجد نبوی بنوائی۔ پھر فرمایا کہ اپنی زبردست حکمت سے اللہ تعالیٰ نے دن بدن شرک کو گھٹایا اور توحید کو بڑھایا۔ مشرکوں کو یہاں تک بے بس کر دیا کہ انہوں نے اپنے جھوٹے معبودوں کی ذلت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور انکی کچھ حمایت نہ کر سکے۔

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَ اَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّ سَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَ لٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾ ع

(اے مسلمانو!) کوچ کرو (خواہ) ہلکے (ہو) ۱؎ اور (خواہ) بھاری (ہو) اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرو، یہ تمہارے لئے (بہت) بہتر ہے اگر تم سمجھتے ہو ﴿۴۱﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم جو تم دعوت کرتے ہو اس میں ۲؎) اگر کچھ مال قریب (ملنے والا) ہوتا اور آسان سفر ہوتا تو بیشک یہ لوگ تمہارے ساتھ جاتے ولیکن انکو مسافت کی راہ دور دکھائی دی اور عنقریب یہ لوگ اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم میں طاقت ہوتی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ چلتے۔ یہ (جھوٹی قسمیں کھا کر) اپنی ہی جانوں کو ہلاک کرتے ہیں اور اللہ (تو) جانتا ہے کہ بیشک یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں ﴿۴۲﴾

جہاد کا حکم

۱؎ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے جہاد میں جانے کا حکم فرمایا کہ تم کسی حال میں ہو خواہ تم پر جہاد ہلکا ہو خواہ بھاری ہو، تم اپنی جان و مال سے خدا کی راہ میں جہاد کرو۔ دین کی لڑائی میں جو واپس آیا تو اجر و غنیمت لے کر، پھر اگر شہید ہوا تو جنت میں داخل ہوگا۔

جنگ تبوک میں منافقوں کا جھوٹا عذر کرنے کا ذکر

۲؎ اس آیت میں ان منافقوں کا حال ہے جو منافق اپنے نفاق کے سبب سے جھوٹے عذر کر کے جنگ تبوک میں شریک نہ ہوئے اور گھروں میں بیٹھ رہے۔ ان کے حق میں فرمایا کہ یہ لوگ اس خیال سے رہ گئے کہ دور دراز کا سفر ملک شام کی طرف کرنا پڑے گا اور وہاں غنیمت کا مال خدا جانے ملے یا نہ ملے۔ غرض کہیں نزدیک جانا ہوتا اور غنیمت بھی آسانی سے دستیاب ہوتی تو یہ لوگ تمہارے ساتھ جاتے، مگر لمبے سفر کو انہوں نے مشقت خیال کیا پھر یہ فرمایا کہ جب تم مدینہ کو واپس جاؤ گے تو قسمیں کھا کھا کر یہ لوگ عذر بیان کریں گے کہ ہمارے پاس راہ خرچ نہیں تھا، اس واسطے ہم جہاد میں شریک نہیں ہوئے۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ جھوٹ بول بول کر اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالنا چاہتے ہیں کیونکہ خدا خوب جانتا ہے کہ یہ لوگ اپنے قول میں جھوٹے ہیں۔ ان کے پاس بہت کچھ تھا مگر جھوٹ بول کر پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں۔

عَفَا اللّٰهُ عَنۡكَ ۚ لِمَ اَذِنۡتَ لَهُمۡ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيۡنَ صَدَقُوۡا وَ تَعۡلَمَ الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۴۳﴾ لَا يَسۡتَاۡذِنُكَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ اَنۡ يُّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَ اَنۡفُسِهِمۡ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا يَسۡتَاۡذِنُكَ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَارۡتَابَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ فَهُمۡ فِىۡ رَيۡبِهِمۡ يَتَرَدَّدُوۡنَ ﴿۴۵﴾

اللہ تمہیں [۱] معاف کرے تم نے انہیں اجازت کیوں دی (پیچھے رہ جانے کی) جب تک تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ لوگ سچے ہیں اور تم جان لیتے جھوٹوں کو ﴿۴۳﴾ (یاد رکھو کہ) جو [۲] اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں تم سے وہ لوگ چھٹی نہ مانگیں گے اس سے کہ اپنے مالوں سے اور جانوں سے جہاد کریں، اور اللہ خوب جانتا ہے پرہیز گاروں کو ﴿۴۴﴾ تم سے یہ چھٹی وہی طلب کرتے ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے اور ان کے دل شک میں پڑے ہوئے ہیں تو وہ لوگ اپنے شک میں خود سرگرداں ہیں ﴿۴۵﴾

[۱] جس طرح بدر کے قیدیوں سے وحی کے نازل ہونے سے پہلے آنحضرت ﷺ نے فدیہ لے لیا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی خفگی کا حکم آیا تھا۔ اسی طرح تبوک کی لڑائی کے وقت جن منافقوں نے بناوٹ کے عذر آنحضرت ﷺ کے روبرو پیش کئے اور آپ نے ان لوگوں کو مدینہ میں رہ جانے کی اجازت دے دی۔ اس پر خفگی کا حکم نازل ہوا مگر یہ خفگی کا حکم ایسا پیارا کا ہے کہ جس میں خفگی سے پہلے معافی کا ذکر ہے۔ خفگی کا حاصل یہ ہے کہ اجازت دینے میں اس قدر جلدی نہیں کرنی تھی بلکہ ذرا عذروں کو دریافت کرنا تھا تاکہ معلوم ہو جاتا کہ کس کس کے عذر سچے ہیں، اور کس کس کے بناوٹی عذر ہیں۔

[۲] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ ایماندار ہیں خدا پر اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں وہ کبھی گھر میں رہنے کی اجازت نہیں چاہتے ہیں۔ انہیں تو یہی بات پسند ہے کہ جس طرح ممکن ہو جان سے مال سے جہاد میں شریک ہوں۔ بلکہ اگر انہیں بیٹھ رہنے کا حکم بھی دیا جائے تو ان پر شاق گزرتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا حال بیان فرما کر یہ ذکر کیا کہ خدا سب کو جانتا ہے کون کون ان میں متقی ہیں۔ اور پھر یہ فرمایا کہ جو لوگ خدا پر پورا ایمان نہیں رکھتے اور نہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں، وہی لوگ بیٹھ رہنے کو پسند کرتے ہیں اور گھروں میں رہ جانے کی اجازت بھی چاہتے ہیں۔ کیونکہ ان کے دلوں میں دین کی طرف سے شک ہے اور یہ لوگ ہمیشہ شک کی حالت میں متردد ہیں۔

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا وَّلَا۟اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۴۸﴾

اور[۱] اگر وہ چاہتے (تمہارے ساتھ) جانا تو سفر کے واسطے سامان تیار کرتے ولیکن اللہ نے ان کا اٹھنا پسند نہ کیا تو ان میں کاہلی بھر دی اور فرمایا گیا کہ بیٹھ رہو بیٹھنے والوں کے ساتھ ﴿۴۶﴾ اگر وہ (تمہارے ساتھ) جاتے تو ان سے سوائے نقصان کے تمہیں کچھ نہ بڑھتا اور بیشک تم میں فتنہ پیدا کرنے کے فکر میں دوڑے دوڑے پھرتے اور تم میں (بعض لوگ) ان کے جاسوس موجود ہیں اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے ﴿۴۷﴾ بیشک انہوں نے پہلے ہی[۲] سے فتنہ اٹھانا چاہا تھا اور (اے محبوب دو جہاں ﷺ) تمہارے خلاف ہر طرح کی تدبیروں کو الٹ پلٹ کرتے ہی رہے یہاں تک کہ سچا وعدہ آ گیا اور اللہ کا حکم ظاہر ہوا اور وہ برا مانتے رہے ﴿۴۸﴾

منافقوں کا جاسوسی کرنے کا ذکر

[۱] اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے منافقوں کا حال بیان فرمایا کہ ان لوگوں کا ارادہ پہلے ہی سے اس لڑائی میں شریک ہونے کا بالکل نہ تھا۔ اگر یہ لوگ لڑائی میں شریک ہونا چاہتے تو ضرور سامان جنگ کرتے۔ جس طرح اور لوگوں نے اس کی تیاری کی تھی۔ پھر یہ فرمایا کہ اللہ کو بھی ان کا شریک ہونا پسند نہیں تھا۔ اسی واسطے اس نے ان کے دلوں میں نامردی پیدا کر دی اور یہ عذر وحیلہ کر کے رہ گئے۔ جس طرح عورتیں بچے بیمار اور معذور گھروں میں رہ جاتے ہیں انہیں بھی رہ جانا پڑا۔ یہ خدا کی بہت بڑی مصلحت تھی کیونکہ اگر یہ لوگ بھی لڑائی میں جاتے تو بجائے مدد کے فتنہ وفساد برپا کرتے۔ مسلمانوں کو خوف دلاتے۔ ایسی ایسی باتیں کرتے جس سے مومنوں کے جی چھوٹنے لگتے۔ کیونکہ تم میں سے وہ لوگ بھی ہیں جو تمہاری باتیں سن سن کر ان منافقوں کو اس کی خبر دیتے رہتے ہیں۔ جاسوسی کرتے ہیں، یہ لوگ کسی کا کچھ نہیں بگاڑتے بلکہ وہ اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں کہ اس جاسوسی اور منافقوں کی سزا بھگتیں گے۔ کیونکہ اللہ کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔ وقت مقررہ پر ان کے عملوں کی پرسش کرے گا۔

[۲] جنگ تبوک میں جانے پر منافقوں کے بناوٹی حیلے اور ان کے منصوبے کا جواب اور عملوں کا ذکر: اس

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۹﴾ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَاۤ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور ان (منافقوں) میں کوئی تم سے ۱؎ یوں کہتا ہے: ''مجھے اجازت دیجئے (گھر میں بیٹھا رہوں) اور مجھے فتنہ میں نہ ڈالئے'' آگاہ ہو کہ وہ (خود) فتنہ میں پڑے ہوئے ہیں اور بیشک جہنم گھیرے ہوئے ہے کافروں کو ﴿۴۹﴾ اگر تمہیں ۲؎ کوئی نعمت پہنچے تو ان کو (یعنی منافقوں کو) بری لگے اور اگر تمہیں کوئی پیش آئے مصیبت تو کہتے ہیں کہ ہم نے تو پہلے ہی سے اپنا کام درست کر رکھا تھا، اور وہ خوشیاں مناتے ہوئے لوٹتے ہیں ﴿۵۰﴾

آیت میں بھی انہیں منافقوں کا حال بیان فرمایا کہ کچھ اسی لڑائی پر موقوف نہیں ہے یہ لوگ پہلے ہی سے فتنہ و فساد برپا کرنے کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ خدا کا دین دب جائے۔ پھر فرمایا کہ ان کی کوئی تدبیر کارآمد نہیں ہوئی۔ آخر اللہ ہی کا بول بالا رہا اور یہ ناخوش ہوتے رہے۔

۱؎ **شان نزول:** اس کا حاصل یہ ہے کہ منافقین مدینہ میں سے ایک شخص قبیلہ بنی سلمہ کا سردار جد بن قیس تھا جس کی کنیت ابو وہب تھی۔ تبوک کی لڑائی میں جانے اور نصرانیوں سے لڑنے کا جب آنحضرت ﷺ نے اس سے ذکر کیا تو اس نے کہا کہ سب لوگوں کو معلوم ہے کہ میں عورتوں سے زیادہ رغبت رکھتا ہوں، شام کے ملک میں جا کر میں نصرانیوں کی عورتوں کو دیکھوں گا تو خواہ مخواہ فتنہ میں پڑ جاؤں گا۔ اس لئے مجھ کو تو مدینہ میں ہی چھوڑ جایئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ بڑا فتنہ نفاق کا ہے جس میں یہ لوگ پڑے ہوئے ہیں اس فتنہ کے سبب سے یہ ایسے جھوٹے عذر کرتے ہیں اور دنیا میں تو یہ لوگ اپنی ان دغابازی کی باتوں کو ہوشیاری اور دور اندیشی جان کر عمر بھر اسی حالت کو یہاں تک اچھا جانتے کہ عقبیٰ میں بھی اپنی ان دغابازیوں سے کام لینا چاہیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو ہر ایک کے دل کا حال معلوم ہے۔ اس کے سامنے ان کی دغابازی کچھ نہ چل سکے گی اور آخر ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم کے ساتویں طبقے میں ہوگا۔

۲؎ **شان نزول:** عبداللہ بن ابی وغیرہ منافقین لڑائی کے وقت بناوٹی عذر کر کے جس لڑائی میں شریک نہیں ہوتے تھے اور مسلمانوں کو فتح ہوتی اور مال غنیمت ہاتھ آتا تو دو طرف سے ان منافقین پر یہ امر شاق گزرتا تھا۔ ایک تو یہ کہ مسلمانوں کی طرف سے عداوت تھی اس واسطے ان کی بہبودی اچھی معلوم نہیں ہوتی تھی۔ دوسرے ان کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ ہم کیوں نہیں گئے جو ہمارے ہاتھ بھی مال لگتا اور اگر مسلمان کو کسی لڑائی میں کچھ ضرر پہنچتا تو یہ منافقین اپنی دور اندیشی پر نازاں ہو کر کہتے کہ ہم تو ضرر سے بچنے کے لئے پہلے ہی سے عذر کر کے نہیں گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں منصوبوں کے جواب میں یہ آیتیں نازل فرمائیں

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُوْنَ بِنَآ اِلَّآ اِحْدَى الْحُسْنَيَيْنِ ۗ وَنَحْنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمْ اَنْ يُّصِيْبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنْ عِنْدِهٖٓ اَوْ بِاَيْدِيْنَا ۖ فَتَرَبَّصُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ مُّتَرَبِّصُوْنَ ﴿۵۲﴾ قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا لَّنْ يُّتَقَبَّلَ مِنْكُمْ ۗ اِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿۵۳﴾

تم فرماؤ (میرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم): ہمیں ''نہ پہنچے گا مگر وہ جو اللہ نے مقدر میں لکھ دیا ہے وہی ہمارا مالک ہے'' اور چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ کریں ایمان والے ﴿۵۱﴾ تم فرماؤ کہ تم ہمارے حق میں کس چیز کا انتظار کرتے ہو مگر دو خوبیوں میں سے ایک کا (یعنی فتح یا شہادت کا) اور ہم تمہارے حق میں انتظار کرتے ہیں کہ خدا تم کو اپنی طرف سے کوئی عذاب پہنچائے یا ہمارے ہی ہاتھوں سے (عذاب دے) پس اب تم (نتیجہ کا) انتظار کرو بیشک ہم (بھی) تمہارے ساتھ انتظار کرتے ہیں لہ ﴿۵۲﴾ تم فرماؤ کہ منافقو! تم خواہ خوشی سے خرچ کرو یا ناخوشی سے، تم سے ہرگز نہ قبول کیا جائے گا، بیشک تم فاسق لوگ ہو ﴿۵۳﴾

اور پہلے منصوبہ کا جواب یہ دیا کہ یہ منافق مسلمانوں کی بہبودی پر یوں ہی جلتے رہیں گے اور اللہ دن بدن مسلمانوں کو بہبودی دیتا رہے گا اور قریب ہے کہ اللہ کے عذاب آسمانی یا مسلمانوں کے ہی تسلط سے یہ منافق نیست و نابود ہو جاویں گے۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا کہ تھوڑے دنوں میں منافقوں کا نام مدینہ میں باقی نہ رہا۔ دوسرے منصوبہ کا جواب یہ فرمایا کہ مشیت الٰہی میں جس کو جو ضرر پہنچنا ہوتا ہے وہ گھر بیٹھے بھی پہنچتا ہے۔ مشیت الٰہی کے آگے دور اندیشی کچھ کام نہیں آتی۔ یہ ان لوگوں کی خام خیالی ہے جو دور اندیشی کو مشیت الٰہی سے بچنے کا سبب قرار دیتے ہیں۔ اور مسلمانوں کو تسکین فرمائی کہ تم کو کچھ ضرر نہیں مارے گئے تو شہید ہوئے اور اگر زندہ واپس آئے تو دنیا کا مال غنیمت اور عقبیٰ کا اجر کمایا۔

لہ **شانِ نزول:** اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ قبیلہ بن سلمہ کے سردار جد بن قیس منافق نے تبوک کی لڑائی میں جانے سے جب یہ عذر پیش کیا کہ وہاں جا کر میں خوبصورت عورتوں کے فتنہ میں پڑ جاؤں گا۔ اس عذر کے ساتھ اس نے دنیا سازی کے طور پر بھی کہا تھا کہ اس لڑائی میں کچھ روپے کی ضرورت ہو تو میں مدد دے سکتا ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ جب ان لوگوں کا عقیدہ ہی درست نہیں ہے، تو ان کی کوئی عبادت مالی یا بدنی مقبول نہیں۔ اس واسطے ان

وَمَا مَنَعَهُمْ اَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقٰتُهُمْ اِلَّاۤ اَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَبِرَسُوْلِهٖ وَلَا يَاْتُوْنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمْ كُسَالٰى وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ ۭ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾

اور وہ جو خرچ کرتے ہیں ان کا قبول ہونا بند نہ ہوا مگر اسی لئے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول (کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے منکر ہوئے اور وہ لوگ نماز کو نہیں آتے مگر جی ہارے ہوئے اور خرچ نہیں کرتے مگر ناگواری کے ساتھ ﴿۵۴﴾ پس [۱] تمہیں ان کے مال اور ان کی اولاد کا تعجب نہ آئے خدا یہی چاہتا ہے کہ ان کو عذاب کرے اس دنیاوی زندگی میں اس (مال واولاد) کے ذریعہ سے اور کفر ہی میں ان کی جان نکل جائے اور قسمیں کھاتے ہیں ﴿۵۵﴾ [۲] اللہ کی کہ وہ تم میں سے ہیں اور وہ تم میں سے نہیں ہیں ولیکن وہ لوگ (تم سے) ڈرتے ہیں ﴿۵۶﴾

کی کسی قسم کی مدد ہرگز قبول نہیں کی جاسکتی۔ منافقوں کے عملوں کے علاوہ اگر آدمی منافق نہ ہو لیکن اس کے نیک عملوں میں ریاکاری کا میل ہو تو تھوڑی ریاکاری سے بھی جو عمل کیا جاوے وہ بیکار ہے کیونکہ خالص دل سے نہیں کیا گیا۔

منافقین کی بری حرکتیں

[۱] اوپر ذکر تھا کہ جد بن قیس نے اپنی مالداری کے گھمنڈ پر یہ کہا تھا کہ اگر اس لڑائی میں کچھ خرچ کی ضرورت ہو تو میں دے سکتا ہوں۔ اس لئے اس آیت میں فرمایا کہ یہ لوگ اگر کثرت سے مال اور اولاد رکھتے ہیں تو اے رسول اللہ کے! تم اسے دیکھ کر تعجب نہ کرو یہ بھی خدا کی طرف سے ایک ڈھیل ہے کہ اللہ پاک انہیں چیزوں کے ذریعہ سے دنیا ہی میں ان پر عذاب کرے گا۔ زکوٰۃ کو یہ لوگ جرمانہ خیال کرنے لگے ان کو کبھی کچھ مالی نقصان پہنچے گا تو اس کے سبب سے انہیں نہایت غم اور صدمہ ہوگا، گویا ان پر عذاب ٹوٹ پڑا۔ یہی حال ان کا جانی نقصان کی صورت میں ہے کیونکہ عقبیٰ کی سزا و جزا پر ان لوگوں کا اعتقاد نہیں ہے۔

[۲] منافقین قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں ہم تم میں سے تمہارے دین پر ہیں لیکن یہ غلط بات ہے ان کی قسمیں محض جھوٹی ہیں، یہ ہرگز تمہارے گروہ میں سے نہیں ہیں، انہیں دین اسلام سے کیا واسطہ خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے حکم کی پیروی سے انہیں کیا سروکار۔ یہ تو خوف کے مارے اسلام کا اظہار کرتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ جس طرح مشرکین کو مسلمان قتل و غارت کرتے ہیں

لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَ هُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَ اِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَ لَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ ۙ وَ قَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ رَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ ع

اگر وہ کوئی پناہ کی جگہ یا کوئی غار یا کوئی گھس جانے کی جگہ پائیں تو وہ بہت جلد اس کی طرف متوجہ ہو جائیں گے رسیاں توڑاتے (بوجہ بغض کے) ۱ ﴿۵۷﴾ اور ان (منافقوں) میں سے بعض لوگ (ایسے) ہیں جو (اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تمہیں صدقوں (کی تقسیم) میں (ناانصافی کا) عیب لگاتے ہیں پس اگر انہیں اس میں سے ان کی خواہش کے موافق دیدیا جائے تو خوش ہو جاتے ہیں اور نہ ملے تو فوراً ہی ناراض ہو جاتے ہیں ﴿۵۸﴾ اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ اسی پر راضی ہوتے کہ جو ان کو اللہ اور اس کے رسول (کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے دیا تھا اور کہتے: "ہم کو اللہ کافی ہے جلد دے گا ہم کو اللہ اپنے فضل سے، اور اس کا رسول (اپنے کرم سے) بیشک ہم تو اللہ ہی سے توقع رکھنے والے ہیں" ﴿۵۹﴾

ان کے بی بی بچوں کو پکڑ لیتے ہیں ان کے مال غنیمت کو لوٹ لیتے ہیں اسی طرح کبھی ہم سے بھی نہ پیش آئیں غرض یہ کہ اسی سبب سے یہ لوگ جھوٹے اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اگر انہیں کوئی صورت بچاؤ کی نظر آئے مثلاً کوئی قلعہ مل جائے جس میں پناہ لیں، یا کوئی غار یا گڑھا یا اور کوئی چھپنے کی جگہ مل جائے تو یہ لوگ اس طرح بھاگیں کہ پھر کبھی مسلمان سے واسطہ نہ رکھیں۔

گستاخ اور بے ادب رسول فرقہ کا آغاز

۱ **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کچھ مال لوگوں کو تقسیم فرماتے تھے کہ بنی تمیم کے قبیلہ میں سے ایک شخص جس کا نام حرقوص تھا اور ذوالخویصرہ کے لقب سے وہ شخص مشہور تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہا: "تقسیم میں ذرا انصاف فرمائیے"۔ آپ نے فرمایا: "میں ہی ناانصافی کروں گا تو پھر انصاف کون کرے گا" حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "حضرت ارشاد ہو تو ابھی میں اس شخص کی گردن ماردوں" آپ نے فرمایا: "جانے دو اس کی نسل میں سے واجب القتل لوگ پیدا ہوں گے" چنانچہ ویسا ہی ہوا اور اسی قبیلہ اور اس شخص کی نسل میں خارجی لوگ پیدا ہوئے اور لڑائی میں خارجی فرقہ کے لوگ یہاں تک قتل ہوئے کہ صرف دس بارہ آدمی ان میں سے بچ گئے۔ ذوالخویصرہ بھی اس لڑائی میں مارا گیا۔ آخر کو فرمایا کہ جو لوگ تقسیم مال پر اعتراض کرتے ہیں اگر وہ اللہ اور اللہ کے رسول کی تقسیم پر رضامند ہو کر آئندہ کی بہبودی کا بھروسہ اللہ پر کریں تو انکے حق میں بہتر ہے۔

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِيْنِ وَ الْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۶۰﴾

سوائے ۱ اس کے نہیں کہ صدقات محتاجوں کے لئے اور نرے ناداروں کے لئے اور ان کے لئے جو صدقات کے جمع کرنے پر مقرر ہیں اور ان کے لئے کہ جن کے دلوں کو (اسلام سے) الفت دی جائے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں اور قرضداروں کے قرض ادا کرانے میں اور اللہ کی راہ میں اور مسافر نوازی میں، یہ حکم اللہ کی طرف سے ٹھہرایا ہوا ہے اور اللہ جاننے والا مضبوط تدبیر والا ہے ﴿۶۰﴾

زکوٰۃ کے جو لوگ مستحق ہیں ان کا مفصل ذکر

۱ جب منافقین نے تقسیم صدقات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بیان فرمایا کہ صدقات کے مستحق صرف یہی آٹھ قسم کے لوگ ہیں انہیں پر صدقات صرف کیے جائیں گے ان کے سوا اور کوئی مستحق نہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی اولاد پر صدقات حرام ہیں۔ یہ تو لوگوں کا میل کچیل ہے تو طعن کرنے والوں کو اعتراض کا کیا موقع ہے۔
صدقہ سے اس آیت میں زکوٰۃ مراد ہے۔ **مسئلہ: فقیر**، وہ ہے جس کے پاس ادنیٰ چیز ہو اور جب تک اس کے پاس ایک وقت کے لئے کچھ ہو اس کا سوال حلال نہیں۔

۲۔ **مسکین**: وہ ہے جو اپنی ضرورت سے موافق روزی نہیں حاصل کر سکتا اور کوئی اسے محتاج سمجھ کر دیتا ہے۔ اور نہ وہ خود بھیک مانگتا ہے یہ فقیر سے بھی زیادہ محتاج ہے۔

۳۔ **عاملین** یعنی زکوٰۃ کے وصول کرنے والے، ان کی تنخواہ اس میں سے دی جاتی ہے۔

۴۔ **مؤلفۃ القلوب**: یعنی وہ لوگ کہ جن کو اسلام کی طرف سے ممنون احسان کر کے لایا جاتا تھا کہ ابوسفیان وغیرہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیتے تھے مگر اب ایسے لوگوں کو دینا کچھ ضرر نہیں، ان کا حصہ ساقط ہو گیا۔

۵۔ **غلاموں**: کے آزاد کرانے میں۔ ۶۔ **قرض دار**: جو بغیر کسی گناہ کے مبتلائے قرض ہوئے ہوں اور اتنا مال نہ رکھتے ہوں جس سے قرض ادا کریں۔ انہیں ادائے قرض میں مال زکوٰۃ سے مدد دی جائے۔

۷۔ **فی سبیل اللہ** خرچ کیا جائے۔ مراد اس سے جہاد ہے اور بعضے علماء کے نزدیک حج بھی فی سبیل اللہ میں داخل ہے۔

۸۔ **مسافر** کو دیا جائے جو کسی شہر میں گیا ہو، اور اس کے پاس اتنا باقی نہ رہا ہو جو سفر میں خرچ کرے یا گھر واپس آئے۔ اس لئے اس کو بقدر کفایت صدقہ میں سے دینا مناسب ہے۔

وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۱﴾

اور[1] ان (منافقوں) میں بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ کے نبی (کریم ﷺ) کو تکلیف دیتے اور کہتے ہیں کہ یہ ہر بات کان لگا کر سن لیتے ہیں، تم فرماؤ کہ تمہارے بھلے کے لئے کان لگا کر سنتا ہوں (وہ) اللہ پر یقین رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے مشورے کو قبول کرتے ہیں، اور جو تم میں مسلمان ہیں ان کے لئے رحمت ہیں اور جو لوگ خدا کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے عذاب ہے درد دینے والا ﴿۶۱﴾

مسئلہ: زکوٰۃ دینے والے کو یہ بھی جائز ہے کہ وہ ان تمام اقسام کے لوگوں کو زکوٰۃ دے، اور یہ بھی جائز ہے کہ ان میں سے کسی ایک ہی قسم کو دے۔

مسئلہ: زکوٰۃ انہیں لوگوں کے لئے خاص کی گئی ہے، ان کے علاوہ اور دوسرے مصرف میں خرچ نہ کی جائے، نہ مسجد کی تعمیر میں، نہ مردے کے کفن میں نہ اس کے قرض کی ادا میں۔

مسئلہ: زکوٰۃ سید اور بنی ہاشم اور غنی اور ان کے غلاموں کو نہ دی جائے، اور نہ آدمی اپنی بی بی اور اولاد، غلاموں کو دے۔ اسلامی حکومت کے باقی نہ رہنے سے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کا خرچ، غلام لونڈی کے آزاد کرنے کا خرچ، دین کی لڑائی کا ان اخرجات میں سے تو اب کوئی خرچ باقی نہیں رہا۔ ہاں کوئی نو مسلم شخص تنگ دست ہو تو اس کو کچھ دے کر اور اس کا دل پرچا دیا جاوے۔ پھر فرمایا اللہ کا علم اور اس کی حکمت بہت وسیع ہے، وہ اپنے بندوں کی مصلحت کو اچھی طرح جانتا ہے۔

[1] **شان نزول:** منافقین اپنے جلسوں میں آنحضرت ﷺ کی شان میں ناشائستہ باتیں بکا کرتے تھے۔ ان میں سے بعضوں نے کہا کہ اگر حضور ﷺ کو خبر ہوگئی تو ہمارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ جلاس بن سوید منافق نے کہا: ہم جو چاہیں کہیں آنحضرت ﷺ کے سامنے مکر جائیں گے اور قسم کھالیں گے۔ وہ تو کان ہیں ان سے جو کہہ دیا جائے سن کر مان لیتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور یہ فرمایا کہ تم انہیں کان کہتے ہو وہ تو جھوٹے اور سچے کو خوب پہچانتے ہیں۔ یہ محض تمہاری پردہ پوشی کے خیال سے کرتے ہیں۔ جو ایماندار ہیں ان کی باتوں کو قبول کرتے ہیں اور جو منافق ہیں ان کی باتوں کو اگرچہ دل سے نہیں مانتے لیکن یہ اللہ کے رسول اہل نفاق کے حق میں بھی رحمت ہیں کہ زبان سے کچھ نہ کہہ کر منافقوں کا پردہ فاش نہیں ہونے دیتے۔ پھر فرمایا کہ منافق جو ایسی ایسی باتیں کر کے اللہ کے رسول کو ایذا پہنچاتے رہتے ہیں، انہیں سخت درد ناک عذاب پہنچے گا۔

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿۶۳﴾ يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾

(مسلمانو!) ؎۱ یہ تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی کرلیں حالانکہ اللہ اور اس کے رسول کا حق زائد ہے کہ اسے راضی کریں اگر وہ ایمان رکھتے ہیں ﴿۶۲﴾ کیا وہ نہیں جانتے کہ جو خلاف کرے اللہ اور اس کے رسول کا تو بیشک اس کے لئے دوزخ کی آگ ہے وہ ہمیشہ اس میں رہے گا یہ بڑی رسوائی ہے ؎۲ ﴿۶۳﴾ منافق لوگ اس سے ڈرتے ہیں کہ مسلمانوں پر کوئی ایسی سورۃ نازل نہ ہوجائے کہ آگاہ کردے اس چیز سے جو کچھ منافقوں کے دلوں میں (چھپی ہوئی) ہے، (اے محبوب! دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم فرماؤ: ''ہنسے جاؤ بیشک اللہ اس چیز کو ظاہر کر کے رہے گا جس کے (اظہار سے) تم ڈرتے ہو'' ﴿۶۴﴾

منافقوں کا جھوٹ اور فریب

؎۱ **شان نزول:** منافقین اپنی مجلسوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر طعن کیا کرتے تھے اور مسلمانوں کے پاس آکر اس سے مکر جاتے تھے اور قسمیں کھا کھاکر اپنی بریت ثابت کرتے تھے اس پر یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا گیا کہ مسلمانوں کو راضی کرنے کے لئے قسمیں کھانے سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول کو راضی کرنا تھا۔ اگر ایمان رکھتے تھے تو ایسی حرکتیں کیوں کیں جو خدا اور رسول کی ناراضگی کا سبب ہوں۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانا ہمیشہ ہمیشہ کو دوزخ میں رہے گا۔ جو سخت رسوائی کی بات ہے۔

دین محمدی کے ساتھ ہنسی مسخراپن کرنے سے کافر ہوجاتا ہے

؎۲ منافقوں کو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے خطاب کرکے بیان فرمایا: ''خدا سے ڈرو وہ کوئی سورت اتار کر تمہارا بھید نہ کھول دے، تمہارے دلوں میں جو بات ہے اس کی اطلاع مومنوں کو کردے'' پھر فرمایا: ''اللہ بغیر اطلاع دیئے نہ رہے گا وہ ضرور تمہارے راز مسلمانوں پر کھول دے گا۔ تم جہاں تک ممکن ہو دین کی باتوں میں مسخراپن کئے جاؤ۔ خدا تمہاری ان باتوں کو ضرور ظاہر کرکے رہے گا جس کا تمہیں ڈر لگا ہوا ہے۔ خواہ خدا کوئی سورۃ نازل کرکے بتادے گا یا بذریعہ جبرئیل علیہ السلام

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۶۶﴾ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ

وقف لازم ع

اور ۱؎ اگر تم ان سے پوچھو گے تو کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی ہنسی کھیل کرتے تھے، تم فرماؤ: ’’کیا اللہ سے اور اس کی آیتوں سے اور اس کے رسول سے ہنسی کرتے تھے‘‘ ﴿۶۵﴾ (کوئی) عذر نہ کرو بیشک تم کافر ہو گئے بعد اپنے ایمان کے، (اچھا) اگر ہم تم میں سے کسی کو معاف کر دیں تو اوروں کو عذاب بھی دیں گے بسبب اس کے کہ وہ گنہگار تھے ﴿۶۶﴾ منافق مرد ۲؎ اور منافق عورتیں سب (آپس میں) ایک دوسرے کی مانند ہیں۔

اپنے رسول کو خبر کر دے گا، اور وہ مومنوں سے اس کو کہہ دیں گے‘‘ علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ ہنسی اور مسخراپن جو دین محمدی کے ساتھ کرے کافر ہو جائے گا۔

۱؎ **شان نزول:** اس کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ایک جماعت منافقین کی تھی جنگ تبوک میں آنحضرت ﷺ جا رہے تھے اور منافقین کا ایک رسالہ آگے تھا۔ کہنے لگا: ’’دیکھو تو سہی محمد ﷺ شام کے قلعے اور محل فتح کرنے جاتے ہیں یہ تو ضعیف اور ردی حالت ہے، اور یہ عالی خیالات اور بلند ارادے بھلا اس بے سروسامانی سے کامیابی کب آسکتی ہے‘‘ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم (ﷺ) کو اس لغو کلام سے مطلع کیا آپ نے ان سے پوچھا: ’’تم نے ایسا برا کلمہ زبان سے نکالا‘‘ انہوں نے جواب دیا: ’’یارسول اللہ آپ کا اور آپ کے اصحاب کا تو کچھ بھی ذکر نہ تھا ہم تو یونہی باتیں چیتیں ہنسی مذاق کرتے تھے تاکہ راستہ قطع ہو جائے اور تکان نہ معلوم دے‘‘۔ اس پر یہ آیت اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی اور فرمایا کہ اے محمد ﷺ آپ ان سے پوچھیے گا: ’’تم نے یہ کیا کہا‘‘ تو آپ کے جواب میں فوراً یوں کہیں گے کہ جناب ہم تو صرف دل لگی کے طور پر کہتے تھے کیا آپ اسے سچ مچ سمجھ گئے اس قسم کی باتیں تو ہم اکثر مذاقیہ کہہ لیا کرتے ہیں۔ محمد ﷺ آپ ان سے فرما دیجیے کہ کیا تم خدا سے دل لگی کرتے ہو اور اس کی آیتوں کو ہنسی میں اڑاتے ہو، اس کے رسول ﷺ پر قہقہے لگاتے ہو۔ واقعی بات یہ ہے کہ تم نہایت ہی بے باک اور گستاخ لوگ ہو۔ دیکھو ان باتوں سے توبہ کرو اور رسول وقت کی سچے دل سے اطاعت کرو ورنہ تم جانو۔ ہم ان لوگوں کو جو صدق دل سے توبہ کرتے ہیں یا ان کے کلمات حد کفر تک نہ پہنچے تھے اگر معاف کر دیں گے تو اس کے برخلاف دوسرے گروہ منافقین کو جو دل سے توبہ نہیں کرتے جھوٹے عذرات پیش کرتے ہیں ضرور عذاب کریں گے۔

۲؎ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں تین سو منافق مرد تھے، اور ایک سو ستر منافق عورتیں تھیں۔ ان کا حال بیان فرمایا کہ ان کے

يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ ۚ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ۗ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُقِيمٌ ﴿٦٨﴾ كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَأَكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا ۚ

برے کاموں کا حکم کرتے ہیں اور اچھے کاموں سے منع کرتے ہیں اور (راہ حق میں خرچ کرنے سے) بند رکھتے ہیں اپنی مٹھیاں (ہاتھ)، (حقیقت یہ ہے) کہ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا پس اللہ بھی انکو بھول گیا، بیشک منافق وہی پکے بے حکم ہیں[۱] ﴿٦٧﴾ اللہ نے منافق مردوں اور منافق عورتوں کو اور کافروں کو دوزخ کی آگ کا وعدہ دیا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، وہی ان کیلئے کافی ہے اور اللہ نے ان پر لعنت کی ہے اور ان کیلئے دائمی عذاب ہے ﴿٦٨﴾ ان لوگوں کی[۲] مانند کہ تم سے پہلے (ہلاک ہوئے) تھے وہ تم سے بھی زیادہ قوت میں تھے اور تم سے زیادہ مال اور اولاد رکھتے تھے۔

عمل ایک کے دوسرے سے مشابہ ہیں کہ یہ لوگ منکر کا حکم رکھتے ہیں اور اس کو بجالاتے ہیں **منکر** وہ ہے جو شرعاً ناجائز ہو، مطلب یہ ہے کہ ان کے کام مومنوں کے برخلاف ہیں، مومن بری باتوں سے بچتے ہیں، یہ لوگ برے کام کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اپنے ہاتھوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے انہیں روک رکھا ہے، نہ صدقہ دیتے ہیں نہ جہاد میں خرچ کرتے ہیں اور نہ دوسرے نیک کاموں میں اپنا مال اٹھانا گوارا کرتے ہیں۔ ان لوگوں نے خدا کو اپنے دل سے فراموش کر دیا ہے۔ خدا بھی انہیں بھول جائے گا یعنی نظر رحمت سے دور رہیں گے۔ یہ لوگ فاسق ہیں راہ حق کو چھوڑ کر گمراہی کے راستہ میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کا فسق و فجور کامل ہے جو اپنے حال پر جمے ہوئے ہیں۔

منافقین کو ہمیشہ عذاب دوزخ

[۱] اللہ تعالیٰ نے منافق مرد اور عورتوں کا حال اوپر بیان فرما کر اب یہ فرمایا کہ یہ وعدہ اللہ نے کر لیا ہے کہ منافق مرد اور عورتوں اور کافروں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ڈالے گا اور فرمایا کہ بس ان کے ان افعال کے عوض میں یہی آگ کافی ہوگی اور پھر فرمایا کہ خدا نے ان پر لعنت بھی بھیجی ان پر کسی قسم کی اس کی رحمت نہ ہوگی، اور اسی لئے پھر یہ فرمایا کہ ایسا عذاب نہیں کیا جائے گا جو کبھی منقطع ہوگا بلکہ وہ عذاب ان پر ہمیشہ کے لئے قائم رہے گا۔

[۲] **پچھلی نافرمان قوم کی حالت جتلا کر ہدایت:** ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے دو طرح کے پہلے لوگوں کا حال ان

فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ۭ اُولٰۗىِٕكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ۙ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ

پس انہوں نے جو کچھ اپنے نصیب کا تھا پالیا تو تم نے بھی جو کچھ تمہارے نصیب کا تھا پالیا جیسا کہ اپنے نصیب کا فائدہ پایا انہوں نے جو تم سے پہلے تھے اور تم بھی وہی بیہودہ بات کرنے لگے جیسی ان لوگوں نے بیہودہ بات کی تھی، یہی لوگ ہیں کہ اکارت گئے اعمال ان کے دنیا اور آخرت میں اور یہی لوگ ہیں نقصان پانے والے ﴿۶۹﴾ کیا خبر نہیں آئی ان کے پاس ان لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے قوم نوح کی اور عاد کی اور ثمود کی اور قوم ابراہیم کی۔

منافقوں کو یاد دلایا۔ اول تو مبہم طور پر یہ فرمایا کہ ان منافقوں کا حال رسول اور کلام الٰہی سے ٹھٹھا کرنے اور نافرمانی میں پہلے لوگوں کا سا ہے، اور باوجود اس کے کہ پہلے لوگ جسمانی قوت اور درازی عمر اور کثرت مال و اولاد میں ان سے بڑھ کر تھے لیکن سوا چند روزہ شرارت کر لینے کے دنیا میں ان کو کچھ ثمرہ نہ ملا اور اللہ کے رسول آخر کو غالب رہے، اور رسولوں کے مخالف لوگ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر پامال اور ہلاک ہو گئے۔ اور عقبیٰ میں جو کچھ ایسے لوگوں کا انجام ہوگا وہ سب کی آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ علاوہ اس کے عقبیٰ کے انجام کا نمونہ دنیا میں بھی بعضے موقعوں پر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو دکھا دیا۔ مثلاً ایسے لوگوں کے جنازہ کی نماز سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو منع فرمایا۔ جس کا ذکر آگے آتا ہے اور بعضے منافقوں کی موت سخت آندھی چلنے سے ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس مبہم خوف کے بعد قوم نوح، قوم ہود، قوم صالح، قوم ابراہیم، قوم لوط، قوم شعیب کا ذکر صراحت سے اس لئے فرمایا کہ ملک شام، عراق یمن ایسی ہی بستیوں میں یہ آفت زدہ قومیں رہتی تھیں۔ جہاں آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے منافقوں کا گزر تجارت کی غرض سے اکثر ہوتا رہتا تھا۔ چنانچہ تبوک کی لڑائی کے جاتے وقت راستہ میں منافقوں نے چند شرارتیں آنحضرت ﷺ اور قرآن شریف کی بدگوئی کی جو کی تھیں اس وقت ان لوگوں کا گزر قوم صالح کے وطن میں تھا۔ غرض اس روزمرہ گزر کے سبب سے یہ منافق رات دن سنتے رہتے تھے کہ خدا اور رسول کے مخالف لوگوں کا انجام یہ ہے کہ کسی کو طوفان نے آن گھیرا اور کسی کو آندھی نے، کسی پر پتھر برسے اور کوئی باوجود بادشاہی قوت رکھنے کے مچھر کا کھاجا بن گیا۔ یہ جو کچھ رات دن سنتے رہتے تھے وہی اللہ تعالیٰ نے ان کو سنا کر اچھی طرح ان کے کان کھول دیئے کہ اگر یہ اپنی شرارت اور نافرمانی سے باز نہ آویں گے تو ان پر بھی کوئی بلا اللہ کی طرف سے آنے والی ہے۔

وَ اَصْحٰبِ مَدْیَنَ وَ الْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیَظْلِمَهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ۘ یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَ یُطِیْعُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَیَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۷۱﴾

وقف لازم

اور مدین کے لوگوں کی اور الٹی ہوئی بستیوں والوں کی (یعنی قوم لوط کی) ان کے رسول روشن نشانیاں ان کے پاس لائے تھے، تو اللہ کی شان نہ تھی کہ ان پر ظلم کرتا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ﴿۷۰﴾ اور [1] مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں حکم کرتے ہیں اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہیں برے کاموں سے اور نماز قائم رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور فرمانبرداری کرتے ہیں اللہ کی اور اس کے رسول (کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ لوگ ہیں کہ خدا تعالیٰ ان پر رحمت کرے گا، بیشک اللہ غالب درست تدبیر والا ہے ﴿۷۱﴾

مومنوں کے اوصاف

[1] اللہ تعالیٰ نے اوپر منافقوں کے برے اوصاف بیان کر کے ان کے مقابلہ میں یہ ایماندار لوگوں کے اوصاف بیان فرمائے کہ مومن آپس میں ایک دوسرے کے مددگار، غمخوار، رنج و غم میں ساتھ دینے والے ہیں جیسے اعضاء آدمی کے آپس میں ایک دوسرے کے غمخوار اور مددگار ہیں۔ جب ایک عضو کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو دوسرے عضو کو بھی اس کا اثر پہنچتا ہے۔ نیک خصلت اچھی باتوں کو اختیار کرتے ہیں اور بری باتوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ یہ صفت مومنوں کے اندر ہے۔ یہ لوگ ناجائز باتوں سے بچتے ہیں اور حکم شرع کے موافق جو کرنے کی باتیں ہیں انکو چستی سے بجالاتے ہیں، دوسروں کو بھی اسی کی نصیحت کرتے ہیں۔ پھر یہ تعریف بیان کی کہ نماز، روزہ، زکوٰۃ کے پابند ہیں، بدنی اور مالی ہر طرح کی عبادت کیا کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہ اوصاف ان لوگوں میں اس لئے کہ یہ لوگ ہر ایک امر میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محکوم بندے ہیں، ہر وقت اس کے فرمانبردار ہیں۔ پھر فرمایا کہ یہ لوگ جن میں یہ صفتیں پائی جاتی ہیں اللہ ان پر اپنی خاص رحمت نازل فرمائے گا وہ بڑا ہی حکمت والا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۷۲﴾ ع يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۷۳﴾

وعدہ[۱] کیا ہے اللہ نے مسلمان مردوں سے اور مسلمان عورتوں سے باغوں کا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور پاکیزہ مکانوں کا جو کہ ان ہمیشگی کے باغوں میں ہوں گے اور سب سے بڑھ کر (نعمت) خدا کی خوشنودی ہے یہی ہے بڑی مراد[۲] ﴿۷۲﴾ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کافروں سے اور منافقوں سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے وہ پلٹنے کی کیا ہی بری جگہ ہے ﴿۷۳﴾

مسلمانوں کے جنت میں جانے کا ذکر

[۱] اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے اوصاف بیان کر کے عقبیٰ میں ان کے واسطے جو جزائے خیر مقرر کی ہے اس کا ذکر فرمایا کہ ہم نے مومنوں سے اس بات کا وعدہ کر لیا ہے کہ انہیں آخرت میں جنت کے اندر داخل کریں گے۔ وہ مومن خواہ مرد ہوں یا عورت ہوں اور جنت بھی ایسی ہوگی جس میں موتی اور یاقوت سرخ اور زبرجد کے محل، جس کے نیچے خوشگوار نہریں، شہد دودھ اور شراب کی بہتی ہوں گی۔ غرض کہ وہ وہ نعمتیں پیدا کی ہیں کہ جو نہ کسی نے آنکھوں سے دیکھیں نہ کانوں سے سنیں، نہ ان کا خیال کسی کے دل میں آسکتا ہے۔ جنت میں ایک بہت بلند مقام ہے اور عرش سے بہت نزدیک ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص مجھ پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درود بھیجتا ہے"۔ پھر فرمایا کہ جو شخص میرے واسطے اللہ سے وسیلہ کا سوال کرتا ہے اس کو قیامت کے دن میری شفاعت نصیب ہوگی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جنت کا حال بیان کر کے یہ فرمایا کہ یہ تو کچھ بھی نہیں، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ میں مومنوں سے راضی ہوں گا، یعنی خدا تعالیٰ ہمیشہ ان سے راضی رہے گا اور یہ خدا سے ہمیشہ ہمیشہ راضی رہیں گے۔

کافروں اور منافقوں کے ساتھ سختی کا حکم

[۲] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ کفار اور منافقوں سے جہاد کرو اور یہ حکم دیا کہ اپنی عادت کے خلاف ان سے سختی سے برتاؤ کرو۔ آپ کی عادت حمیدہ نرمی اور لطف کی ہے، آپ میں بردباری کی خصلت کامل طور پر تھی لیکن آیت میں گویا حکم ہے کہ اس عادت کو صرف مومنوں ہی کے ساتھ برتنا چاہئے کفار اور منافقوں کے ساتھ تو سختی ہی

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۷۴﴾

(یہ منافق) اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ (یہ باتیں) انہوں نے نہیں کہیں حالانکہ یقیناً کہہ چکے ہیں کلمہ کفر کا اور کافر ہوگئے ہیں اپنے اسلام کے بعد اور انہوں نے وہ چاہا تھا جو نہ ملا یہ انہوں نے صرف اس کا بدلہ دیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول (کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ان کو اپنے فضل سے غنی کر دیا، پس اگر توبہ کریں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا اور اگر (توبہ و ایمان سے) منہ پھیریں تو اللہ ان کو دنیا و آخرت میں درد دینے والا عذاب دے گا، اور نہیں ہوگا کوئی زمین میں ان کا حمایتی اور نہ مددگار ﴿۷۴﴾

کرنی زیبا ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں سے تلوار کے ساتھ لڑنے کا حکم دیا ہے منافقوں سے زبان کے ساتھ کہ ان سے نرمی کا برتاؤ چھوڑ دیا جائے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے اطوار بیان کئے کہ جھوٹی قسمیں کھانے لگتے ہیں چنانچہ کفر کے کلمے زبان سے نکالے اور جب اللہ کے رسول کو اس بات کی خبر پہنچی تو بالکل انکار کر دیا پھر فرمایا کہ ایسے لفظوں کے منہ سے نکالنے کے سبب سے ان لوگوں کا وہ ظاہری اسلام بھی باقی نہیں رہا اور ان باتوں سے ان منافقوں نے جو ارادے اپنے دل میں کئے تھے، ان میں سے ان کا کوئی ارادہ بھی پورا نہیں ہوا۔ نہ مہاجرین کو یہ لوگ مدینہ سے نکال سکے نہ لشکر اسلام میں کمزوری پھیلا سکے۔ اب آگے فرمایا کہ آزمائش کے طور پر اللہ تعالیٰ نے کچھ خوشحالی تو پہلے سے دے رکھی ہے اور اللہ کے رسول کے مدینہ میں آجانے کے سبب سے بعضے خون بہا کے معاملوں میں کچھ روپیہ پہلے کی خوشحالی کے علاوہ ان کو مل گیا ہے۔ اس واسطے اپنی مالداری کے نشہ میں یہ لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں اگر آئندہ انہوں نے ان باتوں سے توبہ کرلی تو ان کے حق میں بہتر ہے، ورنہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ کا عذاب ان کو بھگتنا پڑے گا اور دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور زمین میں بھی ایسوں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

وَ مِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَ تَوَلَّوْا وَّ هُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَ بِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿۷۷﴾

اور ان (منافقین) [۱] میں بعض آدمی ایسے ہیں کہ جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر خدا ہم کو اپنے فضل سے (بہت سامال) عطا فرمادے گا تو ہم ضرور خوب خیرات کریں گے اور ضرور ہم نیک لوگ ہو جائیں گے ﴿۷۵﴾ پس جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے (بہت سامال) دیدیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے (کہ خیرات نہ کی) اور منہ موڑ کر پھر گئے ﴿۷۶﴾ پس اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق قائم کر دیا اس دن تک کیلئے کہ یہ اللہ سے ملیں (یعنی قیامت تک) اس سزا میں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا خلاف کیا اور اس سزا میں کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے ﴿۷۷﴾

کافروں اور منافقوں کی وعدہ خلافی اور دیگر صفات

[۱] شان نزول: اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں منافقوں کی وعدہ خلافی کا ذکر فرمایا ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص ثعلبہ بن حاطب انصاری تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ سے اس عہد پر دعا کرائی تھی کہ اللہ مجھ کو مال دے گا تو خیرات دوں گا اور نیکی کروں گا۔ جب آنحضرت ﷺ کی دعا سے اس کے پاس اس قدر بھیڑ بکریاں ہوگئیں کہ مدینہ کے جنگل میں نہ سما سکیں تو دور لے گیا، جمعہ و جماعت ترک کر دی۔ پھر جو آنحضرت ﷺ کی طرف سے دو شخص زکوٰۃ لینے گئے تو نہ دی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی پھر تھوڑے دنوں کے بعد حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس زکوٰۃ لے کر آیا آپ نے قبول نہ کی، اور آنحضرت ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافت میں بھی اس کا مال زکوٰۃ میں نہ لیا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں اس کا انتقال ہوگیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نفاق جو ان کے دلوں میں جگہ پکڑ گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے جب باتیں کریں تو جھوٹ بولیں، اور جب وعدہ کریں تو اس کے خلاف کریں اور جب ان کے پاس امانت رکھی جاوے تو خیانت کریں۔ پھر یہ فرمایا یہ منافق اپنے دلوں میں سمجھتے ہوں گے کہ اللہ ان کے دلوں کی دغا بازی کو نہیں جانتا۔ وہ تو ظاہر اور چھپی باتوں کو یکساں جانتا ہے وہ بڑا ہی غیب داں ہے۔ اس کے نزدیک کوئی بات پوشیدہ نہیں رہ سکتی، اور جب سب باتوں کو کھلم کھلا وہ جانتا ہے تو وہ ہر ایک عمل مخفی پر بندوں کو جزا سزا بھی دے گا۔

اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَ الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَیَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۫ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۷۹﴾ اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ

یہ لہ (منافق) لوگ ایسے ہیں کہ طعن کرتے ہیں دل سے خیرات کرنے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں اوران لوگوں پر جو مقدور نہیں رکھتے مگر اپنی مشقت سے (جو کچھ کمایا ہے راہ خدا میں دینے کو تیار ہو جاتے ہیں) تو ان سے ہنسی کرتے ہیں، اللہ ان کی ہنسی کی سزا دے گا اور ان کے لئے درد دینے والا عذاب ہے ﴿۷۹﴾ (اے محبوب کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم ۲) تم خواہ ان (منافقین) کی معافی چاہو یا نہ چاہو۔

منافقوں کا طعن صدقات پر اور صحابہ کرام کی بے مثال مالی قربانی

لہ **شان نزول:** جنگ تبوک کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو چندہ دینے کی ترغیب دی تو با مقدور اور بے مقدور صحابہ اپنی اپنی حیثیت کے موافق سب خلوص نیت سے مال لانے لگے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چار ہزار درہم لائے اور عرض کیا: ''یارسول اللہ میرا کل مال آٹھ ہزار درہم تھا چار ہزار تو یہ راہ خدا میں حاضر ہے اور چار ہزار میں نے گھر والوں کے لئے روک لئے ہیں''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو تم نے دیا اللہ اس میں بھی برکت فرمائے اور جو تم نے روک لیا ان میں بھی برکت فرمائے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ ان کا مال بہت بڑھا یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہوئی تو انہوں نے دو بیبیاں چھوڑیں۔ انہیں آٹھواں حصہ ملا جس کی کل مقدار ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم تھی۔ ابوعقیل انصاری ایک صاع کھجور لیکر حاضر ہوئے انہوں نے عرض کیا کہ میں نے آج رات پانی کھینچنے کی مزدوری کی اس کی اجرت دو صاع کھجوریں ملیں۔ ایک صاع تو میں نے گھر والوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں اور ایک صاع راہ خدا میں حاضر ہیں۔ حضور نے یہ صدقہ قبول فرمایا اور اس کی قدر کی۔ منافقین نے اس پر ٹھٹھا اڑایا کہ اللہ کو ایسے کم صدقہ اور خیرات کی پروا نہیں ہے۔ اس پر یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ جو لوگ ان پر طعن آمیز باتوں کی بوچھاڑ کر کے دل دکھاتے ہیں جو مسلمانوں میں سے دل کھول کر خدا کی راہ میں خیرات کرتے ہیں، اور ان پر جو اپنی مزدوری کے علاوہ اور کچھ نہیں رکھتے اور ان پر ٹھٹھے لگاتے ہیں، خدا بھی ان کے اس ٹھٹھے کی پوری سزا دے گا اور ان کو دردناک عذاب پہنچاوے گا۔

منافقوں کے لئے دعا مغفرت کی مناہی (ممانعت)

۲ اس آیت میں اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کی خبر دی کہ ان منافق لوگوں کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے اور ایسے لوگوں کی مغفرت نہ ہونے کا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے اس لئے یہ لوگ ہرگز اس لائق نہیں ہیں کہ ان کے واسطے استغفار کی دعا کی

اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۸۰﴾ ع
فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْٓا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ؕ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾

اگر تم ان کی ستر بار بھی معافی چاہو گے جب بھی اللہ ان کو نہ بخشے گا، یہ اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں کرتا ۱ ﴿۸۰﴾ رسول خدا کے پیچھے رہ جانے والے اپنے بیٹھ رہنے (اور جہاد میں نہ جانے) سے خوش ہوئے اور ناپسند کیا یہ کہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے اور کہا انہوں نے ایک دوسرے سے کہ تم ۲ اس گرمی میں نہ نکلو، تم فرماؤ کہ جہنم کی آگ سب سے سخت گرم ہے اگر وہ جانتے تو ایسا نہ کرتے ﴿۸۱﴾

جاوے۔ کیونکہ اگر ستر بار بھی ان کے واسطے آپ استغفار کریں گے تو بھی خدا ان کو نہیں بخشے گا۔ اس واسطے کہ استغفار تو گنہگار اور خطاوار کے حق میں فائدہ مند ہے نہ کہ جو سرے سے خدا اور رسول کے ساتھ کفر کر کے بغیر توبہ کے مر گئے۔ اس لئے ان میں کہ جو لوگ اس حال میں مر گئے نہ تو ان کی مغفرت ہو سکتی ہے اور نہ ان کے زندہ لوگوں کو توبہ پر مجبور کیا جاوے گا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے علم کے موافق جیتے جی یہ لوگ اپنی اس گمراہی میں پڑے رہیں گے۔

۱ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان منافقوں کی مذمت بیان کی جو غزوہ تبوک میں آنحضرت ﷺ کے ہمراہ جہاد میں نہیں شریک ہوئے اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہیں دیا۔ اپنے گھروں میں بیٹھ رہے اور آنحضرت ﷺ کے جانے پر خوشی ظاہر کی اور لڑنے سے جی چرایا اور اپنے مال و دولت کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے سے بخل کیا اور خدا کی راہ میں اپنی جان کو ہتھیلی پر رکھنا برا سمجھا۔ حالانکہ خدا کے نزدیک بڑے بڑے مرتبے اس شخص کے ہیں جو جان و مال سے جہاد میں شریک ہو۔

منافقوں کے عذابوں کا ذکر

۲ **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ تبوک کی لڑائی کے وقت منافقوں نے مسلمانوں سے مشورہ کے طور پر اور آپس میں یہ چرچا کیا کہ ایسے گرم موسم میں سفر مناسب نہیں ہے اور خود بھی مصنوعی عذر کر کے مدینہ میں رہ گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ

فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاِنْ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ فَاسْتَاْذَنُوْكَ لِلْخُرُوْجِ فَقُلْ لَّنْ تَخْرُجُوْا مَعِىَ اَبَدًا وَّلَنْ تُقَاتِلُوْا مَعِىَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمْ رَضِيْتُمْ بِالْقُعُوْدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿۸۳﴾

پس ان کو چاہئے کہ تھوڑا ہنسیں اور بہت روئیں سزا اس کی جو وہ کرتے تھے ﴿۸۲﴾ ۱؎ پس (اے محبوب! یکتا صلی اللہ علیہ وسلم) اگر اللہ تمہیں ان میں سے کسی گروہ کی طرف واپس لے جائے اور وہ تم سے جہاد میں چلنے کی اجازت مانگیں تو تم ان سے فرمانا کہ کبھی تم میرے ساتھ نہ چلو گے اور نہ میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے لڑو گے بیشک تم نے اول مرتبہ بھی اپنا بیٹھ رہنا پسند کیا تھا پس (اب بھی) پیچھے رہ جانے والوں کے ساتھ بیٹھ رہو ﴿۸۳﴾

آیت نازل فرمائی۔ حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ جھوٹے عذر کر کے یہ لوگ دنیا کی تھوڑی سی گرمی سے اگر بچ گئے تو یہ جگہ کچھ ہونے اور ہنسنے کی نہیں ہے۔ بلکہ نہایت رونے کی جگہ ہے کہ اس میں انہوں نے اللہ کے رسول کے حکم کی مخالفت کی۔ جس مخالفت کی سزا میں ان کو دوزخ کی آگ کی گرمی برداشت کرنی اور سہنی پڑے گی۔ جس کے آگے دنیا کی گرمی کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ دنیا میں جو آگ لوگوں کے کام آتی ہے بہ نسبت دوزخ کی آگ کے انہتر درجے حرارت اس کی گھٹا دی گئی ہے۔ یعنی تین ہزار برس تک دوزخ کی آگ دھونکائی گئی ہے۔ اس لئے دھونکاتے دھونکاتے اس کا رنگ کالا ہو گیا ہے۔ ستر درجہ حرارت کم کر کے دو دفعہ دریا میں ٹھنڈی کی۔ اگر وہ آگ دنیا میں اتاری جاتی تو دنیا میں نہ وہ آگ ٹھہر سکتی، نہ اس سے کوئی فائدہ اٹھا سکتا تھا۔

منافقین کو جہاد میں نہ شریک کرنے کا حکم

۱؎ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر ہی میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا کہ جب آپ مدینہ میں واپس ہو کر پہنچیں اور پھر کبھی دوبارہ کسی جہاد میں جانے کا اتفاق ہو اور وہ بارہ منافق جو اس تبوک کے سفر میں شریک نہ ہوئے گھروں میں بیٹھ رہے اگر یہ لوگ آئندہ کہنے لگیں کہ اس مرتبہ ہم چلیں گے تو ان سے کہہ دو کہ تم نے پہلی مرتبہ گھروں میں بیٹھ رہنا پسند کیا اب تم کبھی ہمارے ساتھ جہاد میں نہیں جا سکتے ہو اور نہ کسی دشمن سے لڑائی کر سکتے ہو تم تو بس انہیں معذور لوگوں کے ساتھ بیٹھے رہو۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾

اور ۱ (اے محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان میں سے کوئی مر جائے تو ہرگز ان (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھنا اور نہ ان کی قبر پر کھڑے ہونا، بیشک وہ اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے منکر ہوئے اور وہ کفر کی حالت میں مر گئے ﴿۸۴﴾ اور ۲ تم کو تعجب نہ ہو ان کے مال اور ان کی اولاد پر، اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ چاہتا ہے کہ اس (مال و اولاد) کے ذریعہ انہیں عذاب دے دنیا میں اور (چاہتا ہے کہ) ان کی جان حالت کفر میں نکلے ﴿۸۵﴾

منافقین کی نماز جنازہ کی (ممانعت)

۱ **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ عبداللہ ابن ابی سلول منافقوں کا سردار تھا۔ جب وہ مر گیا تو اس کے بیٹے عبداللہ نے جو مسلمان صالح مخلص صحابی اور کثیر العبادت تھے یہ خواہش کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لئے اپنا کرتہ مبارک عنایت فرمادیں اور نماز جنازہ پڑھائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے اس کے خلاف تھی لیکن اس وقت تک ممانعت نہ ہوئی تھی اور حضور کو معلوم تھا کہ یہ عمل ایک ہزار آدمیوں کے ایمان لانے کا باعث ہوگا۔ اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا کرتہ مبارک بھی عنایت فرمایا اور جنازہ میں شرکت بھی کی۔ کرتہ مبارک دینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بدر میں قید ہو کر آئے تھے تو عبداللہ بن ابی نے اپنا کرتہ انہیں پہنایا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کا بدلہ دینا بھی منظور تھا، اس پر یہ مناہی (ممانعت) کی آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد پھر کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی منافق کے جنازہ میں شرکت نہ فرمائی، اور حضور کی وہ مصلحت بھی پوری ہوئی۔ چنانچہ جب کفار نے دیکھا کہ ایسا شدید العداوت شخص جب حضور کے کرتے سے برکت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کے عقیدے میں بھی آپ اللہ کے حبیب اور اس کے سچے رسول ہیں یہ سوچ کر ہزار کافر مسلمان ہو گئے۔

مسئلہ: جس شخص کے مومن یا کافر ہونے میں شبہ ہو اس کے جنازے کی نماز نہ پڑھی جاوے۔

کفار کی کثرت مال و اولاد کے عذاب کا ذکر

۲ اس آیت میں دوبارہ تاکید کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ کفار کے مال و اولاد کو دیکھ کر تعجب نہ کرو، خدا ان لوگوں کو انہیں

وَ اِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ جَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَ قَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِیْنَ ﴿۸۶﴾ رَضُوْا بِاَنْ یَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَ طُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا یَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ ط

اور ۱؎ جب نازل کی جاتی ہے کوئی (قرآن کی) سورت اس مضمون کی کہ اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھ ہو کر جہاد کرو تو تم سے چھٹی مانگتے ہیں ان میں سے وہ جو وسعت والے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم کو چھوڑ دیجئے تا کہ ہم بیٹھنے والوں میں رہ جائیں ﴿۸۶﴾ انہوں نے پسند کیا کہ پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ہو جاویں اور ان کے دلوں پر مہر کر دی گئی پس وہ کچھ نہیں سمجھتے ﴿۸۷﴾ لیکن ۲؎ رسول (رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے ہیں انہوں نے (راہ حق میں) جہاد کیا اپنے مالوں سے اور اپنی جانوں سے۔

چیزوں کے ساتھ عذاب کرے گا۔ ان کے مال انہیں کے واسطے وبال جان ہو جائیں گے۔ ان کی اولاد انہیں کے لئے موجب ہلاکت ہوگی اور یہ مرتے دم تک کافر کے کافر رہیں گے، کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔

۱؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی اکثر سورتوں میں یہ حکم نازل فرمایا ہے کہ خالص دل سے احکام الٰہی پر ایمان لاؤ اور جہاد میں شریک ہو کر لڑو، مگر وہ اس بات کو بہت پسند کرتے ہیں کہ عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھ رہیں۔ انہیں اس بات کی مطلق پروا نہیں کہ گھروں میں بیٹھنا عورتوں کا کام ہے، اور مردوں کا شیوہ دشمن کے مقابلہ میں جوانمردی کے ہنر کے دکھانے کا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایسی ہی باتوں سے ان کے دلوں پر زنگ کی مہر لگا دی گئی ہے اس لئے یہ دین کے کاموں سے جی چراتے ہیں۔ ان کو اپنے نفع ونقصان کا کچھ خیال نہیں ہے بالکل ناسمجھ ہیں گویا عقل ہی نہیں رکھتے۔

مسلمانوں کے جہاد کی خوبی

۲؎ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور خود ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمانبرداری میں ثابت قدم ہیں، اور ہر قسم کے مصائب وتکالیف کو بڑی شادمانی کے ساتھ سہتے ہیں وہ خدا کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے ہیں۔ یہی لوگ دونوں جہان کی خوبیوں پر کامیاب ہوں گے دنیا میں تو فتح ونصرت اور غنیمت کا مال ہاتھ لگے گا اور آخرت میں دیدار الٰہی نصیب ہوگا۔ انہی لوگوں کے لئے خدا تعالیٰ نے جنت کے ہرے بھرے اور پھل پھولدار باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ یہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل کئے جائیں گے۔

وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ ع وَجَآءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى

اوران ہی کے لئے بہت سی خوبیاں ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں ﴿۸۸﴾ اللہ نے ان کے لئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں وہ لوگ ان میں ہمیشہ رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے (جو ان کے حصہ میں آئی) [۱] ﴿۸۹﴾ اور (کچھ تمہارے پاس) آئے بہانہ کرنے والے صحرانشین لوگ (یعنی گنوار لوگ) تاکہ ان لوگوں کو (گھروں میں) بیٹھ جانے کی اجازت دی جائے، اور بیٹھ رہے وہ لوگ جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولا تھا (یعنی اسلام ظاہر کر کے) ان میں سے جو کافر ہوئے ان کو جلد عذاب پہنچے گا درد دینے والا ﴿۹۰﴾ کوئی گناہ نہیں ضعیفوں [۲] پر اور نہ بیماروں پر۔

منافقین کا جھوٹا عذر

[۱] اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان دو گروہ کا ذکر فرمایا جو لوگ جھوٹا عذر کر کے جہاد میں شریک نہ ہوئے، اور جنہوں نے عذر بھی نہیں کیا خدا اور رسول کے وعدوں کو جھوٹا جان کر گھروں میں بیٹھے رہے۔ پہلا گروہ یہ عامر بن طفیل کی جماعت تھی، انہوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ اگر ہم آپ کے ساتھ جہاد میں جائیں تو قبیلہ طے کے گنوار ہماری بی بی بچوں اور جانوروں کو لوٹ لیں گے"۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "مجھے اللہ نے تمہارے حال سے خبردار کیا ہے اور وہ مجھے تم سے بے نیاز کرے گا"۔ عمرو بن طلاء نے کہا کہ ان لوگوں نے عذر باطل بنا کر پیش کیا تھا یہ دوسرے گروہ کا حال ہے جو بغیر کسی عذر کے بیٹھ رہے یہ منافقین تھے، انہوں نے ایمان کا دعویٰ جھوٹا کیا تھا ان کو سخت عذاب پہنچے گا۔

معذور کو جہاد کی معافی کا حکم

[۲] **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ غزوہ تبوک میں قوی اور تندرست مالدار لوگ نہیں گئے تھے تو اوپر کی آیتیں ایسے لوگوں پر نازل ہوئیں جس سے اللہ کی خفگی ظاہر تھی۔ تو ناتواں بوڑھے اور بیمار اور مفلس صحابہ بہت ہراساں ہوئے کہ شاید ہم

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۹۱﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَاۤ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَاۤ اَجِدُ مَاۤ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ ۠ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ﴿۹۲﴾ؕ

اور نہ ان لوگوں پر جنہیں خرچ کے لئے میسر نہیں (اور سامان جہاد نہ کرسکیں) جب کہ یہ لوگ خیر خواہی کریں اللہ کی اور اس کے رسول کی، نیکی کرنے والوں پر کسی قسم کا الزام (عائد) نہیں، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ﴿۹۱﴾ اور ل نہ ان لوگوں پر (کچھ گناہ ہے) جو تمہارے پاس حاضر ہوں تاکہ تم ان کو سواری دو (اور) تم ان سے کہہ دیتے ہو کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں جس پر میں تم کو سوار کردوں، تو وہ (ناکام) اس حالت سے واپس چلے جاتے ہیں کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے ہیں اس غم سے کہ ان کو خرچ کرنے کو کچھ میسر نہیں ﴿۹۲﴾

لوگ بھی اس خفگی میں داخل ہیں۔ ان کی تسکین کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ ایسے صاحب عذر جو لڑائی پر نہیں گئے تو ان پر مواخذہ اس سبب سے نہیں ہے کہ عذر نے ایسے لوگوں کو معذور کر رکھا ہے۔ مواخذہ تو ان لوگوں پر ہے جنہوں نے بغیر کسی معذوری کے جھوٹے عذروں سے نبی وقت کا ساتھ چھوڑ دیا۔ معذور یہ لوگ ہیں: اول ضعیف جیسے کہ بوڑھے، بچے عورتیں، اور وہ شخص بھی انہیں میں داخل ہے جو پیدائشی کمزور، ضعیف، نحیف، ناکارہ ہو، دوم جس میں اندھے لنگڑے اپاہج بھی داخل ہیں اور سامان جہاد نہ کرسکیں، یہ لوگ رہ جائیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں۔ یہ لوگ ان کے گھر والوں کی خبر گیری رکھیں جو مجاہدین ہیں۔ جو لوگ ہمیشہ بھلے کاموں میں لگے رہتے ہیں اگر ایسے کسی بشر سے قصور ہو جائے بھی تو چنداں قابل ملامت نہیں کیونکہ اس قسم کی ذلت و لغزشوں کو خدا تعالیٰ بخش دیا کرتا ہے۔ وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ل **شان نزول:** اصحاب رسول ﷺ میں سے چند حضرات جہاد میں جانے کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ ہم کو سواری مرحمت فرمائیے تاکہ ہم سوار ہو کر ہمرکابی میں جہاد کو چلیں''۔ آپ نے فرمایا کہ ساتھیو! میرے پاس کوئی سواری موجود نہیں ہے۔ تو یہ رسول ﷺ کے شیدائی، جہاد کے فریفتہ روتے ہوئے مایوسانہ واپس ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی جس کا مطلب یہ ہے کہ جو اپاہج بڈھے یا مفلس جس کا ذکر اوپر کی آیتوں میں آیا ہے، لڑائی پر نہیں گئے

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

مواخذہ تو (صرف) ان پر ہے کہ جو (گھر میں رہنے کی) چھٹی مانگتے ہیں، حالانکہ وہ مالدار ہیں انہوں نے عورتوں کے ساتھ پیچھے بیٹھ رہنا پسند کیا اور اللہ نے مہر کردی ان کے دلوں پر، پس وہ (جہاد کے نفع وثواب کو) جانتے ہی نہیں ﴿۹۳﴾

اوران لوگوں کو معذور ٹھہرا کر یہ فرمایا تھا کہ یہ لوگ مواخذہ کے قابل نہیں۔اصل مواخذہ کے قابل وہ لوگ ہیں جو باوجود دولت مند ہونے اور ہٹے کٹے ہونے کے اللہ کے رسول ﷺ کا ساتھ چھوڑ کر بیٹھ رہے ہیں۔

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۴﴾

تمہارے [۱] روبرو (طرح طرح کے) بہانے پیش کریں گے جب تم (جہاد سے) ان کی طرف لوٹ کر جاؤ گے، (اے محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم فرماؤ: "کچھ بہانے نہ کرو ہرگز ہم تمہاری بات کا یقین نہیں کریں گے، بیشک خدا نے ہم کو تمہاری (اصلی حالت کی) خبریں دے دی ہیں اور عنقریب اللہ اور اس کا رسول تمہارے عمل دیکھیں گے (یعنی دنیا میں) پھر تم لوٹ کر جاؤ گے اس کی طرف جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے"۔ پس وہ تمہیں جتادے گا جو کچھ تم (دنیا میں) کیا کرتے تھے ﴿۹۴﴾

منافقوں کی بابت احکام

[۱] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کو عقبیٰ کے عذاب و ثواب کا یقین نہیں ہے۔ اس لئے رات دن بے دھڑک یہ لوگ طرح طرح کے گناہوں میں گرفتار رہتے ہیں، اور کثرت گناہوں سے ان کے دل پر ایسا زنگ چھا گیا ہے کہ اس زنگ کے سبب سے ان کا دل ناپاک ہو گیا ہے۔ جس سے جہاد کی خوبی کی یا اور کسی نیک بات کے سمجھنے کی صلاحیت ان کے دل میں نہیں رہی ہے۔ پھر فرمایا "اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے! تم اور تمہارے ساتھ کے مسلمان جب مدینہ میں جاؤ گے تو یہ لوگ طرح طرح کے عذر کریں گے۔ اس پر ان لوگوں کو یہ جواب دینا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل کا حال ہم کو بتلا دیا ہے۔ اس لئے اب تو ہم تمہارے عذروں کی صداقت نہیں کر سکتے۔ ہاں تمہاری آئندہ کی حالت پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر ہے، کہ آئندہ تم اسلام کے ساتھ کیسا برتاؤ رکھتے ہو۔ اور اسلام کے ساتھ جیسا برتاؤ آئندہ تم لوگ رکھو گے، ویسا ہی برتاوا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ برتے گا۔ کیونکہ سزا و جزا کے لئے ایک دن سب کو اس غیب داں کے روبرو حاضر ہونا ضرور ہے"۔ پھر فرمایا تمہاری واپسی کے وقت قسمیں کھا کھا کر اس لئے یہ لوگ عذر کریں گے کہ تم ان پر کوئی ظاہری مواخذہ نہ کرو۔ اب ان لوگوں کے دل جب بداعتقادی کے سبب سے ایسے ناپاک ہیں کہ کوئی نصیحت ان کو پاک نہیں کر سکتی۔ تو تم بھی ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو، کیونکہ علم الٰہی میں جو لوگ دوزخی ٹھہر چکے ہیں ان کے دل پر کسی سرزنش کا کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔

سَیَحۡلِفُوۡنَ بِاللّٰہِ لَکُمۡ اِذَا انۡقَلَبۡتُمۡ اِلَیۡہِمۡ لِتُعۡرِضُوۡا عَنۡہُمۡ ؕ فَاَعۡرِضُوۡا عَنۡہُمۡ ؕ اِنَّہُمۡ رِجۡسٌ ۫ وَّ مَاۡوٰىہُمۡ جَہَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا کَانُوۡا یَکۡسِبُوۡنَ ﴿۹۵﴾ یَحۡلِفُوۡنَ لَکُمۡ لِتَرۡضَوۡا عَنۡہُمۡ ۚ فَاِنۡ تَرۡضَوۡا عَنۡہُمۡ فَاِنَّ اللّٰہَ لَا یَرۡضٰی عَنِ الۡقَوۡمِ الۡفٰسِقِیۡنَ ﴿۹۶﴾ اَلۡاَعۡرَابُ اَشَدُّ کُفۡرًا وَّ نِفَاقًا وَّ اَجۡدَرُ اَلَّا یَعۡلَمُوۡا حُدُوۡدَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ ﴿۹۷﴾

اب تمہارے آگے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کی طرف پلٹ کر جاؤ گے تاکہ تم ان سے درگزر کرو، پس تم ان سے منہ پھیر لو بیشک وہ لوگ نرے پلید ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، (یہ) بدلہ اس کا ہے جو وہ کرتے تھے ﴿۹۵﴾ وہ[۱] تمہارے روبرو قسمیں کھائیں گے تاکہ تم ان سے راضی ہو جاؤ، پس اگر تم ان سے راضی ہو جاؤ گے، پس بیشک اللہ تو فاسق لوگوں سے راضی نہ ہوگا ﴿۹۶﴾ گنوار[۲] کفر میں زیادہ سخت ہیں اور نفاق میں اور اسی لائق ہیں کہ اللہ نے جو احکام شریعت اپنے رسول (مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) پر اتارے ان کو نہ جانیں، اور اللہ جاننے والا مضبوط تدبیر والا ہے ﴿۹۷﴾

[۱] **شانِ نزول:** یہ آیت عبداللہ بن ابی کے حق میں نازل ہوئی اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قسم کھائی تھی کہ اب کبھی وہ جہاد میں جانے سے سستی نہ کرے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی تھی کہ حضور اس سے راضی ہو جائیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ تم کو ان کی بداعتقادی اور دل کی گندگی کا حال معلوم نہیں اس لئے اگر بالفرض اپنی جھوٹی قسموں پر یہ لوگ تم کو کچھ رضامند کریں تو کرلیں، مگر اللہ کو تو ان کے دلوں کا حال ذرا ذرا معلوم ہے، اس واسطے جب تک منافق پنے کی گندگی سے یہ لوگ اپنے دلوں کو پاک نہ کریں گے اس وقت تک ایسے بے حکم لوگوں سے اللہ راضی نہیں ہوسکتا ہے۔

گنواروں کا ذکر

[۲] مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ جنگل کے رہنے والے گنوار جفاکار ہوتے ہیں اور یہی سبب ہے کہ گنواروں میں سے کوئی پیغمبر نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ اپنا رسول شہروں میں پیدا کیا کیونکہ وہ علیم و حکیم ہے۔ وہ جانتا ہے کہ علم اور ایمان کس کو زیبا ہے جہالت اور کفر و نفاق کس کا حصہ ہے۔

وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یَّتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ مَغْرَمًا وَّ یَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآىِٕرَ ؕ عَلَیْهِمْ دَآىِٕرَةُ السَّوْءِ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۹۸﴾ وَ مِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ یَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَ صَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَیُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۹۹﴾ ع

اور ۱ کچھ صحرانشیں (یعنی گنوار) لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اسکو تاوان جانتے ہیں اور تم (مسلمانوں) پر مصیبتیں آنے کے انتظار میں رہتے ہیں، انہی پر بڑی گردش ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ﴿۹۸﴾
اور ۲ بعض اہل دیہات ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کی نزدیکی کا سبب (خیال کرتے ہیں) اور رسول دو عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے دعائیں لینے کا وسیلہ جانتے ہیں، فی الحقیقت وہ ان کیلئے موجب قرب ہے، داخل کرے گا اللہ تعالیٰ جلد انہیں اپنی رحمت میں بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۹۹﴾

تین قسم کے گنواروں (اہل دیہات) کا حال

۱ اس آیت میں فرمایا کہ دوسری قسم کے گنوار وہ ہیں کہ خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں مگر ناخوشی سے اور ان کو ہر وقت یہ خیال لگا ہوا ہے کہ زمانہ ایک طور پر نہیں رہتا ممکن ہے کہ گردش زمانہ سے مشرکین غالب آجائیں، یا کوئی اور حادثہ درپیش ہو۔ اس لئے فرمایا کہ برے وقت اگر آئیں گے تو انہیں پر آئیں گے رسول یا مومنین پر کیوں آنے لگے۔ آخر کو فرمایا کہ اللہ ان کے مشورہ کو سنتا ہے اور ان کی تمام رازداریوں سے واقف ہے۔

عشق ومحبت کی درخشندہ مثال

۲ **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ عبداللہ ذوالبجادین (رضی اللہ عنہ) ایک نوجوان اور خوش رو آدمی تھے۔ اپنے چچا کے پاس رہا کرتے تھے اور سارا مال چچا کے قبضہ میں تھا۔ یہ ایک عرصہ سے اسلام کی خوبیوں پر فریفتہ تھے۔ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تھے، انہیں ان کی ازلی سعادت نے قدیم اشتیاق پر مجبور کر دیا۔ چچا کے پاس آکر کہنے لگے کہ میرا دل تو اسلام پر فریفتہ ہو گیا ہے کہ اسلام قبول کروں۔ چچا بولا کہ اگر پھر تیری زبان سے کلمہ سنوں گا تو ترکہ تو الگ نہ دوں گا، اور جو تیرے پاس ہے چھین لوں گا۔ حتیٰ کہ کپڑے تک بدن سے اتار لوں گا۔ انہوں نے کپڑے بدن سے اتار کر چچا کے حوالہ کئے اور ماں سے ایک تہ بند لے کر دو ٹکڑے کئے۔ ایک ٹکڑے سے نیچے کا دھڑ ڈھکا اور دوسرا اوپر کے بدن پر ڈال لیا اور

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۰۰﴾

اور[1] سبقت کرنے والے مہاجرین اور انصار میں سے بھی اور وہ لوگ جنہوں نے اچھے کاموں میں ان کی پیروی کی ہے اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب لوگ اللہ سے راضی ہوئے اور ان کے لئے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں ہمیشہ ان میں رہیں گے یہی بڑی کامیابی ہے ﴿۱۰۰﴾

اس صورت میں مدینہ میں آنحضرت ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور جنگ تبوک میں لشکر اسلام کے راستہ میں بعارضہ بخار انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ آنحضرت ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے انہیں دفن کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، فرمایا کہ تیسری قسم کے وہ گنوار ہیں جو خدا پر اور قیامت کے دن پر سچے دل سے ایمان لا چکے ہیں اور خدا کی راہ میں اس امید پر خرچ کر رہے ہیں کہ خدا سے نزدیکی ہو اور رسول ان کے لئے مغفرت چاہیں یعنی انتقال کے بعد۔ بیشک اللہ تعالیٰ مغفرت کرنے والا اور مہربان ہے۔

صحابہ کی شان اور ان سے بدگوئی سے زبان روکنے کی تاکید یعنی رافضیوں کا رد

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ عام مسلمانوں پر جنہیں فضیلت و سبقت ہے وہ دو طرح کے لوگ ہیں: ایک تو وہ جو سب سے پیشتر مسلمان ہو کر مدینہ میں ہجرت کر کے آئے۔ اسی طرح سابقین میں اہل بدر بھی داخل ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی، اور اہل بیعت رضوان اور انصار بھی یعنی وہ مسلمان جو مدینہ میں سکونت رکھتے تھے اور مکیوں (اہل مکہ) کی مدد کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سے عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ کی بیعت کرنے والے مقصود ہیں جو کل ستر آدمی تھے۔ یا ان سے وہ لوگ مراد ہیں جو مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر خدا اور رسول کے مطیع ہوئے۔ دوسرے وہ مسلمان جنہوں نے ایمان لانے اور اطاعت کرنے میں سابقین اولین کی متابعت کی۔ اس سے سب صحابہ مہاجر اور انصار مراد ہیں، جنہوں نے سابقین کی متابعت کی اور وہ بھی ایمان اور محبت رسول ﷺ کے شرف سے مشرف ہوئے۔ خدا ان سب سے خوش ہے اور وہ بھی خدا سے بے حد خوش ہیں، ان کے لئے جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اور خدا کا وعدہ جھوٹا نہیں ہے یہ لوگ قطعی جنتی ہیں۔ جن کے دل میں ان کی طرف سے بغض ہے، یا جو ان میں سے کسی ایک کو بھی برا سمجھتا ہے، اس کا ایمان باقی نہیں رہا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کی نسبت رضامندی کی خبر دیتا ہے کہ میں ان لوگوں کے لئے جنت مقرر کر چکا۔ صحابہ کی شان اور ان کی بدگوئی سے زبان کو روکنے کی تاکید ہے۔ اس آیت میں رافضیوں کا رد ہے جو ان کے حق میں بیہودہ الفاظ نکالتے ہیں۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ۛ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّوْنَ اِلٰى عَذَابٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۱﴾ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾

اور ا تمہارے آس پاس کے کچھ دیہاتی منافق ہیں اور کچھ اہل مدینہ بھی نفاق کے خوگر ہو گئے ہیں تم انہیں نہیں جانتے ہو ہم انہیں جانتے ہیں، جلد ہم انہیں دوہری سزا دیں گے پھر بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے ﴿۱۰۱﴾ اور کچھ اور لوگ ہیں جنہوں نے اپنے گناہوں کا اقرار کیا ہے انہوں نے اچھے اور برے عملوں کو ملا جلا دیا ہے، قریب ہے کہ اللہ ان کی توبہ ۲ قبول کرے بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۰۲﴾

ا اس آیت میں گنوار منافقوں کے عذاب کا ذکر ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ نے جمعہ کے دن خطبہ پڑھتے پڑھتے چار پانچ آدمیوں کو نام بنام فرمایا کہ تم منافق ہو، نکل جاؤ۔ جس سے وہ منافق بہت ذلیل ہوئے۔ خدا نے ان کو مسجد سے نکلوا دیا بھری محفل میں رسوائی ہوئی اور دوسرا عذاب قبر کا عذاب ہے۔ پھر آخرت میں عذاب عظیم ہے۔

صدقہ خیرات کا حکم

۲ **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ جس گروہ صحابہ نے اپنے قصور کا اقرار کر کے آنحضرت ﷺ کے تبوک کے سفر سے مدینہ واپس آنے سے پہلے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا، جب حضور ﷺ تشریف لائے اور انہیں ملاحظہ کیا تو فرمایا یہ کون ہیں۔ عرض کیا گیا یہ وہ لوگ ہیں جو جہاد میں حاضر ہونے سے رہ گئے تھے، انہوں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ یہ اپنے آپ کو نہ کھولیں گے جب تک حضور ﷺ ان سے راضی ہو کر انہیں خود نہ کھولیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں انہیں نہیں کھولوں گا نہ ان کا عذر قبول کروں گا، جب تک کہ مجھے اللہ کی طرف سے ان کے کھولنے کا حکم دیا جائے۔ تب یہ آیت نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے انہیں کھولا تو انہوں نے عرض کیا: ''یارسول اللہ! ﷺ یہ مال ہمارے رہ جانے کا باعث ہوا، اس مال کو لیجئے اور صدقہ کیجئے اور ہمیں پاک کیجئے اور ہمارے لئے دعا مغفرت فرمائیے''۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''مجھے تمہارے مال لینے کا حکم نہیں دیا گیا'' اس پر دوسری آیت نازل ہوئی اس آیت سے ظاہر ہوا کہ کوئی گنہگار شخص جب اپنے گناہوں سے توبہ کرے تو اس کو کچھ صدقہ دینا بھی مستحب ہے۔ اور جن لوگوں کی توبہ پونے دو مہینے کے بعد قبول ہوئی اس پر یہ

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ وَ قُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَ سَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ ج

(اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان کے مال میں سے زکوٰۃ وصول کرو جس سے تم انہیں (بخل وطمع کی برائیوں سے) پاک اور بابرکت کر دو اور ان کے حق میں دعا خیر کرو، بیشک تمہاری دعا ان کے لئے آرام کا باعث ہے اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ﴿۱۰۳﴾ کیا انہیں خبر نہیں اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور صدقے خود اپنے دست قدرت میں لیتا ہے، اور بے شک وہی اللہ ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان ﴿۱۰۴﴾ اور [۱] تم فرماؤ: ''عمل کئے جاؤ پس دیکھے گا خدا اور اس کا رسول اور ایمان والے تمہارے عمل، اور ضرور تم اس کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو جاننے والا ہے چھپی اور ظاہری باتوں کا تو وہ تمہارے اعمال تمہیں بتا دے گا'' ﴿۱۰۵﴾

تیسری آیت نازل ہوئی۔ جس میں توبہ کرنے والوں کو بشارت دی گئی ہے کہ ان کی توبہ اور ان کے صدقات قبول ہوئے۔ توبہ و استغفار کرنے سے اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

زندہ لوگوں کے اعمال فوت شدگان کے سامنے

[۱] جہاد میں جن لوگوں سے سستی ہوئی تھی اور وہ اپنے عیش وآرام میں پڑے رہے، انہوں نے اپنے قصور کا اقرار کیا تھا ان کی نسبت یہ حکم ہوا کہ اے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے! تم ان سے کہہ دو کہ عمل کئے جاؤ ابھی تو بہت سے جہاد ہوں گے۔ اس وقت خدا اور خدا کا رسول اور مومنین سب تمہارے کام اور مستعدی دیکھ لیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! جمعہ کے دن درود زیادہ پڑھا کرو کہ تمہارے درود میرے روبرو پیش ہوتے ہیں۔ اسی طرح زندوں کے عمل، ان کے کنبے اور رشتہ دار مردوں کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ اگر اچھے عمل ہیں تو وہ خوش ہوتے ہیں، اگر برے عمل ہوتے ہیں تو کہتے ہیں یا اللہ! ان کے دل میں یہ بات ڈال دے کہ یہ تیری اطاعت کو سمجھیں۔

وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًاۢ بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَاۤ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ

اور۱؎ کچھ لوگ موقوف رکھے گئے ہیں حکم الٰہی کے انتظار پر یا ان کو عذاب کرے یا ان کی توبہ قبول کرے، اور اللہ جاننے والا درست تدبیر والا ہے(۱۰۶) اور (منافقوں میں سے وہ لوگ بھی ہیں) جنہوں نے (اس غرض سے) مسجد بنائی کہ (اسلام کو) نقصان پہنچائیں اور (اس میں بیٹھ کر) کفر (کی باتیں) کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں، اور انتظار میں واسطے ان لوگوں کے جنہوں نے اللہ سے اور اس کے رسول سے پہلے سے لڑائی کی ہے، اور وہ ضرور قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو محض بھلائی کا ارادہ کیا تھا اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ وہ بے شک جھوٹے ہیں(۱۰۷) تم کبھی ۲؎ اس مسجد میں کھڑے نہ ہونا (نماز کے لئے) البتہ جس مسجد کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقوے پر رکھی گئی ہے (یعنی مسجد قبا اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) وہ اس قابل ہے کہ تم وہاں (نماز کیلئے) کھڑے ہو۔

۱؎ **شان نزول:** اس آیت میں جس کا ذکر ہے یہ وہ لوگ ہیں جو جہاد میں نہیں شامل ہوئے تھے اور کوئی حیلہ بھی نہیں کیا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے بارے میں چپ ہو رہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ ان کا کام ڈھیل میں ہے، پچاس روز کے بعد اللہ تعالیٰ کے علم اور حکمت کے موافق جو کچھ ٹھہرا ہے وہ ظہور میں آجاوے گا۔ اس عرصہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور سارے مسلمانوں نے ان سے بولنا چھوڑ دیا، ان کی عورتیں بھی ان سے علیحدہ ہوگئیں۔ بہت ہی پریشان اور حیران ہوئے پھر معافی کی آیت اتری۔

منافقوں کا ذکر اور مسجد نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور مسجد قبا کی فضیلت

۲؎ **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ قبیلہ خزرج میں ایک شخص ابو عامر تھا، جو زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہوگیا تھا۔ جب

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ

اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے (۱۰۸) تو کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت (یعنی مسجد) کی بنیاد خدا کے خوف اور اس کی خوشنودی پر رکھی وہ بہتر ہے یا وہ شخص کہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد رکھی کسی کھائی کے کنارے پر کہ جو گرنے کو تیار ہے۔ پس وہ (عمارت) اپنے مالک کے ساتھ دوزخ کی آگ میں گر گئی۔

آنحضرت ﷺ مدینہ میں تشریف لائے اور قبیلہ خزرج کے لوگ اور بہت سے مسلمان ہوئے تو یہ ابو عامر اسلام نہ لایا، اور آنحضرت ﷺ سے ایک طرح کی عداوت رکھنے لگا اور مکہ کو چلا گیا۔ ہرقل بادشاہ روم کے پاس اس ابو عامر نے جا کر مدد کی خواہش کی تو اس نے وعدہ بھی کیا تھا۔ اسی وعدے کے بھروسہ پر اس نے اپنے قبیلہ کے چند منافقوں کو خط لکھا تھا کہ: ''تم اپنی جگہ ہتھیار اور سامان سے تیار رہو، میں چند روز میں روم سے فوج لے کر آتا ہوں اور میرے لئے کوئی ٹھکانا ایسا بنا رکھو جہاں میں آن کر اتر سکوں''۔ اسی ارادہ سے چند منافقوں نے مسجد نبوی اور مسجد قبا کے توڑ پر یہ مسجد ضرار بنائی۔ اور جب آنحضرت ﷺ تبوک کی لڑائی کو تشریف لے جا رہے تھے اس وقت ان منافقوں نے حضور اقدس ﷺ سے ایک دفعہ اس نئی مسجد میں چلنے اور نماز پڑھنے کی خواہش کی تھی۔ آپ نے فرمایا: ''اب تو سفر در پیش ہے ان شاء اللہ واپسی پر مسجد میں آؤں گا''۔ واپسی کے وقت راستہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور اس مسجد کا فریب ظاہر فرمایا۔ اس پر آپ نے وہ مسجد ڈھوائی، اب وہاں کوڑا پڑتا ہے۔ اس مسجد کی مذمت کے ساتھ جس مسجد کی اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے وہ مسجد قبا ہے اور مسجد نبوی بدرجہ اولیٰ ہے کیونکہ یہ دونوں مسجدیں آنحضرت ﷺ نے بنوائی ہیں۔

مسئلہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''جتنی دور کی مسافت طے کر کے دور کی مسجد میں نمازی شخص نماز پڑھے گا اسی قدر اس کو ثواب زیادہ ہوگا''۔ **مسئلہ:** ڈھیلوں سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرنا افضل ہے۔ پھر فرمایا کہ مسجد ضرار آباد رہنے والی نہیں۔ ایک دن گرے گی اور اپنے بدنیت بنانے والوں کو جہنم میں گرا دے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے ظالم منافقوں کو مجبور کر کے راہ راست پر لانا نہیں چاہتا۔ اس لئے جیتے جی یہ لوگ شک و نفاق کی حالت میں رہیں گے، مگر مرنے کے بعد ان پر وہ آفت آنے والی ہے، جس سے ان کے دل پھٹ کر ٹکڑے اڑ جاویں گے۔ آخر کو فرمایا اللہ کو ان کے سب کام معلوم ہیں، اور اس نے بڑی حکمت اور انصاف سے قیامت کے دن ہر ایک کام کی سزا و جزا ٹھہرائی ہے۔

وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ يُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَ الْاِنْجِيْلِ وَ الْقُرْاٰنِ ؕ وَ مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِيْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾

اور اللہ ایسی ظالم قوم کو ہدایت نہیں دیتا ﴿۱۰۹﴾ وہ عمارت ان کی جس کو بنایا ہے (تقوے پر) ان کے دلوں میں ہمیشہ کھٹکتی رہے گی مگر یہ کہ ان کے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں اور اللہ جاننے والا درست تدبیر والا ہے ﴿۱۱۰﴾ بیشک [1] اللہ نے مسلمانوں سے ان کا جان و مال خرید لیا ہے اس بدلے پر کہ ان کے لئے جنت ہے، جنگ کرتے ہیں خدا کی راہ میں پس (خدا کے دشمنوں کو) ماریں اور (راہ خدا میں) مریں، اس کے ذمہ کرم پر سچا وعدہ ہے توریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں، اور اللہ سے زیادہ کون اپنے عہد کو پورا کرنے والا ہے پس خوشیاں مناؤ اپنے سودے کی جو تم نے اس سے کیا ہے اور یہی بڑی مراد کا پانا ہے ﴿۱۱۱﴾

جہاد کرنے والوں کے لئے جنت کا وعدہ

[1] **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ منیٰ کی گھاٹی کی بیعت کے وقت جب آنحضرت ﷺ سے لوگ بیعت کر رہے تھے تو عبداللہ بن رواحہ نے کہا: ''آپ اپنے اور خدا کی طرف سے کچھ شرط مقرر کر لیں''۔ آپ نے فرمایا: ''خدا کی طرف سے شرط یہ ہے کہ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور میرے لئے یہ شرط ہے کہ جن چیزوں سے تم اپنی جان و مال کو بچاتے ہو اس سے مجھے بھی بچاؤ''۔ عبداللہ بن رواحہ نے کہا: ''پھر کیا ملے گا'' آپ نے فرمایا: ''جنت''۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی اور یہ ارشاد ہوا کہ خدا کی راہ میں جہاد کرنے والے خواہ قتل ہو جائیں یا کافروں کو قتل کریں، ہر حالت میں ان کے لئے جنت ہے۔ توراۃ اور انجیل اور قرآن مجید ان سب کتابوں میں یہی حکم ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ خدا کی راہ میں دشمنوں کو یہ قتل کرتے ہیں آپ بھی قتل ہوتے ہیں، اس لئے یہ جنت کے حق دار ہو گئے۔

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ النَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ الْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۳﴾

(یہ ۱؎ وہ لوگ ہیں) جو توبہ کرنیوالے عبادت کرنیوالے، حمد کرنیوالے، روزہ رکھنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنیوالے، نیک کاموں کا حکم کرنیوالے اور برے کاموں سے منع کرنیوالے اور احکام الٰہی کا لحاظ رکھنے والے ہیں، اور ایمانداروں کو خوشخبری سنا دو ﴿۱۱۲﴾ نبی (کریم ﷺ) کو ۲؎ اور مسلمانوں کو لائق نہیں کہ بخشش طلب کریں مشرکوں کے واسطے اگرچہ وہ ان کے رشتہ دار (ہی) ہوں جب کہ ان کو یہ معلوم ہو چکا کہ وہ لوگ دوزخی ہیں ﴿۱۱۳﴾

۱؎ اس آیت میں نو صفتیں بیان کی ہیں کہ جس میں یہ صفتیں ہوں گی اس کے واسطے خدا جنت مقرر کر چکا اور فرمایا کہ مومنوں کو اس کی خوشخبری سنا دو کیونکہ مومن وہی ہے جس میں یہ سب خوبیاں ہوں۔

مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کی ممانعت کا حکم

۲؎ **شان نزول:** حاصل مطلب یہ ہے کہ کئی سببوں کا مجموعہ مل کر اس آیت کی شان نزول ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اول سبب ابو طالب کی وفات ہے کہ آنحضرت ﷺ ابو طالب کے پاس گئے اور کہا کہ: ''اے چچا! اس وقت بھی تم کلمہ منہ سے کہو گے تو مجھ کو اللہ کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت کا موقع ملے گا''۔ لیکن اس وقت ابو جہل ابن امیہ بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے ابو طالب کو بہکایا اور کہا ''کیا آخری وقت اے ابو طالب! تم عبد المطلب کے طریقہ سے پھرتے ہو''۔ اس لئے آخر وقت پر ابو طالب نے یہی کہا کہ: ''میں عبد المطلب کے طریقہ پر دنیا کو چھوڑتا ہوں''۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''خیر جب تک اللہ تعالیٰ مجھ کو منع نہ فرمائے گا میں اپنے چچا ابو طالب کے لئے مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا'' اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ مشرکوں کے لئے استغفار کرنا نبی (ﷺ) کو اور مسلمانوں کو سزاوار (مناسب) نہیں۔ دوسرا سبب وہ ہے کہ ایک شخص صحابی اپنی مشرک ماں باپ کے لئے مغفرت کی دعا کیا کرتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کو منع کیا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ ''حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے مشرک باپ کے حق میں مغفرت کی دعا کیا کرتے تھے، اس لئے میں بھی مغفرت کی دعا کیا کرتا ہوں''۔ اس بات کا جواب اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں یہ دیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر

وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾

اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لئے بخشش طلب کرنا وہ تو نہ تھا مگر ایک وعدہ کے سبب سے تھا جو اس نے اس سے وعدہ کرلیا تھا، پھر جب کہ ابراہیم کو یہ ظاہر ہوگیا کہ وہ خدا کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہوگیا، بیشک ابراہیم دردمند اور بردبار تھا ﴿۱۱۴﴾ اور [1] اللہ کی شان نہیں کہ کسی قوم کو ہدایت کر کے گمراہ فرمادے جب تک کہ ان کو وہ صاف نہ بتا دے کہ کس چیز سے انہیں بچنا چاہئے بے شک اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے ﴿۱۱۵﴾

سے مغفرت کی دعا کرنے کا وعدہ کیا تھا، اس وعدہ کو ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت پورا کیا۔ جب تک ان کو آزر کا حالت شرک پر مرنا معلوم نہیں ہوا تھا۔ پھر جب ابراہیم علیہ السلام کو آزر کا حالت شرک پر مرجانا معلوم ہوگیا تو انہوں نے وہ دعا چھوڑ دی۔ سورۂ مریم (پارہ ۱۶) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس وعدہ کا ذکر تفصیل سے آوے گا جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ سختی کے برتاؤ پر بھی اپنے باپ آزر کو نرمی کا جواب دیا۔ اسی واسطے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نرم دل اور تحمل والا فرمایا ہے۔

مسئلہ: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس چیز کی جانب شرع سے ممانعت نہ ہو وہ جائز ہے۔

مشرکوں کے لئے دعا مغفرت کی ممانعت

[1] **شان نزول:** جب اس سے پہلے کہ آیت اتری اور لوگوں کو منع کیا گیا کہ مشرکوں کے لئے مغفرت نہ چاہو خواہ وہ تمہارے رشتہ کنبہ والے ہی کیوں نہ ہوں۔ تو جو لوگ مغفرت چاہتے تھے ان کے دل میں خوف ہوا کہ کبھی ہم پر عذاب نہ آئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ اللہ بے انصاف نہیں ہے۔ جب کسی قوم کو ہدایت کرچکا تو اب گمراہ نہیں کرے گا۔ مجاہد کے قول کے موافق آیتوں کی تفسیر کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے ممانعت کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے اپنے مشرک ماں باپ یا اور مشرک رشتہ داروں کے حق میں مغفرت کی دعا کی تھی، ان کے انجان ہونے کے عذر کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں قبول فرمایا۔

مسئلہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس چیز کی جانب شرع سے ممانعت نہ ہو وہ جائز ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَهُ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۖ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيرٍ ﴿١١٦﴾ لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبُ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّهُ بِهِمْ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿١١٧﴾

بیشک اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی، وہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے، اور اللہ کے سوا نہ کوئی تمہارا حمایتی نہ مدد دینے والا (۱۱۶) بیشک [۱] اللہ تعالیٰ کی رحمتیں متوجہ ہوئیں اس نبی (رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر اور ان مہاجرین اور انصار پر جنہوں نے مشکل کی گھڑی میں نبی (کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ قریب تھا کہ ان میں سے کچھ لوگوں کے دل پھر جائیں پس رحمت سے ان پر متوجہ ہوا بیشک وہ ان پر بخشش کرنے والا مہربان ہے (۱۱۷)

تبوک کی لڑائی کا ذکر اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ

[۱] یہ آیت تبوک کی لڑائی میں اتری ہے۔ جبکہ یہ حال تھا کہ دس دس آدمیوں میں سواری کے لئے ایک ایک اونٹ تھا باری باری اسی پر سوار ہولیتے تھے۔ اور کھانے کی قلت کا یہ حال تھا کہ ایک ایک کھجور پر کئی کئی آدمی بسر کرتے تھے۔ اس طرح کہ ہر ایک نے تھوڑی تھوڑی چوس کر ایک گھونٹ پانی پی لیا۔ پانی کی بھی قلت تھی، گرمی کی شدت تھی، پیاس کا غلبہ اور پانی ناپید۔ اس حال میں صحابہ اپنے صدق ویقین اور ایمان واخلاص کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جاں نثاری میں ثابت قدم رہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اللہ تعالیٰ سے دعا فرمایئے''، فرمایا: ''کیا تمہیں یہ خواہش ہے'' عرض کیا ''جی ہاں'' تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دست مبارک اٹھا کر دعا فرمائی اور دست مبارک کا اٹھانا تھا کہ مینہ برسا اور خوب ہی برسا۔ لوگوں نے اپنے اپنے برتن پانی سے بھر لئے بعد ایک لحہ کے مینہ تھم گیا۔ لشکر کے باہر دیکھا گیا تو کہیں زمین تر نہ ملی اور نہ کوئی نشانی بارش کی معلوم ہوئی۔ یہ آپ کا معجزہ تھا مینہ فقط مسلمانوں ہی کے لشکر میں برسا۔ اس لڑائی میں آپ کے ساتھ مہاجرین اور انصار سب ملا کر ستر ہزار آدمی تھے۔ قریب تھا کہ سختی اور مشقت اور بھوک پیاس کے مارے ان لوگوں کے جی چھوٹنے لگیں، اس عالم الغیب نے فوراً آیت بھیجی۔ کسی سے کچھ قصور ہونے بھی نہیں پایا اور ان کی توبہ قبول فرمائی، تاکہ ان کے جی خوش ہو جائیں۔

وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۱۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ

اوران تین شخصوں ۱؎ پر بھی (توجہ فرمائی) جو پیچھے چھوڑ دیئے گئے تھے یہاں تک کہ جب زمین اتنی وسیع ہوکر ان پر تنگ ہوگئی اور وہ اپنی جان سے تنگ آگئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ خدا سے کہیں پناہ نہیں مگر اسی کی طرف، پھر اللہ نے انکی توبہ قبول کی تاکہ وہ رجوع کریں، بیشک اللہ ہی توبہ قبول کرنیوالا مہربان ہے ﴿۱۱۸﴾ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو ﴿۱۱۹﴾ اور اہل مدینہ کو ۲؎ اور ان لوگوں کو جو اسکے آس پاس دیہاتی رہتے ہیں لائق نہ تھا کہ (جہاد میں) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہمراہی سے بیٹھ رہیں اور نہ یہ (لائق تھا) کہ رسول خدا (جان ہدی صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان سے اپنی جان عزیز سمجھیں۔

۱؎ **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ یہ وہی تین شخص ہیں۔ ① مرارہ بن ربیع ② کعب بن مالک ③ ہلال بن امیہ، جن کی توبہ قبول کرنے میں پچاس روز کی مہلت دی گئی تھی جن کا بیان اوپر گزر چکا ہے۔ جب وہ مدت پوری ہوگئی اور ان کے دل بہت ہی پریشان ہوئے۔ زندگی سے تنگ آگئے، دنیا ان کی آنکھوں میں اندھیر ہوگئی اور یہ بھی سمجھ لیا کہ پناہ بھی خدا ہی دے گا۔ تو ان کے سچ بولنے پر خدا نے یہ آیت نازل فرمائی اور ان کو معاف فرمایا۔

جہاد کا حکم

۲؎ اس آیت کا بھی اگلی آیتوں سے تعلق ہے بعض لوگ جو خاص مدینہ میں رہتے تھے، یا مدینہ کے باہر گاؤں میں بستے تھے۔ ان میں سے جو لوگ تبوک کی لڑائی میں نہیں شریک ہوئے تھے، ان کے حق میں خفگی (ناراضگی) کے طور پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ ان کو یہ بات لائق نہیں تھی کہ اپنی جان کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جان سے زیادہ عزیز رکھتے۔ ان کی تو بھوک پیاس ساری مشقتیں، خدا کی راہ میں ایک ایک قدم اٹھانا، دشمنوں کو ڈرانا دھمکانا، ان پر فتح پانی یہ سب نیکی میں شمار کئے جاتے۔ گھر میں

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَطَــٴُـوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا يُنْفِقُوْنَ نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ

یہ اس سبب سے کہ انہیں جو پیاس یا تکلیف یا بھوک اللہ کی راہ میں پہنچتی ہے اور نہ ایسی جگہ قدم رکھتے ہیں جس سے کافروں کو غصہ آئے اور نہ کچھ کسی دشمن کا بگاڑتے ہیں، اس سب کے بدلے ان کے لئے نیک عمل لکھا جاتا ہے، بیشک اللہ ضائع نہیں کرتا اجر نیکی کرنے والوں کا (۱۲۰) اور ۱؎ جو کچھ بھی وہ (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں تھوڑا یا بہت اور جو میدان وہ طے کرتے ہیں سب (کا اجر) ان کے لئے لکھا جاتا ہے تاکہ اللہ ان کے کام کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے (۱۲۱) اور ۲؎ مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب (اپنے وطن سے) نکل کھڑے ہوں، پس کیوں نہ ایسا کیا گیا کہ ان کے ہر گروہ میں سے (ایک) جماعت وطن میں رہے۔

بیٹھ کر انہوں نے اپنا ہی نقصان کیا۔ حاصل یہ ہے کہ اس آیت میں یہ بات تاکید کے ساتھ جتلائی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ جب لڑائی کو نکلیں تو تم لوگ بھی ان کا ساتھ دو اور گھروں میں بیٹھ رہنا حرام کر دیا گیا ہے۔

جہاد کی فضیلت، مسائل دینیہ کے سیکھنے اور سکھانے کا حکم

۱؎ اوپر کی آیت کی تاکید میں یہ بھی فرمایا کہ نمازیوں کے ہر ایک چھوٹے بڑے خرچ جو صرف اللہ ہی کے واسطے کئے جائیں۔ یہاں تک کہ ایک کھجور بھی خلوص کے ساتھ خدا کی راہ میں کھلانا، چلنا پھرنا جنگل اور بیابانوں کو طے کرنا، سب انکے نامہ اعمال میں لکھے جاتے ہیں اور اچھے سے اچھا اسکا بدلہ انکو دیا جائے گا اس آیت سے جہاد کی فضیلت اور اسکا حسن الاعمال ہونا ثابت ہوا۔

۲؎ **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ جب جہاد کے لئے خدا نے تاکید فرمائی اور گھروں میں بیٹھ رہنا منع فرمایا تو کل مسلمانوں نے یہ صلاح کر لی کہ اب جب کبھی کوئی لڑائی ہوگی تو سب کے سب شریک ہوا کریں گے۔ چنانچہ جب رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس آئے اور ایک لڑائی پر لشکر بھیجنا چاہا تو سارے مسلمان جانے پر تیار ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ

لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ﴿۱۲۲﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً ۚ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ﴿۱۲۳﴾ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ فَمِنْهُم مَّن يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَٰذِهِ إِيمَانًا ۚ

(اور) ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس جا کر اپنی قوم کو ڈر سنائیں، اس امید پر کہ وہ (دین کی باتیں سن کر برے کاموں سے) بچیں ﴿۱۲۲﴾ اے مسلمانو!ؔ۱ (پہلے) جہاد کرو ان کافروں سے جو تمہارے قریب رہتے ہیں اور چاہئے کہ وہ (کافر جنگ میں) تمہاری سختی محسوس کریں اور جانو کہ بیشک اللہ ساتھ ہے پرہیزگاروں کے ﴿۱۲۳﴾ اور جبؔ۲ کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو بعض منافقین (غرباء مسلمین سے بطور تمسخر) کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کر دیا۔

آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ سب نہ جاؤ۔ کچھ لوگ دین کی باتیں سیکھنے کو رہ جاؤ اور نیا حکم قرآن کا اتارا جائے، یا شریعت میں کوئی نئی بات بتلائی جائے اس کو سمجھو اور جب تمہارے دوسرے بھائی جہاد سے واپس آویں تو انہیں بتلاؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ بقدر ضرورت علم دین کا سیکھنا فرض عین ہے۔ اگر مسائل دینیہ کو نہ سیکھے گا اور علم دین کو بقدر ضرورت نہ پڑھے گا تو دوزخ اور قبر کے عذاب کا مستحق ہوگا۔ کیونکہ فرض عین کا تارک ہے اور ضرورت سے زیادہ سیکھنا فرض کفایہ ہے۔

ؔ۱ اس آیت میں خدا کا یہ حکم ہوا ہے کہ پہلے ان کافروں سے جہاد شروع کرو جو تمہارے آس پاس کے رہنے والے ہیں۔ پھر ان سے لڑو جو ان سے قریب ہوں۔ اسی لئے حضرت اپنے ہی قبیلہ کے مشرک اور کافروں سے لڑتے، پھر عرب کے اور کافر اور مشرکوں سے، پھر اس کے بعد اور ملکوں میں جا کر جہاد کیا، اور یہ بھی فرمایا کہ جواں مردی کے ساتھ لڑو۔ اوپر گزر چکا ہے کہ اب ضعیف اسلام کے زمانہ میں جہاد کی ایک قسم زبانی وعظ و نصیحت کی باقی رہ گئی ہے۔ اس لئے علمائے اسلام کو چاہئے کہ پہلے اپنی سکونت کی بستی میں وعظ و نصیحت کر کے لوگوں کو راستہ پر لاویں، پھر باہر کا قصد کریں۔ تاکہ اس آیت کی ہدایت کا عمل ہاتھ سے نہ جاوے۔ آخر آیت میں فرمایا کہ شریعت کے امر و نہی کو مان کر دین الٰہی کی ترقی کی نیت سے جو لڑائی لڑی جاوے تو اللہ ایسے متقی لڑنے والوں کے ساتھ ہے اور ان کا مددگار ہے۔

منافقوں کا طعن کہ نزول قرآن سے کس کا ایمان بڑھا

ؔ۲ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ جب کوئی سورۃ نازل ہوتی ہے تو بعض منافق مسلمانوں سے مذاق کے طور پر یوں کہتے ہیں

فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِیْمَانًا وَّ هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَ لَا یَرَوْنَ اَنَّهُمْ یُفْتَنُوْنَ فِیْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَیْنِ ثُمَّ لَا یَتُوْبُوْنَ وَ لَا هُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَ اِذَا مَاۤ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ ؕ هَلْ یَرٰىكُمْ مِّنْ اَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوْا ؕ صَرَفَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ﴿۱۲۷﴾

تو وہ جو ایمان والے ہیں ان کے ایمان کو اس نے ترقی دی اور وہ خوش ہوتے ہیں ﴿۱۲۴﴾ اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے ان کو اس (سورت) نے ان کی گندگی پر گندگی بڑھا دی اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے ﴿۱۲۵﴾ کیا وہ (منافق لوگ) [1] نہیں دیکھتے کہ یہ لوگ (کسی نہ کسی) آفت میں آزمائے جاتے ہیں ہر سال میں ایک بار یا دو بار، پھر بھی نہ توبہ کرتے ہیں نہ نصیحت مانتے ہیں ﴿۱۲۶﴾ اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی (جدید) سورت تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگتا ہے شرمندگی کی وجہ سے آیا، کوئی (مسلمان) تم کو دیکھتا تو نہیں پھر اٹھ کر پلٹ جاتے ہیں (رسول اللہ ﷺ کی مجلس سے کیا پلٹے) اللہ تعالیٰ نے ان کے دل پلٹ دیئے، اس وجہ سے کہ وہ محض بے سمجھ لوگ ہیں ﴿۱۲۷﴾

کہ اس سورۃ کی بدولت تم میں سے کس کا ایمان زیادہ ہوا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دینا چاہیے کہ جو اہل ایمان ہیں، ان کے ایمان میں تو ترقی ہوتی ہے۔ یعنی ان کی ثابت قدمی اور یقین بڑھ گیا یا نئے احکام معلوم ہوئے۔ تو ایمان کی زیادتی سے خوش ہوتے ہیں لیکن جن کے دل میں شک اور نفاق اور بغض اسلام کی بیماری ہے ان کی نجاست پر نجاست بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ کفر کا ملکہ راسخ ہو جاتا ہے کہ خاتمہ بھی ان کا کفر ہی پر ہوتا ہے نعوذ باللہ! آدمی کو چاہیے کہ جب کوئی اس کا عیب ظاہر کرے تو برا نہ مانے، بلکہ اس عیب کو چھوڑنے کی کوشش کرے۔

[1] منافقین کا ذکر: اللہ پاک تعجب کے ساتھ منافقوں کا حال بیان فرماتا ہے کہ ہر سال ایک دو دفعہ ان کی آزمائش ہوتی ہے۔ قحط بھی پڑتا ہے، بیماریوں کی مصیبت جھیلتے ہیں مگر یہ اپنے نفاق میں ایسے ڈھیٹ ہیں کہ نہ توبہ کرتے ہیں، نہ آئندہ خوف کرتے ہیں اور جب کوئی سورۃ اترتی ہے تو اس میں اپنے عیب کو سن کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگتا ہے کہ کسی نے ہماری طرف

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾

(اے مسلمانو!) بیشک تمہارے پاس تشریف لائے ہیں تم میں سے وہ رسول (اکرم ﷺ) کہ جن پر تمہارا رنج شاق گزرتا ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر نہایت شفیق (اور) مہربان ہیں ﴿۱۲۸﴾ پھر اگر وہ منہ ۲ پھریں تو تم فرمادو: "مجھے اللہ کافی ہے نہیں کوئی معبود اسکے سوا، میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے" ﴿۱۲۹﴾

دیکھا تو نہیں اور وہاں سے دب کر سرک جاتے ہیں اور مذمت کی آیت یا سورۃ کو پورے طور پر نہیں سنتے۔ اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ایمان کی طرف سے پھیر دیا اور اس کا ظاہری سبب یہ ہے کہ یہ بے سبب ظاہری ہر جگہ یہی ہوتا ہے۔

میلاد کا ثبوت

۱ یہ اللہ پاک اپنے بندوں پر اپنا احسان جتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ایسا رسول بھیجا جو تمہاری طرح ہے۔ تمہاری زبان بولتا ہے سمجھتا ہے، تمہاری تکلیف اور محنت گوارا نہیں کرتا۔ وہ دل سے چاہتا ہے کہ تم سب کے سب سچے دل سے مسلمان ہو جاؤ۔ اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ عرب کے قبیلوں سے حضرت کا رشتہ ملتا ہے۔ اسی لئے اللہ جل شانہ نے فرمایا کہ ایسا رسول آیا جو تم میں سے ہے، بلکہ عرب کے سارے قبیلوں سے آپ حسب نسب میں اچھے ہیں اور صدق و امانت، زہد و تقویٰ طہارت و تقدس اور اخلاق حمیدہ میں بھی سب سے بہتر ہیں اور تم میں سب سے نفیس تر اور اشرف و افضل ہیں۔ اس آیت کریمہ میں سید عالم ﷺ کی تشریف آوری یعنی آپ کے میلاد مبارک کا بیان ہے۔ ترمذی کی حدیث سے بھی ثابت ہے کہ سید عالم ﷺ نے اپنی پیدائش کا بیان قیام کر کے فرمایا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اپنے دو ناموں سے مشرف فرمایا۔ یہ کمال تکریم ہے اس سرور انور کی، یعنی رَءُوْفٌ اور رَّحِيْمٌ۔ دونوں اللہ کے نام ہیں اور دونوں اسی کی صفتیں ہیں۔ آپ کی عزت بڑھانے کے لئے اپنی دونوں صفتوں سے متصف فرمایا۔ انہیں دو صفتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اور کسی نبی کو موصوف نہیں فرمایا۔ یہ حضور ﷺ ہی کی تخصیص ہے۔

سورۃ توبہ کے فضائل (تمام مسائل کا حل)

۲ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر منافق آپ کی فرمانبرداری سے منہ پھیریں، پس ان سے فرما دیجئے کہ میرا اللہ مجھے کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔ غرضیکہ یہ سورۃ توبہ بڑی مبارک سورۃ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو شخص ہر روز صبح و شام حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ سات مرتبہ پڑھ لیا کرے تو خدا اس کی ساری مشکلیں آسان کرے گا۔

آیاتھا ۱۰۹　۱۰ سورۃ یونس مکیۃ ۵۱　رکوعاتھا ۱۱

سورۂ یونس مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سونو آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ① اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ وَ بَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ② اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

المنزل ۳

(اے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱) یہ (جو ہم تم پر نازل کرتے ہیں) حکمت والی کتاب (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں ① کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ ہم نے وحی بھیجی ان میں سے ایک شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر کہ لوگوں (یعنی کافروں) کو ہمارے عذاب سے) ڈر سنائے اور مسلمانوں کو خوشخبری دے کہ ان کیلئے انکے پروردگار کے ہاں سچ کا مقام ہے، کافر کہنے لگے کہ یہ شخص تو بلا شبہ کھلا جادوگر ہے ② بے شک تمہارا پروردگار اللہ ہے کہ جس نے آسمانوں ۲ اور زمین

خواص سورۂ یونس: جو شخص اکیس بار سورۂ یونس کو پڑھے، دشمن پر فتح پاوے، اس سورہ کو زعفران اور مشک سے ہرن کی جھلی پر بطور تعویذ لکھ کر بازو پر باندھنا آسیب اور جن اور پری اور ہر رنج وملال سے محفوظ رکھتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر منافقوں کا اعتراض

۱ **شان نزول:** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسالت سے مشرف فرمایا اور آپ نے اس کا اظہار کیا تو عرب منکر ہو گئے۔ اور ان میں سے بعضوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے کہ کسی بشر کو رسول بنائے اس پر یہ آیت نازل فرمائی، اور فرمایا کہ پہلے انبیاء بھی سب انسان ہی تھے اور نبوت ایک رحمت الٰہی ہے۔ اللہ نے اپنی مصلحت میں جس کسی کو اس رحمت کا مستحق جانا، اس کو وہ رحمت مل گئی۔ قرآن فصاحت و بلاغت، اخبار غیب اور ہر طرح کی نصیحت میں ایسا پختہ ہے کہ اس کے ان اوصاف میں کہیں کچھ خامی نہیں ہے۔ جو لوگ قرآن کو جادو اور اللہ کے رسول کو جادوگر بتلاتے ہیں یہ ان لوگوں کی نادانی ہے۔

زمین وآسمان کے چھ روز میں قائم ہونے کا ذکر

۲ اللہ تعالیٰ نے چھ دن کی مدت میں زمین وآسمان بنائے اگر وہ چاہتا تو ایک لحظہ میں بنا دیتا لیکن چھ دن کی مدت میں یہ حکمت

فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۞ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِیْعًا ؕ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ لِیَجْزِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِیْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِیْمٌۢ بِمَا كَانُوْا یَكْفُرُوْنَ ۞

کو چھ روز میں پیدا کیا، پھر عرش پر قائم ہوا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے، کوئی سفارشی نہیں مگر بعد اسکی اجازت کے، یہ ہے اللہ تمہارا رب (حقیقی) پس تم اسی کی عبادت کرو بس لے کیا تم نہیں سمجھتے ۞ تم سب کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے اللہ نے سچا وعدہ کیا ہے بیشک وہی اول بار پیدا کرتا ہے پھر فنا کے بعد وہی دوسری بار پیدا کرے گا تاکہ بدلہ دے ان کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے انصاف سے اور جو لوگ کہ کافر ہوئے انکے واسطے ہے (آخرت میں) کھولتا پانی اور عذاب درد دینے والا اس سبب سے کہ وہ کافر تھے ۞

ہے کہ انسان اس عادت الٰہی کو سیکھ کر ہر کام کو سہولت سے کرے۔ عرش خدا کی ساری مخلوق سے بڑا ہے۔ پھر اس آیت میں کفار کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ تم جو بتوں کو پوجتے ہو اور یہ اعتقاد رکھتے ہو کہ یہی بت تمہاری شفاعت کریں گے تو یاد رکھو کہ تمہارا رب اگر ہے تو وہی خدا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں اور اسی کی عبادت کرنی زیبا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں کو پیدا کر کے پھر ان کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھا ہے۔ مثلاً یوں تو سورج مشرق سے نکلتا ہے لیکن اس کا مغرب سے نکلنا انتظام الٰہی میں دنیا کے ختم ہونے کی ایک نشانی قرار پائی ہے۔

منکرین حشر کا ذکر، اللہ کی وحدانیت کا ذکر

لے منکرین حشر کی تنبیہ کے لئے فرمایا کہ اگر تم نہ مانو گے تو یہ یاد رکھو کہ تم سب کے سب اس کی طرف جانے والے ہو یعنی مر کر زندہ ہو گے اور جواب دہی کرنا پڑے گی۔ اللہ کا وعدہ حق ہے اس میں کچھ جھوٹ نہیں۔ اس نے پہلے بھی خلقت کو پیدا کیا تھا اور پھر مار کر بھی زندہ کرے گا، اور دوبارہ زندہ کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ثواب و عتاب میں سے جو جس کا مستحق ہو گا وہ اسی کو ملے گا۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝۵ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝۶

وہی تو اللہ ہے [1] جس نے سورج کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو روشن کر دیا اور چاند کی منزلیں مقرر کر دیں تا کہ تم معلوم کرو گنتی برسوں کی اور حساب سمجھو، اللہ نے یہ چیزیں پیدا نہیں کیں مگر درست تدبیر سے، نشانیاں مفصل بیان فرماتا ہے ان لوگوں کو جو علم والے ہیں ۝ بیشک رات اور دن کے آنے اور جانے میں اور کچھ خدا نے پیدا کیا ہے آسمانوں میں اور زمین میں (ان سب میں) ان لوگوں کے واسطے (توحید) کی نشانیاں ہیں جو پرہیزگاری کرتے ہیں ۝

چنانچہ خود ہی فرماتا ہے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور انہوں نے عمل بھی اچھے کیے ہیں۔ جنت اسی کا حق ہے جس نے ایمان لانے کے بعد نیک عمل بھی کیے، ان کو انصاف کے ساتھ بدلہ دے گا۔ جو لوگ کافر ہیں ان کے واسطے دوزخ کا گرم پانی موجود ہے، جب اسے پئیں گے ان کی انتڑیاں جل کر باہر نکل آئیں گی۔ اور کفر کی سزا میں طرح طرح کے دردناک عذاب ہوں گے۔

چاند و سورج اور منزلیں، دن رات اور مہینہ قدرت کاملہ کی نشانیاں اور جنت دوزخ کا ذکر

[1] اللہ پاک نے زمین و آسمان اور جو جو چیزیں دنیا میں ہیں، ان سب کو اپنے بندوں کے فائدہ کے لئے پیدا کیا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ آفتاب کو الگ چمک بخشی ہے جس کے سبب سے دن ہوا کرتا ہے، اور چاند کو الگ روشنی دی ہے اور وہ راتوں کو نکلا کرتا ہے۔ چاند کے لئے منزلیں مقرر کیں جس میں وہ برابر آتا جاتا رہتا ہے۔ کبھی گھٹ جاتا ہے کبھی بڑھ جاتا اور پورا ہو کر پھر گھٹنے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ بالکل نہیں دکھائی دیتا۔ پھر ایک یا دو روز میں ہلال بن کر نکلتا ہے۔ اسی کے سبب سے لوگ مہینوں اور سال کا حساب کرتے ہیں۔ تو جو لوگ عقل و شعور رکھتے ہیں ان سب باتوں پر غور کر کے خدا پر ایمان لائے اور جانتے ہیں کہ بیشک وہ وحدہٗ لاشریک ہے جس نے ایسی ایسی نشانیاں بنائی ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں چاند اور سورج کے منہ آسمان کی طرف اور پشت زمین کی طرف ہے۔ شروع میں اسی چاند کے دورہ کے حساب سے مہینہ شروع ہوتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے سورج کے حساب سے نہیں۔ پھر فرمایا کہ دن اور رات کا الٹ پھیر بھی خدا سے ڈرنے والوں کے واسطے ایک نشانی ہے، کہ جب دن ہوتا ہے تو رات نہیں ہوتی، اور جب رات ہوتی ہے تو دن نہیں۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ رات سے دن بڑا ہوتا ہے اور کبھی دن سے رات بڑی ہوتی ہے۔ کبھی دونوں برابر ہو جاتے ہیں تو سمجھدار کے لئے یہ بھی ایک نشانی ہے کہ

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنُّوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ ايْتِنَا غُفِلُونَ ﴿۷﴾ أُولَئِكَ مَأْوَهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۸﴾ إِنَّ الَّذِينَ امَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهٰرُ فِي جَنّٰتِ النَّعِيمِ ﴿۹﴾

بیشک [۱] وہ لوگ جو امید نہیں رکھتے ہیں ہمارے پاس آنے کی اور دنیا کی زندگی پسند کر بیٹھے اور اسی پر مطمئن ہو گئے (آئندہ کی کچھ خبر نہیں) اور جو لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں ﴿۷﴾ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے بسبب اس کے کہ جو وہ عمل کرتے تھے ﴿۸﴾ البتہ جو لوگ کہ ایمان لائے اور اچھے عمل کئے ان کا پروردگار ان کو بسبب ان کے ایمان لانے کے راہ دکھاتا ہے (جنت کی) ان کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی نعمت کے باغوں میں ﴿۹﴾

بیشک کوئی اس کا بنانے والا ہے۔ چاند اور سورج سے آنحضرت ﷺ کے دو بڑے معجزوں کا بھی تعلق ہے۔ چاند کا معجزہ تو شق القمر کا معجزہ ہے جس کا پورا ذکر سورۃ القمر میں آوے گا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ مشرکین مکہ نے آنحضرت ﷺ سے شق القمر کا معجزہ چاہا اور اس کا ظہور اس وقت کے لوگوں کی آنکھوں کے سامنے ہوا جنہوں نے چاند کے دو ٹکڑے اپنی آنکھوں سے دیکھے۔ سورج کے متعلق اللہ کے رسول ﷺ کا وہ معجزہ ہے جس کا ذکر قیامت کی علامات کی صحیح حدیثوں میں ہے کہ اب تو سورج ہر روز غروب کے وقت عرش معلیٰ کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے اور اس کو حسب دستور دوسرے روز مشرق سے نکلنے کا حکم ہو جاتا ہے۔ لیکن قیامت کے قریب ایک روز اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ مغرب سے نکلے گا۔ اس کے بعد کسی کا ایمان لانا اور نیکی کرنا اس کو نفع نہ دے گا۔

[۱] صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ خواہشات دنیا سے اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو اور تکلیفات شرعیہ سے جنت کو ڈھانک رکھا ہے۔ جس طرح پردہ کے اندر کوئی چیز ڈھکی اور چھپی ہوتی ہے۔ اسی طرح جنت تکلیفات شرعیہ کے پردہ کے اندر اور دوزخ خواہشات دنیا کے پردہ کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ اس لئے جس کسی کی تمام ہمت اور کوشش اور عمر خواہشات دنیا کے پورا کرنے اور آخرت سے غافل رہنے میں گزری اس نے گویا دوزخ کے دروازہ کا پردہ اٹھایا اور دوزخ میں جانے کا قصد کیا۔ اور جس کسی کی عمر تابمقدور تکلیفات شرعیہ کی برداشت میں بسر ہوئی اس نے جنت کے دروازہ کا پردہ اٹھایا اور جنت میں جانے کا قصد کیا۔ یہ حدیث گویا اس کی تفسیر ہے۔

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰﴾ وَ لَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَ اِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖۤ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَآئِمًا ۚ

ان کی دعا اس جگہ سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ ہوگی (یعنی اے اللہ! تجھے پاکی ہے) اور ان کی دعائے خیر اس جگہ ایک دوسرے سے ملتے وقت سلام علیک ہوگی اور ان کی آخر دعا یہ ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (یعنی سب خوبیاں اس اللہ کے لئے ہیں جو رب ہے تمام جہان کا) ﴿۱۰﴾ اور اگر ۱ اللہ لوگوں پر برائی ایسی جلد بھیجتا جیسی وہ بھلائی کی جلدی کرتے ہیں تو ان کا وعدہ پورا ہو چکا ہوتا، پس ہم ان لوگوں کو جو ہم سے ملنے کی امید نہیں رکھتے ان کے حال پر چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے پھریں ﴿۱۱﴾ اور ۲ جب کہ انسان کو تکلیف پہنچتی ہے تو ہماری جناب میں دعا کرتا ہے لیٹے بھی اور بیٹھے بھی اور کھڑے بھی۔

۱ دعا نیک مانگنی چاہئے: **شان نزول:** نضر بن حارث اور ابوجہل نے جب یہ دعا مانگی کہ اگر یہ قرآن اور حضور ﷺ ہونا سچا ہے تو یا اللہ! ہم پر آسمان سے پتھر برسا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ تندرستی و فارغ البالی اور دنیا کی بھلائیاں جس طرح ہر وقت آدمی کو اللہ دیتا رہتا ہے، اسی طرح غصہ کے وقت کی بددعا پر فوراً اللہ آدمی کو پکڑ کرتا رہے تو بہت جلد دنیا اور اہل دنیا کا خاتمہ ہو جاوے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنے اور اپنے مال و اولاد کے حق میں غصہ کے وقت بددعا نہ کیا کرو۔ ایسا نہ ہو کبھی قبولیت کے وقت وہ بددعا منہ سے نکل جاوے اور قبول ہو جاوے، اور اگرچہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے انسان کو ہر وقت کی برائی پہنچانے سے درگزر فرماتا ہے، لیکن یہ رحمت بھی نافرمان لوگوں کے حق میں ایک عذاب اور وبال ہے۔ اس لئے کہ یہ نافرمان لوگ جس قدر دنیا میں صحت اور فارغ البالی سے رہیں گے برے کام زیادہ کریں گے۔ جس کا خمیازہ اسی قدر ان کو آخرت میں بھگتنا پڑے گا۔

۲ مشرکین کی عادتوں کا ذکر: اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے نافرمان لوگوں کی عادت بتلائی تھی کہ جس قدر ان کو دنیا میں تندرستی اور فارغ البالی دی جاتی ہے اسی قدر ان کی نافرمانی اور سرکشی بڑھتی جاتی ہے۔ اس آیت میں دوسری عادت ان لوگوں

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهٗ مَرَّ كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ اَوْ بَدِّلْهُ ؕ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِىْٓ اَنْ اُبَدِّلَهٗ مِنْ تِلْقَآئِ نَفْسِىْ ۚ

پھر جب ہم اس سے اسکی تکلیف دور کر دیتے ہیں تو ایسا ہو کر چلا جاتا ہے کہ گویا اس نے (کبھی) ہم کو اس دکھ کے دفع کرنے کیلئے جو اسکو پہنچا تھا پکارا ہی نہ تھا، یونہی بھلے دکھائے گئے ہیں حد سے گزرنے والوں کو انکے کام (انکی نگاہ میں) ﴿۱۲﴾ اور بیشک ہم نے تم سے پہلی امتوں کو ہلاک کیا جبکہ وہ حد سے بڑھے اور انکے پاس انکے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے تھے اور وہ ایسے تھے ہی نہیں کہ ایمان لاتے، ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں مجرم لوگوں کو ﴿۱۳﴾ پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں جانشین کیا تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو ﴿۱۴﴾ اور جبکہ ان پر[1] ہماری کھلی کھلی آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ لوگ کہتے ہیں جو ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے کہ اسکے سوا اور قرآن لے آئیے یا اسی کو بدل دیجئے (اے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم) تم فرماؤ: "مجھے (حق) نہیں پہنچتا کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔

کی فرمائی کہ تنگی کے وقت یہ لوگ سب سرکشی بھول کر اٹھتے بیٹھتے اللہ کو پکارنے لگتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ ان کی وہ تنگی رفع کر دیتا ہے تو پھر بالکل خدا سے بیگانے بن جاتے ہیں۔ آخر کو فرمایا پچھلے لوگ اس سرکشی اور ناشکری کے وبال میں طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوگئے، اور حال کے لوگ ان پچھلے لوگوں کی قائم مقام کے طور پر زمین پر آباد ہوئے۔ جن کا ہر ایک کام اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہے جیسا کوئی کرے گا ویسا ہی بدلہ پاوے گا۔

مشرکین مکہ کی شرارتیں یعنی حضور سے درخواست کرتے کہ قرآن کی آیتیں بدل دیں

[1] شان نزول: جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ کو قرآن کی وہ آیتیں سناتے جن میں ان

اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ ۚ اِنِّیْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا تَلَوْتُہٗ عَلَیْکُمْ وَلَآ اَدْرٰىکُمْ بِہٖ ۫ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِہٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ ؕ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾

میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے۔ اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے'' ﴿۱۵﴾ تم فرماؤ: ''اگر خدا چاہتا تو میں اسے تم پر نہ پڑھتا اور نہ خدا اس کی تمہیں خبر کرتا، پس میں اس سے پہلے تمہارے درمیان مدتوں رہا ہوں کیا پھر بھی نہیں سمجھتے'' ﴿۱۶﴾ تو[1] اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا جھٹلائے اس کی آیتوں کو، بیشک مجرموں کو ہرگز فلاح نہیں ہوگی ﴿۱۷﴾

کے بتوں اور بت پرستی کی مذمت ہوتی تو ولید بن مغیرہ ابن امیہ اور سرکش مشرک کہتے تھے کہ اگر تم کو ہمیں اس قرآن کو تسلیم کرانا منظور ہے تو اس میں سے اس طرح کی آیتیں جن میں ہمارے بتوں کی مذمت ہے بدل ڈالو۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کے دلی مقصود کو جان کر یہ جواب نازل فرمایا کہ: ''ان منکر قرآن لوگوں سے کہہ دو کہ تمہاری عقلوں میں اتنی بات سمجھنے کی کیا قدرت نہیں ہے کہ قرآن شریف کے نازل ہونے سے چالیس برس پیشتر میں تمہی لوگوں میں رہتا تھا اور تم لوگ مجھ کو سچا اور امین جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ میں پڑھا لکھا نہیں ہوں پھر یہ گمان تمہیں کیونکر ہے کہ یہ قرآن میں نے اپنی طرف سے بنا لیا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں یہ گمان تمہارا بالکل غلط ہے۔ صحیح بات یہی ہے کہ خدا کا کلام ہے اور اس میں کسی کی خاطر سے کچھ رد و بدل میرے اختیار میں ہرگز نہیں ہے۔ میں فقط اللہ کے کلام کو اس کے علم کے موافق تم لوگوں کو سنا دیتا ہوں ورنہ چالیس برس چپ چاپ میں نے تم لوگوں میں کاٹ دیئے۔ کبھی تمہارے بتوں کی بت پرستی کو برا نہیں کہا۔ اب بھی بلا حکم خدا کے مجھ کو تم سے اس عداوت کے پیدا کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی آیت یا سورۃ نازل ہوتی تھی تو آنحضرت ﷺ فوراً کسی کاتب کو بلا کر اس آیت یا سورۃ کو لکھوا لیا کرتے تھے۔ قرآن کی صحت کا یہ انتظام اللہ کے رسول ﷺ کی طرف سے تھا۔ خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی صحت کا یہ انتظام تھا کہ ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک جس قدر حصہ قرآن کا نازل ہوتا تھا اللہ کے حکم سے ہر رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام اس حصہ کا دور آنحضرت ﷺ سے کیا کرتے تھے، جس سے ناسخ منسوخ وغیرہ کی صحت پورے طور پر ہو جاتی تھی۔

سرکش اور نافرمان لوگوں کا ذکر

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ مشرک اور کافر خدا کو اور اس کی آیتوں کو اور اس کے رسول کو جھٹلاتے ہیں، بہت ظلم کرتے ہیں

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ؕ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۹﴾

اور وہ [۱] اللہ کے سوا ایسی چیز کو پوجتے ہیں جو نہ انکو ضرر دے سکتی ہے اور نہ ان کو نفع پہنچا سکتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ "یہ تو اللہ کے یہاں ہماری سفارش کرنے والے ہیں۔" تم فرماؤ کہ کیا اللہ کو یہ بات بتلاتے ہو جو اس کے علم میں نہ آسمانوں میں ہے نہ زمین میں (ان سے کہہ دو کہ) وہ پاک ہے اور بری ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے ﴿۱۸﴾ اور (شروع میں) لوگ ایک ہی امت تھے پھر مختلف ہوگئے (اے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات نہ ٹھہرا دی گئی ہوتی تو جس میں کہ وہ اختلاف کر رہے ہیں ان پر (دنیا ہی میں) فیصلہ ہوگیا ہوتا ﴿۱۹﴾

ان کو فلاحیت نہ ہوگی اور مطلب اس کا یہ ہے کہ مسیلمہ کذاب ایک شخص حضرت کے زمانہ میں عرب میں تھا، اس نے نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا تھا اور اپنے جی سے آیتیں گھڑ کر کہتا تھا کہ خدا نے یہ آیتیں مجھ پر اتاری ہیں۔ اس واسطے فرمایا کہ جو شخص خدا پر بہتان باندھے اور یہ کہے کہ خدا نے مجھ پر اپنا کلام بھیجا ہے، ان سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔ خدا کی مخلوق کو دھوکا دیتا ہے، کبھی فلاحیت نہ پائے گا۔ آخر جب مسیلمہ مارا گیا تو اس کے سب یار دوست علیحدہ علیحدہ ہوگئے۔ یہاں تک کہ خود اس کے گھر کے لوگوں نے اس پر لعنت بھیجی اور پھر اس کے ان رشتہ داروں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آکر توجہ کی اور اسلام میں داخل ہوئے۔

[۱] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ خدائے وحدہٗ لاشریک کو چھوڑ کر یہ لوگ بتوں کو پوجتے ہیں اور یہ امید رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن یہ بت خدا سے ان کی شفاعت کریں گے۔ یہ ان کی انتہا درجہ کی گمراہی ہے کہ جو دنیا میں ذرہ برابر بھی نفع یا نقصان نہیں پہنچا سکتا وہ آخرت میں کیا شفاعت کرے گا۔ پھر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ تم لوگ ایسی بات خدا کو جتلا رہے ہو جس کا سر نہ پاؤں۔ بغیر حکم خدا کے کس کی مجال ہے جو کسی کی کوئی شفاعت کرے۔ پھر خدا نے اپنی پاکی بیان فرمائی کہ وہ شرک سے بالکل پاک صاف ہے اور اگر مشرک شاید یہ کہیں: "تمہارے دین میں یہ منع ہوگا، ہمارے دین میں تو یہ منع نہیں ہے"۔ تو فرمایا کہ یہ عقیدہ تم لوگوں نے گھڑ لیا ہے پہلے تو اس کا نام ونشان بھی نہ تھا۔ سب کے سب ایک دین پر تھے جس کا نام

وَ يَقُولُونَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَ اِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ؕ

اور ۱ کہتے ہیں: ''ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر (محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر) کوئی نشانی کیوں نہیں اتری'' (اے محبوب سراپا کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم فرماؤ: ''غیب تو اللہ کے لئے ہے بس تم انتظار کرو تمہارے ساتھ میں بھی انتظار کر رہا ہوں'' ﴿۲۰﴾ اور ۲ جب کہ لوگوں کو مصیبت کے بعد جو ناگہاں آن پڑتی ہے ہم رحمت کا ذائقہ چکھا دیتے ہیں تو (فوراً) ہماری آیتوں میں حیلہ سازی کرنے لگتے ہیں۔

اسلام تھا۔ اس کے بعد لوگوں کے عقیدوں میں خلل واقع ہونے لگا اور اختلاف پڑا پھر خدا نے اپنی حجت تمام کرنی چاہی کیونکہ وہ کسی کو بے حجت نہیں پکڑتا۔ اس لئے رسولوں کو بھیجنا شروع کیا تا کہ وہ مخلوق کو ہدایت کریں۔ حق و ناحق ان پر کھول دیں۔ اگر حجت نا تمام کرنی ہوتی تو اب تک کب کا فیصلہ کر چکا ہوتا، یا قیامت قائم کر دیتا یا ان مشرکوں کو ایک دم ہلاک کر دیتا۔

۱ کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ کہتے تھے: ''ہم کس طرح جانیں کہ آپ خدا کے بھیجے ہوئے رسول ہیں کوئی نشانی دکھائیے''۔ حالانکہ وہ لوگ بڑے بڑے معجزے آپ کے دیکھ چکے تھے۔ شق القمر کے معجزے کے علاوہ بہت سے معجزے آپ سے صادر ہوئے اور یہ قرآن کیا کم معجزہ تھا وہ تو یہ کہتے تھے: ''صفا پہاڑ کو سونا بنا دیجئے''۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم کہہ دو غیب کا علم نہ مجھ کو ہے نہ تم کو، بلکہ کسی مخلوق کو نہیں، خدا ہی جانتا ہے۔ تم بھی انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں، کیونکہ اللہ پاک تو بڑا علیم اور حکیم ہے۔ اس کی ہمیشہ یہی عادت رہی ہے کہ جب کسی قوم نے اپنے رسول سے کسی بات کو کہا اور رسول نے خدا کے حکم سے اس کو پورا کیا اور اس پر بھی وہ قوم ایمان نہیں لائی تو اللہ تعالیٰ نے بہت جلد اس پر عذاب بھیج دیا۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی اللہ تعالیٰ کا یہی اشارہ ہوا تھا لیکن آپ نے مہلت چاہی۔

۲ انسان پر جب کوئی سختی ہوتی ہے اور کوئی تدبیر نہیں آتی تو خدا کو پکارنے لگتا ہے۔ پھر جب اس سے نجات پالیتا ہے تو اسے خیال بھی نہیں رہتا کہ مجھ پر کوئی سختی گزری تھی۔ پھر فرمایا کہ یہ ان لوگوں کے حیلے ہیں تم ان سے کہہ دو کہ اللہ کی تدبیر کے سامنے تمہارے مکر و حیلہ کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اس کی پکڑ بہت سخت ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کے فرشتے ذرہ ذرہ ان کے اعمال لکھ رہے ہیں۔ جب تک ڈھیل ہے، جب پکڑے گا تو ذرا سی بھی مہلت نہ دے گا۔ مجرم یہ گمان کر رہے ہیں کہ خدا اب عذاب نہ کرے گا۔ یہ اس کی شان ہے کہ تم کو خشکی میں اور دریا میں چلاتا پھرتا ہے، تمہاری کشتیاں موافق ہوا پا کر منزل کی طرف جلدی جلدی جاتی دکھائی دیتی ہیں اور تم خوش ہونے لگتے ہو۔ پھر یک بیک ایسی تیز ہوا چلتی ہے اور دریا میں جوش آنے لگتا ہے کہ کشتی

قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ؕ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ﴿۲۱﴾ هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّفَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۲۲﴾ فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫

(اے محبوب! مکرم صلی اللہ علیہ وسلم) تم فرمادو کہ اللہ کی خفیہ تدبیر سب سے جلد ہو جاتی ہے۔ بیشک ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) تمہارے مکر لکھ رہے ہیں ﴿۲۱﴾ وہ (اللہ) ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں پھراتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم (بعض اوقات) کشتیوں میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں اچھی ہوا سے ان کو لے کر چلیں اور وہ اس پر خوش ہیں، ناگاہ ان کشتیوں کو تیز ہوا پہنچے اور ہر طرف سے موجیں ان پر آئیں اور انہوں نے یقین کرلیا کہ بس (اب) ان میں گھر گئے تو دعا کرتے ہیں اللہ کی جناب میں خالص اللہ کی عبادت کرنے والے ہو کر کہ اگر تو اس سے ہمیں بچا لے گا تو ہم ضرور تیرا شکر کیا کریں گے ﴿۲۲﴾ پس اللہ جب ان کو نجات دے دیتا ہے ناگہاں زمین میں وہ ناحق سرکشی کرنے لگتے ہیں، اے لوگو! تمہاری سرکشی تمہاری ہی جان کا نقصان ہے یہ دنیا کی (چندروزہ) زندگی کے فائدے ہیں سو اٹھالو۔

ڈگمگانے لگتی ہے، پھر تو تمہاری جانوں پر آن بنتی ہے۔ خیال کرتے ہو کہ اب پھنس گئے اس وقت خالص خدا ہی کو یاد کرتے ہو۔ کسی بت سے مدد نہیں چاہتے۔ جب خدا بیڑا پار لگا دیتا ہے اور خشکی پر صحیح وسلامت آجاتے ہو تو پھر وہی شرک جو تمہارے دلوں میں پہلے تھا کرنے لگتے ہو۔ پھر فرمایا یہ بغاوت تمہارے ہی واسطے وبال جان ہے، ہمارے پاس ایک روز تمہیں پلٹ کر آنا ہے۔ اس وقت تمہارے اعمال تمہیں بتلائے جائیں گے۔ اس لئے انسان کو چاہیے کہ جب کوئی بہتری ہو تو خدا کا شکر کرے۔

ثُمَّ اِلَيۡنَا مَرۡجِعُكُمۡ فَنُنَبِّئُكُمۡ بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۲۳﴾ اِنَّمَا مَثَلُ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا كَمَآءٍ اَنۡزَلۡنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخۡتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الۡاَرۡضِ مِمَّا يَاۡكُلُ النَّاسُ وَالۡاَنۡعَامُ ؕ

پھر تم کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے تو اس وقت ہم تمہیں جتا دیں گے کہ جو کچھ تم (دنیا میں) کرتے رہے ﴿۲۳﴾ دنیا کی زندگی کی مثال تو ایسی ہی ہے ۱؎ جیسے وہ پانی کہ ہم نے آسمان سے برسایا تو اس کے سبب سے زمین سے اُگنے والی چیزیں سب گھنی ہو کر نکلیں کہ جن کو انسان اور چار پائے کھاتے ہیں۔

انسانی زندگی کی مثال کا ذکر

۱؎ **شان نزول:** اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے سرکش اور نافرمان لوگوں کا ذکر فرمایا تھا۔ ان آیتوں میں انسان کی زندگی کی مثال اس لئے بیان فرمائی کہ سرکش لوگوں کو عبرت ہو کہ جس زندگی کے بھروسہ پر وہ سرکشی اور نافرمانی کرتے ہیں وہ زندگی ہی خود ایک ناپائیدار چیز ہے۔ جس طرح جنگل کی کھیتی ہے کہ کاشتکاری کے موسم میں کچھ سرسبزی نظر آتی ہے، پھر خاک اڑتی دکھائی دیتی ہے۔ اسی طرح انسان کی زیست کا ایک موسم شادابی کا جوانی میں آن کر ساتھ ہی اس کے گھٹاؤ کے آثار شروع ہو جاتے ہیں۔ دانت الگ جواب دیتے ہیں، آنکھیں الگ کمزوری جتانے لگتی ہیں۔ ہاتھ پاؤں کو دیکھو تو نہ وہ بل باقی ہے نہ وہ زور ہے۔ تھوڑے دنوں میں گویا درخت تھا کہ سوکھتے سوکھتے جڑ سے اکھڑ گیا۔ کھیتی کی ایک مثال اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیتوں میں دنیا کی زندگی کی بیان فرمائی ہے۔ اس لئے کہ کھیتی اور انسان کی حالت کو خاص طرح کی ایک مشابہت ہے۔ پہلے پہل جس طرح کاشتکار زمین میں بیج ڈال کر بے اختیار ہو جاتا ہے کہ خدا کی قدرت سے وہ بیج پیڑ ہو کر زمین سے نکلے یا اندر ہی اندر جل جاوے۔ اسی طرح رحم میں نطفہ کا حال ہے پھر ہر پیڑ کے لئے پودے اور انسان کے بچہ کی نشو ونما اور ایک کمزوری سی کیفیت ہے۔ پھر کھیتی کا چند روزہ لہلہانا اور انسان کی جوانی دونوں ایک ہیں۔ اسی طرح کھیتی کا پکاؤ انسان کا بڑھاپا، پھر پکاؤ کے بعد اس کا کٹنا اس کا مرنا یہ بھی دونوں یکساں ہیں۔ اور اس مثال میں اللہ تعالیٰ نے حشر کا حال بھی جتلایا ہے اور منکرین حشر کو قائل کیا ہے کہ وہ قادر جس کی قدرت سے ہر سال چٹیل میدان کا سرسبز کر دینا باہر نہیں ہے۔ وہ اسی طرح دنیا کی ویرانی کے بعد ایک دفعہ پھر دنیا کو پیدا کرنے والا ہے۔ اور پہلی دفعہ کا پیدا ہونا آنکھوں سے دیکھ کر پھر کسی عقل کو اس قدرت کے نہ ماننے کی گنجائش باقی نہیں ہے۔ حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ ریڑھ کی ہڈی کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا (یعنی ریزہ) مردہ کے جسم میں ایسا ہے جس کو مٹی نہیں کھاوے گی۔ پھر دوسرے صور سے پہلے آسمان سے ایک مینہ برسے گا۔ جس سے ریڑھ کی ہڈی کے اس ذرہ سے سب مرے ہوئے لوگوں کے جسم بن کر تیار ہو جاویں گے۔

حَتّٰۤى اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَ ازَّیَّنَتْ وَ ظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَیْهَاۤۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَیْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِیْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ اللّٰهُ یَدْعُوْۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِؕ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۵﴾ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِیَادَةٌؕ

یہاں تک کہ جب زمین نے اپنی آرائش کرلی اور ہری بھری ہوگئی اور اس کے مالک نے سمجھ لیا کہ اب وہ قابو پا گئے اس کے نفع پر (کہ یکایک) رات یا دن میں اس پر ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے اسکو کٹی ہوئی کھیتی کردیا گویا کہ وہ نہیں تھی کل کے روز، ہم اسی طرح مفصل آیتیں بیان کرتے ہیں سوچنے والوں کے لئے ﴿۲۴﴾ اور اللہ تم کو دارالسلام (یعنی جنت) کی طرف بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے ﴿۲۵﴾ جن لوگوں [1] نے بھلائی کی ان کے لئے ہے بھلائی اور اس سے بھی زیادہ (یعنی دیدار الٰہی)۔

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ نیکی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ سوائے جزائے مقررہ کے اپنی طرف سے اور زیادہ انعام بھی عنایت فرماوے گا۔ اگرچہ بعضے مفسرین نے اس زیادہ انعام کی تفسیر یہ کی ہے کہ نیکی کا بدلہ ایک درجہ تک تو جزا کا ہے، دس درجہ سے سات سو درجہ تک ثواب ملنے کا ذکر ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب اہل جنت جنت میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے ارشاد فرماوے گا کہ: "کیا تمہارے دل میں کچھ اور زیادہ انعام کی ہوس ہے۔ اہل جنت عرض کریں گے: "یا اللہ! تو نے ہم کو جنت میں داخل کیا ہے یہی ہم کو بڑا انعام ہے"۔ اللہ تعالیٰ فرماوے گا: "ابھی تمہارا انعام باقی ہے" یہ فرما کر پھر ان کو اپنے دیدار سے مشرف فرماوے گا جو سب نعمتوں سے بڑھ کر اہل جنت کو ایک نعمت نظر آوے گی اور ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے جو لوگ برے عمل کرتے ہیں خواہ کفر میں مبتلا ہیں یا شرک میں یا فسق میں، مثلاً چور ہیں یا راہزن رشوت خور ہیں یا حرام کا مال کھانے والے ہیں، یا نماز اور جماعت سے جی چرانے والے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ان کی برائی کے برابر سزا ملے گی۔ ذلت ان کو حاصل ہوگی ان کی کیفیت اس دن یہ ہوگی کہ ان کے منہ ایسے سیاہ ہوں گے گویا رات کی ظلمت نے ان کے چہروں کو ڈھانک لیا ہے۔ یہی لوگ دوزخی ہیں اور جو گناہ کرتے کرتے کفر کی حد تک پہنچ گئے اور اس پر ان کا خاتمہ ہوا اور وہ ہمیشہ دوزخ میں ہی رہیں گے۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۳۸﴾

اوراس قرآن کی یہ شان نہیں کہ بغیر اللہ کے اتارے کوئی اپنی طرف سے بنالے بلکہ یہ تو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس سے پہلے (نازل) ہو چکی ہیں (یعنی توریت وانجیل کی) اور جو کچھ لوح میں لکھا ہے سب کی تفصیل ہے اس میں کچھ شبہ نہیں، سارے جہان کے پروردگار کی طرف سے (نازل ہوا ہے)۳۷ کیا یہ (کافر) کہتے ہیں کہ اس کو انہوں نے خود بنالیا ہے تم فرماؤ: ''اس جیسی ایک سورۃ لے آؤ اور بلالو سب کو جو تم کو مل سکیں (مدد کے لئے) سوائے اللہ کے اگر تم سچے ہو'' ۳۸

دیکھتے کہ اس میں پہلے انبیاء اور رسولوں کے قصے اور وہی باتیں جو پہلی قوموں کو بتلائی گئی تھیں اس میں بھی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی عالم کی صحبت میں بیٹھے اور نہ کسی سے لکھنا پڑھنا سیکھا نہ کسی نے ان کو پہلی امتوں کے قصے بتلائے۔ پھر کیونکر وہ گزری ہوئی باتیں ایسی صاف ستھری زبان میں بیان کرتے۔ یہ قرآن تو توریت وانجیل کل آسمانی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور جو جو باتیں ان میں ردوبدل کر دی گئی ہیں ان کو بیان کرتا ہے۔ کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ یہ قرآن خدا کا کلام ہے، خدا نے اپنے رسول پر اس کو اتارا ہے۔ اگر تم اس کو کسی اور کا بنایا ہوا سمجھتے ہو اور خیال کرتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بنایا ہے، تو وہ بھی بشر ہیں تم بھی بشر ہو۔ چلو تم بھی ایسا کلام بنا کر لاؤ مگر سارا نہیں تو ایک پورا جملہ ہی اس کے مانند بنالاؤ۔ آخر تم بھی تو عربی داں ہو۔ فصاحت و بلاغت کا تمہیں بھی تو دعویٰ ہے اگر اکیلے نہ ہوسکے تو لو عام اجازت ہے کہ اس کام میں چاہے جس سے مدد لو۔ سارے جہاں کی مخلوق اکٹھی ہو جاؤ، اپنے معبودوں کو بھی شریک کر لو جن پر تم کو بہت بھروسہ ہے۔ مگر مشرک اس کو بھی سن کر دم بخود ہو گئے اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا بے ٹھکانے انکار ہی کرتے رہے۔ پھر فرمایا کہ قرآن میں جس عذاب کا وعدہ ایسے لوگوں کے حق میں ہے اس عذاب کا حال ان کی سمجھ سے باہر ہے۔ کیونکہ ابھی وہ عذاب ان کی آنکھوں کے سامنے نہیں آیا۔ عذاب سے پہلے اسی طرح پہلی امتوں نے بھی رسولوں کو جھٹلایا تھا اور آخر اپنی سزا کو پہنچے۔ پھر فرمایا ان میں بعضے ایسے بھی ہیں کہ ایمان لاتے ہیں، قرآن کو مانتے ہیں، رسول کی پیروی کرتے ہیں اور بعضے ایمان نہیں لاتے کفر کی حالت میں ہی مرجاتے ہیں۔ خدا ان مفسدوں کے حال سے خوب واقف ہے۔ وقت مقررہ پر ایسے لوگ اپنی شرارتوں کی پوری سزا پا دیں گے۔

بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَ لَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۹﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ رَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴۰﴾ ع وَ اِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَ لَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓــُٔوْنَ مِمَّاۤ اَعْمَلُ وَ اَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَ لَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۴۲﴾

بلکہ جس چیز کے علم کو یہ نہیں پہنچے انہوں نے اس کو جھٹلا دیا اور ابھی انہوں نے اس کا آخیر نتیجہ نہیں دیکھا، جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں اسی طرح انہوں نے بھی جھٹلایا تھا تو دیکھو کیسا ہوا انجام ظالموں کا ۳۹ اور ان میں سے بعضے ایسے ہیں جو اس (قرآن) پر ایمان لاتے ہیں اور بعضے ایسے ہیں کہ ایسے پر ایمان نہیں لاتے ہیں اور تمہارا پروردگار مفسدوں کو خوب جانتا ہے ۴۰ اور اگر وہ تمہیں ۱ جھٹلائیں تو فرمادو: "میرا عمل میرے لئے ہے اور تمہارا عمل تمہارے لئے ہے تم بے تعلق ہو اس سے جو میں کرتا ہوں اور میں بے تعلق ہوں اس سے جو تم کرتے ہو" ۴۱ اور ان ۲ میں بعض ایسے (بھی) ہیں کہ (ظاہر میں) تمہاری طرف کان لگاتے ہیں پھر کیا تم بہروں کو سناؤ گے اگرچہ وہ سمجھ نہیں رکھتے ہوں ۴۲

شرک کی مذمت

۱ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ توحید اور رسالت کی پوری فہمائش کے بعد بھی شرک اور رسالت کے جھٹلانے سے باز نہ آویں تو اے رسول اللہ کے ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ کیونکہ علم الٰہی میں جو لوگ نافرمان قرار پاچکے ہیں وہ کسی فہمائش سے راہ راست پر نہ آویں گے۔ ان نافرمان لوگوں سے یہ کہہ دیا جاوے کہ نیک و بد کی جزا و سزا کا ظہور وقت مقررہ پر ہونے والا ہے، اس وقت یہ لوگ اپنے کئے کی پوری سزا بھگت لیں گے۔

مشرکین کا ذکر

۲ ان آیتوں میں مشرکین مکہ کا ایک اور حال بیان فرمایا ہے کہ جب قرآن مجید پڑھا جاتا ہے تو یہ لوگ سنتے ہیں۔ مگر اس سننے

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾

اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ (ظاہر میں) تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں، پھر کیا تم اندھوں کو راہ دکھاؤ گے اگرچہ وہ نہیں دیکھ سکتے ہوں ﴿۴۳﴾ بیشک اللہ لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا ہے ولیکن لوگ اپنی جانوں پر آپ ہی ظلم کرتے ہیں ﴿۴۴﴾ اور جس دن وہ ان کو (۱ دوبارہ زندہ کر کے) اٹھائے گا (تو خیال کریں گے) گویا وہ (دنیا یا برزخ میں) کچھ بھی نہ رہے تھے مگر سارے دن کی ایک گھڑی رہے ہوں گے، (اور) آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے (بھی) بیشک جنہوں نے اللہ کے سامنے جانے کو جھٹلایا بیشک وہ تو نقصان میں رہے اور وہ ہدایت پر آنیوالے بھی نہ تھے ﴿۴۵﴾

سے ان کا یہ مقصود نہیں ہوتا کہ اس پر ایمان بھی لا دیں، فقط سننا ہی سننا ہے۔ اسی طرح اے رسول اللہ کے، ان لوگوں میں بعضے تمہاری طرف دیکھتے ہیں کہ ظاہر ظاہر معجزے اللہ تعالیٰ نے تم کو دیئے ہیں مگر یہ دیکھنا ان کو کچھ فائدہ نہ دے گا۔ اس دیکھنے سے وہ ایمان لانے کا ارادہ نہیں کرتے ہیں۔ اگر آپ چاہیں کہ یہ سب راہ راست پر آ جائیں تو یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ جس طرح بہروں اور اندھوں کو نہ تم کچھ سنا سکتے نہ دکھا سکتے ہو، اسی طرح ان کے دلوں کو قابو میں کر کے ان کی ہدایت بھی نہیں کر سکتے، کیونکہ ان لوگوں میں ایمان لانے کی اور حق ناحق سمجھنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے۔ یہ بعینہٖ جانور ہیں دیکھتے بھی ہیں، سنتے بھی ہیں مگر ان میں سمجھنے کا مادہ نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کو ظلم نہیں پسند، اس نے اپنی ذات پر بھی ظلم کو حرام کیا ہے اور اپنے بندوں پر بھی ظلم کو حرام کر دیا ہے کہ آپس میں کوئی کسی پر ظلم نہ کرے۔

۱ حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ نافرمان لوگ اب تو دنیا میں اپنا قیام دنیاوی ہمیشہ کا خیال کر کے غفلت میں عمر گزار رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ دنیا کے رہنے میں انہوں نے بہت کچھ پھل پایا، لیکن قیامت کے دن یہ لوگ جب اپنی کمائی اور اپنا دنیا کا رہنا آخرت کے نفع سے بالکل خالی پاویں گے اور فرمانبرداروں کو دیکھیں گے کہ ان کے دنیا کے نیک کاموں نے ان کو بہت کچھ نفع دیا اور انہوں نے اپنی نافرمانی کی سزا میں بہت کچھ نقصان اٹھایا تو یہ لوگ اپنے دنیا کے رہنے کو بالکل حقیر اور گھڑی دو گھڑی کا لگاؤ خیال کریں گے۔

وَ اِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾ قُلْ لَّاۤ اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۴۹﴾

اور[1] اگر ہم تم کو دکھادیں کچھ اس میں سے جس کا ان سے ہم وعدہ کررہے ہیں یا تم کو پہلے ہی اپنے پاس بلا لیں بہرحال ان کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے پھر جو کچھ وہ کر رہے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے ﴿۴۶﴾ اور ہر امت کے لئے ایک رسول ہوا ہے، پس جب ان کا رسول آتا تو ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کر دیا جاتا اور ان پر کچھ ظلم نہیں کیا جاتا ﴿۴۷﴾ اور[2] کہتے ہیں کہ یہ وعدہ (عذاب کا) کب آئے گا اگر تم سچے ہو (تو عذاب لاؤ) ﴿۴۸﴾ تم فرماؤ: ''میں اپنی جان کے برے بھلے کا (ذاتی) اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے، ہر گروہ کے لئے ایک میعاد مقرر ہے جب اس کی میعاد آئے گی تو نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکتی ہے نہ ایک ساعت آگے بڑھ سکتی ہے'' ﴿۴۹﴾

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ مشرک لوگ عذاب کا وعدہ سن کر اس وعدہ کے ظہور کی جلدی کرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کی تسلی کے طور پر فرمایا کہ ''اے رسول ﷺ اللہ کے! ہم تمہارے سامنے ان کافروں کو غارت کر دیں اور ان کے کردار کی سزا دیں۔ دنیا میں تمہاری حیات ہی میں ان کو دیں یا ان کو اسی حال پر چھوڑ کر تمہیں اپنے پاس بلا لیں۔ ہر حال میں یہ لوگ ایک دن ہمارے روبرو حاضر ہونے والے اور اپنی بداعمالی کی سزا بھگتنے والے ہیں۔ کیونکہ جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں وہ سب اللہ کو معلوم ہے۔ ذرہ ذرہ کا ایک دن مواخذہ ہوگا۔

مشرکین کا مسخرا پن کہ قیامت کب آئے گی اور عذاب کب آئے گا

[2] **شانِ نزول:** جب اوپر کی آیت میں عذاب کی وعید دی گئی تو کافروں نے براہ سرکشی یہ کہا کہ اے محمد ﷺ! جس عذاب کا آپ وعدہ دیتے ہیں وہ کب آئے گا۔ اس میں کیا تاخیر ہے، اس عذاب کو جلد لائیے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَیَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا یَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْــٰٔنَ وَ قَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ قِیْلَ لِلَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ یَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؔؕ

(اے محبوب خالق ارض وسما صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱) تم فرماؤ کہ یہ تو بتاؤ اگر اس کا عذاب تم پر رات کو آئے یا دن کو تو یہ (بتلاؤ) کہ اس عذاب میں سے کون سی چیز ایسی ہے کہ مجرم لوگ اس کو جلدی مانگ رہے ہیں ﴿۵۰﴾ پھر کیا جب وہ واقع ہوجائے گا تب اس کا یقین کرو گے، اس وقت کہا جاوے گا "اب تم ایمان لاتے ہو پہلے تو اس کی تم جلدی مچاتے تھے" ﴿۵۱﴾ پھر تو ظالموں کو یہی کہا جاوے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو، تم کو اسی کی سزا دی جاتی ہے کہ جو تم (دنیا میں) کرتے تھے ﴿۵۲﴾ اور تم سے پوچھتے ہیں: ۲ کیا یہ وعدہ حق ہے!۔

اے رسول اللہ کے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! تم ان سے کہہ دو کہ دشمنوں پر عذاب نازل کرنا اور دوستوں کی مدد کرنا اور انہیں غلبہ دینا یہ سب مشیت الٰہی پر ہے۔ اور مشیت الٰہی میں اس کے ہلاک وعذاب کا ایک وقت معین ہے جو لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔ جب آ جاتا ہے تو گھڑی بھر بھی دیر نہیں لگتی۔

۱ مطلب یہ ہے کہ جس طرح عذاب کی جلدی مسخرہ پن کے طور پر کرتے تھے، اسی طرح دنیا کے عذاب کی بھی جلدی کرتے تھے اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہتے تھے کہ تم عذاب عذاب کہا کرتے ہو تو اپنے خدا سے کہہ کر ہم پر عذاب بھجوا دو۔ اس لئے فرمایا: "اے رسول اللہ کے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)! ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم اب تو عذاب کی جلدی کر رہے ہو اور جب عذاب راتوں رات جس وقت تم غافل پڑے سوتے ہو، یا دن کو جب تم اپنے کام دھندے میں لگے ہوتے ہو، اچانک آجاوے گا تو پھر کس بات کی جلدی کرو گے۔ عذاب ایسی بری چیز ہے جس کے نام سے لوگ ڈرتے ہیں تو کیا عذاب آجانے سے تم ایمان لاؤ گے، وہ بیکار ہوگا"۔ پھر فرمایا کہ قیامت کے دن جب یہ مجرم دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور عذاب میں گرفتار ہوں گے، اس وقت ان سے کہا جاوے گا کہ تم دنیا میں عذاب کی جلدی کرتے تھے اس کا مزہ چکھو اور ہمیشہ چکھتے رہو۔

قیامت کی تصدیق

۲ مشرک لوگ یہ بھی پوچھتے تھے کہ کیا سچ مچ قیامت ہوگی اور اس کے انکار کرنے والوں کو عذاب ہوگا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے رسول اللہ کے! تم ان لوگوں سے کہہ دو قسم خدا کی! قیامت ضرور ہونے والی ہے۔ تم یہ نہ خیال کرو کہ ہم مٹی کے ڈھیر

قُلْ اِیْ وَرَبِّیْۤ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔؕ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۵۳﴾ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِی الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۵۶﴾

تم فرماؤ: مجھے اپنے رب کی قسم! البتہ وہ برحق ہے اور تم (اللہ کو) عاجز نہ کرسکو گے (کہ وہ عذاب دینا چاہے اور تم بچ جاؤ) ۱ ﴿۵۳﴾ اور اگرچہ ہر نفس ظالم کے پاس ہو جو کچھ زمین میں ہے البتہ ان کو چھڑائی میں دے دے (تو رہائی نہ ہوگی) اور (کافر) جب عذاب دیکھیں گے تو دل میں پشیمانی کو پوشیدہ رکھیں گے اور ان کے درمیان انصاف سے فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا ﴿۵۴﴾ دیکھو ۲ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے بیشک سب اللہ ہی کا ہے، آگاہ ہو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے ولیکن ان میں سے اکثر جانتے نہیں ﴿۵۵﴾ وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور اسی کی طرف (مرنے کے بعد) لوٹائے جاؤ گے ﴿۵۶﴾

ہو کر پھر قبر سے کیوں کر نکل آئیں گے وہ دوبارہ پیدا کرسکتا ہے جس طرح اس نے پہلے پیدا کیا ہے۔ اس کا ایک فقط کن کا حکم کافی ہے، پھر اگر تم بھاگنا بھی چاہو گے تو رستہ نہ ملے گا۔ نہ کوئی حیلہ حوالہ پیش ہو سکے گا بلکہ عذاب ہو کر رہے گا۔

عذاب دوزخ کا ذکر

۱ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ اس آیت کی تفسیر خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمائی ہے کہ قیامت کے دن ہلکے عذاب والے دوزخی سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے شخص! تیرے پاس دنیا بھر کا مال ومتاع اور اولاد ہو تو اپنی نجات کے بدلے میں اس مال اور اولاد کے دینے پر راضی ہے۔ وہ کہے گا کہ ہاں میں راضی ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ جب تو دنیا میں پیدا نہیں ہوا تھا اور آدم کی پشت میں تیرا نطفہ تھا، اس وقت میں نے تجھ سے ایک چھوٹی سی بات کا یوم المیثاق میں عہد لیا تھا کہ تو دنیا میں جا کر نافرمانی نہ کیجیو مگر تو نے نہ مانا اب بدلہ اور تاوان دینے سے کیا ہوتا ہے۔

۲ اوپر کی آیت میں تاوان کا ذکر فرما کر اس آیت میں فرمایا یاد رکھو کہ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان میں، مغرب سے مشرق تک جنوب سے شمال تک، دریا پہاڑ خزانے کان، کل چھوٹی بڑی چیزیں ہیں، اس دن وہ سب اللہ کے قبضہ

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿۵۸﴾

اے لوگو! تمہارے ۱؎ پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے نصیحت (یعنی قرآن) آئی ہے اور شفا اس بیماری کے لئے جو سینوں میں ہے اور مومنوں کے لئے ہدایت اور رحمت ﴿۵۷﴾ تم فرماؤ: '' ۲؎ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت سے ان چیزوں پر چاہئے کہ خوشی کریں وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے جس کو وہ جمع کر رہے ہیں'' ﴿۵۸﴾

میں ہوں گی۔ اس دن تمہارا عارضی قبضہ باقی نہ رہے گا جو تم تاوان دے کر اپنا پیچھا چھڑاؤ گے اور عذاب سے بچو گے۔ خوب یاد رکھو کہ خدا کا وعدہ سچا ہے ابھی تو تمہاری سمجھ میں نہیں آتا لیکن جب وعدہ کا وقت مقررہ آوے گا تو سمجھ لو گے کیونکہ خدا کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں ہے کہ تم کو مردے سے زندہ کر دے۔ پیدا بھی وہی کرتا ہے مردہ بھی وہی کرتا ہے، مردے سے دوبارہ زندہ بھی وہی کرے گا۔

عقیدے کے بگڑنے سے آدمی کے دل میں کفر و نفاق پیدا ہوتا ہے

۱؎ جس طرح آدمی کے بدن کے لئے بخار، کھانسی وغیرہ طرح طرح کے مرض ہیں، اسی طرح عقیدے کے بگڑنے سے آدمی کے دل میں کفر و نفاق حسد ریاکاری یہ طرح طرح کے مرض پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور جس طرح طب کی کتابوں میں جسمانی مرض کے ہر طرح کے علاج لکھے ہیں، قرآن شریف اور حدیث میں اس طرح ان دلی مریضوں کے طرح طرح کے علاج ہیں۔ اس واسطے قرآن شریف اور آنحضرت ﷺ کے دنیا میں آنے کو دل کی تندرستی کا سبب فرمایا اور اوپر کی آیت میں فرمایا تھا کہ تمام دنیا کے مال و متاع کے بدلہ دینے پر بھی قیامت کے دن نجات میسر نہ آوے گی۔ اس آیت میں فرمایا کہ تمام دنیا کی جمع پونجی سے اللہ تعالیٰ کی یہ رسول اور کتاب آسمانی کے بھیجنے کی رحمت بہتر ہے۔ دنیا کا رہنا چند روزہ ہے اور یہ چند روز کی کمائی بھی یہیں رہ جائے گی۔ رسول اور کتاب آسمانی کی فرمانبرداری اگر تم کرو گے تو یہ کمائی تمہارے ساتھ جاوے گی اور وہ نجات آخرت تم کو نصیب ہوگی۔

رسالت کا ذکر اور قرآن شریف پڑھنے کے فوائد

۲؎ اس آیت میں رسالت کا ثبوت دیا گیا ہے جس طرح اس سے پہلے کی آیتوں میں خدا کی توحید کی دلیلیں بیان کی گئی تھیں اس لئے فرمایا کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور جن پر یہ قرآن نازل ہوا وہ اللہ کے رسول ہیں اور جو شخص اس اللہ کے کلام کی تلاوت کرتا ہے اور اس کے معنی میں غور کرتا ہے وہ سچے عقیدوں کی جھوٹے عقیدوں سے تمیز کر لیتا ہے اس کے دل میں جو کچھ شک و

قُلْ اَرَءَيْتُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ لَكُمْ مِّنْ رِّزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِّنْهُ حَرَامًا وَّ حَلٰلًا ؕ قُلْ آٰللّٰهُ اَذِنَ لَكُمْ اَمْ عَلَى اللّٰهِ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۶۰﴾ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ

تم فرماؤ: "بھلا، یہ تو بتلاؤ اللہ نے جو کچھ تمہارے لئے روزی اتاری ہے تو تم نے اپنی طرف سے اس میں سے کچھ حرام اور کچھ حلال ٹھہرا رکھی ہے" تم فرماؤ: "کیا اللہ نے اس کی تمہیں اجازت دی تھی یا یونہی اللہ پر بہتان باندھتے ہو ﴿۵۹﴾ اور جو اللہ پر بہتان باندھتے ہیں وہ کیا سمجھے ہوئے ہیں کہ قیامت میں ان کا کیا حال ہوگا بیشک لوگوں پر اللہ کا بڑا ہی فضل ہے ولیکن اکثر آدمی شکر نہیں کرتے ﴿۶۰﴾ اور ۲ (اے محبوب) تم کسی کام (میں) ہو اور اس کی طرف سے کچھ قرآن پڑھو اور (اے لوگو) تم کوئی سا کام بھی کرو (ہر حال میں) جب کہ تم اس کام کو شروع کرتے ہو ہم تم پر گواہ ہوتے ہیں۔

دلوں کی شفا قرآن کریم

شبہ کی بیماری ہوتی ہے وہ دفع ہو جاتی ہے حضرت ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور سے شکایت کی کہ میرے دل میں طرح طرح کے وہم وخیال آتے رہتے ہیں آپ نے فرمایا قرآن پڑھا کرو دل کی بیماریوں کیلئے قرآن پڑھنا شفا ہے۔

۱ اوپر قرآن شریف کی نعمت کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں فرمایا کہ ان مشرکوں نے فقط اسی نعمت کا انکار نہیں کیا بلکہ یہ لوگ تو اللہ کی اور نعمتوں کے بھی منکر اور ناشکر گزار ہیں۔ کیونکہ ان لوگوں نے بعض چیزیں اپنے اوپر حرام کر لی ہیں اور بعض حلال۔ تو یہ حلال وحرام کس طرح کا ہے کیا اپنی ہی خواہش سے انہوں نے یہ حکم لگایا ہے۔ اگر خدا کے حکم سے انہوں نے کسی چیز کو حلال اور کسی چیز کو حرام سمجھا ہے تو بتادیں یہ کس ذریعہ سے ان کو معلوم ہوا۔ کس رسول نے انہیں بتایا کیونکہ خدا کا پیغام کسی کو معلوم نہیں ہو سکتا ہے مگر رسول کے وسیلہ سے۔ اور اگر رسول نے انہیں نہیں بتلایا ہے تو خدا پر گویا جھوٹا الزام رکھتے ہیں۔ قیامت کے دن اس کے عوض میں ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اس سے انہیں ڈرنا چاہیے۔

۲ عبادت کا طریقہ: اللہ پاک نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں یہ بتلایا ہے کہ آپ یا آپ کی امت کے لوگ جو کام

وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتٰبٍ مُّبِينٍ ﴿۶۱﴾ أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۶۲﴾ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿۶۳﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ

اور تمہارے پروردگار پر پوشیدہ نہیں ہے۔ ذرہ برابر کوئی چیز نہ زمین میں نہ آسمان میں، اور نہ اس سے چھوٹی سے چھوٹی اور نہ بڑی سے بڑی مگر یہ کہ سب روشن کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھی ہوئی ہے ﴿۶۱﴾ آگاہ ہو[۱] بیشک اللہ کے دوستوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غمگین ہوں گے ﴿۶۲﴾ وہ لوگ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں ﴿۶۳﴾ ان [۲] ہی کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی خوشخبری ہے اور آخرت میں (بھی)۔

کرتے ہیں خدا اس کو دیکھتا ہے۔ ہر شخص کا چلنا پھرنا، برے یا اچھے عمل کرنا قرآن مجید کی تلاوت کا کرنا، سب اس پر ظاہر ہے۔ کیونکہ زمین وآسمان میں جتنی چھوٹی بڑی چیزیں ہیں علم الٰہی کے نتیجہ کے طور پر وہ سب ذرہ ذرہ لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہیں۔ اس سے کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی۔ اس لئے جب جبرئیل علیہ السلام ایک آدمی کی صورت بن کر آئے اور آپ سے سوال کیا کہ احسان کیا شے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ خدا کی عبادت کرنے کی حالت میں یہ سمجھنا کہ ہم خدا کو دیکھ رہے ہیں، اور اگر یہ ممکن کرنا ہو تو یہ خیال نہ کہ خدا ہم کو دیکھ رہا ہے۔

اولیاء اللہ اور ان کی صفات کا بیان

[۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اولیاء اللہ کا حال بیان فرمایا ہے کہ اور لوگوں کو دنیا کے چھوٹ جانے کا اور دنیا میں بے فائدہ عمر بسر کرنے کا آخرت میں غم اور رنج ہوگا۔ اللہ کے ولی لوگ جو کامل ایمانداری اور تقویٰ میں دنیا اس طرح بسر کرتے ہیں کہ ان کا حال دیکھنے سے دیکھنے والوں کو خدا یاد آتا ہے۔ ان کو آخرت میں کچھ غم اور رنج نہیں ہے ولی اللہ وہ ہے جو فرائض سے قرب الٰہی حاصل کرے، اور اطاعت الٰہی میں مشغول رہے۔ اور اس کا دل نور جلال الٰہی کی معرفت میں مستغرق ہو۔ جب دیکھے دلائل قدرت الٰہی کو دیکھے اور جب سنے اللہ کی آیتیں سنے اور جب بولے تو اپنے رب کی ثناہی کے ساتھ بولے، جب حرکت کرے اطاعت الٰہی میں حرکت کرے تو اللہ اس کا ولی ناصر اور معین ومددگار ہوگا۔

خواب کی قسموں، ان کے احکام اور آداب کا ذکر

[۲] اس آیت میں نیک مسلمانوں کو دنیا میں خوشخبری کا ذکر ہے۔ اس سے اچھے خواب مراد ہیں۔ صحیح بخاری اور ابن ماجہ وغیرہ

لَا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ؕ ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ ؕ﴿۶۴﴾ وَ لَا یَحۡزُنۡکَ قَوۡلُہُمۡ ۘ اِنَّ الۡعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیۡعًا ؕ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۶۵﴾ اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰہِ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنۡ فِی الۡاَرۡضِ ؕ وَ مَا یَتَّبِعُ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ شُرَکَآءَ ؕ اِنۡ یَّتَّبِعُوۡنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنۡ ہُمۡ اِلَّا یَخۡرُصُوۡنَ ﴿۶۶﴾

اللہ کی باتیں بدلتی نہیں، یہی بڑی کامیابی ہے ﴿۶۴﴾ اور تم ان کی باتوں کا غم نہ کرو[1] بے شک عزت تو سب اللہ ہی کے لئے ہے وہی سننے والا جاننے والا ہے ﴿۶۵﴾ آگاہ ہو البتہ اللہ ہی سب کا مالک ہے جتنے آسمانوں میں اور جتنے زمین میں ہیں (یعنی سب اس کے مملوک ہیں) اور کاہے کے پیچھے جارہے ہیں وہ جو لوگ اللہ کے سوا شریکوں کو پکارتے ہیں، وہ تو پیچھے نہیں جاتے مگر گمان کے اور وہ محض اٹکلیں دوڑاتے ہیں ﴿۶۶﴾

میں جو روایتیں ہیں ان کا حاصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا خواب کی تین قسمیں ہیں: ❶ ایک تو وہ کہ آئندہ کوئی بات خواب دیکھنے والے کے حق میں ہونے والی ہے، پھر جس طرح جاگنے میں الہام ہوتا ہے اسی طرح سوتے میں الہام ہوتا ہے، اسی طرح سوتے میں اللہ تعالیٰ اس بات کو اس شخص کے دل میں ڈال دیتا ہے اور اس قسم کو آنحضرت ﷺ نے نبوت کا جز فرمایا۔ ❷ دوسری قسم وہ ہے کہ جس کام میں سونے سے پہلے آدمی لگا ہوا تھا وہی خیال کے طور پر سوتے میں آدمی کو نظر آتا ہے۔ ❸ تیسری قسم وہ ہے کہ شیطان ڈرانے کے طور پر خوفناک چیزیں یا خوفناک حالت خواب میں دکھاتا ہے۔ دوسری قسم تو محض خیال ہی خیال ہے اس لئے اس کا کوئی حکم حدیث شریف میں نہیں ہے۔ تیسری قسم کی نسبت آپ نے فرمایا ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ ایسے خواب کا کسی سے ذکر نہ کرے، بلکہ جس کروٹ کے بل یہ خواب دیکھا ہے اس کروٹ کو بدل کر لاحول پڑھے اور بائیں طرف تھوکے اور سو جاوے۔ پھر کوئی نقصان خواب سے نہ ہوگا۔ پہلی قسم کی نسبت آپ نے فرمایا ہے کہ کسی عالم سے جو اپنا دوست ہو تعبیر پوچھے کہ جاہل جہل کے سبب اور دشمن حسد اور دشمنی کے سبب الٹی تعبیر کہہ کر پریشانی میں نہ ڈالے۔ صبح کی نماز کے بعد خواب بیان کرے، مستحب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی باتوں پر تسکین دی

[1] **شان نزول:** مشرکین مکہ حضرت رسول مقبول ﷺ کو جھٹلاتے تھے اور طرح طرح سے آپ کے رسول اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے پر طعن کرتے تھے۔ اس سے آنحضرت ﷺ کو ایک قسم کا ملال ہوا کرتا تھا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور آپ کو تسکین دی، کہ ان مشرکوں کی باتوں کا آپ خیال نہ فرمائیں۔ کیونکہ ہر طرح کی عزت خدا ہی کو حاصل

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَ النَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِيُّ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۸﴾

وہی تو ہے کہ جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دیکھنے کے لئے دن بنایا، البتہ اس میں نشانیاں ہیں (قدرت کی) ان لوگوں کے واسطے جو سنتے ہیں ﴿۶۷﴾ (کافر) کہتے ہیں [1] ''اللہ اولاد رکھتا ہے'' وہ پاک ہے وہی بے نیاز ہے، اسی کے واسطے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے، تمہارے پاس اس کی کوئی بھی دلیل نہیں، کیا اللہ پر ایسی بات لگاتے ہو جو تم جانتے نہیں ﴿۶۸﴾

ہے اور وہ ہر شخص کے قول وفعل کو سنتا اور دیکھتا ہے۔ یہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ پھر تسلی کے بعد اس بات کی بشارت دی کہ خدا تمہاری مدد کرے گا۔ کیونکہ زمین وآسمان میں جتنی چیزیں بے جان یا جاندار ہیں، ان سب کا مالک اکیلا خدا ہی ہے۔ اس میں کسی کی شراکت ذرہ برابر نہیں ہے۔ یہ مشرکین اپنے جن معبودوں کو پوجتے ہیں ان پر بھی خدا کا پورا پورا قبضہ ہے اور مشرکین محض اپنے وہم کے پیرو ہیں۔ کہاں کی شفاعت اور کیسے جھوٹے معبود۔ اس کے بعد فرمایا کہ خدا نے رات بنائی اور دن پیدا کیا، دن کی روشنی میں لوگ اپنی اپنی روزی کی تلاش میں نکلتے ہیں، رات کو تھکے ماندے آکر آرام کرتے ہیں۔ جو لوگ غور کرنے والے ہیں ان کے واسطے یہ بہت بڑی نشانیاں ہیں۔

اللہ پر جھوٹ باندھنے کا ذکر

[1] ان آیتوں میں ان مشرکوں اور اہل کتاب کے عقیدہ کو اللہ تعالیٰ نے غلط ٹھہرایا ہے جو کہتے ہیں کہ خدا کا بیٹا یا بیٹی ہے۔ فرمایا اللہ پاک تو ازل سے ابد تک قائم ہے پھر اس کو اولاد کی کیا پرواہ ہے۔ زمین وآسمان میں جو کچھ ہے سب کا وہی مالک ہے۔ پھر فرمایا کہ تم کس سند سے یہ بات کہتے ہو کہ خدا صاحب اولاد ہے۔ جب کوئی دلیل اور سند مشرکوں نے نہیں پیش کی تو فرمایا کہ کیا تم خدا پر ایسی بات کا بہتان باندھتے ہو جس کا تم کو علم ہی نہیں گویا تم جھوٹ بولتے ہو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تم ان سے کہہ دو کہ جو لوگ خدا پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کو فلاحیت نہیں ہوگی، اور اگر وہ یہ سمجھیں کہ اب تو دنیا میں آرام سے گزرتی ہے تو یہ دنیا کی زندگی اور مال ومتاع بہت ہی حقیر شے ہے۔ جس کی کچھ ہستی نہیں۔ آخر ایک دن ان سب کو اللہ کے پاس آنا ہے اس وقت سخت سے سخت عذاب کا مزہ ان کو چکھنا پڑے گا۔

قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ نُوْحٍ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَ تَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۷۱﴾

تم فرماؤ: "بیشک جو لوگ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوتے ہیں" ﴿۶۹﴾ ان کے لئے دنیا میں (کچھ) فائدہ ہے پھر ان سب کو ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے پس ہم انہیں سخت عذاب کا مزہ چکھائیں گے بہ سبب اس کے کہ وہ کفر کرتے تھے ﴿۷۰﴾ اور [1] انہیں نوح (علیہ السلام) کی خبر (پڑھ کر) سناؤ جب کہ اس نے اپنی قوم سے کہا کہ اے میری قوم! اگر تم پر میرا کھڑا ہونا اور خدا کے احکام سے میرا نصیحت کرنا شاق گزرتا ہے تو میرا بھروسہ صرف اللہ پر ہے تو تم (میرے خلاف جو کچھ کرنا چاہتے ہو) اسے ٹھان لو اور اپنے شریکوں کو بھی ساتھ لے لو، پھر تم کو اپنے کام میں شبہ نہ رہے پھر جو ہو سکے میرا کر لو اور مجھے مہلت نہ دو ﴿۷۱﴾

حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ، بت پرستی کب سے ہوئی

[1] شروع سورہ سے کئی رکوع میں اللہ تعالیٰ نے قریش کی سرکشیوں اور نافرمانیوں کا ذکر فرما کر یہاں ختم سورۃ پر پہلے انبیاء اور ان کی امتوں کا ذکر اس لئے فرمایا ہے کہ قریش کو اس ذکر سے ایک طرح کی تنبیہ ہو جاوے، کہ اگر یہ بھی باوجود نصیحت اور سمجھانے کے اپنی نافرمانی سے باز نہ آویں گے تو زمین پر سب سے پہلے غارت ہونے والی قوم امت نوح اور سب سے آخر غارت ہونے والی فرعون کی قوم کا جو انجام ہوا وہی انجام ان کا ہوگا۔ اور آنحضرت ﷺ کو اس ذکر سے دو طرح کی تسکین فرمائی: ایک یہ کہ باوجود سمجھانے کے قریش لوگ اگر ایمان لانے میں دیر کرتے ہیں تو اس کا کچھ غم و اندیشہ نہ کرنا چاہیے۔ پہلے انبیاء کو بھی بڑی بڑی مدت دراز تک اپنی اپنی امتوں کو سمجھانا پڑا ہے۔ دوسری تسکین یہ کہ اگر قریش لوگ سرکشی کریں گے تو آخر نبی کا پلہ بھاری رہے گا اور سرکش لوگ تباہ اور غارت ہو جائیں گے۔ قرآن مجید میں اکثر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام

فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَ جَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَ اَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾

پھر[۱] اگر تم نہ مانو تو میں نے تم سے کچھ مزدوری نہیں مانگی، میری مزدوری تو خدا ہی پر ہے اور مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں مسلمانوں سے ہوں ﴿۷۲﴾ پس انہوں نے اسے جھٹلایا پس ہم نے اسے اور ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ کشتی میں سوار تھے بچالیا اور ہم نے ان کو (غرق شدہ قوم کا) جانشین بنایا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان سب کو غرق کر دیا تو دیکھو ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جن کو (انکار و سرکشی کے نتائج سے) ڈرسنایا گیا تھا ﴿۷۳﴾

اور فرعون کا قصہ جگہ جگہ ذکر فرمایا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام جب قوم کے لوگوں کو بت پرستی کے چھوڑنے کی نصیحت کرتے تھے تو وہ حضرت نوح کو پتھروں سے کچل ڈالنے کی دھمکی دیا کرتے تھے۔ اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے قوم کے لوگوں سے کہا کہ تم اور تمہارے بت مل کر جو کچھ بدسلوکی میرے ساتھ کر سکتے ہو، تو اس کے پورا کرنے میں تم لوگ کمی نہ کرو۔ جو کچھ کرنا ہے وہ بلا شک وشبہ کر گزرو۔ مجھے اس کا کچھ خوف نہیں میں تو اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسہ پر نصیحت کے فرض کو ضرور ادا کروں گا۔

[۱] اس سے اوپر کی آیت میں بیان ہو چکا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے کہا گیا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ ان کفار عرب کو سنا دو۔ اس آیت میں فرمایا کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے یہ بھی کہا کہ تم لوگ اگر کسی خرچے کے بارے ڈر کر میری نصیحت سے منہ موڑتے ہو تو میں اس کی مزدوری تم سے نہیں چاہتا اس کا اجر تو خدا ہی دے گا۔ اور مجھے تو یہی حکم ہے کہ میں مسلمان رہوں اور تم کو بھی اسی طرح کی نصیحت کرتا رہوں۔ مگر اس قوم کو ایمان نہ لانا تھا نہ لائی حضرت نوح علیہ السلام کو جھٹلائے گئے، پھر وہ طوفان آیا کہ پہاڑوں سے بھی کہیں اونچا پانی ہو گیا۔ حضرت نوح علیہ السلام معہ اسی آدمی جس میں چالیس مرد اور چالیس عورتوں کے کشتی مین بیٹھے رہے، ان کو خدا نے پناہ میں رکھا باقی سب ڈوب کر ہلاک ہو گئے۔ خدا نے ان کی جگہ ان چالیس آدمیوں کو بسایا جن کی نسل سے اب تک دنیا آباد ہے۔ پھر آنحضرت ﷺ سے فرمایا: "ان لوگوں سے کہہ دو کیا نتیجہ ہوا ان کا جن کو خدا کا خوف تھا وہی بچے اور جھٹلانے والے جان سلامت نہ لے جا سکے"۔ چالیس برس کی عمر میں نوح علیہ السلام کو نبوت عطا ہوئی اور پھر ساڑھے نو سو برس قوم کے لوگوں کو وہ وعظ و نصیحت کرتے رہے۔ جب قوم کے لوگ راہ راست پر نہ آئے تو طوفان آیا۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۷۴﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَ هٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ بِاٰیٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَ كَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْۤا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۷۶﴾

پھر نوح (علیہ السلام) کے بعد ہم ۱؎ نے (کتنے ہی) رسولوں کو انکی قوموں کی طرف بھیجا پس وہ ان کے پاس روشن دلیلیں لائے پس وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ (دلیلیں دیکھ کر) ایمان لاتے اس پر جسے پہلے جھٹلا چکے تھے ہم اسی طرح ان کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں، جو لوگ (سرکشی اور فساد میں) حد سے گزر جاتے ہیں ﴿۷۴﴾ پھر ۲؎ ہم نے ان رسولوں کے بعد موسیٰ و ہارون کو بھیجا فرعون اور اسکی قوم کے سرداروں کی طرف اپنی نشانیاں دے کر تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ گنہگار تھے ﴿۷۵﴾ پس جب انکے پاس حق بات آئی ۳؎ ہماری طرف سے تو کہنے لگے یہ تو صریح جادو ہے ﴿۷۶﴾

۱؎ حضرت آدم علیہ السلام سے دس قرن (صدیوں) تک سب کے سب مسلمان تھے۔ پھر آہستہ آہستہ بت پرستی پھیلنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو رسول بنا کر لوگوں کی ہدایت کو بھیجا۔ پھر ان کے بعد لگاتار انبیاء اور رسول آتے گئے۔ پھر حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ختم ہوگئی۔ نوح علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے اور رسولوں کو بھیجا اور وہ طرح طرح کے معجزے خدا کی طرف سے لے کر آتے گئے۔ مگر قوم کے لوگ بدستور اپنے خیال پر جمے رہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازلی کے موافق ان کے دلوں پر مہر لگادی کہ یہ جانے اور ان کا کام۔ آخر علم الٰہی کے موافق طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک ہوجانا ان کی سزا ہے۔

۲؎ پھر ان رسولوں کے پیچھے جو حضرت نوح علیہ السلام کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام تک آئے تھے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھ ہارون علیہ السلام کو ان کا وزیر بنا کر بھیجا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس اگرچہ نو معجزے ایسے تھے جن سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ بغیر مدد خدا کے ایسی نشانی کوئی لا نہیں سکتا، مگر فرعون اور اس کے ہمراہیوں نے سرکشی نہیں چھوڑی۔ یہ قصہ سورۂ طٰہٰ (پارہ ۱۶) اور سورۂ قصص (پارہ ۲۰) میں تفصیل سے آوے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسکین کا ذکر اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر

۳؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اکثر منکر لوگوں نے پیغمبروں کے معجزوں کو جادو اور پیغمبروں کو جادوگر بتلایا ہے۔

قَالَ مُوْسٰۤى اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْۤا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِىْ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيْمٍ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰۤى اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۰﴾

موسیٰ نے کہا: ''کیا تم حق کی بابت ایسا کہتے ہو جب کہ وہ تمہارے پاس آیا کیا یہ جادو ہے اور جادوگر فلاح کو نہیں پہنچا کرتے'' ﴿۷۷﴾ کہنے لگے کہ کیا تم اس لئے ہمارے پاس آئے ہو کہ ہم کو اس دین سے پھیر دو کہ جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا اور اس لئے کہ زمین میں تم دونوں کی سرداری ہو جائے، اور ہم تو تم پر ایمان لانے والے نہیں ﴿۷۸﴾ اور فرعون نے کہا: ''ہر جادوگر علم والے کو میرے سامنے حاضر کرو'' ﴿۷۹﴾ پس جس وقت جادوگر حاضر ہوئے (اور مقابلہ کا بازار گرم ہوا) ان سے موسیٰ نے کہا: ''تمہیں جو کچھ (میدان میں) ڈالنا ہے ڈالو'' ﴿۸۰﴾

فرعون اور اس کے ساتھیوں نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا اور ید بیضا کو دیکھ کر جادو کہا، جس ذلت اور خواری سے ہلاک ہوا اس کا قصہ تفصیل سے سورۂ اعراف میں گزر چکا ہے اور سورۂ طٰہٰ اور سورۂ شعراء اور سورۂ قصص میں پھر آئے گا۔ اس قصہ میں بھی آنحضرت ﷺ کی یہ تسکین اللہ تعالیٰ نے فرمائی کہ اگرچہ قریش معجزہ اور قرآن کو جادو اور اے نبی تم کو جادوگر بتلا رہے ہیں۔ بالآخر فرعون کے جادوگروں کی طرح اکثر ان میں سے قائل ہو کر اسلام لائیں گے اور فرعون کی طرح جو سرکشی پر اڑے رہیں گے، ہلاک کر دیئے جاویں گے، اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ تیرہ برس کی آنحضرت ﷺ کی کوشش میں جس مکہ میں سو کے قریب مسلمانوں کی تعداد تھی دس برس کے بعد جب اللہ تعالیٰ کا مقررہ وقت آ گیا تو سارا مکہ مسلمانوں سے بھر گیا اور آج تک یہ ہدایت کا اثر باقی ہے کہ سوائے مسلمان کلمہ گو کے اور کوئی مکہ معظمہ میں نظر نہیں آتا اور مشرکین مکہ میں سے جو لوگ مرتے دم تک راہ راست پر نہیں آئے ان کا انجام بدر کی لڑائی میں جو ہوا وہ کچھ تو بدر کی لڑائی کے قصہ میں گزر چکا اور کچھ آگے آتا ہے غرض ہر کام کا اللہ کی طرف سے وقت مقرر ہے، وقت کا منتظر رہنا چاہیے گھبرانا نہیں چاہیے۔

فوائد القرآن: آیت ان اللہ سیبطلہ اور آیت فوقع الحق اور آیت ولا نصح اللہ صر جیت آتی پانی پر پڑھ کر وہ پانی جادو کے اثر والے شخص کے سر پر ڈالا جاوے تو فوراً فائدہ ہو جاتا ہے۔

فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۠ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ؕ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِى الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾

پھر جب انہوں نے (اپنا جادو کا سامان) ڈالا تو موسیٰ نے کہا: ''تم جو کچھ بنا کر لائے ہو یہ جادو ہے۔ بیشک اللہ اسے جلد باطل کردے گا کیونکہ اللہ مفسدوں کا کام نہیں بناتا ﴿۸۱﴾ اور اللہ حق کرتا ہے اپنے حکم سے حق بات کو اگرچہ مجرموں کو ناگوار ہو'' ﴿۸۲﴾ تو[1] موسیٰ پر ایمان نہیں لائے سوائے کچھ لوگوں کے جو اس کی قوم کی اولاد سے تھے اور، فرعون اور اس کے سرداروں کے خوف سے کہ کہیں انہیں (دین سے) ہٹنے پر مجبور نہ کریں، اور بیشک فرعون ملک (مصر) میں (بڑا ہی) سرکش (بادشاہ) تھا، اور اس میں بھی شک نہیں کہ وہ حد سے گزر گیا تھا ﴿۸۳﴾ اور[2] موسیٰ نے کہا: ''اے میری قوم! اگر تم اللہ پر ایمان لے آئے ہو تو اسی پر بھروسہ کرو اگر تم حکم بردار ہو'' ﴿۸۴﴾

[1] آنحضرت ﷺ کو اس بات کا بھی رنج رہتا تھا کہ نبی ہونے کے بعد تیرہ برس آپ مکہ میں رہے، اور مکہ میں کچھ کم سو آدمی مسلمان ہوئے۔ آپ چاہتے تھے کہ اسلام جلدی جلدی زور پکڑے اور جھٹ پٹ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت قائم ہو جاوے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ سے آپ کی تسکین فرمائی کہ یہ کچھ رنج کرنے کی بات نہیں ہے، منکروں کے دل بڑی مشکل سے پھرتے ہیں، موسیٰ علیہ السلام کا ایسا بڑا معجزہ قبطیوں نے دیکھا کہ جادوگر سب ہار گئے مگر قبطیوں میں سے چندو ہی آدمی مسلمان ہوئے۔

[2] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان لوگوں سے جو ایمان لا چکے تھے، یہ کہا کہ جب تم ایمان لا چکے اور مسلمان ہوگئے تو اب خدا ہی پر بھروسہ کرو۔ اور فرعون اور اس کے گروہ کا کوئی خوف نہ کرو۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہاں ہم نے خدا پر بھروسہ کرلیا اور پھر خدا سے دعا کی: ''اے خدا! ہم کو اس ظالم قوم کے فتنہ سے بچائیو، اور ان کو ہم پر فتح یاب نہ کیجیو۔ ورنہ فرعون اور اس کی ساری قوم یہی کہے گی کہ ہم حق پر ہیں اور ایسی باتیں دل میں سوچ کر اور زبان سے کہہ کر یہ لوگ فتنہ میں پڑیں گے۔

فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۗ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ

تب انہوں نے کہا: ”ہمارا بھروسہ اللہ ہی پر ہے (ہم دعا کرتے ہیں) کہ اے پروردگار! ہم کو اس ظالم گروہ کے لئے آزمائشوں کا موجب نہ بنائیو ﴿۸۵﴾ اور ہم کو اپنی رحمت سے کافروں کے گروہ سے نجات دے“ ﴿۸۶﴾ اور [۱] ہم نے موسیٰ اور اسکے بھائی (ہارون) کی طرف وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنی قوم کیلئے شہر مصر میں گھر بناؤ اور کرو اپنے گھروں کو قبلہ رو (یعنی نماز کی جگہ قرار دے لو) اور نماز قائم رکھو اور مسلمانوں کو خوشخبری سنا دو ﴿۸۷﴾ اور [۲] موسیٰ نے کہا: ”اے رب ہمارے! بیشک تو نے فرعون اور اسکے قبیلے کو زینت (کے سامان) اور مال دنیا کی زندگی میں دیئے۔

[۱] جب فرعون اور اس کے ہمراہیوں پر عذاب آنے کا زمانہ قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو بذریعہ وحی کے یہ حکم دیا کہ تم اپنی قوم سمیت ان کفار سے علیحدہ ہو جاؤ اور الگ اپنا ایک محلہ بسا لو اور گھروں کا رخ قبلہ کی طرف رکھو۔ اس میں نماز پڑھا کرو تاکہ فرعون کے ظلم سے امن میں رہو۔ نماز کا حکم اس واسطے ہوا تھا کہ کثرت سے نماز پڑھنے سے بلائیں دفع ہوا کرتی ہیں۔ نصیحت کے موافق بنی اسرائیل نے توحید اور شریعت موسوی کے احکام کی تعمیل کا اقرار جب کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق ان کو نجات کی خوشخبری دی۔

فرعون کا قصہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا کا قبول ہونا

[۲] فرعون کے ہلاک ہونے سے پہلے اس کی اور اس کے ساتھیوں کی سرکشی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خیال کیا کہ ان لوگوں کی سرکشی کا بڑا سبب ان کے مال و متاع ہیں، اور مالداری اور عیش و آرام کے غرور میں یہ لوگ خود بھی نصیحت نہیں سنتے اور اوروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس غصہ کے خیال میں دعا مانگی اور حضرت ہارون علیہ السلام آمین کہتے گئے۔ دعا کا حاصل یہ ہے کہ یا اللہ ان لوگوں کو تو نے مال و متاع جو دیا ہے وہ ان سے چھین لے، اس لئے کہ ان کا یہ مال ان کے خود گمراہ ہونے اور اوروں کو گمراہ کرنے کا سبب ہے۔ اور اس مال کے چھین

رَبَّنَا لِيُضِلُّوا عَنْ سَبِيلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿٨٨﴾ قَالَ قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيمَا وَلَا تَتَّبِعَانِّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٨٩﴾ وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدْوًا ۖ

اے رب ہمارے! (یہ) اس لئے کہ (لوگوں کو) تیری راہ سے بہکا دیں۔ اے ہمارے پروردگار! ان لوگوں کے مالوں کو مٹادے اور ان کے دلوں پر مہر لگادے کہ ایمان نہ لائیں جب تک کہ دردناک عذاب نہ دیکھ لیں'' ﴿۸۸﴾ خدا نے فرمایا: ''میں نے تم دونوں کی دعا قبول کی تو اب تم ثابت قدم رہو اور نادانوں کی راہ پر نہ چلو'' اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا[1] سے پار اتار دیا، پس ان کے پیچھے پیچھے فرعون اور اس کا لشکر گیا کہ ظلم اور زیادتی کریں ﴿۹۰﴾

لینے کے بعد ان کو ایسا فاقہ مست بنادے کہ بغیر مال کے بھی ان کا وہی غرور اور سرکشی باقی رہے اور اس غرور اور سرکشی کے سبب سے جھٹ پٹ تیرا عذاب نازل ہو۔ خدا کی پناہ! نبی کی بددعا تھی اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہاری اور تمہارے بھائی ہارون علیہما السلام دونوں کی دعا قبول کی گئی۔ مگر تم جلدی نہ کرو خاطر جمع رکھو اور اپنے کام پر جمے رہو۔ عکرمہ کا قول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی اور ہارون علیہ السلام نے آمین کہی تھی اس لئے خدا نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آمین کہنے والے کو بھی دعا کرنے والا ٹھہرایا جاسکتا ہے۔

فرعون کا ڈوبنا، قادر مطلق کی بہت بڑی نشانی

[1] ان آیتوں میں فرعون اور اس کے رفیقوں کی دریا میں ڈوبنے کی کیفیت بیان کی گئی کہ ہم نے بنی اسرائیل کو دریائے قلزم سے صحیح وسلامت پار اتار دیا۔ پھر فرعون اور اس کے لشکر نے بنی اسرائیل پر ظلم اور زیادتی کرنے کے واسطے ان کا تعاقب کیا۔ جب دریا کے کنارے پر پہنچے تو جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ وہ گھوڑی پر سوار ہو کر فرعون کے سامنے سے نکلے۔ فرعون کا گھوڑا بھی گھوڑی کے پیچھے ہولیا اور دریا میں جا پڑا اور اس کے لشکر والوں نے اس کی پیروی کر کے اپنے تئیں دریا میں ڈال دیا۔ فرعون جب غرق ہونے لگا ہلاک ہونے کے قریب پہنچا اس وقت اس نے کہا کہ میں اس خدا پر ایمان لایا جو وحدہ لاشریک ہے، وہ خدا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔ فرعون نے بہ تمنائے قبول ایمان کا مضمون تین مرتبہ تکرار کے ساتھ ادا کیا لیکن یہ ایمان قبول نہ ہوا کیونکہ ملائکہ اور عذاب کے دیکھنے کے بعد ایمان مقبول نہیں اگر حالت اختیار میں وہ ایک مرتبہ بھی یہ کلمہ کہتا تو اس کا ایمان قبول کر لیا جاتا لیکن اس نے وقت کھو دیا۔ اس لئے اس سے یہ کہا گیا حالت اضطرار میں جبکہ غرض میں مبتلا ہو چکا

حَتّٰۤی اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِیْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِیْلَ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ آٰلْـٰٔنَ وَ قَدْ عَصَیْتَ قَبْلُ وَ كُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْیَوْمَ نُنَجِّیْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰیَةً ؕ وَ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع وَ لَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ۚ

یہاں تک کہ جب وہ ڈوبنے کو ہوا تو کہنے لگا ''میں ایمان لایا کہ نہیں ہے کوئی سچا معبود سوائے اس کے جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے اور میں فرماں برداروں میں سے ہوں'' ﴿۹۰﴾ (کہا گیا): ''کیا اب تو ایمان لاتا ہے اور بے شک اس سے پہلے نافرمانی کرتا رہا اور تو مفسدوں میں سے تھا'' ﴿۹۱﴾ پس آج کے دن تیری لاش کو دریا سے باہر ایسی جگہ ڈال دیں گے تاکہ تو اپنے پچھلوں کے لئے عبرت ہو جائے اور بیشک بہت سے لوگ تو ہماری آیتوں سے غافل ہیں ﴿۹۲﴾ اور [۱] بے شک ہم نے بنی اسرائیل کو عزت کی جگہ دی اور ہم نے انہیں ستھری روزی عطا کی۔

اور زندگی کی امید باقی نہیں رہی اس وقت ایمان لاتا ہے۔ خود گمراہ تھا دوسروں کو گمراہ کرتا تھا۔ جب فرعون اور اس کی قوم غرق ہوئی تو بنی اسرائیل کو اندیشہ ہوا کہ فرعون ہلاک نہیں ہوا اور دم کے دم میں کشتیاں تیار کر کے اپنے لشکر دریا کے پار اتار لائے گا اور ہمارے پیچھے آئے گا۔ حق تعالیٰ نے فرعون کی لاش پانی پر تیرائی اور لاش کو دریا سے باہر اونچے ٹیلے پر پھینک دیا تاکہ وہ لوگ جو کہ تیرے پیچھے ہوں وہ اس کو خدا کی قدرت کا ایک نمونہ سمجھیں اور عبرت پکڑیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ باوجودیکہ ہم اپنی قدرت کی نشانیاں لوگوں کو دکھاتے ہیں دلائل توحید سب کو سناتے ہیں مگر بہت سے لوگ توجہ نہیں کرتے۔

بنی اسرائیل کا واقعہ

[۱] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل یعنی یعقوب علیہ السلام کی اولاد کو فرعون اور اس کی قوم کی ہلاکت کے بعد اچھی اور پاکیزہ جگہ دی جیسے کہ ہمارے سچے وعدہ کے لائق تھے۔ پہلے تو ملک شام پھر مصر دیا، اور پاکیزہ اور لذیذ چیزیں ان کے کھانے کے لئے ہم نے تجویز کیں۔ اور ایک گروہ کے قول کے موافق یہاں بنی اسرائیل سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود مراد ہیں۔ پس انہوں نے اختلاف دین کے امر میں جہالت کی وجہ سے نہیں کیا بلکہ باوجود علم اور واقفیت کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت توریت میں دیکھنے کے بعد وہ اختلاف میں مبتلا ہوئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کے اختلاف کا فیصلہ اللہ تعالیٰ قیامت میں کرے گا۔

فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ یَقْضِیْ بَیْنَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ فِیْمَا كَانُوْا فِیْهِ یَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاِنْ كُنْتَ فِیْ شَكٍّ مِّمَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِیْنَ یَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ ﴿۹۴﴾ وَ لَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۹۵﴾

توبنی اسرائیل نے (دین میں) نہ اختلاف ڈالا مگر علم (یعنی قرآن) آنے کے بعد، بیشک تمہارا پروردگار قیامت کے دن ان میں فیصلہ کردے گا جب بات میں وہ اختلاف کرتے تھے ﴿۹۳﴾ پس اے سننے والے! اگر تجھے کچھ شبہ ہو اس میں جو ہم نے تیری طرف بھیجا ہے تو ان لوگوں سے پوچھ دیکھ جو تجھ سے [1] پہلے کتاب پڑھنے والے ہیں (یعنی علمائے اہل کتاب) البتہ تیرے پاس تیرے پروردگار کی طرف سے حق آیا ہے، پس ہرگز شبہ کرنے والوں میں سے نہ ہونا ﴿۹۴﴾ اور نہ ان لوگوں میں سے ہونا کہ جنہوں نے اللہ کی آیتیں جھٹلائیں (اگر ایسا کروگے) تو اس وقت نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے ﴿۹۵﴾

کفار سے علیحدہ رہنے کا حکم

[1] اوپر یہود کی پھوٹ کا حال تھا کہ اس پھوٹ میں بعضے ان میں سے راہ راست پر آگئے اور جان گئے کہ توراۃ میں جن نبی آخر الزماں کے اوصاف ہیں بلاشک یہ وہی نبی ہیں۔ اس ذکر کو پورا کرنے کے لئے ان آیتوں میں فرمایا: ''اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے! اگر تمہیں اس میں کچھ شک ہو کہ آیا تمہارے اوصاف تفصیل سے توراۃ میں ہیں یا نہیں، تو تم آج لوگوں سے دریافت کرلو جو اگلے رسولوں کی کتابیں دیکھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ جو اہل کتاب تم پر ایمان لاچکے ہیں جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ اب کوئی بات چھپانے کے نہیں''۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہ میں شک کرتا ہوں اور نہ مجھے پوچھنے کی ضرورت ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے رسول اللہ کے! جو لوگ خدا کی نشانیوں کو جھٹلاتے ہیں تم ان سے الگ تھلگ رہو۔ یہ لوگ کبھی ایمان نہیں لائیں گے۔ ان پر خدا کی بات پوری اتری، جو خدا نے ابلیس سے کہی تھی کہ تجھ سے اور تیرے ساتھیوں سے دوزخ کو بھردوں گا۔ یہ اس وقت زبان سے ایمان کا لفظ نکالیں گے جب عذاب آتے ہوئے دیکھیں گے۔ مگر اس وقت کے ایمان سے ان کو کیا فائدہ ہوسکتا ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٩٧﴾ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٩٨﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ

بیشک تیرے پروردگار کا حکم جن لوگوں پر ثابت ہو چکا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے ﴿۹۶﴾ اور اگرچہ ان کے پاس ہر طرح کی نشانیاں بھی آجاویں یہاں تک کہ وہ درد دینے والے عذاب کو دیکھ لیں ﴿۹۷﴾ پس ل‍ کیوں نہ ہوئی ایسی بستی (جن کو ہم نے ہلاک کیا) کہ ایمان لائی تو (نزول عذاب سے پہلے) اس کا ایمان لانا نفع دیتا مگر یونس کی قوم جب وہ ایمان لے آئی تو ہم نے ان سے عذاب اٹھالیا رسوائی کا دنیا کی زندگی میں اور ایک مدت تک ہم نے ان کو عیش دیا ﴿۹۸﴾ اور ۲ اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو بے شک ایمان لے آتے سب کے سب جتنے زمین میں ہیں۔

منکرین قیامت کی کم عقلی کا ذکر اور ہدایت

ل‍ اوپر ذکر تھا کہ یہ نافرمان لوگ جب تک آنکھوں سے عذاب کو دیکھ نہ لیں گے اس وقت تک ایمان نہ لاویں گے۔ اس آیت میں فرمایا کہ عذاب آتے ہوئے دیکھ کر ایمان لانے سے کسی قوم کو کسی بستی میں عذاب سے رہائی نہیں ہوئی مگر یونس علیہ السلام کی قوم کو ان کا قصہ سورۂ صافات میں آوے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایمان لانے کو کہا مگر انہوں نے انکار کیا اس لئے انہوں نے کہا کہ فلاں روز تم پر عذاب آوے گا۔ اور خود وہاں سے نکل کر چلے گئے۔ جب قوم نے دیکھا کہ عذاب کا نمونہ آگیا تو سب نے جنگل میں جا کر گڑگڑا کر دعا مانگی جس پر اللہ تعالیٰ کو رحم آگیا اور اس نے عذاب کو ٹھہرا دیا۔

فضائل القرآن: لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ”یونس علیہ السلام کی اس دعا میں اسم اعظم ہے اس لئے اس کو پڑھ کر جو دعا مانگی جاوے گی وہ قبول ہوگی“۔

۲ آنحضرت ﷺ کو اس بات کی خواہش تھی کہ سارے لوگ مسلمان ہو جاویں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن لوگوں میں عقبیٰ کی بہبودی کے سمجھنے کا مادہ نہیں ہے خدا کی دلیلوں میں حجت نکالتے ہیں وہ کیونکر ایمان لا سکتے ہیں۔

أَفَأَنتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٩٩﴾ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَن تُؤْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ﴿١٠٠﴾ قُلِ انظُرُوا مَاذَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ وَالنُّذُرُ عَن قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠١﴾ فَهَلْ يَنتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِن قَبْلِهِمْ ۚ قُلْ فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ ﴿١٠٢﴾ ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا ۚ كَذَٰلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنجِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾ ع

پھر کیا تم لوگوں پر زبردستی کرو گے تاکہ مسلمان ہو جائیں ﴿۹۹﴾ اور کسی شخص کی طاقت نہیں کہ اللہ کے بغیر حکم کے ایمان لے آوے اور (کفر کی) گندگی کو مسلط کر دیتا ہے اللہ ان لوگوں پر جو (حق بات) نہیں سمجھتے ﴿۱۰۰﴾ (اے محبوب دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [1]) تم ان لوگوں سے فرماؤ: "دیکھو آسمانوں اور زمین میں کیا کیا چیزیں ہیں اور جن کے نصیب میں ایمان نہیں ان لوگوں کو نہ تو (قدرت کی) نشانیاں ہی فائدہ کرتی ہیں اور نہ ڈرانیوالے (کی ہدایتیں) پس انہیں کاہے کا انتظار ہے مگر انہیں لوگوں کی سی مصیبتوں کا جو ان سے پہلے ہو گزرے" (اے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تم فرماؤ (اچھا) انتظار کرو البتہ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں" ﴿۱۰۲﴾ پھر ہم اپنے رسول کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے نجات دیں گے بات یہی۔ ہے ہمارے کرم پر حق ہے کہ مسلمانوں کو نجات دیں ﴿۱۰۳﴾

[1] اوپر منکرین قیامت کی کم عقلی کا ذکر تھا۔ ان آیتوں میں ان کو عقل سے کام لینے پر آمادہ کیا اور فرمایا کہ اے رسول اللہ کے! تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ زمین و آسمان میں کیا کچھ نہیں ہے۔ اگر تم لوگ غور و فکر کرو تو بات بات سے سمجھ لو کہ خدا کی خدائی میں تمہارے بتوں کو کچھ دخل نہیں۔ چاند سورج، دن کا ہونا، رات کا ہونا، ستاروں کا نکلنا، بارش کا ہونا غرضیکہ ہوشیار آدمی درختوں کے پتا تک سے خدا کی وحدانیت کا پتہ لگا لیتا ہے۔ پھر فرمایا کہ قدرت کی سب نشانیاں اسی کو کار آمد ہیں جو ایمان لاوے اور جو ایمان لانے والے نہیں ہیں یہ نشانیاں کیا فائدہ پہنچائیں گی۔ کیونکہ ان لوگوں کو بھی اسی روز بد کا انتظار ہے، جیسے اگلے رسولوں کی قوم کو تھا کہ اپنے رسولوں کو جھٹلاتے رہے اور آخر ایک روز ان پر عذاب آیا اور وہ اس سے بچ نہ سکے۔ اگر یہ بھی اس کے منتظر

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۚۖ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

تم فرماؤ[۱] اے لوگو اگر تم میرے دین کے بارے میں کسی شبہ میں ہو پس (سن لو کہ) اللہ کے سوا جن چیزوں کو تم پوجتے ہو میں تو ان کو پوجنے کا نہیں ولیکن میں تو اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری روح قبض کرتا ہے اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ ایمان والوں میں سے ہوں ﴿۱۰۴﴾ اور حکم دیا گیا یہ کہ اپنا رخ دین کے لئے سیدھا رکھوں حنیف ہو کر (یعنی مخلص مومن رہوں) اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ ہوں ﴿۱۰۵﴾ اور[۲] اللہ کے سوا اس کو ہرگز نہ پکارنا کہ جو تجھ کو نفع دے سکتی ہے نہ نقصان، پس اگر ایسا کیا تو اس حالت میں تو ظالموں میں سے ہوگا ﴿۱۰۶﴾

ہیں تو کہہ دو کہ کان اور آنکھیں اس کی راہ پر رکھو ہم بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہے ہیں۔ یہ یاد رکھو کہ اللہ کا عذاب جب آتا ہے تو وہ اپنے رسول اور مومنوں کو بچا لیتا ہے اور رسولوں کے جھٹلانے والوں کو ہلاک کر دیتا ہے۔ وہ مومنوں کو نجات دے گا اور پناہ میں رکھے گا۔

مشرکین کو ہدایت

[۱] ان آیتوں میں یہ حکم ہے کہ اے رسول تم اپنے دین اور ان مشرکوں کے دین میں فرق بتلا دو، کہ جو دین میں لے کر آیا ہوں اگر تم اس کو صحیح نہیں جانتے اور اس میں شک کرتے ہو تو سن لو کہ تم خدا کے سوا جن کی عبادت کرتے ہو ہم ان کی ہرگز عبادت نہیں کریں گے۔ ہم تو اس خدا کی عبادت کرتے ہیں جو بالکل اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کے قبضہ میں تمہاری جان ہے۔ اس نے پیدا کیا، اور وہی تمہیں موت کا بھی مزا چکھائے گا، اور پھر یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ تمہاری جان پر جس کا پورا پورا اختیار ہے، وہ آسانی سے تم پر عذاب کر سکتا ہے۔ اور یہ تمہارے معبود جن کی تم عبادت کرتے ہو یہ کسی کو کچھ نفع اور نقصان نہیں پہنچا سکتے اور مجھے اللہ نے یہ حکم دیا ہے کہ میں ہمیشہ خالص اللہ کی عبادت کروں اور مشرکوں کے زمرہ سے الگ رہوں۔

[۲] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے وقت یہ فرمایا کہ ہر طرح

وَ اِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ؕ ﴿۱۰۸﴾

اور ۱ اگر خدا تجھے کوئی رنج پہنچائے تو بجز اس کے کوئی اس کا رفع کرنے والا نہیں اور اگر تجھے بھلائی پہنچائے تو اس کے فضل کو کوئی روک نہیں سکتا۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے پہنچاتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے ۲ ﴿۱۰۷﴾ تم فرماؤ: ''اے لوگو! تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس حق آچکا پھر جو کوئی ہدایت حاصل کرتا ہے تو اپنے بھلے کیلئے اور جو کوئی گمراہ ہوتا ہے اپنی خرابی کو گمراہ ہوتا ہے اور (کہو) میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں'' ﴿۱۰۸﴾

کی مدد کی خواہش تجھ کو اللہ تعالیٰ سے ہی کرنی چاہیے۔ کیونکہ تمام دنیا تجھ کو ضرر پہنچانا چاہے یا نفع جب تک اللہ کی مرضی نہ ہو نہ کوئی تجھ کو نفع پہنچا سکتا ہے، نہ کچھ ضرر پہنچا سکتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو صبر کی تلقین

۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب ٹھہرا کر بت پرستوں کو یہ سمجھایا ہے کہ اگر تم پر کوئی آفت آجاوے تو خدا کے سوا کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا۔ اور اگر خدا تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو کسی کا مقدور نہیں کہ اسے روک سکے۔ خدا اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے فضل کرتا ہے۔ وہ بڑا غفور الرحیم ہے۔

۲ مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس آیت میں حکم ہوا کہ آپ لوگوں سے کہہ دیں کہ جو دین اور کتاب میں لے کر آیا ہوں اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے۔ جو اس سے ہدایت پائے گا وہ اپنی ہی جان کیلئے پائے گا اور اپنا آپ فائدہ اٹھائے گا۔ دوسروں کا اس میں کچھ حصہ نہیں اور جو اس کو نہ مانے گا وہ گمراہ کا گمراہ ہی رہے گا۔ اس کا وبال اسی کی گردن پر ہوگا اوروں کو اس سے کوئی علاقہ نہیں۔ اور میں تم لوگوں پر نگہبان نہیں ہوں کہ سب ہی کو ایماندار بنا دوں۔ مجھے تو خدا نے راستہ بتانے کو بھیجا ہے جو خدا کا پیغام ہے وہ تمہیں پہنچا دیتا ہوں، اور پھر خاص حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ حکم کیا کہ آپ تو وحی کی اتباع کرتے رہیں اور جب تک خدا ان لوگوں کا کوئی فیصلہ نہ کرے آپ صبر کیے رہیں۔ وہ بڑے انصاف کے ساتھ انصاف کرنیوالا حاکم ہے۔

وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿١٠٩﴾

اور اے محبوب! (کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہاری طرف جو کچھ وحی بھیجی جاتی ہے اسی پر چلو اور صبر کرو یہاں تک کہ اللہ فیصلہ کردے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔⑩۹

آیاتها ۱۲۳ | ۱۱ سُورَةُ هُودٍ مَكِّيَّةٌ ۵۲ | رکوعاتها ۱۰

سورۂ ہود۱ مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو تئیس آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

الٓرٰ ۚ كِتَابٌ أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِن لَّدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ ﴿١﴾

(الٓرٰ اے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲) لوگوں سے فرماؤ کہ (یہ قرآن) ایک ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں حکمت بھری ہیں پھر حکمت والے خبردار کی طرف سے تفصیل کی گئی ہیں①

خواص سورۂ هود: سورہ ہود کو تیرہ مرتبہ صدق دل سے پڑھنا ہر سخت مرض کے لئے مفید ہے۔ سورۂ ہود کا پڑھنا ذہن کے کشادہ کرنے کے لئے بھی اکسیر ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ضعیف ہونے کی وجہ

۱ سورۂ ہود مکیہ ہے۔ معتبر سند سے ترمذی اور مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضور پر پیری کے آثار نمودار ہوگئے'' فرمایا: ''مجھے سورۃ ھود، واقعہ، سورۃ مرسلات، سورۃ عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ اور سورۃ إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ نے بوڑھا کردیا'' غالباً یہ اس وجہ سے فرمایا کہ ان سورتوں میں قیامت و بعث و حساب و جنت و دوزخ کا ذکر ہے۔ امت کے ان غافلوں کو اس حدیث کے مضمون پر ذرا غور کرنا چاہیے جو قیامت کے حساب و کتاب سے بالکل غافل ہیں۔

۲ الٓرٰ بھی حروف مقطعات میں سے ہے جس کے معنی سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں معلوم ہیں۔ ان آیتوں میں اللہ پاک نے قرآن مجید کی تعریف فرمائی ہے کہ یہ کتاب ایسی ہے کہ اس کی کل آیتیں شروع سے آخر تک بالکل مضبوط ہیں۔ اس میں ردوبدل ہونے والا نہیں ہے۔ جیسے پہلی کتابیں توریت و انجیل وغیرہ کہ ایک کے بعد ایک منسوخ ہوتی گئیں۔ پہلے یہ کتاب لوح محفوظ میں تھی پھر اللہ پاک نے اپنے سچے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تفصیل کے ساتھ اس کو نازل فرمایا اور حرام و حلال کی تفصیل بتلا دی جو قیامت تک قائم رہے گی۔

أَلَّا تَعْبُدُوٓا إِلَّا ٱللَّهَ ۚ إِنَّنِى لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ ۝٢ وَأَنِ ٱسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم مَّتَٰعًا حَسَنًا إِلَىٰٓ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِى فَضْلٍ فَضْلَهُۥ ۖ وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنِّىٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ ۝٣ إِلَى ٱللَّهِ مَرْجِعُكُمْ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ قَدِيرٌ ۝٤

یہ کہ اللہ ؎ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو (اور کہہ دو کہ) بیشک میں تمہارے واسطے اللہ کی طرف سے ڈرانے والا ہوں اور خوش خبری دینے والا ہوں ۝٢ اور یہ کہ اپنے پروردگار سے معافی مانگو پھر اس کی طرف توجہ کرو تا کہ عیش دے وہ تم کو اچھا عیش وقت مقرر (یعنی وقت موت) تک اور ہر ایک صاحب فضیلت کو اس کا فضل عطا فرمائے گا اور اگر (ایمان لانے سے) تم لوگ منہ پھیرو تو مجھ کو (اس صورت میں) تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے ۝٣ تم (سب) کو اللہ ہی کے پاس لوٹنا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ۝٤

سوائے خدا تعالیٰ کے کسی کی عبادت جائز نہیں

؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ حکم اس کتاب میں سب سے زیادہ ضروری اور اول درجہ کا یہ ہے کہ سوائے معبود حقیقی کے اور کسی کی عبادت نہ کرو اور یہ بھی ان سے کہہ دو کہ میں بشارت دینے والا بھی ہوں اور ڈرانے والا بھی ہوں۔ اگر تم خدا کا حکم مانو گے تو تمہارے لئے جنت کی بشارت ہے اور اگر نہ مانو گے تو تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے۔ صرف اللہ ہی کی عبادت ہونی چاہیے اور جو کچھ تم پہلے کر چکے اس سے استغفار کرو اور آئندہ کے لئے توبہ کرلو۔ خدا اس کا نفع تمہیں دنیا میں بہت ہی اچھا دے گا، تمہارے رزق بڑھائے گا عیش و آرام میں رکھے گا اور آخرت میں ہر شخص کے عمل کے موافق دس گونہ فضل کرے گا۔ جو شخص ایک برائی کرتا ہے اس کی ایک برائی لکھی جاتی ہے اور جو ایک نیکی کرتا ہے اس کی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ پھر فرمایا اے رسول اللہ کے! ان لوگوں سے یہ بھی کہہ دو کہ اگر تم شرک سے توبہ اور استغفار نہ کرو گے تو مجھے خوف ہے کہ قیامت کے دن تم پر عذاب ہو۔ کیونکہ جب تم لوگ مر جاؤ گے تو پھر ایک دن خدا تمہیں زندہ کرے گا اور تمہارے اعمال کا پورا بدلہ دے گا وہ ہر شے پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔

اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۵

آگاہ ۱ ہو وہ مشرکین اپنے سینے دوہرے کرتے ہیں (یعنی عداوتوں کو اپنے سینوں میں پوشیدہ رکھتے ہیں) چاہتے ہیں کہ خدا سے (اپنی باتیں) چھپا سکیں، آگاہ ہو جس وقت وہ اپنے کپڑوں سے سارا بدن ڈھانپ لیتے ہیں (اس وقت بھی) اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں، بیشک وہ تو جانتا ہے سینہ کے اندر کی باتوں کو ۝۵

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عداوت رکھنے کا ذکر

۱ **شان نزول:** ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ آیت اخنس بن شریق کے حق میں نازل ہوئی۔ یہ بہت شیریں گفتار شخص تھا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے آتا تو بہت خوشامد کی باتیں کرتا اور دل میں بغض وعداوت رکھتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ اس بات سے واقف ہو جاؤ کہ کفار اپنے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عداوت رکھتے ہیں اور خدا سے بھی پوشیدہ رکھنا چاہتے ہیں۔ خبردار ہو کہ جس وقت یہ بچھونے پر لیٹ کے اپنے کپڑے اوڑھتے ہیں اس وقت ان کا بدن اور دل ہماری طرف سے پوشیدہ نہیں۔ ہم ان کی چھپائی ہوئی بات اور ظاہر کی ہوئی دونوں جانتے ہیں۔ یعنی خدا کے علم میں دونوں یکساں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ خالق دلوں کے اسرار سے خوب واقف ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِي كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝۶ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ؕ

اور کوئی ۱؎ چلنے والا ایسا نہیں ہے روئے زمین پر کہ جس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو اور وہ جانتا ہے اس کے ٹھہرنے کی جگہ اور (وہ جگہ) جہاں اس کو سونپ دیا جائے گا، یہ سب کچھ کتاب روشن (یعنی لوح محفوظ) میں ہے ۶ اور ۲؎ وہی ہے کہ جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا آخر کار پیدا کرنا تمہارا اس لئے ہے کہ تم کو آزمائے ۳؎ کہ تم میں سے کس کے عمل اچھے ہیں۔

پیدائش عالم کا ذکر

۱؎ حاصل مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جتنی مخلوق ہے خواہ خشکی کی رہنے والی، خواہ دریا کی سب کو خدا تعالیٰ روزی پہنچاتا ہے۔ اور خدا ہر ایک مخلوق کے قرار کی جگہ جانتا ہے کہ کہاں اس کی بود و باش ہے اور کس چیز سے اس کی پیدائش ہے، اور کہاں اور کس سرزمین میں اس کی موت ہے۔ اور یہ سب باتیں لوح محفوظ میں دنیا کی پیدائش کے پہلے سے موجود ہیں۔

۲؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ خداوند کریم ایسا قادر ہے کہ اس نے آسمانوں کو اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا۔ پہلا روز ہفتہ کا تھا۔ اس سے پہلے سوائے خدا کی ذات کے کچھ نہ تھا۔ وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ زمین و آسمان پیدا کرنے سے قبل اپنے عرش کو پانی پر قائم کر رکھا تھا کہ ابتداء میں حق تعالیٰ نے ایک یاقوت سبز پیدا کیا اور نظر ہیبت سے اسے دیکھا وہ جوہر پانی ہو گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہوا پیدا کی، اور پانی کو ہوا پر رکھا اور عرش کو پانی کے اوپر جگہ دی اور پانی پر عرش کا ہونا اور ہوا پر پانی کا ٹھہرنا اس کی قدرت کا نمونہ ہے۔ اس کے بعد قلم کو پیدا کیا، اور لوح محفوظ کو پیدا کیا اور زمین و آسمان کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار برس پہلے جو کچھ زمین و آسمان میں قیامت تک ہونے والا ہے اس کو لکھا اور پھر سب کچھ پیدا کیا۔

پیدائش عالم کا اصلی سبب --- امتحان

۳؎ اوپر کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے عالم کی پیدائش کا ذکر فرما کر اس آیت کے ٹکڑے میں اس پیدائش عالم کا اصلی سبب ظاہر فرمایا ہے کہ نیک و بدعمل کی اس آزمائش کے لئے تم کو پیدا کیا گیا ہے کہ کون دنیا میں جا کر نیک عمل کرتا ہے اور آخرت میں جزا کے قابل ٹھہرتا ہے اور کون بدعمل کر کے سزا کے قابل قرار پاتا ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ہے اور جو کچھ قیامت تک ہو گا اس کو

وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ۭ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝

اور [۱] اگر تم فرماؤ: ''بلاشک تم موت کے بعد (قیامت کے دن دوبارہ زندہ کرکے) اٹھائے جاؤ گے'' تو بے شک کافر لوگ (قرآن کی نسبت جس میں قیامت کی خبر ہے) کہیں گے کہ یہ تو نہیں مگر صریح جادو ہے ۝ اور اگر ہم ان سے ایک وقت معین تک عذاب کو روکے رکھیں تو ضرور کہیں گے: ''اس عذاب کو کونسی چیز روک رہی ہے'' یاد رکھو جس دن آجائے گا ان پر عذاب، پھر ان سے پھیرا نہ جائے گا اور جس عذاب کے ساتھ یہ ٹھٹھا کرتے تھے وہی عذاب ان کو گھیر لے گا ۝

پہلے سے معلوم ہے۔ چنانچہ دنیا کے پیدا ہونے سے پچاس ہزار برس پہلے ہی جو کچھ دنیا میں ہونے والا ہے وہ اس نے اپنے علم ازلی کے موافق لوح محفوظ میں لکھ لیا ہے۔ مگر نیک و بد کام جب تک کسی سے دنیا میں ظاہر نہ ہو جاوے، فقط لوح محفوظ کے لکھے پر سزا و جزا کا مدار اللہ تعالیٰ نے نہیں رکھا ہے اور جانچ اچھے عمل کی ہے زیادتی عمل کی نہیں ہے۔ اس واسطے کہ اچھا عمل وہ ہے جو شریعت کے قاعدہ سے صحیح ہو اور خالص ثواب کی نیت سے کیا جاوے۔

مشرکوں کا قیامت سے منکر ہونا

[۱] اے محبوب کریم ﷺ اگر تم ان مشرکوں سے یہ بات کہو گے کہ مرنے کے بعد خدا پھر تمہیں زندہ کرے گا تو یہ لوگ اس کو جادو ٹھہرائیں گے۔ باوجود اس بات کے کہ انہیں خوب معلوم ہے کہ آسمان اور زمین چاند سورج سب کو خدا ہی نے پیدا کیا ہے لیکن یہ لوگ قیامت کے دن دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ حالانکہ بغیر نمونے کے پہلے پہل ہر چیز کا بنانا مشکل ہے، دوبارہ اس کا بنانا کوئی مشکل نہیں ہے۔ ان کا یہ کہنا کہ یہ جادو کی باتیں ہیں محض کفر کی راہ سے ہے۔ پھر فرمایا باوجود کلام اللہ کے جھٹلانے کے ہم جو ان لوگوں پر عذاب نہیں بھیجتے ڈھیل دے رکھی ہے۔ اس کو تو جب اور مسخرہ پن سے وہ یوں کہتے ہیں کہ عذاب میں دیر کیوں لگا رکھی ہے، کیوں نہیں نازل ہو چکتا۔ اس پر فرمایا کہ جس روز عذاب آجائے گا تو کسی کے ٹالے بھی نہیں ٹلنے کا ہے اور ان کی یہ ہنسی اور مسخرا پن سب دھرے رہ جائیں گے، عذاب کی جلدی جو مسخرا پن سے کرتے تھے اور حشر کے منکر تھے یہ مشرکین مکہ کے بڑے بڑے سردار تھے۔ جن کا دین و دنیا کا برا انجام ہوا کہ بدر کی لڑائی میں مارے گئے۔

وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ۝۹ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝۱۰ۙ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۱۱ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا

اور ۱؎ اگر ہم انسان کو اپنی نعمت کا مزہ دیں پھر ہم اس کو اس سے چھین لیں تو ضرور وہ ناامید اور ناشکرا ہے ۝۹ اور اگر ہم اسے نعمت کا مزہ دیں اس مصیبت کے بعد جو اس کو پہنچی ہے تو کہنے لگے کہ میری مصیبتیں دور ہوئیں، پس وہ اترانے والا شیخی خورہ ہو جاتا ہے ۝۱۰ مگر وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا اور اچھے عمل کئے ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے ۝۱۱ (اے محبوب اکرم ﷺ) تو کیا ۲؎ جو تمہاری طرف وحی کی جاتی ہے اس میں تم کچھ چھوڑ دو گے اور اس پر دل تنگ ہو گے اس (خیال) سے کہ کافر کہتے ہیں

مصیبت پر صابر اور نعمت پر شاکر رہنے کا ذکر

۱؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں کی ناشکری کچھ قرآن کی نعمت کی ناقدری پر منحصر نہیں ہے، بلکہ ان کی ناشکری تو دنیا کی نعمتوں میں بھی ہے۔ چنانچہ ان میں سے کسی کو اللہ اپنی رحمت کا اگر نمونہ دکھاتا ہے اور اس کے رزق میں ترقی کر دیتا ہے تو یہ لوگ عیش و آرام میں پڑے رہتے ہیں۔ اور جب ان کے سر سے ذرا بھی اس رحمت کا سایہ الگ کر لیا تو ان کو آئندہ کی فلاحیت کی امید نہیں رہتی اور پچھلے عیش و آرام ان کے خیال سے بالکل جاتے رہتے ہیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ تکلیف کے بعد کسی کو خوش حال کر دیتا ہے تو وہ بہت خوش ہوتا ہے اور اپنے مال پر اس قدر اترانے لگتا ہے کہ جس کا کچھ ٹھکانا نہیں مگر جو لوگ سختی اور مصیبت کے وقت صبر کرتے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں تو ان کیلئے صبر کے بدلے میں مغفرت ہے اور نیک عمل کے عوض میں جنت۔

حضور ﷺ کو تبلیغ کا حکم

۲؎ **شانِ نزول:** عبداللہ بن امیہ مخزومی نے رسول کریم ﷺ سے کہا تھا کہ "اگر آپ سچے رسول ہیں اور آپ کا خدا ہر چیز پر قادر ہے تو اس نے آپ پر خزانہ کیوں نہیں اتارا، یا آپ کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا جو آپ کی رسالت کی گواہی دیتا" اس پر یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ اے نبی اللہ ﷺ کے! یہ تو ممکن نہیں کہ ان کفار مکہ کی ایسی باتیں بنانے پر تم ان کی مخالفت

لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِيْلٌ ؕ ﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

کہ ان پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اتارا گیا یا (ان کی تصدیق کے لئے) ان کے ہمراہ کوئی فرشتہ آتا'' (سو تم کو اس کا کچھ خیال نہ کرنا چاہئے) تم تو ڈرانے والے ہو اور اللہ ہر چیز پر محافظ ہے ﴿۱۲﴾ لے (اے محبوب! جان عالم ﷺ) کیا کافر کہتے ہیں کہ تم نے قرآن کو اپنے دل سے بنا لیا ہے تم فرماؤ: ''ایسی دس سورتیں تم تو بنا کر لے آؤ اور اللہ کے سوا جو مل سکیں سب کو (مدد کے لئے) بلا لو اگر تم سچے ہو'' ﴿۱۳﴾ پس اے مسلمانو! اگر کافر تمہاری بات کو قبول نہ کریں تو جان لو کہ یہ (قرآن) اللہ ہی کے علم سے نازل کیا گیا ہے اور یقین کرو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس (اے لوگو!) کیا (اب بھی) تم مسلمان ہوتے ہو (یا نہیں) ﴿۱۴﴾

طبیعت آیتوں کو ان کو سنانا چھوڑ دو۔ کیونکہ کل نبی اس بات سے معصوم پیدا کیے گئے ہیں کہ وہ اللہ کا ہر طرح کا حکم صاف صاف بغیر اپنے ذاتی تصرف کے امت کو پہنچا دیویں۔ اس لئے جب تک اللہ تعالیٰ تم کو قوت دیوے اور ان کافروں کو زیر کرے ان کی باتوں کا کچھ خیال نہ کرو اور اپنا کام کیے جاؤ۔ پھر آنحضرت ﷺ کی اس تسکین کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ ہی ہر شے کا نگہبان اور گواہ ہے۔ جو اپنا کام اس پر چھوڑ دے اس کا کام بنا تا ہے، اور جو اپنے تئیں اس کے سپرد کر دے اس کی حفاظت کرتا ہے۔

قرآن مجید کے بے مثل کتاب الٰہی ہونے کی تصدیق

لے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ لوگ یہی کہتے ہیں کہ محمد ﷺ خود یہ قرآن بنا کر لائے ہیں تو تم ان سے کہو: ''اس کی سی دس سورتیں تم بھی بنا کر لاؤ تمہاری شاعری اور سب زبان دانی اور فصاحت و بلاغت دیکھی جائے۔ اور اکیلے نہ بنا سکو تو جس سے جی چاہے مدد لو'' پھر اگر بنا کر نہ لائیں تو تم لوگ جان لو یہ عاجز ہو گئے اور ان لوگوں کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ قرآن خدا نے اپنے علم خاص سے اتارا ہے اور وہ ایسا ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور جب قرآن کلام الٰہی ٹھہر جاوے تو ان لوگوں کو اس کی پابندی میں پھر کیا عذر ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ

جو ۱؎ شخص دنیاوی زندگی اور اس کی آرائش چاہتا ہو ہم انہیں دنیا ہی میں ان کے اعمال کے بدلے پورے طور سے دے دیں گے ﴿۱۵﴾ اور ان کو اس میں سے کچھ بھی کم نہیں دیا جاوے گا کہ جن کیلئے آخرت میں ۲؎ سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا تھا وہ آخرت میں اکارت گیا (ضائع ہو گیا) اور جو کچھ ان کے عمل تھے باطل ہوئے ۳؎ ﴿۱۶﴾ پس کیا جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر ہو اور اللہ کی طرف سے گواہ (یعنی قرآن) (وہ اس کی مانند ہو سکتا ہے جو گمراہ ہو)

دنیا میں منافقوں کے نیک عملوں کا ذکر

۱؎ **شان نزول:** ضحاک نے کہا کہ یہ آیت مشرکین اور منافقین کے حق میں اتری ہے کہ وہ صلہ رحمی کریں یا محتاجوں کو دیں، یا کسی پریشان حال کی مدد کریں یا اس طرح کی کوئی نیکی کریں تو اللہ تعالیٰ وسعت رزق وغیرہ سے ان کے عمل کی جزا دنیا ہی میں دے دیتا ہے اور آخرت میں ان کے لئے کوئی حصہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ عذاب بھگتنا پڑے گا۔

آخرت کا ذکر

۲؎ اس سے اوپر کی آیت میں یہ ذکر ہو چکا ہے کہ جو لوگ فقط دنیا کی عزت اور زینت کے لئے عمل کرتے ہیں ان کو اس کا بدلہ دنیا ہی میں مل جاتا ہے۔ انہی کی شان میں یہ آیت اتری ہے۔ جس میں فرمایا ہے کہ ان کے عمل کا بدلہ دنیا میں ہی مل جاوے گا باقی رہی آخرت تو وہاں ان کا کچھ حصہ نہیں ہے اگر ہے تو دوزخ ہے اور جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا ہے وہ سب مٹ جائے گا اور جتنے علم ان کے ہیں وہ سب بے کار ہیں۔ کیونکہ ان کا ارادہ اس عمل سے طلب دنیا کا تھا، آخرت کے واسطے انہوں نے کچھ نہیں کیا تھا جو وہاں بھی جزا کے سزاوار ہوں۔

ہر انسان فطرت اسلامی پر پیدا ہوتا ہے

۳؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ عالم ارواح میں مخلوقات کو پیدا کر کے پہلے وہ نور چھڑکا اور پھر توحید کا عہد لیا اور یہ فرمایا کہ اسی کی یاد ہی کے لئے اللہ کے رسول آسمانی کتابیں لے کر دنیا میں آویں گے۔ اور پھر دنیا میں اس عہد کے موافق ہر ایک کو فطرت

وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۗ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ

اور قرآن سے پہلے (اس کی گواہ) موسیٰ کی کتاب (یعنی توریت) جو کہ پیشوا اور رحمت ہے، وہ اس قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور سارے فرقوں میں سے جو اس کا منکر ہوگا تو اس کا وعدہ آگ ہے (اے مخاطب!) تو نزول قرآن سے شک میں نہ ہو، بیشک وہ سچا ہے تیرے پروردگار کی طرف سے آیا ہوا ہے ولیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ﴿۱۷﴾ اور [۱] اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا۔ یہ لوگ پیش کئے جاویں گے (قیامت کے روز) روبرو اپنے پروردگار کے اور گواہ کہیں گے کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا تھا۔

اسلامی پر پیدا کیا اور کتابیں دے کر رسول بھیجے۔ توراۃ اور قرآن میں شرعی احکام بہت تفصیل سے ہیں اس واسطے ان آیتوں میں ان ہی دونوں کتابوں کا نام فرمایا۔ اب آگے فرمایا کہ فرقہ اہل کتاب یا مشرکین میں سے جو شخص اس قرآن یا کسی اور کتاب آسمانی یا اللہ کے کسی رسول کا منکر ہوگا، اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور اپنے رسولوں کو مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا کہ اوپر کی وجوہات کے موافق اگرچہ اس قرآن کے کتاب آسمانی ہونے میں کسی کو شک وشبہ کرنے کا موقع نہیں ہے۔ لیکن ازلی گمراہی کے سبب سے بہت لوگ اس کے منکر ہیں۔ اب آگے ان بے انصاف لوگوں کا ذکر فرمایا جو اللہ کی عبادت میں دوسروں کو شریک کرتے ہیں۔ انہیں قیامت کے دن اللہ کے روبرو اپنے جرم کی جوابدہی کے لئے کھڑا ہونا پڑے گا اور اللہ کے فرشتے ان کے اعمال کی گواہی ادا کر کے اللہ کی لعنت کے قابل ان کو ٹھہراویں گے۔ یعنی یہ لوگ اللہ کی رحمت سے دور رہنے کے لائق ہیں۔

اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنے کا ذکر

[۱] جو شخص کہ اللہ پر جھوٹ افترا کرتا ہے یعنی اس کی وحی کی نفی کرے یا کسی کو شریک بنا کر یا اس کی فرمائی ہوئی چیزوں کو نہ مانے۔ ایسے شخص سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے۔ یہ لوگ اللہ سے بھاگ نہیں سکتے بلکہ گرفتار کر کے پیش کیے جاویں گے۔ اور جو فرشتے ان کے محافظ تھے یعنی کراماً کاتبین، یا پیغمبر یا ان کے ہاتھ پاؤں یہ گواہ بن کر کہیں گے: ”وہ یہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ پر جھوٹ بنایا اور بے خوف ہو کر اتنا بڑا ظلم کیا“۔ خبردار ہو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔

اَلَا لَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ ۙ﴿۱۸﴾ الَّذِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَيَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ هُمۡ كٰفِرُوۡنَ ﴿۱۹﴾ اُولٰٓـئِكَ لَمۡ يَكُوۡنُوۡا مُعۡجِزِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ وَمَا كَانَ لَهُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ مِنۡ اَوۡلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الۡعَذَابُ ؕ مَا كَانُوۡا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ السَّمۡعَ وَمَا كَانُوۡا يُبۡصِرُوۡنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰٓـئِكَ الَّذِيۡنَ خَسِرُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ وَضَلَّ عَنۡهُمۡ مَّا كَانُوۡا يَفۡتَرُوۡنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمۡ فِى الۡاٰخِرَةِ هُمُ الۡاَخۡسَرُوۡنَ ﴿۲۲﴾

آگاہ ہو لعنت ہے اللہ کی ظالموں پر ﴿۱۸﴾ جو[1] لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی پیدا کرنا چاہتے ہیں اور وہی لوگ آخرت کے بھی منکر ہیں ﴿۱۹﴾ وہ لوگ زمین میں (کہیں بھاگ کر خدا کو) عاجز کرنے والے نہیں اور اللہ کے سوا ان کا نہ کوئی حمایتی تھا (کہ عذاب سے چھڑا لیتا) ایسوں کو (اوروں سے) دوچند عذاب دیا جائے گا یہ لوگ دنیا میں (بہ سبب شدت ناخوشی کے) نہ (حق بات) سن سکتے تھے اور نہ (راہ حق) دیکھتے تھے ﴿۲۰﴾ وہی یہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو خسارہ میں ڈالا اور جو کچھ وہ ڈھکوسلے بنایا کرتے تھے سب ان سے گم ہوگئے ﴿۲۱﴾ بیشک یہی لوگ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ میں ہیں ﴿۲۲﴾

[1] یہ آیتیں انہیں لوگوں کی شان میں ہیں جن کا ذکر اوپر کی آیت میں ہو چکا ہے کہ وہ خدا پر جھوٹ باندھتے ہیں۔ قیامت کے دن سارے جن وانس اور ملائکہ کے روبرو سوار ہوں گے اور ہر طرف سے یہی پکار ہوگی کہ یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے خدا پر جھوٹ باندھا تھا۔ یہ بڑے ظالم ہیں لعنت ہو ان پر۔ اب فرمایا کہ خود یہ لوگ گمراہ ہیں لیکن اوروں کو بھی دین حق میں داخل ہونے سے روکتے ہیں، اور یہ چاہتے ہیں کہ ہماری طرح دوسرے بھی گمراہ ہو جاویں یہ لوگ آخرت کے منکر ہیں۔ کہتے ہیں کہ مرنے کے بعد دوبارہ کیسا جینا۔ پھر فرمایا یہ لوگ دنیا میں خدا کو عاجز نہیں کر سکتے۔ اگر خدا ان پر عذاب کا ارادہ کرے تو یہ لوگ کہیں بھاگ کر نہیں جا سکتے اور نہ اس کی پکڑ سے بچ سکتے ہیں۔ کیونکہ خدا کے سوا کوئی ایسا نہیں جو ان کا حمایتی بن کر ان کو عذاب سے بچا لے۔ خدا ان سے ہر حال میں بدلہ لے سکتا ہے مگر اس نے یہ بدلہ آخرت کے دن پر اٹھا رکھا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَخْبَتُوْۤا اِلٰى رَبِّهِمْۙ اُولٰٓىٕكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِۚ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۳﴾ مَثَلُ الْفَرِیْقَیْنِ كَالْاَعْمٰى وَ الْاَصَمِّ وَ الْبَصِیْرِ وَ السَّمِیْعِؕ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًاؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖۤ٘ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌۙ ﴿۲۵﴾

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے اچھے [۱] اور اپنے پروردگار کے آگے عاجزی کی، وہی لوگ جنتی ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ﴿۲۳﴾ دونوں فریق کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک تو اندھا اور بہرہ ہے اور دوسرا دیکھنے والا اور سننے والا ہے کیا یہ دونوں برابر ہیں مثال میں پھر تم کیوں نہیں سمجھتے ﴿۲۴﴾ اور [۲] بیشک ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ (ان سے کہیں) میں تمہیں صاف صاف ڈر سنانے والا ہوں ﴿۲۵﴾

خوش قسمتوں کا ذکر

[۱] مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے اچھے اچھے عمل کئے اور خدا کے ہر ایک حکم کو بجالائے اور جن چیزوں سے ان کو منع کیا تھا ان سے باز رہے، ان کے واسطے خدا نے جنت مقرر کی ہے جس میں ہر طرح عیش و آرام ہے جو ہمیشہ قائم رہے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کفار اور ان مومن بندوں کے درمیان میں فرق بیان کیا کہ وہ کفار ایسے ہیں جیسے اندھے اور بہرے کہ ان کو بھلائی کا راستہ نہیں سوجھتا اور نہ سچی سچی باتیں سنتے ہیں، اور یہ مومن بندے ایسے ہیں جیسے سننے دیکھنے والا کہ ہر ایک بات کو سنتے اور دیکھتے ہیں اور حق و ناحق میں فرق کرتے ہیں۔ اس لئے ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے کہ یہ فرق سمجھنے اور عبرت پکڑنے کے قابل ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی عمر اور ہدایت

[۲] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ چالیس برس کی عمر میں حضرت نوح علیہ السلام کو نبوت عطا ہوئی اور طوفان سے پہلے ساڑھے نو سو برس اپنی قوم کو وہ نصیحت کرتے رہے اور ساٹھ برس طوفان کے بعد پھر زندہ رہے۔ اس حساب سے حضرت نوح علیہ السلام کی عمر ایک ہزار پچاس برس کے قریب ہوئی۔ صاحب شریعت انبیاء کی ابتدا حضرت نوح علیہ السلام سے شروع ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم سے پہلے اس قوم نے بت پرستی دنیا میں شروع کی۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو یہ نصیحت کی کہ ''اگر تم لوگ بت پرستی سے باز نہ آؤ گے تو تم پر عذاب آجانے کا خوف ہے خالص دل سے اللہ ہی کی عبادت کرو''۔ اس پر ان کی قوم کے سرداروں نے کہا کہ جیسے ہم

اَنْ لَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّا اللّٰهَ ؕ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۶﴾ فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَ مَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا الَّذِیْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِیَ الرَّاْیِ ۚ وَ مَا نَرٰى لَكُمْ عَلَیْنَا مِنْ فَضْلٍۭ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ اٰتٰىنِیْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ فَعُمِّیَتْ عَلَیْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَ اَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾

(اس مضمون سے) کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو البتہ خوف(۱) کرتا ہوں میں تم پر درد دینے والے دن کے عذاب سے ﴿۲۶﴾ تب اس کی قوم کے کافر سردار کہنے لگے: "ہم تمہیں دیکھتے ہیں اپنے ہی جیسا آدمی اور ہم نہیں دیکھتے کہ تمہاری پیروی کسی نے کی ہو مگر ہمارے کمینوں نے سرسری نظر سے پیروی کی اور ہم تمہاری اپنے اوپر کوئی فضیلت نہیں دیکھتے بلکہ ہم تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں" ﴿۲۷﴾ ۱؎ نوح (علیہ السلام) نے کہا: "اے میری قوم! دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے رحمت بخشی (یعنی نبوت) پس تم اس کی حقیقت سے اندھے رہے" تو کیا ہم اسے تمہارے گلے چپیٹ دیں اور تم اس سے بیزار ہو ﴿۲۸﴾

انسان ہیں تم بھی انسان ہو۔ تم پر وحی آئی ہم پر نہ آئی یہ کیا بات ہے۔ علاوہ اس کے جو لوگ تمہارے تابع ہوئے ہیں وہ سب کے سب رذیل ہیں کوئی بھی ان میں شریف نہیں اور یہ ایمان بھی لائے تو کچھ سوچ سمجھ کر نہیں لائے، کیونکہ ان کو عقل ہی کب ہے۔ اس لئے فقط ان لوگوں کے ایمان لانے سے کوئی فضیلت تم کو نہیں ہو سکتی"۔ تیسری بات یہ کہی کہ تم کو ہم اپنے سے بڑھ کر نہیں دیکھتے۔ ہم سے زیادہ عزت دار نہیں ہو نہ مال و دولت میں نہ جاہ و مرتبہ میں اس لئے ہم تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔

۱؎ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کا جہالت آمیز کلام سن کر یہ جواب دیا کہ جو دین میں خدا کی طرف سے لایا ہوں اور جس بات کی تمہیں ہدایت کرتا ہوں، تم پر اس کا قبول کرنا واجب ہے اور جو تم نے جواب دیئے ہیں کوئی بھی ٹھیک نہیں۔ انسان ہونے میں بیشک ہم تم برابر ہیں۔ یہ تو خدا کا فضل ہے جس کو وہ چاہتا ہے رسول بنا کر لوگوں کی طرف بھیجتا ہے۔ تمہاری تو بعینہٖ وہ مثال ہے کہ کوئی گروہ صحرا میں بھٹکتا پھرتا ہو اور اپنے راہبر کا کہنا نہ مانتا ہو، وہ گروہ راستہ پر نہیں آسکتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں جو گمراہ ٹھہر چکا اس کو زبردستی کون راہ راست پر لا سکتا ہے۔

وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْـهَلُوْنَ ۲۹ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۳۰ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَاۗىِٕنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

''اور[۱] اے قوم! میری اس (تبلیغ) پر میں تم سے کچھ مال طلب نہیں کرتا ہوں میری مزدوری[۲] تو صرف اللہ ہی پر ہے اور میں ان کا جدا کرنے والا نہیں ہوں (اپنی صحبت سے) جو مسلمان ہیں بیشک یہ لوگ اپنے پروردگار سے ملنے والے ہیں ولیکن میں تو تم کو ایک جاہل قوم دیکھتا ہوں ۲۹ اور اے قوم میری! مجھے اللہ (کے عذاب) سے کون بچالے گا، اگر میں انہیں دور کروں گا پھر تم کیا نہیں سمجھتے ۳۰ اور میں تم سے یہ نہیں کہتا ہوں کہ میرے[۳] پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب جان لیتا ہوں۔

قرآن شریف پڑھانے اور وعظ ونصیحت پر اجرت لینا جائز نہیں

[۱] حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا: ''اے قوم! تبلیغ رسالت پر میں کچھ مال نہیں مانگتا بلکہ میں تو فقط اللہ ہی سے اجر کا طالب ہوں''۔ وعظ ونصیحت کے معاوضہ میں انبیاء کو کسی اجرت یا مزدوری کا لینا جائز نہیں۔ امت کے علماء انبیاء کے وارث بن کر لوگوں کو قرآن کے موافق کچھ وعظ ونصیحت کریں یا قرآن پڑھاویں تو ان کی اجرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

[۲] قوم نوح کے امراء کہتے تھے کہ تم ادنیٰ آدمیوں کو اپنی مجلس سے نکال دو تو ہم تمہارے پاس بیٹھیں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا کہ میں اہل ایمان کو تمہاری خاطر یہاں سے ہٹا نہیں سکتا تم نادان ہو ان کی قدر نہیں جانتے۔ اگر میں انہیں اپنی مجلس سے نکال دوں گا تو عذاب الٰہی کا مستحق بن جاؤں گا۔ پھر بتاؤ کہ عذاب الٰہی سے مجھے کون بچا سکتا ہے۔ اے قوم! تم جو غرباء کے نکال دینے کی خواہش کرتے ہو بالکل بے سمجھ ہو۔

حضرت نوح علیہ السلام کا واقعہ

[۳] اوپر کی آیت میں جو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے یہ کہا تھا کہ اپنے اوپر ہم تمہاری کوئی فضیلت نہیں دیکھتے اور تم ہم سے زیادہ عزت دار نہیں ہو یہ اسی کا جواب حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو دیا کہ خدا کے خزانے میرے قبضے میں نہیں اور نہ ہی غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ نہ کوئی فرشتہ ہوں جو تم میری فضیلت سمجھو۔ میری فضیلت تو خدا کی طرف سے یہ ہے کہ اس نے مجھے

وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّیْ مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِیْنَ تَزْدَرِیْۤ اَعْیُنُكُمْ لَنْ یُّؤْتِیَهُمُ اللّٰهُ خَیْرًاؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْۤ اَنْفُسِهِمْۚۖ اِنِّیْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا یٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا یَاْتِیْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا یَنْفَعُكُمْ نُصْحِیْۤ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ یُرِیْدُ اَنْ یُّغْوِیَكُمْؕ هُوَ رَبُّكُمْ۫ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَؕ ﴿۳۴﴾

اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ کہتا ہوں میں ان لوگوں کو جن کو تمہاری آنکھیں حقارت سے دیکھتی ہیں کہ ہرگز انہیں اللہ کی کوئی نعمت نہ دے گا، اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، اگر میں ایسا کہوں تو بیشک میں اس وقت بے انصاف ہوں“ ﴿۳۱﴾ وہ ۱ بولے: ”اے نوح! البتہ تم نے ہم سے جھگڑا کیا پس بہت کچھ جھگڑ چکے تو اب جس (عذاب) کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو اگر تم سچے ہو تو اس کو لے آؤ“ ﴿۳۲﴾ (نوح نے) کہا: ”اس کو تو تم پر اللہ ہی لائے گا اگر چاہے گا اور تم اس کو عاجز نہ کرسکو گے ﴿۳۳﴾ اور تم کو کچھ فائدہ نہ دے گی میری نصیحت گو میں چاہتا ہوں کہ تم کو نصیحت کروں، جب کہ خدا تم کو گمراہ کرنا چاہے وہ تمہارا پروردگار ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے“ ﴿۳۴﴾

معجزے عنایت کیے ہیں اور جن لوگوں نے میری پیروی اختیار کی ہے تم ان کو ذلیل وخوار سمجھتے ہو۔ اگر ان کا باطن ویسا ہی ہے جیسا ظاہر ہے مگر خدا کے نزدیک ان کا بڑا مرتبہ ہے۔ خدا تو ان کے دل کی باتوں کو جانتا ہے آخرت میں اچھے سے اچھا ان کو بدلہ دے گا اور جو لوگ ان کو برا سمجھتے ہیں وہ بڑا ظلم کرتے ہیں۔ تمہارے کہنے سے اگر میں بھی ان کے ساتھ برا برتاؤ کروں اور اپنے پاس سے ان کو نکال دوں تو میں بھی ظالم ٹھہروں گا۔

۱ جب حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اپنے ہر ایک سوال کا پورا جواب پایا تو کہنے لگے کہ اے نوح علیہ السلام ہم تم سے ہر طرح بحث کر کے تھک گئے، کوئی حجت ہماری پیش نہ چلی، اب تو جس عذاب کا تم ہم کو خوف دلاتے ہو اگر تم سچے ہو تو وہ عذاب نازل کراؤ۔ اس کا جواب حضرت نوح علیہ السلام نے دیا کہ یہ میرے بس کا کام نہیں ہے، خدا کے ہاتھ ہے۔ اگر وہ عذاب جلدی بھیجنا چاہے گا تو کوئی اس کو روک نہیں سکتا اور اگر اس کی حکمت دیر کی مقتضی ہے تو دیر میں نازل ہوگا۔ اگر تم چاہو کہ ہم بچ جائیں سو یہ بجز ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ تم یا اور کوئی اس کو عاجز کر دے، یا تم کہیں بھاگ کر چلے جاؤ اور بچ جاؤ۔ اور

اَمْ يَقُولُونَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾ ع وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

(اے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ۱) کیا وہ یہ کہتے ہیں کہ قرآن (خود) بنالیا ہے، تم فرماؤ: ''اگر میں نے از خود بنالیا ہوگا تو میرا گناہ مجھ پر ہے اور میں تمہارے گناہوں سے الگ ہوں'' ﴿۳۵﴾ اور ۲۔ وحی بھیجی گئی نوح کی طرف کہ تمہاری قوم میں سے اب کوئی ایمان نہ لائے گا مگر جس شخص کو ایمان لانا تھا لاچکا پس کچھ غم نہ کرو تم ان کی باتوں پر جو وہ کرتے ہیں ﴿۳۶﴾

میری نصیحت بھی تم کو کچھ فائدہ مند نہیں ہوسکتی۔ میں ہزار چاہوں کہ تم کسی طرح ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں تمہاری گمراہی ٹھہر چکی ہو تو مجھ سے کچھ نہیں ہوسکتا۔ وہ تمہارا رب ہے اس نے تم کو پیدا کیا ہے، وہی تمہیں دنیا میں زندہ رکھتا ہے، وہی تمہاری پرورش کرتا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں ہدایت اور گمراہی ہے، اسی کی طرف تمہیں پھر جانا ہے، وہاں تمہارے اعمال کا بہت اچھی طرح بدلہ ملے گا۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر قرآن مجید نازل ہوا تو کفار مکہ کہنے لگے: ''یہ قرآن انہوں نے اپنے دل سے گھڑ لیا ہے، خدا نے نہیں اتارا ہے''۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بتلایا کہ ان سے کہو کہ یہ قرآن اگر ہم خود بنا کر کہتے ہیں تو اس کا جرم ہم پر ہے اور تم جو جھٹلاتے ہو تو اس سے بھی میں بری ہوں۔

کشتی کا ذکر

۲۔ جب قوم حضرت نوح علیہ السلام نے عذاب کی جلدی کی اور حضرت نوح علیہ السلام کو بہت ستانا شروع کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے نوح علیہ السلام! اب تمہاری قوم میں سے کوئی ایمان نہیں لائے گا۔ جتنے ایمان لاچکے وہ لاچکے آئندہ اب کسی سے ایمان لانے کی امید نہیں۔ تم ان کی کسی بات کا غم نہ کرو جو یہ کرتے ہیں کریں۔ تم ایک کشتی تیار کرو ہم وحی کے ذریعہ کشتی کے بنانے کا ڈھنگ تمہیں بتاتے ہیں کہ ایسی صورت بناؤ جیسے کہ مرغ کا سینہ ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ان ظالموں کے باب میں سفارش کے طور پر بارگاہ الٰہی میں کچھ نہ کہو یہ سب ڈوبنے والے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں بارہ سو گز لمبی اور چھ سو گز چوڑی کشتی تھی اور اس کشتی میں تین درجے تھے ہر درجہ دس گز کا تھا نیچے کا درجہ چارپائے گائے بھینس وغیرہ کے قسم کے جانوروں کے واسطے، بیچ کا درجہ آدمیوں کے لئے اوپر کا درجہ پرندوں کے لئے بنایا تھا کشتی کی چوڑائی میں ایک دروازہ بھی تھا اور ایک سرپوش تھا کشتی کے اوپر ڈھاپنے کو تا کہ کثرت سے مینہ جو برس رہا تھا اس کو صدمہ نہ پہنچے۔

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿٣٧﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۗ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۗ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ﴿٣٨﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٣٩﴾ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ

اور ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بناؤ اور مجھ سے کچھ نہ کہنا ان لوگوں کے بارے میں جنہوں نے ظلم کیا ہے کیونکہ وہ ضرور غرق کیے جائیں گے ﴿٣٧﴾ اور ۱ نوح کشتی بناتا تھا اور جب اس کی قوم کے سردار اس پر گزرتے تو اس پر ٹھٹھا کرتے (نوح نے) کہا: "اگر تم ہم پر ٹھٹھا کرتے ہو تو (ایک وقت) ہم تم پر ٹھٹھا کریں گے جیسا کہ تم ٹھٹھا کرتے ہو" ﴿٣٨﴾ پس عنقریب جان لوگے کہ وہ کون شخص ہے جس پر (دنیا میں) ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کرے گا اور نازل ہوتا ہے (بعد مرنے کے) اس پر دائمی عذاب ﴿٣٩﴾ یہاں تک کہ ۲ جب ہمارا حکم (عذاب کا) آپہنچا اور تنور ابلا (غضب الٰہی سے)۔

۱ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے بحکم الٰہی سال کے درخت بوئے۔ بیس سال میں یہ درخت تیار ہوئے۔ اس عرصہ میں مطلقاً کوئی بچہ پیدا نہ ہوا اس سے پہلے جو بچے پیدا ہو چکے تھے وہ بالغ ہو گئے اور انہوں نے بھی حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانے میں مشغول ہوئے تو لوگ آتے جاتے کشتی بناتے دیکھ کر مسخراپن کرتے تھے۔ کبھی کہتے تھے نبی بن کر اب کیا بڑھئی بن گئے، کبھی کہتے تھے کہ کہیں پانی کا تو پتہ بھی نہیں یہ خشکی میں کس طرح کشتی چلاؤ گے۔ اور اس بات کو بھی ہنسی سمجھتے تھے جو حضرت نوح علیہ السلام ان سے کہتے تھے کہ عنقریب تم لوگ ڈوبنے والے ہو۔ وہ کہتے تھے یہ کیونکر ممکن ہے کہ کوئی خشکی میں ڈوبے گا۔ حضرت بھی ان پر ہنستے تھے کہ یہ لوگ مجھ پر ہنس رہے ہیں مگر عنقریب ڈوب کر ہلاک ہونے والے ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں دو سو برس میں کشتی بنی تھی اس عرصہ تک قوم نوح نے مسخراپن کر کے اپنی بداعمالی کی سزا کو بڑھا لیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر اور ان کے بیٹے کنعان کے ڈوبنے کا ذکر

۲ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانے سے فارغ ہو گئے تو تنور ابل پڑا۔ جس میں حضرت حوا علیہا السلام روٹیاں پکایا کرتی

قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ ۚ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٤٠﴾ وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا ۚ إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٤١﴾

قراء حفص بفتح المیم وامالة الراء ۱۲

توہم نے (نوح سے) فرمایا کہ ہر قسم (کے جانوروں) میں سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی ایک ایک جوڑا اس کشتی میں چڑھالو اور اپنے گھر والوں کو (چڑھالو) سوائے ان کے جن پر پہلے سے (غرق ہونے کا) حکم ہو چکا ہے اور ان لوگوں کو (بھی سوار کرلو) جو ایمان لائے ہیں، اور نوح کے ساتھ بہت ہی تھوڑے لوگ ایمان لائے تھے ﴿۴۰﴾ اور [۱] نوح نے کہا کہ کشتی میں سوار ہو جاؤ، اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ کے نام سے ہے۔ بیشک میرا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے ﴿۴۱﴾

تھیں، اور میراث میں حضرت نوح علیہ السلام کو پہنچا تھا، پس عذاب کا نشان یہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ کشتی میں ہر جنس حیوان کا ایک ایک جوڑا اٹھالو اور اپنے گھر والوں کو بھی۔ مگر دیکھو جس کے واسطے ہم عذاب کا حکم بھیج چکے ہیں اس کو نہ بٹھانا۔ اس سے مراد کنعان ہے جو کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا اور واعلہ ہے جو کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی تھی اور کشتی پر ایمان داروں کو بھی چڑھاؤ۔ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ صرف تھوڑے ہی سے آدمی تھے جو ایمان لائے تھے جن کی تعداد اناسی تھی مع عورتوں کے اور مع حضرت نوح علیہ السلام کے اسی تھے۔

[۱] پھر نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ بسم اللہ کہہ کر کشتی میں سوار ہو جاؤ خدا کے نام کی برکت سے یہ کشتی پانی پر چلے گی اور اس کے نام سے ٹھہرے گی۔ میرا رب غفور الرحیم ہے، رحم کھا کر بخشش کی اور کافروں کو ہلاک کیا۔ تفسیر ضحاک میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام جب چاہتے تھے کہ کشتی چلے تو بسم اللہ کہتے تھے، چلنے لگتی تھی اور جب چاہتے تھے کہ تھم جائے بسم اللہ کہتے تھے۔ اسی واسطے ہر کام کے شروع میں بسم اللہ کا کہنا مستحب ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا میرے امتی جب کشتی میں سوار ہونے کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اور بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۚ اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ کہیں گے تو ڈوبنے سے محفوظ رہیں گے۔ اب آگے اس کشتی کے بہنے کی کیفیت بیان فرمائی کہ اس طرح بہتی پھرتی تھی جیسے پہاڑ، بلکہ اونچے سے اونچے پہاڑ سے تیس چالیس گز بلندی پر تیرتی تھی۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے چھوٹے بیٹے یام کو جس کا دوسرا نام کنعان بھی تھا اور وہ کنارے پر کھڑا تھا آواز دی کہ بیٹا تو بھی ایمان لا کر کشتی میں میرے پاس چلا آ اور کافروں کا ساتھ نہ دے۔ نہیں تو بھی ڈوب جائے گا، اس نے نہ مانا اور جواب دیا کہ میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤں گا وہاں پانی سے پناہ مل جاوے گی اور ڈوبنے سے بچ جاؤں گا، وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ پانی کیا پہاڑ سے بھی اوپر تک

وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۚ وَنَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِيْۤ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾ وَقِيْلَ يٰۤاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

اور وہ (کشتی) ان کو لئے جاتی تھی پہاڑ جیسی موجوں میں اور نوح نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ اس سے کنارے تھا کہ اے میرے بیٹے! ہمارے ساتھ (تو بھی) سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ نہ ہو ﴿۴۲﴾ وہ کہنے لگا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لیتا ہوں وہ مجھ کو پانی (میں غرق ہونے) سے بچا لے گا۔ نوح نے کہا: ''آج کے روز اللہ کے قہر سے کوئی بچانے والا نہیں لیکن جس پر خدا نے رحم کیا ہے (وہی بچ سکتا ہے)'' اور ان دونوں (یعنی نوح اور ان کے بیٹے) کے درمیان میں موج حائل ہوگئی۔ پس وہ (بھی مثل دوسرے کافروں کے) غرق ہو گیا ﴿۴۳﴾ اور [1] (جب کفار سب غرق ہو چکے تو) حکم ہو گیا: ''اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان (برسنے سے) تھم جا'' اور (دونوں باتیں ہوگئیں) پانی خشک کر دیا گیا اور حکم الٰہی پورا ہو چکا اور کشتی ٹھہر گئی جودی پہاڑ پر، اور فرمایا گیا کہ ظالم قوم ہلاک ہو جائے ﴿۴۴﴾

آ جاوے گا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام نے اس کا جواب دیا کہ پہاڑ کی کیا ہستی ہے، آج کوئی کسی کو خدا کے عذاب سے پناہ نہیں دے سکتا ہاں جس پر خدا رحم کرے گا وہ بیشک نہیں ڈوبے گا جیسے اس کشتی والے بچ گئے۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بیٹے کے درمیان میں ایک ایسی لہر آئی کہ انکے بیٹے کو بہا کر لے گئی اور وہ ڈوب گیا۔

[1] جب سب کفار ڈوب گئے بلکہ کوئی جاندار سوائے ان کشتی والوں کے نہ بچا، تو اللہ تعالیٰ نے آسمان کو یہ حکم دیا کہ اب پانی نہ برسا تھم جا اور زمین کو یہ حکم دیا کہ تو نے جتنا پانی اگلا ہے نگل جا۔ خدا کا حکم پورا ہو چکا سب کفار ہلاک ہو گئے مینہ تھم گیا اور پانی سوکھ چلا تو کشتی اپنے سواروں کو لئے ہوئے جودی پہاڑ پر آ لگی اور فرمایا کہ دنیا میں ساری قوم ظالموں کی خدا کی رحمت سے دور ہو گئی یعنی ہلاک ہو گئے۔

وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ یٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْــَٔلْنِ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْۤ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْــَٔلَكَ مَا لَیْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَ اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۴۷﴾ قِیْلَ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَیْكَ

اورنوح ۱؎ نے اپنے پروردگار کو پکارا پھرعرض کیا: ''اے میرے پروردگار! بیشک میرا بیٹا بھی تو میرے گھر والوں میں ہے اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑھ کر حکم والا ہے۔'' ﴿۴۵﴾ (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: ''اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں نہیں ہے بیشک اس کے کام بڑے ناکارے ہیں پس تو مجھ سے وہ سوال نہ کر جس کا تجھے علم نہیں بے شک میں تجھے نصیحت فرماتا ہوں کہ تو نادان نہ بن'' ﴿۴۶﴾ (نوح نے) عرض کی: ''اے پروردگار میرے! میں اس بات کے سوال کرنے سے کہ جس کا مجھے علم نہیں تیری پناہ مانگتا ہوں اور اگر تو مجھے معاف نہ کرے گا اور مجھ پر رحم نہ فرمائے گا تو میں نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤں گا'' ﴿۴۷﴾ حکم ہوا: ''اے نوح! کشتی سے اتر ہماری طرف سے سلامتی اور برکتوں کے ساتھ جو تجھ پر ہیں ۲؎۔

۱؎ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے رب کو پکارا کہ اے رب یہ کنعان میرا بیٹا ہے میرے اہل میں سے ہے اور تو نے وعدہ کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ کشتی میں اپنی اہل کو بھی ساتھ لے لو اور تیرا وعدہ سچا ہوا کرتا ہے۔ پھر یہ کیونکر ڈوب گیا تو بڑا انصاف والا ہے حکم ہوا کہ اللہ نے تو ان لوگوں کے لئے وعدہ کیا تھا جو ایمان لائیں۔ یہ لڑکا تو انہیں لوگوں میں تھا جن کے حق میں کہا گیا تھا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے اور آخر کو ڈوب جاویں گے۔ تمہیں مناسب نہیں ہے کہ جس بات کو نہ جانتے ہو اس کا سوال کرو۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام نے بہت جلدی خدا سے پناہ چاہی کہ میں ایسی بات پوچھوں جس کا علم مجھے نہ ہوا اگر تو اس قصور کو جو لاعلمی میں مجھ سے ہوا ہے نہ بخشے گا تو میں اپنے عمل میں بہت گھاٹے میں رہوں گا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی نسل کا حال اور کشتی سے اترنے کی کیفیت

۲؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے نوح! ہماری سلامتی کے ساتھ کشتی سے اترو اور ہماری جانب سے

وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛؕ فَاصْبِرْ ۛؕ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾ ع

اور تیرے ساتھ کی کچھ امتوں پر اور (بعد میں) کچھ امتیں ایسی بھی ہیں جنہیں ہم (دنیا میں چند روزہ) عیش دیں گے پھر (آخرت میں) ان کی بدکاری سے ان پر ہماری طرف سے عذاب درد دینے والا پہنچے گا ﴿۴۸﴾ یہ (نوح کا قصہ) غیب کی خبروں میں سے ہے کہ [1] جس کو ہم (اے محبوب دو عالم ﷺ) تمہاری طرف وحی کرتے ہیں (اس سے پہلے نہ تم) ان کو جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم کے لوگ جانتے تھے پس (اپنی قوم کی ایذاؤں پر) صبر کرو بیشک بھلا انجام پرہیزگاروں کے لئے ہے ﴿۴۹﴾

تمہارے ہاں برکتیں ہوں گی''۔ یعنی تمہاری نسل میں یہاں تک کہ تمام بنی آدم تمہاری اولاد کہلائے گی مگر علم الٰہی کے موافق تمہاری نسل میں دو فرقے ہوں گے۔ ایک تو راہ راست پر آنے والا فرقہ ہوگا جو دنیا اور عقبیٰ کے عذاب سے محفوظ رہے گا اور دوسرا نافرمان لوگوں کا فرقہ ہوگا جو دنیا کی چند روزہ راحت اٹھا کر پھر عقبیٰ اور دنیا کے طرح طرح کے عذابوں میں پکڑا جاوے گا۔ قوم عاد سے لے کر قریش تک حضرت نوح علیہ السلام کی نسل کی جو حالت دنیا میں پیدا ہونے کے بعد گزری، ان قوموں کے پیدا ہونے سے پہلے اپنے علم ازلی کے موافق مبہم طور پر وہ سب حالت اللہ تعالیٰ نے اس حکم میں نوح علیہ السلام کو جتلا دی۔ اسی قسم کی آئندہ کی سچی پیشین گوئیوں سے قرآن شریف کا کلام الٰہی ہونا اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا برحق رسول ہونا ثابت ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ کشتی کا منہ مکہ کی طرف تھا اور کشتی مکہ کے گرد پھرا کر اس کا منہ اللہ تعالیٰ نے جودی پہاڑ کی طرف پھیر دیا وہاں آ کر ٹھہری۔ حضرت نوح علیہ السلام نیچے اترے اور ایک گاؤں بسایا جس کا نام ثمانین رکھا۔ اس دن انہوں نے شکریہ کا روزہ رکھا تھا عاشورہ کا دن تھا۔ آنحضرت ﷺ کو جب معلوم ہوا تو حضور نے بھی عاشورہ کا روزہ رکھا اور اصحاب کو بھی حکم دیا۔

مشرکین کو قائل کرنے کا ذکر

[1] اس آیت میں مشرکوں کے قائل کرنے کو یہ فرمایا کہ یہ قصہ اور اسی طرح کے زمانہ گزشتہ کے اور قصے غیب کی خبریں ہیں، جن کو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ سے جتلایا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ جتلاتا ہے اسی کو صحیح طور پر یہ قصے معلوم ہوتے ہیں دوسرے کو ان قصوں کا حال کیا معلوم ہو سکتا ہے۔ مشرکین مکہ تو ان پڑھ لوگ ہیں، اس طرح کی غیب کی خبروں کا ان لوگوں کا انکار کرنا تو محض سرکشی کے سبب سے ہے۔ کچھ دنوں ان کی سرکشی پر اے محبوب ﷺ تم کو صبر کرنا چاہیے انجام کار یہی ہوگا کہ اے اللہ

وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ۝۵۰ یٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی الَّذِیْ فَطَرَنِیْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۵۱

اور ۱؎ ہم نے عاد کی طرف ان کے ہم قوم ہود کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا ہود نے کہا: ''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم تو محض جھوٹی باتیں باندھ لینے والے ہو ۝۵۰ اے میری قوم (کے لوگو) میں تم سے اس پیغام پر کچھ اجرت نہیں چاہتا میری مزدوری تو اسی کے ذمہ ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر کیا تم کو عقل نہیں ہے ۝۵۱

کے رسول! تم کو اور تمہارے ساتھ جو اللہ سے ڈرنے والے پرہیزگار لوگ ہیں ان کو غلبہ ہوگا اور اللہ کی وحی اور غیب کی خبروں کے جھٹلانے والے یہ سرکش لوگ آخر ذلیل ہوں گے۔

قوم ہود کا ذکر

۱؎ ان آیتوں میں ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے قوم عاد کی ہدایت کے واسطے اسی قبیلہ میں سے ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنایا۔ انہوں نے فرمایا ''اے قوم میری! تم اس خدا کی عبادت کرو جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ تم جن بتوں کو پوجتے ہو اس خیال میں جھوٹے ہو، کوئی سند تمہارے پاس اس کی نہیں ہے کہ سوا اللہ کے اور کوئی معبود ہے۔ میں جو نصیحت کرتا ہوں اور حق کی طرف بلاتا ہوں۔ اس کا کوئی اجر تم سے نہیں مانگتا ہوں، یہ محض اللہ کے لئے ہے وہی اجر دے گا جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ ایک شخص بلا اجرت مفت میں تمہاری دنیا و آخرت کو درست کر رہا ہے اور تم اس کا کہنا نہیں مانتے۔ اپنے سرکش سرداروں کے کہنے پر چلتے ہو۔ اے قوم! تم کو بھی ضروری ہے کہ جو کچھ تم سے گناہ ہو چکے ہیں اس کے لئے خدا سے استغفار کرو اور آئندہ کے لئے توبہ کرلو کہ اب گناہ کے پاس نہ جائیں گے۔ اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ آسمان سے موسلا دھار مینہ برسائے گا تمہاری ساری کھیتیاں سرسبز ہو جائیں گی تمہارے رزق میں ترقی ہو جائے گی اور تمہاری قومیں بھی بڑھ جائیں گی اور اگر میری نصیحت سے منہ موڑو گے تو مجرم ٹھہرو گے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اے ہود! تمہارے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے تمہارے دعوے کی صحت ہو اور ہم تمہارے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور ہم تم پر ایمان لانے والے نہیں۔ ہود علیہ السلام کو بھی خدا کی طرف سے عجیب وغریب معجزے ملے تھے۔ قوم عاد نے یہاں پر فقط مخالفت کی راہ سے یہ بات کہی تھی کہ تم سند لے کر نہیں آئے عاد ایک شخص کا نام تھا اسی کے نام پر ایک قبیلہ مشہور ہو گیا۔ حضرت ہود علیہ السلام، نوح علیہ السلام سے آٹھ سو برس کے بعد دنیا میں آئے ان کی عمر چار سو چونسٹھ برس کی ہوئی۔ قوم عاد بتوں کی پرستش کرتی تھی۔

وَ یٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَیْهِ یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ یَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِیْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا یٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَیِّنَةٍ وَّ مَا نَحْنُ بِتَارِكِیْۤ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَ مَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِیْنَ ﴿۵۳﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ؕ قَالَ اِنِّیْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْۤا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾

اے میری قوم! اپنے پروردگار سے معافی مانگو پھر اس کی طرف رجوع لاؤ تاکہ وہ تم پر خوب بارش برسادے اور (ایمان وعمل کی برکت سے) تم کو اور قوت دے کر تمہاری قوت (موجودہ) میں ترقی کردے گا اور نہ پھر و تم گنہگار ہو کر" ﴿۵۲﴾ کہنے لگے: "اے ہود! تم ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں لائے اور ہم اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں ہیں تمہارے کہنے سے اور نہ ہم تمہاری بات پر یقین لائیں ﴿۵۳﴾ ہم تو یہی کہتے ہیں تم کو کچھ جھپٹ پہنچی لہ ہے (یعنی مثل جنون وغیرہ کے) ہمارے کسی معبود کی" (ہود نے) کہا کہ بیشک میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم سب گواہ رہو کہ میں بیزار ہوں ان سب سے جن کو تم اللہ کے سوا شریک ٹھہراتے ہو ﴿۵۴﴾

حضرت ہود علیہ السلام کا قصہ اور قوم عاد پر ہوا کا عذاب آنا

لہ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ قوم عاد نے حضرت ہود علیہ السلام کو نصیحت کے جواب میں یہ کہا کہ تم ایسی باتیں کرتے ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ تم اکثر ہمارے معبودوں کو برا کہتے رہتے ہو اور اس کے برے اثر سے تم مجنوں اور دیوانے ہو گئے ہو۔ آخر لاچار ہو کر حضرت ہود علیہ السلام نے یہ جواب دیا کہ مجھے جو تم کو نصیحت کرنی تھی وہ کر چکا تم نہیں مانتے تو اللہ تعالیٰ تم کو ہلاک کر کے تمہاری جگہ دوسری قوم زمین پر آباد کرے گا۔ آخر وہی ہوا کہ سخت ہوا سے یہ لوگ غارت ہوئے اور قوم ثمود ان کی جگہ آباد ہوئی۔ دوسرا جواب ہود علیہ السلام نے قوم کے لوگوں کو یہ دیا کہ اے قوم میں اللہ کو گواہ ٹھہراتا ہوں، اور تم لوگ بھی اس کے گواہ رہو کہ میں تمہاری ان شرک کی باتوں سے بیزار ہوں کہ تمہارے بتوں کو یہ قدرت ہے جو انہوں نے مجھ کو دیوانہ بنا دیا تھا تمہارے بتوں کو اگر یہ اختیار ہوتا تو تمہارا قحط دفع کر دیتے، یا تمہاری عورتوں کو اچھا کرتے۔ اگر تمہارا یہی غلط خیال ہے کہ ان بتوں کو کچھ اختیار ہے تو تم اور تمہارے بت مل کر جھٹ پٹ مجھ کو کچھ صدمہ پہنچا دو۔ میرا بھروسہ تو اس ذات پاک پر ہے، جس کا اختیار ہر ایک پر چلتا ہے اور میں یہ خوب جانتا ہوں کہ میں سیدھے راستے پر ہوں اور اللہ تعالیٰ کا انتظام بھی سیدھا ہے وہ کسی بے

مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِىْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّىْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّىْ وَرَبِّكُمْ ۭ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّىْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْــًٔا ۭ اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۵۷﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾

پس تم سب مل کر میرے حق میں (ہر طرح کی) بدی کرو پھر مجھے (ذرا بھی) مہلت نہ دو ﴿۵۵﴾ بیشک میں نے تو اللہ پر بھروسہ کیا ہے جو میرا اور تمہارا پروردگار ہے، جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے (یعنی سب پر غالب ہے) بیشک میرا پروردگار سیدھے رستے پر (ملتا) ہے ﴿۵۶﴾ پھر اگر تم (راہ حق سے) منہ پھیرو تو میں معذور سمجھا جاؤں گا (کیونکہ) جو پیغام دے کر مجھ کو بھیجا گیا تھا وہ تم کو پہنچا چکا ہوں اور میرا پروردگار تمہارے سوا دوسری قوم کو (تمہارا) جانشین کر دے گا اور تم اس کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکو گے اور بے شک میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے" ﴿۵۷﴾ اور جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) پہنچا ہم نے ہود کو اور جو لوگ ایمان والے اس کے ساتھ تھے ان کو اپنی مہربانی سے بچالیا اور ان کو سخت عذاب سے نجات دی ﴿۵۸﴾

گناہ کو کسی آفت میں نہیں پھنسنے دیتا اور مجھے نصیحت جو کرنی تھی وہ میں تمہیں کر چکا۔ تم نہیں مانتے تو اللہ تعالیٰ تمہیں غارت کر کے تمہاری جگہ دوسری قوم زمین پر آباد کرے گا اور جب اللہ تم کو ہلاک کرنا چاہے گا تو تم اس کا کچھ بگاڑ نہ سکو گے، اور اللہ ایسا صاحب قدرت ہے کہ سب چیزیں اس کی نگہبانی میں ہیں تم مجھ کو نقصان پہنچانا چاہو گے تو مجھ کو اللہ کی نگہبانی کافی ہے"۔ نبی کی بددعا سے قوم عاد پر جو دنیا میں سخت ہوا کا عذاب آیا اور عقبیٰ میں وہ لوگ سخت عذاب میں گرفتار ہوئے اب آگے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر فرمایا کہ اس عذاب سے ہود اور ان کے ساتھ کے ایماندار لوگ تو بچ گئے اور ساری قوم ہلاک ہوگئی۔ عاد کی ہلاکت کے قصہ کا حاصل یہی ہے کہ سات راتیں اور آٹھ دن سخت ہوا ان لوگوں پر مسلط رہی، جس سے ہلاک ہوگئے۔

وَ تِلْكَ عَادٌ ۖ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَ عَصَوْا رُسُلَهٗ وَ اتَّبَعُوْۤا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾ وَ اُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ وَ اِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ اسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْۤا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾

وقف لازم

اور یہ جن کا ذکر ہوا عاد ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کیا اور اسکے رسولوں کی نافرمانی کی اور انہوں نے ہر ایک سرکش ہٹ دھرم کا حکم مانا ۵۹ اور (ان افعال کا یہ نتیجہ ہوا کہ) اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگی اور قیامت کے دن بھی، آگاہ ہو بیشک عاد نے اپنے رب کا انکار کیا، آگاہ ہو دور ہوں (خدا کی رحمت سے) عاد ہود کی قوم ۶۰ قوم ثمود کی طرف ۱؎ انکے ہم قوم صالح کو بھیجا انہوں نے کہا: ''اے قوم میری! تم اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اسی نے تم کو زمین (یعنی مٹی) سے پیدا کیا اور تم کو اس (زمین) میں آباد کیا پس اس سے (پہلے گناہوں کی) معافی مانگو پھر (ایمان لاکر) اسکی طرف متوجہ ہو، بیشک میرا رب نزدیک ہے دعا قبول کرنیوالا ۶۱

حضرت صالح علیہ السلام کا قصہ

۱؎ حضرت ہود علیہ السلام کے اور حضرت صالح علیہ السلام کے درمیان میں سو برس کا فاصلہ ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام کی عمر دو سو اسی برس کی ہوئی ہے۔ حضرت ہود علیہ السلام کی امت کو ''عاد اولیٰ'' اور حضرت صالح علیہ السلام کی امت کو ''عاد ثانی'' کہتے ہیں۔ تین سو سے ہزار برس تک کی عمر کے لوگ اس قوم میں گزرے ہیں۔ سورہ اعراف میں ان کی قوم کا قصہ گزر چکا ہے۔ اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ ہم نے قوم ثمود کے پاس ان کی ہی قوم کے آدمی صالح کو پیغمبر بنا کے بھیجا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اے میری قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ جس میں کمال کی سب صفتیں موجود ہیں اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس ذات مقدس نے تم کو زمین سے پیدا کیا یعنی آدم علیہ السلام کو خاک سے پیدا کیا اور تم زمین میں عمارتیں راحت اور آرام لینے کی جگہ بناتے ہو۔ نہریں اور درخت زمین میں تمہارے واسطے ہیں۔ پس اس کی درگاہ سے مغفرت چاہو اور ایمان

قَالُوْا یٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِیْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَاۤ اَتَنْهٰىنَاۤ اَنْ نَّعْبُدَ مَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَ اِنَّنَا لَفِیْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَیْهِ مُرِیْبٍ ﴿۶۲﴾ قَالَ یٰقَوْمِ اَرَءَیْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَیِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّیْ وَ اٰتٰىنِیْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ یَّنْصُرُنِیْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَیْتُهٗ قف فَمَا تَزِیْدُوْنَنِیْ غَیْرَ تَخْسِیْرٍ ﴿۶۳﴾

وہ[۱] لوگ کہنے لگے: ''اے صالح! اس سے پہلے تو ہمیں تم سے (بڑی) امید تھی کیا تم ہم کو ان چیزوں کے پوجنے سے منع کرتے ہو کہ جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے چلے آئے ہیں اور جس (بات) کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو اس سے تو ہم ایک بڑے دھوکا ڈالنے والے شک میں ہیں'' ﴿۶۲﴾ کہا: ''اے میری قوم! بھلا بتاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے اپنی طرف سے مجھے رحمت (نبوۃ) بھی دی تو مجھے کون بچائے گا اللہ (کے عذاب) سے اگر میں اس کی نافرمانی کروں، پس تم مجھے سوا نقصان کے کچھ نہ بڑھاؤ گے ﴿۶۳﴾

لاؤ تا کہ تم کو بخش دے۔ اور پھر ایمان کے بعد کفر نہ کرنا، صرف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میرا پروردگار رحمت کے امیدواروں کے قریب ہے۔ ان پر رحمت نازل کرتا ہے اور جو دعا مانگتے ہیں ان کی دعا کو سنتا ہے''۔

حضرت صالح علیہ السلام کی نصیحت توحید

[۱] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو خدا کا پیغام پہنچایا کہ: تم خالص خدا ہی کی عبادت کرو اور بتوں کی پوجا سے باز آؤ تو یہ جواب ان لوگوں نے دیا کہ ہم لوگوں کو تجھ سے بڑی بڑی امیدیں تھیں۔ ہم سمجھتے تھے تو بڑا ہونہار لڑکا ہے باپ دادا کے دین کو ترقی دے گا۔ اور تجھے ہر ایک بات میں ہم کو مدد ملے گی افسوس ہماری ساری امیدیں خاک میں مل گئیں۔ تو ہم لوگوں کو باپ دادا کے قدیم راہ ورسم سے روکنے لگا۔ ہمارے باپ دادا جن معبودوں کی عبادت کرتے تھے ان کو کیونکر ہم چھوڑ سکتے ہیں۔ ہمیں تو تیری طرف سے شک ہو گیا ہے کہ جس بات کی تو ہمیں نصیحت کرتا ہے اور جس کی طرف تو بلاتا ہے۔ اس پر ہم لوگوں کو اطمینان نہیں ہے''۔ پھر حضرت صالح علیہ السلام نے ان کو جواب دیا کہ اچھا تم بتلا دو کہ خدا نے تو مجھے طرح طرح کے معجزے اور نشانیاں دے کر اور رسول بنا کر تمہارے پاس بھیجا، اگر میں تم لوگوں کا لحاظ اور پاس کر کے خدا کا پیغام پہنچانے سے کسی طرح دریغ کروں، اور تمہیں اس کی طرف بلانے میں سستی کروں تو پھر کون میری مدد کرے گا اور کون خدائے قہار کے عذاب سے نجات دے گا اس لئے میں تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا، کیونکہ تم سے گھاٹے اور نقصان کے سوا اور کچھ بھی نہیں حاصل ہوگا''۔

وَ يٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْۤ اَرْضِ اللّٰهِ وَ لَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَ مِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾

اور[۱] اے میری قوم! یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے لئے ایک نشانی ہے، پس اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں چرتی پھرے اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی نہ لگانا کہ تم کو عنقریب عذاب الٰہی پہنچے گا ﴿۶۴﴾ پس انہوں نے اس کی کوچیں کاٹ ڈالیں تب صالح نے کہا: "(اچھا) تین روز تک اپنے گھروں میں اور مزے کرلو، یہ وعدہ ہے جو جھوٹا ہونے والا نہیں" ﴿۶۵﴾ پھر جب ہمارا حکم آپہنچا (یعنی عذاب) تو ہم نے صالح کو اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے تھے ان کو تو اپنی مہربانی سے بچالیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی نجات دی بیشک تمہارا پروردگار قوی اور غالب ہے ﴿۶۶﴾

حکم الٰہی کی مخالفت پر عذاب الٰہی

[۱] قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام سے معجزہ طلب کیا حضرت صالح علیہ السلام نے خدا سے دعا کی اللہ تعالیٰ نے قبول کی۔ اور پتھر کے اندر سے ایک اونٹنی پیدا کردی اور اونٹنی نے اسی وقت ایک بچہ دیا وہ بچہ بھی اسی وقت ماں کے برابر ہوگیا۔ صالح علیہ السلام نے قوم سے کہا کہ یہ خدائی اونٹنی ہے اسے چھوڑ دو، جہاں اس کا جی چاہے گا چرے گی تم اسے نہ ستانا اور نہ بری طرح چھیڑنا۔ اگر ستاؤ گے تو یاد رکھو بہت جلد عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ قوم نے آخر اونٹنی کو ستایا حکم الٰہی کی مخالفت کی اور بچہ اونٹنی کا پہاڑ پر چڑھ گیا اور تین بار چلایا اور حضرت صالح علیہ السلام اس وقت قوم میں نہ تھے۔ جب آئے اور لوگوں نے ان سے یہ حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ "تین آوازوں سے یہ مطلب ہے کہ تین دن بعد تم پر عذاب الٰہی نازل ہوگا تین دن تم اور زندگی سے فائدہ اٹھالو یعنی بدھ، جمعرات اور جمعہ، یہ تین روز تمہارے زندگی کے ہیں۔ اور ہفتہ کے روز تم پر عذاب نازل ہوگا یہ وعدہ سچا ہے جھوٹا نہیں"۔ بدھ کے روز ان کے چہرے زرد ہوگئے اور جمعرات کو سرخ اور جمعہ کو سیاہ اور ہفتہ کو وہ سب سوئے تھے کہ یک بیک آسمان سے اتنے زور کی آواز آئی کہ ان بدبختوں کے کلیجے پارہ پارہ ہوگئے اور جس طرح پڑے سوئے تھے ویسے کے ویسے مر کر رہ گئے اور بالکل پیوند زمین ہوگئے گویا یہ شہر ان سے بسا ہی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ السلام

وَاَخَذَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الصَّیْحَۃُ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دِیَارِھِمْ جٰثِمِیْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ یَغْنَوْا فِیْهَا ؕ اَلَاۤ اِنَّ ثَمُوْدَاۡ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَاۤ اِبْرٰهِیْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِیْذٍ ﴿۶۹﴾

اور ظالموں کو چنگھاڑ (یعنی سخت آواز) نے پکڑ لیا پس صبح اپنے گھروں میں اوندھے (یعنی مردہ) پڑے رہ گئے گویا کبھی یہاں رہتے ہی نہ تھے ﴿۶۷﴾ آگاہ ہو بیشک ثمود نے اپنے رب کا انکار کیا آگاہ ہو لعنت ہو ثمود پر ﴿۶۸﴾ اور بیشک ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے بشکل بشر) ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے (اور) سلام کیا ابراہیم کو، [1] ابراہیم نے بھی سلام کیا پھر کچھ بھی دیر نہ لگی کہ ابراہیم ایک بھنا ہوا بچھڑا لے آئے (مہمانوں کے کھانے کیلئے) ﴿۶۹﴾

اور مومنین کو اپنی رحمت سے اس عذاب سے بچا لیا اور ان لوگوں کی طرح رسوائی سے الگ رکھا۔ پھر خدا نے فرمایا کہ دیکھو قوم ثمود نے توحید کا انکار کیا اور کافر کے کافر رہے اسی واسطے خدا کی رحمت سے دور پڑے گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں فرشتوں کی مہمان داری اور بشارت دینا

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ تین فرشتے جبرئیل، میکائیل، اسرافیل یہ تینوں فرشتے خوبصورت لڑکوں کی صورت بن کر پہلے ابراہیم علیہ السلام کے پاس اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی خوشی بتانے کو آئے اور آتے ہی سلام کیا۔ ابراہیم علیہ السلام نے بھی سلام کا جواب دیا مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو پہچانا نہیں مہمان سمجھا اور اپنی عادت کے موافق کہ جب کوئی مہمان آجاتا تو خاطر تواضع کرتے تھے۔ ان کے کھانے پینے کا بھی انتظام کرنے لگے اور ایک جوان گائے ذبح کر کے اس کے کباب لگائے۔ جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مہمانوں کے آگے کھانا رکھا تو ان کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھے کیونکہ فرشتوں کی غذا خدا کی تسبیح ہے۔ جب مہمانوں کے ہاتھ کھانے کی طرف نہیں بڑھے تو ابراہیم علیہ السلام دل میں بہت ڈرے کیونکہ اس زمانے میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی مہمان آئے اور کھانا نہ کھائے تو ڈرتے تھے کہ خدا خیر کرے یہ کسی برے ارادے سے آیا ہے۔ ایسا آدمی اس کے گھر کا نمک نہیں کھاتا تھا۔ غرض جب ابراہیم علیہ السلام کے دل میں خوف ہوا تو خدا کے حکم سے ان فرشتوں نے سمجھ لیا اور کہا کہ اے ابراہیم علیہ السلام! تم ڈرو نہیں ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہیں۔ لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب لے کر بھیجے گئے۔ ان کی بیوی جن کا نام سارہ تھا مہمانوں کی تواضع کے لئے پردہ کی آڑ میں کھڑی تھیں۔ جب انہوں نے سنا تو ہنسیں۔ اس کے کئی سبب بیان کئے ہیں:۔ (۱) اولاد کی بشارت سن کر تعجب سے ہنس دیں کیونکہ عورتوں کو

فَلَمَّا رَاٰۤ اَیْدِیَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَیْهِ نَكِرَهُمْ وَ اَوْجَسَ مِنْهُمْ خِیْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ؕ﴿۷۰﴾ وَ امْرَاَتُهٗ قَآىِٕمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَ مِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ یَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ یٰوَیْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَیْكُمْ اَهْلَ الْبَیْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ﴿۷۳﴾

پھر جب ابراہیم نے دیکھا کہ ان کے ہاتھ کھانے کو نہیں اٹھتے تو ان کو اجنبی سمجھا اور ان کی طرف سے دل میں ڈرنے لگے وہ بولے: ”خوف نہ کرو ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں“ ﴿۷۰﴾ اور ابراہیم کی بی بی (حضرت سارا بھی) کھڑی ہوئی (سن رہی) تھی وہ ہنس پڑی (یعنی اندیشہ کے دور ہو جانے سے خوش ہو گئیں) تو ہم نے اسے اسحٰق کے پیدا ہونے کی خوش خبری دی اور اسحٰق کے پیچھے یعقوب کی ﴿۷۱﴾ وہ بولی: ”اے ہے! کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ میرے بچہ ہوگا اور میں بڑھیا ہوں اور یہ میرا شوہر بھی بوڑھا ہے، بیشک یہ تعجب کی بات ہے“ ﴿۷۲﴾ فرشتوں نے کہا: ”کیا تو خدا کی قدرت سے تعجب کرتی ہے اے گھر والو اللہ کی رحمت اور برکتیں تم پر (ہوں) بیشک خدا سب خوبیوں والا عزت والا ہے“ ﴿۷۳﴾

مردوں سے زیادہ خوشی ہوتی ہے اور حضرت سارہ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ ❷۔ یا یہ کہ بڑھاپے میں اولاد کی بشارت سن کر ہنس دیں۔ غرض کہ ان کو بشارت دی گئی کہ تمہارے بطن سے حضرت اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوں گے اور ان کے بعد یعقوب علیہ السلام تمہارے پوتے پیدا ہوں گے یہ سن کر ان کو بہت تعجب ہوا کہ میں بوڑھی اور میرے شوہر بالکل بوڑھے، اس عمر میں لڑکا ہونا بہت ہی تعجب کی بات ہے“۔ فرشتوں نے جواب دیا: ”کیا تم خدا کی باتوں سے تعجب کرتی ہو، خدا کے کارخانہ قدرت میں سب کچھ ہے۔ اے گھر والو! خدا کی رحمت تم پر ہے اور برکت بھی ہے کہ اسحٰق علیہ السلام کے بعد تم اپنے پوتے اسحٰق علیہ السلام کے بیٹے کو بھی دیکھو گی۔ وہ خدا بڑا تعریف اور بزرگی کے قابل ہے“۔

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَ جَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَ اِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَ ضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾

پھر ۱؎ جب کہ ابراہیم کے دل سے خوف دور ہو گیا اور اسے (بیٹا پیدا ہونے کی) خوشخبری ملی تو ہم سے قوم لوط کے بارے میں جھگڑنے لگا ﴿۷۴﴾ بیشک ابراہیم بڑا بردبار نرم دل خدا کی طرف رجوع کرنے والا ہے ﴿۷۵﴾ (فرشتوں نے کہا) اے ابراہیم! اس خیال کو چھوڑ دو بیشک تمہارے رب کا حکم آچکا، اور بے شک ان پر ایسا عذاب آنیوالا ہے جو کسی طرح پھیرا نہ جائے گا ﴿۷۶﴾ اور ۲؎ جب ہمارے بھیجے ہوئے (فرشتے) لوط کے پاس پہنچے تو (اس نے بھی انکو نہیں پہچانا اور) وہ ان سے غمگین ہوا اور انکے (آنے کے) سبب تنگ دل ہوا اور کہنے لگا کہ آج کا دن بہت سخت ہے ﴿۷۷﴾

۱؎ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب خوشی سنائی گئی اور ان کا خوف بھی جاتا رہا تو یہ سن کر کہ یہ فرشتے لوط علیہ السلام کی قوم کو ہلاک کرنے کو جا رہے ہیں ان کا دل بہت کڑھنے لگا اور فرشتوں سے جھگڑنے لگے کہ جس گاؤں میں کچھ مسلمان ہوں گے اس کو ہلاک کرو گے۔ فرشتوں نے کہا کہ ایک بھی مسلمان نہیں ہے۔ پھر کہا کہ لوط علیہ السلام بھی تو ہیں جواب دیا کہ ہمیں معلوم ہے لوط علیہ السلام اور ان کے گھر والے سوائے ان کی بیوی کے سب بچ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرشتوں سے جھگڑا جو کیا اس کا سبب یہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام بہت نرم دل تھے چاہتے تھے کہ کچھ دنوں اور عذاب تھم جائے شاید یہ لوگ ایمان لے آئیں۔ پھر فرمایا کہ تم اس خیال سے باز آجاؤ خدا کا حکم جاری ہو چکا، ان پر ضرور عذاب آئے گا جو کسی طرح رک نہیں سکتا۔

حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ

۲؎ جب فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ ان کے آنے سے دل ہی دل میں کڑھے اور بہت پریشان ہوئے۔ کیونکہ وہ اپنی قوم سے واقف تھے سمجھے کہ آج کا روز بہت سخت ہوگا قوم سے ان کی خاطر جھگڑنا پڑے گا۔ جب گھر میں وہ فرشتے آچکے تو ان کی بیوی نے اپنی قوم کو خبر دی کہ ہمارے گھر میں جوان جوان اور حسین حسین تین لڑکے مہمان آئے ہیں۔ ان کی قوم یہ خبر سنتے ہی دوڑ پڑی کیونکہ ان کو برے کاموں کی چاٹ لگی ہوئی تھی۔ لوط علیہ السلام نے ان سے کہا: ”بھائیو! میری قوم کی لڑکیاں

وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ
قَالَ يٰقَوْمِ هٰۤؤُلَاۤءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ
ضَيْفِيْ ؕ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِيْ
بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْۤ
اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا يٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ يَّصِلُوْۤا اِلَيْكَ

اور اس کی قوم کے لوگ دوڑے ہوئے اس کی طرف آئے اور وہ لوگ پہلے ہی سے برے کام کرتے تھے (لوط نے) کہا: "اے میری قوم! یہ میری (قوم کی) بیٹیاں ہیں یہ تمہارے لئے پاکیزہ ہیں (ان سے نکاح کرلو) پس اللہ سے ڈرو اور مجھ کو میرے مہمانوں میں رسوانہ کرو، کیا تم میں کوئی بھی بھلا آدمی نہیں ﴿۷۸﴾ ان لوگوں نے کہا: "بیشک تو جانتا ہے کہ ہم کو تیری (قوم کی) بیٹیوں سے کوئی سروکار نہیں (تعلق نہیں) اور تجھ کو خود معلوم ہے جو کچھ ہم چاہتے ہیں" [۱] ﴿۷۹﴾ لوط نے کہا: "کیا خوب ہوتا اگر مجھے تمہارے مقابل زور ہوتا یا کسی زور آور قوم کی پناہ پکڑتا" ﴿۸۰﴾ فرشتوں [۲] نے کہا: "اے لوط! (علیہ السلام) بیشک ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں وہ تم تک ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔

حاضر ہیں، تم ان سے نکاح کرلو۔ یہ تمہارے واسطے حلال اور پاک ہیں اور خدا سے ڈرو اور میرے مہمانوں کے خیال سے درگزر کرو اور مجھے رسوانہ کرو۔ کیا تم میں ایک بھی شخص نیک اور خدا سے ڈرنے والا نہیں ہے"۔ ان کی قوم نے جواب دیا "اے لوط علیہ السلام! تمہیں پہلے سے معلوم ہے کہ ہم کو تمہاری لڑکیوں سے کوئی سروکار نہیں۔ ہم لوگ جس بات کے خواہاں ہیں تم خوب جانتے ہو"۔ یہ لوگ خوبصورت لڑکوں سے جو بدفعلی کیا کرتے تھے ان لفظوں میں وہی خواہش انہوں نے ظاہر کی۔

قوم حضرت لوط علیہ السلام پر عذاب کا آنا

[۱] جب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نہیں مانی اور مہمانوں کے لینے میں ضد کی تو حضرت لوط علیہ السلام نے کہا: "کاش مجھ میں ذاتی قوت ہوتی یا یہاں میرا کنبہ ہوتا یا اور کوئی دوست احباب حامی و مددگار وقت پر ساتھ دینے والے ہوتے تو میں ان سے کہہ کر تمہیں یہاں سے دھکے دلواتا"۔

[۲] جب حضرت لوط علیہ السلام قوم کے لوگوں کے حملہ سے بہت ہی پریشان ہوئے تو حضرت لوط علیہ السلام کی پریشانی دور کرنے کی غرض سے ان فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام کو جتلایا کہ: ہم اللہ کے فرشتے ہیں، اور پتھروں کا مینہ برسا کر اور

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَ لَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ ﴿۸۱﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَ اَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ﴿۸۲﴾ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَ مَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۳﴾

النصف ع ۷

پس تم اپنے گھر والوں کو لے کر کچھ رات گزرنے پر (یہاں سے باہر) چلے جاؤ اور تم میں سے کوئی شخص بھی مڑ کر (اس بستی کی طرف) نہ دیکھے مگر تمہاری بیوی، بیشک اسے بھی وہی عذاب پہنچنے والا ہے جو ان لوگوں کو پہنچے گا۔ البتہ ان لوگوں کیلئے عذاب کا مقررہ وقت صبح کا ہے کیا صبح قریب نہیں ہے؟ (۸۱) پھر[۱] جب ہمارا حکم (عذاب کیلئے) پہنچا تو ہم نے اس بستی کو (الٹ کر اس کے) اوپر (والے حصہ کو اس کے) نیچے کر دیا اور اس پر لگاتار کنکر کے پتھر برسائے۔ جو تمہارے پروردگار کے ہاں (ان کے لئے) نشان کیے ہوئے تھے (۸۲) اور وہ (پتھراؤ کی جگہ ان) ظالموں (یعنی کفار مکہ) سے کچھ دور (بھی) نہیں ہے۔ (تو چاہئے کہ اس کے حال سے عبرت پکڑیں) (۸۳)

بستی الٹ کر اس قوم کو ہلاک اور بستی کو نیست و نابود کریں گے۔ آپ معہ اہل و عیال کے فقط اپنی بیوی کو چھوڑ کر اس گاؤں سے چلے جائیں۔ صبح اس قوم پر عذاب آوے گا اور کوئی تم میں سے پیچھے مڑ کر نہ دیکھے"۔ بعض سلف کا قول ہے کہ حضرت لوط علیہ السلام اپنی قوم کی سرکشی سے یہاں تک تنگ آگئے تھے کہ انہوں نے رات کو ہی عذاب کے آجانے کی تمنا ظاہر کی۔ اس کا جواب حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ دیا کہ عذاب کے آنے کا مقررہ وقت صبح ہے اور صبح بھی نزدیک ہے کچھ دور نہیں ہے۔

[۱] مطلب یہ ہے کہ جب حضرت لوط علیہ السلام خدا کے حکم سے باہر چلے گئے اور خدا کا عذاب آیا۔ جبرئیل علیہ السلام نے اپنا پر زمین کے اندر ڈال کر اس زمین کا طبقہ اٹھا لیا اور آسمان کی طرف لے گئے۔ آسمان والوں نے اس وقت مرغوں کے بولنے اور کتوں کے بھونکنے کی آوازیں سنیں۔ پھر جبرئیل علیہ السلام نے اس طبقہ کو اٹھا کر زمین کی طرف پھینک دیا یہ لوگ اوندھے آکر زمین پر پڑے۔ پھر پتھر کی کنکریوں کی بھرمار اوپر سے ہوئی۔ ان کنکریوں پر لوگوں کے نام کی مہریں لگی ہوئی تھیں، جس کے نام کی کنکری ہوتی اسی پر پڑتی تھی۔ پھر خدا نے فرمایا کہ یہ بات ظالموں سے کچھ بعید نہیں۔ وہ لوگ اپنے ظلم کے سبب سے اسی لائق تھے کہ وہاں کی زمین تلے اوپر کر دی جائے۔

وَ اِلٰی مَدْیَنَ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا ؕ قَالَ یٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ ؕ وَ لَا تَنْقُصُوا الْمِكْیَالَ وَ الْمِیْزَانَ اِنِّیْۤ اَرٰىكُمْ بِخَیْرٍ وَّ اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَیْكُمْ عَذَابَ یَوْمٍ مُّحِیْطٍ ﴿۸۴﴾ وَ یٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْیَالَ وَ الْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ وَ لَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَهُمْ وَ لَا تَعْثَوْا فِی الْاَرْضِ مُفْسِدِیْنَ ﴿۸۵﴾

اور ہم [۱] نے (قبیلہ) مدین کی طرف ان کے ہم قوم شعیب (علیہ السلام) کو (پیغمبر بنا کر) بھیجا اس نے کہا: ''اے میری قوم! تم (صرف) اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے اور تم ناپ اور تول میں کمی نہ کرو بیشک میں تم کو آسودہ حال دیکھتا ہوں اور بیشک میں ڈرتا ہوں تم پر اس دن کے عذاب سے جو (ہر طرح کی مصیبتوں کو) گھیر لے گا ﴿۸۴﴾ اور [۲] اے میری قوم! ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ پورا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو اور زمین میں فساد نہ پھیلاتے پھرا کرو ﴿۸۵﴾

حضرت شعیب علیہ السلام کی نصیحت کا ذکر

[۱] اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو قبیلہ مدین کا بھائی فرمایا۔ مدین والے بہت خوشحال تھے ان میں ایک عادت علاوہ بت پرستی کے یہ بھی تھی کہ جب وہ سودا خریدتے تھے تو بڑھتی لیتے تھے جب بیچتے تھے تو کم دیتے تھے۔ دو قسم کے پیمانے اور بٹے بنا رکھے تھے، بیچنے کا اور خریدنے کا اور۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں لوگوں میں حضرت شعیب علیہ السلام کو پیدا کیا اور نبی بنا کر حکم دیا کہ ان کو خدا کی طرف بلاؤ۔ شعیب علیہ السلام نے ان کو ہدایت کی کہ: تم خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کرو اور ناپ تول میں کمی بیشی نہ کیا کرو۔ پورا پورا تول کر لو اور پورا پورا تول کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں آسودہ حال بنایا ہے اگر ایسا نہ کرو گے تو خوف ہے کہ یہ نعمت تم سے چھن جائے اور سختی و تنگی کا سامنا ہو۔ اور تم پر ایسا عذاب آئے کہ تم اس سے بچ نہ سکو۔

[۲] اس آیت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ بھی حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی امت کو نصیحت کی تھی کہ تم لوگوں کے زمانہ سے تھوڑے ہی زمانہ پہلے قوم لوط علیہ السلام کے لوگ عذاب الٰہی میں گرفتار ہو چکے ہیں۔ سرکشی کرو گے تو تم لوگ بھی عذاب الٰہی میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰي مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ

جو ۱ نفع کہ اللہ نے حلال کر دیا ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم ایمان دار ہو اور میں کچھ تم پر نگہبان نہیں ہوں" ﴿۸۶﴾ وہ ۲ لوگ کہنے لگے: "اے شعیب! کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہم ان کو چھوڑ دیں جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے یا ہم اپنے مالوں میں اپنی خواہش کے موافق معاملہ نہ کریں، پس تم ہی تو عقلمند اور معاملہ کے اچھے ہو" ﴿۸۷﴾ شعیب ۳ نے کہا: "اے میری قوم! بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر ہوں اور اس نے مجھے اپنی طرف سے نیک روزی دی (یعنی نبوت تو پھر کیسے تبلیغ نہ کروں) اور میں یہ نہیں چاہتا ہوں کہ جس بات سے تمہیں منع کرتا ہوں۔

۱ جب حضرت شعیب علیہ السلام قوم مدین کو خالص خدا ہی کی عبادت کرنے اور ناپ تول میں پورا پورا لینے دینے کو کہہ چکے، تو پھر فرمایا کہ پورا پورا ناپنے اور تولنے کے بعد جو خدا کا دیا ہوا تم کو بچ رہے وہ تمہارے لئے بالکل پاک اور حلال ہے اور میں تمہارا نگہبان ہوں کہ تمہیں گناہ میں نہ پڑنے دوں یا میرے ہاتھ میں تمہارا حساب کتاب نہیں ہے جس کا بدلہ تمہیں میں دوں۔ میں تو خدا کی طرف سے صرف تمہاری جس نصیحت کو بھیجا گیا ہوں اس نصیحت کا مطلب میں نے تمہیں سمجھا دیا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا جواب

۲ حضرت شعیب علیہ السلام پہلے رسولوں میں سے زیادہ نماز پڑھا کرتے تھے اسی واسطے اُن کی قوم نے یہ جواب دیا کہ یہ سب تمہاری نماز کا اثر ہے جو تم ہم لوگوں کو ہر بات سے منع کرتے ہو ایسا کب ممکن ہے کہ ہم ان بتوں کو چھوڑ دیں جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کیا کرتے تھے۔ اور اپنے مال کے بھی ہم مختار ہیں جس طرح چاہیں گے الٹ پھیر کریں گے تم کون ہو منع کرنے والے۔ پھر بطور طعن کے یہ بات کہی کہ تم بڑے بردبار اور نیک بخت ہو کہ ہماری عادتوں کو برا جانتے ہو۔

۳ یہ جواب ہے حضرت شعیب علیہ السلام کا جو انہوں نے اپنی قوم کو دیا تھا کہ اے قوم! خدا نے مجھے یہ ظاہر ظاہر معجزے دیئے

اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ؕ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ؕ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ

میں خود آپ اس کے خلاف کرنے لگوں، جہاں تک میرے امکان میں ہے اصلاح ہی کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں، اور مجھ کو جو کچھ (عمل و اصلاح کی) توفیق ہو جاتی ہے صرف اللہ ہی کی مدد سے ہے ﴿۸۸﴾ اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور اسی کی طرف رجوع ہوتا ہوں، اور اے میری قوم! کہیں میری ۱؎ ضد تمہاری لئے اس کا باعث نہ ہو جائے کہ تم پر بھی وہی مصیبت آپڑے جیسی کہ قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح پر پڑ گئی تھی، اور قوم لوط (کا معاملہ) تم سے بہت دور (زمانہ کا) نہیں ہے ﴿۸۹﴾ اور اپنے رب سے گناہوں کی معافی چاہو پھر اسکی طرف متوجہ ہو۔ بیشک میرا پروردگار مہربان محبت والا ہے'' ﴿۹۰﴾ وہ بولے: ۲؎ ''اے شعیب! ہم نہیں سمجھتے ہیں تمہاری بہت سی باتیں جو تم کہتے ہو اور بیشک تم کو ہم اپنے لوگوں میں کمزور دیکھتے ہیں۔

اور نبوت دی اور مجھے دنیا میں پاک اور حلال روزی دے رکھی ہے۔ میں جن باتوں سے تمہیں روکتا ہوں چھپ چھپ کر میں بھی ان کو نہیں کروں گا۔ یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ تمہیں تو کسی کام سے میں منع کروں اور میں آپ اس کام کو کروں میرا ارادہ تو اصلاح کا ہے۔ میں تو چاہتا ہوں کہ جہاں تک ہو تمہاری آخرت اور دنیا دونوں درست ہو جاویں اور میں تابمقدور تمہارے معاملات درست کرنا چاہتا ہوں اور میرا ہدایت کرنا اور راہ حق بتانا خدا کی مدد سے ہے اور اسی پر میرا بھروسہ بھی ہے اور میں اسی کی طرف پھر کر جانے والا ہوں۔

۱؎ پھر حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ میری ضد میں آکر کبھی تم اپنی بات پر نہ اڑے رہنا۔ میرے کہنے پر عمل کرو نہیں تو جس طرح نوح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام اور صالح علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا اور ہلاک ہو گئے۔ اسی طرح تم پر بھی عذاب آجائے گا اور پھر کچھ بن نہ آئے گا۔ ابھی کچھ زیادہ دن نہیں ہوئے کہ لوط علیہ السلام کی قوم ہلاک ہو چکی ہے۔ کل کی بات ہے وہ سرزمین بھی کچھ زیادہ دور نہیں قریب ہی ہے۔ تم کو واجب ہے توبہ استغفار کرو، خدا مہربان ہے اپنے بندوں سے اس کو محبت ہے وہ تمہاری توبہ قبول کرلے گا، اور گناہ بخش دے گا۔

۲؎ جب حضرت شعیب علیہ السلام اپنی قوم کو سمجھاتے ہی گئے تو ان کی قوم کے لوگوں نے کہا کہ شعیب علیہ السلام! تم جس

وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۫ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا

اور اگر تمہاری برادری نہ ہوتی تو ہم ضرور تمہیں سنگسار کر دیتے اور تم کچھ ہماری نگاہ میں عزت دار نہیں ہو" ﴿۹۱﴾ شعیب (علیہ السلام) نے کہا: "اے میری قوم! کیا میری برادری کا دباؤ تم پر (نعوذ باللہ) اللہ سے بھی زیادہ ہے؟ اور تم نے اس کو پس پشت ڈال رکھا بیشک جو کچھ تم کرتے ہو سب میرے پروردگار کے بس میں ہے[۱] ﴿۹۲﴾ اور اے میری قوم تم اپنے طور پر عمل کرتے رہو میں بھی (اپنے طور پر) عمل کرتا ہوں سو اب جلدی تم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر ایسا عذاب آنے والا ہے کہ اسے رسوا کرے گا اور وہ کون شخص ہے جو جھوٹا ہے اور تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں ﴿۹۳﴾ اور[۲] جب ہمارا حکم (عذاب کے لئے) پہنچا (تو) ہم نے شعیب کو اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ میں اہل ایمان تھے ان کو اپنی رحمت سے بچا لیا۔

قدر ہم لوگوں کو سمجھاتے ہو ہماری سمجھ میں ایک نہیں آتا اور تم ہم لوگوں سے بہت کمزور ہو، ہمیں تمہارے بھائی بندوں کا خیال ہے نہیں تو تم کو سنگسار کر دیتے تم ان باتوں سے اب ہم کو اچھے نہیں لگتے"۔ حضرت شعیب علیہ السلام خدا کی محبت میں اتنا روئے تھے کہ ان کی آنکھیں جاتی رہی تھیں۔ پھر شعیب علیہ السلام نے کہا کہ تمہیں میرے بھائی بندوں کا خیال ہے وہ کیا خدا سے بھی زیادہ تمہیں عزیز ہیں۔ ان کی عزت کا خیال کر کے مجھے چھوڑتے ہو اور خدا کو تم نے پس پشت ڈال رکھا۔ جس کی عزت کے سامنے کسی کی بھی عزت نہیں خیر جو کچھ تم کرتے ہو اور جتنے عمل تمہارے ہیں سب کو خدا کا علم گھیرے ہوئے ہے وہ ذرہ ذرہ جانتا ہے تمہیں اس کا بدلہ دے گا"۔

[۱] جب ان لوگوں نے حضرت شعیب علیہ السلام کا کہنا نہ مانا تو آخر درجہ انہوں نے یہ فرمایا کہ "خیر جو تمہارا جی چاہے وہ کرو، اب تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ تمہاری کیا رسوائی ہونے والی ہے" آخر وہی ہوا کہ تھوڑے دنوں میں عذاب آ گیا۔

[۲] شعیب علیہ السلام کی ظالم قوم پر عذاب آنا: جب شعیب علیہ السلام اپنی قوم سے ناامید ہو گئے اور جان لیا کہ اب یہ

وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْۤا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَاۤ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾

اور پکڑ لیا ان لوگوں کو ایک شخص کی آواز نے جنہوں نے ظلم کیا تھا پس صبح اپنے گھروں میں (مردہ ہوکر) اوندھے پڑے رہ گئے ﴿۹۴﴾ گویا کبھی وہاں بسے ہی نہ تھے آگاہ ہو قوم مدین کو رحمت سے دوری ہے جیسا کہ ثمود والے رحمت سے دور ہوئے تھے ﴿۹۵﴾ اور لہ بیشک ہم نے موسیٰ کو اپنی آیتوں اور کھلی دلیل کے ساتھ فرعون اور اس کے سرداروں کے طرف بھیجا ﴿۹۶﴾ تو وہ لوگ (بھی) فرعون کے کہنے پر چلے اور فرعون کا کام ٹھیک نہ تھا ﴿۹۷﴾ وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا، پھر ان کو دوزخ میں لا اتارے گا، وہ بہت ہی بری جگہ ہے (دوزخ) اترنے کی ﴿۹۸﴾

ایمان نہیں لائیں گے تو اس وقت خدا کا عذاب آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول شعیب علیہ السلام کو اور جو ان پر ایمان لائے تھے ان کو اپنی رحمت سے بچالیا اور قوم شعیب علیہ السلام کو جنہوں نے ظلم کیا تھا اور حضرت شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا اور ایمان نہیں لائے۔ یہ سب حضرت جبرئیل علیہ السلام کی ایک سخت چیخ سے اس طرح ہلاک ہوگئے جس طرح قوم ثمود چنگھاڑ سے ہلاک ہوئی اسلئے یہاں ثمود کا نام لیا قوم لوط کا نام نہیں لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فائدے کے لئے پچھلے واقعات کا ذکر

لہ اوپر کے قصوں کے بعد ان آیتوں میں فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو طرح طرح کے معجزے اور نشانیاں دے کر فرعون بادشاہ مصر اور اس کے وزیروں اور سرداروں کے پاس بھیجا۔ کوئی بھی ان میں سے موسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لایا، فرعون ہی کے دین پر قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فرعون کا طریقہ کوئی نیک انجام نہ تھا، بالکل گمراہی کا طریقہ تھا اس لئے جس طرح وہ لوگ دنیا میں فرعون کے تابعدار رہے اسی طرح قیامت کے دن بھی یہ لوگ فرعون کے پیرو رہیں گے۔ اور فرعون کے پیچھے پیچھے دوزخ میں چلے جائیں گے یہ لوگ جس گھاٹ پر جائیں گے وہ بہت ہی برا گھاٹ ہوگا۔ پھر فرمایا کہ ان پر دنیا میں بہت لعنت ملامت ہوئی جس کا مطلب یہ ہے کہ جتنے لوگ ان کے بعد ہوں گے اور ان کا قصہ سنیں گے ان پر لعنت کریں گے اور آخرت میں بھی اہل محشر ان پر لعنت بھیجیں گے۔

وَ اُتْبِعُوْا فِیْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَیْكَ مِنْهَا قَآىٕمٌ وَّ حَصِیْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ فَمَاۤ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِیْ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَ مَا زَادُوْهُمْ غَیْرَ تَتْبِیْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَ كَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَاۤ اَخَذَ الْقُرٰى وَ هِیَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِیْمٌ شَدِیْدٌ ﴿۱۰۲﴾

اوران کے پیچھے اس جہان میں لعنت پڑی اور قیامت کے دن بھی کیا ہی برا انعام ہے جو انہیں دیا گیا ﴿۹۹﴾ یہ ۱؎ چند بستیوں کے حالات ہیں جنہیں ہم تم کو سناتے ہیں ان میں سے کچھ تو بستیاں اب تک باقی ہیں اور کچھ غارت ہوگئیں ہیں ﴿۱۰۰﴾ اور ہم نے تو ان پر کچھ ظلم نہیں کیا تھا بلکہ خود انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا پھر ان کے کچھ کام نہ آئے وہ معبود جنہیں وہ اللہ کو چھوڑ کر پکارا کرتے تھے جبکہ تمہارے پروردگار کا حکم پہنچا اور ان جھوٹے معبودوں سے ان کو کچھ بھی فائدہ نہیں بڑھا سوائے ہلاکت کے ﴿۱۰۱﴾ اور تمہارے ۲؎ پروردگار کی ایسی ہی پکڑ ہے جب وہ بستیوں (والوں) کو پکڑتا ہے اس حالت میں کہ وہ ظلم کرتے ہوں بیشک اس کی پکڑ بڑی درد دینے والی سخت ہے ﴿۱۰۲﴾

۱؎ اوپر چند قصے بیان فرما کر اب نتیجہ کے طور پر فرمایا: "اے رسول اللہ کے (ﷺ)! یہ پہلی امتوں کی خبریں ہیں یعنی ان لوگوں نے اپنے رسولوں کے ساتھ جیسا کیا ویسا پایا۔ یہ گاؤں اور شہر جن پر عذاب آتا گیا بعض تو ایسے ہیں کہ بالکل نیست و نابود نہیں ہوئے ویران کر دیئے گئے، اور بعضوں کا طبقہ ہی الٹ دیا گیا۔ پھر فرمایا کہ ان پر اللہ کا ظلم نہیں تھا آپ ہی ان لوگوں نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ رسولوں کو جھٹلاتے رہے اور نہ راہ حق پر آئے بتوں کی پرستش کرتے رہے، اور جب عذاب آیا تو ان کے وہ جھوٹے معبود کچھ نہ کر سکے۔ آخر کار یہی ہوا کہ ان کی بت پرستی نے ان کو ہلاک ہی کر کے چھوڑا۔

۲؎ اللہ پاک نے اس آیت میں اپنے رسول برحق ﷺ کو یہ خبر دی کہ تمہارے خدا کی پکڑ ایسی ہی ہوتی ہے جب کسی ظالم کو پکڑ لیتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔ جیسے یہ بستی جس میں یہ ظالم بستے تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے کہ آخر برباد ہی کر دیئے گئے۔ اس کی پکڑ بہت دردناک ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ حکم انہیں گاؤں اور بستیوں کے لئے تھا اوروں کے واسطے نہیں ہے بلکہ ہر ایک ظالم کا یہی نتیجہ ہوگا۔

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ؕ ﴿۱۰۴﴾ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿۱۰۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ۙ ﴿۱۰۶﴾

بیشک ۱؎ اس بیان میں اس شخص کے لئے نشانی ہے جو ڈرتا ہے عذاب آخرت سے وہ ایک ایسا دن ہے جس میں سب لوگ جمع کئے جاویں گے اور وہ سب کی حاضری کا دن ہے ۲؎ ﴿۱۰۳﴾ اور ہم اس کو (یعنی روز قیامت کو) پیچھے نہیں ہٹاتے مگر ایک گنی ہوئی مدت کے لئے ﴿۱۰۴﴾ (پھر) جس وقت وہ دن آوے گا تو کوئی بے حکم خدا بات نہ کرے گا، پھر کچھ تو ان میں سے بد بخت (یعنی کافر) ہیں۔ اور کچھ نیک (یعنی مومن) ہیں ﴿۱۰۵﴾ پس ۳؎ جو لوگ کہ بد بخت ہیں تو وہ آگ میں ہوں گے کہ اس میں (گدھے کی طرح سے) چیختے چلاتے رہیں گے ﴿۱۰۶﴾

۱؎ انبیائے سابق اور ان کی امتوں کے ذکر کے دو فائدے تو اوپر مذکور ہو چکے۔ یہ تیسرا فائدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے۔ حاصل اس فائدہ کا یہ ہے کہ کافر اور منافق کے دل تو ایسے سخت ہو گئے ہیں کہ ان کے دل پر کسی نصیحت کا اثر نہیں ہے۔ ہاں جو لوگ اللہ اور رسول اور قیامت کے قائم ہونے پر ایمان لا چکے ہیں ان پچھلے قصوں سے ان کو ایک بڑی عبرت ہونی چاہیے۔ اس واسطے کہ پچھلی امتوں کا دنیا کا عذاب سن کر پورا یقین ہوتا ہے کہ اللہ کے وعدہ کا ظہور جس طرح دنیا میں ہو چکا، اسی طرح آخرت کے عذاب کا اس کا وعدہ سچا ہے اور ضرور ایک مقررہ دن پر اس کا ظہور ہونے والا ہے۔ اس دن کے لئے کچھ نیکی کرنی چاہئے تا کہ اس دن چھٹکارا ہو۔

۲؎ اس آیت میں فرمایا کہ قیامت کے آنے میں دیر اس لئے ہو رہی ہے کہ خدا نے یہ بات اس لئے ٹھہرائی ہے کہ جب تک دنیا کے تمام پیدا ہونے والے لوگ پیدا نہ ہولیں گے اور ان کے پیدا ہونے کے لئے مدت مقرر ہے وہ پوری نہ ہو جائے گی اس دن تک قیامت نہ آئے گی۔ پھر فرمایا کہ جب وہ دن آئے گا تو کسی کی مجال ہے جو بغیر حکم خدا کے ایک بات بھی زبان سے نکال سکے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ قیامت کے دن جتنے لوگ ہوں گے ان میں سے بعض بد بخت ہوں گے جن کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور بعضے نیک بخت ہوں گے جن کے لئے جنت بنائی گئی ہے۔

بد بختوں اور نیک بختوں کا ذکر

۳؎ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں بد بختوں کا حال بیان فرمایا کہ جن لوگوں نے دین کے قبول کرنے سے انکار کیا اور کجروی سے باز

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ ﴿۱۰۷﴾ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَؕ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿۱۰۸﴾ فَلَا تَكُ فِیْ مِرْیَةٍ مِّمَّا یَعْبُدُ هٰۤؤُلَآءِؕ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُؕ

اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ آسمان اور زمین قائم رہیں گے مگر جتنا تمہارا پروردگار چاہے، بیشک تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کرتا ہے ﴿۱۰۷﴾ ۱؎ اور وہ لوگ جو نیک بخت ہیں تو وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ آسمان اور زمین قائم رہیں گے مگر جتنا تمہارا پروردگار چاہے یہ بخشش ہے کبھی ختم نہ ہوگی ﴿۱۰۸﴾ ۲؎ پس (اے مخاطب!) جس چیز کی یہ کافر پوجا کرتے ہیں اس کے بارے میں دھوکے میں نہ پڑ، یہ لوگ بھی اس طرح (خلاف دلیل) پوجتے ہیں جس طرح ان سے پہلے ان کے باپ دادا پوجتے تھے۔

نہیں آئے اور بدبخت کے بدبخت ہی رہے، ان کے واسطے دوزخ میں جگہ ہے۔ وہاں یہ لوگ خوب روئیں گے چیخیں گے چلائیں گے دھاڑیں گے، پھر بھی یہ لوگ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔ مگر خدا جس پر چاہے گا ایک عذاب ہمیشہ نہیں رکھے گا بلکہ اس کو بدل کر دوسرا عذاب بھیج دے گا۔ مثلاً اگر چاہے گا گرم دوزخ میں سے نکال کر ٹھنڈی دوزخ میں ڈال دے گا۔ ہر دوزخ میں طرح طرح کے عذاب ہیں، انہی میں سے آگ کا عذاب بھی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ خدا جو چاہے وہ کرسکتا ہے۔

۱؎ جس طرح وہاں اوپر بدبختوں کا حال بیان کیا یہاں نیک بختوں کا حال بیان فرمایا کہ جو لوگ نیک بخت ہیں۔ رسولوں کی پیروی کی، دین حق کو قبول کیا ان کے واسطے جنت ہے، اور ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ یعنی ان پر ایسی بخشش ہوگی جس کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب کل مخلوقات کا حساب و کتاب ہو جائے گا اور جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں چلے جائیں گے تو موت بلائی جائے گی وہ ایک بھیڑ کی صورت میں آئے گی اس کو ذبح کر کے کہا جائے گا کہ اے جنت والو! اب موت نہیں ہے۔ اب تم ہمیشہ جنت میں رہو اور اے دوزخ والو! اب موت نہیں ہے تم ہمیشہ دوزخ میں رہو۔

کفار کی مذمت

۲؎ اللہ پاک نے حضرت رسول خدا ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ یہ کفار مکہ جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں ان کے مشرک

وَ اِنَّا لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ غَیْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِیْهِ ؕ وَ لَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَ اِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَیُوَفِّیَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا یَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱۲﴾

اور ہم یقیناً (قیامت کو) ان کا حصہ (عذاب کا) ان کو پورا پورا بغیر گھٹائے پہنچائیں گے ﴿۱۰۹﴾ اور بیشک ہم نے موسیٰ کو کتاب (یعنی توریت) دی پھر اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر تمہارے پروردگار کی پہلے سے ایک بات مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو جب بھی ان کا فیصلہ کر دیا جاتا اور بیشک وہ اس کی طرف سے ایسے شک میں (پڑے) ہیں ﴿۱۱۰﴾ جس نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا ہے) اور بیشک ہر ایک کو تمہارا رب ان کے اعمال کا پورا بدلہ دے گا۔ ۱؎ بیشک اس کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں ﴿۱۱۱﴾ پس جس طرح تم کو حکم ہوا ہے (راہ دین پر) قائم رہو اور وہ لوگ بھی جنہوں نے تمہارے ساتھ توبہ کی ہے اور (اے لوگو!) حد سے نہ بڑھو بیشک وہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے ﴿۱۱۲﴾

ہونے میں تم کچھ شک نہ کرو مشرکین مکہ بت پرستی کو ملت ابراہیمی بتلاتے تھے جس سے ناواقف مسلمانوں کو دھوکا ہوتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر ان ناواقف مسلمانوں کو جتلایا کہ بت پرستی کے شرک نہ ہونے کی ان مشرکوں کے پاس کوئی سند نہیں ہے۔ یہ فقط اپنے باپ دادا کی پیروی کرتے ہیں ہم ان کا بدلہ پورا پورا ان کو دیں گے۔ پھر فرمایا کہ اس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر کتاب اتاری تھی۔ لوگوں نے اس میں اختلاف کیا بعضے ایمان لائے اور بعضے ایمان نہیں لائے تم پر بھی جو قرآن اتارا گیا ہے تو بعضے ایمان لے آئے اور بعضے ایمان نہیں لاتے ہیں۔ یہ اختلاف پہلے سے ہوتا آ رہا ہے اس کا کچھ غم نہیں کرنا چاہیے۔ پھر فرمایا کہ اگر ایک خاص مدت تک دنیا کا قائم رکھنا اللہ کو منظور نہ ہوتا اور اللہ کی رحمت اس کے غضب پر غالب نہ ہوتی تو ابھی اس کا فیصلہ ہو جاتا۔ پھر فرمایا جو لوگ خدا کی کتاب کی طرف سے اپنے جی میں شک کرتے ہیں ان کو ان کے اعمال کی جزا سزا اچھی طرح پوری دی جائے گی۔ خدا کو ان کے ہر ایک عمل کی خبر ہے۔

مستعد ہونے کا حکم، ظالموں یا کافروں سے دوستی نہ کرو

۱؎ اگرچہ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مخاطب ٹھہرایا ہے لیکن اس حکم میں آپ کی امت اول سے آخر تک سب شامل

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ ج وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

اور (اے مسلمانو!) ان ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ تم کو (دوزخ کی) آگ چھوئے گی اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی حمایتی نہیں ہے پھر کہیں مدد نہ پاؤ گے ﴿۱۱۳﴾ اور ۱؎ نماز قائم رکھو دن کے دونوں سروں پر (یعنی نماز فجر اور ظہر و عصر) اور کچھ رات کے حصوں میں (یعنی مغرب و عشا) بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں، یہ ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے ﴿۱۱۴﴾ اور ۲؎ صبر کرو بیشک اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا ﴿۱۱۵﴾

ہے۔ حکم یہ ہے کہ جو کچھ اللہ کا حکم ہوا ہے اس پر قائم رہو۔ جب یہ آیت اتری تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ مستعد ہو جاؤ مستعد ہو جاؤ پھر آپ کو کسی نے ہنستے ہوئے نہیں دیکھا۔ یہی وہ آیت ہے جس سے شرع کے کل احکام نکلتے ہیں۔ یہ خطاب مسلمانوں سے ہے، ارشاد ہوتا ہے کہ حد سے نہ گزرو، دیکھو اللہ تمہارے کاموں کو دیکھتا ہے۔ آگے ارشاد ہوتا ہے اے مسلمانو! جو لوگ ظالم ہیں یا کافر ہیں ان کی طرف میلان نہ کرو یعنی ان سے دوستی کا خیال نہ کرو ورنہ دوزخ میں جاؤ گے۔ اللہ کے سوا تمہیں کوئی عذاب دوزخ سے بچانے والا نہیں اگر تم دوزخ میں داخل کئے گئے تو پھر تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔

۱؎ **صغیرہ گناہ نماز سے معاف ہو جاتے ہیں: شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ ابو البشر رضی اللہ تعالیٰ عنہ چھوہارے بیچتے تھے۔ ایک نہایت خوبصورت عورت چھوہارے خریدنے آئی۔ یہ حیلہ کر کے کہ اندر چھوہارے نہایت عمدہ رکھے ہوئے ہیں مکان میں لے گئے اور بوسہ لے لیا۔ وسوسہ شیطانی سے گناہ صغیرہ کر تو بیٹھے لیکن خوف الٰہی طاری ہوا تو فوراً روتے ہوئے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام قصہ عرض کیا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی کہ نماز کو قائم کرو، دن کو بھی پڑھا کرو اور رات کو بھی، دن میں اعلیٰ طرف کی نماز فجر کی نماز ہے، اور اسفل طرف کی نماز ظہر اور عصر کی نماز ہے اور رات کی نماز میں مغرب اور عشاء ہیں۔ پھر فرمایا کہ بیشک پانچوں وقت کی نماز سے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے ظہر کی نماز میرے پیچھے پڑھی۔ کہا: "جی ہاں" آپ نے فرمایا کہ: پس یہ نماز اس صغیرہ گناہ کا کفارہ ہے یہ نصیحت یاد کرنے والوں کے واسطے ہے۔

۲؎ **صبر کا اجر قیامت میں ملے گا:** اس کا مطلب یہ ہے کہ شریعت میں جن باتوں کے بجالانے کا حکم ہے اس حکم کی تعمیل میں کوئی تکلیف آوے تو اس تکلیف پر صبر ضرور ہے، اور اس کا اجر قیامت کے دن بے انتہا ملے گا۔

فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَاۤ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۙ﴿۱۱۸﴾

پس ۱؎ جو امتیں تم سے پہلے ہو گزری ہیں ان میں ایسے سمجھدار لوگ کیوں نہ ہوئے جو کہ (دوسرے لوگوں کو) زمین میں فساد (یعنی کفر و شرک) پھیلانے سے منع کرنے بجز چند آدمیوں کے جن کو ان میں سے ہم نے (عذاب سے) بچالیا تھا اور ظالموں نے اس چیز کی پیروی کی جس میں وہ آسودہ کئے گئے تھے اور وہ گنہگار تھے ﴿۱۱۶﴾ اور تمہارا پروردگار (ایسا) نہیں کہ بستیوں کو ناحق ہلاک کردے اور وہاں کے رہنے والے نیک ہوں ﴿۱۱۷﴾ اور ۲؎ اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو بیشک سب آدمیوں کو ایک ہی امت (پر) کر دیتا (سب ایک ہی راہ چلتے) اور ہمیشہ اختلاف میں رہیں گے ﴿۱۱۸﴾

۱؎ یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ تم سے پہلے جتنی قومیں گزری ہیں ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو سمجھدار تھے اور انہوں نے رسول کی پیروی اختیار کی تھی۔ دنیا میں ظلم و فساد سے الگ الگ رہے تھے اور ہم نے ان لوگوں کو نجات دے دی مگر ایسے لوگ بہت کم تھے اور جو لوگ دنیا کے مال و دولت پر غرور کر کے شرک سے باز نہیں آئے اور انہوں نے دین حق کی پیروی نہیں کی وہی لوگ ہلاک ہوئے۔ پھر فرمایا کہ خدا ناحق کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ یہ لوگ ہر شخص کا خیال رکھتے اور ظلم پر کمر نہ باندھتے شرک نہ کرتے تو کبھی ہلاک نہ ہوتے۔ یہی خود انہی کے ظلم کا نتیجہ تھا۔

دنیا امتحان کے لئے پیدا کی

۲؎ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ میں یہ بھی قدرت ہے کہ سارے جہان کو ایک ہی دین پر رکھتا سب کے سب دین دار رہتے مگر خدا کی مرضی نہ ہوئی۔ کیونکہ دنیا کو اس نے نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کیا ہے زبردستی دین دار بنانے کے لئے نہیں پیدا کیا۔ اس لئے لوگ الگ الگ فرقے فرقے ہو گئے۔ پھر فرمایا یہ لوگ ہمیشہ مختلف رہیں گے کوئی نصاریٰ، کوئی یہود، کوئی مجوس، کوئی مشرک، اسی طرح اپنی اپنی عقل کے موافق الگ الگ مذہب قائم کریں گے مگر اللہ تعالیٰ جس پر رحم فرمائے گا اور راہ راست دکھائے گا وہ ملت حنفیہ یعنی دین اسلام اختیار کریں گے۔

إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ﴿۱۱۹﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَىٰ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُل لِّلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنَّا عَامِلُونَ ﴿۱۲۱﴾ وَانتَظِرُوا إِنَّا مُنتَظِرُونَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۲۳﴾ ع

مگر (ہاں) جن پر تمہارے پروردگار نے رحم کیا اور ؎ اور لوگ اسی اختلاف کے لئے پیدا کئے گئے ہیں اور تمہارے رب کی بات پوری ہوچکی کہ بے شک میں ضرور دوزخ بھروں گا جنات اور انسان کو ملا کر ﴿۱۱۹﴾ اور (اے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہم رسولوں کے احوال سے سب کچھ تم سے بیان کرتے ہیں جس سے تمہارا دل مضبوط کر دیں اور تمہارے پاس اس سورت میں حق آیا ہے اور مسلمانوں کے لئے نصیحت اور یاددہانی (ہے) ﴿۱۲۰﴾ اور کافروں سے فرماؤ کہ تم اپنے طور پر عمل کئے جاؤ ہم بھی (اپنے طور پر) عمل کرتے ہیں ﴿۱۲۱﴾ اور (ان اعمال کے نتیجہ کا) تم انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں ﴿۱۲۲﴾ اور آسمانوں اور زمین کے غیب اللہ ہی جانتا ہے اور اسی کی طرف سارے کام رجوع ہیں پس اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ کرو، اور جو کچھ تم کرتے ہو اس سے تمہارا پروردگار غافل نہیں ہے ﴿۱۲۳﴾

؎ مطلب یہ ہے کہ وہ راہ راست پر اس وجہ سے آویں گے کہ حکم ازلی ان کیلئے ہو چکا ہے اور جو فرشتوں سے فرمایا تھا کہ میں ضرور بضرور جہنم کو جنات اور آدمیوں سے بھردوں گا۔ اور سب کافر جہنم میں جاویں گے اور رسولوں کی خبر ہم تمہارے سامنے بیان کرتے ہیں۔ وہ اسلئے ہے کہ تمہارے دل کو مطمئن اور مضبوط کرنے میں ثابت قدم رہے اور کفار کے ایذا پر صابر۔ یہ سب خبریں صحیح ہیں ان میں کچھ جھوٹ نہیں اور ان میں فقط آپ ہی کیواسطے فائدہ نہیں بلکہ آپکی امت کیلئے بھی نفع ہے۔ پھر فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو لوگ کہ ایمان نہیں لائے ان سے کہہ دو کہ تم بھی جس طرح عمل کرتے ہو کرتے رہو۔ ہم جس طرح عمل کرتے ہیں کرتے رہیں گے، تم بھی انتظار کرو اور ہم بھی منتظر ہیں۔ زمین وآسمان کی چیزوں کا علم اللہ ہی کی ذات کو ہے اور ہر کام اسی کی طرف سے ہے وہ قادر مطلق ہے اسی پر بھروسہ کرو۔ اور عبادت کو توکل پر مقدم کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ توکل کا فائدہ عبادت کرنیوالوں کو پہنچتا ہے اور اللہ تعالیٰ کسی کے اعمال سے غافل نہیں ہے۔

ایاتھا ۱۱۱ ۱۲ سورۃ یوسف مکیۃ ۵۳ رکوعاتھا ۱۲

سورۂ یوسف مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

الٓرٰ قف تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۱﴾ قف اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۳﴾

الٓرٰ یہ آیتیں ۱؎ روشن کتاب (یعنی قرآن) کی ہیں ﴿۱﴾ بیشک ہم نے اس قرآن کو عربی زبان میں اتارا ہے تاکہ تم سمجھو ﴿۲﴾ (اے محبوب کریم! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم تمہیں سب سے اچھا بیان سناتے ہیں اس لئے کہ ہم نے تمہاری طرف اس قرآن کی وحی بھیجی اور بیشک تم اس سے پہلے بے خبروں میں سے تھے ﴿۳﴾

خواص سورۂ یوسف: اگر کوئی شخص اپنی ملازمت سے علیحدہ ہوجائے تو اس سورۃ کو پڑھا کرے جس کی برکت سے بحال ہوجائے گا۔ نیز اس سورت کو تیرہ مرتبہ پڑھ کر حاکم کے سامنے پیش ہوگا تو مراد کو پہنچے گا۔

قصہ حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے خواب کا ذکر

۱؎ سورۂ یوسف مکی ہے الر حروف مقطعات میں سے ہیں۔ جن کا ذکر اول سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کی تعریف بیان فرمائی کہ یہ روشن کتاب کی آیتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے زبان عربی میں نازل فرمایا ہے۔ تاکہ تم لوگ عرب کے باشندے اس کو اچھی طرح سمجھو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس قصہ یوسف علیہ السلام کو احسن القصص فرمایا کیونکہ اس قصہ میں عبرت اور حکمت اور عجیب وغریب فائدے ہیں، جو دین و دنیا میں انسان کے کارآمد ہیں مثلاً عورتوں کا مکرو فریب اور دشمن کی ایذارسانی پر صبر اور خوش اسلوبی سے درگزر کرنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرکے فرمایا کہ ہم نے بذریعہ وحی اس قصہ کو تم پر نازل کیا ہے۔ اگرچہ تم پہلے اس قصہ سے بالکل ناواقف تھے۔

شان نزول: یہود نے مشرکین مکہ کی معرفت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات کی خواہش ظاہر کی تھی کہ آپ یعقوب علیہ السلام اور ان کی اولاد اور حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ قصہ بیان کریں کہ یعقوب علیہ السلام تو ملک شام میں رہتے تھے، پھر ان کی اولاد مصر میں کیونکر آ گئی۔ اس خواہش سے یہود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کو آزمانا منظور تھا، یہود کی اس آزمائش پر بطور معجزہ کے یہ سورۃ نازل فرمائی۔

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ﴿۴﴾ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰۤى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۵﴾ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ

(وہ وقت یاد کرو) ۱؎ جب کہ یوسف (علیہ السلام) نے (یہ) کہا اپنے باپ (یعقوب علیہ السلام) سے کہ اے میرے باپ! میں نے خواب میں گیارہ ستارے اور سورج اور چاند دیکھے، انہیں اپنے لئے سجدہ کرتے دیکھا۔ ۲؎ ﴿۴﴾ باپ نے کہا: ''اے میرے بیٹے! خواب اپنے بھائیوں سے نہ بیان کرنا ورنہ وہ تیرے خلاف کوئی نہ کوئی حیلہ سوچیں گے، بیشک شیطان تو انسان کا دشمن ہے ﴿۵﴾ اور ۳؎ اسی طرح (یعنی خواب کے موافق) تیرا خدا تجھ کو چن لے گا اور تجھ کو خواب کی تعبیر دینی سکھادے گا

۱؎ اللہ پاک نے سورۂ یوسف کو احسن القصص فرما کر حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا شروع کیا۔ کہ یوسف علیہ السلام بارہ برس کی عمر میں جمعہ کی شب اور یہ رات شب قدر بھی اپنے باپ کی گود میں سوئے تھے کہ دفعتہً گھبرائے ہوئے نیند سے چونکے۔ یعقوب علیہ السلام نے پوچھا کہ بیٹا تجھے کیا ہوا یوسف علیہ السلام نے کہا: ''اے ابا! میں نے خواب دیکھا ہے کہ آسمان سے گیارہ ستارے اترے اور ان کے ساتھ سورج اور چاند بھی ہیں۔ ان سب نے مجھ کو سجدہ کیا''۔ اس خواب میں گیارہ ستارے حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی تھے اور چاند و سورج یوسف علیہ السلام کی ماں یعنی خالہ اور باپ تھے۔

۲؎ حضرت یعقوب علیہ السلام اس خواب کی تعبیر کو سمجھ گئے کہ یوسف علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ ایسا مرتبہ عطا فرماوے گا کہ ان کے بھائی ان کے آگے سجدے میں گر جانے پر مجبور ہوں گے اس لئے حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو منع فرمایا کہ بیٹا اس خواب کا اپنے بھائیوں سے ہرگز ہرگز ذکر نہ کرنا۔ کیونکہ شیطان انسان کا دشمن ہے اور اس میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ اندیشہ کیا کہ ایسا نہ ہو کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی اس خواب کی تعبیر سمجھ لیں اور یوسف علیہ السلام کے جاہ و مرتبہ پر حسد کرنے لگیں اور کسی مکر و فریب سے یوسف علیہ السلام کی ہلاکت کی تدبیر سوچیں

۳؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم کو تمہارے پروردگار نے خواب دکھا کر برگزیدہ کیا جس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ تمہارا مرتبہ تمہارے بھائیوں سے بلند ہے اور یہ خواب تمہاری بزرگی کی دلیل ہے۔ اسی طرح تمہارا پروردگار تم کو حکومت اور سلطنت کے ساتھ برگزیدہ کرے گا اور تم کو خواب کی تعبیریں اور کتب منزلہ کے مشکل مقامات تعلیم فرمائے گا اور اپنی نعمت کو تم پر

وَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَ عَلٰۤى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَاۤ اَتَمَّهَا عَلٰۤى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۶ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝۷ اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِۚ ۝۸

اور تجھ پر اپنی نعمتیں پوری کردے گا اور یعقوب کے گھر والوں پر جس طرح پہلے تیرے دونوں باپوں دادا ابراہیم اور اسحٰق (علیہم السلام) پر پوری کر چکا ہے، بیشک تیرا پروردگار جاننے والا درست تدبیر والا ہے'' ۝۶ البتہ ۱ یوسف اور اس کے بھائیوں (کے قصے) میں پوچھنے والوں کے لئے (اے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہاری یہ نبوت کی) نشانیاں ہیں ۝۷ جب (یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے بطور مشورے کے) کہا کہ (یہ کیا بات ہے کہ یوسف اور اس کا (حقیقی) بھائی (بنیامین) ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اور ہم ایک جماعت (کی جماعت) ہیں، بیشک ہمارا باپ صراحۃً ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں ۝۸

پورا کرے گا۔ یعنی نبوت عطا کرے گا اور یعقوب علیہ السلام کی نسل میں بھی نبوت کو قائم کرے گا۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تمہارے دادا اور پردادا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام کو برگزیدہ کیا اور اپنی نعمت کاملہ ان کو مرحمت فرمائی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے یوسف علیہ السلام کو خواب کی تعبیر دے کر فرمایا کہ تیرا رب اس بات سے خوب واقف ہے اور صاحب حکمت ہے جو مناسب سمجھتا ہے وہ کرتا ہے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کی بارہ اولاد کا ذکر

۱ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے پہلی بی بی لیا بنت لیان آپ کے ماموں کی بیٹی ہیں، ان سے چھ فرزند ہوئے: ۱ روبیل۔ ۲ شمعون۔ ۳ لاوی۔ ۴ یہودا۔ ۵ زبولون۔ ۶ یشجر اور چار بیٹے حرم سے ہوئے: ۱ ردان۔ ۲ نفتالی۔ ۳ جاوا۔ ۴ آستر ان کی مائیں زلفہ اور بلہہ ہیں کے انتقال کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کی بہن یعنی سالی راحیل سے نکاح فرمایا۔ ان سے دو فرزند ہوئے: ۱ یوسف علیہ السلام۔ ۲ بنیامین، یہ بارہ فرزند ہوئے ان کو اسباط کہتے ہیں۔ جب یوسف علیہ السلام کو خواب کے چھپانے کی تاکید کی اس وقت اتفاق سے یوسف علیہ السلام کی بھاوجوں نے یہ سن لیا اور مغرب کے وقت جب ان کے شوہر گھر آئے تو ان کی جوروؤں نے یہ حال ان سے بیان کیا تو ان کو حسد پیدا ہوا اور حضرت یوسف علیہ السلام کا کام تمام کرنے کی تدبیر میں مشغول ہوئے۔ آپس میں کہا کہ البتہ یوسف علیہ السلام اور اس کا بھائی بنیامین

اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِنْ بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ﴿٩﴾ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَأَلْقُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ إِن كُنتُمْ فَاعِلِينَ ﴿١٠﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَىٰ يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَاصِحُونَ ﴿١١﴾ أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿١٢﴾

یوسف [۱] کو قتل کر ڈالو یا اسے کہیں زمین میں ڈال دو تا کہ تمہارے باپ کی توجہ خالی تمہاری طرف ہی ہو جائے اور اس (گناہ) کے بعد توبہ کر کے نیک لوگ ہو جانا" ﴿۹﴾ ان میں سے ایک کہنے والے نے یہ کہا: "یوسف کو قتل مت کرو اور اس کو گمنام کنوئیں میں ڈال دو تا کہ اس کو کوئی مسافر نکال لے جائے، اگر تم کو (یہ کام) کرنا ہے" ﴿۱۰﴾ (یہ مشورہ کر کے اپنے باپ کے پاس گئے) بولے: "اے ہمارے باپ! آپ کو کیا ہوا کہ یوسف کے بارے میں ہمارا اعتبار نہیں کرتے اور ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں ﴿۱۱﴾ کل اس کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے تا کہ (وہاں) میوے کھائے اور کھیلے اور ہم تو اس کی نگہبانی کریں گے" ﴿۱۲﴾

ابا کو ہم سے زیادہ محبوب ہیں، حالانکہ ہم سب طاقتور اور کارگزار ہیں اور یہ دونوں کم سن اور بیکار ہیں۔ چاہیے تھا کہ ہم کو زیادہ چاہتے۔ پس ہم جانتے ہیں کہ وہ راہ صواب سے بہت دور ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالنے کا ذکر

[۱] شیطان نے جو بوڑھے آدمی کی شکل میں آیا تھا ان کو بہکایا کہ یوسف علیہ السلام تو تمہیں غلام بنانا چاہتا ہے۔ اس کی تدبیر یہ ہے کہ اس کو مار ڈالو یا کسی دور جگہ چھوڑ آؤ، پھر تم ہی تم نظر آؤ گے ان میں سے جس کا نام یہودا تھا، کہا کہ یوسف علیہ السلام کو قتل تو نہ کرو کیونکہ بے گناہ کا قتل کرنا گناہ عظیم ہے۔ ہاں اس کو کسی گہرے کنوئیں میں ڈال دو، کوئی راہ چلتا اسے اٹھا لے جاوے گا تمہارا مقصد اس تدبیر سے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ بات سب کی سمجھ میں آ گئی سب مل کر باپ کے پاس آئے اور کہا کہ یوسف کو تفریح کے لئے ہمارے ساتھ بھیج دیں تو کچھ مضائقہ کی بات نہیں ہے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس بات کو منظور نہیں کیا کہ اس کی جدائی مجھ کو گوارا نہیں ہے۔ پھر یوسف علیہ السلام کو بہکا کر اپنے ساتھ باپ کی خدمت میں لائے اور اجازت چاہی تو یعقوب علیہ السلام بہت متفکر ہوئے۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ ہماری طرف سے بدگمان کیوں ہیں، ہم اس کے خیر خواہ ہیں

قَالَ اِنِّیْ لَیَحْزُنُنِیْۤ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَ اَخَافُ اَنْ یَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَ اَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا لَىٕنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّاۤ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَ اَجْمَعُوْۤا اَنْ یَّجْعَلُوْهُ فِیْ غَیٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَ هُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵﴾

(یعقوب نے) کہا: ''۱ بیشک مجھ کو یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ اس کو تم لے جاؤ اور میں خوف کرتا ہوں کہ اسے بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے غافل رہو'' ﴿۱۳﴾ وہ بولے: ''اگر اس کو بھیڑیا کھا جائے اور ہم ایک جماعت (کی جماعت موجود) ہیں جب تو ہم گئے گزرے ہوئے'' ﴿۱۴﴾ پھر جبکہ اس کو ۲ لے گئے اور سب نے اتفاق کر لیا کہ اس کو گمنام کنوئیں میں ڈال دیں اور ہم نے یوسف کی طرف وحی بھیجی کہ تو ضرور ان کو (ایک روز) اس بدسلوکی سے آگاہ کرے گا (ایسے وقت) کہ وہ (تم کو) پہچانیں گے بھی نہیں، (غرض یوسف کو کنوئیں میں ڈال دیا) ﴿۱۵﴾

آپ کچھ اندیشہ نہ کریں یہ وہاں جا کر سیر کرے گا۔ آپ خاطر جمع رکھیں ہم اس کے نگہبان ہیں۔ یہ لوگ بکریاں چرانے جنگل میں جایا کرتے تھے۔

۱ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یہ بھی جواب دیا کہ اگر تم اس کو اپنے ساتھ لے جاؤ گے تو میرا جی گھبرائے گا اور واپسی تک مجھے کس طرح چین آئے گا اور مجھے یہ بھی اندیشہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں بھیڑیا کھا جاوے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ تم سیر تماشے میں مشغول ہو۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے جواب دیا کہ اگر اسے بھیڑیا کھا لے تو بڑے ہی تعجب کی بات ہے ہم قوی اور زبردست ہیں۔

۲ اس آیت میں اللہ پاک نے اس بات کی خبر دی کہ آخر کار یوسف علیہ السلام کے دسوں سوتیلے بھائی ضد کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کو باپ کے پاس سے لے کر چلے، اور جب کچھ دور پہنچ گئے تو اپنی عداوت ان پر ظاہر کرنے لگے اور طرح طرح کی تکلیف اور ایذا یوسف علیہ السلام کو پہنچانے لگے۔ جب ایک بھائی ان کو مارتا تھا تو یہ دوسرے بھائی سے فریاد کرتے تھے وہ بھی مارنے لگتا تھا۔ یہودا سے نہ رہا گیا اس نے کہا کہ کیا تم نے عہد نہیں کیا ہے کہ اسکے قتل کا ہم قصد نہ کریں گے اس کو کنوئیں میں ڈالیں گے۔ آخر کار سب کا اتفاق ہوا اور کنوئیں کے پاس پہنچ کر یوسف علیہ السلام کا کرتہ ان لوگوں نے اتار لیا اور مشکیں باندھیں۔ یوسف علیہ السلام نے نہایت عاجزی سے کہا کہ میرے ہاتھ پاؤں کھول دو اور میرا کرتہ بھی دیدو تا کہ میرا ستر تو ڈھکا رہے۔ مگر انہوں نے ایک نہیں سنی اور ان کو کنوئیں میں لٹکا ہی دیا۔ جب آدھی دور تک کنوئیں میں پہنچے تو رسی کاٹ

وَ جَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿١٦﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَ تَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَ مَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَ لَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿١٧﴾ وَ جَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ بِدَمٍ كَذِبٍ ؕ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَ اللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿١٨﴾

(غرض یوسف کو کنوئیں میں ڈال دیا) ؎ اور رات ہوئے اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے آئے ﴿١٦﴾ بولے: ''اے ہمارے باپ! ہم تو دوڑ کر ایک دوسرے سے آگے نکلنے میں مصروف ہوئے اور یوسف کو اپنے اسباب کے پاس چھوڑ گئے تھے تو اس کو بھیڑیا کھا گیا اور تم ہماری بات کا یقین کرنے والے نہیں ہو اور اگرچہ ہم سچے ہوں'' ﴿١٧﴾ اور یوسف کے کرتہ پر جھوٹا خون (لگا کر) لے آئے (اور کہا): ''یہ یوسف کا خون ہے'' یعقوب نے کہا: ''(اسے بھیڑیئے نے نہیں کھایا) بلکہ تمہارے دلوں نے تمہارے لئے ایک بات بنائی ہے پس مجھے صبر کرنا بہتر ہے اور اللہ ہی سے مدد چاہتا ہوں اس بات پر جو تم بیان کرتے ہو'' ﴿١٨﴾

دی اور کہا کہ اسی شمس و قمر اور ستاروں کو پکارو جنہیں خواب میں دیکھا تھا وہی تمہیں اس آفت سے بچائیں گے۔ یوسف علیہ السلام جب کنوئیں میں گرے تو بالکل تہہ میں نہیں پہنچے کہ کنوئیں کے بیچ میں ایک پتھر تھا اس پر کھڑے ہو گئے۔ اللہ پاک نے ان کی تسکین کے لئے ایک فرشتہ بھیج دیا۔ اس فرشتے نے وہ جنتی کرتہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں گرتے وقت مرحمت ہوا تھا اور یعقوب علیہ السلام نے یہ اپنے دادا کا کرتہ چلتے وقت یوسف علیہ السلام کے گلے میں تعویذ بنا کر ڈال دیا تھا۔ یوسف علیہ السلام کو پہنا دیا اور اللہ کا پیغام پہنچایا کہ تنگ دل نہ ہو ایک دن ایسا آئے گا کہ تم ان کو ان کی بدسلوکی سے متنبہ کرو گے اور تم ایسے بلند مرتبہ پر پہنچے ہوئے ہو گے کہ وہ تم کو پہچانیں گے بھی نہیں۔

؎ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اس بات کی خبر دی کہ یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈال کر رات کے وقت باپ کے پاس روتے ہوئے آئے تاکہ اندھیرے میں ہماری صورتوں سے جھوٹ نہ ظاہر ہو اور کہا کہ ہم تو تیر اندازی اور دوا دوش میں رہے اور یوسف علیہ السلام کو اپنے سامان کے پاس بٹھا دیا تھا ہمارا دور ہونا تھا کہ بھیڑیا آ کر یوسف علیہ السلام کو کھا گیا۔ اس کے بعد وہ کرتہ جو یوسف علیہ السلام کا لے لیا تھا اس کو بکری ذبح کر کے اس کے خون میں رنگ کر لائے تھے وہ پیش

وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ؕ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۢ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ﴿۲۰﴾ ع

اور (جس کنوئیں میں یوسف تھے وہاں) ایک [1] قافلہ آیا تو انہوں نے (پانی لانے والا) اپنا آدمی بھیجا تو اس نے اپنا ڈول ڈالا وہ آدمی کہنے لگا: "آہا! کیسی خوشی کی بات ہے کہ یہ ایک لڑکا (نکل آیا) ہے" اور اسے ایک مال (تجارت) قرار دے کر چھپا لیا اور اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں ﴿۱۹﴾ اور یوسف کے بھائیوں (کو خبر ہوگئی تو انہوں) نے یوسف کو بہت ہی کم قیمت گنتی کے چند درہم میں بیچ ڈالا اور انہیں یوسف سے کچھ رغبت نہ تھی ﴿۲۰﴾

کیا۔ تاکہ باپ کو ہماری بات کا یقین کامل ہو جائے، مگر اتنا نہ سمجھے کہ باپ ہمارے خدا کے رسول ہیں معمولی آدمی نہیں۔ بہر حال باپ نے کرتہ دیکھتے ہی معلوم کر لیا کہ بیٹوں کا فریب ہے، حسد کے مارے یوسف علیہ السلام کو مجھ سے علیحدہ کیا۔ اس لئے فرمایا کہ یہ سب محض جھوٹ ہے، تمہارے دل نے یہ افترا پردازی کی ہے اب سوائے صبر کے اور کرنا کیا ہے اور یہی مناسب ہے کہ کوئی شکوہ و شکایت نہ ہو اور اس مصیبت پر خدا ہی سے مدد طلب کی جائے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو غیبی مدد، کنوئیں سے نجات کا ملنا اور ان کے فروخت کرنے کا ذکر

[1] حضرت یوسف علیہ السلام تین روز کنوئیں میں رہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں اس لئے نجات عطا فرمائی کہ ایک قافلہ جو مدین سے مصر کی طرف جا رہا تھا وہ راستہ بھٹک کر اس جنگل میں جہاں یوسف علیہ السلام کنوئیں میں تھے آ پڑا اور اس کنوئیں کے قریب ڈیرہ خیمہ نصب کیا۔ ایک شخص جس کا نام مالک تھا پانی بھرنے کنویں پر گیا اور ڈول ڈالا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے ڈول پکڑ لیا اور اس میں لٹک گئے۔ مالک نے ڈول کھینچا آپ باہر تشریف لائے۔ اس نے آپ کا حسن عالم افروز دیکھا تو نہایت خوشی میں آکر اپنے ساتھیوں سے یہ حال کہا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی جو اس جنگل میں اپنی بکریاں چراتے تھے، وہ دیکھ بھال رکھتے تھے۔ آج جو انہوں نے یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں نہ دیکھا تو انہیں تلاش ہوئی اور قافلے میں پہنچے۔ وہاں انہوں نے مالک بن ذعر کے پاس حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو وہ اس سے کہنے لگے کہ یہ غلام ہے، ہمارے پاس سے بھاگ آیا ہے کسی کام کا نہیں ہے۔ نافرمان ہے اگر خرید و تو ہم اسے سستا بیچ دیں گے۔ پھر اسے کہیں اتنی دور لے جانا کہ اس کی خبر بھی ہمارے سننے میں نہ آئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام ان کے خوف سے خاموش رہے، اور آپ نے کچھ نہ فرمایا۔ اور بیس کھوٹے درہم میں فروخت کر دیا۔

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖۤ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ وَ كَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِیُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ ٘ وَ لِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ؕ وَ اللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰۤى اَمْرِهٖ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَ لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗۤ اٰتَیْنٰهُ حُكْمًا وَّ عِلْمًا ؕ وَ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۲۲﴾

(اور[1] وہ قافلہ یوسف کو مصر لے گیا اور وہاں جا کر انہیں بیچا) اور مصر (والوں میں) کے جس نے اسے مول لیا اس نے اپنی بیوی سے کہا: ''اس کو عزت سے رکھنا شاید یہ ہم کو نفع دے یا ہم اس کو اپنا بیٹا بنالیں'' اور اس طرح (رفتہ رفتہ) ہم نے یوسف کو زمین (مصر) میں جماؤ دیا اور تا کہ ہم اس کو خوابوں کی تعبیر سکھائیں اور اللہ اپنے کام پر غالب ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۲۱﴾ اور جب یوسف اپنی (جوانی کی) قوت کو پہنچا تو ہم نے اسے حکم اور علم عنایت کیا اور نیکی کرنے والوں کو ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں ﴿۲۲﴾

[1] پھر مالک بن ذعر اور اس کے ساتھی یوسف علیہ السلام کو مصر میں لائے اور عزیز مصر کے ہاتھ فروخت کیا۔ عزیز مصر لقب تھا وہاں کے وزیر کا جس کے ہاتھ میں سلطنت کے کل امور ملکی اور مالی اور فوج کے اختیارات تھے۔ مصر کے بادشاہ کا نام ولید ریان یا (ریان بن ولید) تھا اور عزیز مصر کا نام قطفیر تھا۔ عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کے ہم وزن سونا اور چاندی اور مشک اور ریشمی کپڑے دے کر یوسف علیہ السلام کو خرید کیا تھا۔ جس کا وزن چار سو رطل تھا یعنی چار من آٹھ سیر چھ ماشہ ہوتا ہے۔ عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کو گھر میں لا کر اپنی بیوی کے سپرد کیا جس کا مشہور نام زلیخا تھا، کہا کہ دیکھو اس لڑکے کو نہایت آرام و راحت سے رکھو، اس سے بہت فائدہ ہوگا ہم ان کو بیٹا بنائیں گے۔ کیونکہ عزیز مصر لا ولد تھا اس لئے بیٹا بنانا ظاہر کیا اور اللہ تعالیٰ نے تمام زمین مصر پر بعد میں پورا پورا اختیار ان کو دے دیا اور خواب کی تعبیر کا علم مرحمت کر دیا۔ پھر فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ چاہا تھا کہ یوسف علیہ السلام اعلیٰ مرتبہ اور بلند درجے کو نہ پہنچے مگر اللہ تعالیٰ اپنے ارادہ پر غالب ہے جو وہ کرنا چاہتا ہے اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کی عمر اٹھارہ اور بیس کے درمیان تھی۔

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَ قَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۚ قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ ۖ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَن رَّأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ ۚ كَذَٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ ۚ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ﴿٢٤﴾

اور ۱ جس عورت کے گھر میں یوسف تھا (یعنی عزیز کی بیوی زلیخا) وہ ان کو لبھانے لگی تا کہ وہ اپنے نفس کی حفاظت چھوڑ دے، اس نے سب دروازے بند کر دیئے اور بولی: ''آگے آؤ'' یوسف نے کہا: ''اللہ کی پناہ (دوسرے) وہ عزیز (یعنی تیرا شوہر) میرا مالک ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا ہے بیشک ظالم لوگ نجات نہیں پاتے'' ۲۳ اور بیشک عورت ۲ نے یوسف کی طرف ارادہ کیا اور یوسف بھی عورت کی طرف کا ارادہ کرتا اگر اپنے پروردگار کی دلیل نہ دیکھ لیتا، یونہی ہم نے کیا تا کہ برائی اور بے حیائی کی باتیں اس سے دور رکھیں۔ بیشک وہ ہمارے خالص بندوں میں سے ہے ۲۴

زلیخا کے ساتوں دروازے بند کرنے، اور فریب کرنے، زنا کرنے پر مجبور کرنا

۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عزیز مصر کی بیوی زلیخا کے حال سے خبر دی۔ کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن اور جمال پر فریفتہ ہوگئی۔ اس کا جی چاہا کہ یوسف علیہ السلام سے ناجائز کام کرے اور ہم صحبت ہونا چاہا۔ اپنے مکان کے ساتوں دروازے بند کر دیئے، اس پر بھی یوسف علیہ السلام نے توجہ نہیں کی تو خود اپنی زبان سے اپنے مطلب کا اظہار کیا اور اپنے پاس بلایا۔ اس کی اس بات پر بہت پریشان ہوئے اور کہا کہ میں اپنے محسن مربی کی امانت میں خیانت کیونکر کروں۔ یہ بات ظلم صریح ہے۔

۲ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب زلیخا آپ کے درپے ہوئی تو حضرت یوسف علیہ السلام بھاگے اور زلیخا ان کے پیچھے انہیں پکڑنے بھاگی۔ حضرت یوسف علیہ السلام جس جس دروازے پر پہنچتے جاتے تھے اس کا قفل کھل کر گرتا جاتا تھا۔ آخر کار زلیخا حضرت یوسف علیہ السلام تک پہنچی اس نے آپ کا کرتہ پیچھے سے پکڑ کر آپ کو کھینچا کہ آپ نکلنے نہ پائیں۔ مگر آپ غالب آئے۔ یوسف علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے بندوں میں سے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی قدرت کی نشانی دکھا کر اس برائی اور بے حیائی کے کام سے روک دیا۔ برائی سے مقصود عزیز مصر کی خیانت ہے اور بے حیائی سے مقصود بدکاری ہے۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوٓءًا إِلَّآ أَنْ يُّسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِينَ ﴿۲۶﴾

اور (یوسف ۱؎ وہاں سے بھاگے اور عورت پکڑنے کو بھاگی غرضیکہ) دونوں دروازہ کی طرف دوڑے اور اس عورت نے یوسف کا کرتہ پیچھے سے پھاڑ ڈالا اور ان دونوں کو (اتفاقاً) اس عورت کا شوہر دروازے کے پاس (کھڑا ہوا) ملا، عورت (نے فوراً بات بنائی اور) کہنے لگی: ''جو شخص تیری بی بی کے ساتھ بری بات کا ارادہ کرے اس کی سزا سوائے اس کے اور کیا ہے کہ وہ قید کر دیا جائے یا اس کو سخت سزا دی جائے'' ﴿۲۵﴾ یوسف نے کہا: ''اس نے مجھ کو لبھایا کہ میں اپنے نفس کی حفاظت نہ کروں'' اور ۲؎ عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ اگر یوسف کا کرتہ آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے ﴿۲۶﴾

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھاگنے اور کرتہ کا دامن پھٹنے وغیرہ کا ذکر

۱؎ مطلب یہ ہے کہ جس وقت کرتہ پکڑ کر آپ کو کھینچا تو ان کا کرتہ اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ یوسف علیہ السلام کو اس کی پروا تو تھی نہیں کہ میرا کپڑا پھٹے گا وہ تو یہ چاہ رہے تھے کہ کسی طرح اس عورت سے رہائی ہو۔ پیچھے کا دامن جو زلیخا کے ہاتھ میں آ گیا گردن کے پاس سے بالکل نیچے تک کا حصہ تھا۔ تو اتنے میں اس کا شوہر بھی وہاں پہنچ گیا اس نے بہت ہی جلد ایک فریب بنا لیا اور شوہر سے کہنے لگی کہ ایسے آدمی کی یہی سزا ہے جو تیری بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اس کو قید میں رکھنا چاہیے۔ چونکہ یوسف علیہ السلام پر زلیخا دل و جان سے عاشق ہو گئی تھی اس لئے سزا بھی تجویز کی تو ایسی جس میں ان کو زیادہ تکلیف نہ ہو۔ اتنا کہہ کر اس کو اندیشہ ہوا کہ کہیں میرا شوہر طیش میں آ کر حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کے درپے نہ ہو جائے۔ اس لئے اس نے یہ کہا کہ اس کو کوڑے لگائے جائیں۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ زلیخا الٹا آپ پر الزام لگاتی ہے اور آپ کے لئے قید و سزا کی صورت پیدا کرتی ہے تو آپ نے اپنی برات کا اظہار اور حقیقت حال کا بیان ضروری سمجھا اور کہا کہ میرا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔ اس نے خود خواہش ظاہر کی اور اس بات کی طالب ہوئی اور میرے بھاگنے پر یہ بھی میرے پیچھے لگی ہوئی چلی آئی۔ میرا کرتہ اس کے ہاتھ میں آ گیا اس نے پھاڑ لیا۔ عزیز نے کہا: ''یہ بات کس طرح باور کی جائے''۔

۲؎ دودھ پیتے بچے کی گواہی: حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ گھر میں زلیخا کے ماموں کا لڑکا چار مہینے کا بچہ ہے اس

وَ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَ هُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَ اسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۚۖ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِئِيْنَ ﴿۲۹﴾ؒ وَ قَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾

اور اگر اس کا (یعنی یوسف کا) کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو یہ عورت جھوٹی ہے اور وہ سچ بولنے والوں میں سے ہے ﴿۲۷﴾ پھر ؎١ جب اس کے شوہر نے اس کا کرتہ پیچھے سے چرا دیکھا تو کہا "بیشک یہ تم عورتوں کا مکر ہے بیشک تم عورتوں کا مکر بڑا ہے" ﴿۲۸﴾ (اس کے شوہر نے کہا): "اے یوسف! تم اس بات سے درگزر کرو اور (اپنی عورت سے کہا کہ) اے عورت تو اپنے گناہ کی معافی مانگ بیشک تو خطاواروں میں سے ہے" ﴿۲۹﴾ اور ؎٢ شہر میں کچھ عورتوں نے چرچا کیا کہ عزیز کی عورت اپنے غلام (نوجوان) کا دل لبھاتی ہے (تاکہ غافل کر لے اس کو اس کے نفس کی حفاظت سے) بیشک اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی، بیشک ہم اس کو صریح خود رفتہ دیکھتے ہیں ﴿۳۰﴾

سے دریافت کرنا چاہیے۔ عزیز نے کہا کہ چار ماہ کا بچہ کیا جانے اور کیسے بولے گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو گویائی دینے اور اس سے میری بے گناہی کی شہادت ادا کرا دینے پر قادر ہے۔ عزیز نے اس بچہ سے دریافت کیا قدرت الٰہی سے اس نے کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام بھاگتے تھے اور زلیخا پیچھے سے پکڑتی تھی اس لئے کرتا پیچھے سے پھٹا اور جان لیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام سچے ہیں۔

؎١ جب یوسف علیہ السلام کے سچے ہونے پر گواہی گزری اور دیکھنے پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ یوسف علیہ السلام کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا ہے تو عزیز مصر کو یقین ہو گیا کہ یوسف علیہ السلام کا اس میں کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ سارا فریب اسی عورت کا ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ عورتیں اس باب میں نہایت مکار ہوتی ہیں۔ پھر عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کو مخاطب ٹھہرا کر کہا کہ تم ان باتوں سے درگزر کرو اور اس قصہ کا چرچا نہ کرو۔ اور زلیخا سے کہا کہ خطا تیری ہے تو توبہ اور استغفار کر۔

؎٢ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس بات کی خبر دی کہ باوجود اس کے کہ عزیز مصر نے کوشش کی کہ یوسف و زلیخا کا قصہ شہر میں مشہور نہ ہو مگر بحکم قضا و قدر تمام گھروں میں اس کا چرچا ہونے لگا۔ اور ہر رئیس و امیر کی عورتیں آپس میں اس بات کا چرچا

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾

پھر[۱] جب عزیز کی بیوی (زلیخا) نے ان کا چرچا سنا تو ان عورتوں کو بلوا بھیجا اور ان کے واسطے مسندیں تیار کیں اور (پھل تراشنے کیلئے) ہر ایک کو ان میں سے ایک ایک چھری دے دی اور بولی: ''اے یوسف! تو ان عورتوں کے سامنے آجا'' پھر جب کہ عورتوں نے اسے دیکھا تو بڑا حسین پایا (اور ایسی بیخود ہوئیں کہ) انہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور کہنے لگیں: ''حاشاء اللہ! یہ تو آدمی نہیں ہے ہو نہ ہو یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے'' ﴿۳۱﴾

کرنے لگیں کہ عزیز مصر کی عورت زلیخا ایک جوان پر دل و جان سے فریفتہ ہے اور وہ جوان وہی ہے جس کو اس کے شوہر نے خرید کیا ہے۔ اس کی محبت میں دیوانی ہوگئی ہے۔ غلام کی محبت زلیخا کے تمام رگ و ریشوں میں سرایت کر گئی ہے۔ اسے اچھا برا کچھ نہیں سوجھتا وہ بالکل بہک گئی ہے۔

عورتوں کا مکر حضرت یوسف علیہ السلام کا عورتوں کی مجلس میں مدعو ہونا اور ان کے حسن و جمال کو دیکھ کر عورتوں کا بدحواسی سے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالنا

[۱] مصر کے امیر امراء کی جن عورتوں نے زلیخا کو حضرت یوسف علیہ السلام کے عشق اور محبت کا طعنہ دیا تھا اس طعنہ کو اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں طعنہ نہیں فرمایا مکر فرمایا ہے۔ کیونکہ ان عورتوں کے طعنے میں یہ مکر تھا کہ وہ عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کا شہرہ سن کر حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت کو دیکھنا چاہتی تھیں۔ اس غرض سے انہوں نے یہ حیلہ نکالا کہ زلیخا پر طعن و تشنیع شروع کی تاکہ زلیخا اس طعن و تشنیع سے گھبرا کر ان عورتوں کو حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت دکھاوے۔ کہ دیکھو یہ صورت عشق و محبت پیدا کرنے کے قابل ہے یا نہیں ہے۔ اسی واسطے زلیخا نے بھی ان عورتوں کے مکر کا جواب مکر کی شکل میں دیا کہ ان عورتوں کی دعوت کی اور دعوت میں گوشت اور اس طرح کے میوے دسترخوان پر رکھے جن کو چھری سے کاٹنے کی ضرورت پڑے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں چھری دے دی تاکہ پھل کاٹ کاٹ کر کھائیں۔ جب وہ کھانے میں مشغول ہوئیں تو یوسف علیہ السلام کو عمدہ لباس پہنا کر کہا کہ تم ان عورتوں کے سامنے آؤ۔ انہوں نے بہت انکار کیا مگر زلیخا نہایت اصرار کے بعد لے ہی آئیں۔ جب عورتوں نے انہیں دیکھا تو حسن و جمال میں بے مثال پایا سب کی سب ان کے دیدار کی شیفتہ ہو کر بے خود ہوگئیں

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِىْ لُمْتُنَّنِىْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَىَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِىْ اِلَيْهِ ۚ

عزیز کی ۱؎ بی بی بولی: ''یہی تو وہ ہیں کہ جن پر تم مجھے طعنہ دیتی تھیں اور بیشک میں نے ان کا دل لبھانا چاہا تو انہوں نے اپنے آپ کو بچایا، اور اگر آئندہ کو میرا کہنا نہ کریں گے جو میں ان سے کہتی ہوں تو بیشک ان کو قید کر دیا جائے گا اور ضرور ذلت اٹھائیں گے'' ﴿۳۲﴾ یوسف ۲؎ نے عرض کی: ''اے پروردگار میرے! مجھے قید خانہ زیادہ پسند ہے اس کام سے کہ جس کی طرف وہ مجھے بلاتی ہیں۔

اور اسی بے خودی میں پھل کی جگہ اپنے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور ذرا بھی محسوس نہیں ہوا۔ اس وقت زلیخا نے ان عورتوں کو قائل کیا اور کہا کہ جس شخص کو ایک نظر دیکھنے سے تم اس قدر بدحواس ہوگئیں۔ بتاؤ ہر وقت جس کی آنکھوں کے سامنے وہ شخص رہے اس کے دل کا کیا حال ہوگا۔ زلیخا کی اس بات میں ان عورتوں نے کہا کہ بلا شک یہ شخص آدمی نہیں بلکہ بزرگ فرشتہ ہے۔

۱؎ اس پر یہ بات زلیخا نے کہی کہ جسے تم فرشتہ سمجھ رہی ہو اور جس کے حسن کو دیکھ کر آپے سے باہر ہوگئیں، ہوش ٹھکانے نہ رہے، یہ وہی شخص ہے جس کا چرچا تمام مصر میں پھیلا ہوا ہے اور تم نے مجھ کو ملامت کی کہ زلیخا ایک ادنیٰ غلام پہ عاشق ہے۔ اب تمہیں انصاف سے کہو یہ شخص لائق اس کے ہے یا نہیں کہ اس کو پیار کیا جائے اور اس کی محبت کا بیج دل میں بویا جائے۔ پھر یہ ظاہر کیا کہ یوسف علیہ السلام کی جیسی صورت ہے ویسی ہی سیرت بھی ہے۔ میں نے ان سے محبت کی ابتدا کی اور میں نے خود ان کو اپنی طرف بلایا تھا مگر یہ شخص راضی نہ ہوا معصوم رہا گناہ کا مرتکب نہ ہوا۔ پھر زلیخا نے شرم کو بالائے طاق رکھ کر صاف صاف کہہ دیا کہ یوسف اگر میرے حکم کی تعمیل نہ کرے گا اور جو کچھ میں کہتی ہوں اسے بجا نہ لائے گا تو اس کے حق میں بہت ہی برا ہوگا۔ یا تو ہمیشہ ہمیشہ قید میں رہے گا یا اور کسی دوسری قسم کی ذلت اس کے لئے تجویز کی جائے گی جس سے یہ نہایت ذلیل ہوگا۔ یوسف علیہ السلام یہ سن کر مجلس سے اٹھ گئے اور مصری عورتیں ملامت کرنے کے بہانے سے باہر آئیں اور ایک ایک نے آپ سے اپنی تمناؤں اور مرادوں کا اظہار کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے عصمت بچانے کی غرض سے قید کی دعا مانگی اور قبول ہوئی اور قید خانے گئے

۲؎ یوسف علیہ السلام نے ان باتوں سے تنگ ہو کر یوں کہا ''یاالٰہی! ان کی باتوں سے اور ان کے مکروں سے تو مجھے یہ بات اچھی معلوم ہوتی ہے کہ قید میں جاؤں۔ ان کی درخواستوں کے منظور کرنے سے مجھے روحانی تکلیف ہے اور قید خانہ میں اگر تکلیف ہوگی تو جسمانی۔ ان کی مجلس میں تیری نافرمانی کا اندیشہ ہے وہاں یہ کھٹکا تو نہ ہوگا۔ یاالٰہی! اگر تو مجھے ان کے مکر سے نہ

وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّیْ كَیْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَیْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَیْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰیٰتِ لَیَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰی حِیْنٍ ﴿۳۵﴾ ع وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَیٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَاۤ اِنِّیْۤ اَرٰىنِیْۤ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّیْۤ اَرٰىنِیْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا

اور اگر تو مجھ سے ان کے مکر کو نہ پھیرے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور ہو جاؤں گا نادان ﴿۳۳﴾ پس اس کے پروردگار نے اس کی دعا قبول کر لی اور اس سے عورتوں کا مکر پھیر دیا، بیشک وہی سننے والا دانا ہے ﴿۳۴﴾ پھر سب کچھ وہ لوگ نشانیاں دیکھ چکے تھے (یعنی یوسف کی پاک دامنی کی نشانیاں) پھر بھی ان کی رائے یہی ٹھہری کہ ایک خاص وقت تک کے لئے یوسف کو قید کر دیں ﴿۳۵﴾ اور [۱] یوسف کے ساتھ دو جوان آدمی اور بھی قید خانے میں داخل ہوئے، ان میں سے ایک نے (یوسف سے) کہا کہ میں نے خواب دیکھا کہ شراب نچوڑ رہا ہوں، اور دوسرے نے کہا میں نے خواب دیکھا کہ اپنے سر پر روٹیاں اٹھائے ہوئے ہوں۔

بچائے گا اور تیری حفاظت میرے شامل حال نہ ہوگی مجھے اتنی طاقت نہیں کہ میں ان کی طرف میلان نہ کروں۔ بلکہ مجھے یہ پختہ اندیشہ ہے کہ میں ان کی بات مان لوں گا۔ اگر میں نے یہ کام کر لیا تو پھر مجھ میں اور جاہلوں میں کیا فرق رہے گا۔ میں بھی جاہل ہی بن جاؤں گا پس اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کر لی یوسف علیہ السلام کو ان کے مکر سے بچا لیا۔ بیشک وہ پروردگار سننے والا ہے اور جاننے والا۔ پھر عزیز مصر نے اپنے صلاح کاروں کی صلاح اور مشورے سے کہ باوجود یوسف علیہ السلام کی عصمت کی دلیلیں اور برات کے گواہ جیسے بے زبان بچے کی گواہی اور عورتوں کے ہاتھوں کا کٹ جانا اس کے بعد بھی دیدہ و دانستہ مصلحتاً قرار پایا کہ ایک عرصہ تک ان کو قید کر دیں اور جب تک یہ چرچا موقوف نہ ہو جائے اس وقت تک کی یہ قید رکھی تھی۔

ساقی اور نانبائی کا خواب

[۱] جب یوسف علیہ السلام قید خانہ میں داخل ہوئے تو دو شخص اور بھی بادشاہ مصر کے دربار کے ان کے ہمراہ قید ہوئے۔ ایک تو بادشاہ کا ساقی تھا بادشاہ کو شراب پلانے پر مقرر تھا دوسرا باورچی خانہ کا داروغہ تھا شاہی کھانے کا انتظام اس کے سپرد تھا۔ بادشاہ کے دل میں ان دونوں کی طرف سے شک آ گیا تھا اور یہ خیال تھا کہ یہ زہر دیں گے۔ اسی لئے ان کو قید کا حکم کیا تھا۔ یوسف علیہ

تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۖ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ۖ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٣٦﴾ قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ۚ ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ۚ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٧﴾

جس میں سے پرندے کھا رہے ہیں ان خوابوں کی تعبیر ہم کو بتا دیں کیونکہ ہم تم کو نیک لوگوں میں سے دیکھتے ہیں (۳۶) (یوسف نے) کہا: ''[1] جو کھانا تمہیں دیا جاتا ہے وہ کھانا تمہارے پاس نہ آنے پائے گا کہ اس کے آنے سے پہلے میں تمہیں اس کی تعبیر بتا دوں گا یہ (تعبیر دینا بھی) ان علموں میں سے ہے جو مجھے میرے پروردگار نے سکھایا ہے، بیشک میں نے ان لوگوں کا دین ترک کیا جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں (۳۷)

السلام کا قاعدہ یہ تھا کہ قید خانہ میں قیدیوں کی خبر گیری کیا کرتے تھے اور ان کے خوابوں کی تعبیر بتایا کرتے تھے یہاں تک کہ ایک دن ان دونوں قیدیوں نے بھی خواب دیکھا۔ ساقی نے تو یہ خواب دیکھا کہ میں انگور نچوڑ نچوڑ کر شراب بنا رہا ہوں اور باورچی نے یہ خواب دیکھا کہ میں اپنے سر پر روٹیاں لے جا رہا ہوں اور جانور اسے نوچ نوچ کر کھاتے ہیں۔ یوسف علیہ السلام قید خانہ میں بھی ہر وقت یاد الٰہی میں مصروف اور ہر وقت خدا کی عبادت کرتے رہتے تھے۔ اسی واسطے ان دونوں یوسف علیہ السلام سے اپنا خواب بیان کیا اور کہا کہ ہم آپ کو نیکوکار جانتے ہیں آپ ہمارے اس خواب کی تعبیر بیان کیجئے۔

[1] یوسف علیہ السلام نے ساقی اور باورچی سے جنہوں نے اپنے خواب کی تعبیر پوچھی تھی۔ پہلے تو یہ فرمایا کہ تمہارا کھانا کس وقت آئے گا، اس سے پہلے میں اس کھانے کے انجام کی تم کو خبر دوں گا یعنی اس کا رنگ اور مزا اور تاثیر تم کو بتلا دوں گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کی تعبیر دینے سے پہلے اپنے معجزے کا اظہار اور توحید کی دعوت شروع کر دی اور یہ ظاہر فرما دیا کہ علم میں آپ کا درجہ اس سے زیادہ ہے۔ جتنا وہ لوگ آپ کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں۔ آپ غیب کی خبریں دینے پر قدرت رکھتے تھے۔ اس وقت معجزے کا اظہار آپ نے اس لئے فرمایا کہ آپ جانتے تھے کہ ان دونوں میں ایک عنقریب سولی دیا جائے گا تو آپ نے چاہا اس کو کفر سے نکال کر ایمان میں داخل کریں اور جہنم سے بچا دیں۔ اس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے اپنے بزرگوں کی ملت کو اختیار کر رکھا ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحٰق علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص خاندان نبوت سے ہے۔ پھر فرمایا کہ ہماری یہ شان نہیں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک گردانیں، ہم تو توحید کے معتقد ہیں اور یہ توحید کا حاصل ہونا اللہ کے فضل سے ہے۔ اس نے ہم پر

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ

اور میں نے اپنے باپ دادا ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کا دین اختیار کیا، ہمیں لائق نہیں کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک ٹھہرائیں یہ ہم پر اللہ کا فضل ہے اور لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ﴿۳۸﴾ اے [۱] میرے قید خانہ کے دونوں ساتھیو! کیا جدا جدا معبود اچھے ہیں یا ایک اللہ۔ جو سب پر غالب ہے ﴿۳۹﴾ تم اس کے سوا کچھ نہیں پوجتے مگر نام جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے مقرر کر لئے ہیں جن پر خدا نے کوئی بھی سند نہیں اتاری ہے۔

فضل کیا اور بنی آدم پر بھی اللہ کا فضل ہے کہ اس نے ان کی ہدایت کے واسطے انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔ لیکن اکثر لوگ اس فضل کی قدر نہیں جانتے اور اللہ کا شکر نہیں کرتے۔

توحید کی نصیحت

[۱] حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میرے قید کے مصاحبو! ذرا اتنا غور کرو کہ بت پرستی بہتر ہے یا حق پرستی اور یہ تمہارے کئی جدا جدا معبود اچھے ہیں یا ایک زبردست۔ جو درحقیقت خدائی کے قابل ہے اور اس کے سوا کسی میں معبودیت کی صلاحیت نہیں۔ پھر فرمایا کہ تم ان بتوں کی پرستش کرتے ہو اس کی پوری سند نہیں ہے۔ یہ بت تو تمہارے جعلی معبود ہیں۔ تم نے اور تمہارے باپ دادا نے پتھر کی مورتیں تراش کر ان کے جدا جدا نام رکھ چھوڑے ہیں اور اسی کو پوجنے لگے ہیں، ورنہ ان میں کوئی طاقت اور قدرت نہیں ہے جو معبود بننے کے لائق ہو سکیں۔ اگر سارے جہان کو پیدا کیا ہے تو اسی اللہ نے اور اگر حکومت اور قبضہ سارے جہان پر ہے تو وہ فقط اس اللہ تعالیٰ کا ہے اس میں کسی غیر کی شرکت نہیں ہے۔ اس بنا پر اگر عبادت کے لائق ہے تو وہی ہے اور تم بھی اب سے خبردار ہو جاؤ کہ اسی کو اکیلا جانو اور اسی کی خالص عبادت کرو کیونکہ یہی دین مستقیم ہے اور اسی کا نام صراط مستقیم ہے۔ جو شخص اس راہ سے ذرا بھی ہٹا تو شیطان کا تسلط اس پر ہو جاوے گا۔ اکثر لوگ ان باتوں کو نہیں جانتے اور اسی سبب سے گمراہی اور شرک و کفر میں مبتلا رہتے ہیں۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾ يٰصَاحِبَىِ السِّجْنِ اَمَّاۤ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِىْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِىَ الْاَمْرُ الَّذِىْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿۴۱﴾ؕ وَقَالَ لِلَّذِىْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِىْ عِنْدَ رَبِّكَ ؗ فَاَنْسٰٮهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِى السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾ؕ ع

حکم نہیں مگر اللہ کا اس نے فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو، یہی سیدھا دین ہے ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۴۰﴾ اے [۱] قید خانہ کے دونوں ساتھیو! تم میں سے ایک تو اپنے آقا کو شراب پلاوے گا اور دوسرا جو ہے (کہ جس نے دیکھا اس کے سر پر روٹی ہے اور پرندے روٹی کھا رہے ہیں) تو وہ سولی پر چڑھا دیا جائے گا پھر پرندے اس کا سر (نوچ نوچ کر) کھائیں گے۔ جس بات کے بارے میں تم سے سوال کرتے تھے وہ فیصل ہو چکی ﴿۴۱﴾ اور [۲] ان دونوں میں سے یوسف نے جس آدمی کی نسبت سمجھا تھا کہ نجات پائے گا، اس سے کہا: "اپنے آقا کے سامنے جب جاؤ تو میرا بھی ذکر کر دینا" پس شیطان نے اسے بھلا دیا کہ وہ اپنے آقا کے سامنے یوسف کا تذکرہ کرے۔ پس یوسف کئی سال اور قید خانہ میں رہے ﴿۴۲﴾

ساقی اور باورچی کی تعبیر

[۱] خواب کی تعبیر یہ ہے کہ ساقی تو تین دن رہ کر چھوٹ جائے گا اور اپنے مربی کو یعنی بادشاہ کو بدستور سابق شراب پلایا کرے گا، اور اپنی خدمت پر مامور ہو جاوے گا اور دوسرے کی تعبیر یہ ہے یعنی باورچی کی کہ وہ سولی پر لٹکایا جائے گا اور بہت دن تک اس کو لٹکا رہنے دیں گے۔ پرندے اس کی کھوپڑی میں سے بھیجا کھائیں گے۔ وہ یہ تعبیر سن کر متحیر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہم نے تو جھوٹی بندش کی تھی خواب تو کچھ دیکھا نہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اب کیا ہو سکتا ہے۔ اب تو جو کچھ ہونا تھا اور جو کچھ میں نے جواب دیا میرے جواب کے موافق ضرور واقع ہوگا اور یاد رکھو اس میں ہرگز خلاف نہ ہوگا۔

[۲] یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بتلا کر ساقی سے یہ کہا کہ تو اپنے بادشاہ سے میرا ذکر کیجیو کہ قید خانہ میں ایک غلام مظلوم

وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّیْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ یَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ یٰبِسٰتٍؕ یٰۤاَیُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِیْ فِیْ رُءْیَایَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْیَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾

اور [1] (ایک دن) بادشاہ نے (درباریوں کو جمع کرکے) کہا کہ میں (خواب میں) دیکھتا ہوں کہ سات فربہ گائیں ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالیں ہری ہیں اور دوسری سات سوکھی ہیں۔ اے درباروالو! میرے اس خواب کی تعبیر دو اگر تمہیں خواب کی تعبیر دینی آتی ہو ﴿۴۳﴾

بھی قید ہے اور پانچ سال اس کو قید میں گزر چکے وہ خواب کی تعبیر بہت اچھی بیان کرتا ہے۔ مگر جب ساقی قید سے باہر نکلا تو شیطان نے اسے بھلا دیا اور اس نے یوسف علیہ السلام کا تذکرہ اپنے بادشاہ کے سامنے نہ کیا اور تھوڑے عرصہ تک قید میں رہے۔ مطلب یہ ہے کہ یوسف علیہ السلام نے خدا کا بھروسہ چھوڑ کر ساقی سے یہ بات کہی اس بات پر یوسف علیہ السلام کچھ عرصہ تک قید میں رہے یعنی پانچ برس تو پہلے رہ چکے تھے۔ اس مدت کے گزرنے کے بعد سات سال اور رہے۔

بادشاہ مصر کے خواب کی تعبیر

[1] جب علم الٰہی کے موافق جو سبب تھا اس کا وقت آ گیا تو ریان بن ولید بادشاہ مصر نے یہ خواب دیکھا جس کا ذکر اس آیت میں ہے اور اس خواب سے وہ ڈر گیا اور اپنے شہر کے جادوگروں اور کاہنوں اور عقلمندوں سب سے اس خواب کی تعبیر پوچھی اور وہ سب اس خواب کی تعبیر بتانے سے عاجز آ گئے۔ اس چرچے سے کئی سال کی بھولی ہوئی بات ساقی کو یاد آئی اور اس نے بادشاہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا کہ قید خانہ میں تعبیر خواب کے ایک عالم ہیں۔ پس بادشاہ نے اس کو بھیج دیا۔ وہ قید خانہ میں پہنچ کر حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں عرض کرنے لگا: ''یہ خواب بادشاہ نے دیکھا ہے اور ملک کے تمام علماء و حکماء اس کی تعبیر سے عاجز رہے ہیں حضرت اس کی تعبیر ارشاد فرمائیں''۔ یوسف علیہ السلام نے اس خواب کی تعبیر ایسی بتلائی کہ بادشاہ اور سب اہل مصر دنگ رہ گئے۔ غرض اس مسبب الاسباب کو جب کوئی کام منظور ہوتا ہے تو اس طرح غیب سے سبب پیدا ہو جاتے ہیں، نہیں تو بنتے ہوئے سبب بگڑ جاتے ہیں۔ بادشاہ کے خواب کی تاریخ سے سات برس کے بعد سات برس قحط پڑنے کو تھا اس لئے سات موٹی گائیں اور ہری بالیں خواب کے بعد کی اچھی پیداوار کے سات سال ہیں اور دبلی گائیں اور سوکھی بالیں قحط کے سات سال ہوں گے۔ اور خواب کا حاصل یہ ہے کہ قحط کے سات برس میں کوئی چیز پیدا نہیں ہوگی بلکہ اچھی پیداوار کے سات برس میں جو کچھ پیدا ہوا ہوگا وہ سب سات برس کے قحط میں صرف ہو جائے گا۔

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ

انہوں لہ نے کہا: "یہ ایک پریشان خواب ہے اور ہم خوابوں کی تعبیر نہیں جانتے" ﴿۴۴﴾ اور بولا وہ جوان دونوں میں سے جس نے رہائی پائی تھی اور ایک مدت کے بعد اسے یوسف کا قول یاد آیا کہ میں تمہیں اس خواب کی تعبیر بتاؤں گا مجھ کو (قید خانہ میں) جانے کی اجازت دیجئے (وہاں تعبیر خواب کے ایک عالم ہیں) ﴿۴۵﴾ (چنانچہ وہ قید خانہ میں آیا اور کہا) "اے یوسف اے صدیق! ہم کو اس خواب میں تعبیر دیجئے کہ سات فربہ گائیں جن کو سات دبلی گائیں کھاتی ہیں اور سات بالیں ہری ہیں اور دوسری سات بالیں سوکھی ہیں۔

بادشاہ مصر کے خواب کی تعبیر کا جواب مع تدبیر کے

لہ اوپر کی آیت میں یہ بات بیان ہو چکی ہے کہ انہوں نے کہا: "یہ بھی کچھ خواب ہے، یونہی دماغی بخارات ہیں اور ایسے خوابوں کی تعبیر ہم نہیں جانتے"۔ ساقی کو مدت دراز کے بعد یوسف علیہ السلام کا پیام یاد آیا تو بادشاہ سے کہا: "میں اس کی تعبیر بتاؤں گا، مجھے قید خانہ تک جانے دیجئے۔ وہاں ایک شخص ہے کہ علم تعبیر کو خوب جانتا ہے"۔ بادشاہ یہ خبر سن کر نہایت خوش ہوا اور فرمایا کہ جلدی اٹھ اور خبر لا۔ تو ساقی حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس گیا اور زمین خدمت کو بوسہ دے کر عرض کیا کہ اے صدیق! یعنی بڑے سچے ہمیں ذرا ایک خواب کی تعبیر تو بتایئے۔ ہمارے بادشاہ نے یہ خواب دیکھا ہے جس کا ذکر اس آیت میں ہے تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا: "سات گائیں موٹی موٹی سے مطلب یہ ہے کہ سات برس جو کچھ کھیتی کرو اور غلہ پیدا ہو اس میں سے بقدر ضرورت اپنے اور جانوروں کے کھانے کے لئے لے لو اور باقی اناج بدستور بال میں رکھ چھوڑو۔ اگر بال سے جدا کرو گے تو گھن لگ جانے کا اندیشہ ہے پھر تم اور تمہارے جانور بھوک کے مارے مر جائیں گے۔ کیونکہ پھر سات برس تک لگاتار قحط پڑے گا پھر اس وقت تمہارا کل اندوختہ تمہارے کام آئے گا اور جو کچھ تم نے جمع کر رکھا ہو گا وہ کھالو گے کچھ باقی نہ رہے گا۔ بیج کے لئے جو غلہ رکھ چھوڑتے ہیں وہ تو رہے گا باقی سب کھا کر بیٹھ رہو گے۔ غرض کہ خواب کی تعبیر کے ساتھ ساتھ تدبیر بھی بتلاتے گئے۔ پھر فرمایا کہ اس سات سال کی قحط سالی کے بعد ایک سال ایسا مینہ برسے گا کہ ساری زمین تر ہو جائے گی اور سارے شہر سیراب ہو جائیں گے اور اچھا اناج و میوہ ہو جائے گا اور لوگ اپنی عادت کے موافق انگور تل وغیرہ اچھی طرح نچوڑیں گے۔ مصر کے لوگوں کی تسکین کے طور پر اس آٹھویں سال کا ذکر بھی یوسف علیہ السلام نے فرمایا۔

لَّعَلِّیْٓ اَرْجِعُ اِلَی النَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِیْنَ دَاَبًا ۚ فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِیْ سُنْۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ یَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾ ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَ فِیْهِ یَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ ع وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ بِهٖ ۚ

تاکہ (ان) لوگوں کے پاس پھر جاؤں (اور بیان کروں) تاکہ ان کو معلوم ہو جائے'' ﴿۴۶﴾ یوسف نے کہا کہ تم سات سال متواتر (خوب) کھیتی کرو گے پھر جو فصل کاٹو گے تو اس کو بالوں ہی میں رہنے دینا (تاکہ گھن نہ لگ جائے) مگر تھوڑا سا جو تمہارے کھانے میں آجاوے ﴿۴۷﴾ پھر اسکے بعد سات بڑے سخت مصیبت قحط کے سال آئیں گے کہ جو کچھ تم نے ذخیرہ ان برسوں کے واسطے پہلے سے جمع کر رکھا تھا اس کو کھا جاویں گے مگر ہاں تھوڑا سا جو (بیج کے واسطے) احتیاط سے بچا رکھو گے ﴿۴۸﴾ پھر اس سات برس کے بعد ایک برس ایسا آوے گا کہ جس میں لوگوں کیلئے خوب بارش ہوگی اور لوگ اس میں رس نچوڑیں گے ﴿۴۹﴾ اور بادشاہ ۱؎ نے کہا کہ انہیں میرے پاس لاؤ۔

یوسف علیہ السلام کا بے قصور ثابت ہونا اور زلیخا کا اپنے جرم کا اقرار کرنا

۱؎ جب ساقی نے بادشاہ کے حضور میں یوسف علیہ السلام کی تعبیر کا حال بیان کیا تو بادشاہ مصر کو وہ تعبیر بہت پسند آئی اور یوسف علیہ السلام کے علم و فضل کو اس نے بخوبی پہچان لیا اور جان لیا کہ یہ شخص نہایت ہی صاحب کرامات ہے۔ اس لئے پھر بادشاہ نے اپنا قاصد یوسف علیہ السلام کے بلانے کے واسطے بھیجا کہ ان کو قید خانہ سے نکال کر میرے دربار میں لاؤ۔ جب قاصد یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا تو آپ نے قید خانہ کے نکلنے سے انکار کیا اور کہا کہ جب تک بادشاہ اس بات کی تحقیق نہ کر لے کہ میں بے جرم قید خانہ میں داخل ہوا ہوں، اور جو تہمت مجھ پر لوگوں نے دھری ہے اس سے جب تک میں بری بات ثابت ہو لوں اور جب تک بادشاہ یہ بات بھی خوب اچھی طرح نہ جان لے کہ عزیز مصر کی بی بی نے مکر و فریب کر کے مجھ کو زبردستی قید کرایا۔ اس وقت تک میں قید خانہ سے ہرگز نہ نکلوں گا۔ اسی بنا پر یوسف علیہ السلام نے یہ بات کہی کہ پہلے ان عورتوں ہی سے اس بات کو دریافت کرنا چاہیے جن عورتوں کو میرے معاملے میں دخل ہے جس کے سبب سے ان عورتوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ چنانچہ بادشاہ مصر نے ان عورتوں کو جمع کر کے یہ بات پوچھی کہ یہ کیا معاملہ ہے، جب تم نے یوسف علیہ السلام پر اپنی

فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ٘ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ ﴿۵۲﴾

توجب ایلچی اس کے پاس آیا یوسف نے کہا کہ تو اپنی سرکار کے پاس لوٹ جا پھر اس سے دریافت کر کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے تھے (پہلے انکا فیصلہ چاہتا ہوں) بیشک پروردگار میرا انکے مکر سے خوب واقف ہے ﴿۵۰﴾ بادشاہ نے کہا کہ اے عورتو! تمہاری کیا حقیقت ہے جب تم نے یوسف کا جی لبھانا چاہا تھا عورتوں نے کہا کہ حاشاء للہ ہم نے ان میں کوئی بدی نہ پائی عزیز کی بی بی (جو کہ حاضر تھی) کہنے لگی کہ اب تو حق بات (سب پر) ظاہر ہوگئی میں نے ہی اسکا جی لبھانا چاہا تھا اور بیشک وہی سچے ہیں ﴿۵۱﴾ یوسف [۱] نے کہا کہ یہ تحقیقات جو میں نے کی محض اس وجہ سے تا کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے پیٹھ پیچھے اس کی خیانت نہیں کی اور بیشک اللہ دغا بازوں کا مکر نہیں چلنے دیتا ﴿۵۲﴾

خواہش ظاہر کی تھی کس طرح ہوا اور کیا ہوا اس وقت عورتوں نے ایک زبان ہو کر جواب دیا کہ حاشا للہ! یہ بات ہرگز نہیں ہے کہ یوسف علیہ السلام کے دل میں کوئی برائی ہو وہ نہایت ہی پارسا آدمی ہیں اور عزیز مصر کی عورت زلیخا نے بھی یہ بات کہی کہ اب حق بات ظاہر ہوگئی غرضیکہ اس دریافت سے بادشاہ کو کل حقیقت کی اطلاع ہوگئی کہ یوسف علیہ السلام کی اس میں کچھ خطا نہیں ہے اور وہ بالکل سچے ہیں۔ قصور فقط زلیخا کا ہے کہ اس نے یوسف سے بدفعلی چاہی اور یوسف اس بات میں سچے ہیں کہ انہوں نے زلیخا کا کہنا نہ مانا اسلئے زلیخا کو آپ اپنے قصور کا اقرار ہے۔ پھر بادشاہ نے حضرت یوسف کے پاس پیغام بھیجا کہ عورتوں نے اپنے گناہ کا اقرار کر لیا اب آپ میرے پاس آیئے تو میں آپ کے سامنے انکو سزا دوں۔ یوسف نے فرمایا کہ میری غرض یہ نہیں کہ میرے سبب سے کسی کو تکلیف پہنچے۔

[۱] حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے یہ درخواست اس سبب سے کی تھی تا کہ عزیز مصر کو یہ بات معلوم ہو جائے کہ میں نے اس کی غیبت میں اس کی امانت میں خیانت نہیں کی۔ اس کے اہل خانہ کی حرمت اور اس کی تربیت کا حق ہے میں نے ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ اور وہ یہ بات بھی جان لے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو رسوا کرتا ہے۔

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِیۡ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیۡ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ الۡمَلِکُ ائۡتُوۡنِیۡ بِہٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡہُ لِنَفۡسِیۡ ۚ فَلَمَّا کَلَّمَہٗ قَالَ اِنَّکَ الۡیَوۡمَ لَدَیۡنَا مَکِیۡنٌ اَمِیۡنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجۡعَلۡنِیۡ عَلٰی خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ ۚ اِنِّیۡ حَفِیۡظٌ عَلِیۡمٌ ﴿۵۵﴾

اور ۱؎ میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتلاتا، بیشک نفس تو برائی کے لئے بڑا ہی حکم دینے والا ہے مگر جس پر میرا پروردگار مہربانی کرے بیشک میرا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے ﴿۵۳﴾ اور ۲؎ (یہ سن کر) بادشاہ نے حکم دیا: ”یوسف کو میرے سامنے لے آؤ تاکہ میں اسے خاص اپنے کام پر مقرر کروں“ پھر جبکہ ان سے باتیں کیں (اور قابلیت معلوم ہوئی تو) کہا: ”بیشک تم آج (سے) ہمارے ہاں بڑے معزز اور امانت دار ہو“ ﴿۵۴﴾ (یوسف نے) کہا کہ مجھ کو زمین کے خزانوں پر مقرر کردیں، بیشک میں خوب حفاظت کرسکتا ہوں اور اس کام کو جاننے والا ہوں ﴿۵۵﴾

۱؎ ارشاد ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب اپنے مقدمہ کی تحقیقات کرالی اور اپنی برأت سب کے ذہن نشین کر چکے تو اس وقت آپ کو یہ خیال آیا کہ لوگوں کو اس بات سے آگاہ کردیں کہ میں نے اپنے نفس کی پاکی اور صفائی کے واسطے یہ بات نہیں کی اور میں اپنے کام پر خوش نہیں ہوا۔ میں نے یہ بات کہہ کر اللہ کی جناب میں تواضع وانکسار سے عرض کیا کہ ”میں اپنے نفس کو بے قصور نہیں بتاتا مجھے اپنی بے گناہی پر ناز نہیں ہے اور میں گناہ سے بچنے کو اپنے نفس کی خوبی قرار نہیں دیتا مگر ہاں جس پر میرا پروردگار مہربان ہو، وہ نفس کی برائیوں سے اور خواہشوں سے امن میں رہتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میرا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے“۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو عزیز مصر کی جگہ مقرر کرنا

۲؎ جب بادشاہ مصر کے روبرو یوسف علیہ السلام کی یہ باتیں بیان ہوئیں تو اسے دیکھنے کی زیادہ آرزو ہوئی اور بولا ”میرے پاس اسے لاؤ میں اپنے ہی کاموں کے لئے اس کو خاص کرلوں گا“ پھر بادشاہ کے قاصد نے یوسف علیہ السلام سے کہا کہ: تم یہ کپڑے اتار دو اور اچھے کپڑے شاہانہ جو اپنے ساتھ تمہارے واسطے لے کر آیا ہوں پہن لو اور شاہی دربار میں چلو وہاں تمہاری طلب ہو رہی ہے۔ جب یوسف علیہ السلام قید خانہ سے باہر چلے تو قیدی جوان کے دیدار سے خوش تھے چیخیں مار کر رونے لگے، انہوں نے ان کی دلنوازی کر کے دعا فرمائی یوسف علیہ السلام کی عمر اس وقت بتیس برس کی تھی جب بادشاہ کے پاس آئے اور بادشاہ نے ان کو نوعمر اور حسین پایا تو بادشاہ نے کہا کہ اس نے میرے خواب کی تعبیر جان لی حالانکہ بڑے بڑے تجربہ کار

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوسُفَ فِي الْأَرْضِ ۚ يَتَبَوَّأُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَاءُ ۚ نُصِيبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَاءُ ۖ وَلَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٥٦﴾ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٥٧﴾ وَجَاءَ إِخْوَةُ يُوسُفَ

اور ۱ہم نے اسی طرح یوسف کو اس ملک پر قدرت بخشی کہ اس ملک میں جہاں چاہے رہے ہم اپنی رحمت جسے چاہتے ہیں پہنچاتے ہیں اور نیکوں کا ثواب ضائع نہیں کرتے (۵۶) اور بیشک آخرت کا ثواب ان کیلئے بہتر ہے جو ایمان لائے اور پرہیزگار رہے (۵۷) اور ۲(پھر قحط کے زمانہ میں) یوسف کے بھائی (کنعان سے غلہ خریدنے مصر میں) آئے۔

یہاں ہیں مگر کوئی نہیں بتاسکا۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو سب سے بالا دست اور آگے بٹھلایا اور خلعت عطا کیا اور ایک سواری آراستہ زین ولگام سے آپ کو عنایت کی اور شہر میں ڈھنڈورا پٹوا دیا کہ یوسف علیہ السلام اب سے بادشاہ کا خلیفہ ہو گیا اور جب بادشاہ اور یوسف علیہ السلام کی گفتگو ہوئی تو بادشاہ نے کہا: ''آج سے تم میرے پاس ایک خاص مصاحب صاحب قدرومنزلت مقرر کئے گئے اور تمہاری امانت و دیانت مجھ پر اچھی طرح ظاہر ہو گئی اس لئے تم امین بھی بنائے گئے''۔ یوسف علیہ السلام نے بادشاہ کے حضور میں اپنی تقرری کا حال سن کر فرمایا کہ آپ مجھے تمام زمین مصر کی پیداوار کا خزانچی بنا دیجئے اور اس سب کا اختیار میرے ہاتھ میں دیجئے۔ میں اس کی پوری پوری حفاظت کروں گا کیونکہ مجھے ان سب امور کا علم حاصل ہے علم حساب بھی جانتا ہوں۔ یہ بھی خوب معلوم ہے کہ کس طرح مال واسباب فراہم کرنا چاہیے اور کہاں کہاں اس کو اٹھانا چاہیے، لوگوں کی بولیاں بھی سمجھتا ہوں۔

زلیخا سے شادی

۱ حضرت یوسف علیہ السلام کو بادشاہ نے پیداوار کا خزانچی یعنی عزیز مصر کی جگہ مقرر کیا اور تمام ملکی انتظام ان کے اختیار میں دے دیا اور عزیز مصر کو معزول کر دیا۔ عزیز مصر اسی رات کو فوت ہو گیا کہ اس کے بعد زلیخا اس کی بیوی کو یوسف علیہ السلام کے نکاح میں دے دیا اور وہ باکرہ تھی کیونکہ عزیز مصر نامرد تھا۔ زلیخا سے یوسف علیہ السلام کے دولڑکے پیدا ہوئے۔ جب یوسف علیہ السلام وزارت پر مقرر ہو گئے تو بار بار بادشاہ مصر کو اسلام کی دعوت دیتے رہے آخر وہ مسلمان ہوئے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ہم جس پر چاہیں اس پر انعام واحسان کرتے ہیں اور جو لوگ نیکوکار ہیں ان کا اجر اور ان کی نیکی برباد نہیں کرتے اور ایماندار اور متقی پرہیزگار کے لئے آخرت کا اجر ہے اور ہمیشہ ہمیشہ جنت ہے۔

برادران یوسف علیہ السلام کی مصر میں آمد

۲ مطلب یہ ہے کہ سات سال ارزانی میں حضرت یوسف علیہ السلام نے خوب غلہ جمع کیا۔ جب قحط شروع ہونے لگا دور دور

فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْٓ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ ﴿۵۹﴾

پھر یوسف پاس پہنچے تو یوسف نے انہیں پہچان لیا اور انہوں نے یوسف کو نہیں پہچانا ﴿۵۸﴾ اور جب [۱] یوسف نے ان کا سامان (غلہ کا) تیار کر دیا تو (چلتے وقت) کہا کہ (اب کے آنا تو) اپنے سوتیلے بھائی کو بھی ساتھ لانا کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں تمہیں پورا پیمانہ دیتا ہوں اور میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں ﴿۵۹﴾

کے لوگ غلہ خریدنے کو مصر آتے تو یوسف علیہ السلام ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ غلہ نہیں دیتے تھے۔ جب یہ خبر ملک شام تک پہنچی تو یوسف علیہ السلام کے دسوں سوتیلے بھائی باپ کی اجازت سے مصر میں آئے تو یوسف علیہ السلام نے ان کو پہچان لیا اور انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو نہیں پہچانا کیونکہ عرصہ ہو گیا تھا یا ان کی ہیئت بدلی ہوئی تھی، عزیز مصر کی جگہ شاہانہ لباس میں تھے یوسف علیہ السلام نے دانستہ ان سے پوچھا کہ: تم کون ہو تم جاسوس معلوم ہوتے ہو وہ بولے: ''بادشاہ سلامت! معاذ اللہ ہم جاسوس کیوں معلوم ہونے لگے ہم سب ایک باپ کے بیٹے ہیں۔ ہمارے والد یعقوب علیہ السلام ہیں''۔ پھر دریافت کیا کہ تمہارے باپ کے کتنے بیٹے ہیں وہ بولے: ''بارہ تھے، ایک کو تو بھیڑیا کھا گیا ایک کو اپنے والد کی خدمت کے واسطے چھوڑ آئے ہیں اور ہم دس آپ کے سامنے حاضر ہیں''۔ پھر یوسف علیہ السلام کے فرمانے سے خدمت گزار نے ان کی پونجی لے کر اس کے عوض میں گیہوں دے دیئے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا اپنے گھر جانا اور اپنے باپ سے سوال جواب کرنا

[۱] پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ: اب جو آنا تو اپنے اس بھائی کو بھی اپنے ہمراہ لیتے آنا تا کہ تمہارا سچ معلوم ہو جائے۔ دیکھو میں نے تمہاری بہت خاطر کی ہے اور غلہ بھرپور دیا ہے۔ اگر اب کے اپنے بھائی کو نہ لاؤ گے تو تمہیں غلہ نہ دیں گے اور نہ اپنے پاس جگہ دیں گے۔ ان لوگوں نے کہا کہ: نہیں ہم ضرور اس کو اپنے ساتھ لائیں گے اور اگرچہ باپ اس کو اپنے پاس سے علیحدہ نہیں کرتے مگر ہم انہیں سمجھا بجھا کر جس طرح ممکن ہوگا اسے اپنے ساتھ لیتے آئیں گے۔ جب یوسف علیہ السلام نے پختہ وعدہ ان سے لے لیا کہ وہ ضرور ان کے چھوٹے بھائی کو جس کا نام بنیامین ہے لائیں گے'' تو ان لوگوں کو رخصت کیا۔ جب وہ جانے لگے تو یوسف علیہ السلام نے اپنے خدمت گاروں سے کہہ دیا کہ انہوں نے غلہ کی جو قیمت دی ہے وہ چھپا کر ان کے بوجھوں میں ڈال دو اور ان کی گٹھڑیوں کو باندھ دو۔ یہ ترکیب اسی واسطے کی کہ شاید باپ کے پاس اور کوئی نقدی مال وغیرہ نہ ہو، جس سے دوبارہ غلہ خریدنے کا انہیں موقع نہ ملے یا اس واسطے کہ جب گھر جائیں گے اور وہاں اپنی

فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِیْ بِهٖ فَلَا كَیْلَ لَكُمْ عِنْدِیْ وَ لَا تَقْرَبُوْنِ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ اَبَاهُ وَ اِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَ قَالَ لِفِتْیٰنِهِ اجْعَلُوْا بِضَاعَتَهُمْ فِیْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا اِلٰۤى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ﴿۶۲﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْۤا اِلٰۤى اَبِیْهِمْ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَیْلُ فَاَرْسِلْ مَعَنَاۤ اَخَانَا نَكْتَلْ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۶۳﴾

پھر اگر اسے لے کر میرے پاس نہ آؤ گے تو تمہارے لئے میرے پاس کوئی پیمانہ نہیں ہے اور نہ تم میرے پاس آنا ﴿۶۰﴾ انہوں نے کہا: ''ہم اس کے باپ سے اس کی خواہش کریں گے اور ہم کو ضرور ایسا کام کرنا ہے'' ﴿۶۱﴾ اور یوسف نے (پوشیدہ طور پر) اپنے ملازموں کو حکم دیا: ''ان لوگوں کی جمع پونجی انہی کے تھیلوں میں رکھ دو شاید وہ اسے پہچانیں جب لوٹ کر اپنے گھر جائیں، شاید کہ (اس کے دینے کیلئے) وہ پھر لوٹ کر آئیں'' ﴿۶۲﴾ پھر جب کہ وہ اپنے باپ کے پاس (کنعان میں) پہنچے بولے: ''اے ہمارے باپ ہم سے پیمانہ (غلہ کا) روک دیا گیا ہے آپ ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو بھیج دیجئے تاکہ ہم پیمانہ لادیں، اور ہم ضرور اس کی حفاظت کے واسطے البتہ نگہبان ہیں'' ﴿۶۳﴾

گٹھڑیوں میں اپنا روپیہ جوں کا توں پائیں گے تو پھر دوبارہ ضرور آئیں گے۔ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی غلہ لے کر اپنے گھر واپس آئے تو سامان کھولنے سے پہلے اپنے والد بزرگوار سے یوسف علیہ السلام کے اخلاق کا ذکر کیا کہ عزیز مصر ایک لائق شخص اور شریف النفس ہے۔ ہمیں اچھی طرح اتارا اور ہماری خوب مہمانی کی اور ہمیں بھرپور تول کر غلہ دیا۔ یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ اس مرتبہ جانا تو انہیں میرا اسلام کہنا اور کہنا کہ ہمارا باپ تمہارے حق میں دعا کرتا ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یہ بھی کہا کہ اس مرتبہ اگر ہم جائیں گے تو وہ ہمیں غلہ نہ دیں گے اس واسطے کہ جب تک بنیامین نہ جائے ہمارا جانا بے سود ہے۔ علاوہ اس کے بنیامین کے جانے میں ایک اور فائدہ بھی ہے کہ اس مرتبہ ہم دس اونٹ لاد کر لائے ہیں اور اب گیارہ لائیں گے۔ کیونکہ عزیز مصر ہر شخص کو ایک اونٹ کے بوجھ کے لائق غلہ دیتا ہے اور بنیامین کی طرف سے کچھ تردد نہ کریں ہم اسے کچھ تکلیف نہ ہونے دیں گے اور ہر طرح سے اس کی حفاظت کریں گے اس کا جواب حضرت یعقوب علیہ السلام نے دیا جس کا ذکر اس آیت میں ہے کہ تم نے یوسف علیہ السلام کی نگہبانی کا بھی اقرار کیا تھا۔ لیکن خیر بڑا نگہبان تو سب کا اللہ ہے یہ کہہ کر بنیامین کو ان کے ساتھ کر دیا۔

قَالَ هَلْ اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۭ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۠ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَمَّا فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ۭ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ۭ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ۭ ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ﴿۶۵﴾

یعقوب نے کہا کہ کیا میں اس کے بارے میں بھی تمہارا ویسا ہی اعتبار کروں جیسا کہ اس سے پہلے اس کے بھائی (یوسف) کے بارے میں کر چکا ہوں تو اللہ ہی سب سے بہتر نگہبان ہے، اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے ﴿۶۴﴾ اور جب [1] انہوں نے اپنا سامان کھولا تو اپنی جمع پونجی پائی جو ان کی طرف واپس کر دی گئی تھی، بولے: ''اے ہمارے باپ! اس سے زیادہ ہم کو کیا چاہئے یہ ہماری پونجی ہے جو ہماری طرف واپس کر دی گئی ہے اور (اب ہم پھر جا کر) اپنے گھر والوں کے لئے غلہ لائیں گے اور اپنے بھائی کی حفاظت کریں گے اور ایک اونٹ کا بوجھ غلہ (اب کی مرتبہ) ہم زیادہ لادیں گے یہ تھوڑا سا غلہ ہے'' ﴿۶۵﴾

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے گھر جا کر اپنا سامان کھولا تو غلہ کی وہ قیمت جو حضرت یوسف علیہ السلام کو انہوں نے مصر میں دی تھی اور یوسف علیہ السلام نے اپنے خدمت گار سے کہہ دیا تھا کہ یہ روپیہ ان کی گٹھڑیوں میں باندھ دو۔ وہ روپیہ انہوں نے یہاں آکر دیکھا پھر تو انہیں جرات ہوئی اور اپنے باپ سے کہا: ''اب آپ کو بنیامین کے بھیجنے میں کیا عذر ہے۔ دیکھئے عزیز مصر کیسا نیک آدمی ہے کہ ہماری قیمت بھی واپس کر دی اگر اب کے آپ بنیامین کو ساتھ کر دیں گے تو اس کا حصہ ایک اونٹ کے بوجھ کا غلہ اور زیادہ لادیں گے۔ کیونکہ عزیز مصر فی آدمی ایک اونٹ کا بار دیتا ہے اور ہم ہر طرح بنیامین کے محافظ رہیں گے۔ اپنے دل میں کوئی اندیشہ نہ کیجئے''۔ مگر حضرت یعقوب علیہ السلام ایک دفعہ کے ڈرے ہوئے تھے۔ یہ لوگ یوسف علیہ السلام کو اسی اقرار سے لے گئے تھے اس لئے فرمایا کہ تم لوگ جب تک حلف نہ اٹھاؤ گے اور پکا وعدہ نہ کرو گے اس وقت تک میں ہرگز اس کو تمہارے ساتھ نہ کروں گا۔ غرضیکہ انہوں نے حلف اٹھایا اور پکا وعدہ کیا تو یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ اس عہد پر خدا ہی گواہ ہے کہ اس سے کوئی بات پوشیدہ نہیں ہے۔ وہ عہد کے توڑنے والے شخص پر عذاب کرتا ہے غرضیکہ اس مرتبہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان لوگوں سے بھی اقرار لیا اور اللہ تعالیٰ پر بھی بھروسہ کیا

قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِیْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِیْلٌ ﴿۶۶﴾ وَ قَالَ یٰبَنِیَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّ ادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَ مَاۤ اُغْنِیْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَ عَلَیْهِ فَلْیَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۶۷﴾

یعقوب نے کہا کہ میں اسے تمہارے ساتھ ہرگز نہیں بھیجوں گا جب تک تم اللہ کی قسم کھا کر مجھ کو پکا عہد نہ دیدو کہ ضرور اسے میرے پاس لے آؤ گے بجز اس (صورت) کے تم گھر جاؤ۔ پھر جب انہوں نے یعقوب کو اپنا عہد دے دیا تو یعقوب نے کہا: ''جو کچھ ہم کہتے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے'' ﴿۶۶﴾ اور [1] (چلتے وقت) یعقوب نے (ان سے) کہا: ''میرے بیٹو! سب کے سب ایک ہی دروازے سے نہ داخل ہونا اور علیحدہ علیحدہ دروازوں سے جانا اور میں تمہیں اللہ کے حکم سے نہیں بچا سکتا، حکم تو سب اللہ ہی کا ہے میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی پر ہر ایک بھروسہ کرنے والے کو بھروسہ کرنا چاہئے'' ﴿۶۷﴾

بخلاف اس دفعہ کے کہ جب یوسف علیہ السلام کو لے جانے لگے تھے تو کہا تھا کہ اس کو بھیڑیا کھا جائے گا وہاں خدا پر بھروسہ کرنا بھول گئے تھے۔ اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام ان سے ایک مدت تک جدا رہے اب جو انہوں نے خدا پر بھروسہ کیا تو دونوں صاحبزادے آپ سے آن ملے۔

نظر بد کا ذکر۔ اللہ پر بھروسہ رکھنا

[1] ان آیتوں میں اللہ پاک نے فرمایا کہ برادران یوسف علیہ السلام نے جب سفر کی تیاری کی اور بنیامین کو لے کر مصر کی طرف چلے تو ان کے والد بزرگوار نے ان کو نصیحت کی کہ: تم سب کے سب ایک دروازے سے نہ داخل ہونا الگ الگ جانا۔ کیونکہ پہلی مرتبہ جب یہ لوگ گئے تھے تو ان سے کوئی واقف نہ تھا اور اب وہاں کے لوگ انہیں جان گئے ہیں کہ یہ سب کے سب ایک ہی باپ کے بیٹے ہیں اور جوان جوان اور حسین ہیں، ایسا نہ ہو کہ کسی کی نظر بد انہیں لگ جائے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو معلوم ہو چکا تھا کہ مصر میں یوسف علیہ السلام تخت سلطنت پر ہیں مگر ان کو ظاہر کرنے کا حکم نہیں ہوا تھا اس لئے اپنے بیٹوں سے پوشیدہ رکھا۔ اصل بھروسہ اللہ تعالیٰ پر رکھا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی تعریف فرمائی

وَلَمَّا دَخَلُوا مِنْ حَيْثُ أَمَرَهُمْ أَبُوهُمْ ۖ مَا كَانَ يُغْنِي عَنْهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا حَاجَةً فِي نَفْسِ يَعْقُوبَ قَضَاهَا ۚ وَإِنَّهُ لَذُو عِلْمٍ لِمَا عَلَّمْنَاهُ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦٨﴾ وَلَمَّا دَخَلُوا عَلَىٰ يُوسُفَ آوَىٰ إِلَيْهِ أَخَاهُ ۖ قَالَ إِنِّي أَنَا أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾

اور ۱؎ جب کہ وہ (مصر میں) اسی طرح داخل ہوئے جس طرح ان کے باپ نے حکم دیا تھا تو وہ کچھ انہیں اللہ کے حکم سے بچا نہ سکا لیکن یعقوب کے دل کا ایک خطرہ تھا جسے اس نے پورا کر دیا اور بیشک وہ تو صاحب علم تھا اس چیز سے کہ ہم نے اس کو علم سکھایا تھا و لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ﴿٦٨﴾ اور ۲؎ جب وہ یوسف کے پاس گئے اس نے اپنے حقیقی بھائی کو اپنے پاس جگہ دی (اور اس کو پوشیدگی میں) کہا کہ بیشک میں ہی تیرا بھائی (یوسف) ہوں پس جو کچھ (بدسلوکی) یہ لوگ (تیرے ساتھ) کرتے رہے ہیں اس پر غمگین نہ ہو ﴿٦٩﴾

اب بھی جو شخص دنیا کے اسباب کو برتے اور تقدیر پر شاکر رہ کر اصل بھروسہ اللہ پر رکھے تو ایسے شخص کا کام شریعت کے موافق شمار کیا جاوے گا۔

۱؎ ارشاد ہوتا ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کے بھائی جدا جدا داخل ہوئے تو جو تدبیر یعقوب علیہ السلام نے بتلائی تھی وہ سود مند نہ ہوئی بلکہ انہیں چوری کی تہمت لگائی گئی اور بنیامین کو اس جرم میں ایک سال تک روک دیا گیا اور حضرت یعقوب علیہ السلام پر دوہری مصیبت آئی غرض تدبیر سے حکم قضا و قدر نہیں پھر سکتا۔ یعقوب علیہ السلام کے دل میں جو مشقت و محبت بچوں کی تھی اس کے تقاضے سے انہوں نے یہ بات ظاہر کر دی تھی مگر وہ اس کے کچھ معتقد نہ تھے کہ اس تدبیر سے تقدیر دفع ہو جائے گی۔ تقدیر کا جاننا اور ماننا انبیاء کا کام ہے لیکن اکثر لوگ جاہل ہیں بے علمی سے تقدیر کا انکار کرتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائی بنیامین سے اپنا حال ذکر کر دیا اور تدبیر بھی بتلا دی

۲؎ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی داخل ہوئے تو دو دو آدمیوں کو ایک ایک گھر میں جگہ دی۔ بنیامین اکیلے رہ گئے ان کو اپنے پاس رکھا اور تنہائی میں ملاقات کر کے کہہ دیا کہ: تم دل میں کچھ خوف نہ کرو میں تمہارا بھائی ہوں۔ ان سوتیلے بھائیوں نے جو کچھ میرے اور تمہارے ساتھ سلوک کیا اس کا رنج و غم نہ کرو، پھر یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو خبر دی کہ: میں یہ تدبیر کرتا ہوں کہ تمہارے نام کے غلہ کی گٹھڑی میں ایک برتن رکھ دیتا ہوں۔ ان کو چوری کی علت لگا کر تمہیں اپنے پاس رکھ لوں گا۔ تو اس نے کہا: ''اچھا یہی کرو''۔

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ لَسَارِقُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ﴿٧١﴾ قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ﴿٧٣﴾

پھر ۱؎ جب یوسف نے ان کا سامان تیار کر دیا تو پانی پینے کا پیالہ اپنے (حقیقی) بھائی کے سامان میں رکھ دیا (جب یہ لوگ روانہ ہو گئے تو) پھر ایک پکارنے والے نے پکارا: ''اے قافلہ والو! (ٹھہرو) بیشک تم چور ہو'' ﴿۷۰﴾ وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور بولے کہ ''کیا چیز ہے جو تم نہیں پاتے'' ﴿۷۱﴾ انہوں نے کہا کہ ہم کو بادشاہ کا پیالہ نہیں ملتا اور جو کوئی اس کو لاوے گا ایک اونٹ بھر کر غلہ پاوے گا ﴿۷۲﴾ اور میں اس وعدہ کا ضامن ہوں (یوسف کے بھائیوں نے) کہا: ۲؎ ''خدا کی قسم! تمہیں خوب معلوم ہے کہ ہم زمین میں فساد کرنے نہیں آئے ہیں اور نہ ہم چور ہیں'' ﴿۷۳﴾

بنیامین کو مصر میں روک لیا گیا

۱؎ جب یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے سفر کا سب سامان پورا کر دیا اور غلہ ناپ تول کر اونٹوں پر لدوا دیا تو ایک برتن سونے اور جواہرات کا جس سے پانی پیتے تھے اور اس سے غلہ بھی ناپ کر لوگوں کو دیتے تھے۔ یہ برتن اپنے چھوٹے بھائی یعنی بنیامین کے سامان میں پوشیدہ طور پر رکھ دیا۔ جب یہ لوگ وہاں سے کچھ دور نکل گئے تو یوسف علیہ السلام کے خدمت گاروں نے وہاں اس برتن کا پتہ نہ پایا، دل میں متفکر ہوئے اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو جو ابھی غلہ لے کر واپس چلے تھے پکارنے لگے: ''اے قافلہ والو! ٹھہر جاؤ تم چور معلوم ہوتے ہو''۔ یہ سنکر وہ لوگ پریشان ہوئے اور پھر کر دریافت کیا کہ کیا چیز چوری کی ہے انہوں نے جواب دیا کہ بادشاہ کا سقایا یعنی پانی پینے کا برتن نہیں ملتا۔ پھر منادی نے یہ بھی کہا کہ جو شخص اس کا پتہ لگا دے گا اسے غلہ کا ایک اونٹ کا بوجھ بادشاہ کی طرف سے ملے گا اور ہم اس کے ضامن ہیں۔

۲؎ جب یوسف علیہ السلام کے خدمت گاروں نے ان کے بھائیوں کو پکار کر کہا: ''تم چور معلوم ہوتے ہو'' تو انہوں نے قسم کھائی اور کہا کہ تم جانتے ہو کہ ہم یہاں فساد کرنے نہیں آئے ہیں اور نہ ہم چور ہیں، ہم پہلے بھی آ چکے ہیں اب دوبارہ آئے ہیں۔ اس کی وجہ بھی تمہیں معلوم ہے کہ غلہ کی قیمت پہلی دفعہ ہماری گٹھڑیوں میں چلی گئی تھی جس کے واپس کر دینے کا ہمیں خیال تھا،

قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِیْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَ فَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ﴿۷۶﴾

(ملازموں نے) کہا: "پھر اس کی کیا سزا ہونی چاہئے اگر تم جھوٹ بولتے ہو" ﴿۷۴﴾ بولے: "چور کی سزا یہ ہے کہ جس کے سامان میں چوری کا مال نکلے وہی اس کے بدلے میں غلام بنے، اسی طرح ہمارے ہاں ظالموں کی سزا دیا کرتے ہیں" ﴿۷۵﴾ پس (یوسف نے) اپنے (حقیقی) بھائی کے اسباب سے پہلے ان کے اسباب کی تلاشی اول شروع کی، پھر اسے اپنے بھائی کے اسباب میں سے اس کو نکالا، ہم نے یوسف کو یہی تدبیر بتائی (ورنہ) [ا] بادشاہ (مصر) کے قانون سے اسے حق نہ تھا کہ وہ اپنے بھائی کو روک لے مگر یہ کہ خدا ہی کو منظور تھا، جس کو ہم چاہتے ہیں درجوں بلند کرتے ہیں اور ہر علم والے کے اوپر ایک علم والا ہے ﴿۷۶﴾

یہ بات سن کر یوسف علیہ السلام کے خدمت گاروں نے کہا کہ: اگر تم برخلاف اپنے قول کے چور ثابت ہوگئے تو تمہاری کیا سزا ہے"۔ انہوں نے کہا کہ ہم میں سے جس کے پاس وہ برتن نکلے اسی کو سزا ملے، یعقوب علیہ السلام کی شریعت میں چور کو ایک سال تک غلام بنا کر رکھ لیا کرتے تھے۔ غرضیکہ یہ بات یوسف علیہ السلام کی مرضی کے موافق تھی منظور کرلی، اور پہلے سوتیلے بھائیوں کی تلاشی لی پھر بنیامین کی تلاشی لی وہ برتن ان کے سامان میں سے نکلا۔ اس پر یوسف علیہ السلام کے بھائی نہایت شرمندہ ہوئے اور سر جھکا لیا اور بنیامین کو یوسف علیہ السلام کے حوالہ کیا۔

[ا] ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے حضرت یوسف علیہ السلام کو اسی طرح تعلیم کی تھی اور اسی تدبیر سے بنیامین مصر میں آگئے اور حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو آزردہ پا کر بھائیوں سے علیحدہ بتلا دیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ بات زیبا نہ تھی کہ بادشاہ کے قاعدے کے موافق اپنے بھائی کو جو چور قرار پایا تھا سزا دے۔ اس واسطے کہ بادشاہ کا حکم چور کی نسبت یہ تھا کہ اسے مار و اور دونا مال لے لینا مقرر تھا۔ یہ بات خدا کی مشیت سے ہوئی کہ ان کے دل میں ڈال دیا کہ سزا بھائیوں سے دریافت کریں اور ان کے دل میں یہ ڈالا وہ اپنی سلطنت کے مطابق جواب دیں۔ پھر فرمایا کہ خدا نے جو چاہا یوسف علیہ السلام کے ساتھ وہ کیا ہم

قَالُوٓا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا یٰٓاَیُّهَا الْعَزِیْزُ اِنَّ لَهٗٓ اَبًا شَیْخًا كَبِیْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۷۸﴾

بھائیوں [1] نے کہا: ''اگر اس نے چوری کی تو یہ کوئی عجیب بات نہیں کیونکہ اس سے پہلے اس کا (حقیقی) بھائی بھی چوری کر چکا ہے۔'' پس یوسف نے اپنے دل میں اس بات کو مخفی رکھا اور ان پر ظاہر نہیں کیا دل میں کہا کہ تم بری جگہ ہو اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم باتیں بناتے ہو ﴿۷۷﴾ انہوں [2] نے کہا: ''اے عزیز! اس کا باپ بڑا بوڑھا آدمی ہے (وہ اس سے بہت محبت رکھتا ہے) پس اس کی جگہ ہم میں سے کسی کو رکھ لے بیشک ہم تجھے نیکی کرنے والوں میں سے دیکھ رہے ہیں'' ﴿۷۸﴾

جس کے چاہتے ہیں مرتبے بڑھاتے ہیں۔ ہر عالم سے زیادہ دوسرا عالم موجود ہے، یہاں تک کہ یہ سلسلہ اللہ تعالیٰ تک پہنچا ہے۔ اس کا علم سب کے علم سے برتر ہے۔

ان کے بھائیوں نے عاجزی کی مگر کارآمد نہ ہوئی

[1] یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں نے جب دیکھا بنیامین نے چوری کی تو کہنے لگے کہ: اس پر کیا موقوف ہے اگر اس نے چوری کی ہے تو کوئی زیادہ تعجب کی بات نہیں ہے اس کا ایک بھائی اور تھا اس نے بھی ایک مرتبہ چوری کی تھی کہ یوسف کی خالہ کے گھر میں مرغیاں تھیں۔ ایک سائل گھر کے دروازے پر آیا اور کوئی اس وقت موجود نہ تھا۔ یوسف علیہ السلام نے ایک مرغی سائل کو دے دی۔ ان کے بھائیوں نے انہیں چوری لگائی یوسف علیہ السلام اس مقولہ کو سن کر چپکے ہو رہے اور ان پر یہ ظاہر نہ کیا کہ میں یوسف ہوں۔ چوری کا الزام تم مجھ پر جھوٹ لگاتے ہو اپنے دل میں کہا کہ: تم سب سے بڑھ کر چور ہو کہ محبوب بیٹے کو باپ سے جدا کر دیا اور اللہ تمہارے اس کلام سے خوب واقف ہے۔ پھر یوسف علیہ السلام نے بنیامین کو اپنے لوگوں کے سپرد کیا۔ بھائیوں نے اس کے چھڑانے کے بارے میں بڑی گفتگو کی مگر کچھ فائدہ مند نہ ہوئی جب انہوں نے دیکھا کہ زور سے کام نہیں نکلتا تو عاجزی کرنے لگے

بھائیوں کی پریشانی کا ذکر

[2] جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے دیکھا کہ اب بنیامین کو عزیز مصر نہیں چھوڑے گا تو بہت گھبرائے کیونکہ باپ سے

قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ ع فَلَمَّا اسْتَیْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِیًّا ؕ قَالَ كَبِیْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَیْكُمْ مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَ مِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِیْ یُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى یَاْذَنَ لِیْۤ اَبِیْۤ اَوْ یَحْكُمَ اللّٰهُ لِیْ ۚ وَ هُوَ خَیْرُ الْحٰكِمِیْنَ ﴿۸۰﴾

یوسف نے کہا: ''خدا کی پناہ! اس بات سے کہ ہم اس کے سوا (کسی اور کو) پکڑیں جس کے پاس ہمارا مال ملا ہے اگر ایسا کریں تو ہم ظالم ٹھہریں گے'' ﴿۷۹﴾ پھر[۱] جب کہ اس سے ناامید ہوگئے تو اس سے الگ ہوکر خفیہ مشورہ کرنے لگے، ان کا بڑا بھائی بولا: ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے تم سے اللہ کا عہد کرلیا تھا اور اس سے پہلے بھی تم نے یوسف کے حق میں کیسی تقصیر کی (کوتاہی کی)، پس میں تو یہاں سے نہیں ٹلوں گا اس وقت تک کہ میرا باپ مجھے اجازت دے یا اللہ مجھے کوئی حکم فرمائے اور اس کا حکم سب سے بہتر ہے'' ﴿۸۰﴾

وعدہ کرکے آئے تھے اس لئے گڑگڑانے لگے، اور نہایت ہی عاجزی ومنت سے کہا کہ اے عزیز مصر! بنیامین کا باپ بہت ہی بوڑھا ہے اور یوسف علیہ السلام کے بعد اسی سے محبت رکھتا ہے۔ اگر آپ ہم میں سے ایک کو اس کے بدلے غلام بنالیں اور اس کو چھوڑ دیں تو بہتر ہوگا۔ بہت ہی بڑا احسان آپ کا ہمارے اوپر ہوگا اور ہم آپ کو نیکوکار مرد بزرگ دیکھتے ہیں ضرور ہمارے مدعا کو پورا کریں گے۔ یوسف علیہ السلام نے کہا کہ: یہ بڑی بے انصافی کی بات ہے کہ کسی اور کو پکڑ لیں ہم تو اسی کو پکڑیں گے جس کے پاس ہماری چیز ملی ہے۔ ہم اگر دوسرے کو پکڑلیں تو بیشک گنہگار ہیں۔

[۱] جب یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائی بنیامین کی رہائی سے ناامید ہوگئے تو صلاح ومشورہ کرنے لگے کہ اب کیا کرنا چاہیے، عزیز مصر تو کسی طرح ہماری التجا قبول نہیں کرتا، بڑا بھائی جس کا نام روبیل تھا، اس نے کہا کہ باپ نے بنیامین کے واپس لانے کے لئے خدا کو درمیان میں دے کر قول وقرار لیا تھا پہلے بھی قصور سرزد ہوچکا ہے، میری غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ باپ کو منہ دکھاؤں۔ جب تک باپ کی اجازت نہیں آوے گی میں یہیں رہوں گا اور اپنے بھائی کو لے کر جاؤں گا۔ قتل ہوں گے یا قتل کریں گے بغیر اس کو لئے نہیں جائیں گے۔ خدا احکم الحاکمین ہے اسی کے ہاتھ میں ہمارا فیصلہ ہے، جو تقدیر میں ہوگا وہ ہوگا تم اگر گھر جاتے ہو تو باپ سے ساری حقیقت جاکر بیان کرو کہ ہم نے ہرچند اس بات کا اقرار کیا تھا کہ بنیامین کی حفاظت کریں گے۔ مگر ہمیں غیب کی خبر نہیں تھی کہ یہاں چوری کی علت میں تمہارا بیٹا پکڑا جاوے گا۔ ہم نے موافق اپنے دین کے

اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا وَالْعِيْرَ الَّتِيْۤ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾

تم اپنے باپ کے پاس لوٹ کر جاؤ پھر عرض کرو کہ اے ہمارے باپ! بیشک تمہارے بیٹے نے چوری کی اور ہم تو اتنی بات کے گواہ ہوئے تھے جتنی ہمارے علم میں تھی اور ہم غیب کے نگہبان نہ تھے (کہ یہ صورت پیش آئے گی) ﴿۸۱﴾ اور اس بستی سے پوچھ لیں جس میں ہم تھے اور اس قافلہ سے بھی کہ جس میں ہم آئے ہیں اور ہم بے شک سچے ہیں ﴿۸۲﴾ (پھر[۲] یعقوب نے سن کر کہا: "(نہیں) بلکہ تمہارے نفس نے تمہارے لئے ایک بات گھڑ لی ہے پس (مجھے) صبر ہی بہتر ہے۔ اُمید ہے[۱] کہ اللہ ان سب کو میرے پاس لے آئے، بیشک وہی جاننے والا حکمت والا ہے" ﴿۸۳﴾

چوری کی سزا بھی بتلادی۔ اب عزیز مصر اس کو نہیں آنے دیتا اس جرم میں روک رکھا ہے ہم مجبور ہیں کیا کریں۔ آپ کو ہمارے کلام کا یقین نہیں ہے تو جس گاؤں میں ہم آکر اترے ہیں یہاں کے لوگوں سے دریافت کیجئے اور جس قافلے کے ساتھ ہم مصر میں داخل ہوئے ہیں ان سے ساری حقیقت معلوم کر لیجئے کہ ہم کہاں تک سچے ہیں"۔

فرزندگان یعقوب علیہ السلام کی مصر سے واپسی، بنیامین کے حال کی خبر دینا

[۱] جب یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں نے کنعان پہنچ کر باپ سے بنیامین کا قصہ بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ: یہ بھی تمہاری سب افترا پردازی ہے اور من گھڑت ہے یعنی بادشاہ کو کیا خبر تھی کہ چور کی کیا سزا ہے۔ تمہی نے شیخی میں آکر کہہ دیا کہ ہم میں سے جو چور ہو اسے غلام بنالیا جائے۔ تمہارے کہنے کے موافق بادشاہ نے کیا، خیر صبر کرنا چاہئے۔

[۲] حضرت یعقوب علیہ السلام کو پہلے تو فقط حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی کا رنج تھا، اب بنیامین کی جدائی سے اور زیادہ رنج بڑھ گیا جس کی کوئی حد نہ رہی۔ پھر خیال کیا کہ ہر رنج کے ساتھ خوشی لگی ہوئی ہے دل کو تسکین فرمائی۔ جس کا ذکر اس آیت میں ہے۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے توقع تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں۔ آزمائش الٰہی کے طور پر کچھ عرصہ تک آنکھوں سے اوجھل ہوگئے ہیں پھر ضرور ملیں گے۔ اس لئے انہوں نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت

وَ تَوَلّٰی عَنْهُمْ وَ قَالَ یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ وَ ابْیَضَّتْ عَیْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِیْمٌ ﴿۸۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ یُوْسُفَ حَتّٰی تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِیْنَ ﴿۸۵﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ اَشْكُوْا بَثِّیْ وَ حُزْنِیْۤ اِلَى اللّٰهِ وَ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾

اور ا۔ یعقوب نے ان کی طرف سے منہ پھیرلیا اور کہا کہ ہائے افسوس یوسف (کی جدائی) پر، اور اسکے غم سے (روتے روتے) آنکھیں سفید ہوگئیں پس وہ غم کھاتا رہا ﴿۸۴﴾ (بیٹوں نے) کہا: ''خدا کی قسم! تم تو ہمیشہ یوسف کو یاد کرتے رہو گے یہاں تک کہ تم (گھل گھل کر) بیمار ہوجاؤ یا ہلاک ہونے والوں سے ہوجاؤ'' ﴿۸۵﴾ یعقوب نے کہا: ۲۔ ''میں تو اپنی پریشانی اور غم کی فریاد کرتا ہوں اللہ ہی کی جناب میں، اور خدا کی طرف سے میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ﴿۸۶﴾

سے کچھ دور نہیں جو اللہ تعالیٰ روبیل، یوسف، بنیامین سب بچھڑے ہوؤں کو اکٹھا ملا دیوے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی توقع کو پورا کیا اور سب بچھڑوں کو حسب مراد ملایا۔ روبیل خود مصر میں رہ گئے تھے شرم کے مارے کنعان نہیں آئے تھے۔

یعقوب علیہ السلام کا رنج والم سے آنکھیں کھو بیٹھنا

ا۔ بنیامین کا قصہ سننے کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کی طرف سے منہ پھیر لیا اور کہنے لگے کہ: افسوس حضرت یوسف علیہ السلام کی یاد آ گئی، بنیامین کا حال جب سنا تو حضرت یعقوب کا غم حد سے بڑھ گیا، اس سے اور بھی دو چند صدمہ ہوا اور آپ بیٹوں کے فراق میں اس قدر روئے کہ آپ کی آنکھیں جاتی رہیں۔ سیاہی سفیدی سے بدل گئی اس سبب سے بھی تھا کہ آپ جانتے تھے کہ یوسف علیہ السلام زندہ ہیں لیکن آپ کو ان کے دین کی طرف سے خیال پیدا ہوا کہ مصر میں سارے لوگ بت پرست ہیں، کبھی ان کے عقائد میں بھی فرق نہ آئے پھر یوسف کے سوتیلے بھائیوں نے فہمائش کے طور پر باپ سے یہ کہا کہ: یوسف علیہ السلام کو یاد کر کے رنج وغم کرتے کرتے یا تو آپ اپاہج اور دیوانے ہوجاویں گے یا اپنی جان کھودیں گے۔

۲۔ جب یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں نے یعقوب علیہ السلام کو ان سخت لفظوں میں فہمائش کی جس کا ذکر اوپر گزرا تو یعقوب علیہ السلام نے ان کو یہ جواب دیا کہ ''میں بے صبری کر کے اللہ تعالیٰ کی آزمائش کی شکایت کسی دوسرے سے کروں تو تم مجھ کو صبر کی فہمائش کرو۔ میں تو اپنے غم کا حال اسی پاک پروردگار سے عرض کرتا ہوں جس نے آزمائش کے طور پر یہ مصیبت ڈالی ہے۔ اے بیٹو! تم کو معلوم نہ ہو تو نہ ہو مگر مجھ کو اللہ کی کریمی کی صفت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو خواب یوسف علیہ السلام کو دکھایا ہے اس کا ظہور میری آنکھوں کے سامنے ہوگا اور میری زندگی میں یوسف علیہ السلام ایک دفعہ مجھ سے ضرور ملے گا''۔

يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾

اے [۱] میرے بیٹو! جاؤ اور تلاش کرو یوسف کو اور اس کے بھائی کو اور اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر کافر لوگ" ﴿۸۷﴾ پھر جب کہ یوسف کے بھائی یوسف کے پاس پہنچے تو کہنے لگے: "اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو (بہت) مصیبت پہنچ رہی ہے اور ہم یہ تھوڑی سی پونجی لے کر آئے ہیں ہم کو پورا پیمانہ بھردے اور ہم کو خیرات (سمجھ کر) دیدے، بیشک اللہ خیرات دینے والوں کو اچھا بدلہ دیتا ہے ﴿۸۸﴾

فرزندگان یعقوب علیہ السلام کا دوبارہ مصر آنا

[۱] اوپر کے قصہ کے بعد یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ ادھر ادھر پھر کر یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائی بنیامین کا پتہ لگاؤ۔ خدا کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ وہ دونوں تمہیں مل جاویں۔ خدا پر بھروسہ کر کے کمر ہمت چست باندھو اور اس کی جستجو میں نکلو اور خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو کیونکہ خدا پر جو ایمان رکھتے ہیں وہ ناامید نہیں ہوتے اور جو لوگ خدا پر ایمان نہیں رکھتے وہ ناامید ہوتے ہیں۔ پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے باپ کا حکم پا کر گھر سے چلے اور سیدھے مصر میں داخل ہوئے اور عزیز مصر سے یہ آ کر کہا کہ اے عزیز مصر! ہم پر اور ہمارے اہل وعیال پر بہت ہی سختی ہے اس مرتبہ ہمارے گھر میں ناقص مال تھا وہ سب لے کر آئے ہیں، آپ اس غلہ کی قیمت لے کر ہمیں غلہ بھر دیں اور پورا تول تول دیں اور ہماری قیمت دینے نہ دینے کا خیال نہ کریں۔ ہمارا حال کچھ ایسا ہی ہو رہا ہے۔ آپ گویا صدقہ ہی تصور فرما کر ناقص درہموں کے بدلہ غلہ دیں۔ اللہ پاک صدقہ کرنے والوں کو بہت بڑا اجر دیتا ہے۔ جب بھائیوں نے اس طرح کی گفتگو کی تو یوسف علیہ السلام سے گھر کی تکلیف سن کر نہ رہا گیا اور انہوں نے اپنے آپ کو اس طرح سے ظاہر کر دیا کہ تم نے جو کچھ سلوک یوسف علیہ السلام اور اس کے چھوٹے بھائی کے ساتھ کیا وہ تمہیں خوب معلوم ہے کہ کس طرح مکر وفریب سے باپ سے جدا کیا اور حقیقت میں تمہاری نادانی نے تمہیں اس بات پر آمادہ کیا تھا۔

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوسُفَ وَ اَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَ هٰذَآ اَخِيْ ۫ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ؕ اِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ وَ يَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾

(یہ حال سن کر یوسف کا دل بھر آیا اور) کہا: "کیا تمہیں یاد ہے جو کچھ تم نے یوسف اور اس کے بھائی کے ساتھ کیا تھا جب تم نادان تھے" ﴿۸۹﴾ انہوں نے کہا: ۱؎ "کیا واقعی آپ ہی یوسف ہیں" کہا: "(ہاں) میں یوسف ہوں اور یہ (بنیامین) میرا بھائی ہے البتہ اللہ نے ہم پر بڑا احسان کیا، البتہ بات یہ ہے کہ جو شخص پرہیزگاری کرے اور صبر کرے تو بیشک اللہ تعالیٰ نیک کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا" ﴿۹۰﴾

حضرت یوسف کے بھائیوں نے انہیں پہچان کر قصور کی معافی چاہی، پھر حضرت یوسف نے جنتی کرتہ دیا

۱؎ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یوسف علیہ السلام نے سر سے تاج اتارا اور اپنی پیشانی دکھائی۔ ان کی پیشانی پر ایک تل تھا اس کو دیکھ کر انہوں نے پہچان لیا کہ یہ یوسف ہیں اور کہنے لگے کہ کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو فرمایا کہ بیشک میں یوسف ہوں اور یہ میرا چھوٹا بھائی بنیامین ہے۔ خدا نے بڑا فضل کیا کہ مدت دراز کے بعد ہمیں ایک جگہ کیا جو شخص خدا سے ڈرتا ہے اور مصیبت کے وقت صبر کرتا ہے اس کا اجر اللہ پاک ضائع نہیں کرتا ہے۔ میرے اوپر کیسی کیسی مصیبت پڑی ہر حالت میں صبر ہی کرتا رہا اللہ تعالیٰ نے رحم کھا کر اپنا فضل ہم پر کیا اور مصر کی سلطنت ہمارے قبضہ میں دے دی۔ جب بھائیوں نے دیکھا کہ اللہ اکبر! ہم جسے عزیز مصر سمجھے ہوئے تھے وہ تو ہمارا بھائی نکلا تو پھر انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے معافی چاہی اور اپنے جرم کا اقرار کیا۔ یوسف علیہ السلام نے ان کی معذرت سن کر ان سے کہا: "بھائی جو کچھ ہوا جانے دو اس کا خیال کب تک کیا کرو گے، آج کے بعد پھر کوئی الزام تم پر نہ لگایا جائے گا اور جو کچھ تم سے خطا بھی واقع ہوئی ہے اللہ پاک وہ معاف کرے گا کیونکہ وہ بیشک بہت بڑا بخشنے والا مہربان ہے"۔ پھر یوسف علیہ السلام نے کہا: "لو یہ کرتہ لے جاؤ" وہ کرتہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا تھا جو حضرت جبریل امین علیہ السلام نے ان کے گلے سے کھول کر پہنا دیا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام پر وحی آئی کہ اسے کنعان میں بھیج دے تو انہوں نے بھائیوں سے کہا کہ: اسے لے جاؤ، اسے ابا کے منہ پر ڈال دینا ان کی آنکھیں کھل جائیں اور جیسی روشنی تھی ویسی ہی آجاوے گی اور اپنے سب گھر بار کو لے کر یہاں آجاؤ۔ لکھا ہے کہ وہ کرتہ یہودا لے گئے کہ اس سے پہلے کا کرتہ بناوٹی خون کا بھرا ہوا جو دیا تھا تو انہی نے دیا تھا۔ اس خوشخبری کے کرتے کے لے جانے میں اس کا کچھ معاوضہ ہو جاوے۔

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴿۹۱﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ؕ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۫ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَاۤ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ

(یہ سن کر ندامت سے جھک گئے) اور کہنے لگے: ''اللہ کی قسم! بیشک اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت دی اور بیشک ہم خطاوار تھے'' ﴿۹۱﴾ یوسف نے کہا: ''آج کے دن (میری طرف سے) تم پر کچھ ملامت نہیں (جو ہونا تھا وہ ہو چکا) اللہ تمہارا قصور معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے زیادہ مہربان ہے ﴿۹۲﴾ (اب تم) یہ میرا کرتہ (تعویذ ی اپنے ساتھ) لے جاؤ پس اسے میرے باپ کے منہ پر ڈال دو تاکہ ان کی آنکھیں بینا ہو جائیں اور میرے پاس اپنے تمام کنبے کو لے آؤ'' ﴿۹۳﴾ اور ؂۱ جب کہ (یہ لوگ کرتہ لے کر روانہ ہوئے اور) قافلہ مصر سے چلا تو (ادھر کنعان میں) ان کا باپ کہنے لگا: ''البتہ مجھ کو یوسف کی خوشبو آ رہی ہے اگر مجھے بہکا ہوا نہ کہو'' ﴿۹۴﴾ انہوں نے کہا: ''اللہ کی قسم! یقیناً تم اپنی پرانی خود رفتگی میں پڑے ہوئے ہو'' ﴿۹۵﴾ پھر جبکہ ؂۲ اس کے پاس خوشخبری دینے والا آیا تو اس نے (آتے ہی) یوسف کا کرتہ یعقوب کے منہ پر ڈال دیا پس اسی وقت بینا ہو گئے۔

؂۱ ارشاد ہوتا ہے کہ جب قافلہ مصر کی آبادی سے میدان میں آیا تو باد صبا نے حق تعالیٰ سے اذن لے کر یوسف علیہ السلام کے کرتے کی خوشبو حضرت یعقوب علیہ السلام کے دماغ میں پہنچا دی۔ وہ خوشبو سونگھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ: مجھے یوسف علیہ السلام کی خوشبو آ رہی ہے۔ اگر تم بے وقوف نہ بناؤ اور فتور عقل نہ سمجھو تو بات یہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔ انہوں نے کہا: ''واہ یہ خوب سوجھے، اللہ کی قسم! آپ بیشک قدیمی حیرت میں گرفتار ہیں۔ یوسف علیہ السلام کے غلبہ محبت اور ان کے ذکر کی کثرت سے ان کی ملاقات کی توقع آپ کو چالیس برس بعد بھی باقی ہے''۔

؂۲ ارشاد ہوتا ہے کہ جب خوشخبری دینے والا یعنی یہودا اپنے باپ کے پاس پہنچا تو اس نے یوسف علیہ السلام کے کرتے کو اپنے

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـِٕیْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۹۸﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِیْنَ ﴿۹۹﴾ ؕ

(تب) یعقوب نے کہا: ''کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ بیشک میں اللہ کی جانب سے وہ بات جانتا ہوں جو تمہیں معلوم نہیں'' ﴿۹۶﴾ (سب بیٹوں نے) کہا: ''اے ہمارے باپ! ہمارے گناہوں کے بارے میں بخشش مانگئے، بیشک ہم خطاوار ہیں'' ﴿۹۷﴾ یعقوب نے کہا: ''عنقریب میں تمہارے لئے اپنے پروردگار سے بخشش چاہوں گا بیشک وہ بخشنے والا مہربان ہے'' ﴿۹۸﴾ پھر[۱] جب کہ وہ (سب کے سب) یوسف کے پاس پہنچے (یعنی اس کے خیمہ میں) تو یوسف نے اپنے پاس (تعظیماً) اپنے ماں باپ کو جگہ دی اور کہا: ''سب مصر میں چلو ان شاء اللہ (ہر طرح کا) امن ہوگا'' ﴿۹۹﴾

باپ کے منہ پر ڈال دیا پس وہ بینا ہو گئے۔ لکھا ہے کہ یہودا بھائیوں کے ساتھ راہ میں نہیں ٹھہرے اور ننگے پاؤں برہنہ سر دوڑتے ہوئے کنعان میں پہنچے۔ تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا کہ کیوں جی میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ مجھے اللہ کی وحی کے ذریعہ سے وہ بات معلوم ہے جو تم کو نہیں معلوم، یعنی یوسف علیہ السلام کے خواب کا ظہور ضرور ہوگا، پھر حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادوں نے باپ سے معذرت کی اور اپنی خطا کا اقرار کیا: ''بیشک ہم قصوروار ہیں۔ آپ ہمیں معاف فرمائیں اور درگاہ الٰہی میں ہمارے لئے مغفرت کی دعا کیجئے'' آپ نے فرمایا کہ عنقریب ہم تمہارے لئے دعا کریں گے، آپ نے مغفرت کی دعا کرنے میں بخل نہیں کیا۔ بلکہ وعدہ فرمایا کہ بوقت سحر ہم خدا سے تمہارے واسطے دعا کریں گے۔ آپ صبح کے وقت اٹھ کر نماز پڑھا کرتے تھے اور دعائے صبح زیادہ تر مقبول ہوتی ہے۔

یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائی مع رشتہ دار سب کا ایک جگہ ہونا، یوسف علیہ السلام کو سجدہ کرنا

[۱] حضرت یعقوب علیہ السلام مع رشتہ داروں کے جو مرد وعورت ملا کر ۶۳ آدمیوں کے قریب تھے کنعان سے لے کر چلے اور حضرت یوسف علیہ السلام کو خبر ملی کہ ہمارے والدین آرہے ہیں۔ اور اب بہت نزدیک آگئے ہیں تو آپ تخت پر بیٹھ کر ان کے استقبال کو روانہ ہوئے۔ بادشاہ مصر نے اپنے دربار کے اور دوسرے معزز آدمیوں کو بھی ان کے ہمراہ کر دیا جب باپ کے پاس پہنچے تو ماں باپ کو اپنے تخت پر جگہ دی۔ پھر جب یوسف علیہ السلام نے عین شہر میں آکر باپ اور ماں کو تخت پر بٹھایا تو ان کے گیارہ بھائیوں نے براہ تعظیم ان کے آگے سجدہ کیا۔ یہ سجدہ تعظیم کا کہلاتا تھا۔ زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر عیسیٰ علیہ السلام تک اپنے بزرگوں اور معزز آدمیوں کو سجدہ تعظیمی کرنا روا تھا مگر اب شریعت محمدیہ میں یہ تعظیمی سجدہ ناجائز ہے۔

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْۤ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ

اور اپنے ماں باپ کو تخت پر اونچا بٹھایا اور وہ سب کے سب اس کے لئے سجدے میں گرے اور یوسف نے کہا: ''اے میرے ۱؎ باپ! یہ میرے خواب کی تعبیر ہے جو پہلے میں نے دیکھا تھا، بیشک میرے پروردگار نے اس (خواب) کو سچا کیا اور بیشک اس نے مجھ پر احسان کیا کہ اس نے مجھ کو قید خانہ سے نکالا اور تم سب کو گاؤں سے لاکر میرے پاس پہنچا دیا بعد اس کے جھگڑا ڈال دیا تھا شیطان نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان، بیشک میرا پروردگار جس بات کو چاہے (اس کی تدبیر) آسان کردے، بیشک وہی جاننے والا حکمت والا ہے'' ﴿۱۰۰﴾ (یوسف نے دعا کی): ''اے میرے ۲؎ پروردگار! بیشک تو نے مجھے بادشاہی دی۔

۱؎ پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والد بزرگوار سے کہا کہ: اے والد ماجد! میں نے جو بچپن میں ایک خواب دیکھا تھا کہ گیارہ ستارے آسمان سے زمین پر اترے اور ان کے ساتھ چاند سورج بھی ہے اور ان ستاروں نے میرے آگے سجدہ کیا یہ اسی خواب کی تعبیر ہے اور یہی نتیجہ وانجام اس خواب کا تھا۔ ہمارے پروردگار عالم نے اس خواب کو سچ کر دکھایا اور ہم اس کا لاکھ لاکھ شکر کرتے ہیں کہ ہمیں طرح طرح کی نصیحتیں دیں اور مجھے قید سے نکالا اور آپ کو گاؤں سے یہاں لایا۔ پھر اس کے بعد شیطان کا ذکر کیا کہ: اس نے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان میں جھگڑا ڈالا مگر ہزار ہزار اس کا شکر ہے کہ اس نے اس کا تصفیہ کردیا، اور فرمایا کہ میرا رب لطیف ہے کہ اس نے اپنے لطف وکرم سے میرے اوپر بڑے بڑے احسان کئے۔ یوسف علیہ السلام نے اس تعبیر میں کنوئیں کا ذکر نہیں کیا ایسا نہ ہو کہ سوتیلے بھائی شرمندہ ہوں۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مصلحتوں اور ضرورتوں کو خوب جانتا ہے اور اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

حضرت یعقوب علیہ السلام، ان کے بھائی اور ان کے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام تینوں کی وفات کا ذکر

۲؎ مورخین کا بیان ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام مصر میں چوبیس سال عیش وخوشحالی کے ساتھ رہے۔ قریب وفات آپ

وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ ۚ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۟ اَنْتَ وَلِیّٖ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْۤا اَمْرَهُمْ وَهُمْ یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾

اور مجھ کو خوابوں کی تعبیر کا علم بخشا (جو کہ علم عظیم ہے) اے آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے! تو ہی میرا کارساز ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ تو مجھے اسلام پر موت دے اور مجھ کو خاص نیک بندوں میں شامل کر دے'' ﴿۱۰۱﴾ (اے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جو ہم اس کو تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس اس وقت موجود نہ تھے جبکہ یوسف کے بھائی اپنے کام کا مشورہ کرتے تھے اور وہ فریب کر رہے تھے ﴿۱۰۲﴾

نے وصیت کی کہ جنازہ ملک شام میں لے جا کر ارض مقدس میں آپ کو آپ کے والد حضرت اسحٰق علیہ السلام کے پاس دفن کیا جائے۔ اس کی تعمیل کی گئی اور اسی وقت آپ کے بھائی عیص کی وفات ہوئی دونوں بھائی ایک ہی جگہ میں مدفون ہوئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام والد اور چچا کو دفن کر کے مصر کی طرف واپس ہوئے تو آپ نے یہ دعا کی کہ جو اس آیت میں ہے۔ یعنی انبیاء سب معصوم ہیں حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ دعا تعلیم امت کے لئے ہے کہ وہ حسن خاتمہ کی دعا مانگتے رہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد ماجد کے بعد تیئس سال رہے اس کے بعد آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کے مقام دفن میں اہل مصر کے اندر سخت اختلاف واقع ہوا۔ ہر محلہ والے حصول برکت کے لئے اپنے ہی محلہ میں دفن کرنے پر اصرار کرتے تھے آخر یہ رائے قرار پائی کہ آپ کو دریائے نیل میں دفن کیا جائے تاکہ پانی آپ کی قبر سے چھوتا ہوا گزرے اور اس کی برکت سے تمام اہل مصر فیض یاب ہوں۔ چنانچہ آپ کو سنگ مرمر کے صندوق میں دریائے نیل کے اندر دفن کیا گیا اور آپ وہیں رہے یہاں تک کہ چار سو برس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آپ کا تابوت شریف نکالا اور آپ کو آپ کے آبائے کرام کے پاس ملک شام میں دفن کیا۔ اب آگے فرمایا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ ہم تم کو غیب کی خبریں بتاتے ہیں اور تم یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے پاس تو تھے ہی نہیں جب انہوں نے یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالنے پر اتفاق کر لیا تھا اور جس وقت وہ حضرت یوسف علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مکر کرتے تھے اور تمہاری تکذیب کرنے والے یہ جانتے ہیں کہ تم نے کسی سے یہ قصہ سنا بھی نہیں اور مطابق واقعہ کے تم اس کی خبر دیتے ہو تو یہ بات اس امر کی ظاہر دلیل ہے کہ تم نے یہ قصہ وحی الٰہی سے معلوم کیا ہے۔

وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْــَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾

اور اکثر ۱ لوگ گو تم کتنا ہی چاہو ایمان نہ لائیں گے ﴿۱۰۳﴾ اور تم ۲ ان سے اس (تبلیغ قرآن) پر کچھ معاوضہ تو چاہتے نہیں یہ (قرآن) تو صرف تمام جہان والوں کیلئے ایک نصیحت ہے ﴿۱۰۴﴾ اور ۳ بہت سی نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں کہ اکثر لوگ ان پر گزرتے ہیں (لیکن عبرت حاصل نہیں کرتے) اور ان سے بے خبر رہتے ہیں ﴿۱۰۵﴾ اور ۴ اکثر لوگ ان میں سے وہ ہیں کہ اللہ پر یقین نہیں لاتے مگر اس کے ساتھ شریک مقرر کرتے ہوئے ﴿۱۰۶﴾

۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کا رنج دفع کرنے کے لئے آپ کی تسلی فرمائی ہے۔ آپ کے رنج کا سبب یہ تھا کہ یہود کے بہکانے سے قریش نے آپ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بابت دریافت کیا تھا کہ یعقوب علیہ السلام جن کی اولاد یہود کہلاتے تھے۔ یہ بتاؤ کہ یہود جن کا لقب بنی اسرائیل ہے مصر میں کیونکر چلے گئے تھے اور ملک شام ان سے کیونکر چھوٹ گیا تھا۔ چنانچہ اس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے جب اس قصہ کو قریش کے روبرو سورۂ یوسف کے نازل ہوتے ہی بیان فرمایا تو آپ کو توقع ہوئی کہ اس امر کی تائید غیبی سمجھ کر اکثر یہود آپ کے سچے نبی ہونے کی شہادت دیویں گے اور ایمان لاویں گے مگر وہ ایمان نہ لائے۔ اس سبب سے آنحضرت ﷺ کو کمال رنج تھا۔ اس رنج کے دفع کرنے کی غرض سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ بغیر اللہ کی مرضی کے اور بغیر وقت مقررہ کے فقط تمہاری تمنا سے یہ لوگ ایمان نہ لاویں گے۔ اس کا تم کچھ رنج نہ کرو چنانچہ وقت مقررہ پر وہی ظہور میں آیا۔

۲ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ اے ہمارے حبیب ﷺ تم تبلیغ احکام پر ان سے مزدوری بھی تو نہیں مانگتے اور یہ قرآن مقدس مکہ والوں سے تخصیص نہیں رکھتا بلکہ تمام عالم کی ہدایت کے واسطے ہے۔

۳ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں اور اس کی وحدانیت کے دلائل اور اس کی حکمت کی علامات اور اس کے وجود کے گواہ بہت سے آسمان و زمین میں موجود ہیں، اور یہ کفاران سب کو دیکھتے ہیں اور پھر اعتراض کرتے ہیں نہ اس میں غور کرتے ہیں نہ ان سے عبرت حاصل کرتے ہیں۔

۴ مشرکین مکہ کا ذکر: حاصل مطلب آیت کا یہ ہے کہ مکہ کے مشرک لوگ اللہ کی عبادت میں بتوں کو شریک کرتے تھے، یہی

اَفَاَمِنُوْۤا اَنْ تَاْتِیَهُمْ غَاشِیَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ؔ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ ؕ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَ مَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْۤ اِلَیْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ؕ

پھر ۱؎ کیا ان لوگوں کا خوف جاتا رہا کہ اللہ کا عذاب انہیں آ کر گھیر لے یا ان پر اچانک قیامت آ جائے اور ان کو خبر بھی نہ ہو ﴿۱۰۷﴾۔ تم فرماؤ: "یہ ۲؎ میری راہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں میں اور میری پیروی کرنے والے بھی دل کی آنکھیں رکھتے ہیں، اور پاکی خدا کیلئے ہے اور میں شرک کرنے والا نہیں ہوں" ﴿۱۰۸﴾ اور ۳؎ (اے محبوب!) ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے سب مرد ہی تھے جنہیں ہم وحی کرتے تھے سب بستیوں کے رہنے والے تھے۔

بڑا شرک ہے اور اس کے حق میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ بغیر خالص دل کی توبہ کے اس شرک کی معافی نہیں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا مانگا کرو: اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا وَّاَنَا اَعْلَمُ بِهٖ وَاسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ بِهٖ۔ حاصل معنی اس دعا کے یہ ہیں کہ "یا اللہ! کھلے چھپے سب طرح کے شرک سے پناہ دے اور کسی قسم کا شرک دانستہ یا نادانستہ ہو گیا ہو تو معاف فرما" ہر مسلمان کو یہ دعا پڑھنی چاہیے۔

شرک کی مذمت

۱؎ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ اکثر لوگ ایماندار ہو کر شرک بھی کرتے ہیں۔ انہیں کے حق میں اب یہ ارشاد ہوا کہ کیا یہ لوگ بالکل اس سے بے خوف ہو گئے ہیں کہ خدا کا عذاب آ کر اچانک ان کو ڈھانک لے یا قیامت آ جائے تو ان کو مطلق خبر بھی نہ ہو۔ اپنے اپنے کاروبار میں لگ رہے ہوں، یا رات کو بستر پر آرام سے سو رہے ہوں اور خدا کا طرح طرح کا عذاب جس طرح پہلی امتوں پر آیا ان پر بھی آ جائے۔

۲؎ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو ارشاد فرمایا کہ آپ لوگوں سے کہہ دیں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں ہے دونوں جہان میں اسی کی خدائی ہے عبادت بھی اسی کی زیبا ہے میں جو کسی کو اس راہ پر بلاتا ہوں تو یقین اور سند کی راہ سے اور بے دلیل نہیں ہے۔ مجھے خدا نے اس بات کی ہدایت دی ہے اور جو شخص ہمارا پیرو ہو وہ بھی جس کسی کو اس راہ کی طرف بلاتا ہے تو دلیل سے قائل کر کے بلاتا ہے۔

۳؎ مشرکین کے اعتراض کا جواب، آسمان و زمین کی ہیئت: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو قائل کیا ہے جو

اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْــــَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾

تو کیا یہ لوگ زمین پر چلے پھرے نہیں پس دیکھتے ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جو ان سے پہلے (کافر) ہو گزرے ہیں اور بیشک آخرت کا گھر پرہیز گاروں کیلئے بہتر ہے پھر تم کیوں نہیں سمجھتے ﴿۱۰۹﴾ (منکروں کو ہم نے) یہاں [۱] تک ڈھیل دی کہ نا امید ہونے لگے رسول بھی (ظاہری اسباب سے) اور لوگ سمجھے کہ رسولوں نے ان سے غلط کہا تھا تب فوراً ان کے پاس ہماری مدد پہنچی پھر جس کو ہم نے چاہا بچا دیا اور ہمارا عذاب مجرم قوم سے لوٹایا نہیں جاتا ﴿۱۱۰﴾

کہتے تھے کہ آسمان سے کوئی فرشتہ رسول بنا کر کیوں نہیں بھیجا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عادت الٰہی یوں ہی جاری رہی ہے کہ ہمیشہ انسان ہی کو رسول بنا کر بھیجا گیا ہے اس میں جو حکمت ہے وہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ جتنے پیغمبر ہدایت عالم کے لئے پہنچے وہ سب کے سب اول سے آخر تک مرد ہی ہوتے آئے۔ کوئی عورت کسی زمانہ میں نبی یا رسول نہیں ہوئی اور کبھی کوئی فرشتہ رسول نہیں بنایا گیا۔ پھر فرمایا کہ لوگ جھٹلانے والے جو ہمارے رسول کو جھٹلاتے ہیں کیا یہ لوگ روئے زمین کی سیر نہیں کرتے یا پہلے لوگوں کا حال انہوں نے سنا نہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام، حضرت ہود علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام وغیرہ کی امتوں کا کیا حال ہوا۔ یہ لوگ کس طرح ہلاک ہوئے اور اسی زمانہ میں جو لوگ مومن تھے اور خدا کے رسول کے تابع و فرمانبردار تھے، ان کا بال بھی بیکا نہیں ہوا جس طرح یہ متقی بندے دنیا میں خدا کے حفظ و امان میں رہے، اسی طرح آخرت میں بھی ان کے لئے ہر طرح کا عیش و آرام ہے۔

[۱] مسلمانوں کے دل میں جو یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ قریش کی مخالفت قریب قریب پچھلی امتوں کے پہنچ گئی ان پر عذاب کیوں نازل نہیں ہوتا۔ اس آیت سے اللہ تعالیٰ نے اس خیال کو رفع فرمایا ہے کہ عادت الٰہی پہلے سے یونہی ہے۔ یکا یک ان امتوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے غارت نہیں کیا، ان کو بھی مہلت دی گئی کہ اس وقت کے نبی تنگ آ گئے اور مایوس ہو گئے۔ مخالف لوگوں نے پورا گمان کر لیا کہ عذاب کا وعدہ جو انبیاء نے کیا تھا وہ فقط ڈراوا تھا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے مخالفوں کو پکڑا اور ایک دم میں غارت کر دیا، گھبرانا نہیں چاہیے اب بھی ویسا ہی ہونے والا ہے۔ وقت مقررہ کی دیر ہے چنانچہ ویسا ہی ہوا۔

لَقَدۡ كَانَ فِىۡ قَصَصِهِمۡ عِبۡرَةٌ لِّاُولِى الۡاَلۡبَابِ‌ؕ مَا كَانَ حَدِيۡثًا يُّفۡتَـرٰى وَلٰكِنۡ تَصۡدِيۡقَ الَّذِىۡ بَيۡنَ يَدَيۡهِ وَتَفۡصِيۡلَ كُلِّ شَىۡءٍ وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۱۱﴾

البتہ [1] عقلمندوں کے لئے پیغمبروں کے قصوں میں بڑی نصیحت ہے (یہ قرآن) ایسا کلام نہیں ہے کہ بنالیا جائے ولیکن اس سے پہلے جو چیز (یعنی آسمانی کتابیں) آچکی ہیں یہ ان کی تصدیق کرنے والا ہے اور ہر چیز کی تفصیل (بیان) کرنے والا اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے ﴿۱۱۱﴾

[1] اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس بات کا ذکر کیا کہ پہلی امتوں کے اور حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے قصہ میں عقلمندوں کے واسطے یہ ایک بہت بڑی عبرت ہے۔ کہ وہ ان قصوں کو سن کر یہ سمجھتے ہیں کہ صبر کا نتیجہ سلامت کرامت ہے اور ایذارسانی و بدخواہی کا انجام ندامت۔ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنے والا کامیاب ہوتا ہے۔ پھر اس کے بعد قرآن پاک کی نسبت ارشاد ہوتا ہے کہ یہ بات نہیں ہے کہ کسی انسان نے اپنی طرف سے بنالیا ہو، بلکہ جس طرح اور کتابیں پہلے رسولوں پر توریت، انجیل وغیرہ نازل ہوتی گئیں، اسی طرح یہ قرآن مجید بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر بذریعہ وحی کے نازل ہوا ہے اور ساری پہلی امتوں کی یہ قرآن مجید تصدیق کرتا ہے اور جو جو باتیں ان کتابوں کی صحیح ہیں ان کو علیحدہ کر کے بتلاتا ہے۔ اور جو غلطیاں ان میں اہل کتاب نے ڈال دی ہیں ان کو جدا کر دیتا ہے۔ اور بہت سی باتیں ان کتابوں کی قائم رکھتا ہے اور بہت سے احکام منسوخ ٹھہراتا ہے۔ غرضیکہ اس میں ہر ایک بات کی کامل تفصیل ہے حرام و حلال مباح، مکروہ سب کو علیحدہ علیحدہ بتلایا ہے۔ اسی واسطے یہ قرآن پاک ہدایت و رحمت ہے۔ جو لوگ اس کے احکام کے تابع ہیں اور قدم بقدم اس کی نصیحت پر چلتے ہیں، ضرور وہ مراد کو پہنچیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان پر خاص رحمت نازل فرماوے گا اور وہ گمراہی سے علیحدہ رہیں گے اور صراط مستقیم کی طرف متوجہ رہ کر ایمان دار بندوں کی پوری پوری صفت حاصل کریں گے۔

اٰیاتھا ۴۳ ۱۳ سُوْرَۃُ الرَّعْدِ مَدَنِیَّۃٌ ۹۶ رکوعاتھا ۶

سورۂ رعد مدینہ میں نازل ہوئی اس میں تینتالیس آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَالَّذِیْٓ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ ① اَللّٰهُ الَّذِیْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ

(اے محبوب ۱) یہ کتاب (یعنی قرآن) کی آیتیں ہیں اور وہ جو تمہارے طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے اترا (یعنی قرآن) حق ہے ولیکن اکثر آدمی ایمان نہیں لاتے ① اللہ ۲ وہ ہے کہ جس نے آسمانوں کو بلند کیا بغیر ستونوں کے کہ جن کو تم دیکھ رہے ہو، پھر عرش پر قائم ہوا (جیسا اسکی شان کے لائق ہے) اور سورج اور چاند کو کام میں لگایا۔

خواص سورہ الرعد: سورت رعد کو انیس بار پڑھ کر روتے بچے پر دم کرے تو وہ رونے سے باز رہے گا۔ اس سورت کو نئی طشتری پر اندھیری رات میں لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر اندھیری رات میں ظالم حاکم کے دروازے پر چھڑکنے سے رحم دل ہو جائے گا۔

۱ الٓمّٓرٰ۔ حروف مقطعات میں سے ہے جس کا ذکر سورۂ بقرہ میں آچکا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس سورہ کی آیتیں اور اس کے سوا جو تمام قرآن پاک کی آیتیں تم پر اتاری گئی ہیں وہ حق ہیں لیکن بہت لوگ اس کو نہیں مانتے اور اس پر ایمان نہیں لاتے۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ

۲ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے وہ قادر مطلق ہے جس نے آسمانوں کو بے ستون قائم کیا اس قادر مختار نے گول گنبد بنایا اور اس میں کسی ستون کی حاجت نہیں رکھی، پھر تخت حکومت پر جلوس فرمایا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا بندوں کی مصلحتوں کے واسطے اسے مفید جانا، ان دونوں کو محرک کیا۔ ان میں سے ہر ایک ایک میعاد معین تک حرکت میں رہے گا یعنی قیامت تک سورج اور چاند کو گردش رہے گی۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے جس کا موجود کرنا مصلحت ہوتا ہے اسے موجود کرتا ہے اور جس کا نابود کرنا مناسب ہوتا ہے اسے نابود کرتا ہے۔ وہی ذلت دیتا ہے وہی عزت بخشتا ہے۔ اس قرآن کے اندر امر و نہی مفصل بیان فرماتا ہے اور اپنی قدرت کی دلیلیں ایک کے بعد ایک ظاہر کرتا ہے کہ قیامت کا اعتقاد کرو اور اس بات کا یقین کرو کہ بعد مرنے کے جینا ہے اور حساب کتاب دینا اور اعمال کی جزا ملنا ضروری ہے۔

كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝۲ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۳

ہر ایک معیاد معین تک چلتا ہے، اللہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے کھول کھول کر نشانیاں بتاتا ہے تاکہ تم اپنے پروردگار کے ملنے کا یقین کرو ۝۲ اور [۱] وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور نہریں بنائیں، اور زمین میں ہر قسم کے پھل دو دو قسم کے بنائے (کھٹا اور میٹھا، اچھا اور برا، سرد و گرم، تر و خشک وغیرہ) چھپا لیتا ہے رات (کی تاریکی) سے دن (کی روشنی) کو، بیشک اس میں غور کرنے والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں ۝۳

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معجزہ طلب کرنے کا ذکر

[۱] اس آیت میں زمین کی نسبت اپنی قدرت کاملہ کا حال بیان فرمایا کہ اللہ نے زمین کو پھیلا دیا، لمبائی اور چوڑائی میں، پھر پہاڑوں کو میخیں بنا کر جڑ دیا تاکہ ہل جل نہ سکے اور اس میں جابجا نہریں اور ندیاں دریا سمندر جاری کیے تاکہ زمین کی پیداوار کو مناسب مناسب موقع پر پانی پہنچتا رہے اور ہر طرح کے میوے الگ الگ رنگ اور ہر ذائقہ کے پیدا کیے۔ پھر رات تمام ہوئی دن آموجود ہوا۔ سب خدا کی ایسی قدرت ہے کہ انسان غور کرے تو خدا کی وحدانیت کا یقین ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ زمین کو دیکھو ایک ٹکڑا ایک سے ملا ہوا ہے اس پر بھی کوئی ٹکڑا پتھریلا ہے کوئی شور والا اور کوئی پاکیزہ ہوتا ہے۔ کہیں طرح طرح کے باغ ہیں جس میں انگور و کھجوروں کے مختلف قسم کے درخت ہیں۔ کسی زمین میں کھیتی ہوتی ہے جہاں طرح طرح کے اناج پیدا ہوتے ہیں۔ ان درختوں اور کھیتوں کو ایک پانی سے سرسبز و شاداب کیا جاتا ہے اور یہ ایک ہی زمین میں ہوتے ہیں۔ پھر بھی قسم قسم کے پھل، پھول، میوے ترکاریاں اور اناج ہیں اور کھانے میں مزہ علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے، یہ سب اس کی قدرت ہے۔ اس لئے فرمایا کہ عقل مند آدمی کے واسطے خدا کے پہچاننے کے لئے یہ بہت بڑی نشانیاں ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس طرح اب مینہ برسنے سے ہر طرح کی پیداوار تیار ہو جاتی ہے اسی طرح دوسرے صور سے پہلے ایک مینہ برسے گا جس سے مرے ہوئے آدمیوں کے جسم تیار ہو جاویں گے، پھر ان جسموں میں روحیں پھونک دی جاویں گی۔ قرآن مجید میں جگہ جگہ کھیتی کے ذکر کے بعد حشر کا تذکرہ آیا ہے۔

وَ فِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّ جَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ زَرْعٌ وَّ نَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۚ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝۴ وَ اِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ؕ۬ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْۤ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۵

اور زمین میں مختلف قطعے ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں اور انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں اور کھجور (کے درخت) ہیں بعض جھنڈ دار (یعنی بہت شاخ والے) اور بعض اس کے خلاف سب کو ایک ہی پانی دیا جاتا ہے اور ہم پھلوں میں فوقیت دیتے ہیں (از روئے ذائقہ کے) ایک کو دوسرے پر، بیشک اس میں عقلمندوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں ۝۴ اور لہ اگر تم (ان کی تکذیب کرنے سے) تعجب کرو تو تعجب تو ان کے اس کہنے کا ہے: "جب ہم خاک ہوگئے تو کیا ہم نئے سرے سے بنیں گے" یہی وہ لوگ ہیں کہ جو اپنے پروردگار سے منکر ہوئے۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جن کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور یہی لوگ دوزخ والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ۝۵

منکرین حشر کا ذکر

لہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے منکرین حشر کا یہ قول: "مٹی ہو کر پھر کیونکر جئیں گے"، ضعیف ٹھہرایا اس واسطے فرمایا کہ دنیا بھر میں کسی کو تعجب کی بات سننی ہو تو ان کا قول سنے۔ کیونکہ ہر عقلمند جانتا ہے کہ پہلے پہل ہر کام مشکل ہوتا ہے ایک دفعہ جو کام ہو چکا اور اس کا راستہ پڑ گیا پھر دوبارہ اس کا ہو جانا کیا دشوار ہے۔ یعنی پہلی مرتبہ کی پیدائش کو آنکھوں سے دیکھ کر جو یہ لوگ دوسری دفعہ کی پیدائش کو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر گنتے ہیں تو یہ ان کا اللہ تعالیٰ کی شان میں ایک کفر ہے۔ جس کی سزا یہ ہے کہ قیامت کے دن سخت جرم کے مجرموں کی طرح ان کی گردنوں میں آگ کے طوق ڈالے جاویں گے تاکہ یہ سزا نہ اٹھا سکیں اور دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ان کو رہنا پڑے گا۔

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ؕ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰى ظُلْمِهِمْ ۚ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۶﴾ وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّ لِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ﴿۷﴾ ع

اور ۱ راحت سے پہلے مصیبت کی تم سے جلدی کرتے ہیں اور بیشک گزر چکی ہیں ان سے پہلے بہت سی عذاب کی نظیریں، اور بیشک تمہارا پروردگار تو لوگوں کو باوجود ان کے ظلم کے بھی معاف کر دیتا ہے، اور بیشک تمہارے پروردگار کا عذاب سخت ہے ﴿۶﴾ اور ۲ کافر کہتے ہیں کہ ان رسول پر کوئی نشانی کیوں نہیں اتری ان کے پروردگار کی طرف سے (اے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!) تم تو محض ڈر سنانے والے ہو اور ہر قوم کے لئے ہادی ﴿۷﴾

۱ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جب کفار کو عذاب کی آیتیں سنائیں اور دھمکایا اور ڈرایا تو نضر بن حارث وغیرہ نے بطور ہنسی کے عذاب کی جلدی کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ لوگ آخرت سے پہلے ہی عذاب چاہتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے اس زمانہ میں کافروں پر عذاب موقوف رکھا گیا، قیامت کے دن اکٹھا ہو جائے گا۔ یہ بے وقوف عذاب کا آنا کچھ بڑی بات سمجھتے ہیں۔ یہ نہیں دیکھتے کہ پہلی امتوں پر کیسے کیسے عذاب ہو چکے۔ زمین میں دھنس جانا، صورتوں کا مسخ ہو جانا اور زلزلہ کا آنا یہ عذاب کس نے بھیجے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ میں رحم اور قہر دونوں صفتیں ہیں اور اب تک اللہ تعالیٰ نے اپنی رحم کی صفت کے تقاضے ان کو چھوڑ رکھا ہے۔ جس دن قہر کی صفت کا تقاضا ہو گیا تو پھر پہلے کی اجڑی ہوئی امتوں کی طرح سے ان کا کہیں ٹھکانا بھی نہ لگے گا۔

۲ یہ مشرکوں کا وہی پرانا سوال ہے جس کو بار بار وہ کہہ چکے تھے کہ اگلے رسولوں کو تو بڑی بڑی نشانیاں ملی تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضا ملا تھا۔ حضرت صالح علیہ السلام کے وقت میں اونٹنی پیدا ہوئی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے آپ بھی کوئی نشانی دکھایئے، اس صفا پہاڑ کو سونے کا بنا دیجئے یا یہ پہاڑ یہاں سے اکھڑ کر کہیں اور چلا جاوے اور یہاں ایک خوشنما باغ لگ جائے۔ اگر آپ ایسا کریں گے تو ہم آپ کو سچا سمجھیں گے اور ایمان لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے فرمایا کہ تم ان کے سوال کے پورا ہونے کی زیادہ خواہش نہ کرو، تمہارے متعلق تو صرف اتنی بات ہے کہ تم ان لوگوں کو نصیحت کر دو کیونکہ رسول تو فقط اللہ تعالیٰ کے خوف سے لوگوں کو ڈرانے والے ہیں اور حق کا راستہ دکھانا اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ؕ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝۹ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ

اللہ ہی ۱ کو معلوم ہے کہ جو کچھ ہر مادہ کے پیٹ میں ہے (یعنی کیسا بچہ ہے) اور جو کچھ پیٹ گھٹتے ہیں اور جو کچھ بڑھتے ہیں (یعنی حاملہ کے پیٹ میں ایک بچہ ہے یا زیادہ، پورا بن چکا ہے یا نا تمام ہے، رحم میں کتنے مدت رہے گا) اور اسکے نزدیک ہر چیز کا ایک اندازہ ہے ۝۸ وہ ۲ ہر چھپی اور کھلی باتوں کا جاننے والا بزرگ بلند مرتبہ ہے۔ (اسکے نزدیک ۳) برابر ہے ۝۹ تم میں سے وہ شخص جو بات کو چھپائے اور جو پکار کر کہے اور وہ شخص جو رات کو چھپا ہے۔

ماں کے پیٹ میں بچہ کی کیفیت

۱ اس آیت کی تفسیر آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے کہ عورت کے رحم میں جب نطفہ ٹھہرتا ہے تو ایک چلہ (چالیس روز) تک اپنی اصلی حالت میں رہتا ہے پھر جما ہوا خون بن جاتا ہے، پھر گوشت کا لوتھڑا ہو جاتا ہے پھر پتلا بن جاتا ہے اور اس میں روح پھونک دی جاتی ہے اور اللہ کے حکم سے ایک فرشتہ آتا ہے اور عمر رزق جس طرح کے عمل یہ پتلا پیدا ہونے کے بعد کرے گا یہ سب کچھ وہ فرشتہ لکھ لیتا ہے۔

حشر کا نمونہ، ایک گنہگار شخص کی وصیت کہ مرنے کے بعد خاک رواں دواں کر دینا

۲ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے اور بڑا اعالی مرتبہ ہے کوئی اسکی مثل نہیں۔ منکرین حشر یہ جو کہتے تھے کہ مرنے کے بعد ان کی خاک رواں دواں ہو جاوے گی، پھر وہ خاک کیونکر جمع ہوگی اور اس کا پتلا کیونکر بنے گا۔ آیت کے اس ٹکڑے میں ان لوگوں کو یہ تنبیہ فرمائی ہے وہ خاک رواں دواں ہو کر انسان کے علم سے باہر ہو جاتی ہے، مگر اللہ کے علم سے باہر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے وقت مقررہ پر وہ خاک جمع کی جاوے گی اور اس کا پتلا بنے گا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایتیں ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ ایک گنہگار شخص نے اللہ تعالیٰ کے خوف سے اپنی اولاد کو یہ وصیت کی تھی کہ مرنے کے بعد اس کی لاش کو جلا کر خاک کر دیا جاوے اور وہ خاک کچھ ہوا میں اڑا دی جائے اور کچھ دریا میں بہا دی جاوے۔ اس شخص کے مرنے کے بعد اس کی وصیت کے موافق عمل کیا اللہ تعالیٰ نے جنگل اور دریا کو اس خاک کے حاضر کرنے کا حکم دیا اور فوراً وہ خاک حاضر ہو گئی۔ اور اللہ کے حکم سے اس کا پتلا بنا اور اس پتلے میں روح پھونکی گئی۔ اس سے پوچھا گیا کہ وہ وصیت تو نے کس نیت سے کی تھی۔ اس نے جواب دیا: ''یا اللہ! کوئی چیز تیرے علم سے باہر نہیں ہے۔ میں نے جو کچھ کیا تھا وہ فقط تیرے خوف سے کیا تھا''۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب سن کر اس کے قصور کو معاف کر دیا۔

۳ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم کے سامنے بات کا چھپانا اور ظاہر کرنا برابر ہے۔ وہ خفیہ بات کو بھی خوب جانتا

وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝۱۰ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝۱۱

اور جو دن میں راہ چلتا ہے ۝۱۰ ہر لہ آدمی کے آگے اور پیچھے نگہبان فرشتے ہیں ایک دوسرے کے بعد آنے والے کہ خدا کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ بیشک اللہ کسی قوم سے اپنی نعمت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت آپ نہ بدل لیں، اور جب اللہ کسی قوم پر مصیبت ڈالنے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ پھر نہیں سکتی۔ اور نہ کوئی ان کے لئے اس کے سوا مددگار ہے ۝۱۱

ہے اور ظاہر کو بھی خوب پہچانتا ہے۔ جو شخص رات کو خفیہ کارروائی کرتا ہے اسے بھی پہچانتا ہے اور جو دن کو اعلانیہ کام کرتا ہے اس سے واقف ہے۔

ہر انسان کی فرشتوں کے ذریعے حفاظت

لہ صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ہر شخص کی حفاظت کیلئے رات اور دن کے الگ الگ فرشتے ہر انسان پر خدا کی طرف سے مقرر ہیں۔ صبح کی نماز کے وقت دن کے فرشتے، اور عصر کی نماز کے وقت رات کے فرشتے آن کر چوکی بدلوا دیتے ہیں۔ ان فرشتوں کو کراماً کاتبین کہتے ہیں، اور حفاظت کے فرشتے ان سب صدموں اور آفتوں سے آدمی کی حفاظت کرتے ہیں، جن صدموں اور آفتوں سے اس کی قسمت میں بچنا لکھا ہے۔ اور جب تقدیری کوئی آفت آنے والی ہوتی ہے جس سے حفاظت کرنے کا کوئی حکم اللہ کا نہیں ہوتا، تو ایسی حالت میں فرشتے حفاظت چھوڑ دیتے ہیں۔ لکھا ہے کہ دس فرشتے دن کو، اور دس رات کو ہر انسان پر تعینات ہیں۔ دو نیکی بدی کے لکھنے والے، اور دو تمام جسم کی حفاظت کرنے والے، اور دو خاص درود شریف کا ثواب لکھنے والے دونوں ہونٹوں پر مقرر ہیں۔ اور دو خاص آنکھوں کی نگرانی رکھتے ہیں، اور ایک منہ پر تعینات ہے تاکہ سانپ بچھو یا اور کوئی موذی جانور منہ میں گھسنے نہ پائے۔ اور ایک فرشتہ ہر آدمی کی پیشانی پر ہے۔ جب آدمی تکبر کرتا ہے تو اس کو ذلت پہنچتی ہے۔ نیکی لکھنے والا فرشتہ بدی لکھنے والے پر سردار ہے۔ اب آگے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کسی کی نعمت و عافیت نہیں برباد کرتا جب تک وہ اپنی اچھی حالت کو برباد نہیں کرتے یعنی جب لوگ اچھے کام چھوڑ کر برے کام اختیار کریں تو اس وقت وہ اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کی دولت یا نعمت چھین لی جائے۔ اور جب اللہ

هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ

وہی تو ؎ ہے جو دکھاتا ہے تم کو بجلی ڈر کیلئے اور امید دلانے کیلئے اور بھاری (بھاری) بادلوں کو اٹھاتا ہے ﴿۱۲﴾ اور ؎ گرج (یعنی رعد فرشتہ) اسکی تعریف کے ساتھ پاکی بیان کرتا ہے اور (دوسرے) فرشتے (بھی) اسکے ڈر سے (تسبیح بیان کرتے ہیں) اور گرنے والی بجلیاں بھیجتا ہے پس ان کو گرا دیتا ہے جس پر چاہتا ہے اور کافر اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہوتے ہیں اور اسکی پکڑ سخت ہے ﴿۱۳﴾ اسی ؎ کو پکارنا حق ہے اور جو لوگ اسکے سوا جن کو پکارتے ہیں۔

کسی قوم کو عذاب دینا چاہتا ہے تو کوئی اس کا مزاحم نہیں ہو سکتا۔ اور سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی مخلوق کا کام بنانے والا اور ان کی تکلیف کو دور کرنے والا اور مدد کرنے والا نہیں۔

بجلی اور رعد کا ذکر

؎ اس آیت میں اللہ پاک نے یہ ذکر کیا کہ بجلی اس کی قدرت کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے۔ پھر کسی کو بجلی دکھا کر ڈراتا ہے (یعنی مسافر کو اور اسے جسے مینہ ضرر کرے) اور کسی کو بجلی سے مینہ کی توقع ہوتی ہے، اور فائدہ کی امید اور بھرے ہوئے بادل اپنی قدرت کاملہ سے ہوا میں پھراتا ہے۔

؎ ارشاد ہوتا ہے رعد بھی اللہ کی تسبیح کرتا ہے۔ رعد وہ فرشتہ ہے جو ابر پر مقرر ہے۔ بادلوں کو ہانکتا ہے، اور بجلی اس کا کوڑا ہے، اور سب فرشتے ڈر کے مارے اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ بجلیوں کو گراتا ہے، اور جس کو چاہتا ہے بجلی سے ہلاک کرتا ہے۔ جیسے اربد بن ربیع کو ہلاک کیا جس نے آنحضرت ﷺ کی نسبت بدخیال کیا تھا، وغیرہ۔ پھر فرمایا یہ گستاخ اللہ کے اوصاف میں جھگڑا کرتے ہیں، اس کی معبودیت اور قدرت میں کلام کرتے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ وہ ایسے گستاخوں کو سخت عذاب دیا کرتا ہے۔

شرک کا بیان

؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین جو خدا کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے ہیں، انکو کوئی فائدہ دنیا یا آخرت میں نہ ہوگا۔ اسی واسطے فرمایا کہ کافروں کی دعا جو خدا کے سوا اوروں سے کرتے ہیں بالکل ضائع ہو جاتی ہے اور بالکل گمراہی ہے۔

لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ﴿۱۴﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿۱۵﴾ السجدۃ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ

وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے مگر مانند اس شخص کے جو پانی کی طرف اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے بیٹھا ہے کہ اس کے منہ میں پہنچ جائے، اور وہ ہرگز نہ پہنچے گا اور کافروں کی ہر دعا بھٹکتی پھرتی ہے ﴿۱۴﴾ اور ۱ خدا ہی کو سجدہ کرتے ہیں جتنے آسمانوں اور زمین میں ہیں خوشی سے اور مجبوری سے اور ان کی پرچھائیاں (بھی) ہر صبح وشام (سجدہ کرتی ہیں) ﴿۱۵﴾ (اے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲) تم پوچھو آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے تم ہی فرماؤ: ''اللہ ہے'' (پھر) تم فرماؤ: ''پس کیا تم نے اللہ کے سوا ان کو دوست بنا رکھا ہے کہ جو خود اپنے لئے بھی نفع ونقصان کا اختیار نہیں رکھتے''۔

سجدہ کا حکم

۱ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنی عظمت کی خبر دیتا ہے کہ زمین وآسمان کے سارے جن انسان فرشتے سب خدا ہی کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ صبح ہوتے ہی جب آفتاب مشرق سے مغرب کو جانے لگتا ہے اور شام کو جب سورج غروب ہونے لگتا ہے سب چیزوں کے سائے خدا کے حضور سجدہ میں گرتے ہیں۔ اس آیت کے پڑھنے اور سننے والے دونوں کو سجدہ کرنا چاہیے اور جو سجدہ نہ کرے گا گنہگار ہوگا۔

مشرکین کو تنبیہ

۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ مشرک بھی اس بات کے قائل ہیں کہ خدا کے سوا کوئی خالق ورازق نہیں، پھر ان سے کہو کہ تم خدا کے سوا ایسے معبود کیوں ٹھہراتے ہو جن کو خود اپنی جان کے نفع نقصان کا ذرہ برابر اختیار نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ خدا کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں وہ گویا دل کے اندھے ہیں کہ انکے دلوں میں تاریکی ہے اور جو لوگ خاص خدا کے ماننے والے ہیں ان کے دلوں میں ایمان کی روشنی ہے۔ اس لئے فرمایا کہ بینا اور نابینا یکساں نہیں ہوتا اور نہ روشنی اور تاریکی یکساں ہوتی ہے ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ پھر فرمایا کہ مشرکوں نے جن کو اپنا معبود ٹھہرایا کس سند اور کس دلیل سے کیا۔ ان معبودوں نے بھی

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمٰى وَالْبَصِيرُ ۙ أَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّورُ ۚ أَمْ جَعَلُوا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۚ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿۱۶﴾ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ أَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۚ

تم فرماؤ: ''کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہو جائیں گے یا کیا اندھیریاں اور روشنیاں برابر ہو جائیں گی''، ہرگز نہیں کیا انہوں نے اللہ کے ایسے شریک ٹھہرائے ہیں کہ انہوں نے بھی کچھ اللہ کی مخلوق جیسی کوئی مخلوق پیدا کر رکھی ہے، پس ان کو مخلوق کے بارے میں شبہ ہو گیا، تم فرماؤ: ''اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ اکیلا سب پر غالب ہے'' ﴿۱۶﴾ اس نے آسمان سے پانی اتارا پھر اس سے اپنی مقدار کے موافق نالے بہنے لگے، پھر پانی کی رواس پر پھولے پھولے جھاگ اٹھالائی (جو پانی کے اوپر آتے ہیں) اور جس چیز کو کہ آگ میں زیور یا اور کسی اسباب بنانے کی غرض سے پگھلاتے ہیں اس پر بھی اسی طرح کا جھاگ اوپر آجاتا ہے،

خدا کی مخلوق پیدا کی، آسمان زمین بنائے، سورج چاند ستارے پیدا کئے۔ پھر فرمایا کہ ان بت پرستوں سے کہہ دیا جاوے کہ ہر شئے کا خالق وہی خدا ہے، جو تنہا اور اکیلا ہے۔ اور بڑے قہر والا ہے، اس کے سامنے کسی کی کچھ نہیں چلتی۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دو مثالیں

ارشاد ہوتا ہے کہ جب ہم آسمان سے مینہ برساتے ہیں تو وہ زمین پر بہہ نکلتا ہے اور تالاب ندی نالے اپنی حیثیت کے موافق پانی لے لیتے ہیں کوئی زیادہ کوئی کم۔ اسی طرح انسان کے دل میں بھی فرق ہے کسی کا دل زیادہ علم دین حاصل کرنے کی گنجائش رکھتا ہے اور کوئی دل کم۔ پھر فرمایا کہ ندی نالے کے پانی میں جھاگ اٹھتا ہے یہ ایک مثال ہے اور سونا چاندی وغیرہ گلانے کے وقت بھی جھاگ اٹھتا ہے۔ اسی طرح حق وناحق ہے کہ پانی سے جس طرح زمین کو فائدہ پہنچتا ہے، اور سونا چاندی کام میں آتے ہیں اور ان دونوں کا جھاگ سوکھ سوکھا کر جاتا رہتا ہے اس کو قیام نہیں رہتا، اسی طرح حق بات ہمیشہ قائم رہتی ہے اور ناحق کو کوئی قیام نہیں، جھاگ کی طرح وہ ٹھہر نہیں سکتی اور حق بات سے ہمیشہ لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں، ناحق سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ اسی قسم کی مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ فائدہ اٹھاویں۔

كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡحَقَّ وَالۡبَاطِلَ ۬ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذۡهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنۡفَعُ النَّاسَ فَيَمۡكُثُ فِى الۡاَرۡضِ ؕ كَذٰلِكَ يَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ ؕ ﴿۱۷﴾ لِلَّذِيۡنَ اسۡتَجَابُوۡا لِرَبِّهِمُ الۡحُسۡنٰى ؕ وَالَّذِيۡنَ لَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهٗ لَوۡ اَنَّ لَهُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا وَّمِثۡلَهٗ مَعَهٗ لَافۡتَدَوۡا بِهٖ ؕ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ سُوۡٓءُ الۡحِسَابِ ۙ وَمَاۡوٰٮهُمۡ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئۡسَ الۡمِهَادُ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنۡ يَّعۡلَمُ اَنَّمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ الۡحَقُّ كَمَنۡ هُوَ اَعۡمٰى ؕ

اللہ حق و باطل کی مثال اسی طرح بیان کرتا ہے، پھر جو جھاگ ہے وہ پھک کر دور ہو جاتا ہے اور وہ جو لوگوں کے کام آتا ہے وہ زمین میں رہتا ہے۔ اللہ اسی طرح مثالیں بیان کرتا ہے ﴿۱۷﴾ جنہوں نے [۱] اپنے پروردگار کا حکم مانا ان کے لئے بھتری ہے، اور جنہوں نے اس کا حکم نہ مانا اگر ان کے پاس جو کچھ زمین میں ہے سب (موجود) ہو اور اس کے ساتھ اتنا ہی اور بھی ہو تو وہ سب اپنی رہائی کے لئے دیدیں (تو قبول نہ ہوگا)، یہی لوگ ہیں جن کا برا حساب ہوگا اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے ﴿۱۸﴾ پھر کیا وہ شخص جو یہ یقین رکھتا ہے کہ جو کچھ [۲] تمہاری طرف تمہارے پروردگار کے پاس سے نازل کیا گیا ہے حق ہے وہ مثل اس شخص کے ہوگا جو اندھا ہے۔

[۱] ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ خدا کے فرمانبردار اور رسول کے تابعدار ہیں ان کے اچھے اچھے انعام ہیں یعنی ان لوگوں کے لئے جنت ہے اور جن لوگوں نے خدا کو نہیں مانا رسول کی پیروی نہیں کی۔ اگر یہ لوگ ساری دنیا کے برابر دولت تاوان میں دیں یا اس سے بھی دوگنا دیں جب بھی قبول نہ ہوگا اور عذاب سے نہ چھوٹیں گے، بلکہ ہر ہر گناہ پر ان سے سوال ہوگا اور کوئی شرک بخشا نہیں جائے گا۔ حاصل مطلب ان دونوں آیتوں کا یہ ہے کہ اصل پانی اور سونے چاندی کی سی پائیدار قرآن کی نصیحت کے پابند ہیں اور تنگ دست لوگوں کا انجام کیا ہوا اور جن مالدار نافرمان لوگوں کا مدار زندگی دنیا کا عیش و آرام اور جھاگ کی سی ناپائیدار اور بڑوں کی رسموں کے مقابلہ میں قرآن کی نصیحت کو جھٹلانا رات دن کا کام تھا ایسے لوگوں کا انجام کیا ہوا۔

نیک و بد کی پہچان اور اس کے نتیجے

[۲] اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ اللہ پاک نے جو کچھ اپنے نبی برحق پر اتارا ہے اس پر جو شخص ایمان لاتا ہے اور اس کی تصدیق

اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿١٩﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿٢٠﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ يَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿٢١﴾ وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٢﴾

پس ۱؎ نصیحت وہی مانتے ہیں جنہیں عقل ہے ⑲ وہ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور اس عہد کو نہیں توڑتے ہیں ⑳ اور وہ لوگ کہ جوڑتے ہیں اسے جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اور حساب کی سختی کا اندیشہ رکھتے ہیں ㉑ اور ۲؎ وہ لوگ جنہوں نے اپنے پروردگار کی رضامندی چاہنے کے لئے صبر کیا اور نماز قائم رکھی اور ہمارے دیئے ہوئے رزق میں سے ہماری راہ میں چھپے اور ظاہر کچھ خرچ کیا اور دفع کرتے ہیں برائی کو بھلائی سے اور ان ہی کے لئے آخرت کا نفع ہے ㉒

کرتا ہے اور خدا کے سارے امر ونہی کو پورے عدل وانصاف پر سمجھتا ہے اس کے برابر کبھی وہ شخص نہیں ہوسکتا جو اس کو جھٹلاتا ہے اور اس کی پیروی نہیں کرتا۔

۱؎ ارشاد ہوتا ہے کہ اگرچہ ہر طرح کی نصیحت قرآن شریف میں ہے، لیکن وہ نصیحت انہی لوگوں کے دل پر اثر کرتی ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے عہد کا خیال ہے کہ شریعت میں جس چیز کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا ہے اس کو بجالانے کا عہد اور جس سے باز رہنے کا ارشاد فرمایا ہے، اس سے باز رہنے کے عہد کو وہ لوگ پورا کرتے ہیں۔ اور جس طرح یوم المیثاق میں اللہ تعالیٰ نے توحید پر قائم رہنے کا اور رسولوں کی فرمانبرداری کرنے کا اور کتب آسمانی کی پابندی کرنے کا عہد لیا ہے، شریعت کو اس عہد کے یاددلانے کی ایک چیز جان کر، نہ کہ منافقوں کی طرح ان لوگوں کی یہ عادت ہے کہ زبان سے تو شریعت کی پابندی کا اقرار ہے اور دل میں اس اقرار کا کچھ بھی اثر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑے ہونے اور حساب وکتاب ہونے سے ڈر کر جو کچھ کرتے ہیں اس کا اثر دل وزبان دونوں پر ایک سا ہے۔ اللہ کی خوشنودی اور ثواب آخرت کی نیت سے کرتے ہیں۔

صبر کا اجر

۲؎ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ جو لوگ برے کاموں سے صرف خدا کی خوشنودی کے واسطے الگ رہے اور جن لوگوں نے پنج

جَنّٰتُ عَدْنٍ یَّدْخُلُوْنَهَا وَ مَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآىِٕهِمْ وَ اَزْوَاجِهِمْ وَ ذُرِّیّٰتِهِمْ وَ الْمَلٰٓىِٕكَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾ سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾ وَ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَ یَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ۙ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾

رہنے کیلئے باغ ہیں جن میں وہ داخل ہوں گے اور جو نیک ہوں انکے باپ دادا اور انکی بیویوں اور انکی اولاد سے (وہ بھی داخل ہوں گے) اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر یہ کہتے آئینگے ﴿۲۳﴾ ''سلامتی ہو (آج) تم پر تمہارے صبر کرنے کے سبب سے (جو دنیا کی زندگی میں کیا) پس ۱ اس جہان میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے'' ﴿۲۴﴾ اور وہ لوگ جو اس کا عہد توڑتے ہیں اس کے ۱ پکے ہونے کے بعد اور جن کے جوڑنے کا حکم اللہ نے دیا اسے توڑتے ہیں اور فساد پھیلاتے ہیں زمین میں، یہ وہ لوگ ہیں جن کیلئے لعنت ہے اور ان کیلئے اس جہاں میں خرابی ہوگی ﴿۲۵﴾

گانہ نماز قائم کی اور جو کچھ خدا نے ان کو دیا اس میں سے حق دار کو، بال بچوں رشتہ داروں کو، فقراء اور مساکین کو دیا۔ غرضیکہ جو جو موقع خرچ کا خدا نے بتلایا ہے اس کے مطابق کھلم کھلا یا چھپ کر خرچ کیا اور برائی کے عوض بھلائی کرتے رہے۔ اگر کسی نے ان کو تکلیف دی یا ستایا تو صبر کر کے چپ ہو رہے، اس کے بدلے کے پیچھے نہ پڑے تو آخرت کا گھر انہی نیک بختوں کے واسطے بنایا گیا ہے یعنی جنت۔ اور ان کے بال بچے باپ ماں بھی اگر نیک بخت ہیں تو انہیں کے ساتھ رہیں گے اور فرشتے ہر ہر دروازے سے آکر ان کو سلام کریں گے اور کہیں گے: ''کیا اچھا آخرت کا گھر تمہارے صبر کے بدلہ میں ملا ہے''۔

بدبختوں کا انجام

۱ اس آیت میں بدبختوں کا انجام بیان کیا جس طرح دنیا میں بدبختوں کی خصلتیں نیک بختوں کے برخلاف ہیں۔ نیک بخت وعدہ وفا کرتے ہیں بدبخت نہیں وفا کرتے۔ قول کرنے کو کر لیتے ہیں مگر پورا کرنا نہیں جانتے، رشتہ داروں کے ساتھ بدسلوکی سے پیش آتے ہیں، زمین میں کفر و شرک کا اور طرح طرح کا فتنہ و فساد اٹھاتے رہتے ہیں، امانت میں خیانت کرتے ہیں، اسی طرح آخرت میں بھی ان کا ٹھکانا نیک بختوں سے الگ ہوگا۔ جس طرح دنیا میں لوگ ان پر لعنت کرتے ہیں وہاں بھی ان پر لعنت ہوگی اور دوزخ میں جھونکے جائیں گے۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ وَ فَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَ مَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿۲۶﴾ وَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَهْدِيْۤ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿۲۷﴾

اللہ ۱؎ روزی کو کشادہ کرتا ہے جس کیلئے چاہتا ہے اور تنگ کر دیتا ہے (جس کیلئے چاہتا ہے)، اور کافر لوگ دنیا کی (چندروزہ) زندگی پر اترا گئے اور دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں ﴿۲۶﴾ مگر کچھ دن برت لینا اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ ان (رسول) پر کوئی نشانی کیوں نہیں اتری انکے پروردگار کی طرف سے۔ تم فرماؤ ۲؎ کہ بیشک اللہ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جو شخص اسکی طرف رجوع کرتا ہے اسے اپنی طرف راہ دکھا دیتا ہے ﴿۲۷﴾

دنیا میں مفلسی اور خوشحالی کا معمہ۔ نیک لوگوں کی مفلسی کا ذکر

۱؎ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نیک خصلت لوگوں سے اپنی رضا مندی ظاہر فرمائی اور ان سے جنت کا وعدہ فرمایا اور بدخصلت لوگوں سے ناخوشنودی ظاہر فرمائی اور دوزخ ان کا ٹھکانا فرمایا۔ اس پر یہ خیال دل میں گزر سکتا تھا کہ دنیا میں اکثر ایسے بدخصلت لوگ جن کا ذکر اس آیت میں ہے، بڑی آسائش اور خوشحالی سے بسر کرتے ہیں اور نیک خصلت لوگ تنگ حال ہیں۔ پھر جن لوگوں سے اللہ راضی نہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے آسائش کس مصلحت اور حکمت سے دے رکھی ہے۔ اس خیال کو اللہ تعالیٰ نے دفع فرما دیا کہ دنیا کی فارغ البالی نیک عملی اور بدعملی پر موقوف نہیں ہے، نیک عملی اور بدعملی کے موافق جزاوسزا تو خاص آخرت میں اللہ تعالیٰ نے رکھی ہے دنیا میں بعضی مصلحت اور بعضی حکمت کے موافق اللہ تعالیٰ نے نیکوں کو تنگ حال اور بعضے بدوں کو خوشحال رکھا اور اس مصلحت اور حکمت کا بھید اللہ کو ہی معلوم ہے۔ لیکن خلاصہ یہ ہے کہ نیک لوگوں کے لئے عقبیٰ میں ہمیشہ کی راحت رکھی گئی ہے اگر دنیا میں چندروزہ کوئی تکلیف ہو تو وہ خیال کرنے کے قابل نہیں ہے اسی طرح بدلوگوں کی چندروزہ زندگی اگر آسائش سے گزری تو وہ دائمی تنگ حالی اور ذلت عقبیٰ میں رکھی گئی ہے دنیا کی خوشحالی پر اترانا اور خوش ہونا انہی لوگوں کا کام ہے جو عقبیٰ کے منکر ہیں۔

۲؎ یہ وہی پرانا سوال ہے جو کفار مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کرتے تھے کہ تم پر کوئی نشانی ایسی نہیں اتری جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت صالح علیہ السلام کو ملی تھی، تم بھی صفا پہاڑ کو سونا کا بنا دو۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے سوال کا جواب ملا کہ اے رسول اللہ کے! تم کہہ دو خدا جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے وہ ہدایت دیتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ تَطْمَىٕنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَىٕنُّ الْقُلُوْبُؕ۝۲۸ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰى لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ۝۲۹ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِیْۤ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاۡ عَلَیْهِمُ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ وَ هُمْ یَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِؕ قُلْ هُوَ رَبِّیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَیْهِ مَتَابِ۝۳۰

ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے آرام پاتے ہیں، آگاہ ہو اللہ کے ذکر ہی سے دل کو چین آتا ہے (۲۸) جو لوگ کہ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کے لئے خوشی ہے اور اچھا انجام ہے (۲۹) اسی ؎ طرح ہم نے تم کو اس امت میں بھیجا جس سے پہلے بہت سی امتیں گزر چکی ہیں اس لئے کہ تم ان لوگوں کو پڑھ کر سناؤ جو ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور وہ تو رحمٰن ہی کے منکر ہو رہے ہیں، تم فرماؤ: ''وہ میرا پروردگار ہے اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف مجھے جانا ہے'' (۳۰)

اگر کل نشانیاں تمہاری فرمائش کے موافق بھی آجائیں تو بھی ایمان نہیں لاؤ گے۔ ہدایت تو وہی شخص پاتا ہے جو خدا کی طرف مائل ہوتا ہے اور جس کا دل اس کی یاد سے ٹھنڈا ہوتا ہے۔ علم الٰہی میں جو لوگ ایسے نہیں قرار پاتے وہ کسی معجزہ کو دیکھ کر ایمان نہ لاویں گے۔

توحید کا ذکر

؎ اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ جس طرح ہم نے پہلی امتوں میں رسول بھیجے، اسی طرح اس امت کے لئے ہم نے تم کو رسول بنا کر بھیجا۔ تاکہ جو باتیں ہم نے وحی کے ذریعہ سے بھیجی ہیں وہ سب تم ان لوگوں کو سنا دو اور ان سے کہہ دو کہ تم لوگ انکار کرتے ہو کہ خدا کا نام رحمٰن نہیں لیکن اس کا نام رحمٰن ہے اور وہ میرا اور سب کا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے میرا تو اسی پر بھروسہ ہے اور سب کا وہی ٹھکانہ ہے۔ ایک روز سب کے سب اسی کی طرف پھر کر جانے والے ہیں۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب مسلمانوں نے مشرکوں سے کہا کہ رحمٰن کو سجدہ کرو، تو وہ کہنے لگے: ''رحمٰن کیا ہے''۔ اور صلح حدیبیہ میں بھی حضرت رسالت پناہ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا لکھو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اس پر کفار نے جھگڑا کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ؕ اَفَلَمْ يَايْــَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾ ع

اور اگر[1] کوئی ایسا قرآن آتا کہ جس کے ذریعہ سے پہاڑ (اپنی جگہ سے) ٹل جاتے یا اس کے ذریعہ سے زمین پھٹ جاتی یا اس کے ذریعہ سے مردے بول اٹھتے تب بھی یہ کافر ایمان نہیں لاتے، بلکہ اللہ ہی کو سب طرح کا اختیار ہے، پھر کیا مسلمانوں کو اس بات کی دل جمعی نہیں ہوئی کہ اگر اللہ چاہتا تو سب آدمیوں کو ہدایت کر دیتا، اور ان کافروں کو ان کے بداعمالوں کے سبب سے ہمیشہ ایک نہ ایک سخت حادثہ پہنچتا رہتا ہے، یا وہ حادثہ ان کے گھروں کے قریب نازل ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کا وعدہ آئے بیشک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا ﴿۳۱﴾

آنحضرت ﷺ سے معجزہ طلب کرنے کا ذکر

[1] **شان نزول:** قریش کی ایک جماعت نے کہا: ''اے محمد ﷺ اگر تم چاہتے ہو کہ ہم تمہارا اسلام لے آویں تو مکہ کے چاروں طرف کے پہاڑوں کو اکھاڑ ڈالو، تاکہ ہمارے لئے زمین کشادہ ہو جاوے اور زمین کو پھاڑ ڈالو تاکہ چشمے اور نہریں جاری ہو جاویں کہ ہم زراعت کریں اور قصی بن کلاب کو مع ہمارے باپوں کے زندہ کرو''۔ اس وقت یہ آیت اتری اور فرمایا کہ اگر کوئی کتاب عالم میں ایسی ہوئی کہ اس کے پڑھنے کے وقت پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جاتے اور زمین چیر دی جاتی اور مردے بولنے لگتے تو قرآن ہی میں یہ صفت ہوتی۔ کیونکہ اس درجہ کا کمال کسی کتاب میں نہیں مگر ہر امر کا وقوع حاکم حکیم کی حکمت کے مقتضی پر موقوف ہے، وہ جب چاہے اس سے بڑھ کر ظاہر کر سکتا ہے۔ کیا مسلمان کو نہیں معلوم کہ ہدایت مشیت الٰہی سے متعلق ہے اور جو لوگ کفر کرتے ہیں ان کے کفر کی وجہ سے عذاب سخت ان کو پہنچے گا اور عذاب بھی دائمی۔ ان کافروں سے مکہ کے کافر مراد ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی تکذیب کرنے کی شامت سے وہ بلا میں برابر مبتلا رہے۔ اسی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ان پر یہ مصیبت آئے گی کہ تم ان مکانوں کے قریب ڈیرہ لگاؤ گے۔ جب تک کہ مسلمانوں کو فتح نہ ہوگی یہ کافر مصیبت میں مبتلا رہیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَأَمْلَيْتُ لِلَّذِينَ كَفَرُوا ثُمَّ أَخَذْتُهُمْ ۖ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ﴿٣٢﴾ أَفَمَنْ هُوَ قَائِمٌ عَلَىٰ كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۗ وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ قُلْ سَمُّوهُمْ ۚ أَمْ تُنَبِّئُونَهُ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْأَرْضِ أَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ۗ

اور بیشک تم سے پہلے ۱؎ رسولوں پر بھی ہنسی کی گئی تو میں نے ان کافروں کو (کچھ دنوں) مہلت دی پھر میں نے انہیں پکڑا پس (دیکھو) میرا عذاب کیسا تھا ﴿۳۲﴾ تو کیا ۲؎ وہ جو ہر جان پر اس کے اعمال کی خبر رکھتا ہے (ان بتوں کی مثل ہوسکتا ہے) اور وہ اللہ کے شریک ٹھہراتے ہیں، تم فرماؤ: "ان کا نام تو لو کیا اللہ کو وہ خبر بتاتے ہو جس کو وہ ساری زمین میں نہیں جانتا یا محض ایک دکھاوے کی بات ہے (جس کی کوئی اصلیت نہیں)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی

۱؎ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تسلی کے واسطے ارشاد ہوتا ہے کہ کچھ آپ ہی کے ساتھ گستاخی اور بے ادبی نہیں ہوئی بلکہ آپ سے پہلے جو رسول گزرے ہیں ان کی بات بھی لوگ اسی طرح ٹھٹھوں میں اڑاتے تھے۔ حقیقت میں یہ جہالت بری بلا ہے۔ نہ خدا کی وقعت نہ رسول کی نہ علماء کی نصیب ہوتی ہے۔ پھر ہم نے کافروں کو ایک مدت تک مہلت دی اور ان کو راحت اور تن پروری میں چھوڑا پھر ہم نے ان کو پکڑا، پھر کیسا عذاب ان کو دیا جو سب کو معلوم ہے۔

مشرکین کا ذکر

۲؎ اس آیت میں اللہ پاک نے مشرکوں کو جتلایا کہ اللہ پاک ہر شخص اور ہر چیز کا نگہبان اور مالک ہے اور ہر شخص کے کام کو دیکھتا اور جانتا ہے، اور مشرکین جن بتوں کی عبادت کرتے ہیں وہ اس صفت کے نہیں۔ اس لئے فرمایا کہ انہوں نے جو اللہ کے سوا اوروں کی عبادت اختیار کی ہے اور ان کو اپنا شفیع سمجھ رکھا ہے تو ان کے نام بتلائیں کہ وہ کون ہیں اور کیا صفت رکھتے ہیں، پتھر ہیں مٹی ہیں آخر کیا ہیں، کیونکہ یہ سب چیزیں اور کل مخلوق خدا کے قبضہ میں ہیں اور اس کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ اگر فی الحقیقت ان کے معبود کوئی شئے نہیں ہیں، فقط ان کے خیال ہی خیال ہیں تو یہ ایسی بات ہے کہ جس چیز کا زمین و آسمان میں کہیں پتہ نہیں۔ پھر فرمایا کہ ان کافروں نے اپنے مکر و کفر کی زینت کر رکھی ہے یا ان کو شیطان نے گمراہ بنا رکھا ہے یہ راہ راست سے روک دیئے گئے ہیں کسی طرح ہدایت نہیں پا سکتے۔ کیونکہ خدا جس کو گمراہ کرتا ہے اس کا کوئی راہ نما نہیں ہوسکتا۔

بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ؕ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ

بلکہ کافروں کی نگاہوں میں ان کی مکاریاں خوشنما بنادی گئیں اور راہ (حق) سے روک دیئے گئے اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کا کوئی ہدایت کرنے والا نہیں ﴿۳۳﴾ ان [۱] کو دنیا کی زندگی میں بھی عذاب ہے اور بے شک آخرت کا عذاب تو بہت سخت ہے، اور اللہ (کے عذاب) سے انہیں کوئی بچانے والا نہیں ہوگا ﴿۳۴﴾ (اور) جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے اس کی صفت یہ ہے کہ اس کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، اس کے میوے اور سایہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہ تو ان کا انجام ہے جو پرہیزگار ہیں، اور کافروں کا انجام آگ ہے ﴿۳۵﴾ اور [۲] جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس سے خوش ہوتے ہیں۔

کافروں کا انجام اور متقیوں کے انجام کا ذکر

[۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ کافروں کے لئے دنیا میں اور آخرت میں دونوں جگہ عذاب ہے۔ دنیا کا عذاب تو مثلاً مکہ کا قحط، قید، قتل مصیبت ہے، اور آخرت کا عذاب وقت مقررہ پر اس سے بھی زیادہ مشقت کا ہے اور پھر کوئی اس سے بچانے والا بھی نہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جنت کی مثال بیان کی کہ وہ جنت جس کا وعدہ خدا پر ایمان لانے والوں اور اس کے خوف سے ڈرنے والوں سے کیا گیا ہے اس میں یہ خوبیاں ہیں کہ جابجا اس میں نہریں جاری ہیں اور اس کی نعمتیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہیں کبھی کم نہیں ہوں گی، اور سایہ بھی وہاں ہمیشہ رہے گا، دنیا میں جس طرح سایہ صبح و شام ہوتا ہے دوپہر کو جلتی دھوپ ہوتی ہے وہاں یہ بات نہیں۔ وہاں تو ہمیشہ ہمیشہ ہر وقت چھاؤں ہی چھاؤں ہے کیونکہ وہاں سورج نہیں ہے۔ متقیوں کا انجام تو یہ ہے کہ جنت کے مزے اڑائیں گے اور کافروں کا انجام دوزخ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ عذاب میں پڑے رہیں گے۔

توحید کا ذکر، شریعت محمدی پر نہ چلنے سے اللہ کی خفگی

[۲] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کتاب قرآن ہے اور وہ لوگ آنحضرت ﷺ کے اصحاب مراد ہیں کہ یہ لوگ قرآن پاک

بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَ مِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَ لَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَیْهِ مَاٰبِ ﴿۳۶﴾ وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ حُكْمًا عَرَبِیًّا ؕ وَ لَىِٕنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا وَاقٍ ﴿۳۷﴾ؑ وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَ جَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّ ذُرِّیَّةً ؕ

ع ۵

جو کچھ تمہاری طرف بھیجا گیا ہے اور انہی کے گروہ میں بعضے ایسے ہیں کہ اس کے بعض حصہ کا انکار کرتے ہیں، تم فرماؤ: "مجھے تو یہی حکم ہے کہ میں اللہ کی عبادت کروں اور میں اس کا شریک نہ ٹھہراؤں، میں لوگوں کو اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف مجھے جانا ہے" ﴿۳۶﴾ اور اسی طرح ہم نے قرآن کو عربی زبان میں فیصلہ کن اتارا (اور اس کے مطابق عمل کرنے کا حکم فرمایا) اور (اے سننے والے!) اگر تو اپنے پاس علم آنے کے بعد ان کی خواہشوں پر چلے گا تو اللہ کے مقابلہ میں نہ تیرا کوئی حمایتی ہوگا نہ بچانے والا ﴿۳۷﴾ اور [1] (اے محبوب!) بیشک ہم نے تم سے پہلے بھی رسول بھیجے اور ان کو ہم نے بیبیاں اور اولاد دی۔

سے خوش ہوتے ہیں۔ بعض کافر ایسے ہیں کہ جو قرآن پاک ان کی شریعت کے خلاف ہے اس کے منکر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے کہہ دو کہ میں تو مواخذ ہوں اور مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں اور اس کا شریک کسی کو نہ سمجھوں جیسے تم نے عزیر اور مسیح کو ٹھہرا لیا ہے۔ جب میں پکارتا ہوں اللہ کو پکارتا ہوں اور اسی کی طرف واپس جانے والا ہوں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح ہم نے اگلے انبیاء پر ان کی زبان میں کتابیں بھیجی تھیں اسی طرح ہم نے تمہاری زبان عربی میں تم پر کتاب یعنی قرآن پاک نازل کیا۔ اور ایسا حکم ناطق بھیجا کہ اس میں تغیر اور نسخ کو گنجائش نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ جو کافر اپنے دین کی طرف بلاتے ہیں اگر تم ان کی خواہش کی پیروی کرو گے، تو اللہ تعالیٰ کی خفگی ہوگی۔ اس آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو مخاطب ٹھہرا کر امت کے لوگوں کو سنایا ہے کہ جو کوئی اس آخری شریعت کو چھوڑ کر کسی اور طریقہ پر چلے گا تو اللہ تعالیٰ کی اس پر ایسی خفگی ہوگی جس سے اس کو کوئی بچا نہ سکے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عیب لگانے کا ذکر

[1] **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ یہودی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں عیب لگاتے اور نادرست باتیں بنا کر کہتے

وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَ يُثْبِتُ ۚۖ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَ اِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَ عَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ

اور کسی رسول کو لائق نہیں کہ وہ کوئی نشانی لے آئے مگر اللہ کے حکم سے، ہر ۱؎ وعدہ کی ایک لکھت ہے ﴿۳۸﴾ اللہ جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب (لوح محفوظ) ہے ﴿۳۹﴾ اور اگر ہم تم کو دکھائیں بعض ۲؎ وہ چیز جس کا ہم ان سے وعدہ کرتے ہیں یا (اس سے پہلے ہی) اپنے پاس بلالیں تو بہر حال تم پر تو (حکم کا) پہنچا دینا ہے اور حساب لینا ہمارے ذمہ ہے ﴿۴۰﴾ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو (یعنی ان کی آبادی کو) ہر طرف سے گھٹائے چلے آتے ہیں۔

تھے کہ اس شخص کو عورتوں کا بہت شوق ہے، نکاح زیادہ کیے ہیں اگر پیغمبر ہوتا تو اسے عورتوں سے کیا کام تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ جتنے رسول ہوئے ہیں وہ سب کے سب بشر تھے کوئی فرشتہ نہ تھا۔ انہیں کی طرح یہ رسول بھی بشر ہیں، کھاتے بھی ہیں پیتے بھی ہیں، چلتے بھی ہیں پھرتے بھی ہیں، بیویاں بچے بھی ان کے ہیں، جیسے پہلے رسولوں کے تھے۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تین سو بیویاں تھیں اور سات سو کنیزیں تھیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رسول کے بس کا یہ کام نہیں ہے کہ تمہاری ہر فرمائش کے مطابق معجزہ دکھاوے۔ یہ تو خدا کا کام ہے جب وہ چاہتا ہے کوئی معجزہ ظاہر کرتا ہے، جب نہیں چاہتا نہیں ظاہر کرتا۔

لوح محفوظ کا ذکر

۱؎ آیت کے اس ٹکڑے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن احکام کو چاہتا ہے منسوخ فرماتا ہے جنہیں چاہتا ہے باقی رکھتا ہے۔ توبہ کرنے سے جس گناہ کو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور اس کی جگہ نیکیاں قائم فرماتا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ رمضان المبارک میں ہر شب قدر کو سال بھر تک جو کچھ ہونے والا ہے اس کا حساب و کتاب لوح محفوظ میں نقل کرا کے اللہ تعالیٰ ملائکہ کو دیتا ہے اسی کے موافق سال بھر تک ملائکہ کام کرتے ہیں۔ یہ ایک سال کا دنیا بھر کا حساب ہے اور جس مدت تک دنیا چلے گی وہ دنیا کی عمر تک کا حساب ہے وہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے۔

۲؎ اسلام کا اقبال اور کفار کے زوال و مکر کا ذکر: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سے فرمایا کہ کفار کے لئے ہم

وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۭ وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۴۱ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ۭ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ۭ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ۝۴۲ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ۭ

اور اللہ حکم کرتا ہے کوئی اس کے حکم ہٹانے والا نہیں ۱ اور وہ جلد حساب لینے والا ہے ۝۴۱ اور ان سے پہلے ۲ جو کافر تھے وہ بھی مکر کر چکے ہیں تو بیشک ساری خفیہ تدبیروں کا مالک تو اللہ ہی ہے، وہ جانتا ہے جو کچھ ہر جی کرتا ہے اور عنقریب یہ کافر لوگ جان لیں گے کہ آخرت کا گھر کس کے لئے ہے ۝۴۲ اور ۳ کافر کہتے ہیں: ''تم رسول نہیں''۔

نے جو وعدہ کیا ہے کہ ان کے واسطے دنیا میں پہلے عذاب ہے اور آخرت میں بھی۔ ہم چاہیں تو کچھ عذاب تمہارے جین حیات میں ان پر نازل کر دیں یا تمہیں اپنے پاس بلالیں، یہ سب اللہ کے ہاتھ میں ہے مگر تمہارا کام پیغام الٰہی کا پہنچانا ہے، کوئی ایمان لائے یا نہ لائے، تم سے اس کے بارہ میں کچھ سوال نہ ہوگا تم اپنا کام کیے جاؤ۔ باقی رہی جزا و سزا وہ اللہ کے اختیار میں ہے ہم اچھی طرح ان کا حساب کتاب کر کے فیصلہ کر دیں گے۔ پھر اس کے بعد آنحضرت ﷺ کی تسکین خاطر کے لئے فرمایا کہ اس وعدہ کی یہ علامت ظاہر بھی ہو رہی ہے کہ ملک ان کے ہاتھوں سے رفتہ رفتہ نکلے جا رہے ہیں اور مسلمان اس پر قابض ہوتے جاتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ خدا کے حکم کا کوئی پھیرنے والا نہیں ہے وہ جو چاہتا ہے حکم کرتا ہے۔

۱ آیت کے اس ٹکڑے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ جل شانہ ایک نہ ایک دن نیک و بد کا بہت جلدی حساب لینے والا ہے اس کو یاد رکھنا چاہیے اور اس سے ڈرنا چاہیے۔

مشرکین مکہ کا ذکر

۲ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں آنحضرت ﷺ کو تسلی دی ہے کہ جس طرح کفار مکہ تمہاری ایذا رسانی کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں، اسی طرح ان سے پہلے بھی لوگ خدا کے رسولوں کو ایذا پہنچا چکے ہیں مگر ان کے یہ مکر کچھ پیش چل نہیں سکے۔ کیونکہ جتنے مکر ہیں سب خدا کی مخلوق ہیں اور اسی کے ارادہ سے ظاہر ہوتے ہیں، اسی لئے کسی مکر سے کوئی نفع اور ضرر بغیر حکم خدا کے نہیں ہو سکتا، اور وہ ہر شخص کے عمل کو جانتا ہے کہ کون اچھا کرتا ہے کون برا۔ پھر جو جیسا کرے گا اس کو ویسا ہی بدلہ ملے گا اور کفار یہ بات بھی عنقریب جان لیں گے کہ آخرت کا گھر کس کو ملتا ہے۔

مشرکین کا اعتراض قرآن پاک پر اور اس کا جواب

۳ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو اس بات کی خبر دی کی کفار مکہ جو تمہیں یہ کہا کرتے ہیں کہ یہ خدا کے رسول نہیں اگر ہوتے تو ہمارے سوال کو پورا کرتے۔ تم ان سے کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان خدا ہی گواہ ہے کہ میں نے اس کا پیغام تمہیں پہنچا دیا اور تم نے اس کو نہیں مانا، مجھے جھٹلاتے ہی گئے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ پہلے آسمانی کتابوں کے پیرو علماء یہود و

قُلۡ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيۡدًۢا بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ ۙ وَمَنۡ عِنۡدَهٗ عِلۡمُ الۡكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع

(اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) تم فرماؤ: ''میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے اور اس شخص کی جس کے پاس (آسمانی) کتاب کا علم ہے'' ﴿۴۳﴾

اٰیاتھا ۵۲ — ۱۴ سُوۡرَةُ اِبۡرٰهِيۡمَ مَكِّيَّةٌ ۷۲ — رکوعاتھا ۷

سورۂ ابراہیم مکہ میں نازل ہوئی اس میں باون آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَيۡكَ لِتُخۡرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ ۙ بِاِذۡنِ رَبِّهِمۡ اِلٰى صِرَاطِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ ۙ ﴿۱﴾

یہ[۱] ایک کتاب (قرآن) ہے اسکو ہم نے تمہاری طرف اتارا تا کہ تم لوگوں کو انکے پروردگار کے حکم سے (کفر کی) اندھیریوں سے (نکال کر ایمان کی) روشنی میں لاؤ، اس کی راہ کی طرف جو عزت والا سب خوبیوں والا ﴿۱﴾

نصاریٰ کو بھی خوب معلوم ہے کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ کیونکہ ان کی کتابوں میں بھی خدا نے میری رسالت کی خبر دی ہے۔

خواص سورہ ابراھیم: اگر کسی شخص پر جادو کر دیا گیا ہو تو اس سورت کو ہر روز پڑھے اصلی حالت میں آجائے گا۔ جو شخص اس سورت کو سات مرتبہ ہر روز پڑھتا رہے گا تو دشمن سے محفوظ رہے گا۔

[۱] الٓرٰ۔ حروف مقطعات میں سے ہے جس کا ذکر سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ اب ارشاد ہوتا ہے کہ قرآن ایسی کتاب ہے کہ ہم نے اس کو تمہارے پاس اس لئے بھیجا ہے تا کہ لوگوں کو کفر و نفاق اور شرک و بدعت کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان اور اخلاص اور سنت و توحید کی روشنی میں لے جاؤ۔ مگر یہ کام نہیں ہو سکتا جب تک کہ ہماری توفیق نہ ہو اور ہم کسی پر آسان نہ کریں۔ پھر فرمایا کہ خدا کی راہ پر چلو اور وہ خدا ایسا ہے کہ ہر شے پر غالب ہے اور زمین اور آسمانوں میں اس کی حمد و ثنا ہوتی ہے۔ وہ اللہ ایسا شہنشاہ بادشاہ احکم الحاکمین ہے کہ تمام آسمانوں اور زمین کے اختیارات رکھتا ہے اور کل موجودات آسمانی اور مخلوقات ارضی اس کے محکوم ہیں۔ ان کافروں کے واسطے جو ایمان نہیں لاتے اور کسی دلیل کو نہیں مانتے عذاب سخت ہونے والا ہے۔ یہ لوگ دنیا کی زندگی کو آخرت کی زندگی پر ترجیح دیتے ہیں اور خلق خدا کو راہ خداوندی سے باز رکھتے ہیں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور قرآن پر ایمان لانے سے روکتے ہیں اور راہ حق کو کج بتاتے ہیں۔ یہ لوگ بہت بڑی گمراہی میں ہیں۔

اللّٰہِ الَّذِیْ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَوَیْلٌ لِّلْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدِ ۙ﴿۲﴾ الَّذِیْنَ یَسْتَحِبُّوْنَ الْحَیٰوةَ الدُّنْیَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَیَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍۭ بَعِیْدٍ ﴿۳﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِیُبَیِّنَ لَهُمْ ؕ فَیُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۴﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰیٰتِنَآ

اللہ ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اسی کا ہے، اور کافروں کی خرابی ہے ایک سخت عذاب سے ﴿۲﴾ جنہیں دنیا کی (چندروزہ) زندگی آخرت سے پیاری ہے اور اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں اور اس میں کجی چاہتے ہیں وہ ہی بڑی دور کی گمراہی میں ہیں ﴿۳﴾ اور لے ہم نے ہر رسول اس کی قوم ہی کی زبان میں بھیجا تا کہ وہ ان کو بآسانی بتائے پس خدا جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور وہی غالب حکمت والا ہے ﴿۴﴾ بیشک ۲ ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا

لے **شان نزول:** مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض جو کرتے تھے کہ یہ قرآن خود ان کا بنایا ہوا ہے خدا کی طرف سے نہیں آیا اگر کسی اور زبان میں ہوتا تو ہم یقین کرتے۔ یہ تو انہی کی زبان میں خود انہوں نے بنالیا ہے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ بہت بڑا خدا کا احسان ہے کہ جتنی قوموں میں رسول بھیجے سب انہیں میں سے، اور جتنی کتابیں اتاریں انہیں کی زبان میں۔ تو پھر لوگوں کو جو دقتیں پیش آتیں اس کا کچھ ٹھکانا نہیں اپنی زبان ہونے پر تو یہ کفر و انکار ہے دوسری زبان ہوتی تو یہ عذر رہتا کہ سمجھنے سے عاجز ہیں۔ اسی واسطے ہمیشہ یہی دستور رکھا گیا ہے کہ ہر پیغمبر کو اس کی قوم کی زبان میں کتاب بھیجی، تا کہ آسانی سے وہ خدا کے احکام ان لوگوں تک پہنچادیں یہ اس کا بڑا فضل اور حکمت ہے۔ پس اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑتا ہے اور اپنی رحمت سے دور کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے، اور وہ بادشاہ غالب ہے اور حکمت والا ہے اس کا کام حکمت سے خالی نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وعظ

۲ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قدرت کی دلیلوں کے ساتھ اور معجزات دے کر حکم دیا کہ اپنی قوم کو تاریکیوں

اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ۬ وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۵ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِیْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ۝۶ ع

کہ اپنی قوم کو (کفر کی) اندھیریوں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لائیں، اور ان کو اللہ کے دنوں (یعنی اللہ کی نعمتوں) کو یاد دلاؤ، بیشک اس میں ہر صبر شکر کرنے والے کے لئے بڑی نشانیاں ہیں ۝ اور جب کہ موسیٰ (علیہ السلام) نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ کا احسان اپنے اوپر یاد کرو جب اس نے تم کو فرعون کے لوگوں سے بچایا جو تم کو سخت تکلیفیں دیتے تھے اور تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے تھے اور زندہ چھوڑ دیتے تھے تمہاری لڑکیوں کو، اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی آزمائش تھی ۝

سے نکال کر روشنی میں لاؤ۔ یعنی جہالت سے نکال کر علم کی ترغیب دو اور ان کو یہ بات یاد دلاؤ کہ دیکھو اگر تم میری رسالت کی تصدیق نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ نے جو عذاب اگلے کفار پر نازل کیا تھا وہی تم پر بھی نازل کرے گا اگر تم کفر کرو گے۔ اور ہمارا یہ بیان جو ہماری قدرتوں کے واسطے آئینہ کا کام دیتا ہے، ہر صابر اور شاکر کے حق میں مفید ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے قوم اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو دیکھو تم پر کیا کیا انعام کیے۔ ایک اس وقت کا احسان جب تم کو قوم فرعون سے نجات دی جو تمہیں سخت عذاب دیتے تھے۔ یعنی غلام بنا کر بڑی بڑی محنتیں لیتے تھے، تمہارے بیٹوں کو مار ڈالتے تھے کیونکہ نجومیوں نے یہ کہہ دیا تھا کہ بنی اسرائیل میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہوگا کہ فرعون کی ہلاکت اس کے سبب سے ہوگی اور لڑکیوں کو چھوڑ دیتے تھے کہ ان کے ہاں کی عورتوں کی خدمت کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ فرعونیوں کی تکلیف رسانی تمہارے حق میں اللہ کی طرف سے ایک بہت بڑی آزمائش تھی۔ اس قصہ کا مطلب یہ ہے کہ قریش اس بات کو سمجھیں کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت مان لی تو انجام یہ ہوا کہ ایک مدت تک ان کی حکومت اور دین کی سرداری قائم رہی۔ اب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں ان نبی آخر الزماں ﷺ کو بھیجا اگر تم بھی نبی وقت کی اطاعت کرو گے تو تم کو بھی وہی حکومت اللہ دیوے گا۔ اللہ سچا ہے اس کا وعدہ سچا ہے۔ چنانچہ وہی ظہور میں آیا۔

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي
لَشَدِيدٌ ﴿٧﴾ وَقَالَ مُوسَىٰ إِن تَكْفُرُوا أَنتُمْ وَمَن فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا
فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿٨﴾ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوحٍ
وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِن بَعْدِهِمْ لَا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا اللَّهُ جَاءَتْهُمْ
رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرَدُّوا أَيْدِيَهُمْ فِي أَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوا إِنَّا كَفَرْنَا بِمَا
أُرْسِلْتُم بِهِ وَإِنَّا لَفِي شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُونَنَا إِلَيْهِ مُرِيبٍ ﴿٩﴾

اور اس وقت تمہارے پروردگار نے تم کو[۱] خبردار کیا کہ اگر تم میری شکر گزاری کرو گے تو تمہیں اور زیادہ دوں گا اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب سخت ہے ﴿۷﴾ اور[۲] موسیٰ نے کہا کہ اگر تم اور جس قدر لوگ زمین پر ہیں سب کے سب کافر ہو جاؤ، تو بیشک اللہ بے پرواہ سب خوبیوں والا ہے ﴿۸﴾ کیا[۳] تمہیں ان لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو تم سے پہلے تھے قوم نوح کی اور عاد اور ثمود کی، اور وہ لوگ جو انکے بعد ہوئے، جن کو اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا، انکے پاس انکے رسول روشن دلیلیں لے کر آئے تو وہ اپنے ہاتھ اپنے منہ کی طرف (تعجب سے) لے گئے اور بولے: ''ہم منکر ہیں اس کے جو تمہارے ہاتھ بھیجا گیا اور بیشک ہم کو تو اس میں بڑا شک ہے جس راہ کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو کہ جس سے خاطر جمع نہیں'' ﴿۹﴾

[۱] ارشاد ہوتا ہے کہ اے بنی اسرائیل! اس وقت کو یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے تمہیں اطلاع کی تھی کہ اگر تم شکر کرو گے تو تمہاری نعمت کو ضرور بالضرور بڑھائیں گے، اور اگر ناشکری کرو گے تو یاد رکھو کہ اللہ کا عذاب بہت سخت ہے۔

[۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم! یہ بھی خوب سمجھ لو کہ تمہارے کفر سے اللہ تعالیٰ کا کچھ حرج نہیں۔ اگر تم اور زمین کی سب مخلوقات یعنی سب آدمی اور جنات کافر ہو جائیں تو اللہ کو کیا پروا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تم سب کی عبادت اور شکر سے بے نیاز ہے۔ اگر تم اس کی حمد نہ کرو گے تو کیا ہے، ذرہ ذرہ اور قطرہ قطرہ اس کی نعمت کا شکر کر رہا ہے اور ہر شئے اس کی تسبیح میں مشغول ہے۔

[۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تمہارے پاس اگلی امتوں کی مٹی خراب ہونے کی خبریں نہیں پہنچیں یعنی قوم نوح کی، قبیلہ عاد کی، اور قبیلہ ثمود کی جن کے پاس رسول معجزے اور نشانیاں لے کر آئے اور ان لوگوں نے اس کو قبول

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِی اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَدْعُوْكُمْ لِیَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُؤَخِّرَكُمْ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْۤا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ یَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِیْنٍ ﴿۱۰﴾

ان کے رسولوں ۱؎ نے کہا: "کیا تم کو اللہ کے بارے میں کچھ شک ہے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، وہ تم کو بلاتا ہے تاکہ تمہارے کچھ گناہ معاف کردے اور تم کو ایک وقت مقررہ تک (یعنی موت تک) مہلت دے" انہوں نے کہا: "تم بھی تو ہمارے ہی جیسے آدمی ہو، تم چاہتے ہو کہ تم کو ان چیزوں سے روکو جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے، پس تم ہمارے پاس لے آؤ کوئی روشن دلیل" ﴿۱۰﴾

نہیں کیا منہ پر ہاتھ رکھ لیا اور کہنے لگے کہ تم جو کچھ خدا کی طرف سے لے کر آئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔ ہمیں تو یقین نہیں ہے کہ تم اللہ کے رسول ہو، اور جو تم ہمیں نصیحت کرتے ہو وہ اللہ کی طرف سے ہے۔

۱؎ ارشاد ہوتا ہے کہ جب کفار نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تو انہوں نے اس طرح فرمایا کہ تم خدا کی ذات میں کس بات کا شک کرتے ہو۔ کیا اس کے موجود ہونے میں شک ہے یا اس کے ایک ہونے میں شک ہے، بہر حال تمہارا شک محض غلط ہے۔ کیا آنکھوں سے یہ بھی نہیں دیکھتے کہ اس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور ایسے وقت میں کہ کوئی مثال اس کی نہ تھی۔ بغیر نمونہ اور بغیر دیکھے بھالے کسی شے کا پیدا کرنا کیا اس بات کی نشانی نہیں ہے کہ خدا موجود ہے۔ اور ایسا ہے کہ مثل نہیں رکھتا اپنا نظیر آپ ہی ہے۔ کسی کو اس کی ذات یا صفات میں شراکت نہیں ہے، اور پھر تم لوگوں پر یہ احسان اس کا ہے کہ رسولوں کو بھیج کر تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ آؤ میری طرف اور جو لوگ اس کے رسول کو سچا جان کر حق بات کی پیروی کرنے لگتے ہیں اور سچے دل سے خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لے آتے ہیں، ان کے گزشتہ گناہوں سے درگزر کر کے مغفرت کی خلعت دیتا ہے۔ اور جو ایمان نہیں لاتے ان پر بھی یہ مہربانی کرتا ہے کہ جلد عذاب بھیج کر ان کو ہلاک نہیں کرتا وقت مقررہ تک ان کی زندگی قائم رکھتا ہے۔ ان باتوں کو سن کر اور لاجواب ہو کر کفار نے دوسرا اعتراض پیش کیا کہ اے رسول! تم تو ہماری طرح انسان ہو، کھاتے پیتے ہو چلتے پھرتے ہو، تمہیں ہم پر فضیلت ہی کیا ہے جو ناحق ہم کو ایک نئے دین پر لانا چاہتے ہو۔ تمہارا اصل منشاء یہ معلوم ہوتا ہے کہ تم ہم کو ہمارے باپ دادا کے پرانے معبودوں کی عبادت سے روک دو۔ بھلا یہ ہو سکتا ہے کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقہ کو چھوڑ کر تمہارا دین اختیار کرلیں، اور تمہارے ان معجزوں کی جو تم دکھاتے ہو سند نہیں۔ ہم تو جب جانیں کہ ہماری فرمائش کے مطابق کوئی معجزہ اچھا سا کر دکھاؤ۔

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۱۲﴾ ع وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ

ان کے رسولوں نے ان سے کہا: ''ہم ہیں تو تمہارے جیسے آدمی [۱] مگر اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے (نبوت دے کر) کرم کر دیتا ہے اور ہمارا کام نہیں کہ ہم تمہارے پاس کچھ سند لے آئیں مگر اللہ کے حکم سے، اور مسلمانوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے ﴿۱۱﴾ اور ہمیں کیا ہوا کہ اللہ پر بھروسہ نہ کریں اور حالانکہ اس نے ہم کو ہمارے رستے دکھا دیئے اور البتہ ہم تو تمہاری ایذاؤں پر (جو تم نے ہمیں دی ہیں) صبر ہی کریں گے، اور بھروسہ کرنیوالوں کو اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے'' ﴿۱۲﴾ اور [۲] کافروں نے اپنے رسولوں سے کہا: ''ہم بیشک تمہیں نکال دیں گے اپنی زمین سے یا تم ہمارے دین میں آجاؤ''۔

کفار کے اعتراض کا جواب

[۱] کفار نے جو رسولوں پر اعتراض کیا تھا کہ تم تو ہماری طرح انسان ہو کوئی فضیلت ہم پر نہیں رکھتے ہو۔ اس کا جواب رسولوں نے یہ دیا کہ بیشک ہم تمہاری طرح انسان ہیں لیکن اتنی بات ہے کہ انہیں آدمیوں میں سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے نبوت کی نعمت دیتا ہے، اور رسالت کی دولت اپنے بندوں میں سے وہ جس پر مہربان ہوتا ہے دینی نعمتوں سے مالا مال کر دیتا ہے۔ اور ہماری یہ قدرت نہیں کہ بغیر حکم خدا کے کوئی معجزہ دکھا سکیں۔ ہم بے مرضی خدا کے اپنی طرف سے کوئی کام نہیں کر سکتے۔ اور ایمان والوں کو اللہ پر بھروسہ چاہیے اور ہمیں کیا عذر ہے کہ ہم اللہ پر توکل نہ کریں۔ حالانکہ اس نے ہم کو ہدایت کی ہے اور اپنی محبت کے طریقوں پر رہنمائی فرمائی ہے۔ یہ بات ہم جانتے ہیں کہ سب کام اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ ہم تمہاری مخالفت سے گھبرانے والے نہیں بلکہ ہم ضرور بالضرور صبر کریں گے ہم کو اس صبر کے اجر کا اللہ پر بھروسہ ہے۔

[۲] کفار کو ہلاک کر کے مومنوں کو آباد کرنے کا ذکر: ارشاد ہوتا ہے کہ کفار نے اپنے رسولوں سے یوں کہا کہ: ''اگر تم

فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ وَ لَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَ خَافَ وَعِيْدِ ﴿۱۴﴾ وَ اسْتَفْتَحُوْا وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۱۵﴾ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَ يُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَ يَاْتِيْهِ الْمَوْتُ

پس ان کے پروردگار نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ ہم ضرور ہلاک کردیں گے ان ظالموں کو ﴿۱۳﴾ اور ضرور ان کے بعد تم کو زمین میں بسا دیں گے، یہ وعدہ اس کے لئے ہے جو میرے حضور میں کھڑے ہونے سے ڈرے اور میرے عذاب کے وعدے سے ڈرے ﴿۱۴﴾ اور ۱؎ انہوں نے فیصلہ مانگا اور ہر ایک سرکش ضدی نامراد ہوا ﴿۱۵﴾ دوزخ اس کے پیچھے لگی اور وہاں (اس کو) پیپ کا پانی پلایا جائے گا ﴿۱۶﴾ کہ جس کو ایک ایک گھونٹ کر کے (بمشکل) لے گا اور اس کو گلے سے نیچے اتارنے کی امید نہ ہوگی اور اس کو موت

ہم کو تنگ کرو گے اور تم نصیحت کرنے سے باز نہ آؤ گے اور اپنے آپ کو اللہ کا رسول کہے جاؤ گے تو ہم تم کو اپنی بستی سے نکال دیویں گے یا زبردستی ہمارا طریقہ اختیار کرنا پڑے گا''۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی طرف وحی بھیجی کہ تم گھبراؤ نہیں ہم ظالموں کو ضرور بالضرور ہلاک کردیں گے اور ان کی زمین پر تمہیں مسلط کردیں گے۔ یہ امر یقینی اور یہ وعدہ سچ ہے اور جو لوگ اللہ سے ڈرنے والے ہیں اور اس کے عذاب کو حق جان کر دل میں لرزتے ہیں اور حساب قیامت کا اندیشہ رکھتے ہیں، ان کے واسطے بھی یہی وعدہ ہے۔

۱؎ **کافروں کا دوزخ جانا اور اس کی کیفیت:** ۱؎ رسولوں نے اپنے رب سے کفار پر فتح چاہی اور انبیاء اور ان کی امت سب مل کر یہ حکم چاہتے تھے کہ ہم میں سے جو کوئی باطل پر ہو اس پر عذاب نازل فرما۔ حق تعالیٰ نے فیصلہ کردیا انبیاء اور مومنوں نے نجات پائی۔ پھر فرمایا کہ تکبر کرنے والے اور خدا پر ایمان نہ لانے والے کلمہ توحید سے منہ موڑنے والے ہلاک ہوئے، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور ان کے ساتھ کے مومنوں کو فتح دی اور پھر ان کفار کے لئے یہ حکم فرمایا کہ فقط اس ہلاکت پر ہی بس نہیں ہے ان کے سامنے جہنم بھی ہے۔ وہاں پانی کی جگہ پینے کو پیپ کا ملا ہوا جوش کھاتا ہوا پانی ملے گا۔ مارے بدبو اور کڑواہٹ کے حلق سے نیچے نہ اترے گا۔ فرشتے عذاب کے ہتھوڑے مار مار کر زبردستی پلائیں گے۔ بمشکل گھونٹ گھونٹ کر کے حلق سے نیچے اتاریں گے اور ہر طرف سے موت دکھائی دے گی مگر وہاں موت کہاں وہاں تو موت ذبح کردی جائے گی پھر مرنا کیسا۔ اس کے بعد فرمایا کہ اس پر بس نہ ہوگا بلکہ اس سے بھی اور سخت عذاب ہوگا اور ہر مرتبہ سختی اور تکلیف میں زیادتی کی جاوے گی۔

مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ۭ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ۭ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰي شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ﴿۱۹﴾ۙ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ﴿۲۰﴾

ہر طرف سے آئے گی (یعنی موت کے اسباب موجود ہوں گے) اور وہ مرے گا نہیں، اور اس کے پیچھے گاڑھا عذاب ہے ﴿۱۷﴾ جو لوگ اپنے پروردگار سے منکر ہوئے ان کا حال باعتبار عمل کے ایسا ہے جیسے راکھ کہ جس کو تیز آندھی کے دن ہوا تیزی کے ساتھ اڑا لے جائے، ان لوگوں نے جو کچھ (دنیا میں) کمایا تھا اس میں سے کچھ بھی ان کے ہاتھ نہ لگا، یہی ہے دور کی گمراہی ﴿۱۸﴾ (اے مخاطب ۲) کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر بنایا اگر وہ چاہے تم کو لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے ﴿۱۹﴾ اور یہ اللہ پر کچھ بھی مشکل نہیں ﴿۲۰﴾

کافروں کے نیک عمل کام نہیں آئیں گے

۱ اس آیت میں کفار کے اعمال کی مثال بیان کی گئی ہے کہ کفار جو نیکی کرتے تھے اس کا ثواب بھی ان کو کچھ نہ ملے گا۔ برے عمل کی سزا جو کچھ ہوگی وہ تو ہوگی مگر ان کے نیک عمل جیسے صدقہ دینا، صلہ رحمی کرنا، محتاجوں کی حالت برلانا، وغیرہ ان کی بھی ایسی مثال قیامت کے دن ہو جاوے گی جیسے آندھی میں کوئی راکھ کو اڑنے سے بچا نہیں سکتا، اسی طرح قیامت کے دن کافروں کو نیک عملوں سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ لوگ اکیلے خدا پر ایمان نہیں لائے تھے، بتوں کو خدا کا شریک کرتے تھے۔ اس لئے ان کی یہ سب نیکیاں بھی برباد ہو جاویں گی اور ان کا یہ خیال کہ اس کا اجر ملے گا بہت بڑی گمراہی ٹھہرے گی۔

اللہ کی قدرت کا نمونہ

۲ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان وزمین کو پیدا کیا اور آسمان وزمین کا پیدا کرنا ساری مخلوق کے پیدا کرنے سے مشکل ہے۔ کیونکہ اس میں عجیب عجیب حکمتیں ہیں۔ بہرحال وہ اگر چاہے تو دنیا کو نیست ونابود کر دے اور اس کی جگہ ایک نئی مخلوق پیدا کر دے۔

وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ؑ ﴿۲۱﴾ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ

اور (قیامت کے دن) اللہ کے روبرو[۱] سب حاضر ہوں گے پس کمزور لوگ متکبروں سے کہیں گے کہ ہم (دنیا میں) تمہارے تابع تھے، پس کیا (آج) تم خدا کا عذاب ہم سے کچھ بھی دور کر سکتے ہو، وہ کہیں گے کہ اگر اللہ ہم کو ہدایت کرتا تو ہم تم کو ہدایت کرتے، اب ہم خواہ بیقراری کریں یا صبر سے رہیں ہمارے لئے (دونوں) یکساں ہیں۔ ہم[۲] کو (عذاب سے) کسی طرح چھٹکارہ نہیں ﴿۲۱﴾ اور (جب فیصلہ ہو چکے گا تو) شیطان کہے گا: "بیشک اللہ نے تو تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے جو تم سے وعدہ کیا تھا تو میں نے تم سے جھوٹا وعدہ کیا۔

تمام مخلوق قیامت کے دن میدان محشر میں جمع ہوگی جزا و سزا کے لئے

[۱] اس آیت میں فرمایا کہ ساری مخلوق قیامت کے دن ایک کشادہ میدان میں کھڑی کی جاوے گی اور ان کے اعمال وہاں ظاہر کئے جائیں گے اور پھر عمل کے مطابق جزا و سزا کا ہونا عین انصاف پر خیال کیا جائے گا۔ غرضیکہ جب سب جمع ہو لیں گے اور جزا و سزا ہو جائے گی تو بجائے کمزور اور چھوٹی حیثیت کے آدمی بڑے لوگوں سے یہ کہیں گے کہ ہم تمہیں دیکھ کر اور تمہارے کہنے سے ہر ایک بات میں تمہارے ہی تابع رہے اور خدا اور رسول پر ایمان نہیں لائے۔ تمہیں بھی اب مناسب ہے کہ یہاں ہمارے کچھ کام آؤ اور خدا کے اس عذاب میں کسی قدر کمی کراؤ۔ وہ جواب دیں گے کہ اگر ہم دنیا میں ہدایت پاتے تو تمہیں بھی ہدایت پر لاتے۔ ہم کیا کریں ہم آپ ہی مجبور ہیں اس وقت خواہ روئیں چلائیں یا صبر کریں، اس عذاب سے کسی طرح رہائی نہیں ہو سکتی۔ اس مقام کو دیکھ کر اہل ایمان کو بہت ڈرنا چاہیے اور خدا سے ہر وقت حسن خاتمہ کی التجا کرنی چاہیے۔

قیامت کے روز شیطان کا اعلان

[۲] اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو سب دوزخی جمع ہو کر ابلیس کو ملامت کریں گے اور ابلیس ان سے یوں کہے گا کہ مجھے ملامت کیا کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ وعدہ کیا تھا وہ سچا وعدہ تھا

وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُم مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي ۖ فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنفُسَكُم ۖ مَّا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنتُم بِمُصْرِخِيَّ ۖ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِن قَبْلُ ۗ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٢﴾ وَأُدْخِلَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۖ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ﴿٢٣﴾

اور میرا تم پر کچھ قابو نہ تھا مگر یہی کہ میں نے تم کو بلایا تم نے میری بات مان لی، تو اب مجھ پر الزام نہ رکھو اور خود اپنے اوپر الزام رکھو، نہ میں تمہاری فریاد کو پہنچ سکوں نہ تم میری فریاد کو پہنچ سکو، بیشک میں خود تمہارے اس فعل سے بیزار ہوں کہ تم نے پہلے (دنیا میں) مجھ کو (خدا کا) شریک ٹھہرایا تھا'' بیشک ظالموں کے لئے درد دینے والا عذاب ہے ﴿۲۲﴾ اور[۱] جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے وہ ایسے باغوں میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، دعا خیر ان کی اس جگہ ایک دوسرے کے ساتھ سلام ہوگی ﴿۲۳﴾

اور میں نے جو وعدہ کیا تھا وہ جھوٹا تھا اور میں نے تم سے الٹی بات کہی تھی، میری تم پر کچھ زبردستی تو تھی ہی نہیں۔ اگر تم میرا کہنا نہ مانتے تو میں تمہیں اپنے زور سے کچھ کافر تھوڑا ہی بنا سکتا تھا۔ تم نے کیوں میرا کہنا مانا۔ میرے پاس تو کوئی دلیل بھی نہ تھی تم نے میرے قول کو کیونکر سچ جانا۔ میں نے بے دلیل اور بے حجت تم کو بد کام کی طرف بلایا تم ناحق میرے فریب میں آ گئے۔ اگر غور کرتے تو تم کو معلوم ہو جاتا کہ صرف انبیاء علیہم السلام کا اتباع حق ہے۔ تم مجھے ملامت نہ کرو اس واسطے کہ میں تو تمہارا دشمن تھا تم اپنے نفس کو ہی ملامت کرو۔ اور میں تمہاری دہائی نہیں کر سکتا میری اتنی مجال نہیں کہ تمہیں عذاب سے بچاؤں نہ تم میری دہائی کر سکتے ہو۔ تم نے دنیا میں مجھ کو خدا کا شریک گردانا تھا اور خالق برحق کا حکم چھوڑ کر میری بات مانتے تھے۔ حالانکہ میں پہلے ہی سے تمہارے شرک سے بیزار ہوں'' اس میں کوئی شک نہیں کہ ظالموں کے لئے دردناک عذاب موجود ہے۔

مومنوں کی بخشش

[۱] ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اچھے عمل کئے وہ جنتوں میں داخل ہوں گے اور وہ جنتیں ایسی ہوں گی جن کے گھروں اور درختوں کے نیچے نہریں جاری ہوں گی تاکہ اہل جنت کو زیادہ لطف حاصل ہو۔ وہ اپنے رب کے حکم اور اس کے

اَلَمۡ تَرَ كَيۡفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصۡلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرۡعُهَا فِى السَّمَآءِ ۝۲۴ تُؤۡتِىۡۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِيۡنٍۢ بِاِذۡنِ رَبِّهَا‌ؕ وَيَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ۝۲۵ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيۡثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيۡثَةِ ۟اجۡتُثَّتۡ مِنۡ فَوۡقِ الۡاَرۡضِ مَا لَهَا مِنۡ قَرَارٍ ۝۲۶

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاکیزہ ۱؎ بات (یعنی کلمہ توحید) کی جیسے ایک پاکیزہ درخت کہ جڑ اسکی مضبوط اور اسکی شاخیں آسمان میں ۝۲۴ وہ اپنے پروردگار کے حکم سے ہر فصل میں اپنا پھل دیتا ہے، اور اللہ لوگوں کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ سمجھیں (اور ایمان لائیں) ۝۲۵ اور گندی بات (یعنی کلمہ کفر و شرک) کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گندہ درخت کہ وہ زمین کے اوپر ہی سے اکھاڑ لیا گیا، اب اس کو کچھ ٹھہراؤ نہیں ۝۲۶

فضل کی وجہ سے ان جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے جب وہ آپس میں ملاقات کریں گے تو ایک دوسرے کو سلامتی کی بشارت دیں گے۔ اسی طرح ملائکہ بھی خدا کے حکم سے جا جا کر انہیں سلام کیا کریں گے۔ جنت میں داخل ہونے کے بعد دنیا کے غم و رنج اور فکر و مصیبت سے وہ امن میں رہیں گے اور ہر طرح چین و آرام سے صحیح و سلامت ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ دخول جنت کے لئے اول ایمان کو شرط ٹھہرایا ہے، یعنی قیامت، دوزخ، جنت، حساب کتاب وغیرہ کا یقین کرنا۔ دوسرے ایمان کے بعد اعمال صالحہ بھی شرط ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ بغیر اتباع سنت نبوی ﷺ نجات دشوار ہے۔ کیونکہ اعمال صالحہ کا جاننا بغیر طریقہ رسول اللہ ﷺ کے معلوم نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں خیر الھدی ھدی محمد ﷺ یعنی "سب سے بہتر طریقہ کار محمد ﷺ کا ہے"۔

مومنوں اور کافروں کی ایک ایک مثال

۱؎ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور کافروں کی ایک ایک مثال بیان فرمائی ہے کہ جیسے کوئی پاکیزہ درخت ہے کہ اس کی جڑ مضبوط ہو اور شاخیں اوپر کو پھیلی ہوئی ہوں اور ہمیشہ اس میں پھل لگتے ہوں، اسی طرح خدا کا کلمہ توحید ہے کہ اس کی جڑ مومن کے دل میں مضبوطی سے جگہ پکڑے ہوئے ہوتی ہے۔ اور اس کے عمل شاخوں کی طرح آسمان پر چڑھتے رہتے ہیں، جس کا نتیجہ اس کو قیامت کے دن معلوم ہوگا اور کفر و گمراہی کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی بے فیض درخت یعنی اندرائن کا درخت کہ وہ تلخ اور بدبودار ہوتا ہے، جڑ بالکل کمزور ہے۔ اس کو کسی طرح قیام نہیں ذرا سی ٹھیس میں اپنی جگہ سے اکھڑ جاتا ہے۔ اسی طرح کفار کے غلط عقیدہ کی حالت ہے کہ اس کو وہ کسی مضبوط دلیل سے دنیا میں ثابت نہیں کر سکتے۔ اس لئے عقبیٰ میں اس سے کوئی فائدہ ان کو نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس کی جڑ بالکل بے ثبات ہے۔ شجر طیبہ سے کھجور کا درخت مراد ہے۔

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ﴿۲۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿۲۸﴾

اللہ [۱] ایمان والوں کو حق بات (یعنی کلمہ ایمان) پر ثابت رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں بھی، اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے، اور اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے ﴿۲۷﴾ کیا [۲] تم نے ان کو نہیں دیکھا کہ جنہوں نے اللہ کی نعمت ناشکری سے بدل دی اور اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں لا اتارا کہ وہ دوزخ ہے ﴿۲۸﴾

عالم برزخ۔ قبر کی زندگی کے حالات

[۱] **شان نزول:** اس آیت کی جو بیان کی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ جب کوئی آدمی مر جاتا ہے اور اس کو اس کے عزیز و اقارب دفن کر کے الٹے پھرنے لگتے ہیں تو ابھی یہ لوگ اس مردہ کی قبر کے آس پاس ہوتے ہیں کہ ان کے چلنے کی آواز کان میں جاتی ہے۔ کہ اتنے میں منکر و نکیر دو فرشتے آن کر مردہ کو اٹھا کر بٹھلا دیتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تمہارا رب کون ہے، دین کیا ہے اور سید عالم ﷺ کی طرف اشارہ کر کے دریافت کرتے ہیں کہ ان کی نسبت تو کیا کہتا تھا۔ تو مومن اس منزل پر بفضل الٰہی ثابت رہتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ میرا دین اسلام ہے۔ اور یہ محمد ﷺ میرے نبی ہیں، وہ فرشتے کہتے ہیں: "ان کا نبی ہونا تو نے کیونکر پہچانا" وہ مردہ جواب دیتا ہے کہ وہ اللہ کا کلام لائے، اس کو میں نے پڑھا اور اس پر ایمان لایا اس سے مجھ کو معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، پھر وہ فرشتے اس مردہ کو دوزخ دکھا کر کہتے ہیں کہ ایک ٹھکانا تیرا یہاں بھی تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے تیرا یہاں کا ٹھکانا بدل دیا، پھر اس کو اس کا وہ ٹھکانا دکھاتے ہیں جو جنت میں اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقرر کیا ہے۔ یہ ٹھکانا دیکھ کر وہ مردہ بہت خوش ہوتا ہے اس کی قبر وسیع کر دی جاتی ہے اور اس میں جنت کی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی ہیں اور اس کو حکم ہوتا ہے کہ آرام سے سو جا یہاں تک کہ قیامت آوے اور اگر یہ مردہ کافر یا منافق ہوتا ہے تو ان فرشتوں کی خوفناک صورت دیکھ کر ڈر جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ ثابت قدمی اور جرات اس کو عطا نہیں ہوتی۔ اس سبب سے ایسا شخص ہائے ہائے کر کے رہ جاتا ہے اور ان فرشتوں کے سوال کا جواب کچھ نہیں دے سکتا۔ اس لئے ایسے شخص کو طرح طرح کا عذاب قبر میں ہوتا رہے گا اور دوزخ کی گرمی اور لپٹ پہنچتی ہے، اور قبر اتنی تنگ ہو جاتی ہے کہ ایک طرف کی پسلیاں دوسری طرف آ جاتی ہیں۔ عذاب کے فرشتے اس پر مقرر کیے جاتے ہیں جو اسے لوہے کے گرزوں سے مارتے ہیں۔

قریش مکہ کی بربادی

[۲] اس آیت کا شان نزول اس طرح ہے کہ قریش پر اللہ تعالیٰ نے اتنا بڑا احسان کیا کہ اس قوم میں سے آنحضرت ﷺ کو نبی

جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾ وَجَعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا لِّيُضِلُّوا عَن سَبِيلِهِ ۗ قُلْ تَمَتَّعُوا فَإِنَّ مَصِيرَكُمْ إِلَى النَّارِ ﴿٣٠﴾ قُل لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ سِرًّا وَعَلَانِيَةً مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خِلَالٌ ﴿٣١﴾ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ

(یہ سب) اس میں داخل ہوں گے اور وہ رہنے کی بری جگہ ہے ۲۹ اور ان لوگوں نے اللہ کیلئے برابر والے ٹھہرائے تاکہ بہکائیں لوگوں کو اس کے رستے سے تم فرماؤ: "کچھ دن اور عیش کرلو کہ (آخرت میں) انجام تمہارا آگ ہے" ۳۰ میرے ۱؎ ان بندوں سے فرماؤ جو ایمان لائے کہ نماز قائم رکھیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے پوشیدہ اور ظاہر کچھ (ہماری راہ میں) خرچ کریں اس دن کے آنے سے پہلے جب نہ سوداگری ہوگی نہ دوستی ۳۱ اللہ وہ ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو اور آسمان سے پانی ۲؎ اتارا تو اس سے کچھ پھل پیدا کیے۔

بنایا تاکہ قریش کی دین و دنیا درست ہوجاویں لیکن فتح مکہ سے پہلے قریش لوگ اللہ کی اس نعمت سے خبردار نہ ہوئے اور رسول وقت سے طرح طرح کی مخالفت کرتے رہے اور بت پرستی سے باز نہ آئے، لیکن اللہ کی بارگاہ میں ہر کام کا وقت مقررہ ہے۔ اس لئے وقت مقرر تک ان کو مہلت دی گئی پھر آخر نتیجہ یہ ہوا کہ بدر کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے قریش کے اکثر ان بڑے بڑے سرداروں کو جنہوں نے اللہ کی اس نعمت کی ناشکری کی تھی مسلمانوں کے ہاتھ سے غارت کرادیا اور کتے کی موت مارے گئے اور آخرت میں فی النار ہوئے۔

قیامت میں دوستی کام نہیں آئے گی

۱؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب ﷺ جو لوگ تم کو سچا رسول مان چکے ہیں ان کو نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کردو اور ان کو یہ سمجھا دو کہ یہاں دنیا میں تو فرض اور نفل صدقہ خیرات میں تھوڑا سا مال خرچ کرنے سے ایک کے بدلہ میں سات سو تک کمانے کی تجارت کا موقع حاصل ہے۔ جس سے نیکی کا پلڑا بھاری ہوکر آدمی کی نجات قیامت کے دن ہوسکتی ہے۔ لیکن خاص اس دن عذاب الٰہی سے چھٹکارہ ہوجانے کے بدلے میں کوئی شخص تمام دنیا کا مال متاع بھی دینا چاہے گا تو چھٹکارہ نہ ہوسکے گا۔

۲؎ اللہ تعالیٰ کا احسان بندوں پر: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر جو احسان کیے ہیں ان کا بیان فرمایا کہ ہم

رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ ۖ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَآتَاكُمْ مِنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ۚ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هَٰذَا الْبَلَدَ آمِنًا وَاجْنُبْنِي وَبَنِيَّ أَنْ نَعْبُدَ الْأَصْنَامَ ﴿۳۵﴾

ع ۱۷

تمہارے کھانے کے لئے اور تمہارے (نفع کے) لئے کشتی (اور جہاز) کام میں دی تا کہ وہ اللہ کے حکم سے سمندر میں چلے اور نہروں کو تمہارے کام میں دیا ﴿۳۲﴾ اور تمہارے (فائدے کے) لئے سورج اور چاند کام میں لگائے جو (اپنی چال پر) برابر چل رہے ہیں، اور تمہارے (فائدے کے) لئے رات اور دن کام میں لگائے اور تم نے جو مانگا تم کو ہر چیز میں سے دیا، اور اگر تم اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو ان کو شمار نہ کرسکو گے، بیشک انسان تو بڑا ظالم اور ناشکرا ہے ﴿۳۴﴾ اور یاد کرو جب کہ ابراہیم (علیہ السلام) نے کہا کہ اے پروردگار! میرے اس شہر (مکہ) کو امن والا کردے اور [۱] مجھ کو اور میرے بیٹوں کو بت پرستی سے بچائیو ﴿۳۵﴾

نے آسمان وزمین کو تمہارے فائدے کے لئے بنایا اور آسمان سے مینہ برسایا۔ جس کی وجہ سے طرح طرح کے پھل اور ہزاروں قسم کے غلے پیدا ہوتے ہیں جس پر انسان کی زندگی کا دارومدار ہے۔ اور کشتیاں انسان کے قبضہ میں کردیں دریا کو بس میں کردیا۔ تاکہ لوگ کشتیوں میں سوار ہوکر دریا کی راہ سے جہاں جی چاہے جائیں، تجارت کو ترقی ہو، سورج وچاند سے فائدہ اٹھائیں جورات دن گردش میں رہتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ بس اسی پر اکتفا نہیں بلکہ تمہاری ہر ایک خواہش کو بھی پورا کیا۔ اس لئے اگر خدا کی نعمتیں شمار کی جائیں تو گنتی میں نہیں آسکتیں۔ ایک ذراسی بات ہے کہ انسان کے سانس کا آنا جانا ہی غور کیا جائے تو بہت بڑی نعمت ہے اس کا شکر کسی طرح بھی نہیں ادا ہوسکتا۔ اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسان ناشکرا ہے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا شکر کہاں تک ادا کرے گا وہ تو الٹا ناشکری کرنے لگتا ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا

[۱] مطلب یہ ہے کہ اس وقت کو یاد کرو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مناجات کی کہ یاالٰہی تو اس شہر کو یعنی مکہ معظمہ کو مکروہ اور خوف کی چیزوں سے امن میں کردے۔ یاالٰہی! مجھ کو اور میرے بیٹوں کو بت پرستی سے محفوظ رکھ۔ یاالٰہی! ان بتوں نے بہت

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ ۚ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِیْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِیْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِیْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾

اے پروردگار! میرے بیشک ان بتوں نے بہت آدمیوں کو گمراہ کر ڈالا، پس جس نے میری پیروی کی بیشک وہ میرا ہے، اور جس نے میرا کہا نہ مانا پس بیشک تو بخشنے والا مہربان ہے ﴿۳۶﴾ اے پروردگار میرے! میں نے اپنی کچھ اولاد ایک ایسے میدان میں بسائی ہے کہ جہاں کھیتی نہیں ہوتی (جو) [۱] تیرے حرمت والے گھر کے پاس ہے (اے پروردگار میرے!) اس لئے کہ وہ نماز قائم رکھیں، پس تو کچھ لوگوں کے دل ان کی طرف مائل کر دے اور انہیں کچھ پھل کھانے کو دے شاید وہ شکر کریں ﴿۳۷﴾

لوگوں کو گمراہ کر دیا پس جو کوئی میری اتباع کریگا وہ میرا ہے اور جو کوئی میرے خلاف کرے گا تو اس کی مغفرت کر دیجیو۔ کیونکہ تو یقیناً مغفرت کرنے والا اور مہربان ہے، لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا قبول ہوئی۔ حرم کے اندر کسی کا خون نہیں ہوتا شکار تک نہیں کیا جاتا، اور نہ کسی پر ظلم ہوتا ہے۔ پرندے بھی حرم کے اندر آ کر بے خوف ہو جاتے ہیں۔ دوسرے دعا کا اثر یہ تھا کہ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ معلوم تھا کہ انبیاء شرک سے معصوم ہیں لیکن بت پرستی سے نفرت اور بیزاری کے جوش میں اپنے آپ کو بھی اس دعا میں شریک کر لیا۔ اس دعا کے اثر سے اسمٰعیل کی اولاد چند پشتوں تک بت پرستی کی آفت سے محفوظ رہی، پھر آخر ان کے اندیشہ کا ظہور ہوا کہ عمرو بن لحی کے زمانہ سے مکہ میں بت پرستی پھیل گئی اور اس بت پرستی کے مٹ جانے کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کے اثر کا ظہور ہوا جو انہوں نے اولاد اسمٰعیل میں سے نبی آخر الزماں کے پیدا ہونے کے لئے کی تھی۔ اس دعا کا اثر ایسا پائیدار ہا کہ مکہ تو مکہ جزیرہ عرب سے بت پرستی ایسی مٹ گئی کہ اب قیامت تک وہاں اس کے دوبارہ آنے کا خوف باقی نہیں رہا۔

حضرت ہاجرہ اور اسمٰعیل علیہما السلام کو خانہ کعبہ کی سرزمین میں چھوڑنا اور وہاں چشمہ زمزم کا نکلنا

[۱] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر حضرت اسمٰعیل پیدا ہوئے۔ اس وقت آپ کی پہلی بیوی جن

رَبَّنَآ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾

اے پروردگار میرے! بیشک تو جانتا ہے جو کچھ ہم چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اور اللہ پر تو کوئی چیز بھی چھپی نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں ﴿۳۸﴾

کا نام سارہ تھا ان کو دیکھ کر رشک پیدا ہوا۔ اور انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہاجرہ اور ان کے بیٹے کو میرے پاس سے جدا کر دیجئے۔ حکمت الٰہی نے یہ ایک سبب پیدا کیا تھا چنانچہ وحی آئی کہ آپ حضرت ہاجرہ و اسمٰعیل کو اس سرزمین میں لے جائیں (جہاں اب مکہ معظمہ ہے) آپ ان دونوں کو اپنے ساتھ براق پر سوار کر کے حرم میں لائے اور کعبہ شریف کے نزدیک اتارا، یہاں اس وقت نہ کوئی آبادی تھی نہ کوئی چشمہ، نہ پانی۔ ایک توشہ دان میں کھجوریں اور ایک برتن پانی انہیں دے کر آپ واپس ہوئے اور مڑ کر ان کی طرف نہ دیکھا۔ حضرت ہاجرہ نے عرض کیا: ''آپ کہاں جاتے ہیں اور ہمیں اس وادی میں بے انیس و رفیق چھوڑے جاتے ہیں'' لیکن آپ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ چند مرتبہ حضرت ہاجرہ نے عرض کیا اور جواب نہ پایا تو کہا کہ کیا اللہ نے آپ کو اس کا حکم دیا ہے، آپ نے فرمایا: ''ہاں!'' اس وقت انہیں اطمینان ہوا۔ حضرت ابراہیم چلے گئے اور انہوں نے بارگاہ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی جو اس آیت میں مذکور ہے۔ حضرت ہاجرہ اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو دودھ پلانے لگیں۔ جب وہ پانی ختم ہو گیا اور پیاس کی شدت ہوئی اور صاحبزادے کا حلق شریف بھی پیاس سے خشک ہو گیا تو آپ پانی کی جستجو یا آبادی کی تلاش میں صفا و مروہ کے درمیان دوڑیں۔ ایسا سات مرتبہ ہوا یہاں تک کہ فرشتے کے پر مارنے سے یا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے قدم مبارک سے اس خشک زمین میں ایک چشمہ (زمزم) نمودار ہوا اور ایک آواز آئی کہ اے اللہ کی بندی! اس جگہ اللہ کا گھر ہے، تم گھبراؤ نہیں تم کو یہاں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔ یہ تمہارا لڑکا اور ان کے والد صاحب اس اللہ کے گھر کی تعمیر کریں گے، ایک عرصہ کے بعد اس چشمہ زمزم کے قریب جانوروں کو اڑتے ہوئے دیکھ کر ایک جماعت مسافروں کی آئی۔ اس نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ سے دریافت کیا کہ: آپ اجازت دیں تو ہم قیام کر لیں، انہوں نے کہا: ''قیام کی اجازت ہے۔ لیکن پانی کا مالک میرا لڑکا رہے گا''۔ تھوڑے عرصہ کے بعد یہ مقام یعنی مکہ آباد ہو گیا انہی لوگوں میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی شادی ہوئی۔ حضرت ہاجرہ کا وصال ہو گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ دعا پوری ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک اور فرزند کی دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی تو آپ نے اس کا شکریہ ادا کیا کہ بڑھاپے میں اولاد ہونے کی کوئی امید نہیں ہوتی اللہ تو نے اسمٰعیل و اسحٰق دو صاحبزادے مجھے عطا کیے اور میری دعا کو قبول کیا۔ پھر اپنے واسطے اور اولاد کے واسطے دعا کی کہ مجھ کو اور میری اولاد کو نماز پر قائم رکھنا، اور سارے مومنوں کے لئے قیامت کے روز مغفرت ہونے کی دعا کی۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ وَهَبَ لِیۡ عَلَی الۡكِبَرِ اِسۡمٰعِیۡلَ وَ اِسۡحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَسَمِیۡعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾ رَبِّ اجۡعَلۡنِیۡ مُقِیۡمَ الصَّلٰوةِ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ ٭ۖ رَبَّنَا وَ تَقَبَّلۡ دُعَآءِ ﴿۴۰﴾ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لِیۡ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَوۡمَ یَقُوۡمُ الۡحِسَابُ ﴿۴۱﴾ وَ لَا تَحۡسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا یَعۡمَلُ الظّٰلِمُوۡنَ ۬ؕ اِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمۡ لِیَوۡمٍ تَشۡخَصُ فِیۡهِ الۡاَبۡصَارُ ﴿۴۲﴾ ۙ مُهۡطِعِیۡنَ مُقۡنِعِیۡ رُءُوۡسِهِمۡ لَا یَرۡتَدُّ اِلَیۡهِمۡ طَرۡفُهُمۡ ۚ وَ اَفۡـِٕدَتُهُمۡ هَوَآءٌ ﴿۴۳﴾ ؕ

ع ۲۰ / ۱۸

اس اللہ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے بڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحٰق عطا کیے، بیشک میرا پروردگار دعا کا سننے والا ہے ﴿۳۹﴾ اے پروردگار میرے! مجھے نماز کا قائم رکھنے والا رکھ اور کچھ میری اولاد کو بھی، اے پروردگار ہمارے! اور قبول کر میری دعا ﴿۴۰﴾ اور اے پروردگار ہمارے! بخش دے مجھے اور میرے ماں باپ کو اور سب مسلمانوں کو جس دن حساب قائم ہوگا ﴿۴۱﴾ لہ اور ہرگز اللہ کو بے خبر نہ جاننا اس کام سے جو کرتے ہیں ظالم لوگ، سوائے اس کے نہیں کہ ان کو ڈھیل دے رہا ہے ایسے دن کے لئے جس میں (شدت خوف وحیرت سے) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی ﴿۴۲﴾ بے تحاشہ دوڑتے ہوں گے اپنے سر اٹھائے ہوئے (ٹکٹکی باندھے ہوئے) کہ ان کی نگاہ ان کی طرف لوٹتی نہیں اور ان کے دلوں میں سکت نہ ہوگی ﴿۴۳﴾

قیامت کا ذکر۔ کفار کے عذاب کا ذکر

لہ ارشاد ہوتا ہے کہ اے محمد ﷺ تم یہ خیال نہ کرنا کہ تمہارے مخالفوں سے اللہ تعالیٰ بے خبر ہے۔ بظاہر خطاب آپ سے ہے اور در پردہ آپ کی امت سے یہ ارشاد ہوتا ہے کہ اطمینان رکھو کہ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی شامت ان پر ضرور آئے گی اور یہ بیشک عذاب الٰہی میں مبتلا ہوں گے یعنی ان کو عذاب ضرور ہوگا۔ فقط قیامت تک کی مہلت ہے جب قیامت کے دن آسمان کے دروازے کھول کر فرشتے اترنے لگیں گے، اور لوگوں پر عذاب کریں گے اس وقت ان کی آنکھیں ادھر ہی کو لگ جائیں گی اور جب اسرافیل صور پھونکیں گے تو قبروں سے نکل نکل کر جلدی جلدی میدان محشر کی طرف بھاگنے لگیں گے اور نہ پلک جھپکائیں گے۔ ان کے دل کی حالت خوف و دہشت کی وجہ سے اس وقت ایسی ہوگی جیسے کوئی چیز اڑی جاتی ہے پھر وہ اپنے تئیں دیکھنا چاہیں گے تو نہ دیکھ سکیں گے۔

وَ اَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَ نَتَّبِعِ الرُّسُلَؕ اَوَ لَمْ تَكُوْنُوْۤا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍۙ۝۴۴ وَّ سَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ وَ تَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَ ضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ۝۴۵ وَ قَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْؕ

اور[1] لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ کہ جب ان پر عذاب آجائے گا تو ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں تھوڑی دیر کے لئے مہلت دے کہ ہم تیرا بلانا قبول کریں اور رسولوں کی پیروی کریں، (جواب دیا جاوے گا ان کو): ''کیا تم قسم نہ کھا چکے تھے اس سے پہلے کہ تمہیں دنیا سے کہیں ہٹ کر جانا نہیں'' ۝۴۴ اور تم ان لوگوں کے گھروں میں بسے جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا اور تم پر یہ واضح ہو گیا تھا کہ ہم نے ان کے ساتھ کیسا معاملہ کیا اور ہم نے مثالیں دے دے کر تمہیں سمجھایا ۝۴۵ اور بیشک ان لوگوں نے اپنی سی خفیہ تدبیریں کی تھیں اور ان کی خفیہ تدبیریں اللہ کے علم میں تھیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احکام پہاڑ کی مثال ہیں

[1] اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کفار قریش کو ڈراؤ اس دن سے کہ جس دن ان پر عذاب آوے گا اس روز کافر کہیں گے: ''اے پروردگار! ہمیں تھوڑی سی مہلت دے۔ ہم تیرے حکم کو قبول کریں گے اور تیرے رسولوں کی پیروی کریں گے'' جواب میں فرشتے کہیں گے کہ: تم وہی لوگ ہو کہ دنیا میں مبالغہ کی وجہ سے قسم کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ ہم دنیا میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ ہمیں کبھی کچھ زوال نہ ہو گا یعنی آخرت کے منکر تھے اور تماشا یہ ہے کہ تم ان لوگوں کے گھروں میں رہتے تھے کہ جو تم سے پہلے منکرین حشر، تکذیب انبیاء کر کے ہلاک ہو چکے تھے۔ یہ تم کو خوب معلوم تھا کہ ہمارا عذاب ان پر نازل ہو چکا ہے پھر بھی تم نے عبرت نہ پکڑی اور ہم نے تمہارے سامنے مثالیں بھی بیان کیں اور تم کو یہ بھی معلوم تھا کہ انہوں نے انبیاء کے ساتھ مکر کیا اللہ تعالیٰ ان کے مکر کی سزا ان کو دے گا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ بڑے مکار تھے کہ پہاڑ بھی ان کے مکر سے ٹل جائیں۔ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے احکام پہاڑوں کی مثل ہیں۔

وَ اِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَ تَرَى الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَىٕذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾

اوران کی خفیہ تدبیریں کچھ ایسی نہ تھیں جس سے پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائے ﴿۴۶﴾ پس [۱] کبھی خیال نہ کرنا کہ اللہ خلاف وعدہ کرے گا اپنے رسولوں سے بیشک اللہ غالب بدلہ لینے والا ہے ﴿۴۷﴾ (یہ سب اس دن ہوگا [۲]) جس دن بدل دی جائے گی دوسری زمین اس زمین کے علاوہ اور آسمان (بھی) اور لوگ (قبروں سے) نکل کر ایک اللہ کے سامنے جو سب پر غالب ہے کھڑے ہوں گے ﴿۴۸﴾ اور [۳] اس دن تم مجرموں کو دیکھو گے کہ زنجیروں میں ایک دوسرے سے جکڑے ہوئے ہوں گے ﴿۴۹﴾

اللہ کا وعدہ

[۱] اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ تم لوگ خیال نہ کرنا کہ اللہ تعالیٰ جو وعدہ اپنے رسولوں سے کرے گا اس کو وفا نہ فرمائے گا، نہیں بلکہ ضرور اس وعدہ کو پورا کرے گا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اہل ایمان کی نصرت کا عدہ ہوا ہے وہ ضرور وفا کرنے والا ہے اور اللہ عاجز نہیں بلکہ غالب ہے۔ اور اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے والا ہے۔

زمین وآسمان کی حالت دوسری ہوگی

[۲] اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ قیامت کے دن زمین وآسمان کی کچھ حالت بدل جاوے گی مثلاً زمین کے پہاڑ ٹیلے، نہریں، درخت سب برابر کر کے ایک چورس میدان کر دیا جاوے گا اور آسمان کے چاند سورج تارے نکال دیئے جاویں گے یا یہ کہ زمین وآسمان کی ذات ہی بدل دی جائے گی۔ اس زمین کی جگہ ایک دوسری چاندی کی زمین ہوگی سفید وصاف، جس پر نہ کبھی خون بہایا گیا ہو نہ گناہ کیا گیا ہو اور آسمان سونے کا ہوگا تو یہ مشرک لوگ شرک کی جواب دہی کے لئے اس اللہ کے روبرو کھڑے ہوں گے جو اکیلا اور وحدہ لاشریک ہے۔

جنوں کا ذکر۔ عذاب دوزخ کا ذکر

[۳] اس آیت میں ارشاد ہے کہ جب قیامت کے دن یہ آسمان وزمین نہ ہوں گے اور کل مخلوق اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑی کی

سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

لباس ۱؎ ان کے گندھک کے ہوں گے اور آگ ان کے چہروں پر لپٹی ہوگی ﴿۵۰﴾ تاکہ بدلہ دے اللہ ہر شخص کو جو کچھ اس نے کمایا ہے بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے ﴿۵۱﴾ ۲؎ یہ (قرآن) لوگوں کے لئے احکام پہنچانا ہے اور اس لئے کہ وہ اس سے ڈرائے جائیں اور اس لئے کہ وہ جان لیں کہ وہ ایک ہی معبود ہے اور اس لئے کہ نصیحت مانیں عقل والے ﴿۵۲﴾

جاوے گی تو جن لوگوں نے دنیا میں فساد مچا رکھا تھا خود بھی راہ حق سے علیحدہ رہے اور اوروں کو بھی علیحدہ رکھا تھا۔ یہ مجرم طوق اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے اپنے شیطان سمیت آویں گے۔

۱؎ ارشاد ہوتا ہے کہ دوزخیوں کا کرتہ گندھک کے تیل کا ہوگا۔ جس میں ذرا سی آگ لگنے سے بھڑک اٹھے گی اور بجھائے نہ بجھے گی اور ان کے چہرے پر رال کا لیپ کر دیا جائے گا۔ خدا ہر شخص کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا، جس کا عمل اچھا ہوگا تو اپنی رحمت میں شامل کرے گا۔ اگر عمل برے ہوں تو ویسا بدلہ دے گا اور خدا حساب کتاب لینے میں کچھ دیر نہ لگائے گا۔ جھٹ پٹ فارغ ہو جائے گا۔ قَطِرَانٍ کے معنی گندھک کے تیل کے لکھے ہیں جو نہایت گرم کھولتی ہوئی چیز ہے کہ دوزخ کی آگ کا اثر اور تیزی بڑھانے کے لئے یہ چیزیں لباس کی طرح دوزخیوں کے جسم پر ملی جاویں گی۔ شرک کے کلمے زبان سے نکلتے ہیں اور دل میں شرک کا اعتقاد ہوتا ہے۔ اس واسطے یہاں منہ کے جلنے کا اور وَيْلٌ لِّكُلِّ میں دل کے جلنے کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے۔

توحید کا بیان

۲؎ اس آیت میں اللہ پاک نے حضرت ﷺ کو خبر دی کہ یہ قرآن جو آپ پر نازل کیا گیا ہے ایک نصیحت ہے تاکہ لوگ خدا سے ڈریں اور جو نصیحت اس میں ہے اس سے معلوم کر لیں کہ سوائے اس ایک خدا کے دوسرا کوئی معبود نہیں ہے اور نہ اس کا کوئی شریک ہے۔ اس لئے کہ جو لوگ صاحب فہم ہیں عقل رکھتے ہیں ان کو اس میں غور و فکر کرنا چاہئے اور نصیحت حاصل کرنی چاہیے۔ ترمذی ابن ماجہ کی حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''عقلمند وہ شخص ہے جو مرنے سے پہلے مرنے کے بعد کا کچھ عقبیٰ کا سامان کر لیوے اور عقل سے عاجز وہ شخص ہے جو عقبیٰ سے غافل رہ کر عقبیٰ کی بہبودی کی تمنا دل میں رکھے''۔

ایاتھا ۹۹ | ۱۵ سورۃ الحجر مکیۃ ۵۴ | رکوعاتھا ۶

سورۂ حجر[۱] مکہ میں نازل ہوئی اس میں ننانوے آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

الٓرٰ ۚ تِلۡكَ اٰیٰتُ الۡكِتٰبِ وَ قُرۡاٰنٍ مُّبِیۡنٍ ①

الٓرٰ[۲] یہ آیتیں ہیں (خدا کی) کتاب اور قرآن روشن کی ①

خواص سورة الحجر:

① جو شخص سورۃ الحجر کو زعفران سے لکھ کر بچے والی عورت کو پلاوے تو بفضل خدا اس کا دودھ زیادہ ہو جاوے گا۔

② اور جو اس سورت کو لکھ کر جیب میں رکھے تو اس کی کمائی میں برکت ہوگی۔

③ اس سورت کو سفر میں ہر روز پڑھنے سے تمام آفات سے محفوظ رہے گا۔

[۱] سورۂ حجر مکیہ ہے۔ حجر ایک صحرا ہے مدینہ اور شام کے بیچ میں۔

[۲] الٓرٰ۔ مقطعات حروف میں سے ہے۔ جن کا ذکر سورۂ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ اس میں قرآن کی عظمت بیان فرمائی گئی ہے۔ اسی طرح اس سورت میں بھی حروف مقطعات کے بعد فرمایا کہ یہ سورۃ قرآن مجید کی آیتوں میں سے تھوڑی سی آیتیں ہیں، اور پھر قرآن کی صفت بیان فرمائی کہ اس سے حق اور ناحق بات صاف طور پر واضح ہو جاتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا دیگر معجزوں کے علاوہ مجھ کو قرآن شریف ہی کا ایک ایسا معجزہ دیا گیا ہے جس کے سبب سے مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میری امت کے نیک لوگوں کی تعداد دوسری امتوں کے نیک لوگوں کی تعداد سے زیادہ ہوگی۔ یہ حدیث و قرآن مبین کی گویا تفسیر ہے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ۝٢ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۝٣ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُومٌ ۝٤

(ایک ۱؎ وقت آنے والا ہے) کہ بہت آرزوئیں کریں گے کافر لوگ: ''کاش! ہم مسلمان ہوتے'' ۝۲ (اے ۲؎ محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو کہ کھائیں پئیں اور عیش و آرام کریں اور خیالی منصوبے ان کو غفلت میں ڈالے رکھیں۔ پس ۳؎ عنقریب جان لیں گے ۝۳ اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر اس حال میں کہ اس کا ایک وقت مقرر لکھا ہوا تھا ۝۴

۱؎ کفار کی تمنا: طبرانی میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بعضے مسلمان کلمہ گو گناہگار جس وقت دوزخ میں جاویں گے تو کافران پر طعن کریں گے کہ تمہاری مسلمانی کچھ کام نہ آئی، آخر تم بھی ہمارے ساتھ عذاب میں پھنسے۔ اللہ تعالیٰ ان کافروں کے یہ طعن سن کر جھٹ ان مسلمان کلمہ گو لوگوں کو دوزخ سے نکالنے کا حکم کرے گا۔ اس وقت کافر لوگ یہ تمنا کریں گے کہ کاش ہم بھی کلمہ گو ہوتے۔ یہ ذکر فرما کر حضور نے یہ آیت پڑھی جس سے معلوم ہوا کہ اصل شان نزول اس آیت کا یہی ہے۔

دنیا کی لذتوں میں پڑے رہنے کا ذکر

۲؎ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ حکم فرمایا کہ ان کافروں کو ان کے حال پر چھوڑ دیجئے اور ان کے پیچھے نہ پڑیے کہ خواہی نہ خواہی (لازمی طور پر) یہ ایمان ہی لائیں اور اچھے عمل کریں، بت پرستی چھوڑ دیں، دین حق کو قبول کریں، یہ کبھی راہ راست پر نہیں آئیں گے۔ ان سے کہہ دو کہ دنیا میں جتنا جی چاہے کھا پی لو، اور عیش و آرام کرلو اور ہمیشہ جینے کی امید پر بیٹھے رہو، آگے جو ہوگا وہ سب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ ابھی تو یہی گمان کرتے رہو کہ ہماری عمر بہت بڑی ہے ہم ابھی کیا مرنے والے ہیں۔ اس آیت میں یہ بات بتلائی گئی ہے کہ دنیا کی لذتوں میں پڑے رہنا اور طول طویل امید پر بیٹھے رہنا ایماندار شخص کے لئے زیبا نہیں ہے، وہ آخرت کی یاد کو بھول جائے گا۔

عذاب کا وقت

۳؎ ارشاد ہوتا ہے کہ کوئی گاؤں بغیر حجت تمام کئے ہوئے نہیں ہلاک کیا گیا اور جب تک اس کا مقرر وقت نہ آچکا عذاب نہیں نازل کیا گیا۔ جب کسی قوم کا وقت مقررہ آجاتا ہے تو پھر نہ اس سے گھٹتا ہے اور نہ بڑھتا ہے۔ اجل کے معنی: ''وقت مقررہ'' کے ہیں۔

مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿۵﴾ وَقَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ﴿۶﴾ لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷﴾ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْۤا اِذًا مُّنْظَرِيْنَ ﴿۸﴾ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ﴿۹﴾

کوئی گروہ اپنے وعدے سے نہ آگے بڑھے اور نہ پیچھے ہٹے ﴿۵﴾ اور ۱؎ کافر بولے کہ اے وہ شخص جس پر قرآن اترا بیشک تم مجنوں ہو ﴿۶﴾ اگر تم سچے ہو تو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لاتے ﴿۷﴾ (اللہ نے فرمایا): "ہم بیکار نہیں اتارا کرتے ہیں فرشتوں کو، اور وہ اتریں تو انہیں اس وقت مہلت نہ دی جائے گی ﴿۸﴾ بیشک ہم نے یہ قرآن نازل کیا ہے اور بیشک ہم خود اس کے نگہبان ہیں" ﴿۹﴾

کفار کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تمسخر

۱؎ مطلب یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو قرآن شریف کی آیتیں پڑھ کر سنائیں اور قریش سے یہ کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تو قریش نے دو باتیں کہیں: اول تو یہ کہ اللہ کے رسول کو انہوں نے دیوانہ بتلایا۔ دوسری بات یہ کہی جس کا ذکر نیچے کی آیت میں ہے کہ تم اللہ کے رسول ہو تو تمہارے کلام کی تصدیق کو آسمان سے فرشتے ہماری آنکھوں کے سامنے کیوں نہیں آتے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرما کر اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دی اور قریش کی پہلی بات کا جواب یہ دیا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کے دیوانہ کہنے سے تم کو کچھ رنج والم میں نہ پڑھنا چاہیے۔ یہ کچھ نئی بات نہیں ہے آپ سے پہلے جو اللہ کے رسول تھے ان سے بھی مخالف لوگ اسی طرح ٹھٹھا کرتے رہے ہیں۔ دوسری بات کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہاں اور سورۂ انعام میں جو دیا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ فرشتوں کی اصلی صورت تو ان منکروں کو موت کے وقت یا عذاب الٰہی کے وقت نظر آوے گی۔ اب بیچ میں اگر فرشتوں کو انسان کی صورت میں ان کے پاس بھیج دیا جاوے تو ان منکروں کو یہی شک رہے گا کہ یہ انسان اللہ کا رسول کیونکر ہوا۔ پھر فرمایا یہ لوگ تو ایسے ڈھیٹ ہوگئے ہیں کہ دن دہاڑے آسمان پر چڑھ کر سب فرشتوں کو بھی اگر یہ دیکھ لیویں تو اس کو بھی جادو بتلادیں گے۔ خدا فرشتوں کو اس وقت بھیجتا ہے جب اپنے رسول پر وحی نازل کرتا ہے اور ایک اس وقت فرشتے کو بھیجتا ہے جب کسی قوم پر عذاب بھیجنا چاہتا ہے، یا انسان کی موت لے کر فرشتے کو بھیجتا ہے۔ پھر جب ان پر عذاب آئے گا تو ایک ذرا بھی مہلت نہیں ملے گی۔ پھر فرمایا کہ اپنا کلام یہ قرآن مجید اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہم اتارتے ہیں ہم ہی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی حفاظت اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔ کبھی اس میں ردوبدل نہ ہوگا جس طرح پہلی کتابوں توریت وانجیل میں ردوبدل ہوگیا۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۰ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۱۱ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝۱۲ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَقَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۱۳ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۝۱۴

اور بیشک ہم نے تم سے ۱؎ پہلے اگلی امتوں میں رسول بھیجے ۝۱۰ اور کوئی رسول ان کے پاس ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے ہنسی نہ کی ہو ۝۱۱ اسی طرح ہم اس ہنسی کو ان مجرموں کے دلوں میں جگہ دیتے ہیں ۝۱۲ (جس کی وجہ سے) یہ لوگ قرآن پر ایمان نہیں لاتے اور بیشک یہ دستور اگلوں ہی سے ہوتا آیا ہے ۝۱۳ اور ۲؎ اگر ہم ان کے لئے آسمان میں کوئی دروازہ کھول دیتے کہ دن کو اس میں چڑھتے ۝۱۴

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریش کا مسخراپن

۱؎ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو یہ تسلی دی کہ کفار اور مشرکین جو تمہارے ساتھ ٹھٹھے کرتے ہیں اور تمہیں چھیڑتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے تم سے پہلے جو رسول گزرے ہیں ان کے ساتھ بھی ان کی قوم نے یہی معاملہ کیا ہے۔ انہوں نے صبر کیا تم بھی صبر کرو۔ ان کے مسخراپن کرنے سے ایسا نہیں ہوسکتا کہ ہم وحی کا بھیجنا اور قرآن کا اتارنا بند کردیں گے۔ یہ لوگ جس بات پر جمے ہوئے ہیں جمنے دو، ہم ان کے بہکے ہوئے خیال کو اور بھی پختہ کردیں گے کہ تم پر اور قرآن پاک پر یہ لوگ ایمان نہ لائیں اور اس ایمان نہ لانے کا جو نتیجہ پہلی قوموں کا ہوا وہ ان لوگوں کو معلوم ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ لوگ بھی انہیں لوگوں کی طرح قہر الٰہی میں آجائیں اور ہلاک کردیئے جائیں اور دنیا سے بالکل ان کی بنیاد ہی اکھیڑ دی جائے۔

کفار کی گمراہی

۲؎ اس آیت میں اللہ تعالیٰ ان کفار و مشرکین کی انتہا درجے کی گمراہی کو بیان فرماتا ہے کہ یہ لوگ ہرگز ایمان نہ لائیں گے۔ معجزہ تو کیا چیز ہے اگر آسمان کا کوئی دروازہ بھی کھول دیا جائے اور اپنی آنکھوں سے یہ لوگ وہاں کے عجائبات کو آسمان پر چڑھ کر دیکھ لیں، جب بھی تو کفر سے باز نہ آئیں گے۔ بلکہ ان عجائبات کو دیکھ کر یہ کہیں گے کہ ہماری نظر بند کی گئی ہے۔ آنکھیں اپنی اصل حالت پر نہیں ہیں ہم پر جادو کردیا گیا ہے جو ایسے ایسے تماشے ہم کو نظر آرہے ہیں۔ جب ان کے کفر و سرکشی کی یہ حالت ہے تو کوئی قدرتی نشانی ان کے ایمان لانے کو کارآمد نہیں ہوسکتی۔

لَقَالُوْۤا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ ﴿۱۶﴾ وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ﴿۱۷﴾ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیْنٌ ﴿۱۸﴾ وَ الْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَ اَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ مَّوْزُوْنٍ ﴿۱۹﴾

تب بھی یہی کہتے کہ ہماری نگاہ باندھ دی گئی ہے بلکہ ہم لوگوں پر جادو ہوا ہے ﴿۱۵﴾ اور ۱ بیشک ہم نے آسمان میں برج بنائے اور ہم نے اس کو دیکھنے والوں کے لئے آراستہ کیا ﴿۱۶﴾ اور اس کو ہم نے ہر شیطان مردود سے محفوظ رکھا ﴿۱۷﴾ مگر جو چوری چھپے سننے جائے تو اس کے پیچھے پڑتا ہے ایک روشن شعلہ ﴿۱۸﴾ اور ۲ ہم نے زمین کو پھیلایا اور ہم نے اس میں پہاڑوں کی (میخیں) ڈال دیں اور ہم نے اگائی ہر چیز اس میں اندازے سے ﴿۱۹﴾

اللہ کی قدرت کا بیان

۱ ان آیتوں میں اللہ پاک اپنی قدرت کا حال بیان فرماتا ہے کہ آسمان کو ہم نے کیسی حکمت اور ترکیب سے بنایا۔ اس میں بڑے بڑے تاروں کے محل برجوں کی طرح کے بنائے ہیں اور چاند سورج اور ستاروں سے آسمان کو زینت دی ہے۔ آسمان میں یہ بارہ برج ہیں: ۱ حمل ۲ ثور ۳ جوزہ ۴ سرطان ۵ اسد ۶ سنبلہ ۷ میزان ۸ عقرب ۹ قوس ۱۰ جدی ۱۱ دلو ۱۲ حوت پھر ہر ایک برجوں میں تیس تیس درجے ہیں جس میں آفتاب ہر روز سیر کرتا ہے۔ ہر درجہ کو ایک ایک روز میں تمام کرتا ہے اور اس حساب سے تین سو ساٹھ دن یعنی ایک سال میں آسمان کا پورا دورہ ختم کر لیتا ہے۔ جس کی وجہ سے جاڑا، گرمی، برسات کی فصلیں تیار ہوتی ہیں اور جس طرح سورج کا دورہ فصلوں کیلئے ہے۔ اسی طرح چاند کا دورہ مہینوں اور برس کے حساب کے لئے ہے، چنانچہ اس کا ذکر سورہ یونس (پارہ ۱۱) میں گزر چکا ہے۔ اس کے بعد یہ فرمایا کہ آسمان اس بات سے محفوظ رکھا گیا ہے کہ شیاطین یہاں آکر فرشتوں کی باتیں سن جاویں اور دنیا میں جا کر نئے نئے شعبدے اٹھاویں۔ کیونکہ جب وہ یہاں کا قصد کرتے ہیں تو فرشتے آگ کے انگارے لئے کھڑے رہتے ہیں۔ وہ پھونک مارتے ہیں یہ جل بھن کر راکھ ہو جاتے ہیں۔

آسمان وزمین کا حال

۲ اس آیت میں زمین کے پیدا کرنے کا ذکر فرمایا کہ ہم نے زمین کو مشرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک پانی پر بچھا

وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهُ بِرٰزِقِيْنَ ﴿۲۰﴾ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾

اوراس میں ہم نے تمہارے لئے معاش کے سامان بنائے اوران کے لئے بھی کہ جن کو تم روزی نہیں دیتے ﴿۲۰﴾ اور[۱] ایسی کوئی چیز نہیں کہ جس کے خزانے ہمارے پاس نہ ہوں اور ہم اسے نہیں اتارتے مگر ایک اندازہ معین سے ﴿۲۱﴾

دیا ہے اوراس پر جابجا پہاڑوں کے بوجھ رکھ دیئے ہیں اور خوب اچھی طرح مضبوط کر دیا ہے جس طرح کیلیں ٹھونک کر تخت وغیرہ مضبوط بنائے جاتے ہیں۔اور زمین میں سے طرح طرح کی اشیاء پھل، میوے، ترکاریاں، غلے، روئی وغیرہ۔اسی طرح پہاڑوں میں سے چاندی، سونے، لوہے وغیرہ کی کانیں۔غرض ہر چیز نہایت موزونیت سے پیدا کی اوراس میں تمہاری روزی رکھی ہے، تم بھی کھاتے پیتے ہو، اوراپنے بال بچوں کو بھی کھلاتے پلاتے ہو، اپنے جانوروں کو بھی چراتے ہو اور جس مخلوق کو تم جانتے بھی نہیں کہ کہاں ہیں اور کیا ہیں ان کی بھی روزی خدا نے اسی زمین میں رکھی ہے۔یہ اسی خدا کا کام ہے کہ وہ اپنی ہر ایک مخلوق کو روزی پہنچاتا ہے کوئی انسان کسی کو نہیں دے سکتا۔محض یہ غلط خیال ہے کہ ہم اپنے اہل وعیال کو دیتے ہیں، سب روزی خدا کے ہاتھ میں ہے وہی تم سے دلواتا ہے، تم کیا دے سکتے ہو۔

پانی کا خزانہ اللہ کے پاس ہے، بارش کی ہر بوند کے ساتھ ایک فرشتہ ہے

[۱] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جتنی چیزیں دنیا میں ہیں ان سب کا خزانہ اللہ کے پاس ہے۔جب جتنی ضرورت ہوتی ہے اس میں سے ضرورت کے موافق دنیا میں اتاری جاتی ہیں۔خزائن کے معنی: ''بارش کا خزانہ'' ہے اور بقدر معلوم کی تفسیر میں یہ کہتے ہیں کہ ایک جگہ کم بارش ہوگئی ہے اور دوسری جگہ زیادہ، ایک جگہ بالکل بارش نہیں ہوتی اور دوسری جگہ خوب ہوتی ہے۔اور بارش کے ایک ایک قطرے کے ساتھ فرشتے مقرر ہوتے ہیں جو اس قطرے کو وہیں گرنے دیتے ہیں جہاں حکم ہوتا ہے۔اور یہ بات یاد رکھتے ہیں کہ اس قطرے سے کیا کیا پیداوار ہوئی۔پھر فرمایا اللہ تعالیٰ ہوا کو حکم دیتا ہے وہ چلنے لگتی ہے، جو بادلوں کو ادھر سے ادھر لے جاتی ہے اور جس طرح دودھ والے جانوروں کا دودھ دوہا جاتا ہے، اسی طرح بادلوں میں سے مینہ برسنے لگتا ہے جس سے ندی نالے تالاب بھر جاتے ہیں۔یہ اسی کی ادنیٰ قدرت اور بندوں پر مہربانی ہے۔اگر وہ چاہے تو فوراً خشک ہو جائے۔پھر فرمایا سب انتظام دنیا کے قائم تک ہے۔آخر جس نے دنیا کو پیدا کیا ہے، اسی کے حکم سے ساری دنیا فنا ہو جاوے گی اور دنیا کی چیزوں پر سے لوگوں کا عارضی قبضہ اٹھ کر سب چیزیں اللہ کے قبضہ میں چلی جاویں گی۔اوران چیزوں کے برتنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے روبرو کھڑے ہو کر یہ حساب دینا پڑے گا کہ ان چیزوں کو ان لوگوں نے کیونکر برتا۔

وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِیْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِیْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ یَحْشُرُهُمْ ؕ اِنَّهٗ حَكِیْمٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۵﴾ ع وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۚ ﴿۲۶﴾

ع ۲

اور ہم ہواؤں کو بھیجتے ہیں جو کہ بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں پھر ہم ہی آسمان سے پانی برساتے ہیں پھر وہ پانی تم کو پینے کو دیتے ہیں اور تم کچھ اس کے خزانچی نہیں ﴿۲۲﴾ اور بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور ہم ہی مارتے ہیں اور (آخر) وارث ہم ہی ہیں ﴿۲۳﴾ اور ۱؎ بیشک ہمیں معلوم ہیں جو تم میں سے آگے بڑھے اور بیشک ہمیں معلوم ہیں جو تم سے پیچھے رہے ﴿۲۴﴾ ۲؎ اور بیشک تمہارا پروردگار ان سب کو (قیامت میں) جمع کرے گا۔ بیشک وہی مضبوط تدبیر والا دانا ہے ﴿۲۵﴾ اور بے شک ۳؎ ہم نے آدمی (یعنی آدم کو) بنایا بجتی ہوئی مٹی سے جو اصل میں ایک سیاہ بودار گارا تھی ﴿۲۶﴾

ثواب نیتوں پر

۱؎ **شان نزول:** حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جماعت نماز کی صف اول کے فضائل بیان فرمائے تو صحابہ صف اول حاصل کرنے میں نہایت کوشاں ہوئے اور ان کا اژدہام ہونے لگا۔ اور جن حضرات کے مکان مسجد شریف سے دور تھے وہ اپنے مکان بیچ کر قریب مکان خریدنے پر آمادہ ہو گئے تاکہ صف اول میں جگہ ملنے سے محروم نہ ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل فرمائی اور انہیں تسلی دی گئی کہ ثواب نیتوں پر ہے اور اللہ تعالیٰ اگلوں کو بھی جانتا ہے اور جو عذر سے پیچھے رہ گئے ہیں ان کو بھی جانتا ہے۔

۲؎ اس آیت میں فرمایا کہ اپنی حکمت اور علم کے موافق حشر کا دن قرار دیا ہے۔ وہ لوگوں کو اس روز اکٹھا کرے گا اور نیک و بد کی جزا و سزا دے گا۔ اور وہ بڑا حکمت والا ہے اس کا علم ایسا ہے کہ کوئی شئے اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش

۳؎ ارشاد ہوتا ہے کہ جب آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو سوکھی مٹی کو پانی میں گوندھ کر خمیر بنایا۔ اس سے آدم علیہ السلام کا پتلا بنا کر اس میں روح کو پھونک دیا اور وہ انسان ہو گیا۔ پھر اس کے بعد اولاد آدم کی پیدائش کا سلسلہ منی سے جو قرار

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾

اور جن (یعنی ابوالجان) کو اس سے پہلے بنایا بے دھوئیں کی آگ سے ﴿۲۷﴾ اور لے (اس وقت کو یاد کرو) جب کہ تمہارے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں ایک آدمی بنانے والا ہوں بجتی مٹی سے جو بودار کالے گارے سے ہے ﴿۲۸﴾ پھر میں جب اس کو ٹھیک بنا چکوں اور اس میں اپنی طرف سے خاص روح پھونک دوں، تو (تم سب) اس کیلئے سجدے میں گر پڑنا ﴿۲۹﴾ پس جس قدر فرشتے تھے سب کے سب سجدہ میں گرے ﴿۳۰﴾ سوا ابلیس کے کہ وہ سجدہ کرنیوالوں کے ساتھ نہ ہوا ﴿۳۱﴾ خدا نے فرمایا: ''اے ابلیس! تجھے کیا ہوا کہ تو سجدہ کرنے والوں کے ساتھ نہ ہوا'' ﴿۳۲﴾

پایا ہے، اس کا ذکر قرآن شریف میں جدا آیا ہے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے صرف آدم ہی کو اپنی قدرت کاملہ سے نہیں پیدا کیا بلکہ اس سے ہزاروں برس پہلے جنات کا سلسلہ جس کا نام جان ہے، آگ سے پیدا کیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جان سب جنوں کے باپ کا نام ہے اول ملائکہ کو بنایا ان کے بعد جن کی قوم کو۔ جن کا مادہ ملائکہ سے ذرا قریب تھا پھر انسان کو، یہ پیدائش ترتیب وار ہے۔

ملائکہ کو سجدہ کا حکم

لے ارشاد ہوتا ہے کہ اس وقت کا تصور کرو جب ہم نے ملائکہ کو خبر دی کہ ہم ایک بشر کو خشک مٹی سے خمیر دے کر پیدا کرنے والے ہیں، پس جب میں اسے بنا چکوں اور روح بھی اس میں ڈال دوں تو تم سب کے سب تعظیم کے لئے اس کے آگے جھک جانا۔ فرشتوں نے تو ایسا ہی کیا یعنی سب نے مل کر سجدہ کیا مگر ابلیس نے نہیں کیا اور سجدہ کرنے سے انکار کیا اور مادہ خاکی پر لحاظ کر کے آدم علیہ السلام کو حقیر سمجھا۔ یہاں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ غرور کی ابتداء اسی لعین سے ہوئی اس سے پہلے نہیں تھی۔ پس جو غرور کرتا ہے وہ شیطان کا تابع ہے خواہ کسی بات کا غرور ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے پوچھا کہ کیا وجہ ہے جو تو نے سجدہ نہیں کیا۔ اس نے جواب دیا ''میں ایسا نہیں ہوں کہ بشر کو سجدہ کروں۔ جسے آپ نے خاک جو عناصر میں بدتر ہے، اس سے

قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾

اس نے کہا: ''مجھ سے یہ نہیں ہوسکتا کہ ایسے بشر (آدم) کو سجدہ کروں جسے تو نے بجتی مٹی سے بنایا جو سیاہ بودار گارے سے تھی۔'' ﴿۳۳﴾ حکم ہوا: ''تو جنت سے نکل جا کہ تو مردود ہے ﴿۳۴﴾ اور بیشک قیامت تک تجھ پر لعنت ہے'' ﴿۳۵﴾ بولا: ''اے پروردگار! میرے تو مجھے اس دن تک کی مہلت دے کہ مردے جیویں (یعنی قیامت تک)'' ﴿۳۶﴾ فرمایا: ''البتہ تجھے ﴿۳۷﴾ اس وقت مقررہ کے دن تک مہلت دی گئی'' ﴿۳۸﴾

انسان کی پیدائش کی ہے اور میری پیدائش آگ سے جو لطیف شے ہے''۔ شیطان یہ نہیں سمجھا کہ عزت و شرف خدا ہی کو ہے جس کو دے۔ صرف اپنے گمان سے کوئی کسی سے بہتر نہیں ہوسکتا۔

شیطان کو آسمان سے نکال دینے اور اس کے قسم کھانے کا ذکر

لے جب شیطان نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور تکبر کی راہ سے اپنے کو آدم علیہ السلام سے افضل سمجھا تو اللہ تعالیٰ کا یہ حکم اس کے حق میں صادر ہوا کہ فرشتوں کے زمرہ سے نکل جا اور اگر کبھی ادھر کا قصد کرے گا تو تجھ پر انگارے برسیں گے اور قیامت تک تجھ پر پھٹکار ہوتی رہے گی اور بعد قیامت کے لعنت سے بڑھ کر عذاب ہوگا۔ اس عذاب کے سامنے وہ اس پھٹکار کو بھول جائے گا۔ بہر حال جب اس کو یہ معلوم ہوگیا کہ خدا نے قیامت تک عذاب کو اس کے حق میں موقوف رکھا ہے تو اس نے خدا سے یہ سوال کیا کہ مجھے اس وقت مقررہ تک ڈھیل دی جائے اور میں اس روز تک زندہ رہوں اس سے پہلے نہ مروں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی بات منظور کی اور فرمایا کہ اس وقت معلوم تک تجھ کو ڈھیل دی گئی اور اس سے پہلے تجھے موت بھی نہیں آئے گی۔ اس نے اس خیال سے قیامت تک زندہ رہنے کا سوال کیا کہ آدم علیہ السلام کی اولاد جب تک زندہ رہے گی میں اس کو بہکا کر راہ راست سے علیحدہ رکھوں گا اور جس طرح آخرت میں مجھ پر عذاب ہوگا اسی طرح آدم علیہ السلام کی اولاد پر بھی عذاب ہوتے دیکھوں گا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول ہے کہ اسرافیل علیہ السلام جو پہلی مرتبہ صور پھونکیں گے جس سے کل مخلوق بے ہوش ہو جاوے گی اس وقت تک ابلیس کی موت ٹل گئی ہے۔ پہلے صور پر سب لوگوں کے ساتھ یہ بھی بے ہوش ہو جائے گا، پھر دوسرا صور چالیس برس کے بعد پھونکا جائے گا جس سے کل ہوشیار ہوں گے۔ یہاں تک کہ قبروں سے مردے بھی جی اٹھیں گے اس وقت ابلیس بھی اٹھے گا اور یہی چالیس برس اس کا بے ہوش پڑا رہنا گویا اس کی موت ہے۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿۴۱﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۴۳﴾

(اس نے) کہا: ''اے پروردگار میرے! بسبب اس کے کہ گمراہ کیا تو نے مجھ کو ۱ البتہ زینت دوں گا میں معصیت کو ان کے واسطے زمین میں، اور ضرور میں ان سب کو (دلوں میں وسوسہ ڈال کر) بے راہ کردوں گا ﴿۳۹﴾ مگر جو ان میں تیرے خالص بندے ہیں (وہ میرے بہکانے میں آنے والے نہیں'' ﴿۴۰﴾ (خدا نے) فرمایا: ''یہ ایک سیدھا راستہ ہے جو مجھ تک پہنچتا ہے ﴿۴۱﴾ بے شک جو میرے بندے ہیں تیرا کچھ ۲ ان پر غلبہ نہیں سوائے ان گمراہوں کے کہ جو تیری پیروی کریں ﴿۴۲﴾ اور بیشک جہنم ان سب کے وعدے کی جگہ ہے'' ﴿۴۳﴾

اللہ تعالیٰ کا حکم

۱ حاصل مطلب یہ ہے کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے اللہ کی عزت کی قسم کھا کر یہ کہا کہ: جب تک ہر انسان میں جان باقی ہے جس طرح اور جہاں تک مجھ سے ہو سکے گا ہر ایک آدمی کو بہکانے میں اور بہکا کر ہر طرح کے برے کام ان سے کرانے میں کوتاہی نہ کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے عزت وجلال کی قسم کھا کر شیطان کو جواب دیا کہ میں بھی جب تک مجھ سے وہ تیرے بہکائے ہوئے گنہگار توبہ واستغفار کریں گے، ان کو بخشتے ہی جاؤں گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیطان بہکانے سے نہیں تھکتا اور اللہ تعالیٰ بخشنے اور مغفرت اور توبہ کے قبول کرنے سے نہیں بس کرے گا۔ گنہگار بندہ ہی اپنی بدنصیبی سے توبہ واستغفار کرنے سے تھک جاوے تو تھک جاوے۔ آدمی کو چاہیے کہ نیک کام کی توفیق کے لئے ہر وقت اللہ کا شکر کرے اور برے کام کے خیال کے وقت لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ العلی العظیم پڑھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اخلاص ہی ہمارا سیدھا راستہ ہے اور جو لوگ اس راستہ پر چلتے ہیں ان کی رعایت ہم کو منظور ہے۔

۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو میرے بندے خالص ہیں ان پر تجھ کو زور نہیں ہوگا کہ تیرے بہکانے میں آجائیں گے، ہاں جو لوگ ازلی گمراہ ہیں وہ البتہ تیرے بہکانے میں آجائیں گے۔ تو ان کے واسطے میں نے جہنم کو بھی تیار کر رکھا ہے اور جہنم بھی وہ جس کے سات دروازے اور سات طبقے ہیں۔ ہر ایک کے واسطے ان کے عمل کے مطابق یہ ساتوں طبقے جہنم کے ہیں۔ جس میں یہ لوگ داخل کئے جائیں گے اور اپنے کئے کی سزا پاویں گے۔

لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ ع اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ ؕ اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَ نَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّ مَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْۤ اَنِّيْۤ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ لا وَ اَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾ وَ نَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾

اس کے سات دروازے ہیں ہر دروازہ (میں سے جانے) کیلئے ان میں سے ایک حصہ بٹا ہوا ہے ﴿۴۴﴾ بیشک ۱؎ پرہیزگار لوگ (اس دن) باغوں اور چشموں (کے عیش وراحت) میں ہوں گے ﴿۴۵﴾ انہیں کہا جائے گا کہ اس میں سلامتی کے ساتھ داخل ہو امن سے ﴿۴۶﴾ اور ہم نے ان کے سینوں میں جو کچھ کینے تھے سب دور کر دیئے، آپس میں بھائی ہیں ایک دوسرے کے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے ﴿۴۷﴾ ان کو وہاں کچھ نہ تکلیف پہنچے گی نہ وہاں سے نکالے جائیں گے ﴿۴۸﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) خبر دو میرے بندوں کو کہ بیشک میں ہی ہوں بخشنے والا مہربان ﴿۴۹﴾ اور میرا ہی عذاب درددینے والا عذاب ہے ﴿۵۰﴾ اور ۲؎ انہیں ابراہیم کے مہمانوں کا احوال سنادو ﴿۵۱﴾

دوزخ وجنت کا ذکر

۱؎ اللہ پاک نے دوزخ والوں کا حال بیان کر کے اہل جنت کا ذکر کیا کہ متقی لوگ جنت کے باغ اور نہروں میں ہوں گے اور صحیح وسالم وہاں رہیں گے۔ کوئی رنج وتکلیف اور کوئی بیماری وہاں نہیں ہوگی اور دنیا میں جنتی دو شخصوں کے درمیان شکر رنجی ہوگی وہ رنج کدورت ان کے دلوں سے نکال دی جاوے گی، اور جنت میں بھائی بھائی بن کر آمنے سامنے مسندوں پر بیٹھے ہوں گے۔ جنت میں کسی قسم کی مشقت وغیرہ نہ ہوگی اور نہ لوگ وہاں سے نکلیں گے بلکہ نہایت آرام کے ساتھ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہیں گے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میرے بندوں کو یہ خبر دے دو کہ میں رحمت والا بھی ہوں اور میرا عذاب بھی سخت ہوا کرتا ہے۔

۲؎ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ: ان آیتوں میں فرمایا کہ اے رسول اللہ کے! ان لوگوں کو خبر دیدو ابراہیم علیہ السلام

اِذْ دَخَلُوْا عَلَیْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِیْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِیْ عَلٰۤى اَنْ مَّسَّنِیَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِیْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَ مَنْ یَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖۤ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾

کہ جب وہ مہمان ان کے پاس آئے تو کہا ''تم پر سلامتی ہو'' ابراہیم نے کہا ''ہمیں تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے'' (کہ تم کون لوگ ہو) ﴿۵۲﴾ انہوں نے کہا ''ڈرو مت! ہم آپ کو ایک علم والے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں'' ﴿۵۳﴾ ابراہیم نے کہا ''کیا تم مجھے اس حال میں بشارت دیتے ہو کہ مجھ پر بڑھاپا آگیا ہے پس اب کاہے پر بشارت دیتے ہو'' ﴿۵۴﴾ کہا: ''ہم نے تمہیں سچی بشارت دی ہے پس تمہیں ناامید نہ ہونا چاہئے'' ﴿۵۵﴾ (ابراہیم نے) کہا کہ: اپنے پروردگار کی رحمت سے کون ناامید ہو مگر وہی جو گمراہ ہوئے ﴿۵۶﴾

کے مہمانوں کی کہ ان مہمانوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آکر سلام کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے کہا کہ مجھے تم لوگوں سے ڈر لگتا ہے۔ یہ قصہ سورۂ ہود میں مفصل گزر چکا ہے کہ جب خدا کے فرشتے وہاں آئے اور سلام کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی ان کے سلام کا جواب دیا اور گھر سے ایک فربہ بچھڑا تل کر ان کی ضیافت کے واسطے لائے ان کے ہاتھ جب اس کھانے کی طرف نہیں بڑھے تو ابراہیم علیہ السلام خوف زدہ ہوئے۔ مہمانوں نے کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے قوم لوط پر عذاب لے کر چلے ہیں اور تمہیں اولاد کی خوشی سنانے آئے ہیں۔ تمہارے گھر میں ایک ہوشیار لڑکا اسحٰق علیہ السلام پیدا ہوگا اور پھر تمہارا پوتا اسحٰق علیہ السلام کا بیٹا یعقوب علیہ السلام، اس کے جواب میں ابراہیم علیہ السلام نے یہ کہا کہ میں بوڑھا ہوں، قریب قریب سو برس کی عمر آن پہنچی اور میری بیوی بھی نوے بانوے برس کی بوڑھی اور بانجھ بھی ہے اس صورت میں اولاد کی کیا خوشی سناتے ہو یہ امر تو تعجبات سے ہے، فرشتے بولے کہ یہ حق بات کی خوشی تم کو سنائی جارہی ہے اس میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور یقینی اس کا ظہور ہوگا کیونکہ اللہ کا وعدہ سچا ہے کبھی اس کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوتا۔ اسے ہر طرح کی قدرت حاصل ہے۔ اس کے نزدیک کیا دشوار ہے آپ اس خوشی سے ناامید نہ ہوں۔ اللہ پاک تو اس بات پر بھی قادر ہے کہ بے ماں باپ کے بھی لڑکا پیدا کردے۔ ابراہیم علیہ السلام نے یہ بات سن کر جواب دیا کہ بیشک خدا کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے اس کی رحمت سے تو گمراہ لوگ ناامید ہوا کرتے ہیں۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا جَاۗءَ اٰلَ لُوْطِۨ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾

(پھر ابراہیم نے) کہا: ''اے ۱؎ فرشتو! تمہارا کیا کام ہے'' ﴿۵۷﴾ (انہوں نے) کہا: ''ہم بھیجے گئے ہیں ایک مجرم قوم (لوط) کی طرف (ہلاک ہونے والی ہے) ﴿۵۸﴾ مگر لوط کے گھر والے ان سب کو ہم بچالیں گے ﴿۵۹﴾ بجز اس کی بیوی کے۔ کہ ہم ٹھہرا چکے ہیں کہ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے ہے'' ﴿۶۰﴾ پھر ۲؎ جب لوط کے گھر فرشتے پہنچے ﴿۶۱﴾ تو لوط نے کہا: ''تم لوگ اجنبی آدمی معلوم ہوتے ہو'' ﴿۶۲﴾ (فرشتے) بولے: ''بلکہ ہم آپ کے پاس وہ چیز لائے ہیں جس میں یہ لوگ شبہ کرتے تھے (یعنی عذاب) ﴿۶۳﴾ اور ہم آپ کے پاس سچا حکم لائے ہیں اور ہم بیشک سچے ہیں ﴿۶۴﴾

۱؎ جب فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کو اولاد کی خوشی سنادی اور ان کے دل سے خوف جاتا رہا تو انہوں نے فرشتوں سے پوچھا کہ اے خدا کے بھیجے ہوئے فرشتو! تمہارا ارادہ کس کام کا ہے، فرشتوں نے کہا کہ ہم لوط علیہ السلام کی مجرم قوم پر عذاب لے کر بھیجے گئے ہیں سوائے لوط علیہ السلام کے گھر والوں کے سب لوگ یعنی بستی کی بستی ہلاک ہو جائے گی۔ اسی میں لوط علیہ السلام کی بیوی بھی ہلاک ہوگی۔

قوم لوط کی تباہی کا حال

۲؎ یہاں حضرت لوط علیہ السلام کا قصہ شروع ہوا کہ فرشتے خدا کے بھیجے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے ہو کر یک بیک حضرت لوط علیہ السلام کے یہاں پہنچے۔ وہ ان کو نوعمر خوبصورت لڑکے دیکھ کر ڈرے کہ یہ لوگ کسی اور شہر کے رہنے والے ہیں جو اس طرح آ گئے ہیں۔ بڑی قباحت کی بات ہے میری قوم کو لڑکوں سے بدفعلی کرنے کی عادت ہے۔ جس وقت ان لوگوں کو ان نوعمر لڑکوں کے آنے کی خبر ہوگی تو فوراً یہاں آ جائیں گے اور مجھ سے سخت جھگڑا ہوگا، دیکھئے کیونکر ان سے پیچھا چھوٹتا ہے۔ اس خیال سے حضرت لوط علیہ السلام نے آنے والوں سے کہا کہ تم کون لوگ ہو ہم تمہیں نہیں پہچانتے، ان فرشتوں نے کہا کہ ہم خدا کے بھیجے ہوئے ہیں آپ کچھ خوف نہ کریں۔ ہم اس قوم کی سرکوبی کے لئے آئے ہیں۔ یہ لوگ آپ سے جھگڑتے

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾

پس ۱؎ آپ اپنے گھر والوں کو کچھ رات رہے لے کر باہر چلے جائیں اور آپ ان کے پیچھے چلیں اور تم میں کوئی بھی پیچھے مڑ کر نہ دیکھے اور جہاں کا حکم ہے سیدھے چلے جائیں (یعنی ملک شام کو) ﴿۶۵﴾ اور ہم نے لوط کو بذریعہ وحی اس حکم کا فیصلہ سنا دیا کہ اس قوم کی صبح ہوتے ہوتے جڑ کٹ جائے گی ﴿۶۶﴾ اور ۲؎ (یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ) شہر والے خوشیاں مناتے ہوئے آئے ﴿۶۷﴾

ہیں کہ عذاب کیا ہے اور عذاب کے آنے میں شبہ کرتے ہیں، اس لئے ہم اللہ کے حکم سے آئے ہیں اور عذاب لے کر آئے ہیں۔ اب ان لوگوں کو عذاب کے آنے کا پورا یقین ہو جائے گا اور ہم جو کچھ کہتے ہیں اس میں ذرا بھی فرق نہیں ہے ہم بالکل سچ کہہ رہے ہیں کہ یہ لوگ ہلاک ہوں گے۔

۱؎ مطلب یہ ہے کہ اللہ کے حکم سے فرشتوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا کہ تم اپنے باپ بچوں کو لے کر راتوں رات یہاں سے نکل جاؤ۔ گھر والوں کو آگے رکھو اور آپ ان کے پیچھے رہو تا کہ تمہیں اطمینان رہے کہ کوئی عزیز پیچھے تو نہیں رہ گیا اور دیکھنا تم میں سے کوئی پیچھے پھر کر نہ دیکھے کہ قوم پر کیا عذاب ہو رہا ہے ورنہ رستہ طے کرنے میں دیر ہو جائے گی۔ پھر فرمایا کہ جہاں تم کو حکم ہوا ہے وہاں چلے جاؤ دیر نہ کرو، یعنی ملک شام کو چلے جاؤ۔ پھر فرمایا کہ اللہ نے یہ بات ٹھہرا دی کہ صبح ہوتے ہی اس قوم کی جڑ بنیاد بالکل نیست اور نابود ہو جاوے گی۔

۲؎ جب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کو یہ خبر ہوگئی کہ حضرت لوط علیہ السلام کے گھر میں دو تین مہمان آئے ہیں تو وہ لوگ دوڑے ہوئے حضرت لوط علیہ السلام کے مکان پر آئے اور ان مہمانوں کی نوعمری اور خوبصورتی کی خبر سنکر اپنے جی میں بہت خوش ہوئے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے ان لوگوں سے کہا کہ یہ لوگ میرے عزیز مہمان ہیں ان کی طرف کسی قسم کا برا خیال نہ کرو اور میری رسوائی نہ چاہو اور خدا سے ڈرو کسی کی آبرو کے پیچھے پڑنے سے کیا حاصل۔ کیوں میری عزت کے درپے ہو رہے ہو، ان کی قوم نے جواب دیا کہ ہم نے تم کو منع نہیں کر رکھا ہے کہ تم کسی کی حمایت نہ لو۔ تم کسی کو کیوں اپنا مہمان بناتے ہو۔ پھر حضرت لوط علیہ السلام نے کہا کہ تمہیں لڑکوں کے ساتھ فعل بد کے مرتکب ہونے سے شرم نہیں آتی لو یہ قوم کی لڑکیاں حاضر ہیں ان سے نکاح کر لو۔ خدا نے عورتوں کو مردوں کے واسطے پیدا کیا ہے ان سے نفع اٹھاؤ اور لڑکوں کی رغبت چھوڑ دو اور ان کے ساتھ بدفعلی کرنے کی عادت سے کیوں اپنے کو ہلاک کرنا چاہتے ہو۔ جب ان لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت نہ

قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿۷۱﴾ لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۷۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿۷۳﴾ فَجَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿۷۴﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ﴿۷۵﴾

لوط نے ان سے کہا: ''یہ میرے مہمان ہیں سو مجھے رسوا نہ کرو ﴿۶۸﴾ اور اللہ سے ڈرو اور مجھے ذلیل نہ کرو'' ﴿۶۹﴾ کہنے لگے: ''کیا ہم نے تم کو دنیا بھر کی حمایت سے منع نہیں کر دیا تھا'' ﴿۷۰﴾ (لوط نے) کہا: ''یہ (قوم کی عورتیں) میری بیٹیاں ہیں ﴿۷۱﴾ اگر تم کو کرنا ہے (تو ان سے نکاح کر لو)'' (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہاری جان کی قسم! بیشک وہ کافر اپنے نشہ میں بھٹک رہے ۱؎ تھے ﴿۷۲﴾ پس دن نکلتے انکو ہولناک آواز نے آ پکڑا ﴿۷۳﴾ پس ہم نے اس بستی کا اوپر کا حصہ اسکے نیچے کا حصہ کر دیا اور ان پر ہم نے کنکر کی قسم کے پتھر برسائے ﴿۷۴﴾ البتہ اس قصہ میں اہل بصیرت کیلئے بڑی نشانیاں ہیں ﴿۷۵﴾

سنی اور حضرت لوط علیہ السلام کے گھر کا دروازہ توڑ کر گھر کے اندر گھس جانے اور مہمانوں کو چھین لینے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ایک پر مار کر ان سب کو اندھا کر دیا۔ یہ لوگ صبح کو پھر آنے کی دھمکی دے کر وہاں سے چلے گئے اور صبح کو ہلاک ہو گئے۔ اب آگے اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کی خبر دیتا ہے کہ اے ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم تمہاری حیات اور عمر کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ وہ لوگ اپنی بدمستی میں بے ہوش ہو رہے تھے وہ کب کسی کی سنتے۔

۱؎ جب لوط علیہ السلام کی قوم نے ان کی ایک نہ سنی اور اپنی ہٹ دھرمی کیے گئے تو اللہ پاک نے فرشتوں کو حکم دے دیا کہ ان کو غارت کر ڈالو۔ صبح ہوتے ہی جبرئیل علیہ السلام نے ایک ایسی چیخ ماری کہ لوگوں کے کلیجے دہل گئے، اور پھر اس بستی کی تہہ میں اپنے پر ڈال کر اکھیڑ لیا اور آسمان کی طرف لے جا کر وہاں سے الٹا گرا دیا اور پھر اوپر سے چھوٹے چھوٹے پتھر کے ریزے برسے جس سے ایک آدمی بھی جانبر نہ ہو سکا۔ پھر اللہ پاک نے فرمایا کہ اس قصہ میں عبرت حاصل کرنے والوں اور غور و فکر کرنے والوں کے لئے بڑی نشانی ہے۔ پھر اللہ پاک نے فرمایا کہ بستی سدوم ملک شام کی طرف بدبودار پانی کے چشمہ کی صورت میں آج تک باقی ہے، اور دوسری بستی حضرت شعیب علیہ السلام کی مدین ہے۔ وہاں کے لوگ بھی بڑے بدکار تھے اس قوم سے انتقام لیا جو زلزلہ وغیرہ سے ہلاک کیے گئے۔

وَ اِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَ اِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَ اِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ﴿۷۹﴾ وَ لَقَدْ كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۸۰﴾ وَ اٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَ كَانُوْا يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ﴿۸۳﴾

وقف لازم ع ۵

اور بیشک یہ بستی ایک آباد سڑک پر ملتی ہے ﴿۷۶﴾ بیشک اس میں ایمان والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں ﴿۷۷﴾ اور البتہ بن کے رہنے والے (یعنی شعیب کی امت کے لوگ) ضرور ظالم تھے ﴿۷۸﴾ پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا اور بیشک یہ دونوں بستیاں (یعنی قوم لوط اور شعیب کی) کھلے راستے پر واقع ہیں [۱] ﴿۷۹﴾ اور بیشک حجر کے لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا ﴿۸۰﴾ اور ہم نے ان کو اپنی نشانیاں پہنچائیں پھر وہ ان سے منہ پھیرے رہے ﴿۸۱﴾ اور وہ لوگ پہاڑوں کو تراش کر بے خوف گھر بناتے تھے ﴿۸۲﴾ پھر [۲] ان کو صبح ہوتے ہوتے ہولناک آواز نے آ پکڑا ﴿۸۳﴾

قوم ثمود کی تباہی

[۱] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حجر کے رہنے والے قوم ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی امت کا قصہ مختصر طور پر بیان فرما کر قریش کو تنبیہ فرمائی کہ حجر والوں نے حضرت صالح علیہ السلام کی تکذیب کی۔ ہم نے ثمود کو قدرت کے دلائل بتلائے اور نشان قدرت کے دکھائے۔ چنانچہ پتھر سے اونٹنی کا نکلنا بہت عجیب و غریب باتوں پر شامل ہے۔ حاصل یہ ہے کہ سب نشانیاں ہم نے ثمود کو دکھائیں پھر انہوں نے اعتراض کیا اور وہ لوگ پہاڑوں کو تراش کر گھر بناتے تھے تاکہ مکانوں کے منہدم ہونے کا اندیشہ نہ رہے اور یہ بھی خیال تھا کہ عذاب الٰہی سچ بھی ہوگا تو بھی ان مکانوں کی بدولت امن رہے گا مگر جب عذاب آیا تو ان کے مکانوں نے کچھ فائدہ نہ دیا اور یک شنبہ (اتوار) کے دن آفتاب نکلتے ہی جبریل علیہ السلام کی چیخ سے ہلاک ہو گئے جیسا کہ سورۂ ہود میں مذکور ہے۔ پس ان کی عقل آرائیوں نے کچھ فائدہ نہ دیا۔ پھر فرمایا کہ آسمانوں اور زمین اور اس کے اندر کی ہر چیز اور تغیرات ہماری قدرت کے کس قدر اور کتنی بڑی نشانیاں ہیں۔ غور کرنے والوں کے نزدیک ان سے بڑھ کر اور کون سے معجزات ہو سکتے ہیں پھر فرمایا کہ اب قیامت بہت قریب آگئی ہے۔ وہی سزا و جزا جلد ہو جاوے گی۔

[۲] اس آیت کے ٹکڑے کا حاصل مطلب یہ ہے کہ پہلی امتوں کی تباہی کے قصے سنا کر ان مشرکین مکہ کو تنبیہ کر دی گئی ہے۔ اس پر بھی یہ لوگ اپنی شرارت سے باز نہ آویں تو ضعف اسلام کے زمانے تک درگزر کو کام میں لایا جاوے۔

فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۸۴ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ۸۵ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۸۶ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ۸۷ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۸۸

پس ان کی کمائی کچھ ان کے کام نہیں آئی ۸۴ اور نہ پیدا کیا ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے مگر درست تدبیر سے اور بیشک قیامت آنے والی ہے، پس تم خوبی کے ساتھ (ان کی بے ادبیوں سے) درگذر کرو ۸۵ بے شک [۱] تمہارا رب جو ہے وہی پیدا کرنے والا جاننے والا ہے ۸۶ اور [۲] بیشک ہم نے تم کو دیں سات آیتیں جو نماز میں دہرائی جاتی ہیں (یعنی سورۂ فاتحہ) اور ہم نے تم کو عظمت والا قرآن دیا ۸۷ اپنی نظر نہ دوڑاؤ اس چیز کی طرف جو ہم نے ان کافروں کی مختلف جماعتوں کو برتنے کے لئے دے رکھی ہے، اور نہ ان لوگوں پر غم کرو اور مسلمانوں کو اپنی رحمت کے پروں میں لے لو ۸۸

[۱] اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ قیامت ضرور قائم ہونے والی ہے۔ خدا ہر شے کا پیدا کرنے والا ہے اس کو قیامت کے قائم کرنے پر کامل قدرت ہے۔ کیونکہ وہ کسی چیز کے پیدا کرنے سے نہ پہلی دفعہ عاجز تھا نہ دوسری دفعہ عاجز ہے۔ اس کا علم بہت وسیع ہے دنیا میں کوئی چیز اس سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر

[۲] ان آیتوں میں اللہ پاک نے ان نعمتوں کا ذکر کیا جو اس نے خاص اپنے رسول ﷺ برحق کو عطا کی ہیں۔ اس لئے فرمایا کہ ہم نے دیں تم کو سات آیتیں وظیفہ کی اور قرآن بڑے درجہ کا عنایت کیا۔ اس سے مراد سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں اور ہر نماز میں یہ دہرائی جاتی ہیں خواہ فرض ہو خواہ نفل، اور ہر ختم قرآن میں یہ دو دفعہ پڑھی جاتی ہے ایک ابتدا میں اور پھر ختم کرنے کے بعد۔ اس کے علاوہ اور بھی چند باتیں ہیں بہر حال اس نعمت کا بیان کر کے اللہ پاک نے آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ اے مسلمانو! دنیا میں جو اور لوگوں کو مال و دولت حاصل ہے اس کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھو شاید تمہیں اس کی رغبت ہو جائے تمہیں جو نعمت کے طور پر قرآن مجید عطا کیا گیا ہے اس کے سامنے دنیا کی دولت کیا حقیقت رکھتی ہے، یہ جلد فنا ہونے

وَقُلْ اِنِّیْٓ اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِیْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِیْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِیْنَ ﴿۹۱﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَسْــٴَـلَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۹۴﴾

اور لے فرماؤ: ''میں ہی ہوں صاف ڈر سنانے والا (اس عذاب سے)'' ﴿۸۹﴾ جیسا کہ ہم نے اتارا عذاب بانٹنے والوں پر ﴿۹۰﴾ جنہوں نے کلام الٰہی کے ٹکڑے ٹکڑے (یعنی مختلف حصے) کر دیئے ﴿۹۱﴾ پس قسم ہے تمہارے پروردگار کی۔ ہم ضرور ان سب سے پوچھیں گے ﴿۹۲﴾ جو کچھ وہ کرتے تھے ﴿۹۳﴾ پس لے علانیہ کہہ دو جس بات کا تم کو حکم ہے اور مشرکوں سے کنارہ کرو ﴿۹۴﴾

والی ہے''۔ اب آگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمایا کہ یہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے ہیں نہ لائیں تم اس کا کچھ غم نہ کرو اس لئے کہ جو علم الٰہی میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں وہ کسی طرح راہ راست پر نہ آویں گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نصیحت کرنے کا حکم

لے اس آیت میں اللہ پاک نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرمایا کہ تم لوگوں سے کہہ دو کہ میں ویسا ہی ڈرانے والا ہوں جس طرح پہلے رسولوں نے اپنی قوم کو ڈرایا تھا اور قوم نے ان رسولوں کو جھٹلایا اور ان کی مخالفت اور ایذا رسانی پر قسمیں کھا بیٹھے۔ آخر ان پر عذاب نازل ہوا مثلاً جیسے ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام کی مخالفت پر آپس میں قسما قسمی کی تھی جس کا ذکر سورۃ النحل میں آوے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ بانٹنے والوں سے یہود و نصاریٰ مراد ہیں چونکہ وہ قرآن کریم کے کچھ حصہ پر ایمان لائے جو ان کے خیال میں ان کی کتابوں کے موافق تھا کچھ کے منکر ہو گئے۔ بعض مفسروں (مفسرین) نے یہ بیان کیا ہے کہ بانٹنے والوں سے کفار قریش مراد ہیں۔ یہ چند آدمی تھے انہوں نے ولید بن مغیرہ کے حکم سے حج کے زمانے میں مکہ کے رستوں کو روکا کہ مسافر شخص ادھر سے گزرے تو اس کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بہکایا جاوے اور یہ کہا جائے نعوذ باللہ من ذالک یہ شخص مجنون ہیں۔ ہمارے دین سے نکل گئے ہیں کوئی ان سے دھوکہ نہ کھائے اور کبھی جادوگر کہتے تھے اسی طرح کبھی قرآن کو جادو کہتے تھے کبھی پہلے لوگوں کی کہانیاں کہتے تھے، غرضیکہ انہیں کے اکثر لوگ طرح طرح کے مرضوں سے فوراً ہلاک ہو گئے۔ اسی واسطے ان آیتوں میں فرمایا: ''اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان باقی لوگوں کو ڈر سنا دو کہ اگر یہ لوگ قرآن کی نصیحت کے موافق راہ راست پر نہ آویں گے تو وہی انجام ان کا ہوگا اور پھر ان سب کو اپنے عملوں کے موافق قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے روبرو جواب دہی کرنی پڑے گی''۔

لے اللہ پاک ان آیتوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم فرماتا ہے کہ ہم نے قرآن مجید جو تم کو دے کر بھیجا ہے وہ تم لوگوں کو پہنچا دو اور جو اللہ کا حکم ہے وہ ان سے کہہ دو اور مشرکین کے جھٹلانے سے دل تنگ نہ ہو، اور ان کی ایذا رسانی سے گھبراؤ نہیں تم تو خدا پر

اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾ ع

پس ہم کافی ہیں تمہاری طرف سے ان ہنسی اڑانے والوں کے لئے ﴿۹۵﴾ جو اللہ کے ساتھ دوسرا معبود ٹھہراتے ہیں پس وہ عنقریب جان لیں گے ﴿۹۶﴾ اور بیشک ہم کو معلوم ہے کہ تم دل تنگ ہوتے ہو ان کی باتوں سے ﴿۹۷﴾ پس تم تو اپنے پروردگار کو اس کی تعریف کے ساتھ پاکی سے یاد کرو اور سجدہ کرنے والوں میں ہو ﴿۹۸﴾ اور[ا] اس کی عبادت میں مرتے دم تک لگے رہو ﴿۹۹﴾

بھروسہ کرو وہ تمہیں کافی ہے۔ یہ مسخرے تمہارا کیا کر سکتے ہیں۔ وہ پانچ شخص تھے جو قبیلہ قریش میں رئیس شمار کئے جاتے تھے: ❶ ولید بن مغیرہ ❷ عاص بن وائل ❸ حدی بن قیس ❹ اسود بن عبد المطلب ❺ اسود بن عبد الغیوث۔ جب یہ لوگ شرارت اور ایذا رسانی میں حد سے گزرنے لگے تو یہ آیت اتری اور یہ لوگ تھوڑے ہی عرصہ میں طرح طرح کے مرض میں گرفتار ہو کر ہلاک ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ یہ کفار خدا کے ساتھ اوروں کو بھی شریک کرتے ہیں، خدا کے سوا بتوں کو پوجتے ہیں اس کا خمیازہ آخرت میں بھگتیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو تسلی دی کہ ان کفار کی باتوں سے تمہیں رنج پہنچتا ہے تم ذرا بھی ان کی طرف التفات نہ کرو۔ تو سبحان اللہ کہے جاؤ اور نماز پڑھتے رہو۔

نماز کی تاکید

[ا] اس آیت میں نبی کریم ﷺ اور امت کے لئے یہ قرار پایا کہ کھڑے ہو کر نماز نہ پڑھ سکیں تو بیٹھ کر، اور بیٹھ کر بھی نہ ہو سکے تو لیٹ کر اشاروں سے بیماری میں، غرض جب تک جسم میں جان ہے، عبادت الٰہی کئے جاؤ، ہماری بندگی سے منہ نہ موڑو۔ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کو کوئی اہم واقعہ پیش آتا تو نماز میں مشغول ہو جاتے۔

ایاتہا ۱۲۸ ۱۶ سورۃ النحل مکیۃ ۷۰ رکوعاتہا ۱۶

سورۂ نحل مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو اٹھائیس آیتیں اور سولہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ① يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ② خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ③

اب [1] اللہ کا حکم پہنچا پس اس کی طلب میں جلدی نہ کرو، اللہ پاک اور بلند تر ہے اس سے کہ اس کا شریک مقرر کرتے ہیں ① (اے کفار مکہ) وہ اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے فرشتوں کو وحی کے ساتھ اپنے حکم سے اتارتا ہے کہ (لوگوں کو) اس مضمون سے ڈر سناؤ کہ میرے سوا اور کوئی دوسرا معبود نہیں پس مجھ سے ڈرو ② (اسی نے [2]) آسمانوں اور زمین کو درست تدبیر سے پیدا کیا وہ ان کے شریک ٹھہرانے سے پاک ہے ③

خواص سورہ النحل: اگر کوئی دشمن کے خوف اور پریشانی میں ہو وہ ایک سو آٹھ مرتبہ اس سورۃ کو پڑھے تو تمام دشمنوں سے امن میں رہے گا اور دشمن پریشان ہوں گے۔ اس سورۃ کو جو کوئی شخص پڑھتا رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب قبر اور عذاب حشر سے دور رکھے گا۔

شرک کی ممانعت

[1] سورۂ نحل مکیہ کہلاوے گی کیونکہ شروع کی آیتیں مکی ہیں اس سورۃ کا نام نحل اس وجہ سے ہے کہ اس میں نحل کا ذکر ہے۔ نحل شہد کی مکھی کو کہتے ہیں۔ دوسرا نام اس سورۃ کا سورۂ نعم بھی ہے مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جو کافروں کو خدا کے عذاب سے ڈراتے تو وہ کہتے تھے کہ عذاب آتا کیوں نہیں اور یہ بھی کہتے اگر بالفرض عذاب آیا بھی تو وہ معبود جن کی ہم پرستش کرتے ہیں وہ ہم کو بچالیں گے اور بالفرض یہ بھی نہ سہی تو تم کو کیسے معلوم ہوگیا کہ ہم پر عذاب آنے والا ہے۔ ان تمام باتوں کا جواب اس آیت میں دیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب جلدی آنے والا ہے جلدی نہ کرو اور تم جن کی پرستش کرتے ہو وہ تم کو نہیں بچاسکتے۔ خدا کی خدائی میں کوئی بھی شریک نہیں اور اللہ اپنے اسرار پر جسے چاہتا ہے فرشتے بھیج کر مطلع کر دیتا ہے۔

توحید کا بیان [2] یہ آیتیں توحید اور حشر کے ثبوت کے طور پر نازل فرمائیں اور فرمایا کہ اللہ نے آسمان و زمین کو پیدا کیا اور یہ

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ﴿۴﴾ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿۵﴾ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ﴿۶﴾ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷﴾

(اس نے) انسان کو نطفہ سے پیدا کیا، پھر وہ یکا یک کھلم کھلا جھگڑالو ہو گیا ﴿۴﴾ اور ۱؎ چوپایوں کو تمہارے لئے (اسی نے) پیدا کیا، ان میں (بعض کی کھال اور بعض کی اون میں) تمہارے گرم لباس ہیں اور بہت سے فائدے ہیں ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو ﴿۵﴾ تمہارے لئے ان میں آبرو ہے جس وقت شام کو جنگل سے واپس لاتے ہو اور جب کہ (صبح کو) جنگل کی طرف چھوڑتے ہو ﴿۶﴾ اور وہ تمہارے بوجھ بھی اٹھا کر لیجاتے ہیں دوسرے شہروں تک کہ تم وہاں تک بغیر اپنی جانوں کی مشقت کے نہیں پہنچتے تھے بیشک تمہارا پروردگار بخشنے والا مہربان ہے ﴿۷﴾

آسمان وزمین بالکل بے فائدہ نہیں بنائے گئے ہیں۔ ان سے بڑے بڑے کام دنیا کے اندر نکلتے ہیں جو انسان کی زندگی میں ضروری ہیں۔ پھر فرمایا کہ کفار جن معبودوں کو اس کا شریک ٹھہراتے ہیں وہ ان سے کہیں برتر و بزرگ ہے انہیں کیا قدرت ہے اور جب ان میں کچھ قدرت نہیں تو ان کی پوجا سے کچھ حاصل بھی نہیں۔

انسان کی پیدائش

شان نزول: یہ آیت ابی بن خلف کے حق میں نازل ہوئی جو مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار کرتا تھا۔ ایک مرتبہ وہ کسی مردے کی گلی ہوئی ہڈی اٹھالیا اور سید عالم ﷺ سے کہنے لگا کہ آپ کا یہ خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہڈی کو زندگی دے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور نہایت نفیس جواب دیا گیا کہ ہڈی تو کچھ نہ کچھ عضوی شکل رکھتی بھی ہے اللہ تعالیٰ تو منی کے ایک چھوٹے بے حس وحرکت قطرے سے تجھ جیسا جھگڑالو انسان پیدا کر دیتا ہے یہ دیکھ کر بھی تو اس کی قدرت پر ایمان نہیں لاتا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے تجھے تھوک جیسی چیز سے پیدا کیا پھر تجھے حد کمال تک پہنچا دیا اور پھر تیرے لئے موت بھیج دی اور تو اپنی دو چادروں میں لپٹ کر چلا آیا اور جو کچھ کما کر اکٹھا کیا تھا اسے کسی اچھے موقع پر خرچ نہیں کیا۔

چوپایوں کا ذکر

۱؎ اس آیت میں چوپایوں کا ذکر کیا کہ اونٹ گائے۔ بکریاں۔ جس کی تفسیر سورۃ انعام (پارہ ۸) میں گزر چکی ہے یہ سب تمہارے واسطے پیدا کئے گئے ہیں۔ تم اس کا احسان نہیں مانتے خیال کرو تو ان جانوروں سے تمہیں کیا کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ بعض جانوروں کی کھال کا پوستین بنتا ہے۔ بعض جانوروں کے روئیں بنے جاتے ہیں جس سے اونی کپڑے تیار ہوتے ہیں اور جاڑوں میں اس

وَّ الْخَيْلَ وَ الْبِغَالَ وَ الْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَ زِيْنَةً ؕ وَ يَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ⑧ وَ عَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَ مِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَ لَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ⑨ ع هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّ مِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ⑩

اور گھوڑے اور خچر اور گدھے اسی نے تمہاری سواری اور آرائش کے لئے پیدا کیے، اور بہت سی ایسی چیزیں پیدا کرتا ہے جس کی تمہیں خبر نہیں ⑧ اور ۱ے سیدھا رستہ اللہ تک پہنچتا ہے اور ان میں بعض ٹیڑھی راہیں ہیں، اگر وہ چاہتا تو سب کو راہ پر لاتا ۲ے ⑨ وہی ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا اس میں سے تم کو پینے کو ملتا ہے اور اس سے پیڑ اگتے ہیں جن سے تم اپنے مویشی چراتے ہو ⑩

کا استعمال ہوتا ہے۔ بعض جانوروں کا دودھ پیتے ہیں۔ ان کے گوشت کھائے جاتے ہیں اور جانوروں کو جب چرا کر لاتے ہو، ان کے تھن دودھ سے بھرے ہوتے ہیں تو ان کو دیکھ کر تم خوش ہوتے ہو۔ اور تجارت وغیرہ کے لئے جب کوئی بوجھ کہیں لے جانا چاہتے ہو تو جانوروں کی پیٹھ پر رکھ کر لے جاتے ہو۔ اگر تم خود لے جاتے تو ممکن نہ تھا اگر ممکن بھی تھا تو بڑی مشقت کا کام تھا اور گھوڑے وغیرہ سواری اور زینت کے لئے ہیں۔ غرض ذرا سمجھو اللہ پاک بندوں پر کیسا مہربان اور رحیم ہے کہ اس نے ہر ایک ضرورت کے رفع کرنے کا سامان پیدا کیا۔

دین کا رستہ

۱ے ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جب اللہ پاک نے ان جانوروں کا ذکر کیا جن پر لوگ سوار ہو کر ایک جگہ سے دوسری جگہ جاتے ہیں اور دنیا میں رستہ طے کرتے ہیں تو اب دین کے رستوں کا بیان کیا اور فرمایا کہ دو راہیں ہیں: ایک تو سیدھی، دوسری کج، جو سیدھی راہ ہے وہ خدا تک پہنچتی ہے اور جو کج ہے وہ شیطانی راہ ہے انسان کو دوزخ میں لے جاتی ہے۔

توحید کا بیان

۲ے ارشاد ہوتا ہے کہ یہ خدا ہی کا کام ہے کہ اس نے مینہ برسا کر تمہارے پانی پینے کو ندی نالے اور تالابوں میں جمع کر رکھا ہے۔ اگر وہ چاہتا تو آسمان سے کڑوا اور کھاری پانی اتارتا جس کے پینے پر انسان مجبور ہوتا۔ یہ بہت ہی بڑا اس کا احسان ہے جو میٹھا پانی برساتا ہے اور زمین کو تر رکھتا ہے جس میں کھیتی ہوتی ہے اور طرح طرح کے درخت اور گھاس اگتی ہے، اور لوگ اپنے اپنے جانوروں کو چراتے ہیں اور اس پانی کے سبب سے زیتون، کھجوریں، انگور اور طرح طرح کے میوے پیدا ہوتے ہیں جن کو لوگ

لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُونَ وَالنَّخِيلَ وَالْأَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿١١﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۖ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿١٢﴾ وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٣﴾

اسی پانی سے تمہارے لئے کھیتی اگاتا ہے اور زیتون اور کھجور اور انگور (کے درخت) اور تمام قسم کے پھل (پیدا کرتا ہے)، بیشک اس میں نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جو غور کرتے ہیں ⑪ اور اس ۱؎ نے تمہارے لئے مسخر کئے رات اور دن اور سورج اور چاند اور ستارے اسکے حکم کے باندھے ہیں، البتہ اس میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کیلئے ⑫ اور وہ جو تمہارے لئے زمین میں رنگ برنگ کی چیزیں پیدا کی ہیں، بیشک اس میں نشانی ہے ان لوگوں کو جو نصیحت مانتے ہیں ⑬

کھاتے ہیں۔ زیتون کا تیل بھی بنتا ہے جس کو آدمی اور کام میں بھی لاتا ہے۔ جو شخص ان باتوں میں غور اور فکر کرتا ہے وہ فوراً سمجھ لیتا ہے کہ اس کا پیدا کرنے والا بہت بڑی قدرت والا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ کیونکہ ان چیزوں کے پیدا کرنے میں کسی کا کچھ دخل نہیں ہے۔

زمین کی پیدائش

۱؎ ان آیتوں میں اللہ پاک نے رات، دن، چاند، سورج اور ستاروں کے پیدا کرنے میں جو نفع انسان کے لئے رکھا ہے بیان فرمایا ہے کہ تمہارے فائدہ کے لئے رات اور دن بنایا اور سورج اور چاند کو مسخر کیا۔ میوؤں اور اناج کا پیدا ہونا اور پکنا اور برسوں اور مہینوں کا حساب انہیں کی بدولت ہے۔ اور اللہ کے حکم سے یہ ستارے بھی مسخر ہیں ان کے سبب سے راستہ پہچانتے ہو اور رات کی مقدار وغیرہ دریافت کرتے ہو۔ ان باتوں کو دیکھ کر اہل عقل خوب سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کسی صناع حکیم کا کام ہے اور یہ سب کے سب اسی کے حکم کے تابع ہیں۔ عقلمند ان نشانیوں سے خدا کی قدرت کا پتہ لگالیتا ہے۔ پھر اس کے بعد زمین کا حال بیان فرمایا کہ کیسے کیسے مختلف رنگ کے پھل پھول جن کا ذائقہ جدا جدا ہے۔ رنگ، بو، صورت علیحدہ علیحدہ ہے جانور مختلف قسم کے ایک کی صورت ایک سے نہیں ملتی یہ سب کچھ تمہارے ہی کام کے لئے بنائے ہیں تاکہ تم ان سے طرح طرح کے فائدے اٹھاؤ۔ اور جو لوگ خدا کی نعمتوں کو سوچتے سمجھتے ہیں ان کے واسطے یہ بڑی نشانی ہے۔

وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾

اور وہی ۱ ہے جس نے تمہارے لئے دریا کو مسخر کیا تا کہ تم اس میں سے تازہ گوشت (یعنی مچھلیاں) کھاؤ اور اس میں سے زیور (موتی وغیرہ) نکالو جس کو تم پہنتے ہو، اور (اے مخاطب!) تو اس میں کشتیاں دیکھے کہ پانی چیرتی ہوئی چلتی ہیں اور اس لئے کہ تم اس کا فضل (یعنی روزی) تلاش کرو اور تا کہ احسان مانو ﴿۱۴﴾ اور ۲ زمین میں اس نے پہاڑوں کی میخیں گاڑیں تا کہ وہ زمین تم کو لے کر نہ ہلے اور اس نے نہریں اور راستے بنائے تا کہ تم راہ پاؤ ﴿۱۵﴾ اور (رستوں میں) علامتیں (بنائیں) اور ستاروں سے بھی یہ لوگ راستے معلوم کرتے ہیں ﴿۱۶﴾

۱ اللہ پاک نے آسمان وزمین کی چیزوں کا ذکر کر کے ان فائدوں کا بیان کیا جو دریا سے لوگوں کو حاصل ہوتے ہیں۔ فرمایا کہ سمندر اور دریا وغیرہ کو تمہارا محکوم کر دیا۔ تم اس میں سے مچھلیاں پکڑ پکڑ کر کھاتے ہو ورنہ تمہاری کیا ہستی تھی جو دریا کے کنارے پر پیر بھی رکھ سکتے۔ ایک موج میں کہیں کے کہیں جا رہتے۔ یہ اسی کا حکم ہے کہ دریا اپنی حد سے نہیں بڑھ سکتا جس سے تم ڈوبنے سے محفوظ رہتے ہو اور اسی میں غوطے لگا لگا کر بیش بہا موتی نکال لیا کرتے ہو اور طرح طرح کے زیورات بنایا کرتے ہو۔ کشتیاں بنا بنا کر دریا کے رستے سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں جایا کرتے ہو اور تجارت میں سینکڑوں روپیہ کا نفع اٹھاتے ہو۔ اس کی شکر گزاری کرنی چاہیے نہ یہ کہ ان احسانات کو بالکل فراموش کر کے کفر و شرک کیا جائے۔

پہاڑوں کی چیزوں کے انتظام کے لئے فرشتے مقرر ہیں جن کے گروہ کے سردار کا نام ملک الجبال ہے

۲ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ پہلے پہل اللہ نے پانی پر زمین بچھائی تو زمین ہلتی تھی۔ فرشتوں نے آپس میں چرچا کیا کہ زمین پانی پر کیوں کر ٹھہرے گی جب اللہ تعالیٰ نے زمین پر پہاڑ ٹھونک دیئے تو پھر زمین کا ہلنا بند ہو گیا اور فرشتوں کو معلوم بھی نہیں ہوا کہ اللہ نے کب اور کس چیز کے یہ پہاڑ بنا دیئے۔ اگرچہ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے باہر نہ تھی کہ بغیر پہاڑوں کی میخیں ٹھونکنے کے وہ زمین کو پانی پر مضبوط جما دیتا لیکن پہاڑوں کے پیدا کرنے میں طرح طرح کی حکمتیں تھیں۔ سونا

اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ ؕ

پس ۱؎ کیا وہ جو ایسی چیزیں پیدا کرے مثل اسکے ہے جو نہ پیدا کرے تو کیا تم نصیحت نہیں مانتے ﴿۱۷﴾ اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو گنو تو انہیں شمار نہ کر سکو گے، بیشک خدا بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۸﴾ اور ۲؎ اللہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہو اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو ﴿۱۹﴾ اور اللہ کے سوا جنہیں یہ پوجتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے اور وہ خود ہی پیدا کیے ہوئے ہیں ﴿۲۰﴾

چاندی اور قیمتی چیزیں اکثر قسم کی دوائیں پہاڑوں میں پیدا ہوتی ہیں۔ ندیاں اور چشمے پہاڑوں میں سے نکلتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں کو پیدا کیا اور فرشتوں کے ایک خاص گروہ کو پہاڑوں کی چیزوں کے انتظام کے لئے مقرر کیا جس گروہ کے سردار کا لقب ملک الجبال ہے۔ پہاڑوں کے بیچ میں گھاٹیاں رکھی ہیں تاکہ راستہ بند نہ ہو۔ پھر فرمایا کہ دن کو پہاڑ اور رات کو تارے ایسی علامتیں ہیں جن کے سبب سے مسافروں کو سیدھا راستہ جنگل اور دریا میں معلوم ہو جاتا ہے۔

مشرکین کو تنبیہ

۱؎ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ جس نے ساری چیزیں پیدا کی ہیں تھوڑا سا غور کر کے دیکھو کہ تمہارے خدا نے تم پر کیا کیا احسان کیے۔ اور کیسی کیسی نعمتیں تم کو دیں۔ کیا تم ان کا شمار کر سکتے ہو اور اس کا شکر ادا کر سکتے ہو، ہرگز نہیں گن سکتے۔ اگر وہ اپنی ہر نعمت کے مقابل میں تم سے شکر چاہے تو بالکل بجا ہے اور تم سے کوتاہی ہونے پر تمہیں سزا کا مستحق ٹھہرا سکتا ہے، مگر اس نے ان باتوں سے درگزر کی، تم پر مہربانی کی ہر نعمت پر تم سے شکر کا طلب گار نہیں ہے، ایک تھوڑا سا یہ شکریہ ادا کرنے کو کہتا ہے کہ تم اس کی عبادت چھوڑ کر عاجز و بے اختیار بتوں کی پرستش نہ کرو یا انہیں عبادت میں اس کا شریک نہ ٹھہراؤ وہ تمہارے قصور کو معاف کرنے والا مہربان ہے۔

۲؎ اس آیت میں ارشاد ہے کہ اللہ پاک ہر شخص کے ظاہر اور باطن کو یکساں جانتا ہے، تو کیا ان بتوں کو بھی ایسا علم ہے۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو ان بتوں کی پوجا کرنا بے فائدہ ہے کیونکہ ان میں بالکل کسی شے کے پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں ہے یہ تو بالکل بے جان ہیں۔ ان میں حس و حرکت تک نہیں، زندہ ہونا تو درکنار نرے پتھر ہی پتھر ہیں۔ ان کے بتوں کو کیا خبر ہے کہ ان کے پجاری اور یہ خود مرنے کے بعد کب زندہ ہوں گے۔

اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ ۙ

مردے ہیں زندہ نہیں اور انہیں خبر نہیں کہ لوگ کب اٹھائے جاویں گے ﴿۲۱﴾ ۱۔ تمہارا معبود ایک ہے پس وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل منکر ہیں اور وہ مغرور ہیں ﴿۲۲﴾ فی الحقیقت اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، بیشک وہ مغروروں کو پسند نہیں فرماتا ﴿۲۳﴾ اور ۲۔ جب ان سے کہا جاتا ہے: ''کیا چیز نازل کی ہے تمہارے پروردگار نے'' تو کہتے ہیں: ''وہ تو محض اگلے وقتوں کے قصے ہیں'' ﴿۲۴﴾

تکبر کی برائی

۱۔ اس آیت میں ہے کہ تم لوگوں کا معبود وہی اکیلا خدا ہے جس نے ساری چیزیں دنیا میں پیدا کی ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر دی کہ کفار جو اپنے عقیدے پر جمے ہوئے ہیں اور بتوں کی عبادت نہیں چھوڑتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ آخرت کے دن کا یقین ان کے دلوں میں نہیں ہے، یہ لوگ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔ بے شک ان کے دل حق سے منحرف اور تکبر و غرور میں مبتلا ہیں، عنقریب اس کی سزا پاویں گے۔ پھر فرمایا کہ بیشک عالم الغیب ان کے مکر کو خوب جانتا ہے اور ظاہر و باطن فساد ان کے اچھی طرح دیکھ رہا ہے اس سے کوئی مخفی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے مغرور لوگوں کو پسند نہیں کرتا اس لئے اس نے ایسی بہت سی پہلی امتوں کو طرح طرح کے عذابوں سے ہلاک کر دیا۔

دگنے عذاب کا ذکر

۲۔ **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ حج کے موسم میں دور دور کے لوگ مکہ میں آتے تھے جس سے قریش کو ڈر رہا کہ باہر کے لوگ آنحضرت ﷺ کی باتیں سن کر بت پرستی نہ چھوڑ دیں۔ اس لئے قریش نے مکہ کے چاروں طرف لوگ بٹھا دیئے تھے اور ان سے یہ کہہ دیا تھا کہ جو کوئی قرآن شریف کا حال پوچھے تو کہہ دینا کہ پہلے لوگوں کی ایک کہانی ہے، وہ یہی کہہ دیتے تھے اور جب وہ باہر کے لوگ مکہ کے اندر آتے تو جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے وہ قرآن شریف کی بہت تعریف کرتے تھے۔ اسی

لِيَحْمِلُوا أَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۙ وَمِنْ أَوْزَارِ الَّذِينَ يُضِلُّونَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَزِرُونَ ﴿٢٥﴾ قَدْ مَكَرَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَأَتَى اللَّهُ بُنْيَانَهُمْ مِنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَأَتَاهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُخْزِيهِمْ وَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تُشَاقُّونَ فِيهِمْ ۚ

ع ۹

(اس کہنے کا نتیجہ یہ ہے) کہ قیامت کے دن اپنے گناہوں کے بوجھ پورے اٹھائیں گے اور کچھ ان کا بوجھ جن کو اپنی جہالت سے گمراہ کرتے ہیں، آگاہ ہو کیا ہی برا بوجھ اٹھاتے ہیں ﴿۲۵﴾ بیشک [۱] مکر کیا تھا انہوں نے جو ان سے پہلے تھے، پھر اللہ نے (یعنی اس کے حکم نے) ان کی عمارتوں کو نیووں سے ڈھا دیا، پس اوپر سے ان پر چھت گر پڑی اور ان پر وہاں سے عذاب آیا جہاں کی انہیں خبر بھی نہ تھی ﴿۲۶﴾ پھر [۲] قیامت کے دن انہیں رسوا کرے گا اور کہے گا: "میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم (مسلمانوں سے) جھگڑتے تھے"۔

ذکر میں اللہ تعالیٰ نے آیہ کا یہ ٹکڑا اور اگلا ٹکڑا ذکر فرمایا جس میں قرآن شریف کی تعریف کرنے والوں کا ذکر اور اس ٹکڑے میں جو لوگ اوروں کو بہکاتے ہیں ان پر قیامت میں دوگنا عذاب ہوگا۔ ان کے گناہوں کا جدا ہوگا اور بہکانے کا جدا ہوگا۔

[۱] نمرود کی عبرتناک ہلاکت کے ذکر سے قریش کو تنبیہ: اس آیت میں فرمایا کہ انہوں نے کچھ نئی بات نہیں کی، کافر پہلے بھی کر گزرے ہیں۔ پس جو ان کا نتیجہ ہوا وہی ان کا بھی ہوگا یعنی یہ نمرود کی عمارت کا حال ہے کہ پانچ ہزار گز اونچی ایک عمارت بابل میں نمرود نے اس ارادہ سے بنائی تھی کہ آسمان پر چڑھ کر خدا سے مقابلہ اور لڑائی کرے۔ آخر سخت آندھی اور زلزلہ سے وہ عمارت گری اور ہزاروں آدمی نمرود کے لشکر کے دب کر مر گئے۔ چار سو برس تک نمرود زمین میں بڑے بڑے ظلم اور ستم کرتا رہا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا اور طرح طرح کے جبر کر کے لوگوں کو ملت ابراہیمی سے روکتا رہا۔ آخر اس ذلت سے ہلاک ہوا کہ بحکم الٰہی مچھر اس کی ناک کے نتھنے سے دماغ میں گھس گیا ہر وقت وہ مچھر اس کے دماغ میں کاٹتا تھا اور وہ لوگوں سے تسکین کے لئے اپنے سر جوتیاں اور دو ہنٹر پٹواتا تھا۔ جتنے عرصہ تک اس نے دنیا میں ظلم کیا تھا وہی چار سو برس کے عرصہ تک جوتیاں کھاتا اور ذلت سے جیتا رہا۔ پھر ہلاک ہو گیا اس قصہ کے ذکر فرمانے میں قریش کو یہ تنبیہ ہے۔

[۲] اللہ پاک نے فریب سے دین الٰہی کے روکنے والوں کا نتیجہ جو کچھ دنیا میں ہوا اس کو بیان کر کے انہیں مکاروں کا آخرت کا

قَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوْٓءَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۷﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۖ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ۭ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾

علم والے کہیں گے: ''بیشک آج پوری رسوائی اور عذاب کافروں پر ہے'' ﴿۲۷﴾ وہ لے کہ جن کی جان فرشتوں نے قبض کی اس حال پر کہ وہ اپنا برا کر رہے تھے (یعنی کفر میں مبتلا تھے) پھر کافر لوگ اطاعت کا پیغام ڈالیں گے (اور کہیں گے) کہ ہم تو کچھ برائی نہ کرتے تھے۔ (فرشتے کہیں گے): ''ہاں بیشک اللہ خوب جانتا ہے تم جو کچھ کرتے تھے'' ﴿۲۸﴾

حال یہ بیان کیا کہ یہ لوگ قیامت کے دن بہت ذلیل ورسوا ہوں گے اللہ پاک ان کی مکر کی باتوں کو اور ان بھیدوں کو جو ان کے دل میں پوشیدہ ہوں گے اپنی ساری مخلوق کے سامنے ظاہر کر دے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ ان دغابازوں سے یہ کہے گا کہ ''وہ بت کہاں ہیں جنہیں تم نے اللہ کا شریک ٹھہرایا تھا اور ان کی حمایت میں اللہ کے رسولوں کے ساتھ جھگڑا کرتے تھے اور جن کی وجہ سے تم مسلمانوں سے لڑا کرتے تھے۔ اب ان بتوں کو بلاؤ وہ کہاں تھے تمہاری مصیبت کے وقت مدد کرنے نہیں آتے'' پھر جب ان پر حجت تمام ہو چکے گی تو نیک لوگ بطور طعن وتشنیع کے کہیں گے ''بیشک آج کی رسوائی اور ذلت کفاروں کے واسطے ہے''۔

بدلوگوں کی جان قبض کرنے کی خوفناک حالت

لے اس آیت میں بدلوگوں کی اور اس سے آگے کی آیت میں نیک لوگوں کی قبض روح کا حال ہے کہ بدلوگوں کی قبض روح کے لئے خوفناک صورت کے فرشتے آتے ہیں۔ اور عذاب قبر اور عذاب قیامت کا حال اس قریب المرگ شخص کی روح کو سناتے ہیں۔ اس کو سن کو وہ روح ڈرتی ہے اور جگہ بدن میں چھپتی ہے۔ وہ فرشتے روح کو بدن سے نکالنے کی غرض سے اس بدشخص کے منہ اور اس کی پیٹھ پر بڑی بری طرح مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ خبیث جان اب بدن سے نکل، اللہ کا غضب اور عذاب تیرے لئے تیار ہے۔ رونگٹے رونگٹے کو تکلیف پہنچ کر بدآدمی کی روح نکلتی ہے اور روح کے نکلتے ہی زمین پر ایک طرح کی بدبو پھیلتی ہے۔ اس بدبو کے پھیلنے سے آسمان کے فرشتوں کو ایک طرح کی اذیت ہوتی ہے اور بہت برا کہتے ہیں اور یہ قبض روح والے فرشتے اس روح کو ایک ٹاٹ کے ٹکڑے میں لپیٹ کر خدا تعالیٰ کے روبرو لے جانا چاہتے ہیں مگر آسمان کے دروازے کھلنے کا حکم نہیں ہوتا اور اس روح کو پھر جسم میں لا کر منکر نکیر کا سوال ہوتا ہے اور جواب پورا نہ ہونے سے سجین مقام میں جو ساتوں زمین کے نیچے ہے اس روح کا نام لکھ لیا جاتا ہے اور طرح طرح کا عذاب قبر شروع ہو جاتا ہے اللہ ہر ایک مسلمان کو اس عذاب سے محفوظ رکھے۔ پھر ایک بدصورت شخص قبر میں آن کر مردے سے کہتا ہے کہ آج وعدہ کا دن ہے، مردہ کہتا ہے: ''تجھ کو خدا کی مار تو کون ہے'' وہ کہتا ہے: ''میں تیرا بدعمل ہوں'' غرض یہ مردہ ہمیشہ عذاب قبر میں مبتلا رہتا ہے اور دعا مانگتا رہتا

فَادْخُلُوْۤا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاؕ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِیْنَ ﴿۲۹﴾ وَ قِیْلَ لِلَّذِیْنَ اتَّقَوْا مَاذَاۤ اَنْزَلَ رَبُّكُمْؕ قَالُوْا خَیْرًاؕ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌؕ وَ لَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌؕ وَ لَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِیْنَ ﴿۳۰﴾ۙ

پس (حکم ہوگا اب): "دروازوں میں داخل ہو جاو دوزخ کے کہ وہاں ہمیشہ رہو" پس تکبر کرنیوالوں کا کیا ہی برا ٹھکانا ہے ﴿۲۹﴾ اور کہا گیا ان سے جو پرہیزگار ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا اتارا تو کہتے ہیں۔ سرتاپیر خیر و برکت (نازل فرمائی ہے) جن لوگوں نے دنیا میں نیکی کی ان کیلئے بھلائی ہے اور بیشک آخرت کا گھر تو سب سے بہتر ہے، اور پرہیزگاروں کا کیا ہی اچھا گھر ہے ﴿۳۰﴾

ہے کہ قیامت دیر میں قائم ہوتا کہ اس سے زیادہ عذاب میں نہ پھنسوں۔ پھر حکم ہوگا کہ جہنم کے دروازے میں تم داخل ہو جاؤ اور ہمیشہ کو بس اسی میں رہو اور یہی برا ٹھکانا تکبر اور غرور کرنے والوں کا ہے جو خدا اور رسول کی باتوں کو جھٹلایا کرتے تھے اور اپنی مالداری کے گھمنڈ میں رہے اور بت پرستی سے باز نہ آئے۔

ایماندار لوگوں کا ذکر اور ان کی قبض روح کی قابل رشک کیفیت

۱؎ ان آیتوں میں اللہ پاک نے متقی اور ایمان والوں کا حال بیان فرمایا کہ جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز اتاری ہے، تو جواب دیتے ہیں کہ نیک باتیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جس نے بھلائی کی ہے اس کے لئے اس دنیا میں بھی بھلائی ہے اور نیکی کا بدلہ دس سے سات سو یا اس سے بھی دوگنا جتنا خدا چاہے دے گا۔ پھر فرمایا کہ اس سے بھی بہتر آخرت کا گھر ان کے واسطے تیار ہے۔ پھر فرمایا کہ متقیوں کا انجام کیا ہی اچھا ہے کہ وہ لوگ دنیا میں آخرت کی پونجی جمع کرتے ہیں اور آخرت کا گھر جس میں یہ لوگ داخل ہوں گے اس میں ہر ہر موقع محل سے نہریں جاری ہیں اور اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی ہے کہ جنت والے جس چیز کی خواہش کریں گے وہاں موجود پائیں گے بخلاف دنیا کے کہ یہاں جس چیز کی خواہش انسان کرتا ہے اور جن جن باتوں کا ارادہ کرتا ہے وہ کل کی کل پوری نہیں ہوتیں۔ اکثر اوقات انسان کی دلی تمنا کے خلاف ظہور میں آتا ہے یہ باتیں وہاں نہیں ہوں گی وہاں تو جس بات کا انسان ارادہ کرے گا وہ فوراً ظہور میں آجائے گا۔ پھر اللہ پاک نے موت کے وقت کو بیان فرمایا جب فرشتے مومن کی روح قبض کرنے آتے ہیں خوبصورت فرشتے ہوتے ہیں اور جنت کی خوشبو کا بسا ہوا ایک ریشمی کپڑے کا ٹکڑا لاتے ہیں اور آتے ہی سلام کہتے ہیں اور خدا کی طرف سے بھی سلام پہنچاتے ہیں، اور جنت

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِي اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۱﴾ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۲﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ

ہمیشہ ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن میں یہ داخل ہوں گے، ان باغوں کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہاں ان کے لئے جو کچھ چاہیں موجود ہوگا، اسی طرح صلہ دیتا ہے اللہ پرہیز گاروں کو ﴿۳۱﴾ کہ وہ جن کی روح فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ (شرک سے) پاک ہوتے ہیں وہ فرشتے ان سے کہتے ہیں کہ تم پر سلامتی ہو کہ جنت میں داخل ہو بدلہ اس کا ہے کہ جو تم کیا کرتے تھے ﴿۳۲﴾ ا کافر کاہے کے انتظار میں ہیں مگر اس کے کہ فرشتے ان پر آویں قبض روح کے لئے یا تمہارے پروردگار کا عذاب آئے،

کی بشارت دیتے ہیں کہ: دنیا میں تم نے جو کچھ اچھے اچھے کام کئے ہیں اس کے عوض میں اب جنت میں تم داخل ہوگے" یہ سن کر اس طرح پھرتی اور آسانی سے تمام جسم کی نیک روح اکٹھی ہو کر جھٹ بدن سے نکل جاتی ہے اور اس کے نکلتے ہی ایک خوشبو آسمان کے فرشتوں تک پہنچتی ہے جس کو سونگھ کر آسمان کے فرشتے آپس میں کہتے ہیں کہ: آج کوئی نیک روح بدن سے الگ ہوئی ہے اسی کی یہ خوشبو ہے اور آسمان کے ہر دروازے کے فرشتے یہ آرزو کرتے ہیں کہ: ہماری طرف سے یہ روح آوے تو اچھا ہے۔ روح قبض کرنے والے فرشتے اس روح کو جب آسمان پر لے جاتے ہیں تو ہر ایک آسمان کے فرشتے اپنے علاقہ تک اس روح کے ساتھ جاتے ہیں بڑی عزت سے اس شخص کا نام لیتے ہیں جس کی یہ روح ہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے روبرو اس روح کو لے جاتے ہیں وہ روح اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس روح کو علیین میں لکھ لو علیین ساتویں آسمان پر ایک مقام ہے۔ پھر وہ روح جسم میں لائی جاتی ہے اور منکر نکیر کے سوال و جواب کے وقت وہ ثابت قدمی اللہ کی طرف سے عنایت ہوتی ہے جس کا ذکر اوپر گزرا اور منکر نکیر کا جواب پورا ادا ہو جاتا ہے تو بڑا خوبصورت ایک شخص قبر میں نیک مردہ کے پاس آتا ہے۔ یہ نیک مردہ اس شخص سے پوچھتا ہے: "تو کون ہے" وہ کہتا ہے: "میں تیرا نیک عمل ہوں"۔

مشرکین مکہ کا ذکر اور ان کے مسخرے پن کا بیان

ا اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب کفار نے قرآن کی نسبت یہ کہا کہ یہ تو پہلوں کی نقل ہے کوئی نئی بات نہیں ہے۔ تو اللہ پاک نے انہیں ڈرایا کہ یہ لوگ فرشتوں کے آنے کی راہ دیکھتے ہیں کہ وہ آن کر ان کی روح قبض کریں یا اس بات کے منتظر ہیں

كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۳۳﴾ فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَاۗؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾

ایسا ہی کیا تھا ان لوگوں نے جو ان سے پہلے تھے، اور اللہ نے ان پر ظلم نہ کیا ولیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ﴿۳۳﴾ پس ان کے اعمال بد کی سزا ان کو ملی اور جس عذاب پر وہ مسخرا پن کرتے تھے ان کو اسی نے آگھیرا ﴿۳۴﴾ اور [1] کہا ان لوگوں نے جو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں کہ اگر چاہتا تو ہم خدا کے سوا کسی کی پوجا نہ کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم اس سے جدا ہو کر کسی چیز کو حرام ٹھہراتے، اسی طرح جو (کافر) لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے بھی ایسی حرکت کی تھی، پس رسولوں پر کیا ہے مگر (احکام الٰہی کا) صاف صاف پہنچا دینا ﴿۳۵﴾

کہ خدا کا عذاب ان پر آجائے۔ پھر فرمایا کہ اس طرح ان سے پہلے بھی لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا اور خدا نے انہیں ہلاک کیا اور ان کا ہلاک کردینا کوئی خدا کی طرف سے ظلم نہیں ہوا بلکہ ان لوگوں نے آپ اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ انبیاء علیہم السلام اور کلام الٰہی کو جھٹلایا۔ پھر فرمایا کہ ان پہلے لوگوں پر جس طرح عذاب آچکا ہے وہی انجام ان کا ہونے والا ہے۔

[1] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ یہ کلام مشرکین مکہ کا مسخراپن کے طور پر تھا آنحضرت ﷺ سے کہتے تھے کہ آپ جو بیان کرتے ہیں کہ ہر ایک بات خدا کی جانب سے ہوا کرتی ہے تو پھر آپ کی رسالت کی کیا ضرورت تھی۔ آپ آتے یا نہ آتے اگر خدا کو منظور ہوتا تو ہم اس کے سوا کسی بت وغیرہ کی عبادت نہ کرتے، نہ حلال کو حرام ٹھہراتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کا یہ کلام نقل کر کے آنحضرت ﷺ کو تسلی دی کہ آپ اپنے دل میں ان کی باتوں کا کچھ خیال نہ کریں ان سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں وہ بھی ایسی ہی باتیں کیا کرتے تھے۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِىْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۭ فَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ مَنْ يُّضِلُّ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۭ

اور بیشک ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ ۱ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچتے رہو، پھر ان میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت کی اور ان ہی میں سے بعض پر گمراہی ثابت ہوگئی، پس زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ (رسولوں کے) جھٹلانے والوں کا انجام کار کیسا ہوا ﴿۳۶﴾ اگر تم ان کی ہدایت کی حرص کرو تو (بے فائدہ ہے) پس بیشک اللہ نہیں ہدایت دیتا جسے گمراہ کرے اور ان کا کوئی مددگار نہیں ﴿۳۷﴾ اور انہوں نے اللہ کی ۲ سخت سے سخت قسمیں کھائیں کہ اللہ مردے نہ اٹھائے گا۔

۱ آنحضرت ﷺ سے ارشاد ہے کہ آپ پر فرض یہی ہے کہ اللہ کا پیغام ان لوگوں تک پہنچا دیں کہ سوائے خدا کے اور کسی کی بندگی نہ کرو۔ باقی رہی ہدایت وہ خدا کے ہاتھ ہے جسے اس کی مشیت مقتضی ہوتی ہے اس کو وہ راہ راست پر لاتا ہے اور جسے چاہتا ہے اس کے حال پر چھوڑ دیتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کفار کو یہ بات جتلائی کہ اللہ نے ہر امت اور ہر گروہ میں اپنے رسول بھیجے تاکہ ان کی ہدایت کریں اور یہ بات کہہ دیں کہ تم خدا ہی کی عبادت کرو اور بتوں کی پرستش سے باز آؤ۔ اس پر بہتیرے بندے خدا کے ایسے تھے جو ایمان لائے اور اکثر لوگ گمراہی میں پڑے رہے رسول کی ایک نہ سنی۔ پھر کفار مکہ کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم دنیا میں چل پھر کر رسولوں کے جھٹلانے والوں کی حقیقت دریافت کرو کہ کیا نتیجہ ان کا ہوا۔ کس طرح خدا نے انہیں ہلاک کیا کیسے کیسے عذاب ان پر نازل کئے۔ پھر آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ آپ اس بات کی حرص نہ کریں کہ سب کے سب راہ راست پر آجائیں۔ بات یہ ہے کہ علم الٰہی کے موافق جو لوگ گمراہ ہیں کوئی ہدایت نہیں کر سکتا۔

حشر کے منکرین کو جواب

۲ **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص مسلمان کا ایک شخص مشرک پر کچھ قرضہ آتا تھا۔ وہ مسلمان شخص اس مشرک سے جب اپنا قرضہ مانگنے گیا تو باتوں باتوں میں کچھ حشر اور قیامت کا ذکر آ گیا۔ اس مشرک نے کہا کہ: تم مسلمانوں کو وہم

بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَاۤ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۴۰﴾ وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا

ہاں کیوں نہیں اٹھائے گا، اس وعدہ کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لازم کر رکھا ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ﴿۳۸﴾ اس لئے ۱ (مردوں کو اٹھائے گا) کہ ان پر ظاہر کردے وہ چیز جس میں وہ لوگ اختلاف کرتے تھے اور اس لئے کہ کافر لوگ جان لیں کہ بیشک وہ جھوٹے تھے ﴿۳۹﴾ ہم جس چیز کو پیدا کرنا چاہتے ہیں بس اس کے لئے ہمارا اتنا ہی کہنا (کافی) ہوتا ہے کہ ہم اس کو کہیں: "ہو جا" پس وہ ہو جاتی ہے ﴿۴۰﴾ اور ۲ جن لوگوں نے اللہ کے واسطے اپنا وطن چھوڑ دیا ظلم اٹھانے کے بعد۔

ہو گیا ہے کہ مٹی ہو جانے کے بعد پھر جینا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ مرنے کے بعد جینا نہیں ہے یہ کہہ کر اس نے قسم کھائی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ جو لوگ حشر کے منکر ہیں وہ بے وقوف ہیں۔ دنیا میں نیک و بد کی جزا و سزا کا انتظام یہ لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، پھر ان کے خیال میں یہ بات کیونکر جم گئی ہے کہ خدا کی بادشاہت میں جزا و سزا کا دن نہیں ٹھہرا ہے۔ وہ دن ضرور مقرر ہے اس کی فکر ہر مسلمان کو لازم ہے۔

۱ اس آیت میں فرمایا کہ کیا وجہ ہے جو ایسا نہیں ہو سکتا ضرور بضرور قیامت ہوگی۔ اللہ پاک نے وعدہ کر لیا ہے اور اس کا وعدہ بالکل حق اور سچا ہوتا ہے۔ اس دنیا کے فنا ہو جانے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ اپنی ساری مخلوق کو زندہ کرے گا۔ کفار کا یہ اعتراض کہ مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ کرنا ممکن نہیں ہے بالکل غلط ہے۔ کیونکہ جس نے پہلے بغیر نمونہ کے ہر شے کی ایجاد کی اس میں کیا قدرت نہیں ہے کہ اس شئے کے فنا ہو جانے کے بعد پھر اس کو دوبارہ وجود میں لائے، یہ بات تو بالکل آسان ہے۔ پھر فرمایا کہ اس کی قدرت اور اس کے اختیار کچھ ایسے ویسے نہیں ہیں اس کا تو ارادہ کرنا ہی کافی ہوتا ہے جب وہ کسی شے کے بنانے کا ارادہ کرتا ہے تو صرف ایک کُن کے حکم سے وہ شے ظہور میں آ جاتی ہے۔ حاصل یہ ہے کہ حشر کا انکار انسان کے حوصلہ سے باہر اور بڑی ہٹ دھرمی اور تمام دنیا کو بلا نتیجہ پیدا کرنے کا الزام اللہ تعالیٰ کے ذمہ لگانا ہے۔

ہجرت کا اجر

۲ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی خبر دی جنہوں نے محض خدا کے واسطے اپنے گھربار خویش و اقارب سب کو چھوڑا،

وقف لازم

لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿٤٢﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُّوحِي إِلَيْهِمْ ۚ فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿٤٣﴾

ضرور ہم ان کو دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور بیشک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے کاش ان لوگوں کو خبر ہوتی ﴿۴۱﴾ وہ جنہوں نے صبر کیا اور اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں ﴿۴۲﴾ اور تم سے [۱] پہلے (بھی) ہم نے مرد ہی (رسول بنا کر) بھیجے کہ جن کی طرف ہم وحی بھیجا کرتے تھے، پس اے لوگو! اگر تم کو علم نہیں تو علم والوں سے پوچھو ﴿۴۳﴾

اس لئے فرمایا ان ہجرت کرنے والوں کو ہم دنیا ہی میں بہت اچھا بدلہ دیں گے اور بہت ہی اطمینان کی جگہ ان کے رہنے کو عطا کریں گے۔ یہ آیت ان مہاجروں کی شان میں اتری ہے جو اول اول مکہ سے ہجرت کر کے ملک حبش میں جا رہے تھے جن کی تعداد کل مرد وعورت ملا کر اسی نفر کی تھی۔ ان کے حق میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں اچھی جگہ بسنے کو دیں گے یعنی ہمیشہ کے لئے رہنے کا انتظام اس بستی میں فرمادے گا جس کا نام مدینہ ہے۔ جہاں خوشحالی، عزت، حکومت سب چیزیں ان کو مل جاویں گی۔ پھر فرمایا آخرت میں لوگوں کے لئے جو بدلہ جنت میں ہے وہ اس دنیا کی جزا سے کہیں بڑھ کر ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ان لوگوں نے اللہ کی راہ میں مخالفوں کی ایذا رسانی اور گھر بار چھوڑنے کی تکلیف پر صبر کیا اور اس صبر کے اجر کا بھروسہ اللہ پر رکھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو دین ودنیا کی وہ خوبیاں عنایت فرمائیں جن ذکر شروع آیت میں ہے۔

قریش مکہ کا اعتراض اور اس کا جواب

[۱] **شان نزول:** کفار مکہ کہا کرتے تھے کہ خدا کو یہ لائق نہیں کہ بشر کو پیغمبر کر کے بھیجے۔ اگر اسے بھیجنا تھا تو فرشتوں کو بھیجتا تا کہ فرشتے خلق اللہ کو پیغمبر کی رسالت کا اقرار کراتے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی فرمایا کہ یہ تو اللہ کی ہمیشہ سے عادت ہے کہ جتنے رسول اس نے بھیجے ہیں وہ سب آدمی تھے کوئی فرشتہ نہ تھا۔ پھر اس کے بعد مشرکوں کو مخاطب ٹھہرا کر فرمایا کہ اہل کتاب سے دریافت کرلو کہ پہلے رسول بھی آدمی تھے یا فرشتے۔ اگر وہ کہیں کہ فرشتے تھے تو محمد ﷺ کی نسبت تمہارا اعتراض بجا ہے اور اگر وہ کہہ دیں کہ نہیں وہ رسول بھی بشر تھے تو تمہارا انکار آنحضرت ﷺ کی رسالت کے متعلق بالکل بے جا ہے۔ اللہ پاک نے کفار کو خطاب کر کے اہل کتاب سے سوال کرنے کا حکم اس لئے فرمایا کہ مشرکین مکہ اہل کتاب کو صاحب علم جانتے تھے۔ پھر اللہ پاک نے پہلے رسولوں کے متعلق فرمایا کہ ان کو ہم نے معجزے اور کتابیں دے کر بھیجا تھا اور آنحضرت ﷺ کو

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۴۴﴾ اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۴۵﴾ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِيْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۴۶﴾

(ان پیغمبروں کو) روشن دلیلوں اور کتابوں کے ساتھ (بھیجا تھا) اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہم نے تمہاری طرف یہ یادگار (یعنی قرآن) بھیجا کہ تم لوگوں سے بیان کردو جو شریعت ان کی طرف اتاری گئی اور تاکہ وہ دھیان کریں ﴿۴۴﴾ پھر[1] کیا جو لوگ بری بری تدبیریں کرتے ہیں ان کو اس بات کا کچھ خوف نہیں رہا کہ اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے یا ان پر وہاں سے عذاب آجائے جہاں سے ان کو گمان بھی نہ ہو ﴿۴۵﴾ یا انہیں چلتے پھرتے (کسی آفت میں) پکڑ لے پس وہ اللہ کو (اپنی تدبیروں سے) تھکا نہیں سکتے ﴿۴۶﴾

خطاب کر کے فرمایا کہ ہم تمہاری طرف بھی کتاب اتارتے ہیں تم اسے کھول کر انہیں سمجھاؤ شاید یہ لوگ کچھ فکر کریں اور گمراہی سے نکل کر راہ حق کی طرف آنے کی کوشش کریں۔

اللہ تعالیٰ کی بردباری

[1] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ اپنی بردباری اور حلم کا حال بیان کرتا ہے کہ یہ لوگ برے داؤ کر رہے ہیں کیا اپنے گمان میں بے خوف ہیں جو طرح طرح کے مکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ کر رہے ہیں۔ اور قرآن کے ساتھ مسخرا پن کرتے ہیں مسلمانوں کو اذیتیں پہنچا رہے ہیں ان کو کچھ بھی خدا کا خوف نہیں ہے۔ یہ اس بات سے نہیں ڈرتے کہ خدا ان پر اس طرح عذاب نازل کرے کہ زمین میں دھنسا دے، جس طرح قارون کو غرق زمین کر دیا۔ جس طرح لوط کی قوم پر اچانک عذاب بھیج کر ہلاک کر دیا۔ اس طرح عذاب ان پر اتارے کہ یہ چلتے پھرتے ہوں، سفر میں ہوں یا بازاروں میں آتے جاتے ہوں اور یک بیک ان پر عذاب نازل کر دے۔ وہ ہر طرح سے قادر ہے کوئی اس کو عاجز نہیں کر سکتا ہے۔ نہ یہ کفار کہیں بھاگ کر جا سکتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی بردباری اور رحمت کو بیان کیا کہ باوجود ان باتوں کے کہ کفار کفر و شرک سے باز نہیں آتے اور رسول کو جھٹلاتے ہیں اور طرح طرح کی تکلیف دیتے ہیں مگر خدا ان پر عذاب نہیں بھیجتا اور نہ ان کی روزی میں کمی کرتا ہے۔ وہ بڑا ہی رؤف و رحیم ہے۔

اَوْ يَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۷﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ﴿۵۰﴾ السجدۃ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾

السجدۃ ۱۲ ع ۱۲

یا ان کو نقصان دیتے دیتے پکڑے، اس میں شک نہیں کہ تمہارا پروردگار نہایت شفیق رحم کرنے والا ہے ﴿۴۷﴾ کیا ۱ وہ خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو نہیں دیکھتے کہ ان کے سائے جھکتے ہیں ان کے دائیں طرف اور بائیں طرف اللہ کو سجدہ کرتے ہوئے اور وہ سب اس کے حضور ذلیل ہیں ﴿۴۸﴾ اور اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں چلنے والا ہے اور فرشتے (بھی سجدہ کرتے ہیں) اور وہ غرور نہیں کرتے ﴿۴۹﴾ اپنے اوپر اپنے پروردگار کا خوف کرتے ہیں اور انہیں جو کچھ حکم دیا جاتا ہے وہی کرتے ہیں ﴿۵۰﴾ اور ۲ اللہ نے فرمایا کہ دو خدا نہ ٹھہراؤ وہ تو صرف ایک ہی معبود ہے پس تم لوگ مجھ سے ہی ڈرو ﴿۵۱﴾

زمین وآسمان کی کل کائنات مع سایہ کے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتی ہے

۱ اللہ پاک اس آیت میں اپنی عظمت و دبدبہ کی خبر دیتا ہے کہ باوجود اس بات کے کہ وہ ایسا صاحب عظمت ہے کہ کل چیزیں اس کے حکم کی فرمانبردار ہیں۔ کیا حیوان اور کیا بے جان اسی طرح خواہ فرشتے ہوں خواہ جن ہوں سب اس کے قہر وغصہ کے سامنے مجبور ولاچار ہیں۔ کل وہ چیزیں جن کا سایہ ہے جو جاندار ہوں یا بے جان صبح وشام داہنے بائیں خدائے برتر کے سامنے سجدہ کرتی ہیں۔ غرضیکہ آسمان وزمین والے حتیٰ کہ چوپائے بھی سجدہ کرتے ہیں اور اس کے سوا کسی کو بھی قابل عبادت نہیں جانتے اور ملائکہ بھی سجدہ میں مشغول ہیں۔ اور عبادت الٰہی میں مصروف ملائکہ ہرچند کہ علویات میں داخل تھے مگر ان کا ذکر تخصیص کے ساتھ تعظیم کی جہت سے کیا گیا ملائکہ عذاب کا خوف رکھتے ہیں اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور اس کا حکم بجالاتے ہیں انسان کو بھی لازم ہے کہ عقل سے کام لے۔

۲ مشرکین کو نصیحت: اوپر ذکر تھا کہ کل کائنات زمین وآسمان کی چیزیں مع سایہ کے اللہ تعالیٰ کو ہی سجدہ کرتی ہیں۔ اس ذکر

وَلَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّیْنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَیْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ۝۵۲ وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَیْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ۝۵۳ ج ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ یُشْرِكُوْنَ ۝۵۴ لا لِیَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَیْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا قف فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝۵۵

اور اسی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں اور زمین میں ہے اور اطاعت اسی کی لازم ہے، تو کیا اللہ کے سوا کسی دوسرے سے ڈرو گے ۝۵۲ اور تمہارے پاس جو کچھ بھی نعمت ہے وہ سب اللہ ہی طرف سے ہے پھر جب تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو اسی کی طرف فریاد کرتے ہو ۝۵۳ پھر جب وہ تمہاری مصیبت دور کر دیتا ہے تو تم میں ایک گروہ اپنے پروردگار کا شریک ٹھہرانے لگتا ہے ۝۵۴ (جس کا حاصل یہ ہے) کہ ہماری دی ہوئی نعمتوں کی ناشکری کریں پس (دنیا میں چندروز) عیش کرلو۔ پھر (آخرت میں) تو تم عنقریب جان لو گے ۝۵۵

کے بعد مشرکین کو یہ ہدایت ہے کہ تم بھی اللہ کے ساتھ اور کسی کو شریک نہ کرو۔ کیونکہ عبادت اور کسی کو لائق نہیں ہے اگر ہے تو اسی خدائے وحدہ لاشریک کو زیبا ہے۔ اور پھر یہ فرمایا کہ سوائے اللہ کے اور کسی سے نہ ڈرو یہ بت اس قابل نہیں ہیں جو ان کا خوف مانا جائے انہیں کوئی قدرت نہیں ہے۔ آسمان و زمین میں جس قدر مخلوق ہے وہ سب اللہ ہی کے تحت حکومت میں ہے۔ ان میں کسی کی ذرہ برابر بھی شراکت نہیں ہے۔ اسی لئے خالص اسی کی عبادت سزاوار ہے اور ہمیشہ اس کی اطاعت و فرمانبرداری زیبا ہے۔ کسی غیر سے کیوں ڈرتے ہو، کسی کا خوف کیوں کرتے ہو کیونکہ عظمت اور قدرت تو صرف خداوند جل جلالہ کو ہے اور کل اشیاء اس کی محتاج ہیں اور فنا ہونے والی ہیں۔ کوئی ذات اگر ہمیشہ باقی رہے گی تو وہ خدا ہی کی ذات ہے۔ پھر اس کے بعد اپنی نعمتوں پر شکر کرنے کا ارشاد کیا ہے جتنی نعمتیں تمہیں دنیا میں حاصل ہیں وہ سب خدا کی عنایت ہے۔ مال و دولت، آل و اولاد، رزق کی فراخی سب اسی کی دی ہوئی ہے اس لئے کہ بندوں پر واجب ہے کہ اس کا شکر ادا کریں پھر اس کے بعد انسان کی غفلت کو بیان فرمایا کہ جس وقت انسان کو خوشحالی اور فارغ البالی ہوتی ہے اس وقت اللہ کو بھولا رہتا ہے مگر جب کوئی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے بیماری یا کوئی سختی درپیش ہوتی ہے، تو خدا سے گڑگڑا کر فریاد کرنے لگتا ہے۔ پھر جب خدا اس کی فریاد سن لیتا ہے اور اس کی مصیبت دور کر دیتا ہے تو جو لوگ گمراہ ہیں اللہ کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ پھر فرمایا خیر تم دنیا میں جس طرح چاہو کفران نعمت کرو، جیسے چاہو خدا کی نعمتوں کا انکار کرو، آگے آگے معلوم کرو گے کہ تمہارا کیا حال ہوگا اور کیا وقت تمہیں پیش آوے گا اور کیا انجام ہوگا دنیا میں تم پر کیا بلا آنے والی ہے اور آخرت میں کیا گت تمہاری ہوگی۔

وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۵۸﴾ ج

اور ۱ جن کو وہ جانتے بھی نہیں (یعنی بتوں کو) ان کیلئے ہماری دی ہوئی روزی میں سے حصہ مقرر کرتے ہیں، اللہ کی قسم! تم سے ضرور سوال ہوگا جو کچھ کہ تم جھوٹ باندھتے تھے ﴿۵۶﴾ اور ۲ (فرشتوں کو) اللہ کیلئے بیٹیاں قرار دیتے ہیں، وہ پاک ہے اور اپنے لئے جو دل چاہتا ہے مقرر کرتے ہیں (یعنی فرزند) ﴿۵۷﴾ اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی پیدا ہونے کی خوشخبری دی جاتی ہے تو غم کے مارے چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور دل ہی دل میں گھٹتا ہے ﴿۵۸﴾

قیامت میں سوال ہوگا

۱ اس آیت میں فرمایا کہ بت جو بالکل بے خبر پتھر ہیں۔ ان کے واسطے اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے یہ لوگ حصہ مقرر کرتے ہیں اور ان بتوں کو اس کی مطلق خبر بھی نہیں ہے۔ نہ جاندار ہیں نہ ان کی آنکھیں ہیں نہ کان، غرضیکہ اس بات پر اللہ پاک نے اپنی ذات کی قسم کھائی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ضرور ان لوگوں سے پوچھے گا کہ ❶ تمام عمر کن کاموں میں گزاری اور ❷ جوانی میں کیا کیا ❸ اور روپیہ پیسہ کیونکر کمایا اور ❹ کہاں خرچ کیا۔ علم دین کی نصیحت پر کیا عمل کیا۔ حاصل یہ ہے مشرکوں نے جو کچھ عمر بھر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھا ہے ان چار باتوں کی جواب دہی میں وہ سب کھل جائے گا۔

مشرکین اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے

۲ اس آیت میں مشرکوں کی دو بے وقوفیوں کا ذکر فرمایا: ❶ ایک تو یہ کہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں کہتے تھے۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی ذات جمیع عیوب سے پاک ہے، نہ اس کو پسر کی حاجت ہے نہ دختر کی ضرورت ہے۔ یہ بیہودہ باتیں ہمارے احسان کے صلہ میں کرتے ہیں جو ہم ان کی تمنا پوری کرتے ہیں اور خدا کی عطا کردہ چیز سے ناخوش ہونا طریقہ کفار کا ہے اہل اسلام کا خدا کے عطیہ پر راضی رہنا واجب بلکہ فرض ہے۔ ❷ دوسرے کفار کی یہ عادت تھی کہ دختر پیدا ہو کر چھ برس کے اندر اپنی موت مرگئی تو خیر ورنہ جنگل میں گڑھا کھود کر اچھے کپڑے پہنا کر اس لڑکی کو گڑھے میں دبا آتے تھے یعنی زندہ درگور کردیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان کی سب باتیں ان کے حق میں نہایت مضر ہیں کیونکہ لڑکی کو زندہ درگور کرنا نتیجہ بد دکھائے گا۔

بیٹی اللہ کی رحمت: صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ دنیا میں جو شخص لڑکی کے پالنے اور اس کی شادی بیاہ کرنے کا بوجھ اٹھاوے

يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ﴿۵۹﴾ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۰﴾ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ

جس چیز کی اسے خبر دی گئی ہو اس کی عار سے قوم سے چھپا چھپا پھرتا ہے، (فکر میں پڑ جاتا ہے) کہ آیا اس کو اس ذلت پر رہنے دے یا اس کو مٹی میں گاڑ دے، آگاہ ہو کیا ہی برا فیصلہ کر رہے ہیں ﴿۵۹﴾ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان ہی کی بری صفت ہے، اور اللہ کی شان سب سے بلند ہے اور وہی عزت و حکمت والا ہے ﴿۶۰﴾ اور[۱] اگر اللہ لوگوں کو ان کے ظلم کے سبب سے پکڑتا تو زمین پر کوئی چلنے والا نہ چھوڑتا

گا تو عاقبت میں وہ لڑکی دوزخ کی آگ کی ڈھال بن جاوے گی۔ لڑکی کو محبت سے پالنے پر اجر کا وعدہ اسلام میں آیا ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ مشرکین آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے ہیں۔ انہیں اس حساب و کتاب کے دن کا بالکل خوف نہیں ہے انہیں لوگوں کے واسطے بری مثالیں ہیں۔ تو یہی ہیں کافر تو یہ خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانا انہیں کا کام ہے، خدا کو آل اولاد کا محتاج بتلانا انہیں کا قول ہے، خدا تو ان باتوں سے بالکل پاک و صاف ہے اس کے واسطے نہایت ہی اعلیٰ درجہ کی مثالیں ہیں وہ بری باتوں کو بندوں کے حق میں بھی نہیں پسند کرتا ہے۔ اپنی ذات کے واسطے کیونکر گوارا کرے گا۔ وہ تو بڑا غالب ہے، کوئی اس پر غالب نہیں ہو سکتا اس کی حکمت سب سے بلند ہے۔ وہ بڑا ہی حکمت والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے درگزر کا حال

[۱] اس آیت میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے ان لوگوں کو ڈھیل دے رکھی ہے اور ایک وعدہ مقررہ تک ان کا ہلاک کرنا منظور نہیں ہے۔ جب وہ وقت آجاوے گا تو پھر گھڑی بھر کی بھی مہلت نہیں ملے گی اور اس میں بھی خدا کی حکمت ہے کہ یہ لوگ اپنے کفر اور سرکشی سے شرمسار ہو کر دین اسلام میں داخل ہو جائیں اور ان کی نسل سے جو اولاد پیدا ہو وہ اہل ایمان ہو پھر فرمایا کہ جن باتوں سے کفار کو عار ہے، اور جو بات اپنے واسطے پسند نہیں کرتے مثلاً لڑکیوں کا ہونا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حق میں یوں کہتے ہیں کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں، اور خدا کے ساتھ بتوں کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ خود ان کو یہ گوارا نہیں ہے کہ کوئی شخص ان کی ملکیت میں قبضہ کرے اور ان کے مال میں تصرف کرے۔ پھر خدائے غالب وقہار کے ساتھ اس کی صفات میں کیونکر کسی کو شریک سمجھتے ہیں۔ آسمان و زمین کے انتظام میں کوئی اس کا شریک نہیں باوجود ان باتوں کے پھر آخرت میں بھلائی

وَلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۶۱﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ مُّفْرَطُوْنَ ﴿۶۲﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾

ولیکن ان کو مہلت دیتا ہے ایک وقت مقرر تک، پھر جب ان کا وعدہ آئے گا تو نہ ایک ساعت پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے ﴿۶۱﴾ اور (یہ منکر) اللہ کے لئے وہ چیزیں تجویز کرتے ہیں کہ جن کو آپ پسند نہیں کرتے اور اپنی زبان سے جھوٹے دعوے کرتے جاتے ہیں کہ) ان کے لئے بھلائی ہے، اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ ان کے لئے آگ ہے اور وہ لوگ دوزخ میں سب سے پہلے بھیجے جائیں گے ﴿۶۲﴾ اللہ [1] کی قسم! بیشک ہم نے تم سے پہلے کتنی امتوں کی طرف رسول بھیجے تو شیطان نے ان کے اعمال بد ان کی آنکھوں میں اچھے کر دکھائے تو آج ان کا وہی رفیق ہے (دنیا میں) اور ان کے واسطے عذاب درد دینے والا ہے ﴿۶۳﴾

کی امید رکھتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا وہاں تو ان لوگوں کے واسطے دوزخ ہے اور پہلے پہل یہی دوزخ میں ڈالے جائیں گے اور جس طرح دنیا میں یہ لوگ خدا کو بھولے ہوئے تھے، اسی طرح یہ لوگ وہاں اللہ کی رحمت سے ایسے بھلائے جائیں گے پھر ان کی کوئی خبر بھی نہیں لے گا۔

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی: اللہ پاک نے اپنی ذات مقدس کی قسم کھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دینے کو یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ تم ان مشرکوں کی باتوں سے دل تنگ نہ ہو، ہم نے تم سے پہلے پہلی امتوں میں بھی رسول بھیجے ہیں جنہیں ان لوگوں نے اسی طرح جھٹلایا ہے جس طرح کفار مکہ تم کو جھٹلاتے ہیں۔ اور شیطان نے ان کے کاموں کو ایسی زیب و زینت دی کہ وہ لوگ شیطان کے وسوسہ سے گمراہی میں پڑے رہے۔ اپنی عقل و سمجھ سے انہوں نے کچھ کام نہیں لیا اسی واسطے آخرت میں بھی اسی کے ساتھ بہت سخت عذاب کے سزاوار ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک کی نسبت فرمایا کہ جو کچھ ہم اتارتے ہیں وہ اس واسطے ہے کہ تم ان لوگوں کے اختلاف کی حقیقت کھول کر بتلا دو کہ توحید اور قیامت کا قائم ہونا اور احکام دین جس کے یہ منکر ہیں اور جو اس پر ایمان رکھتے ہیں ان کا فیصلہ ظاہر ہو جاوے کہ کون ان میں حق پر ہے اور کون جہالت میں پڑا ہوا ہے۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾

اور ہم نے تم پر یہ کتاب صرف اس واسطے نازل کی ہے کہ جن امور میں وہ اختلاف کر رہے ہیں تم ۱؎ ان لوگوں سے کھول کر بیان کر دو اور یہ کتاب ایمانداروں کیلئے ہدایت اور رحمت ہے ﴿۶۴﴾ اور اللہ نے برسایا آسمان سے پانی، پھر اس سے مر جانے (خشک ہو جانے) کے بعد زمین کو زندہ کر دیا، بیشک اس میں نشانی ہے ان لوگوں کیلئے جو سنتے ہیں ﴿۶۵﴾ اور بے شک تمہارے لئے چوپایوں میں ایک عبرت کا مقام ہے کہ انکے پیٹ کی چیزوں میں سے گوبر اور خون کے درمیان سے ہم تمہیں ستھرا خوشگوار دودھ پلاتے ہیں، جو پینے والوں کیلئے گلے میں آسانی سے اترتا ہے ﴿۶۶﴾

۱؎ **اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نمونے:** پھر فرمایا یہ قرآن پاک اس ایماندار بندے کے لئے ہدایت اور رحمت ہے جو اس کو پڑھتا ہے اور غور کرتا ہے۔ پھر ارشاد ہوا کہ اگر یہ کفار اس بات سے بے خوف ہوں کہ کیسی قیامت اور کیسی دوزخ اور بہشت اور پھر مرنے کے بعد زندہ ہونا کیسا تو ان لوگوں کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ خدا میں ہر طرح کی قدرت ہے۔ ایک ذرا سی بات یہ ہے کہ زمین میں جب خشکی کی انتہا ہو جاتی ہے اور سارے درخت خشک ہو کر مردہ ہو جاتے ہیں تو وہ آسمان سے مینہ برسا کر زمین کو تروتازہ کر دیتا ہے اور پھر زمین زندہ ہو جاتی ہے اور درخت ہرے بھرے ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اسے یہ بھی قدرت ہے کہ ہر جاندار کے فنا ہو جانے کے بعد اسے زندہ کر دے گا۔ جو لوگ دل کے کان رکھتے ہیں اور اس کی مدد سے ہر ایک طرح کی باتوں کو سنتے ہیں اور غور کرتے ہیں ان کے واسطے یہ بہت بڑی دلیل ہے۔ اور جو لوگ دل کے اندھے ہیں انہیں کسی دلیل سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا جانوروں اور دودھ والی عورتوں کے پیٹ میں غذا جا کر نجاست، پیشاب، دودھ، خون سب کچھ بنتی ہے اور قدرت الٰہی سے ایک چیز کا رنگ و اثر دوسری چیز کے بالکل مخالف ہوتا ہے۔ اگر آدمی غور کرے تو قدرت الٰہی کا بڑا نمونہ ہے۔ اور دنیا میں نوکری، تجارت، زراعت، اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے اسباب ہیں ان اسباب سے روزی حاصل کرنے سے بچہ عاجز ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کا رزق پیدا کیا ہے اور جانوروں کے بچوں کے ساتھ انسان کا ساجھا بھی لگا دیا ہے۔

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾

اور ۱؎ اسی طرح پھلوں سے کھجوروں اور انگوروں سے تم لوگ نشہ کی چیز بناتے ہو، اور اس سے حلال اچھی روزی بناتے ہو، بیشک اس میں بھی نشانی ہے ان لوگوں کے لئے جو سمجھتے ہیں ﴿۶۷﴾ ۲؎ اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کے دل میں یہ بات ڈالی کہ پہاڑوں میں اپنے گھر بنائے اور درختوں میں اور لوگ جو عمارتیں بناتے ہیں ﴿۶۸﴾ ان میں، پھر ہر ایک قسم کے پھلوں سے چوستی پھرا کر، پس اپنے پروردگار کی راہوں پر چل جو تیرے لئے آسان ہیں، ان مکھیوں کے پیٹ میں سے پینے کی ایک چیز نکلتی ہے طرح طرح کے رنگ کی، کہ اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے، بیشک اس میں (بھی) لوگوں کے لئے بڑی نشانی ہے جو دھیان کرتے ہیں ﴿۶۹﴾

۱؎ اس آیت میں ارشاد ہے کہ کھجور اور انگور کے پھلوں سے تم رس یعنی سرکہ بناتے ہو۔ سرکہ سے مراد شراب ہے۔ چونکہ خطاب قریش مکہ کی طرف ہے اور نیز مکہ میں شراب حرام بھی نہیں ہوئی تھی بلکہ مدینہ میں آکر ہوئی ہے، پھر کسی مسلمان نے ہاتھ نہیں لگایا۔ اس لئے ان لوگوں کو ان کے فوائد بتاتا ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سکر سے مراد نبیذ ہے یعنی کھجور یا انگور کا شیرہ جس کو یہاں تک جوش دیا جائے کہ دو حصے جل جائیں۔ چونکہ اس میں نشہ نہیں ہے یہ حلال ہے۔

شہد کی مکھی کا بیان

۲؎ اللہ پاک نے اس آیت میں ایک اور عجائب قدرت کا حال بیان فرمایا کہ یہ شہد کی مکھیاں جو کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دی ہے کہ پہاڑوں اور درختوں میں جہاں جہاں مناسب سمجھیں اپنے قیام کے لئے گھر بنالیں۔ یہ مکھی اپنے گھر بنانے میں نہایت ہی سمجھ رکھتی ہے۔ پھر اللہ پاک نے اس کو طرح طرح کے میوے اور پھلوں سے

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ۫ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ﴿۷۰﴾ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ؕ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۷۱﴾

اور ۱ اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا، پھر وہی تمہاری جان قبض کرے گا، اور تم میں سے بعض لوگ وہ ہیں جو (بڑھاپے کی) بدترین عمر تک پہنچائے جاتے ہیں کہ (ذہن و عقل کی) سمجھ رکھنے کے بعد پھر نادان ہو جائے، بیشک اللہ جاننے والا قدرت والا ہے ﴿۷۰﴾ ۲ اور اللہ نے تم میں ایک دوسرے پر روزی میں بڑائی دی ہے، پس جن لوگوں کو بڑائی دی ہے وہ اپنی روزی اپنے غلاموں کو اس طرح کبھی دینے والے نہیں کہ وہ (مالک و مملوک) سب اس میں برابر ہو جاویں، تو کیا اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں ﴿۷۱﴾

جنگل اور باغوں میں چل کر کھانے پینے کا حکم دیا اور اسے یہ بھی سمجھ دی کہ اپنے گھر کا رستہ نہ بھولے۔ اور اس کے پیٹ میں سے رنگ برنگ کا شہد نکلتا ہے۔ سبحان اللہ! کیا اس کی حکمت ہے کہ ایسی بے حقیقت مکھی سے اتنا بڑا کام لیا۔ پھر فرمایا کہ یہ شہد جو ان مکھیوں سے حاصل ہوتا ہے اس میں انسان کے ہر مرض کی شفا ہے۔

انسان کی عمر کے درجے

۱ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی عمر کے چار درجے ہیں: ① اول درجہ تو دن بدن بڑھنے کا ہے اس کی مدت تینتیس برس تک ہے۔ ② پھر چالیس برس تک ایک ہی حالت پر آدمی رہتا ہے، اسی کو سن وقوف کہتے ہیں۔ ③ پھر چالیس سے ساٹھ سال تک اندرونی گھٹاؤ انسان کی حالت میں شروع ہو جاتا ہے۔ ایسی ہی عمر کو ادھیڑ کہتے ہیں۔ ④ اس کے بعد سے طرح طرح کے اندرونی مرض پیدا ہو کر وہ ادھیڑ پنے کی حالت بھی باقی نہیں رہتی اور بات کہہ کر بھول جانا اور خرابیاں اس ناکارہ عمر کی شروع ہو جاتی ہیں۔ جس ناکارہ عمر کا ذکر آیت میں ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کی عمر کا انقلاب یاد دلا کر یہ تنبیہ فرمائی کہ ان انقلابوں پر جو قادر ہے، اس نے ایک اس انقلاب کا بھی مضبوط وعدہ کیا ہے کہ ہر ایک انسان کو مر کر پھر جینا ہے اس پر ایمان لانا اور عقبیٰ کی فکر کرنا ہر مسلمان کا جزو ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس اپنے علم اور قدرت کے موافق پہلی دفعہ انسان کو پیدا کیا ہے اس کے موافق وہ انسان کو پھر دوبارہ پیدا کرنے گا۔ جو لوگ اس کے منکر ہیں وہ گویا اپنی پہلی پیدائش کے منکر ہیں۔

۲ بعضوں کو بعضوں پر فضیلت: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں بعضوں کو بعضوں پر

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَ حَفَدَةً وَّ رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَ بِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ﴿۷۲﴾ وَ يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اور لـ اللہ نے تمہارے لئے تمہاری جنس سے عورتیں (بیبیاں) پیدا کیں اور (پھر) تمہاری عورتوں سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور تم کو پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں، کیا پھر بھی جھوٹی باتوں پر یقین لاتے ہیں، اور اللہ کی نعمت پر وہ لوگ ناشکری کرتے ہیں ﴿۷۲﴾ ۲ـ اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں۔

فضیلت دے رکھی ہے۔ کسی کو غنی و تونگر پیدا کیا ہے اور کسی کو فقیر و محتاج بنایا ہے۔ جس طرح مال و دولت میں ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے اسی طرح عقل و فہم، ناتوانی، کمزوری، حسن بدصورتی، صحت مرض میں بھی ایک کو ایک پر فضیلت دی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مصلحت کے موافق ان مشرکین مکہ کو مالدار پیدا کر کے ان کے غلام لونڈی کو ان کا محتاج بنا دیا اور یہ ظاہر بات ہے کہ یہ لوگ اپنے لونڈی غلاموں کو اپنی عزت مالداری کی حالت میں شریک نہیں کرنا چاہتے تو پھر وہ اللہ جو آسمان و زمین کا بادشاہ ہے اس کی تعظیم اور بادشاہت میں یہ لوگ بتوں کو کیوں اور کس سند سے شریک ٹھہراتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو ان کو پیدا کیا ہے اور ان کو دنیا کی طرح طرح کی نعمتیں جو دی ہیں، کیا اس شکر گزاری کے یہی ڈھنگ ہیں جو ان لوگوں نے اختیار کر لئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر

لـ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر غیر جنس کی بیویاں انسان کے لئے پیدا کی جائیں تو انسان کو ان سے وحشت ہوتی ہے، یہ محبت و انسیت میاں بیوی میں ہرگز نہ ہوتی۔ غرضیکہ یہ کمال مہربانی اللہ جل شانہ کی ہے کہ اس نے انسان کے لئے انسان ہی کا جوڑا بنایا، پھر اس سے آل و اولاد کا سلسلہ چلایا اور پوتے پوتیاں نواسے نواسیاں دیں۔ پھر فرمایا کہ تمہاری زندگی کے لئے یہ سامان بھی مہیا کر دیا کہ تمہارا رزق پاک و صاف چیزوں میں مقرر کیا تاکہ ایک وقت مقررہ تک تم زندگی بسر کرو۔ پھر ان نعمتوں کا بھی کچھ خیال نہیں کرتے، بت پرستی کئے چلے جاتے ہو خدا کی ان نعمتوں کا شکر نہیں بجالاتے کفر کرتے ہو۔

مشرکوں کو قائل کرنے کا ذکر

۲ـ اس آیت میں مشرکوں کو یوں قائل کیا کہ تم لوگ جو سوا اللہ کے غیروں کی عبادت کرتے ہو جن میں اتنی بھی قدرت نہیں کہ تمہارے رزق کا کچھ انتظام کریں۔ نہ آسمان میں ان کا اختیار کہ وہاں سے مینہ برسا سکیں نہ زمین میں ان کا کچھ تصرف ہے کہ اس میں غلہ پیدا کریں اور درخت اگائیں۔ عالم بالا اور عالم پستی میں کہیں بھی ان کا ذرہ برابر عمل و دخل نہیں، بلکہ خود انہیں میں

مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۞ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۞ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّ مَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّ جَهْرًا ؕ هَلْ يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۞

کہ جو آسمانوں اور زمین میں سے ان کی روزی کا ان کے لئے کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ کچھ کر سکتے ہیں ۞ پس اللہ کے لئے مثالیں نہ گھڑو، بیشک اللہ خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۞ (دیکھو) اللہ ایک ؎ مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے تابعدار کہ وہ کسی چیز پر مقدور نہیں رکھتا، اور ایک وہ شخص ہے جس کو ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی دی، پس وہ اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتا ہے، کیا دونوں برابر ہیں؟ (وہ کہیں گے: ''نہیں''، تو کہو): ''سب تعریف اللہ کو ہے'' کچھ ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے ۞

کوئی قدرت نہیں دوسرے کے محتاج ہیں۔ خدا کی مخلوق ہیں اس لئے یہ عبادت کے ہرگز سزاوار نہیں۔ اطاعت اور بندگی تو خدائے وحدہٗ لاشریک کو زیبا ہے جو کل شئی کا خالق اور رازق ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی مخلوق کو اس کا شبیہ نہ قرار دو، کیونکہ وہ سب خدا کے بندے ہیں۔ مشرکین مکہ جاہلیت میں اعتقاد رکھتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کا مرتبہ ایسا عالی ہے کہ ہم میں سے کسی کو اس کی عبادت کی مجال نہیں ہے۔ اسی واسطے وہ لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ جن لوگوں کی یہ بت مورتیں ہیں وہ اللہ کے خالص بندے ہیں، ان کو خدا کے دربار میں تقرب حاصل ہے۔ بارگاہ الٰہی میں یہ ہماری شفاعت کریں گے جس طرح چھوٹے آدمی دنیا میں بادشاہوں کے مصاحبوں کی خدمت کرتے ہیں اور وہ لوگ بادشاہوں کی خدمت بجالاتے ہیں۔ ہر شخص کا مقدور نہیں کہ بادشاہوں تک اس کی رسائی ہو جاوے، تو انہیں مصاحبوں کے وسیلے سے اللہ پاک نے اس عقیدے کو یوں قرار دیا کہ تمہیں اس کا علم نہیں ہم جانتے ہیں۔ خدا کے ہاں بھلا ان کو کیا تقرب حاصل ہو سکتا ہے۔

مشرکین مکہ کو ہدایت کے لئے دو مثالیں بتلائیں

؎ اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کو اللہ کا شریک ٹھہرانے سے منع فرما کر دو مثالیں بیان فرمائیں: ❶ جن میں سے ایک کو اس آیت میں یوں ذکر فرمایا ہے کہ تم دنیا میں دیکھو کہ ایک وہ شخص ہے جو کسی کا غلام ہو اور اس میں کسی بات کی قدرت نہ ہو۔ بالکل مفلس

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾

اور اللہ ایک اور مثال ۱؎ بیان فرماتا ہے کہ دو شخص ہیں ان میں سے ایک گونگا ہے کہ کچھ کام نہیں کرسکتا اور وہ اپنے آقا پر بوجھ ہے اور وہ اسکو جہاں بھیجتا ہے کچھ بھلائی نہیں لاتا، کیا یہ اور وہ برابر ہوجائے گا کہ جو لوگوں کو انصاف کا حکم دیتا ہے اور وہ خود بھی سیدھے رستے پر قائم ہے ﴿۷۶﴾ اور ۲؎ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ چیزیں اللہ ہی کیلئے ہیں اور قیامت کا ۳؎ معاملہ تو بس ایسا ہوگا جیسا پلک کا جھپکنا یا اس سے بھی قریب بیشک اللہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے ﴿۷۷﴾

ہو، اپنے آقا کا دست نگر ہو۔ ❷ دوسرا وہ شخص جو آزاد ہو اور اللہ پاک نے اسے آسودہ حال کیا ہو اور وہ اپنے مال میں پوشیدہ اور علانیہ خرچ کرتا ہو کیا یہ دونوں برابر ہیں۔ پھر فرمایا کہ اکثر لوگ گمراہ ہیں، اور خدا اور رسول کے منکر ہیں۔

۱؎ یہ دوسری مثال اللہ پاک نے بیان فرمائی کہ دنیا میں دو شخص ہوں: ❶ ایک تو ناسمجھ اور گونگا ہو کہ کسی کی بات نہ سمجھے اور نہ کسی بات کا کچھ جواب دے سکے۔ اور وہ اس وجہ سے اپنے مالک کو گراں گزرتا ہو کہ اس کا آقا اسے کسی کام کے انجام دینے کو بھیجے تو وہ زبان اور سمجھ بوجھ نہ ہونے کی وجہ سے اس کو بخوبی اور عمدگی سے انجام نہ دے سکے ❷ ایک وہ شخص ہو جو لوگوں کو اچھی اچھی باتوں اور نیک کاموں کی ہدایت کرے اور خود بھی راہ راست پر ہو، تو فرمایا کہ کیا یہ دونوں شخص یکساں ہوسکتے ہیں اسی طرح ان بتوں اور آنحضرت ﷺ کی مثال ہے۔

۲؎ اس آیت کے ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ کے کمال علم کا بیان ہے کہ وہ جمیع غیوب کا جاننے والا ہے، اس پر کوئی چھپنے والی پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔

۳؎ حاصل معنی آیت کے یہ ہیں کہ غفلت سے لوگ اپنی عمر اور دنیا کی عمر کے بھروسہ پر بڑے بڑے دیر طلب کام کرتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک وعدہ آجانے کی دیر ہے، پھر اس کی قدرت کے روبرو درمیانی اور آخری قیامت کا قائم ہوجانا پلک کے جھپکنے سے بھی زیادہ نزدیک ہے، کیونکہ اس کی درگاہ میں ہر کام کے لئے فقط حکم کی دیر ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ برے کام سے توبہ اچھے کام

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾

اور[۱] اللہ نے نکالا تم کو تمہاری ماں کے پیٹ میں سے (حالانکہ) تم کچھ بھی نہیں جانتے تھے، اور تم کو کان اور آنکھیں اور دل عطا کئے تاکہ تم شکر کرو ﴿۷۸﴾ کیا پرندوں کو نہیں دیکھا کہ حکم کے باندھے ہوئے آسمان کی فضا میں (اڑتے پھرتے) ہیں انہیں کوئی نہیں تھامتا سوائے اللہ کے، بیشک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے کہ جو ایمان لاتے ہیں ﴿۷۹﴾

کا سرانجام جو کچھ انسان کو کرنا ہے وہ آج کرلے آج کے کام کو کل پر نہ رکھے اس لئے کہ جب انسان کی عمر اور دنیا کی عمر کو قیام ہی نہیں تو تمہیں معلوم کہ کل کیا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ

[۱] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس حالت میں پیدا کیا کہ تمہارا کچھ وجود نہ تھا۔ باپ کی پیٹھ سے ماں کے شکم میں نطفہ کو ٹھہرا دیا، اور رفتہ رفتہ اس نطفہ سے پتلا بنایا پھر روح پھونکی اور تمہیں ماں کے پیٹ سے جب روئے زمین پر ظاہر کیا۔ اس وقت بھی تمہاری حالت یہ تھی کہ تم دنیا کی کسی چیز کو نہیں جانتے تھے۔ نہ نفع کی چیزوں کا تمہیں علم تھا نہ ضرر دینے والی اشیاء کو تم جانتے تھے۔ مگر اللہ پاک نے تمہیں کان دیئے کہ تم لوگوں کی باتوں کو سنو اور آنکھیں بھی دیں کہ اچھے اور برے کو دیکھ کر تمیز کرو اور اپنی زندگی میں ان آنکھوں کے ذریعہ مناسب کام لو۔ غرضیکہ آنکھیں عجیب نعمت ہیں۔ انسان کو دل بھی دیا تاکہ ہر شئی کو سمجھے بوجھے، اگر دل میں کچھ فتور پڑ جائے تو انسان کی زندگی کے لالے پڑ جاتے ہیں۔ غرضیکہ یہ نعمتیں ایسی نہیں ہیں جن کو انسان بھول جائے اور ان پر خدائے تعالیٰ کا شکریہ بجا نہ لائے۔ پھر فرمایا کہ آسمان و زمین کے درمیان تم سینکڑوں جانوروں کو اڑتے ہوئے دیکھتے ہو کہ ہوا میں سیر کرتے پھرتے ہیں۔ کیا ان کا تھامنے والا سوائے خدا کے اور کوئی ہے ہرگز نہیں یہ بھی اس کی قدرت ہے۔ پھر فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل ایمان کے واسطے ان امور مذکورہ میں قدرت کی نشانیاں موجود ہیں۔ جن کا ایمان کامل ہے وہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں وہ غور کرتے ہیں۔

وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَ يَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَ مِنْ اَصْوَافِهَا وَ اَوْبَارِهَا وَ اَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝۸۰

اور ۱؎ اللہ ہی نے تمہارے گھروں کو تمہارے لئے بسنے کی جگہ بنایا اور بنائے تمہارے لئے چوپایوں کی کھالوں کے خیمے کہ جنہیں تم اپنے سفر کے دن اور منزلوں پر ٹھہرنے کے دن میں بہت ہلکے پاتے ہو، اور ان کی اون اور روؤں اور ان کے بالوں سے گھر کا سامان اور فائدہ کی چیزیں ایک مدت کے لئے بناتے ہو ۝۸۰

توحید اور انسان کی معاشرتی اور معاشی زندگی کا ذکر

۱؎ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا قادر مطلق ہے اور تمہارا محسن کہ اس نے اپنی رحمت سے تمہارے رہنے کے گھر تم کو عنایت فرمائے اور اس کے بنانے کی ترکیب تم کو سکھائی۔ پتھر اینٹ لکڑی سے اپنے مکانات بنا لیتے ہو، اور تم کو ترکیب سکھائی تا کہ جانوروں کے چمڑوں سے خیمے بنا لو جو سفر اور اقامت کے وقت تمہیں مشقت میں نہیں ڈالتے کیونکہ ہلکے ہوتے ہیں۔ اور چار پایوں کے بالوں سے بھی تم کو خیمہ بنانے کی ترکیب سکھائی۔ عرب میں اونٹ یا اور جانوروں کی کھال رنگ کر خیمہ بناتے ہیں۔ دنبے، بھیڑ، اونٹ بکری کے بال جس کو اون کہتے ہیں۔ شال، دوشالے، پشمینے وغیرہ کپڑے انہی جانوروں کے اون سے بناتے ہیں اور بھی طرح طرح کی اشیاء اس سے تیار ہوتی ہیں۔ پھر فرمایا کہ جب تک یہ دنیا قائم ہے اور جب تک تمہاری زندگی دنیا میں ہوگی تم اس سے عجیب و غریب نفع اٹھاؤ گے۔ بہر حال یہ نعمتیں جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائیں کہ خیمے وغیرہ درحقیقت امیروں کے لئے ہیں مگر بیچارے غریب جو سفر میں آتے جاتے رہتے ہیں ان کی رفع تکلیف کے لئے یہ سامان راحت مہیا کر دیا کہ جا بجا رستوں میں درخت پیدا کر دیئے ہیں تا کہ آنے جانے والے مسافر دھوپ میں اس کے سایہ میں آرام حاصل کریں اور مینہ میں بھی کچھ اس کے نیچے پناہ پکڑیں۔ اور پہاڑ اور پہاڑ کی گھاٹیاں تمہارے سایہ میں ٹھہرنے کے واسطے ایک عمدہ جگہ تیار کی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی عام نعمت کا ذکر فرمایا جو امیروں اور غریبوں پر یکساں ہے کہ تمہارے لئے پہننے کے کپڑے اس لئے بنائے کہ گرمی میں اس کو پہنو تو لو وغیرہ سے بچو اور جاڑے میں سردی سے نجات پاؤ۔ یہاں صرف گرمی کا ذکر اس وجہ سے ہے کہ عرب میں گرمی بہت زیادہ پڑتی ہے، انسان کے لئے کپڑے آرام کی چیز ہیں۔ پھر فرمایا کہ تمہارے واسطے وہ کرتے بھی تیار کرا دیئے جنہیں پہن کر لڑائی کے وقت دشمنوں کی تلوار کی ضرب سے امن میں رہو یعنی وہ کرتے جس کو زرہ کہتے ہیں۔ غرضیکہ اللہ پاک اپنی نعمتیں لوگوں پر اسی طرح پوری کرتا ہے تا کہ لوگ اس کو پہچانیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا کہ باوجود ان نعمتوں کے معلوم کرنے کے یہ لوگ اسلام سے بے بہرہ رہیں، اور ایمان

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّ
جَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ
كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا
عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَ
اَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾ ع وَيَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا ثُمَّ لَا
يُؤْذَنُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾

اور اللہ نے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں میں سے تمہارے لئے سائے بنائے اور تمہارے لئے پہاڑوں میں چھپنے کے لئے جگہ بنائی اور کچھ تمہارے لئے لباس بنائے جو تمہیں گرمی سے بچاتے ہیں اور کچھ پہناوے (یعنی زرہ وغیرہ) جو تمہیں جنگ میں محفوظ رکھتے ہیں، اور وہ اسی طرح تم پر اپنی نعمتیں تمام کرتا ہے تاکہ تم فرمانبردار ہو جاؤ ﴿۸۱﴾ پھر بھی اگر نہ مانیں تو (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تم پر صرف کھول کر حکم پہنچا دینا ہے ﴿۸۲﴾ وہ لوگ اللہ کی نعمت کو پہچانتے ہیں پھر اس کے منکر ہوتے ہیں اور اکثر ان میں کافر ہیں ﴿۸۳﴾ اور لہ جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہی دینے والا اٹھائیں گے، پھر نہ تو ان کافروں کو اجازت ملے گی اور نہ ان سے توبہ لی جائے گی ﴿۸۴﴾

نہ لائیں تو اس کا تم پر کوئی الزام نہیں ہے تمہیں تو کھول کر اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے پھر تم بری الذمہ ہو۔ ماننا نہ ماننا ان کا اختیار ہے۔ یہ لوگ خدا کی نعمتوں کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور پھر بھی تمہاری رسالت کا انکار کرتے ہیں۔ کفر کرتے ہیں تو اس کا وبال ان پر پڑے گا۔

قیامت کا ذکر

لہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے ڈر سے سب کو ڈرنا چاہیے۔ وہ دن ایسا ہوگا کہ ہر پیغمبر اپنی امت کی بابت گواہی دے گا اور ہر ایک کے کفر اور ایمان کو علانیہ طور پر مجمع عام میں ظاہر کرے گا۔ اس دن کافروں کی یہ کیفیت ہوگی کہ کوئی عذر ان کا قبول نہ ہوگا اور نہ اس سے آئندہ کے لئے اچھے عمل کو کہا جاوے گا۔

وَ اِذَا رَاَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَ لَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَ اِذَا رَاَ الَّذِیْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِیْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ ۚ فَاَلْقَوْا اِلَیْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَ اَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ یَوْمَىِٕذِ ﹰالسَّلَمَ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾ اَلَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

اور ۱؎ جبکہ ظلم کرنے والے عذاب دیکھیں گے پس نہ وہ عذاب ان پر ہلکا ہوا اور نہ انہیں مہلت ملے ﴿۸۵﴾ اور جب کہ شرک کرنے والے اپنے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے: "اے ہمارے پروردگار! یہ ہیں ہمارے شریک کہ ہم تیرے سوا پوجتے تھے" پس وہ ان پر بات ڈالیں گے کہ تم بیشک جھوٹے ہو ﴿۸۶﴾ اور (یہ مشرک اور کافر لوگ) اس دن اللہ کی طرف عاجزی سے گریں گے، اور ان سے گم ہو جائیں گی جو جھوٹ بنایا کرتے تھے ﴿۸۷﴾ جو ۲؎ لوگ کفر کرتے تھے اور اللہ کی راہ سے لوگوں کو روکتے تھے۔

خدائے تعالیٰ کی نافرمانی کا نتیجہ

۱؎ مطلب یہ ہے کہ مشرکین اور کفار جنہوں نے خدا کی نافرمانی کر کے دنیا میں اپنی جان پر ظلم کیا تھا جہنم کے عذاب کو دیکھیں گے اور ان پر عذاب ہونے لگے گا تو پھر اس میں کمی نہیں کی جاوے گی، دم لینے کی بھی مہلت نہیں ملے گی۔ اور جس وقت مشرکین اپنے ان معبودوں کو دیکھیں گے جنہیں دنیا میں وہ پوجتے تھے اور خدا کا شریک ٹھہراتے تھے تو کہنے لگیں گے کہ: اے رب یہی ہمارے وہ شریک ہیں، جنہیں ہم تیرے سوا دنیا میں پوجتے اور پکارتے تھے۔ انہیں کی نسبت ہمارا یہ خیال تھا کہ ان کے سبب سے ہمیں تیری قربت حاصل ہوگی اور انہیں کی نسبت ہمارا یہ خیال تھا کہ تیرے دربار میں یہ ہماری شفاعت کریں گے۔ مشرکوں کی یہ باتیں سن کر ان کے وہ معبود جلدی سے ان کے قول کو جھٹلا دیں گے کہ: تم محض جھوٹے ہو تم نے ہرگز ہماری عبادت نہیں کی۔ تم تو اپنی خواہش نفسانی کے پیرو تھے۔ تمہارا نفس جو کچھ تمہیں سکھاتا تھا وہی کرتے تھے۔

۲؎ نیکی سے روکنے کی سزا: اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی برا کام کرے گا اس کو جو سزا اس برے کام کی مقرر ہے وہ تو ملے ہی گی اور جو برا کام کر کے دوسرے کسی کو نیک کام سے باز رکھے گا، اس باز رہنے والے کو جو سزا ہوگی اسی قدر اس باز رکھنے والے کو زیادہ سزا ملے گی۔ یعنی دوگنی سزا ہوگی۔

زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ ﴿۸۸﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ ؕ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۸۹﴾ ع اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾

ہم ان کو عذاب پر عذاب زیادہ دیں گے اس سبب سے کہ وہ فساد کرتے تھے ﴿۸۸﴾ اور ۱؎ جس دن کہ ہم ہر گروہ میں سے انہیں میں کا ایک گواہ (یعنی پیغمبر) اٹھائیں گے کہ ان پر گواہی دے اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لائیں گے، اور ہم نے تم پر یہ قرآن نازل کیا ہے کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری مسلمانوں کو سنانے والا ہے ﴿۸۹﴾ بیشک ۲؎ اللہ حکم دیتا ہے انصاف کا اور نیکی کا اور رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرنے کا، اور منع کرتا ہے بے حیائی اور ہر طرح کی بری بات سے اور سرکشی سے، اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم (سمجھو اور) نصیحت قبول کرو ﴿۹۰﴾

پچھلی امت کے رسولوں کی صداقت کا ذکر

۱؎ اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت میں خطاب کر کے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر امت کے رسول اس امت کی حالت کی گواہی دیں گے اور جب وہ امتیں اپنے رسولوں کو جھٹلاویں گی تو اے رسول اللہ کے تم سے ان رسولوں کے بیان کی صداقت کرائی جاوے گی کیونکہ قرآن شریف میں یہ سب صداقت موجود ہے۔ پھر اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ اللہ نے وہ کتاب اتاری ہے، جو ساری باتیں کھول کھول کر بیان کرتی ہے۔ اسی واسطے اس میں پہلے رسولوں کے بیان کی صداقت موجود ہے اور جو لوگ فرمانبردار ہیں ان کو یہ کتاب نجات کا رستہ بتاتی ہے اور جو اس پر عمل کرتے ہیں ان کے لئے یہ کتاب اللہ کی رحمت اور جنت کی خوشخبری ہے۔

۲؎ اللہ تعالیٰ کی نصیحت، جو ہر ایماندار کو یاد رکھنی چاہیے: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ

وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ؕ

اور ۱؎ اللہ کا عہد پورا کرو جب تم قول باندھو اور قسموں کو مضبوط کر کے نہ توڑو اور بیشک تم اللہ کو اپنے اوپر ضامن کر چکے ہو، بیشک اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ﴿۹۱﴾ اور تم اس عورت ۲؎ کے مانند نہ ہو جاؤ جس نے اپنا سوت بڑی محنت سے مضبوط کات کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا،

انصاف کلمہ طیبہ یعنی لا الٰہ الا اللہ کی گواہی ہے اور ''احسان'' فرائض کا ادا کرنا ہے۔ اور آپ ہی کی ایک اور روایت ہے کہ شرک کا ترک کرنا عدل ہے، اور خدا کی عبادت یوں کرنا کہ عبادت کرنے والا گویا خدا کو دیکھ رہا ہے۔ اگر ایسا ممکن نہ ہو تو یہ سمجھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے، یہ حسن عبادت ہے۔ پھر قرابت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا حکم فرمایا کہ ان کو دیتے لیتے رہو۔ اگر خدا کا فضل تمہارے شامل حال ہو اور تمہیں مقدور ہو تو روپے پیسے سے ان کی مدد کرو۔ اگر تم بھوکے محتاج ہو تو میل ملاپ، محبت مروت کی ہمدردی ان کے ساتھ کرتے رہو۔ پھر اللہ پاک نے نیک خصلتوں کے اختیار کرنے کا حکم فرما کر برے اخلاق سے منع فرمایا۔ کہ فحش باتوں سے بچتے رہو اور جو بات شریعت خدا اور سنت رسول اللہ میں نہ پائی جاوے وہ منکر ہے، اس سے بچو۔ اور سرکشی اور قطع رحم بڑا گناہ ہے جس کے گنہگار کو دنیا میں جلدی عذاب کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں جو نصیحت فرمائی ہے وہ ہر ایماندار شخص کو یاد رکھنی چاہیے۔

عہد کو پورا کرنا

۱؎ **شان نزول:** ارشاد ہوتا ہے کہ جب تم عہد کرو تو اس کو پورا کرنا چاہیے۔ یہ آیت اس گروہ کی شان میں نازل ہوئی جس نے آنحضرت ﷺ سے مکہ معظمہ میں بیعت کی تھی اور کفار قریش کا غلبہ اور مسلمانوں کی کمزوری دیکھ کر انہیں بے صبری اور پریشانی پیدا ہوئی۔ شیطان نے چاہا کہ انہیں فریب دے تاکہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ عہد شکنی کریں۔ حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر انہیں راہ وفا پر ثابت قدم کر دیا اور حکم کیا کہ عہد پورا کرو اور عہد موکد کرنے کے بعد عہد شکنی نہ کرو۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کو تم نے اپنے عہدوں پر گواہ بنایا ہے اور یہ امر تحقیقی ہے کہ اللہ تمہارے عمل سے واقف ہے۔

۲؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم اس عورت جیسے نہ بن جاؤ جو سوت کتوا کر پکا ہو جانے کے بعد پھر الٹا چرخا پھروا کرتا گے کے بل کھلوا ڈالتی تھی۔ اس کے فعل سے اس واسطے تشبیہ دی کہ عہد کا باندھ کر توڑ ڈالنا اس عورت کی حماقت کے موافق ہے۔ تم عہد شکنی کر کے یہ چاہتے ہو کہ خیانت کر کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے مال میں فوقیت دلا دو۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ

تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًا بَيْنَكُمْ اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ؕ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾

کہ تم اپنی قسموں کو آپس میں معاملہ میں حیلہ بناتے ہو اس وجہ سے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ سے بڑھ جائے، سوائے اس کے نہیں کہ اللہ اس معاملہ میں تمہاری آزمائش کرتا ہے اور بیشک قیامت کے روز تمہارے سامنے صاف ظاہر کردے گا جس بات میں تم اختلاف کرتے تھے ﴿۹۲﴾ لہ اور اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا و لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے، اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے، اور بیشک تم سے پوچھا جائے گا جو کام تم (دنیا میں) کرتے تھے ﴿۹۳﴾

تمہاری آزمائش کرتا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جاوے کہ کون وفادار ہے اور کون بے وفا، یعنی کون خدا کے عہد کا یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کا لحاظ رکھتا ہے اور کون نہیں رکھتا۔ اور قیامت کے دن بدعہدی کے گناہ تمہیں جتلائے جائیں گے اور حق و ناحق علیحدہ علیحدہ کر دیا جاوے گا اور اسی کے موافق جزا و سزا کی جاوے گی۔

تمام دنیا کے لوگوں کو ایک ہی امت بنانے کا ذکر

لہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اگر اللہ چاہتا تو سارے جہان کے لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا کوئی کسی کا مخالف نہ ہوتا اور بدعہدی اور جھوٹی قسم کھانے کا موقع پیش نہ آتا مگر اس کی مشیت اس کی مقتضی نہ ہوئی۔ اس بات میں اس کی حکمت تھی کہ متعدد طریقے قائم ہوں اور وہ جس کو چاہے راہ راست پر آنے کی توفیق نہ دے اور جسے چاہے ہدایت دے اور پھر قیامت کے دن سارے لوگوں سے ان کے عمل کی پرسش کرے کہ تم نے کیا بھلائی کی اور کیا برائی کی۔ پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ذکر کیا اور تاکید کی کہ تم قسم کھا کر اور قول و قرار کر کے پھرو نہیں۔ اس میں بہت بڑی خرابی تمہارے لئے بھی ہے اور خدا کے دین میں بھی خلل آتا ہے۔ تمہاری عہد شکنی اور وعدہ خلافی سے اور لوگ جو دین اسلام میں آنا چاہتے ہیں وہ بدظن ہو جائیں گے اور تمہارے قدم جمے ہوئے بھی اکھڑ جائیں گے۔ اور جب تمہارے قدم اکھڑے اور دوسرے لوگ تمہارے دین میں نہ داخل ہوئے تو بے شبہ تمہاری قوت گھٹ جائے گی اور تمہیں ذلت نصیب ہوگی۔ علاوہ اس کے آخرت میں تمہیں اس کردار کی سزا میں عذاب کا سامنا ہوگا۔ یہاں قسم سے مطلب وہ بیعت ہے جو اسلام لانے کے وقت لوگوں سے لی جاتی تھی

وَلَا تَتَّخِذُوْۤا اَیْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَیْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَ تَذُوْقُوا السُّوْٓءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَ لَكُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشْتَرُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِیْلًا ؕ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۵﴾ مَا عِنْدَكُمْ یَنْفَدُ وَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ؕ وَ لَنَجْزِیَنَّ الَّذِیْنَ صَبَرُوْۤا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ﴿۹۶﴾

اور تم آپس کے معاملات میں اپنی قسموں کو بے اصل برابر نہ بناؤ کہ کہیں کوئی پاؤں جمنے کے بعد پھسل نہ جائے، اور تمہیں برائی چکھنی ہو اس سبب سے کہ تم نے اللہ کی راہ سے روکا، اور تم کو بڑا عذاب ہو ﴿۹۴﴾ اور تم لوگ اللہ کے عہد کے بدلے میں (دنیا کا) تھوڑا سا فائدہ مت حاصل کرو، پس اللہ کے پاس جو چیز ہے وہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو ﴿۹۵﴾ جو کچھ تمہارے پاس ہے سب فنا ہو جائے گا اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ ہمیشہ رہنے والا ہے، اور بیشک ہم صبر کرنے والوں کو ان کا وہ صلہ دیں گے جو ان کے سب سے اچھے کام کے قابل ہو ﴿۹۶﴾

پھر جتلایا کہ لالچ میں آن کر دنیا کے مال فانی کی حرص میں اگر خدا کے عہد کو توڑ ڈالو گے تو تمہارے حق میں بہتر نہ ہوگا۔ دنیا کا مال اگر چہ کتنا ہی کثیر ہو اور کتنا ہی بیش بہا ہو مگر دنیا ہمیشہ کے لئے نہیں ہے اور نہ ہمیشہ اس کو بقا ہے۔ اس لئے جو چیزیں اسکی ہیں وہ بھی پائیدار نہیں اور اگر خدا کے عہد پر جمے رہو گے تو اس کا بدلہ آخرت میں جو کچھ تمہیں ملے گا وہ تمام دنیا کی دولت سے بدرجہا بہتر ہے، کیونکہ ہمیشہ کیلئے اس کو قیام ہے۔ اور دائمی چیز اگر قلیل بھی ہو تو اس فانی چیز سے جو کثیر ہو کہیں بہتر سمجھی جاتی ہے تم اس بات کو جانتے نہیں ہو۔ اور اگر تمہیں اتنا علم ہو جائے تو آخرت کے انعام پر دنیا کی فانی دولت کو ہرگز ترجیح نہ دو۔ پھر فرمایا کہ تم جس طرح ناپید ہونے والے ہو اسی طرح تمہارے پاس کی چیزیں بھی ناپید ہونے والی ہیں۔ اور خداوند عالم جس طرح ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، اسی طرح ان کے پاس کی چیزیں بھی دائم البقا ہیں۔ پھر صبر کرنے والوں کو بشارت دی کہ صابرین کو ایسا بدلہ ملے گا جس طرح انہوں نے اپنے نفسوں پر جبر کر کے صبر کیا اسی طرح اللہ پاک انہیں جزا بھی دے گا۔ ایک عمل کا دس گنا سے لے کر سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ بدلہ ملے گا۔

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلۡطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيۡنَ يَتَوَلَّوۡنَهٗ وَالَّذِيۡنَ هُمۡ بِهٖ مُشۡرِكُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾ ع

جو۱ کوئی نیک کام کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو (بشرطیکہ) وہ مسلمان ہو، تو ہم اس کو (دنیا میں بھی) اس کی زندگی اچھی بسر کرائیں گے اور بیشک (آخرت میں بھی) انہیں ان کا اجر نیک دیں گے جو ان کے سب سے بہتر کام کے لائق ہو ﴿۹۷﴾ پس ۲ جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ مانگو ﴿۹۸﴾ بیشک اس کا کچھ بھی قابو ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں ﴿۹۹﴾ بس اس کا قابو تو ان ہی لوگوں پر چلتا ہے کہ جو اس سے دوستی کرتے ہیں اور اسے شریک ٹھہراتے ہیں ﴿۱۰۰﴾

اسلام کے عہد پر قائم رہنے کا ذکر

۱ آیت میں اللہ پاک نے یہ فرمایا کہ جو شخص اسلام کے عہد پر قائم رہے گا اور نیک عمل کرے گا، خواہ وہ عمل کرنے والا مرد ہو یا عورت اس کو دنیا میں بھی بھلائی ہے اور آخرت میں بھی بھلائی۔ دنیا میں اس کی زندگی چین سے کٹے گی اور آخرت میں اس کے عمل کا بہتر سے بہتر بدلہ ملے گا۔

قرآن شریف پڑھنے سے پہلے شیطان سے پناہ مانگنے کا حکم

۲ اس آیت میں اللہ پاک نے یہ حکم فرمایا کہ قرآن شریف کی تلاوت شروع کرتے وقت اعوذ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ پڑھو یہ مستحب ہے۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور خدا ہی پر ہر ایک کام میں اپنا بھروسہ رکھتے ہیں، شیطان کا ان پر کوئی قابو نہیں چلتا۔ اور جن لوگوں نے شیطان کو اپنا رفیق ٹھہرا لیا ہے اور ہر ایک کام میں اس کو شریک ٹھہراتے ہیں انہیں پر شیطان کا زور بھی چلتا ہے اور وہ انہیں کے دل میں وسوسہ ڈال ڈال کر گمراہ کرتا رہتا ہے۔

وَ اِذَا بَدَّلْنَاۤ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍۙ وَّ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْۤا اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُفْتَرٍؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِیُثَبِّتَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُسْلِمِیْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَ لَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا یُعَلِّمُهٗ بَشَرٌؕ

اور[۱] جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری آیت اور جو کچھ وہ نازل کرتا ہے (اس کی مصلحتوں کو) اللہ ہی خوب جانتا ہے، تو یہ کافر کہتے ہیں: ''تم تو دل سے بنالائے ہو'' بلکہ ان میں اکثر کو علم نہیں ﴿۱۰۱﴾ تم فرماؤ کہ اس کو تو روح القدس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق کے ساتھ لے کر آئے ہیں تا کہ اس سے ایمان والوں کو ثابت قدم کرے اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور خوشخبری ہو ﴿۱۰۲﴾ اور[۲] بیشک ہم جانتے ہیں کہ وہ (کافر) لوگ کہتے ہیں کہ اس رسول کو کوئی آدمی سکھاتا ہے،

ناسخ منسوخ کا ذکر

[۱] **شان نزول:** جب اللہ پاک قرآن مجید کی کسی آیت کو منسوخ فرما دیتا اور اس کی جگہ دوسری آیت نازل فرماتا تو مشرکین مکہ کہتے تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قرآن اپنے جی سے بنایا ہے۔ آج ایک کام کا حکم فرماتا ہے کل اس سے منع کرتا ہے۔ ہمارے خیال سے وہ اپنی طرف سے گھڑ گھڑ کر کہتا ہے۔ ان کے قول کو رد کرنے کو خدا تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ لوگ قرآن کے نازل ہونے کی حقیقت سے بالکل ناواقف ہیں قرآن مجید ایک معجزہ ہے۔ اللہ ہی کو اس کا علم ہے وہی جانتا ہے کہ کون سا حکم اس وقت کے لئے مناسب ہے۔ پھر دوسرے وقت کی مصلحت کے لحاظ سے کون سا حکم ہونا چاہیے۔ پھر فرمایا کہ ان کفار سے کہہ دو کہ ساری آیتیں قرآن کی جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پاس سے لاتے ہیں، اس میں کوئی ناسخ ہو یا منسوخ، سب اسی پاک پروردگار عالم کی طرف سے ہیں۔ جو لوگ صاحب ایمان ہیں خدا اور رسول پر ان کا پکا عقیدہ ہے وہ ہر ایک آیت پر ثابت قدم ہیں اور جانتے ہیں کہ قرآن شریف اللہ کا کلام ہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے پیغمبر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جیسا پیغام آتا ہے یہ اس کو پہنچا دیتے ہیں اس ثابت قدمی کے سبب سے یہ صاحب ایمان لوگ روز بروز ہدایت پاتے رہتے ہیں اور نئی آیتوں سے نئی نئی بشارت ان کو آخرت کے واسطے پہنچتی رہتی ہے۔

مشرکین مکہ کے اعتراض کا جواب

[۲] **شان نزول:** یہاں مشرکین مکہ کا دوسرا اعتراض قرآن کی نسبت اللہ پاک نے بیان فرمایا کہ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو

لِسَانُ الَّذِیۡ یُلۡحِدُوۡنَ اِلَیۡہِ اَعۡجَمِیٌّ وَّ ھٰذَا لِسَانٌ عَرَبِیٌّ مُّبِیۡنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ۙ لَا یَہۡدِیۡہِمُ اللّٰہُ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا یَفۡتَرِی الۡکَذِبَ الَّذِیۡنَ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ۚ وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡکٰذِبُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾

حالانکہ وہ آدمی جس کی طرف منسوب کرتے ہیں اس کی زبان عجمی ہے اور یہ قرآن صاف عربی زبان ہے ﴿۱۰۳﴾ بے شک ۱؎ جو لوگ اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اللہ ان کو راستہ ہدایت کا نہیں دکھاتا، اور ان کے لئے آخرت میں درد دینے والا عذاب ہے ﴿۱۰۴﴾ (اپنے دل سے) جھوٹ تو وہی بنایا کرتے ہیں جو اللہ کی آیتوں پر ایمان نہیں لاتے اور (دراصل) وہی لوگ جھوٹ بولنے والے ہیں ﴿۱۰۵﴾

یہ کہتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام نہیں بلکہ ایک آدمی محمد ﷺ کو یہ قرآن سکھا جاتا ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ ایک رومی غلام مسلمان ہو کر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اکثر رہا کرتا اور قرآن مجید سیکھا کرتا تھا۔ مشرک کہا کرتے تھے کہ محمد ﷺ اس سے سیکھ کر ہم سے بیان کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا یہ افترا اس آیت کو نازل کر کے باطل کر دیا کہ جس شخص کی زبان عربی نہیں ہے اس شخص کو اللہ کے رسول کا استاد قرار دیتے ہیں۔ یہ تو ظاہر بات ہے کہ قرآن مجید فصیح و بلیغ زبان عربی میں نازل ہوا ہے پھر یہ کس طرح عجمی شخص کی تعلیم قرار دی جا سکتی ہے۔ یہ مشرکین مکہ خود عربی زبان کے بڑے ماہر اور نہایت فصیح و بلیغ ہیں، پھر بھی ایک سورۃ اس قرآن کی سورۃ جیسی نہیں بنا سکتے اور غیر زبان والے کو بتلاتے ہیں کہ محمد ﷺ اس سے قرآن کی آیتیں سیکھتے ہیں۔ اس سے ثابت ہو گیا جو کلام آیا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بذریعہ وحی کے نازل ہوا ہے۔

۱؎ جو لوگ خدا کی نشانیوں پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے ذکر سے منہ پھیرتے ہیں اس کے کلام کی تصدیق نہیں کرتے، ہرگز ہدایت نہیں پا سکتے اور نہ زبردستی خدا انہیں راہ راست پر لائے گا کیونکہ ان کی بدبختی پہلے ہی اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں ظاہر ہو چکی ہے۔ اس لئے آخرت میں ان کے واسطے بہت ہی دردناک عذاب مقرر کیا گیا ہے۔ یہ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن محمد ﷺ نے اپنے جی سے گھڑ کر بنایا ہے یا کسی بشر نے انہیں سکھایا ہے، یہ ان لوگوں کا جھوٹ ہے ایسے شخص کو جو نہایت راست گو مشہور ہیں انہیں جھٹلاتے ہیں، یعنی اللہ کے رسول کی صداقت کی شہرت کے بعد پھر جو یہ لوگ ان کو جھٹلاتے ہیں تو یہی لوگ جھوٹے ہیں۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَ لٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

جوکوئی ۱؎ ایمان لانے کے بعد پھر اللہ کا منکر ہو جائے، سوائے اس کے جو مجبور کیا جائے (کہ جان کا خوف ہو) اور دل اس کا ایمان پر جما ہوا ہو (تو ایسے لوگوں سے مواخذہ نہیں) ۲؎ ولیکن جو کوئی دل کھول کر کافر ہو تو ان پر اللہ کا غضب ہے، اور ان کے لئے بڑا سخت عذاب ہے ﴿۱۰۶﴾ اس سبب سے کہ انہوں نے دنیا کی زندگی کو آخرت سے عزیز سمجھا اور بیشک اللہ ایسے) کافروں کو ہدایت نہیں دیا کرتا ﴿۱۰۷﴾

کلمۂ کفر زبردستی کا گناہ نہیں

۱؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بعد ایمان کے کافر ہو جائے بشرطیکہ وہ کلمہ کفر فقط زبردستی کی وجہ سے ہو، اگر دل میں ایمان کی تصدیق ہوگی اور فقط زبردستی سے کلمہ کفر زبان پر آجائے گا تو اس کا کچھ گناہ نہیں۔ گناہ اس کا ہے جو بغیر کسی کی زبردستی کے اپنی خوشی سے ایمان لانے کے بعد کفر اختیار کرے۔ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئی کہ انہیں اور ان کے والد اور ان کی والدہ اور بلال اور خباب اور سالم رضی اللہ عنہم کو پکڑ کر کفار نے سخت سخت ایذائیں دیں تاکہ وہ اسلام سے پھر جائیں۔ لیکن یہ حضرات نہ پھرے تو کفار نے حضرت عمار کے والدین کو بہت بے رحمیوں سے قتل کیا اور عمار ضعیف تھے ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔

جان کر کفر اختیار کرنے کا نتیجہ

۲؎ مطلب یہ ہے کہ ملزم وہ شخص ہے جس کے سینہ میں کفر سرایت کر گیا ہو یعنی دل میں اعتقاد کفر جم گیا ہو، پس ایسے لوگ غضب الٰہی میں گرفتار ہوتے ہیں اور جناب احکم الحاکمین ان سے ناراض ہے۔ انہی کے واسطے بہت بڑا عذاب ہے کیونکہ انہوں نے آخرت پر دنیا کی زندگی کو ترجیح دی ہے، عقبیٰ کو چھوڑ کر دنیا کو اختیار کیا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ ایسے کافروں کو نیک بات کی توفیق نہیں دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے وہ حق بات کو نہیں سمجھ سکتے اور ان کانوں پر مہر لگادی ہے وہ حق بات کو نہیں سن سکتے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے وہ قدرت حق کو نہیں دیکھ سکتے۔ یہ لوگ حق سے غافل ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کفار قیامت میں خسارہ پائیں گے۔ کیونکہ عمر کا سرمایہ بازار دنیا میں انہوں نے ضائع کیا اور کچھ نہ خرید کیا اور ان مفلسوں کے پاس بازار قیامت میں ہاتھ خالی اور حسرت بھرے دل کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَأَبْصَارِهِمْ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ﴿١٠٨﴾ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ﴿١٠٩﴾ ثُمَّ إِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِينَ هَاجَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوا ثُمَّ جَاهَدُوا وَصَبَرُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١١٠﴾ يَوْمَ تَأْتِي كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَفْسِهَا وَتُوَفَّىٰ كُلُّ نَفْسٍ مَا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿١١١﴾

یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اللہ نے مہر کردی ہے، اور وہی لوگ غافل ہیں ﴿۱۰۸﴾ اس میں شک نہیں کہ وہی لوگ آخرت میں نقصان اٹھانے والے ہیں ﴿۱۰۹﴾ پھر ۱؎ بیشک تمہارا پروردگار ان لوگوں کے لئے جنہوں نے ہجرت کی بعد اس کے کہ وہ ستائے گئے (تا کہ کفر کا کلمہ کہیں) پھر انہوں نے (ہجرت کے بعد) جہاد کیا اور (مصیبت میں) صابر رہے، بیشک تمہارا پروردگار ان اعمال کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۱۰﴾ جس دن کہ ہر جان اپنے ہی لئے جھگڑتی آئے گی، اور ہر جان کو اس کے عمل کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا (اس دن کافروں کا کیا حال ہوگا) ﴿۱۱۱﴾

توبہ کرنے کا ذکر

۱؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جو کمزور تھے اور اپنی قوم میں خوار و ذلیل ہو رہے تھے اور کفار مکہ کے فتنہ میں پڑ گئے تھے اور پھر قابو و موقع پا کر وہاں سے نکل کھڑے ہوئے اور خدا کی رضامندی کے لئے اپنے سارے کنبے اور رشتے کے لوگوں کو چھوڑ کر ہجرت کی اور پھر جب کفار اور مسلمانوں میں جنگ کا سامان ہوا تو خوب لڑے۔ اللہ پاک نے ان کی شان میں یہ فرمایا کہ جب اتنے کام ان سے دیکھ لئے تو ان پر خدا کی بخشش ہوئی یعنی توبہ منظور ہوگئی کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ ان پر اس روز رحم فرمائے گا جب نہ بیٹا باپ کو پوچھے گا نہ بھائی کو بھائی کی پرواہ ہوگی۔ بی بی شوہر سے شوہر بی بی سے گھبرائیں گے۔ غرضیکہ کوئی کسی سے فائدہ نہیں حاصل کر سکتا۔ فرمایا کہ وہ روز ایسا ہے کہ اس دن ہر ایک نفس کے کردار کا بدلہ بھرپور دیا جائے گا۔ جس نے جیسا کیا ہوگا اس کو ویسی جزا ملے گی ان پر کسی قسم کا ظلم نہ ہوگا۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪

اور[۱] اللہ ایک ایسی بستی والوں کی مثال بیان فرماتا ہے جو امن و اطمینان سے رہتے تھے، ان کی روزی بافراغت ہر جگہ سے چلی آتی تھی، پھر انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی، پس اللہ نے ان کے ان (برے) کاموں کے سبب یہ سزا چکھائی کہ (انہیں نعمتوں سے محروم کر دیا روزی کی جگہ) فاقہ اور (اطمینان کی جگہ) خوف ان پر چھا گیا ﴿۱۱۲﴾ اور بیشک ان کے پاس ان ہی میں سے ایک رسول آیا پس انہوں نے اسے جھٹلایا تو ان کو عذاب الٰہی نے پکڑا اور وہ ظالم تھے ﴿۱۱۳﴾ پس جو[۲] اللہ نے تجھ کو حلال پاکیزہ روزی دی، اس میں سے کھاؤ پیو۔

۱؎ **نافرمان بستی کی حالت:** اللہ پاک نے اس آیت میں اس بستی کی مثال بیان فرمائی جہاں کے رہنے والے لوگ ہر طرح کی راحت و آرام میں اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ کھانے پینے کا انہیں آرام تھا۔ طرح طرح کی روزی اور معاش بے خوف و خطر اور بے مشقت انہیں مل جاتی تھی۔ اپنے ملک میں کسی دشمن کا ڈر نہیں رکھتے تھے، مگر انہوں نے بیٹھے بٹھائے خدا کی نعمتوں کی ناشکری کی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی حالت کو بدل ڈالا نہ تو وہ امن و امان قائم رہا اور نہ وہ کھانے پینے کا آرام رہا، بھوکے مرنے لگے اور چاروں طرف سے خوف و خطر نے ان کو آ گھیرا۔ بڑی ناشکری ان لوگوں کی یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے جب اپنا پیغمبر انکی ہدایت کو بھیجا، انہوں نے اس کو جھٹلایا جس کے سبب سے اللہ پاک نے ان پر عذاب نازل کیا وہ ان کے ظلم کا نتیجہ تھا ورنہ خدا ناحق کسی پر جور و تعدی نہیں کرتا۔ ظلم اس نے اپنی ذات پاک پر حرام ٹھہرالیا ہے۔

مومن بندوں کی شکر گزاری

۲؎ اس آیت میں مسلمانوں سے خطاب ہے کہ کافروں کو تو ہم نے قحط میں مبتلا کیا اور پھر اپنے رسول کا دست نگر بنایا۔ اب تمہارے ساتھ یہ سلوک کرتے ہیں کہ تم کو رزق پاکیزہ اور حلال عنایت فرماتے ہیں۔ تم کو چاہیے کہ خوب مزے سے کھاؤ اور تم اللہ کا شکر ادا کرو اگر تم اس کے خالص بندے ہو اور اس کی عبادت کرتے ہو اس کے سوا دوسرے کو نہیں پوجتے۔

وَاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ

اور اللہ کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو ﴿۱۱۴﴾ تم پر تو یہی حرام کیا گیا ہے ۱؎ مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس کے ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا پھر جو کوئی لاچار ہو نہ خواہش کرتا اور نہ حد (ضرورت) سے گزرنے والا ہو (اور وہ جان بچانے کے لئے کچھ کھالے) تو بیشک اللہ بخشنے والا رحمت والا ہے ﴿۱۱۵﴾ اور ۲؎ نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ خدا پر جھوٹ باندھو۔

حلال وحرام جانوروں کا ذکر

۱؎ پھر فرمایا کہ ایسا نہ کرو کہ خدا کی حلال کی ہوئی چیزیں حرام اور حرام کو حلال بنالو، جس طرح مشرکوں کا قاعدہ ہے جس کی تفصیل سورۂ انعام میں گزر چکی ہے۔ پھر فرمایا کہ خدا نے تم پر چند چیزیں حرام کی ہیں اور باقی اشیاء تم پر حلال وطیب ہیں اپنی قوت بازو سے حاصل کرو اور کھاؤ۔ جو چیزیں خدائے تعالیٰ نے حرام ٹھہرائی ہیں وہ یہ ہیں۔ ❶ مردار۔ ❷ خون سور کا گوشت اور وہ۔ ❸ وہ جانور جس پر ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لیا گیا ہو، حرام ہے۔ مگر وقت ضرورت کے اگر اس وقت جب جان پر آن بنے اور سوائے ان حرام اشیاء کے اور کوئی چیز کھانے کو میسر نہ آتی ہو تو بقدر جان بچانے کے کھالینا جائز ہے اور خداوند کریم تمہیں اس پر نہیں پکڑے گا۔ وہ بڑا غفور ورحیم ہے کہ اس نے جان بچانے کے وقت حرام چیزوں کو تم پر حلال کردیا۔

شریعت کے موافق چلنے کا حکم

۲؎ حاصل اس آیت کے یہ ہیں کہ شریعت اللہ کے حکم کا نام ہے۔ اس لئے جب تک اللہ یا رسول وقت جو اللہ کی طرف سے پیغام ہدایت لے کر آئے ہیں کسی چیز کو حرام یا حلال یا جائز ناجائز بیان نہ کریں امت میں سے کسی شخص کو اللہ تعالیٰ نے یہ حق نہیں دیا ہے کہ اپنی طرف سے کسی چیز کو حرام یا حلال ٹھہرادے۔ جیسے ایصال ثواب کی چیزیں جن کی حرمت شریعت میں وارد نہیں ہوئی ناجائز بتاتے ہیں۔ انہیں اس آیت کے حکم سے ڈرنا چاہیے ایسی چیزوں کی نسبت یہ کہہ دینا کہ یہ شرعاً حرام ہیں اللہ

اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۠ وَّ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَ عَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَ مَا ظَلَمْنٰهُمْ وَ لٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾ ع

بیشک جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں وہ فلاح نہیں پائیں گے ﴿۱۱۶﴾ (یہ دنیا میں) چندروزہ عیش ہے اور (مرنے کے بعد) ان کے لئے عذاب درد دینے والا ہے ﴿۱۱۷﴾ لہ اور یہودیوں پر ہم نے وہ چیزیں حرام کردیں جن کا بیان ہم اس سے پہلے تم سے کر چکے ہیں اور ہم نے تو ان پر کچھ ظلم نہ کیا ولیکن وہ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے تھے ﴿۱۱۸﴾ پھر بیشک تمہارا پروردگار ان لوگوں کے لئے جو جہالت سے برے کام کر بیٹھیں، پھر اس کے بعد توبہ کریں اور نیک کام کریں بیشک تمہارا پروردگار اس کے بعد ضرور بخشنے والا مہربان ہے ﴿۱۱۹﴾

تعالیٰ پر افترا کرنا ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹی باتیں لگاتے ہیں وہ فلاح نہیں پاتے ہیں۔ ترمذی، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں جو روایت ہے اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شریعت میں فتویٰ دینے والے عالموں کی تین قسمیں ٹھہرا کر ایک قسم کے لوگوں کو جنتی اور دو قسم کے لوگوں کو جہنمی فرمایا ہے: (۱) ایک وہ کہ جو شریعت میں کوئی حکم یا فتویٰ دیوے وہ انجانی سے نہ ہو بلکہ خوب تلاش کے بعد شریعت کے حکم کے موافق حق فتویٰ اور حکم دیوے یہ تو مفتی جنتی ہوا۔ (۲) دوسرا وہ کہ شریعت کا حکم اس کو معلوم تو ہو مگر کسی دنیا کے لالچ یا رعایت کے سبب سے خلاف حکم شریعت کے فتویٰ یا حکم دیوے۔ (۳) تیسرا وہ کہ اصل حکم شریعت کا تو اس کو معلوم نہیں مگر اپنی رائے سے ایک بات کو شریعت کا حکم ٹھہرا کر فتویٰ یا حکم دیوے تو یہ دونوں آخر والے مفتی جہنمی ہیں۔ قیامت میں ان کی رہائی نہیں ہو سکتی۔ پھر فرمایا کہ چند روز مزے اڑالیں پھر ان کے واسطے دردناک عذاب موجود ہے۔

توبہ کا ذکر

لہ اس آیت میں اللہ پاک نے یہود کے حال کا بیان فرمایا کہ ان پر جو جو چیزیں حرام کی گئیں تھیں ان کا ذکر پہلے سورۂ انعام میں گزر چکا ہے۔ پھر فرمایا کہ ہم نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا لیکن انہوں نے ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا، یہاں تک کہ وہ مستحق عذاب ہو گئے۔ پھر فرمایا کہ تیرا رب ایسا رحیم اور کریم ہے کہ جو لوگ ناعاقبت اندیشی سے برے کام کرتے ہیں، پھر اس کے بعد

اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِیْفًا ؕ وَ لَمْ یَكُ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۟ۙ (۱۲۰) شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهٖ ؕ اِجْتَبٰىهُ وَ هَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (۱۲۱) وَ اٰتَیْنٰهُ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ؕ وَ اِنَّهٗ فِی الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ؕ (۱۲۲) ثُمَّ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا ؕ وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ (۱۲۳)

بے شک ۱؎ ابراہیم ایک پیشوا تھے وہ خدا کے بڑے فرمانبردار یک طرفہ بندے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے (۱۲۰) اللہ کی نعمتوں کے بڑے شکر گزار تھے، اللہ نے ان کو منتخب کرلیا اور ان کو سیدھی راہ دکھائی (۱۲۱) اور ہم نے ان کو دنیا میں خوبی دی اور بیشک وہ آخرت میں اچھے لوگوں میں ہیں (۱۲۲) پھر ہم نے (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہاری طرف وحی بھیجی کہ تم دین ابراہیم کی پیروی کرو جو بالکل ایک طرف (خدا ہی کے) ہو رہے تھے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے (۱۲۳)

گناہوں سے پشیمان ہو کر نادم ہوتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں اور اچھے کام کرنے لگتے ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی رحمت سے پیش آتا ہے۔ ان کے گناہ معاف کر کے ان پر مہربانی فرماتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر

۱؎ مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ مکہ کے مشرک حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے تھے اور اپنے تمام طریقوں کو ان کی سنت اور ان کی شریعت خیال کرتے تھے۔ لہٰذا ارشاد ہوا کہ ابراہیم علیہ السلام تو ہمارا شکر گزار بندہ تھا وہ ہرگز مشرک نہ تھا۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ نو صفتیں بیان فرمائیں تا کہ مشرکین مکہ قائل ہوں کہ ان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی کوئی بھی صفت نہیں ہے:

(۱) حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے اکیلے دم سے تھے۔ ان کے زمانہ میں سارے لوگ کافر تھے یعنی اکیلے آپ ہی مومن تھے۔ (۲) خدا کے پکے فرمانبردار۔ (۳) ان کی ذات میں کوٹ کوٹ کر توحید بھری ہوئی تھی۔ (۴) اپنی عمر کے کسی حصہ میں بھی شرک کرنے والوں میں نہیں تھے، بلکہ بت خانہ میں گھس کر بتوں کو توڑ ڈالا جس کے سبب سے آگ میں ڈالے گئے۔ (۵) شکر گزار تھے۔ (۶) ابراہیم علیہ السلام کو اللہ پاک نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے منتخب کیا۔ (۷) راہ راست پر تھے۔ (۸) دنیا میں اللہ نے انہیں عیش و عشرت دی تھی۔ (۹) آخرت میں بھی وہ اچھے لوگوں میں ہیں پھر فرمایا کہ تم لوگ جو اپنے کو ملت ابراہیم پر سمجھتے ہو محض غلط ہے، بلکہ اصل ملت ابراہیم پر ہمارے نبی ہیں۔ ہم نے انہیں حکم دیا ہے کہ وہ ملت ابراہیم کی پیروی کریں۔

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾

بس ہفتہ کی تعظیم تو صرف ان ہی لوگوں ۱؎ پر لازم کی گئی تھی کہ جنہوں نے اس میں اختلاف کیا اور بیشک تمہارا پروردگار قیامت کے دن ان کے درمیان فیصلہ کردے گا جس بات میں وہ اختلاف کرتے تھے ﴿۱۲۴﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لوگوں کو) ۲؎ اپنے پروردگار کے رستہ کی طرف بلاؤ ساتھ حکمت کے اور اچھی نصیحت سے، اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو، بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے جو اس کے رستہ سے بہکا، اور وہ ان کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت پر ہیں ﴿۱۲۵﴾

یہود کا ذکر

۱؎ مطلب یہ ہے کہ اختلاف کرنے والوں پر ہم نے ہفتہ کے روز تعظیم کرنا اور شکار ترک کرنا فرض کردیا تھا۔ تعظیم یہ تھی کہ اس دن کمائی نہ کیا کریں، کسی کام میں مشغول نہ ہوں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کے سوا اور کچھ نہ کریں۔ اختلاف والے صبر نہ کرسکے، انہوں نے ہفتہ کو شکار کئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسخ کئے گئے۔ یہ قصہ سورۂ اعراف میں مفصل آچکا ہے۔ پھر فرمایا کہ بیشک تمہارا پروردگار قیامت کے دن ان کے اختلاف کی سزا دے گا۔ حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو جمعہ کے دن عبادت کا حکم دیا مگر ان کی امت نے اس میں اختلاف کرکے دوسرا دن بدلا۔ ہمیں اللہ نے توفیق دی کہ ہم نے جمعہ اختیار کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم ہوا کہ اسلام کی نصیحت کریں

۲؎ اس آیت میں اللہ پاک نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حکم فرمایا کہ آپ لوگوں کو اسلام کی نصیحت کریں تو نہایت نرمی سے گفتگو کریں اور یہ بھی حکم ہوا کہ آپ اس بات کی حرص نہ کریں کہ سب کے سب آپ کی نصیحت سے راہ راست پر آجاویں، کیونکہ ہدایت اللہ کے ہاتھ ہے وہ جس کو چاہے ہدایت دے اور جس کو چاہے نہ دے۔ وہ ہدایت پانے والے کو خوب جانتا ہے اور جو لوگ ہدایت نہیں پانے والے انہیں بھی وہ جان چکا ہے مگر جزا و سزا کا دارومدار اس نے اپنے علم پر نہیں رکھا ہے۔ اس لئے اتمام حجت کے طور پر اس نے اپنے رسول مخلوق میں بھیج دیئے تاکہ کسی کو اس بات کے کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ ہمیں کوئی راہ بتلانے والا نہیں ملا۔

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَ لَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَیْرٌ لِّلصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَ اصْبِرْ وَ مَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَ لَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَ لَا تَكُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ ع

اور ۱ اگر (مخالفوں کی سختی کے جواب میں) تم سزا دو تو ویسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی تھی، اور اگر تم صبر کرو تو بیشک وہ صبر کرنیوالوں کیلئے بہت ہی بہتر ہے ﴿۱۲۶﴾ اور تم صبر ۲ کرو اور تمہارا صبر کرنا اللہ ہی کی توفیق سے ہے اور نہ ان پر کچھ غم کھاؤ اور نہ دل تنگ ہو اس سے کہ جو کچھ یہ فریب کرتے ہیں ﴿۱۲۷﴾ بیشک اللہ انکے ساتھ ہے جو پرہیزگاری کرتے ہیں اور جو نیکیاں کرتے ہیں ﴿۱۲۸﴾

۱ احد کے شہداء کے ساتھ مشرکین کی بدسلوکی: **شان نزول:** اسکا حاصل یہ ہے کہ جنگ احد میں چونسٹھ آدمی انصار اور چھ آدمی مہاجر یہ سب ستر شخص شہید ہوئے۔ تو سوائے ایک حنظلہ بن عامر کے اور سب شہداء کی لاشوں کے ساتھ مشرکین نے بڑی بے رحمی کا برتاؤ کیا۔ شہیدوں کی ناک، کان و شرمگاہیں کاٹ ڈالیں اور پیٹ پھاڑ ڈالے تو مسلمانوں نے یہ کہا تھا کہ ہم بھی جب کبھی موقع پاویں گے تو جو کچھ مشرکوں نے کیا ہے، اس سے بڑھ کر ہم ان کے مقتولوں کا بڑا درجہ کریں گے، اور ان شہیدوں میں حضرت حمزہ بھی تھے حضور ﷺ نے جب انہیں دیکھا تو حضور کو بہت صدمہ ہوا اور حضور نے قسم کھائی کہ حمزہ رضی اللہ عنہ کا بدلہ ستر کافروں سے لیا جاوے گا اور ستر کا یہی حال کیا جاوے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی جس کے یہ معنی ہیں کہ ایذا کے بعد اگر کوئی صبر کرے تو صبر بہت بہتر ہے اور اگر بدلہ بھی لیا جائے تو اس قدر بدلہ لیا جاوے جس قدر ایذا دشمنوں کی طرف سے پہنچی ہے۔ اس سے بڑھ کر بدلہ اللہ کے انصاف میں منع ہے۔ اس آیت کے اترنے کے بعد حضور ﷺ نے اپنی قسم کا کفارہ دیا اور فرمایا کہ ہم کو صبر منظور ہے۔

۲ صبر کا ذکر: ۲ اس آیت میں خاص کر آنحضرت ﷺ کو حکم فرمایا کہ آپ صبر اختیار کریں اور اس کی تاکید فرمائی اور اس بات کی خبر دی کہ اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر صبر ہاتھ نہیں آتا۔ آپ اگر صبر کریں گے تو خدا ہی کی مدد سے کریں گے اور پھر آپ کو اس بات سے منع فرمایا کہ جو شخص آپ کے خلاف کرے تو اس سے رنجیدہ نہ ہو جاویں۔ کیونکہ یہ بھی خدا ہی کی طرف سے مقرر ہو چکا تھا جو کچھ احد کی لڑائی میں ہوا اور پھر کفار کے مکر و فریب کرنے سے غمگین ہونے کو منع فرمایا کہ اگر یہ مکر و فریب کرتے ہیں تو کرنے دو خدا تو تمہارے ساتھ ہے، ان کے مکر و فریب سے تمہیں کیا نقصان ہوگا۔ اللہ پاک متقی اور خالص نیت سے نیک عمل کرنے والے لوگوں کے ساتھ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''تکلیف کے وقت جو شخص صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص کی غیب سے مدد کرتا ہے۔ جس سے تکلیف کی برداشت اس شخص پر آسان ہو جاتی ہے''۔

الجزء ۱۵ المنزل ۴

اٰیاتہا ۱۱۱ | ۱۷ سورۃ بنی اسرآءیل مکیۃ ۵۰ | رکوعاتہا ۱۲

سورۂ بنی اسرائیل مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ①

وہ[1] پاک (ذات) ہے جو اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام (یعنی کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (یعنی بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی ہے تا کہ ہم اس کو اپنی (قدرت کی) بعض نشانیاں دکھائیں، بیشک وہی ہے سننے والا دیکھنے والا ①

خواص سورہ بنی اسرائیل: اس سورت کو سات مرتبہ اعتقاد کے ساتھ ہر روز پڑھنا دین و دنیا کی جملہ حاجات کو بر لاتا ہے۔ اور جو بچہ کند ذہن ہو یا زبان میں لکنت ہو تو اس سورت کو زعفران سے طشتری پر لکھ کر پانی سے دھو کر پلا دیں۔

معراج کا تفصیلی بیان

[1] یہ ایک جلیل معجزہ اور عظیم نعمت ہے جو آپ کے سوا کسی کو میسر نہیں ہوئی۔ نبوت کے بارہویں سال رجب کی ستائیسویں شب کو معراج ہوئی۔ اگرچہ آیت میں صرف مسجد بیت المقدس تک جو چالیس رات کی مسافت ہے، شب کے چھوٹے حصہ میں تشریف لے جانا ثابت ہے اس کا منکر کافر ہے، اور آسمان کی سیر اور مرتبہ قرب پر پہنچنا صحیح احادیث سے ثابت ہے اس کا منکر گمراہ ہے۔ معراج شریف بحالت بیداری جسم و روح دونوں کے ساتھ واقع ہوئی اور روحانی معراج تو بار بار ہوتی رہی یہی جمہور اسلام کا عقیدہ ہے اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کثیر جماعتیں اور حضور کے اصحاب اسی کے معتقد ہیں۔ اس شب کو ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ میں سے حضرت جبریل علیہ السلام مسجد حرام میں لے گئے۔ سینہ چاک کیا اور زمزم کے پانی سے دل مبارک کو دھو کر اس کے مقام پر رکھ دیا۔ اور پھر ایک جانور سفید رنگ جس کا نام براق ہے، جس کا ایک قدم اتنی دور جاتا ہے جہاں تک نظر جا سکے اس پر سوار کیا اور تھوڑی دیر میں بیت المقدس پہنچا دیا جب حضور وہاں تشریف لے گئے تو ملائکہ اور تمام انبیاء کی امامت فرمائی۔ پھر براق پر سوار ہو کر آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام، دوسرے پر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام اور چوتھے پر ادریس علیہ

وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

اور[1] ہم نے موسیٰ کو دی کتاب (یعنی توریت) اور ہم نے اسے بنی اسرائیل کے لئے ہدایت (کا ذریعہ) کیا

السلام، پانچویں پر ہارون علیہ السلام، چھٹے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام، ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دوبارہ دیکھا، اور ان کو سلام کیا۔ اور اعزاز و اکرام کے ساتھ سب نے جواب دیا اور تشریف آوری کی مبارک باد دی اور جب سدرۃ المنتہیٰ، بیت المعمور حوض کوثر، نہر رحمت، وغیرہ ملاحظہ فرما چکے تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آگے جانے سے عذر کیا کہ اب اگر ایک ذرہ بھی بڑھوں گا تو جل جاؤں گا وہاں سے آپ تنہا ایسے مقام پر پہنچے کہ براق بھی چلنے سے باز رہا۔ پھر رف رف پر سوار ہوئے اور پائے عرش کے قریب پہنچے اور ہر بار درگاہ الٰہی سے خطاب سنا کہ مجھ سے قریب ہو، پھر مقام قرب خاص میں ترقی فرمائی اور اس قرب اعلیٰ میں پہنچے کہ جس کے تصور سے خلق کے وہم وفکر عاجز ہیں۔ وہاں پہنچ کر اللہ کی تعریف بیان کی اور جواب سے مشرف ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے سلام سے معزز ہوئے پھر آپ نے اس سلام کے اندر اپنی امت کو داخل فرمایا۔ وہ سب کلمات التحیات (نماز) میں داخل ہیں۔ پھر اللہ کی رحمت اور کرم ہوا اور انعامات عالیہ اور خصوصیات سے سرفراز فرمایا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کچھ دریافت کیا جس کا جواب آپ نہ دے سکے، پس اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت دونوں شانوں کے درمیان رکھا جس سے کچھ سردی پائی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علوم اولین وآخرین عطا فرمائے۔ پھر امت پر پچاس وقت کی نماز فرض کی گئی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس ہوئے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ حال کہا۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی امت سے اتنی عبادت نہ ہوسکے گی۔ غرضیکہ کئی بار حق تعالیٰ کے پاس آنے جانے پر آخر پانچ وقت کی نمازیں فرض ہوئیں اور پچاس کا ثواب عطا کیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''میں نے معراج میں اپنے پروردگار کو دیکھا جنت دوزخ کے حالات کا معائنہ کیا''۔
پھر اسی رات واپس آگئے۔ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو واقعہ سنایا اور یہ فرمایا کہ تمام انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی اور انہیں نماز پڑھائی۔ پھر آپ مسجد حرام میں آگئے اور قریش کو معراج کی خبر دی۔ سب نے محال جان کر تعجب کیا اور امتحاناً آپ سے بیت المقدس کے راستہ کے حالات پوچھنا شروع کئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی نظر سے حجاب اٹھا دیا اور جو باتیں انہوں نے پوچھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فوراً بتا دیں۔ لیکن بعض ضعیف الایمان مرتد ہوگئے کچھ لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف دوڑے گئے ان سے یہ واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے کہا: ''اگر رسول اللہ ایسا فرماتے ہیں تو بالکل ٹھیک ہے۔ اگر اس سے زیادہ تعجب انگیز بات ہوتی تو میں اس کی بھی تصدیق کرتا'' اسی دن سے آپ کا لقب صدیق ہوگیا۔ روایت ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درجات عالیہ اور مراتب رفیعہ پر ممتاز ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ہم کس چیز سے آپ کی تکریم کریں، آپ نے عرض کیا: ''اپنا بندہ بنا لینے سے''۔ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معراج کے بعد اور انبیاء پر اپنا فضل بیان فرماتا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر جو کتاب توریت نازل کی تھی، اسے بنی اسرائیل کے لئے راہبر ٹھہرایا تھا کہ وہ لوگ اس کے احکام کی پیروی کر کے ہدایت پائیں اور گمراہی سے نکل کر راہ حق کے پورے پورے تابع ہو جائیں اور جتنے رسول بھیجے سب کو یہی تعلیم تھی۔ پھر فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ کس کی اولاد

اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ۝۲ ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ۝۳ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۝۴ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ۝۵

(اور انہیں یہ حکم دیا) کہ تم میرے سوا کسی کو کارساز نہ ٹھہراؤ ۝۲ اے ان لوگوں کی اولاد جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں سوار کیا بیشک نوح بڑا شکر گزار بندہ تھا ۝۳ اور اور ہم نے یہ ۱؎ وحی (بطور پیشین گوئی) بتادی بنی اسرائیل کو توریت میں کہ تم ضرور فساد پھیلاؤ گے زمین میں دو مرتبہ اور ضرور بڑی سخت سرکشی کرو گے ۝۴ پس ۱؎ جب ان دونوں میں سے پہلی بار کا وعدہ آیا تو (اے بنی اسرائیل!) ہم نے تم پر اپنے کچھ بندے بھیجے جو بڑے ہی لڑنے والے تھے، پس وہ تمہاری آبادیوں کے اندر گھس گئے (لوٹ اور قید وقتل کے لئے) اور یہ ایک وعدہ تھا جو پورا ہونا ہی تھا ۝۵

تم ہو، تم سب حضرت نوح علیہ السلام کی اولاد ہو۔ حضرت نوح علیہ السلام طوفان کے وقت کشتی میں سوار ہوئے تھے اور چالیس جوڑے آدمیوں کے ہمراہ جودی پہاڑ کے نیچے اترے تو تھوڑے عرصہ میں سب کے سب فوت ہو گئے۔ صرف آپ کے صاحبزادے دنیا میں صحیح وسلامت رہے، جن کی نسل سے یہ دنیا آباد ہوئی۔ پھر فرمایا کہ تمہارا باپ حضرت نوح علیہ السلام خدا کا نہایت ہی شکر بجالایا کرتے تھے، اس واسطے تمہیں بھی لازم ہے کہ تم ان کی پیروی کرو اور ہر وقت خدا کی نعمت یاد کرتے رہو۔ یہ کتنا بڑا خدا کا انعام تم پر ہوا۔ کہ اس نے تمہاری ہدایت کے لئے رسول برحق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو بھیجا۔ اس نعمت کی شکر گزاری یہی ہے کہ تم ان کی فرمانبرداری کر کے عقبیٰ کی بہبودی حاصل کرو۔

۱؎ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے حال سے آنحضرت ﷺ کو خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے توریت میں اس بات کی خبر بنی اسرائیل کو دے دی تھی کہ وہ دوبارہ دنیا میں فساد برپا کریں گے اور دونوں دفعہ ذلیل وخوار ہوں گے، چنانچہ ویسا ہی ہوا۔

بنی اسرائیل کی بربادی

۱؎ اس آیت میں ارشاد ہے کہ پہلی دفعہ انہوں نے احکام توریت کی مخالفت کی اور حضرت ارمیا کو قتل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے جالوت

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَ اَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ وَ جَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا ﴿۶﴾ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ ۟ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا ؕ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَ لِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ لِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ﴿۷﴾

پھر ہم نے تم کو دشمنوں پر غلبہ اور دیا ہم نے تم کو مال اور اولاد سے مدد دی اور تمہاری جماعت بڑھادی ﴿۶﴾ اگر تم بھلائی کرو گے تو اپنے ہی بھلے کیلئے کرو گے، اور اگر تم برائی کرو گے تو اپنے ہی لئے، پھر جب دوسری بار کا وعدہ آیا کہ دشمن تمہارا منہ بگاڑ دیں (کہ رنج و پریشانی کے آثار تمہارے چہروں سے ظاہر ہوں) اور اسی طرح مسجد (بیت المقدس) میں گھس پڑیں جس طرح پہلی مرتبہ حملہ آور گھسے تھے اور جس چیز پر قابو پاویں اسے تباہ کر کے برباد کردیں ﴿۷﴾

کو مسلط کیا۔ اس نے یہود کے علماء کو چن چن کر قتل کر ڈالا اور توریت کو جلا دیا۔ مسجد اور گھروں میں گھس گھس کر لوگوں کو قتل و غارت کرنا شروع کیا اور ستر ہزار آدمی انہوں نے قید کر لئے۔ یہ وعدہ اللہ پاک کا ضرور ہونے والا تھا۔ جب بنی اسرائیل نے توبہ کی اور تکبر و فساد سے باز آئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو دولت اور قوت دی اور حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے جالوت قوم کو ہلاک کیا اور ان کو مسلط کیا لیکن ان کو یہ بات جتلا دی تھی کہ دیکھو یاد رکھو اب بھی اگر ٹھیک راہ پر رہے اور نیکوکار بنے رہے تو تمہاری ہی جان کو اس سے فائدہ پہنچے گا اور اگر پھر ایسی حرکت کی تو تمہیں تمہاری جان کے لالے پڑ جائیں گے۔ اگرچہ یہ خطاب بنی اسرائیل کو تھا مگر کفار قریش بھی اس میں شامل ہیں کہ اگر تم بھی ویسا ہی فساد کرو گے، اور کتاب اللہ کی مخالفت پر آمادہ ہو کر نبی برحق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلاؤ گے تو اس کا وبال تمہاری گردن پر پڑے گا۔ بہرحال بنی اسرائیل پھر بھی راہ راست پر نہیں آئے اور پھر دوبارہ فساد اٹھانے لگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بچالیا اور اپنی طرف اٹھالیا۔ پھر انہوں نے حضرت زکریا اور یحییٰ علیہم السلام کو قتل کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اہل فارس اور روم کو مسلط کیا۔ انہوں نے وہ قتل و غارت کیا کہ بیت المقدس کو ویران کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرمایا کہ تمہارا رب برسر رحم آگیا ہے اگر تم راہ راست پر آگئے تو پھر وہی شان و شوکت تمہیں دیدوں گا۔ یعنی یہ رحمت جس کا اللہ پاک نے بنی اسرائیل سے وعدہ کیا تھا جناب سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے انہیں جتا دیا تھا کہ اگر پھر تیسری مرتبہ وہی فساد اٹھاؤ گے تو یاد رکھو وہی عذاب تم پر نازل کریں گے۔ اور آخرت میں بہت ہی برا گھر ان کے واسطے تیار ہے وہاں جہنم کے قید خانہ میں یہ قید رہیں گے۔ چنانچہ تیسری مرتبہ پھر ایسا کیا اور زمانہ پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضور اقدس علیہا الصلوٰۃ والسلام کی تکذیب کی۔ پھر قیامت تک کے لئے ان پر ذلت لازم کردی گئی اور مسلمان ان پر مسلط فرما دیئے گئے۔ جیسا قرآن شریف میں یہود کی نسبت وارد ہوا۔

عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَ اِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ﴿۸﴾ اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ﴿۹﴾ وَّ اَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۰﴾ وَ يَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ﴿۱۱﴾

قریب ہے کہ تمہارا پروردگار تم پر رحم کرے، اور اگر تم پھر شرارت کرو گے تو (اللہ فرماتا ہے): ''ہم پھر (عذاب) کریں گے اور ہم نے دوزخ کو کافروں کیلئے قید خانہ بنایا ہے'' ﴿۸﴾ بیشک [1] یہ قرآن وہ رستہ بتلاتا ہے جو سب سے سیدھا ہے اور خوشخبری دیتا ہے ان مسلمانوں کو جو نیک کام کرتے ہیں کہ ان کے لئے بڑا ثواب ہے ﴿۹﴾ اور یہ (بھی بتلاتا ہے) کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے ان کے لئے ہم نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے ﴿۱۰﴾ اور [2] انسان برائی کی دعا کرتا ہے جیسا کہ وہ بھلائی مانگتا ہے، اور انسان بڑا جلد باز ہے ﴿۱۱﴾

[1] توحید کا بیان: اس آیت میں فرمایا کہ یہ قرآن جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا ہے یہ سراپا ہدایت ہے۔ جو دین اسلام اور توحید خالص اور رسولوں پر ایمان لانا اور خدا کی کل کتابیں جو نازل ہوئی ہیں، اول سے آخر تک سب پر یقین کرنا اس قرآن مجید کی تعلیم ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے ایماندار لوگوں کو بشارت سنائی کہ اس کتاب سے خدا اور رسول پر ایمان لانے والے لوگ مژدہ پاتے ہیں۔ جو اچھے اچھے دنیا میں کام کرتے ہیں، انہیں دین و دنیا میں بہت ہی بڑا فائدہ اور اجر ملے گا۔ جنت خاص انہیں لوگوں کے واسطے خدا نے بنا رکھی ہے۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ خدا اور رسول اور قیامت کے دن پر ایمان و یقین نہیں رکھتے ان کے لئے سخت عذاب ہے۔

غصہ میں آ کر کوسنا، بددعا کرنا منع ہے

[2] اس آیت میں اللہ پاک نے انسان کو جلدی کرنے کا بیان فرمایا کہ اکثر انسان اپنے لئے اور اپنے گھر والوں کے لئے اور اپنے مال کے لئے اور اپنی اولاد کے لئے غصہ میں آن کر ان سب کو کوستا ہے اور ان کے لئے بددعائیں کرتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کی یہ بددعا قبول کر لے تو وہ شخص یا اس کے اہل و عیال و مال ہلاک ہو جائیں لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو قبول نہیں فرماتا۔ مطلب یہ ہے کہ ہر مسلمان کو غصہ کی حالت میں ہر طرح کی بددعا کرنے سے بچنا چاہیے۔

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿۱۲﴾ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿۱۳﴾

اور لہ ہم نے رات اور دن کو دونشانیاں بنایا، پھر ہم نے رات کی نشانی کو بے نور بنایا اور دن کی نشانی کو ہم نے دکھانے والی (روشن) بنایا تاکہ تم اپنے پروردگار کا فضل (یعنی رزق) تلاش کرو، اور برسوں کی گنتی اور حساب جانو، اور ہم نے (قرآن میں) ہر چیز کو خوب تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ﴿۱۲﴾ اور ۲ہ ہم نے ہر انسان کی قسمت کو (بصورت کتاب) اس کی گردن میں باندھ دیا ہے، اور قیامت کے دن ہم اس کے لئے (نامۂ اعمال کی) ایک کتاب نکالیں گے۔ وہ اسے اپنے سامنے کھلا ہوا پائے گا ﴿۱۳﴾

اللہ تعالیٰ کی دونشانیاں

لہ آیت میں اللہ پاک نے دونشانیوں رات و دن کا ذکر فرمایا کہ یہ دونوں نشانیاں جدا جدا ہیں۔ ہر ایک ایک دوسرے کے پیچھے اسی طرح لگاتار آتا جاتا رہتا ہے کہ کبھی کسی کا دورہ ختم نہیں ہوتا۔ یہاں یہ اشارہ ہے کہ اگر عہد موسیٰ علیہ السلام ختم ہو گیا تو عہد محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام قائم ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ اسی طرح احکام توریت کا منسوخ ہونا اور احکام قرآن کا نافذ ہونا کچھ حیرت نہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک نشانی مٹا کر دوسری نشانی کے ظاہر کرنے میں بہت فوائد ہیں۔ دن میں آدمی ہر قسم کے کاروبار کرتا ہے اور رات کو تھکے ماندے گھروں میں آکر چین سے سوتے ہیں، اور ان ہی دونوں کے دورے سے رات و دن کا ظہور ہوتا ہے اور پھر ایام کے حساب کرنے سے ہفتہ اور ہفتوں سے مہینے اور مہینوں سے سال کا حساب انسان لگاتار رہتا ہے۔ اگر تاریخ روز، مہینوں کی گنتی، یا حساب میں کچھ فرق پڑ جائے تو تمہارے بہت سے کام ابتر ہو جاویں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ساری باتیں تفصیل کر کے بیان کر دی ہیں۔

نامہ اعمال کا ذکر

۲ہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نامہ اعمال کو اڑنے والے جانوروں سے مشابہت دے کر طائر اس لئے فرمایا کہ قیامت کے دن کئی پیشیاں بندوں کی اللہ تعالیٰ کے روبرو ہوں گی۔ پہلی دو پیشیوں میں اللہ تعالیٰ ان کو ان کے گناہ یاد دلاتا رہے گا اور لوگ طرح طرح کے عذر کرتے رہیں گے۔ تیسری دفعہ نامہ اعمال کے کاغذوں کو پردار جانوروں کی طرح اڑا دینے کا حکم ہو جاوے

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْیَوْمَ عَلَیْكَ حَسِیْبًا ﴿۱۴﴾ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا یَهْتَدِیْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا یَضِلُّ عَلَیْهَا ؕ وَ لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَ مَا كُنَّا مُعَذِّبِیْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿۱۵﴾ وَ اِذَاۤ اَرَدْنَاۤ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا فَفَسَقُوْا فِیْهَا فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا ﴿۱۶﴾

ہم کہیں گے: ''اپنا نامۂ اعمال پڑھ آج تو خود ہی اپنا حساب کرنے کو کافی ہے'' ﴿۱۴﴾ جو کوئی راہ [۱] پر آیا وہ اپنے ہی بھلے کو راہ پر آیا، اور جو بھٹک گیا تو اپنی ہی خرابی کے لئے بھٹکا، اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی، اور ہم عذاب کرنے والے نہیں جب تک کوئی رسول نہ بھیج لیں ﴿۱۵﴾ اور ہم [۲] جب کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں، اس بستی کے دولتمندوں پر احکام بھیجتے ہیں، پھر وہ اس میں بے حکمی (نافرمانی) کرتے ہیں تب ان پر عذاب کی بات ثابت ہو جاتی ہے، پھر ہم اس کو تباہ کر کے برباد کر دیتے ہیں ﴿۱۶﴾

گا۔ وہ نامہ اعمال اڑ کر دائیں اور بائیں ہاتھوں میں جیسے جس کے عمل ہوں گے آ جائینگے۔ بچہ کے پیدا ہونے کے بعد سے فرشتہ ہر ایک شخص کے عمل لکھتا رہتا ہے۔ مر جانے کے بعد نیک عمل نیک صورت بن کر اور بد عمل بدصورت بن کر قبر میں اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ کوئی وقت ایسا نہیں کہ یہ عمل انسان سے جدا ہوں، یعنی انسان کی گردن میں لگا ہوا ہے اور قیامت میں انہی عملوں کے موافق جزا و سزا بھگتنی پڑے گی۔ اب آگے فرمایا قیامت کے دن ہر شخص کو اس کے عمر بھر کے عملوں کی کتاب پڑھنے کو دی جاوے گی اور کہا جاوے گا کہ دوسرے کسی گواہ کی ضرورت نہیں۔ اعمال نامہ دیکھ کر خود تو ہی اپنے عمر بھر کے عملوں کو جانچنے کیلئے کافی ہے۔

عذاب کا ذکر

[۱] مطلب یہ ہے کہ جو شخص دنیا میں اچھے عمل کرتا ہے اور رسول کی تابعداری کر رہا ہے آخرت میں اس کو اچھا بدلہ ملے گا اور جس نے برے عمل کئے اور رسول کو جھٹلا کر خدا کے ساتھ شریک ٹھہرایا اور گمراہی میں پڑا رہا وہ آخرت میں خسارہ میں رہے گا اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم کسی قوم کو عذاب دینے والے نہیں جب تک کوئی رسول نہ بھیجیں۔

[۲] کفار کو تنبیہ: اس آیت میں ارشاد ہے کہ جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو یوں یک بیک نہیں ہلاک کرتے بلکہ پہلے اپنے رسول کے ذریعہ سے اپنا حکم وہاں کے لوگوں کو بھیج دیتے ہیں اور جو لوگ وہاں خوشحال و آسودہ ہوتے ہیں ان کو ہر

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿۱۷﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿۱۸﴾

اور ۱؎ ہم بہت سی امتیں ہلاک کر چکے ہیں نوح کے بعد (کفر اور گناہ کے سبب سے)، اور کافی ہے تمہارا پروردگار اپنے بندوں کے گناہوں کا جاننے والا ﴿۱۷﴾ دیکھنے والا جو کوئی ۲؎ چاہتا ہے آسودگی دنیا کی ہم اس میں سے اسے اس دنیا میں جانا چاہتے ہیں جسے چاہتے ہیں جلد دے دیتے ہیں، پھر آخر کار اس کے لئے دوزخ مقرر کرتے ہیں، اس میں داخل ہوگا خوار اور ذلیل ہو کر ﴿۱۸﴾

طرح کی آرائش و آرام عطا کرتے ہیں۔ پھر جب وہ فسق و فجور کرنے لگتے ہیں اور راہ حق پر نہیں آتے، اور رسول کو جھٹلاتے ہیں تو پھر اللہ کا حکم نافذ ہو جاتا ہے اور جس طرح کے عذاب کی بات ان کے حق میں مقرر کی ہوئی ہوتی ہے وہ پیش آجاتی ہے اور اسی طرح اس بستی کو تہ و بالا کرتے ہیں یعنی جڑ سے اکھیڑ کر پھینک دیتے ہیں۔

۱؎ اس آیت میں کفار قریش کو دھمکی دی اور ڈرایا کہ تم یہ نہ سمجھو کہ تم ہمارے رسول برحق کو جھٹلاؤ گے اور پھر بچ جاؤ گے۔ نوح علیہ السلام کے بعد بہت سی بستیاں ہم نے خاک سیاہ کر دی ہیں۔ قوم عاد و قوم ثمود و قوم صالح غرض یہ کہ بہت سے گروہ ہلاک ہوئے اور ان کی ہلاکت کی وجہ یہی تھی کہ جس طرح تم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جھٹلاتے ہو وہ بھی اپنے رسولوں کو جھٹلاتے تھے۔ تو اے کفار! تم بے خوف نہ ہو جاؤ۔ جس وقت خدا بدلہ لینے پر آمادہ ہوگا تو فوراً تمہیں ہلاک کر ڈالے گا وہ ہر شخص کے انجام سے واقف ہے۔ نیکوکار کو بھی وہ خوب جانتا ہے اور گنہگار کا بھی اسے علم ہے۔ وہ نہایت ہی دانا بینا ہے، اس کا علم ہر شے کو محیط ہے۔ لیکن عادت الٰہی یہ ہے کہ پہلے نافرمان لوگوں کو مہلت دی جاتی ہے، اور مہلت کے زمانہ میں جب وہ لوگ اپنی نافرمانی سے باز نہیں آتے تو ان کو کسی سخت عذاب میں پکڑ لیا جاتا ہے۔

دنیا دار اور دین دار کا ذکر

۲؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص فقط دنیا میں پھنس کر دین سے بالکل غافل ہو جاتا ہے اس کو دنیا کچھ زیادہ نہیں ملتی بلکہ اسی قدر ملتی ہے جو اس کے نصیب میں خدا نے لکھی ہے۔ اور جو شخص دین کا طلب گار رہتا ہے، اس کا دل ہمیشہ غنی رہتا ہے اور بقدر ضرورت دنیا بھی بلا طلب اس کو ملا کرتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو لوگ دنیا کی خوشحالی کے نشہ میں عقبٰی کے منکر ہیں قیامت کے دن ایسے لوگوں کو دوزخ میں جھونک دیا جاوے گا۔

وَ مَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿۱۹﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰۤؤُلَآءِ وَ هٰۤؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ؕ وَ مَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿۲۰﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ وَ لَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّ اَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ﴿۲۱﴾

اور ۱ جو کوئی آخرت کا طالب ہوا اور اس کے لئے جیسی کچھ کوشش کرنی چاہئے ویسی ہی کوشش بھی کرتا ہے اور ہو مسلمان پس یہ وہی لوگ ہیں کہ جن کی کوشش مقبول ہوگی ﴿۱۹﴾ ہم سب کو ۲ مدد دیتے ہیں ان کو بھی (جو دنیا چاہے) اور ان کو (جو آخرت کے طالب ہوئے اور راہ حق پر چلے)، تمہارے پروردگار کی عطا سے، اور تمہارے پروردگار کی عطا پر روک نہیں ﴿۲۰﴾ دیکھو ہم نے کیونکر فضیلت دی ایک کو ایک پر، اور بیشک آخرت درجوں میں سب سے بڑی اور فضل میں سب سے اعلیٰ ہے ﴿۲۱﴾

۱ اس آیت میں دینداروں کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ جو آخرت کی تمنا رکھتا ہے اور آخرت کے واسطے کوشش کرتا ہے اور ایمان بھی اس کو حاصل ہے۔ پس یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش مقبول ہوگی۔ مقبولیت کے لئے تین شرطیں ہیں: ۱ اول طلب آخرت۔ ۲ دوم اعمال نیک۔ ۳ سوم ثبوت ایمان یعنی مومن کا ہونا کیونکہ عمل صالح اس شخص کا قبول ہوتا ہے جو صاحب ایمان و متقی ہو تو یہ خدا کا مقرب بندہ بنے گا۔

دنیا میں ایک پر ایک کو بزرگی، آخرت میں فضیلت

۲ اس آیت میں فرمایا کہ ان دونوں گروہوں میں سے کوئی بھی ہو سب پر اللہ پاک اپنی بخشش کئے جاتا ہے۔ جو شخص جس بات کا مستحق ہے وہ اسے عطا کرتا ہے اس کے حکم کا پھیرنے والا کوئی نہیں ہے، کوئی چاہے کہ خداوند تعالیٰ کی بخشش کو روک دے، تو وہ کسی کے روکے نہیں رک سکتی، کافر و مومن سب کا وہ رزاق ہے۔ پھر فرمایا کہ دیکھو اللہ نے کس طرح دنیا میں لوگوں کو بزرگی دی ہے۔ کسی کو فقیر، کسی کو بادشاہ، کسی کو تندرست، کسی کو بیمار، کوئی عقلمند، کوئی دیوانہ غرضیکہ اس میں بھی خدا کی حکمت پوشیدہ ہے۔ پھر فرمایا کہ آخرت کے درجات وہ اعلیٰ درجے کی بات ہے اور اس میں بڑی فضیلت ہے، یعنی اصلی فضیلت اور بزرگی آخرت میں ملے گی، دنیا میں اگر ایک کو دوسرے پر فضیلت ہے، تو وہ عارضی ہے۔

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ﴿۲۲﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ ط

(اے سننے والے[۱]) اللہ کے ساتھ دوسرا معبود نہ مقرر کر، پس تو پشیمان بیکس ہو کر بیٹھ رہے گا ﴿۲۲﴾ اور تمہارے رب نے حکم فرمایا[۲] ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر تیرے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو نہ ان کو "ہوں" (بے ادبی کی بات) ﴿۲۳﴾ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے با ادب بات کرنا اور ان کے آگے عاجزی سے جھکے رہنا اور ان کے لئے عاجزی سے دعا کرتے رہنا کہ اے پروردگار میرے! جس طرح انہوں نے مجھے چھوٹے سے کو پالا ہے اسی طرح تو ان دونوں پر رحم کر ﴿۲۴﴾

[۱] اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ خدا کے ساتھ دوسرے کو شریک نہ بنانا۔ یہ عام خطاب ہے اگر ایسا کرو گے تو دوزخ میں جانا پڑے گا اور نہایت خرابی و محرومی کے ساتھ جاؤ گے۔

حقوق والدین اور رشتہ داروں کے حقوق اور فضائل

[۲] ان تمام آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ سب سے بڑھ کر تو آدمی پر اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آدمی کو پیدا کیا اور بے شمار نعمتیں عطا کی ہیں، پھر آخرت میں بھی اسی سے امید ہے۔ اللہ کے بعد دنیا میں انسان کے وجود کا مجازی سبب اور منعم اور محسن ماں باپ ہیں۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے حق کے ساتھ ماں باپ کے حق کے ادا کرنے کی تاکید فرمائی کہ ماں باپ کے ساتھ احسان کرو۔ احسان کا لفظ ایسا وسیع المعنی ہے کہ اس میں سب کچھ آ گیا مگر اس کی کسی قدر تشریح بھی فرما دی ہے کہ تیری زندگی میں تیرے ماں باپ یا دونوں میں سے ایک بوڑھے ہو جائیں، پس ایسے وقت میں ان کا زیادہ لحاظ کرنا چاہیے اور ان کے سامنے "ہوں" بھی نہیں کرنا چاہیے، اور کسی قسم کی ایذا دینی حرام ہے اور تیزی سے جھڑک کر بات نہ کرنی چاہیے ان کے ساتھ ادب، تعظیم اور نرمی سے بات کرو جس طرح گنہگار خطاوار لونڈی غلام اپنے آقا کے سامنے بات کرتے ہیں۔ اسی طرح تواضع اور عاجزی کرو اور خیال کرو کہ کل ہم ان کے محتاج تھے، یہ ہماری پرورش کرتے تھے، آج ہم کو ان کی

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَ اٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَ الْمِسْكِیْنَ وَ ابْنَ السَّبِیْلِ وَ لَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ﴿۲۶﴾

تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے، اگر تم سعادتمند ہو (اور تم سے والدین کی خدمت میں تقصیر واقع ہوئی تو تم نے توبہ کی) تو بیشک وہ توبہ کرنے والوں کو بخشنے والا ہے ﴿۲۵﴾ اور رشتہ داروں کا اور مسکینوں کا اور مسافروں کا حق دے اور مال کو بے جا نہ خرچ کر ﴿۲۶﴾

خدمت کرنی چاہیے۔ ماں باپ کا نام لے کر نہ پکارنا چاہیے یہ خلاف ادب ہے۔ مدعا یہ ہے کہ دنیا میں بہتر سلوک اور خدمت کی جاوے، لیکن والدین کے احسان کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اس لئے بندے کو چاہیے کہ بارگاہ الٰہی میں ان پر فضل ورحمت فرمانے کی دعا کرے اور عرض کرے: ''یارب میری خدمتیں ان کے احسانات کی جزا نہیں ہوسکتیں۔ تو ان پر کرم کر کہ ان کے احسان کا بدلہ ہو'' اس آیت سے ثابت ہوا کہ مسلمان کے لئے رحمت ومغفرت کی دعا جائز ہے اور اسے فائدہ پہنچانے والی ہے۔ مردوں کے ایصال ثواب میں بھی ان کے لئے دعا رحمت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس کے لئے یہ آیت اصل ہے والدین اگر کافر ہوں تو ان کے لئے ہدایت وایمان کی دعا کرے اور یہی ان کے حق میں رحمت ہے۔ اگر مومن ہیں تو یہ دعا کرے: ''یارب انہیں جنت میں پہنچا'' حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوشی ماں باپ کی رضامندی کے ساتھ ہے اور ماں باپ کا فرمانبردار جہنمی نہ ہوگا اور ان کا نافرمان کچھ بھی عمل کرے گرفتار عذاب ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ والدین کی نافرمانی سے بچو، اس لئے کہ جنت کی خوشبو ہزار برس کی راہ تک آتی ہے اور نافرمان وہ خوشبو نہ پائے گا۔ نہ قاطع رحم، نہ زناکار، نہ تکبر سے اپنا جامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، پھر فرمایا کہ بڑا بدنصیب ہے وہ جس نے اپنے ماں باپ یا دونوں میں سے ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پایا اور پھر ان کی خدمت گزاری کے سبب سے جنت نہ پائی، پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اولاد کے دل میں تو ماں باپ کا ادب ہوگا لیکن بغیر دلی ارادہ کے ماں باپ کی شان کے خلاف کوئی بات اولاد کی زبان سے نکل جاوے گی اور پھر اس کا پچھتاوا ہوگا اور توبہ کرے گا تو اللہ ایسی بھول کو بخش دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نظر ہمیشہ انسان کے دلی ارادہ پر ہے۔ اب ماں باپ کے حق کے بعد اللہ تعالیٰ نے آیت میں اور رشتہ داروں کا حق اور محتاج اور مسافروں کا حق ذکر فرمایا کہ ماں باپ کے بعد بہن کا حق ہے، پھر بھائی کا پھر درجہ درجہ اور رشتہ داروں کا حق ہے انسان کو چاہیے کہ ان کی خدمت کرے۔ اسراف یعنی فضول خرچ کرنے سے روکا گیا ہے اور فضول خرچی برے مقامات پر خرچ کرنے کو کہتے ہیں۔ اللہ کی راہ میں خرچ کرنا فضول خرچی نہیں ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ فضول خرچ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے پروردگار کی نعمت کا ناشکرا ہے۔ پس انسان بھی اگر ناشکری کرے گا تو شیطان کا تابع کہلائے گا۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ ؕ وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَ اِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَ لَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ﴿۳۰﴾ ع وَ لَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ ؕ

بے شک بے جا خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے پروردگار کا بڑا ناشکرا ہے ﴿۲۷﴾ اور ۱؎ اگر تو ان (حقداروں) سے منہ پھیرے اپنے پروردگار کی رحمت (یعنی رزق) کے انتظار میں، کہ جس کی تجھے امید ہے تو چاہئے کہ نرمی سے انہیں سمجھا ﴿۲۸﴾ اور اپنا ہاتھ اپنی گردن سے بندھا ہوا نہ رکھ (یعنی بخل نہ کر) اور نہ اس کو بالکل کھول ہی دے، کہ (دونوں صورتوں کا نتیجہ یہ نکلے گا) تو نادم ہو کر خالی ہاتھ بیٹھ رہے ﴿۲۹﴾ بیشک تیرا رب جس کو چاہتا ہے زیادہ رزق دیتا ہے اور (وہی) تنگ کرتا ہے، بیشک وہ اپنے بندوں کا (حال) خوب جاننے والا دیکھنے والا ہے ﴿۳۰﴾ اور مفلسی ۲؎ کے ڈر سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو، ہم ان کو بھی روزی دیتے ہیں اور تم کو بھی۔

تنگدستی کی حالت میں آئندہ حسن سلوک کرنے کا وعدہ

۱؎ اوپر جن لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا ذکر تھا اسی کو پورا کرنے کے لئے فرمایا کہ کسی موقع پر تنگ دستی کے سبب سے اگر ان لوگوں کو دینے کے قابل کچھ نہ ہو تو اللہ کے فضل کی توقع پر ان سے آئندہ سلوک کرنے کا وعدہ نرم لفظوں میں کیا جاوے۔ اب آگے بخیلی اور فراخ دستی کی ایک مثال بیان فرمائی کہ اس حسن سلوک میں نہ انسان بخیل بن جاوے جیسے کسی نے اس کا ہاتھ گردن میں رسی سے اس طرح باندھ دیا ہے کہ وہ دینے کے نام سے ہاتھ نہیں بڑھا سکتا۔ نہ ایسا سخی بن جاوے کہ دینے کے بعد پھر پچھتانا پڑے پھر فرمایا کہ اللہ جس کو چاہتا ہے زیادہ دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے، وہ اپنے بندوں کے حال سے خبردار ہے اور ہر ایک کی کیفیت دیکھتا ہے۔

۲؎ اولاد کے قتل کی ممانعت: آنحضرت ﷺ کے نبی ہونے سے پہلے عرب میں رسم تھی کہ لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے

اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿۳۱﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾

روزی دیتے ہیں اور تم کو بھی بیشک ان کا قتل کرنا بڑا گناہ ہے ﴿۳۱﴾ لے اور زنا کے پاس نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی (کا کام) ہے اور بہت ہی بری راہ ہے ﴿۳۲﴾

تھے۔ اس خیال سے کہ لڑکیاں تو کچھ کما نہیں سکتیں لڑکے ان کے ساتھ لوٹ مار میں شریک ہوتے تھے۔ اس بدرسم کے بند کرنے کا حکم اس آیت میں دیا اور فرمایا کہ اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو ہم نے ذمہ لیا ہے کہ جس کو ہم پیدا کرتے ہیں اسکو رزق بھی دیتے ہیں ان کا قتل بہت بڑا گناہ ہے۔

حقوق العباد میں رخنہ ڈالنے والی چیزوں کا ذکر اور کامیاب زندگی کے جامع اصول

لے ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ زنا کو فحش اور برا راستہ کہا ہے۔ اس کی وجوہ ظاہر ہیں، اول تو اس میں اختلاط نسب ہے دوسرے جو بچہ اس بری صورت سے پیدا ہوا اس کے نفقہ کا کون ذمہ دار ہو اور بعض وقت جانیں بھی جاتی رہتی ہیں۔ عورت سے مقصود صرف شہوت رانی نہیں بلکہ اصلی مطلب یہ ہے کہ باہم مل کر خانہ داری میں ایک دوسرے کا معین (مددگار) ہو بیماری میں بڑھاپے میں ایک دوسرے کا ساتھ دے، زنا میں یہ بات ممکن نہیں، زنا کو قطعی حرام ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ تاکید کی کہ اس کے پاس جانے سے بھی ممانعت کردی۔ پھر فرمایا کہ جس کا قتل کرنا شریعت میں منع لکھا ہے، اس کو قتل مت کرو۔ جو شخص کہ مظلوم مارا جائے اس کے وارث کو اللہ نے قدرت دی ہے کہ وہ اس کا بدلہ لے اور بدلہ شریعت میں جان کا بدلہ جان ہے یا دیت یعنی خون بہا۔ پس وارث کو چاہیے کہ قتل میں کچھ زیادتی نہ کرے یعنی قتل کرنے کے بعد اس کے ہاتھ پاؤں، ناک کان وغیرہ نہ کاٹے اور قاتل کے سوائے دوسرے کو نہ مارے کیونکہ ولی کو اللہ کی طرف سے مدد ملی ہے، پھر اس کو اللہ کے حکم کے خلاف بدلہ نہ لینا چاہیے۔ ❷ پھر حکم ہوتا ہے کہ یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جاؤ مگر ہاں ولی کو محتاجگی کی صورت میں نگہبانی کی اجرت لینی جائز ہے اسی طرح مزدوری و تجارت میں بھی یتیم کا مال صرف کرنا جائز ہے اور یہ اختیارات ولی کو اس وقت تک ہیں جب تک کہ یتیم جوان صاحب تمیز نہ ہو جائے۔ ❸ پھر فرمایا کہ تم کو لازم ہے کہ عہد کو پورا کیا کرو، یہاں عہد سے مراد وہ عہد ہیں جو شرعی طور پر ہوں اور شرع کی مخالف باتوں میں عہد کرنا اور اس کا پورا کرنا دونوں گناہ ہیں۔ ❹ پھر فرمایا کہ تم کسی چیز کو ناپ کر دیا کرو تو ناپ پوری ہوا کرے اور سیدھی ترازو اور پورے بٹوں سے تولا کرو۔ مطلب یہ ہے کہ معاملات میں دغابازی نہ کیا کرو یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے۔ اور عاقبت کی رو سے عاقبت کے لحاظ سے بہت خوب بات ہے۔ ❺ پھر فرمایا کہ جس چیز کا علم نہ ہو اس کی پیروی نہ کرو یعنی جس کو آنکھ سے نہ دیکھا ہو، کان سے نہ سنے اس کی گواہی نہ دے۔ ❻ پھر فرمایا اس میں شک نہیں کہ قوت سامعہ اور قوت باصرہ اور دل سے قیامت میں پرسش ہوگی کہ تم جس کے آنکھ، کان ہو ان سے کیا معاملہ کیا تھا"۔ کان سے

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْیَتِیْمِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ حَتّٰی یَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا الْكَیْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِیْمِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ﴿۳۵﴾ وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓىِٕكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾

اور کسی جان کو جس کی حرمت اللہ نے رکھی ہے نہ مار ڈالو مگر حق پر، اور جو شخص ناحق مارا جائے تو بیشک ہم نے اس کے وارث کو (قصاص یا خون بہا یا معاف کر دینے کا) قابو دیا ہے تو اس کو چاہئے کہ قتل میں زیادتی نہ کرے، بیشک اس کی مدد ہوتی ہے ﴿۳۳﴾ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر اس طریقہ سے جو سب سے بہتر ہے، یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچے، اور عہد پورا کرو بیشک ایسے عہد کی باز پرس ہونے والی ہے ﴿۳۴﴾ اور جب ناپ تول کرو تو پورا ناپو (اس میں کمی نہ کرو) اور تولنے میں صحیح ترازو سے تولو (کیونکہ) یہ عمدہ بات ہے، اور عاقبت کے اعتبار سے اچھا ہے ﴿۳۵﴾ اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں، بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے (قیامت کے دن) سوال ہونا ہے ﴿۳۶﴾

سوال ہوگا کہ تو نے کیا سنا اور کیوں سنا۔ آنکھ سے پوچھا جائے گا کہ تو نے کیا دیکھا اور کیوں دیکھا، دل سے پوچھا جائے گا کہ تو نے کیا جانا اور کیوں جانا۔ ❼ پھر فرمایا کہ زمین پر اکڑ کر نہ چل کیونکہ تو عاجز ہے۔ اس زمین کو پھاڑ نہ ڈالے گا، بلند ہو کر پہاڑوں کے برابر نہ ہو سکے گا یہ سب باتیں مکروہ ہیں اللہ تعالیٰ ان کو پسند نہیں فرماتا اور ان کی ممانعت کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کامل سے فرمایا ہے۔ ❽ پھر فرمایا کہ اللہ کا شریک کسی اور کو نہ بنانا۔ شرک کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان جہنم میں پشیمان اور ذلیل ہو کر ڈالا جائے گا۔

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴿٣٧﴾ كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِندَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴿٣٨﴾ ذَٰلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۗ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتُلْقَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَّدْحُورًا ﴿٣٩﴾ أَفَأَصْفَاكُمْ رَبُّكُم بِالْبَنِينَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِنَاثًا ۚ إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا ﴿٤٠﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ لِيَذَّكَّرُوا وَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا نُفُورًا ﴿٤١﴾

اور نہ چل زمین میں اتراتا ہوا، بیشک ہرگز تو نہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے اور نہ (بدن کو تان کر) پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتا ہے ﴿۳۷﴾ یہ (جو کچھ گزرا ان میں کی) سب بڑی باتیں تیرے پروردگار کے نزدیک (بالکل) ناپسند ہیں ﴿۳۸﴾ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) یہ ان وحیوں میں سے ہے جو تمہارے رب نے تمہاری طرف بھیجی حکمت کی باتیں اور (اے سننے والے!) اللہ کے ساتھ دوسرا خدا نہ ٹھہرا ورنہ تو جہنم میں ڈال دیا جائے گا ملزم راندۂ درگاہ بنا کر ﴿۳۹﴾ (اے مشرکو!۱) کیا تم کو تمہارے پروردگار نے بیٹے چن دیئے اور خود اپنے لئے فرشتوں کو (اپنی) بیٹیاں بنالیں، بیشک تم بڑی (سخت) بات کہتے ہو ﴿۴۰﴾ ۲ اور البتہ ہم نے اس قرآن میں طرح طرح سے بیان کردیا ہے تاکہ وہ سمجھیں اور اس سے انہیں نہیں بڑھتی مگر نفرت ﴿۴۱﴾

۱ کفار کی گستاخی: مطلب یہ ہے کہ عرب کے مشرکین فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں سمجھ کر کاروبار خدائی میں شریک جانتے تھے۔ اس بات کو اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ تم کو تو خدا نے بیٹے دیئے اور اپنے لئے بیٹیاں ہی پسند کیں۔ تمہارا یہ کلام کیا حماقت آمیز ہے کہ تم فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہو۔ بیشک تم بڑی گستاخی کی بات کہتے ہو۔ جس کا بہت بڑا خمیازہ ان کو ایک دن بھگتنا پڑے گا۔

۲ کفار کو تنبیہ: اللہ پاک نے اس آیت میں یہ بیان فرمایا کہ ہم نے اس قرآن پاک میں جا بجا مثالیں اور حکم اور نصیحت وار قصے یہ سب کچھ بیان کیا ہے، تاکہ یہ اسے پڑھ کر اور سنکر عبرت پکڑیں اور نصیحت اختیار کریں اور اپنے قول اور فعل سے باز آئیں۔ لیکن جن کی طینت میں کفر و نفاق ہے وہ ان باتوں کو سن کر دین حق سے نفرت کرتے اور بھاگتے ہیں۔

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿۴۲﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿۴۳﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَىْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿۴۴﴾

تم ۱؎ فرماؤ: ''اگر اس کے ساتھ اور خدا ہوتے جیسا یہ کہتے ہیں تو اس وقت عرش کے مالک کی طرف انہوں نے کوئی رستہ (مقابلہ کیلئے) ڈھونڈ لیا ہوتا'' ﴿۴۲﴾ اللہ اس سے پاک ہے اور برتر ہے ان کی باتوں سے بڑی برتری اسی کی ﴿۴۳﴾ پاکی ۲؎ بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہیں اور ایسی کوئی چیز نہیں جو اس کی تعریف کے ساتھ پاکی بیان نہ کرتی ہو ولیکن تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو، بیشک وہ بڑا بردبار بخشنے والا ہے ﴿۴۴﴾

۱؎ اس آیت میں مشرکوں کو جھٹلانے کے لئے فرمایا کہ تم خدا کے سوا بتوں کو جو پوجتے ہو یہ خیال تمہارا غلط ہے کیونکہ خدا کے سوا اور کوئی معبود ہوتا تو وہ ضرور کوئی راستہ ذوالعرش تک نکالتا یعنی وہ معبود اللہ کے ساتھ مقابلہ کے لئے آمادہ ہوتا۔ جس طرح دنیا میں ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ پر چڑھائی کرتا ہے اور اس کے ملک و مال پر قبضہ کرنے کو مستعد ہوتا ہے پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان مشرکوں کی شرک کی باتوں سے پاک اور بہت دور ہے۔

تمام جان دار اور بے جان سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محبوب کائنات ہیں

۲؎ اس آیت میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک کیا ہوگا۔ ساتوں آسمان اور زمین اور ان میں جو موجودات ہیں وہ سب اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں، اور کوئی شے ایسی نہیں جو اس کی حمد وثنا میں مشغول نہ ہو لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے۔ جمادات میں بھی خدائے تعالیٰ نے ایک قسم کا علم رکھا ہے جس کو وہ خالق ہی خوب جانتا ہے۔ روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکڑی کے ایک ستون سے تکیہ فرما کر خطبہ فرمایا کرتے تھے۔ جب منبر بنایا گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوئے تو وہ ستون رویا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر دست کرم پھیرا اور شفقت فرمائی اور تسکین دی۔ صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سفر میں پانی نہ تھا۔ ایک برتن لائے جس میں تھوڑا سا پانی موجود تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ اس پانی میں ڈال دیا ادھر ہاتھ کا ڈالنا اور ادھر انگلیوں میں سے پانی کا جوش مارنا تھا جیسے چشمہ میں سے پانی نکلتا ہے۔ اس قدر پانی اس دست فیض رسا میں سے ان کو ملا کہ تمام جماعت نے وضو کر لیا اور پی بھی لیا۔ اور ہم کھانے کی تسبیح سنا کرتے تھے اور وہ

وَ اِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًاۙ﴿۴۵﴾ وَّ جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ یَّفْقَهُوْهُ وَ فِیْۤ اٰذَانِهِمْ وَقْرًاؕ وَ اِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِی الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰۤى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَسْتَمِعُوْنَ بِهٖۤ اِذْ یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْكَ

اور[1] جب تم قرآن پڑھتے ہو تو ہم تمہارے اور انکے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک چھپا ہوا پردہ ڈال دیتے ہیں ﴿۴۵﴾ اور ہم نے انکے دلوں پر غلاف ڈال دیئے ہیں تاکہ قرآن نہ سمجھ سکیں اور ان کے کانوں میں بھی بہرہ پن پیدا کر دیا ہے، اور جب قرآن میں تم اپنے اکیلے پروردگار کا ذکر کرتے ہو تو وہ پیٹھ پھیر کر نفرت کرتے بھاگتے ہیں۔ ہم[2] خوب جانتے ہیں جب یہ لوگ تمہاری طرف کان لگاتے ہیں جس غرض سے یہ سنتے ہیں ﴿۴۷﴾

کھایا جاتا تھا۔ پھر فرمایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ خداوند کریم کی ذات بردبار ہے کفار کی گستاخیوں کا ان کی موت تک تحمل ہوتا ہے اور اگر وہ توبہ کریں تو خداوند کریم مغفرت میں بھی قاصر نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور کفار کے درمیان فرشتہ کی آڑ تھی

[1] **شان نزول:** جس وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قرآن شریف کی آیتیں مشرکین کے روبرو پڑھتے تھے اور ان کو ہدایت کرتے تھے تو وہ لوگ ٹھٹھے سے یہ کہتے تھے کہ جن باتوں کے ماننے کے لئے اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! تم ہم سے کہتے ہو ان باتوں کے سننے سے ہمارے کان بہرے ہیں، اور ان باتوں کے ماننے کے حساب سے ہم میں اور تم میں ایک آڑ ہے اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کی بات کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ وہ سچی بات ہے کہ بدبختی ازلی جو ان کے سر پر سوار ہے وہ ان کو قرآن شریف کی ہدایت کی باتیں سننے نہیں دیتی۔ تو گویا یہ لوگ حقیقت میں بہرے ہیں اور آنکھوں کے سامنے کے آثار قدرت الٰہی ان کو نظر نہیں آتے، اس لئے حق باتوں میں اور ان میں ایک طرح کی آڑ ہے۔ لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور کفار کے مابین میں اللہ کے حکم سے ایک فرشتہ بھی حائل رہا کرتا تھا۔ پھر آخر میں فرمایا کہ جب قرآن میں اللہ کی وحدانیت کا ذکر آتا ہے تو یہ مشرک لوگ پیٹھ موڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔

قرآن کی آیتوں پر کفار کا مسخرا پن

[2] **شان نزول:** ایک روز ابوسفیان اور ابوجہل اور چند قریش جمع ہوئے اور جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے، اس وقت چھپ کر قرآن شریف سنا اور پھر آپس میں صلاح کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جادو کیا ہوا ایک

وَ اِذْ هُمْ نَجْوٰۤى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾ وَ قَالُوْۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾

اور جب آپس میں مشورہ کرتے ہیں جب کہ یہ ظالم کہتے ہیں کہ تم پیروی نہیں کرتے مگر ایسے ایک مرد کی کہ جس پر جادو کا اثر ہو گیا ہے ﴿۴۷﴾ دیکھو یہ لوگ تمہارے لئے کیسی کیسی تشبیہیں دیتے ہیں، پس یہ لوگ گمراہ ہو گئے کہ رستہ نہیں پا سکتے ﴿۴۸﴾ اور کہتے ہیں کہ کیا جب ہم (مرکر) ہڈیاں اور چورا ہو جائیں گے تو کیا ہم [۱] نئی پیدائش سے اٹھائے جائیں گے ﴿۴۹﴾ تم فرماؤ: ''خواہ تم پتھر ہو جاؤ یا لوہا ہو جاؤ ﴿۵۰﴾

شخص اور حشر کی آیتوں کو خلاف عقل ہونے کا ذکر کرنے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں جس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن شریف سن کر یہ لوگ جو آپس میں باتیں کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کو سب معلوم ہیں۔ وقت مقررہ آنے پر مناسب مواخذہ ان سے کیا جاوے گا۔ چنانچہ اس وعدہ کے موافق اس گروہ کے چند شخص جنگ بدر میں ہلاک ہو گئے اور ابوسفیان وغیرہ فتح مکہ پر مسلمان ہو گئے۔

حشر کا بیان

[۱] پھر فرمایا حشر کا انکار ان لوگوں نے جو کیا تھا اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ پہلی پیدائش سے حشر آسان ہے کہ مٹی کا پتلا تو کیا ہے۔ اگر یہ مرکر پتھر یا لوہا یا اور کوئی سخت چیز بھی ہو جاویں تو اللہ کی قدرت تو وہ ہے کہ اللہ ضرور ان کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ آگے فرمایا دوبارہ زندہ ہونے کی تاکید سن کر یہ لوگ تعجب سے پوچھیں گے کہ آخر ہم کو دوبارہ کون زندہ کر دے گا تو اے رسول اللہ کے ان سے کہہ دو کہ جس نے پہلے تم کو نیست سے ہست کیا تھا وہی تم کو دوبارہ زندہ کرے گا۔ پھر فرمایا اس جواب کو سن کر یہ لوگ مسخراپن سے گردنیں مٹکا کر یہ کہیں گے کہ آخر اس وعدہ کا ظہور کب ہوگا۔ ان سے کہہ دیا جاوے کہ گھبراؤ نہیں شاید اس کا ظہور بھی جلد ہی ہونے والا ہے۔ پھر فرمایا اب تو یہ لوگ مسخراپن کی باتیں کرتے ہیں لیکن دوسرے صور سے پہلے جب ایک مینہ برس کر ان کے جسم تیار ہو جاویں گے اور ان جسموں میں روحیں پھونک دی جاویں گی اور ان کو میدان محشر میں حاضر ہونے کا حکم ہوگا تو اللہ کی قدرت کو دیکھ کر بے ساختہ اللہ کی تعریف ان کی زبان پر آجائے گی، اور حساب کتاب کے بعد جب بے شمار مدت کے لئے ان کو دوزخ میں جھونک دیا جاوے گا تو اس بے شمار مدت کے مقابلہ میں دنیا میں رہنے کی مدت ان کو بالکل کم نظر آوے گی۔

أَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ ۚ فَسَيَقُولُونَ مَن يُعِيدُنَا ۖ قُلِ
الَّذِي فَطَرَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُونَ إِلَيْكَ رُءُوسَهُمْ وَيَقُولُونَ
مَتَىٰ هُوَ ۖ قُلْ عَسَىٰ أَن يَكُونَ قَرِيبًا ﴿٥١﴾ يَوْمَ يَدْعُوكُمْ
فَتَسْتَجِيبُونَ بِحَمْدِهِ وَتَظُنُّونَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٥٢﴾ وَقُل
لِّعِبَادِي يَقُولُوا الَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ۚ إِنَّ الشَّيْطَانَ يَنزَغُ بَيْنَهُمْ ۚ إِنَّ
الشَّيْطَانَ كَانَ لِلْإِنسَانِ عَدُوًّا مُّبِينًا ﴿٥٣﴾ رَّبُّكُمْ أَعْلَمُ بِكُمْ ۖ إِن يَشَأْ
يَرْحَمْكُمْ أَوْ إِن يَشَأْ يُعَذِّبْكُمْ ۚ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿٥٤﴾

یا کوئی اور چیز جو تمہارے خیال میں بڑی ہو (تب بھی زندہ کئے جاؤ گے) تو اب کہیں گے کہ ہم کو کون پھر پیدا کرے گا،" تم فرماؤ: "وہی جس نے تم کو اول بار پیدا کیا ہے" پھر تو تمہاری طرف (مسخراپن سے) سر ہلا ہلا کر یہ کہیں گے کہ وہ کب ہوگا؟ تم فرماؤ: "شاید وہ وقت بہت ہی قریب ہو ﴿۵۱﴾ جس دن وہ تم کو بلائے گا پس تم اس کی تعریف کرتے ہوئے حکم کی تعمیل کرو گے اور گمان کرو گے کہ (دونوں زندگیوں کے درمیان) بہت ہی کم مدت ٹھہرے" ﴿۵۲﴾ اور میرے (مسلمان ۱) بندوں سے فرماؤ: "(کفار سے) وہ بات کہیں جو بہتر ہو" بیشک شیطان ان کے آپس میں جھگڑا ڈال دیتا ہے، بیشک انسان کا کھلا دشمن ہے ﴿۵۳﴾ تمہارا پروردگار ۲ تمہیں خوب جانتا ہے اگر وہ چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب کرے اور ہم نے تم کو ان پر نگہبان بنا کر نہ بھیجا ﴿۵۴﴾

نرمی سے کلام کرنے کا حکم

۱ اس آیت میں اللہ پاک نے اپنے رسول مقبول ﷺ کی معرفت اپنے بندوں کو حکم فرمایا کہ تم اپنا برتاؤ اچھا رکھو، لوگوں سے نرمی اور آہستگی سے کلام کرو۔ سخت کلامی سے شیطان تمہارے بیچ میں کود پڑتا ہے اور جھگڑا ڈال دیتا ہے کیونکہ شیطان حضرت آدم علیہ السلام اور بنی آدم کا صریح دشمن ہے۔

۲ زبور شریف کا ذکر: اس آیت میں مشرکوں سے یہ خطاب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ اگر ہم چاہیں گے تو

وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ

اور تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے، اور بیشک ہم نے بعض نبیوں کو بعض پر فضیلت دی اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی ﴿۵۵﴾ تم فرماؤ[۱] کہ جن کو تم خدا کے سوا (معبود) گمان کرتے ہو ذرا ان کو پکارو تو سہی، وہ نہ تمہاری تکلیف دور کرنے کا اختیار رکھتے ہیں اور نہ اس کے بدل ڈالنے کا ﴿۵۶﴾ یہ وہ مقبول بندے ہیں جن کو کافر لوگ پوجتے ہیں وہ خود ہی اپنے پروردگار کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں کہ

عذاب دنیا تم پر سے ٹال دیں گے اور اگر چاہیں گے تو دنیا میں بھی عذاب کریں گے اور اے محمد ﷺ! تم کافروں کے ذمہ دار نہیں۔ ہم نے تم کو ضامن نہیں کیا" پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر بات کی مصلحت اور حکمت خوب جانتا ہے۔ آسمان اور زمین میں کوئی شے اس سے مخفی نہیں وہ مختار ہے جس کو چاہے فضیلت دے اور خود انبیاء کو ہم نے ایک دوسرے پر فضیلت دی۔ اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور عنایت کی داؤد علیہ السلام اور زبور شریف کے ذکر میں یہ بات جتلانی مقصود تھی کہ یہود اس بات کو سمجھ لیں کہ یہ وہی نبی ہیں جس کی داؤد علیہ السلام نے خبر دی اور زبور شریف میں موجود ہے۔ زبور میں ڈیڑھ سو سورتیں ہیں اس میں صرف خدا کی ثنا اور نصیحت اور آنحضرت ﷺ کی صفت اور امت محمدی کی فضیلت مذکور ہے۔

مشرکین کے ایک گروہ کا شرمندہ کرنا

[۱] **شان نزول:** مشرکوں میں سے کچھ لوگوں نے جنات کے ایک گروہ کو اپنا معبود بنا رکھا تھا۔ اتفاق سے جنات کا وہ گروہ مسلمان ہو گیا ان مشرکوں کے گروہ کے شرمندہ کرنے کو یہ آیت نازل فرمائی جس کے معنی آیت کے یہ ہیں کہ اے محبوب ﷺ ان مشرکوں سے یہ کہہ دو کہ اللہ کے سوا جن کو تم اپنا معبود ٹھہراتے ہو اگرچہ پہلے بھی ان تمہارے معبودوں کو کسی نیک و بد کا اللہ کے کارخانہ میں اختیار نہ تھا۔ اب مدد مانگو ہم بھی دیکھیں کیا مدد دیتے ہیں۔ وہ مدد کیا خاک کریں گے انہیں کچھ قدرت تو ہے ہی نہیں نہ تکلیف کو دور کر سکتے ہیں نہ ایک جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ بھیج سکتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ جن کو یہ پوجتے تھے وہ تو ایمان لے آئے اور وہ اپنے کفر پر رہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمہارے معبود باطل جس قدر ہیں وہ سب معبود برحق کے محتاج ہیں ملائکہ اور جنوں کی یہ کیفیت ہے کہ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور عذاب الٰہی سے ڈرتے ہیں۔ بیشک عذاب الٰہی ڈرنے کے قابل ہے۔

اَیُّهُمْ اَقْرَبُ وَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ یَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝۵۷ وَ اِنْ مِّنْ قَرْیَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِیْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِی الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝۵۸ وَ مَا مَنَعَنَاۤ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّاۤ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ وَ اٰتَیْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ

کہ ان میں کون زیادہ مقرب ہے اور اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں، بیشک تمہارے پروردگار کا عذاب ڈر کی چیز ہے ۝۵۷ اور (ایسی نافرمانوں کی) کوئی بستی [۱] نہیں مگر یہ کہ ہم اسے قیامت سے پہلے نیست کردیں گے، یا اس کو سخت عذاب دیں گے، یہ وعدہ کتاب (یعنی لوح محفوظ) میں لکھا ہوا ہے ۝۵۸ اور [۲] (جو نشانیاں منکر طلب کرتے ہیں) ایسی نشانیوں کے بھیجنے سے ہم یوں ہی باز رہے کہ پہلے لوگ ایسی ہی نشانیاں جھٹلا چکے ہیں، اور ثمود کو ہم نے اونٹنی دی آنکھیں کھولنے کو، پس انہوں نے اس پر ظلم کیا۔

[۱] مشرکین مکہ اپنے اعمال کی خرابی اور اپنے اعتقاد کی مذمت سن کر یوں کہا کرتے تھے کہ: اچھا اگر تمہارا مذہب سچا ہے تو پھر خدا ہمارے شہر پر بلا کیوں نہیں بھیجتا۔ اس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ کوئی ایسی بستی نہیں جو سلامت رہے۔ قیامت سے پہلے سب ہلاک ہو جاویں گے، یا یہ بات ہوگی کہ قیامت سے پہلے ہم کفار کو سخت عذاب میں مبتلا کردیں گے اور یہ سب نتیجہ لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے جو وقت پر ہوگا۔ کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔

مشرکین اپنی خواہش کے مطابق معجزات طلب کرتے تھے

[۲] **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ مکہ کے مشرک جواب سے عاجز آکر یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اگر آپ نبی ہیں تو کوہ صفا کو سونے کا بنادیں اور مکہ کے پہاڑوں کو ہٹادیں تا کہ ہم کھیتی کیا کریں اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ہم کو یہ کرنا مشکل نہیں۔ نہ کرنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ پہلی امتوں نے بھی انبیاء علیہم السلام سے معجزات طلب کئے تھے اور پہلے وعدہ کرلیا تھا کہ اگر ہماری خواہش کے مطابق معجزہ لاوے گا تو ہم ایمان لاویں گے جب وہ معجزہ ظاہر ہوا تو ایمان نہ لائے اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہو کر ہلاک ہوئے۔ کیونکہ عادت الٰہی جاری ہے کہ جو لوگ ضد کر کے معجزات طلب کرتے ہیں اور پھر معجزات دیکھ کر ایمان نہیں لاتے تو ہلاک کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم نے جس کا نام ثمود تھا اونٹنی کا سوال کیا۔ ان

وَمَا نُرۡسِلُ بِالۡاٰيٰتِ اِلَّا تَخۡوِيۡفًا ﴿۵۹﴾ وَاِذۡ قُلۡنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ‌ؕ وَمَا جَعَلۡنَا الرُّءۡيَا الَّتِىۡۤ اَرَيۡنٰكَ اِلَّا فِتۡنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الۡمَلۡعُوۡنَةَ فِى الۡقُرۡاٰنِ‌ؕ وَنُخَوِّفُهُمۡ ۙ فَمَا يَزِيۡدُهُمۡ اِلَّا طُغۡيَانًا كَبِيۡرًا ﴿۶۰﴾ وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓـئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡۤا اِلَّاۤ اِبۡلِيۡسَؕ قَالَ ءَاَسۡجُدُ لِمَنۡ خَلَقۡتَ طِيۡنًا ﴿۶۱﴾ۚ

اور ہم ایسی نشانیاں صرف ڈرانے کے لئے بھیجا کرتے ہیں ﴿۵۹﴾ اور وہ وقت یاد کرو جب کہ [۱] ہم نے تم سے فرمایا کہ (تم کسی سے نہ ڈرو) سب لوگ تمہارے رب کے قابو میں ہیں، اور ہم نے نہ کیا وہ دکھاوا جو تم کو دکھایا تھا (شب معراج) مگر لوگوں کی آزمائش کو (کہ کون تصدیق کرتا ہے) اور وہ درخت (بھی زقوم) جس پر لعنت قرآن میں ہے اور ہم انہیں (طرح طرح سے) خوف دلاتے ہیں، پس اس سے انہیں نہیں بڑھتی مگر سرکشی ﴿۶۰﴾ اور یاد کرو جبکہ ہم نے فرشتوں سے کہا کہ آدم کو سجدہ کرو پس سب نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (نہ کیا اور) کہا کہ کیا میں ایسے کو سجدہ کروں جسے تو نے مٹی سے بنایا ہے ﴿۶۱﴾

کے کہنے کے موافق اونٹنی پیدا ہوئی۔ باوجودیکہ ایک کھلی دلیل نبوت تھی مگر پھر بھی وہ لوگ ایمان نہ لائے بلکہ اس کی کونچیں کاٹیں۔ پس وہ سب ہلاک ہوئے اور اس قسم کے معجزات خطرناک ہوتے ہیں اور انکار کی صورت میں ہلاکت کا موجب اور ہم کو اہل مکہ کا ہلاک کرنا مقصود نہیں اس لئے ان کی یہ خواہش پوری نہیں کی جاتی۔

معراج کا ذکر

[۱] **شان نزول:** اس کا حاصل یہ ہے کہ جس رات آنحضرت ﷺ کو معراج ہوئی۔ اس کی صبح کو آپ نے لوگوں سے معراج کا حال بیان کیا تاکہ لوگ ان کو سچا نبی جان کر ایمان لاویں۔ مشرکوں نے بیت المقدس کے پتے آپ سے پوچھے اور کئی قافلے عرب کے شام کو گئے ہوئے تھے ان قافلوں کا حال بھی پوچھا۔ آپ نے سب نشانیاں اور قافلوں کا سب حال بیان کر دیا، مگر مشرک لوگ آپ کے جھٹلانے سے باز نہیں آئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ یہ معراج اور دوزخ میں زقوم کا درخت لوگوں کے آزمانے کی نشانیاں ہیں۔ بہت لوگ غیب کی باتوں پر ایمان لا کر نجات پاویں گے اور بہت لوگ شیطان کی طرح اللہ کی حکمت میں اپنا وہم و قیاس دوڑا کر مردود ہو جاویں گے۔ پھر فرمایا دنیا کے سب اچھے برے لوگ اللہ کے

قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ۫ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾

پھر شیطان بولا: ''دیکھ تو جو تو نے اس (حقیر) ہستی کو مجھ پر معزز کیا اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے تو میں بجز تھوڑے لوگوں کے اس کی تمام نسل کو ضرور پیس ڈالوں گا'' ﴿۶۲﴾ اللہ نے فرمایا: ''دور ہو، پس [1] جو کوئی ان میں سے تیری پیروی کرے گا تو بیشک اس کے لئے اور تیرے لئے سب کی سزا جہنم ہے بھرپور سزا ﴿۶۳﴾

قبضہ قدرت میں ہیں۔ اس لئے کوئی مخالف تم کو اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! کچھ ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ زبان سے جھٹلاتے ہیں تو ان کو جھٹلانے دو، تم اپنا کام بے خوف وخطر کرو۔ اللہ کی حکمت میں وہم وقیاس لڑانا شیطانی عادت ہے اسی مشابہت کی غرض سے اس آیت کے بعد اللہ تعالیٰ نے شیطان کی نافرمانی کے قصہ کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ قصہ قرآن میں سات جگہ آیا ہے: ❶ اول سورۃ بقرہ میں۔ ❷ پھر سورۃ اعراف میں۔ ❸ پھر سورۃ حجر میں ❹ پھر سورۃ بنی اسرائیل میں ❺ پھر سورۃ کہف ❻ سورۃ طٰہٰ اور ❼ سورۃ ص میں۔ حاصل اس قصہ کا وہی ہے جو پہلے آچکا ہے۔

ابلیس کی نافرمانی کا ذکر

[1] اس آیت میں فرمایا کہ جا جو کچھ تجھ سے ہوسکے کرلے یعنی یہ خطاب شیطان سے ہے۔ جو شخص تیری مدد کرے گا اس کو اور تجھ کو پوری سزا ملے گی اور اپنی آواز سے جس کو تو بہکاوے گا اور دل میں برے خیالات پیدا کرے گا، اور جس قدر شہوت انگیز آوازیں ہیں جیسے باجا اور عورت کے زیور کی جھنکار یہ سب شیطانی آواز میں داخل ہیں، اور اپنے سوار اور پیادوں سمیت ان پر دھاوا کر یعنی مکر وفریب کر اور انسان کو برائی کی ترغیب دینے والے سب شیطان کے لشکر میں دخل ہیں اور مال واولاد میں ان کا شریک بن جا، مال کی شراکت سے مراد گناہ اور فضول خرچی اور اچھی باتوں میں صرف کرنے سے روکنا خلاف شریعت مال لینا بھی سب شرکت شیطانی ہے۔ اولاد کی شرکت یہ ہے کہ ناجائز طور پر اولاد حاصل کی جاوے یعنی زنا۔ اولاد کے برے نام رکھنے یا سر پر چوٹی رکھنی وغیرہ۔ پھر فرمایا کہ ان سے جھوٹے وعدے کر جیسے بتوں کی شفاعت، یا توبہ میں تاخیر یا قیامت اور بہشت اور دوزخ کا انکار، لمبی چوڑی آرزوئیں دل میں پیدا ہونی، دنیا پر رغبت، آخرت سے نفرت دلائی کہ جو کچھ مزہ ہے یہیں ہے کیسی آخرت۔ اور شیطان کا وعدہ جھوٹا ہی ہوتا ہے، اور جو میرے خاص بندے ہیں جن کو ہم نے جنت کے لئے پیدا کیا ہے۔ ان پر تیرا قابو نہیں چلے گا اور اللہ تعالیٰ حفاظت کرنے والا اپنے بندوں کی حفاظت کے لئے کافی ہے۔

وَ اسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَ اَجْلِبْ عَلَیْهِمْ بِخَیْلِكَ وَ رَجِلِكَ وَ شَارِكْهُمْ فِی الْاَمْوَالِ وَ الْاَوْلَادِ وَ عِدْهُمْ ؕ وَ مَا یَعِدُهُمُ الشَّیْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ وَكِیْلًا ﴿۶۵﴾ رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ﴿۶۶﴾ وَ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِی الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِیَّاهُ ۚ

اوران میں سے جس جس پر تیرا قابو چلے اسے اپنی آواز سے بہکا اوران پر اپنے لشکر کے سواروں اور پیادوں پہ حملہ کر اوران کے مال اور اولاد میں شریک ہو جا اوران سے (طرح طرح کی باتوں کے) وعدے کر" اور (ان لوگوں کو خبر نہیں کہ) شیطان انہیں وعدہ نہیں دیتا مگر فریب سے ﴿۶۴﴾ (اللہ نے فرمایا): "بیشک جو میرے (خالص) بندے ہیں ان پر تیرا کچھ قابو نہیں، اور تیرا پروردگار کام بنانے کو کافی ہے ﴿۶۵﴾ تمہارا[۱] پروردگار وہ ہے کہ جو چلاتا ہے تمہارے لئے کشتی کو دریا میں تاکہ تم اس کے فضل سے روزی تلاش کرو، بیشک وہ تم پر مہربان ہے ﴿۶۶﴾ اور[۲] جب دریا میں تم پر کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو اس وقت وہ تمام (جھوٹے معبود) تم سے گم ہو جاتے ہیں جنہیں تم پکارتے ہو سوائے اللہ کے۔

توحید کا بیان

[۱] اس آیت سے دلائل توحید شروع ہوتے ہیں کہ تمہارا رب وہ ہے کہ تم مشرک ہو اور وہ تمہاری کشتیوں کو بڑے بڑے دریاؤں میں چلاتا ہے ہوا کو موافق بنا دیتا ہے۔ اور تم ان کشتیوں اور جہازوں میں بیٹھ کر اپنی روزی کی جستجو میں تجارت کے خیال سے ایک ملک سے دوسرے ملک میں جاتے ہو، وہ کیسا تم پر مہربان ہے کہ تمہاری آسائش کے لئے یہ سامان بنا رکھا ہے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اپنے بندوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ ہر ایک کام میں خدا ہی پر بھروسہ کریں اسی کو کل امور میں کام بنانے والا سمجھیں اور خاص اسی کی بندگی کریں۔

[۲] اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انسان کی ناشکری کا حال بیان فرمایا کہ جب انسان کو کسی مصیبت سے پالا پڑتا ہے تو فقط خدا ہی

فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿۶۷﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ وَكِيْلًا ﴿۶۸﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿۶۹﴾

پھر جب وہ تم کو (مصیبت سے نجات دے کر) خشکی پر پہنچا دیتا ہے تو منہ پھیر لیتے ہو، اور انسان ۱؎ بڑا ناشکرا ہے ﴿۶۷﴾ کیا پھر تم اس سے بے خوف ہوئے کہ وہ خشکی ہی کا کوئی حصہ تمہارے ساتھ دھنسا دے یا تم پر پتھروں کی آندھی بھیج دے، پھر کسی کو اپنا حمایتی نہ پاؤ گے ﴿۶۸﴾ کیا تم اس سے بے خوف ہوئے کہ ۲؎ خدا تم کو پھر دریا میں دوبارہ لے جائے تو تم پر کشتی توڑنے والی ہوا (کا سخت طوفان) بھیج دے، پھر تم کو تمہارے کفر کے سبب سے غرق کر دے، پھر اپنے لئے کوئی ایسا نہ پاؤ کہ اس پر ہمارا پیچھا کرے ﴿۶۹﴾

یاد آتا ہے اور جب وہ مصیبت ٹل جاتی ہے تو پھر وہی پہلی نافرمانیاں کرنے لگتا ہے اور اسے یاد بھی نہیں رہتا کہ اس پر کوئی وقت آیا تھا اور اس نے خدا کو پکار کر اس سے مدد چاہی تھی۔ غرضیکہ یہ لوگ پرلے درجے کے ناشکرے ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ جب تمہاری کشتیاں دریا میں چلتی ہیں اور پھر یک بیک تیز ہوا سے تہ و بالا ہونے لگتی ہیں تو صرف خدا ہی کو لوگ یاد کرنے لگتے ہیں۔ اس وقت اور کسی اپنے جھوٹے معبود کو نہیں پکارتے اور اللہ تعالیٰ تمہاری منت و عاجزی پر رحم کھا کر کشتیاں پار لگا دیتا ہے۔ پھر تم خدا کو بھول جاتے ہو۔

۱؎ اس آیت میں فرمایا کہ لوگ کیا بے خوف ہو گئے ہیں، انہیں اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ خدا چاہے تو دریا سے نجات دے کر خشکی میں بھی زمین کے اندر انسان کو دھنسا دے، جیسا قارون کو دھنسا دیا تھا۔ مقصد یہ ہے کہ خشکی و تری سب اس کے تحت قدرت میں ہے اور اگر چاہے تو آسمان سے سنگساری اور برف باری کرے کہ لوگ اپنی اپنی جگہ مر کر رہ جاویں اور اس مصیبت اور عذاب سے بچانے والا انہیں کوئی میسر نہ آوے۔

۲؎ قریش کو دوسری دھمکی یہ دی کہ اگر ان باتوں سے بھی تم نڈر رہو، تو کیا اس کا بھی تم کو خوف نہیں رہا کہ پھر کبھی جب تم دریا میں کشتیوں پر سوار ہو کر جاؤ تو تیز ہوا ایسی چلے کہ تمہاری کشتیوں کا تختہ الگ ہو جاوے، اور تمہاری ناشکری اور کفران نعمت کے

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ

اور ۱؎ بیشک ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور خشکی اور دریا میں (یعنی جانور اور کشتی پر) ان کو سواری دی اور ان کو ستھری چیزیں کھانے کو دیں اور ہم نے ان کو بزرگی دی اپنی بہت سی مخلوق پر۔ (پوری فضیلت اس روز ظاہر ہوگی) جس ۲؎ دن ہم ہر ایک جماعت کو اس کے پیشوا کے ساتھ بلائیں گے، پھر جن کو ان کی کتاب (یعنی نامۂ اعمال) دائیں ہاتھ میں دی جاوے گی۔

سبب سے تم ڈوب جاؤ، تو کوئی حمایت کرنے والا تمہاری طرف سے نہ کھڑا ہو، کیونکہ خداوند کریم اکیلا دونوں جہان میں جس طرح چاہتا ہے کرتا ہے اس سے کوئی شخص کسی بات کا سوال نہیں کرسکتا۔

۱؎ اللہ پاک نے اس آیت میں اس احسان کا ذکر فرمایا جو انسان کو اپنی اور دوسری مخلوق پر فضیلت دی ہے کہ خشکی میں طرح طرح کی سواریاں اسی انسان کے واسطے بنائی ہیں، دوسری مخلوق اس سے بے بہرہ ہے۔ اور اس طرح دریا میں بھی اس کے واسطے سواری کا انتظام کیا کہ کشتی پر بیٹھ کر انسان دریا کا سفر کرتا ہے دوسری کوئی مخلوق ایسی نہیں ہے جو دریا کا سفر اس طرح کرتی ہو۔ یہ تو سواری کا حال ہے اب روزی کو دیکھئے کہ انسان کے واسطے کیسی صاف ستھری بنائی ہے۔ اور عمدہ عمدہ چیزیں کھانے کے لئے پیدا کی ہیں ان سب امور پر نظر کر کے دیکھئے تو خدا نے انسان کو اپنی بہت سی مخلوق پر ایک بہت بڑی فضیلت بخشی ہے۔

اعمال نامے کا ذکر

۲؎ اس آیت کی تفسیر آنحضرت ﷺ نے فرمائی کہ قیامت کے دن بعضے لوگوں کو بلا کر ان کے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جاوے گا جس سے ایسے شخص کے منہ پر ایک طرح کا نور آ جاوے گا، اس شخص کے سر پر ایک تاج رکھ دیا جاوے گا۔ جس جماعت میں سے یہ شخص بلایا گیا تھا اس جماعت میں واپس آن کر باقی کے لوگوں کو خوشخبری دیوے گا کہ ہماری ساری جماعت کے لوگوں کے ساتھ یہی معاملہ پیش آوے گا اور جماعت کے لوگ اس کو نجات کی مبارک بادی دیویں گے۔ اور بعضے لوگوں کو ایک جماعت میں سے ہر ایک شخص کو بلا کر بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال دیا جاوے گا جس سے اس شخص کا منہ کالا ہو جاوے گا۔ اور وہ شخص جس جماعت میں سے گیا تھا اس جماعت میں آنا چاہے گا تو باقی کے لوگ اس کو جھڑکیں گے کہ ہماری جماعت میں مت آ۔ وہ جماعت والوں کو جھڑکے گا اور کہے گا: "جو میرا حال ہے وہی ساری جماعت کا حال ہونے والا ہے" پھر فرمایا کہ ظلم اللہ پاک نے اپنی ذات پر حرام ٹھہرالیا ہے اس واسطے قیامت کے دن اعمال ناموں کے موافق جزا و سزا ہوگی کسی پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔

فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۱﴾ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾

تو وہ اپنی کتاب (یعنی نامۂ اعمال) کوخوشی سے پڑھیں گے اور ان کا تاگے کے برابر حق نہ دبایا جائے گا ﴿۷۱﴾ اور ۱ جو کوئی دنیا میں اندھا بنا رہا تو وہ آخرت میں بھی اندھا ہے اور زیادہ دور پڑا راہ سے ﴿۷۲﴾ اور ۲ بیشک قریب تھا کہ یہ (کافر) تمہیں کچھ لغزش دیتے ہماری وحی سے جو ہم نے تم کو بھیجی، کہ تم ہماری طرف (اس کے سوا) کچھ اور نسبت کردو اور اس وقت تو وہ تم کو اپنا گہرا دوست بنا لیتے ﴿۷۳﴾ اور ۳ اگر ہم تمہیں ثابت قدم نہ رکھتے تو قریب تھا کہ ان کی طرف کچھ تھوڑا سا جھکتے ﴿۷۴﴾

۱ بائیں ہاتھ میں جن کے نامہ اعمال دیئے جاویں گے ان کے حق میں یہ آیت ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں راہ حق سے دور رہے اور اچھے برے میں انہوں نے تمیز نہیں کی۔ گویا اندھے تھے کہ خدا کی ظاہر ظاہر قدرت کو بھی دیکھ کر ایمان نہیں لائے۔ ایسا شخص آخرت میں اندھا ہوگا بلکہ اور بھی گمراہ ہوگا کیونکہ اگر وہاں غور وفکر کرنے پر ایمان کا ارادہ کرے گا تو کچھ حاصل نہ ہوگا۔

مشرکین مکہ کی شرارت

۲ **شان نزول:** کفار نے آنحضرت ﷺ کو اپنی خواہش پر مجبور کرنا چاہا تھا کہ آپ ہمارے بتوں کی مذمت نہ کریں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی یہ کفار ہمارے احکام میں تم سے سستی کرانا چاہتے تھے۔ اور ان کا یہ مقصود تھا کہ تم وحی الٰہی کے سوا کچھ اور جھوٹ باندھو اور پھر وہ تمہیں اپنا دوست بنالیں، لیکن اللہ کے کارخانہ میں ہر کام کا وقت لوح محفوظ میں لکھا جا چکا ہے۔ وقت مقررہ کے آنے تک یہ مشرک اپنی خواہش زبان پر لاتے ہیں۔ وقت مقررہ کے آجانے پر تمہارے ہی ہاتھ سے اللہ تعالیٰ ان بتوں کی سب عزت وتوقیر خاک میں ملادے گا اور ان مشرکوں سے ان بتوں کی کچھ حمایت نہ ہوگی۔

کفار کے مکر سے بچنے کا ذکر

۳ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ اگر ہم تم کو ثابت قدم نہ رکھتے تو تم میل (رغبت میلان) کیا چاہتے تھے، مگر ہماری عصمت نے تمہاری مدد کی اور میلان کے قریب ہونے سے بھی تم کو روک لیا۔ یعنی میلان کے قریب بھی نہیں ہوئے اگر تم ان کے دام

اِذًا لَّاَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَ ضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ وَ اِنْ كَادُوْا لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْاَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَ اِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ مَنْ قَدْ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَ لَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾ ع اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾

ع ۸

اس وقت ہم تم کو دوگنا مزہ زندگی میں اور دوگنا مرنے میں چکھاتے پھر تم ہمارے مقابل اپنا کوئی مددگار نہ پاتے ﴿۷۵﴾ اور[۱] بیشک قریب تھا کہ وہ اس زمین (عرب) سے تمہارے قدم اکھاڑ دیتے تاکہ تمہیں اس سے باہر کر دیں، پھر تو وہ بھی تمہارے بعد بہت ہی کم ٹھہرنے پاتے ﴿۷۶﴾ ان کے دستور کے موافق جو ہم نے تم سے پہلے اپنے رسول بھیجے اور تم ہمارے قانون میں کچھ بھی فرق نہ پاؤ گے ﴿۷۷﴾ نماز[۲] قائم رکھو سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک (یعنی ظہر، عصر، مغرب اور عشاء) اور صبح کا قرآن (یعنی صبح کی نماز میں قرأت) پڑھا کرو، بیشک صبح کے قرآن میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں ﴿۷۸﴾

میں آجاتے تو دنیا اور آخرت میں تم کو دوچند عذاب ہوتا ہمارے مقابلہ میں تمہاری کوئی مدد نہ کر سکتا۔ مطلب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو معصوم تھے ان کو میلان کا کیا خوف تھا۔ اس ذکر سے یہاں ان کی امت کا ڈرانا مقصود ہے تاکہ مشرکوں کی باتوں میں نہ آجائیں۔

[۱] اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ مشرکین مکہ یہ چاہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ کی زمین سے فریب دے کر نکال دیں اگر وہ ایسا کرتے تو ان کو کیا فائدہ تھا۔ ان کا قیام کیا ہمیشہ کے لئے ہے وہ بھی تمہارے بعد ہلاک ہی ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ہجرت کے بعد تھوڑے دنوں میں بدر کی لڑائی پیش آئی اور کفار ہلاک ہوئے۔ پھر فرمایا کہ ہمارا ہمیشہ سے یہی قاعدہ ہے کہ نبی کے نکالنے کے بعد قوم کے لوگوں کو امن سے نہیں رکھتے ان کو بھی جلاوطنی نصیب ہوتی ہے۔ جو انبیاء تم سے پہلے آئے ہیں ان کی بھی یہی کیفیت ہوئی کہ جب ان کی قوم نے ان کو نکالا تو وہ خود بھی وہاں سے نکالے گئے۔ اور اللہ کے انتظام میں جو دستور ہے اس کو کوئی بدل نہیں سکتا۔

پانچوں نماز کے فضائل اور تہجد کا ذکر

[۲] آیت میں پانچوں نمازوں کا ذکر ہے۔ سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک میں چار نمازیں ہیں، اور صبح کی نماز کا

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَقُلْ رَّبِّ اَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾

اور رات کے کچھ حصہ میں تہجد پڑھا کرو یہ خاص تمہارے لئے زیادہ ہے۔ قریب ہے کہ تمہیں ۱؎ تمہارا پروردگار ایسی جگہ کھڑا کرے جو مقام محمود ہے (یعنی مقام شفاعت) ﴿۷۹﴾ اور ۲؎ یوں عرض کرو کہ اے میرے پروردگار! مجھ سچی طرح داخل کر اور مجھے سچی طرح سے باہر لے جا اور مجھے اپنی طرف سے ایک مدد دینے والی قوت عطا کر ﴿۸۰﴾

الگ ذکر ہے اس واسطے کہ وہ فرشتے جو لوگوں کے نامہ اعمال لکھنے اور آدمی کی حفاظت کرنے کے لئے مقرر ہیں، ان کی چوکی عصر کے وقت اور صبح کے وقت بدلتی رہتی ہے اور عصر اور صبح دونوں نمازوں کے وقت دونوں چوکیوں کے فرشتے ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ لیکن صبح کی نماز کے وقت قرأت سے قرآن شریف پڑھا جاتا ہے اور اس کو بڑے شوق سے دونوں چوکیوں کے فرشتے سنتے ہیں اس لئے یہ فرمایا کہ صبح کی نماز کی قرأت سننے کو فرشتے حاضر ہوتے ہیں آگے تہجد کا ذکر فرمایا کہ نماز تہجد آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر فرض ہے امت کے لئے سنت ہے جو دو دو رکعت سے پڑھی جائیں۔ تعداد کم سے کم دو رکعت اور زیادہ بارہ رکعت ہیں شب کے تین حصے کرے تو دو تہائی ہوئے اور ایک حصہ درمیانی تہجد پڑھنا افضل ہے۔ اگر چاہے کہ آدمی رات عبادت کرے تو نصف آخر رات افضل ہے۔ **مسئلہ:** جو شخص نماز تہجد کا عادی ہو اس کے لئے تہجد ترک کرنا مکروہ ہے۔ ہر رات کو پچھلی رات سے صبح تک اللہ تعالیٰ کا اول آسمان پر نزول فرمانا اور قبول دعا اور مغفرت کا وعدہ فرمانا ثابت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت کا ذکر

۱؎ قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک سب انبیاء کے پاس لوگ شفاعت کی غرض سے جاویں گے اور سب انبیاء علیہ السلام خدا کے غصہ سے ڈر کر شفاعت سے انکار کریں گے، اور کہیں گے: ''آج وہ دن ہے کہ کسی دوسرے کی شفاعت تو درکنار ہمیں اپنی ہی جان کا اندیشہ ہے'' پھر جب وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آویں گے تو آپ شفاعت کا ذمہ لیویں گے اور مقام محمود میں جا کر سجدہ کریں گے، اور شفاعت کی التجا کریں گے اللہ تعالیٰ آپ کی التجا کو قبول کرے گا اور میدان محشر سے لوگوں کا چھٹکارا ہوگا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دعا کا حکم

۲؎ **شان نزول:** جب کفار مکہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تنگ کرنے کا مشورہ کیا اور چاہا کہ ان کو مکہ سے نکال دیں یا قید کریں تو اس پر یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ اس طرح دعا کریں: ''یاالٰہی مجھ کو مکہ سے سلامتی کے ساتھ نکال اور مدینہ میں غنیمت

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ وَ نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۙ وَ لَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَ اِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَ اِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ﴿۸۴﴾ ع

اور فرماؤ: ’’دین حق (یعنی اسلام) آیا اور دین باطل (یعنی کفر) مٹ گیا بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا‘‘ ﴿۸۱﴾ اور ہم قرآن میں وہ ۱؎ چیز اتارتے ہیں جو ایمان والوں کیلئے شفا اور رحمت ہے، اور ظالموں کو تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے ﴿۸۲﴾ ۲؎ اور جب ہم انسان پر احسان کرتے ہیں تو منہ پھیر لیتا ہے اور اپنی طرف دور ہٹ جاتا ہے اور جب اسے کوئی برائی پہنچے تو ناامید ہو جاتا ہے ﴿۸۳﴾ تم فرماؤ: ۳؎ ’’ہر ایک اپنے اپنے طریقے پر عمل کرتا ہے، پس تمہارے پروردگار کو خوب معلوم ہے کہ کون زیادہ راہ راست پر ہے ﴿۸۴﴾

کے ساتھ داخل کر اور اپنے ہاں کی قوت سے میری مدد کر‘‘ پھر فرمایا کہ اے محبوب ﷺ! ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے دین حق آ گیا ہے اور دین باطل مٹ گیا یعنی حق قرآن ہے اور باطل شیطان جہاں قرآن ظاہر ہوتا ہے شیطان چھپ جاتا ہے۔

قرآن شفا ہے

۱؎ مطلب یہ ہے کہ تمام قرآن مسلمانوں کے حق میں ظاہری اور باطنی جسمانی اور دلی بیماریوں کی شفا کا کامل ذریعہ ہے۔ جسمانی مرض بھی خواہ کیسا ہی سخت ہو قرآن کی برکت سے جاتا رہتا ہے، اسی طرح قلبی مرض بھی۔ البتہ ناانصافوں کو قرآن سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ جس قدر انکار بڑھتا جاتا ہے نقصان زیادہ ہوتا ہے۔

۲؎ یہاں ارشاد ہوتا ہے کہ جب ہم اپنے رسول برحق کو بھیجتے ہیں اور کلام پاک نازل کرتے ہیں تو انسان منہ پھیر لیتا ہے۔ دنیوی نعمت میں بھی اس کا یہی نقشہ ہے کہ جہاں دولت مند ہوا یا صاحب قوت یا صاحب جاہ تو اللہ کی طرف سے منہ پھیرنے لگتا ہے اور اپنے تئیں دور کھینچتا ہے اور اینٹھنے لگتا ہے اور جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو ناامید ہو جاتا ہے۔

۳؎ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ اے حبیب ﷺ ان سے کہہ دو کہ تم ہر ایک آدمی اپنے اپنے طریقہ اور نیت کے موافق عمل کرتے ہو۔ مطلب یہ ہے کہ جس کا نفس پاک وصاف ہے وہ اچھے عمل کرتا ہے اور جس کا نفس ناپاک وخبیث ہے وہ برے

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۵﴾ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾

اور ۱؎ تم سے روح کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ: ''روح میرے پروردگار کے حکم سے ایک چیز ہے اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا'' ﴿۸۵﴾ اور اگر ہم چاہتے تو ۲؎ یہ وحی جو ہم نے تمہاری طرف کی ہے اس کو لے جاتے (یعنی قرآن کریم کو سینوں اور صحیفوں سے محو کر دیتے) پھر تم کوئی نہ پاتے اس کے (واپس لانے کے) لئے ہمارے سامنے اس پر وکالت کرنے والا ﴿۸۶﴾ مگر یہ صرف تمہارے پروردگار کی رحمت ہے (کہ قیامت تک اس کو باقی رکھا) بیشک اس کا تم پر بڑا فضل ہے ﴿۸۷﴾

عمل کرتا ہے۔ اس میں کفار کی مذمت ہے اور مومنین کی تعریف ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ پاک سب کو جانتا ہے کہ کون گمراہی میں ہے اور کون راہ یاب ہے کیونکہ وہ خالق ہر مخلوق کا ہے۔

روح کا بیان

۱؎ **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ یہود نے آنحضرت ﷺ کے پاس مشرکین کو بھیجا کہ وہ آپ سے تین سوال کریں۔ ❶ روح کیا چیز ہے۔ ❷ ذوالقرنین کی بابت۔ ❸ اصحاب کہف کا قصہ۔ اور یہ کہہ دیا تھا کہ اگر آپ دو باتیں بتا دیں تو سمجھ لینا کہ آپ نبی ہیں۔ چنانچہ ان لوگوں نے آکر سوال کیا تو وہ دونوں سوالات تو پورے پورے بیان کئے اور روح کی بابت یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ آپ سے یہ لوگ روح کی کیفیت پوچھتے ہیں، ان سے کہہ دیں کہ روح کی کیفیت کے معلوم کرنے کی طاقت انسان میں نہیں ہے۔ پہلے بھی پیغمبروں نے باریک باتیں لوگوں سے نہیں کیں، اتنا جاننا کافی ہے کہ خدا کے حکم سے ایک چیز جسم میں داخل ہوتی ہے، تو وہ جی اٹھتا ہے اور جب نکلتی ہے مر جاتا ہے۔

قرآن شریف اور رسول اللہ ﷺ کی تعریف

۲؎ اس آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح ہم نے روح کا علم تم کو نہیں دیا اگر ہم چاہیں تو قرآن کو بھی تمہارے پاس سے ہٹا لیں تمہارے دلوں سے بھلا دیں، کاغذ سے اس کے نقوش مٹا دیں، پھر تم کوئی اپنا مددگار نہیں لا سکتے جو اس کام میں تمہاری مدد کرے اور قرآن پھر تم کو دیدے، یا تمہارے دلوں میں بھی پیدا کر دے اور کوئی اس کام میں مدد نہیں کر سکتا مگر ہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت سب کچھ کر سکتی ہے۔ پھر فرمایا اے محمد ﷺ! تمہارے اوپر ہماری بہت بڑی مہربانی ہے تم کو ہم نے اولاد آدم کا سردار کر

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا ﴿۸۸﴾ وَ لَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ٘ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾ وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًاۙ ﴿۹۰﴾

(اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم ۱) تم فرماؤ: ''اگر آدمی اور جنات سب اس بات کیلئے متفق ہو جاویں کہ ایسا قرآن بنالاویں تو ایسا قرآن نہ لاسکیں گے اور اگرچہ ان میں ایک دوسرے کا مددگار ہو ۸۸ اور بیشک ہم نے لوگوں کے (سمجھانے کے) لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال کھول کھول کر بیان کردی ہے، پس اکثر آدمیوں نے نہ مانا مگر ناشکری کرنا ۸۹ اور ۲ بولے کہ ہم تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ تم ہمارے لئے زمین سے کوئی چشمہ جاری کردو ۹۰

دیا اور رسولوں کا خاتم النبیین کیا اور مقام محمود عطا کیا اور اپنی سب سے عمدہ کتاب یعنی قرآن مجید کو آپ پر نازل کیا اور سب سے بڑی رحمت یہ کی کہ قرآن شریف آپ کی امت میں صحیح سلامت باقی رہے گا۔

کفار کا فضول سوال کرنا اور اس کا جواب

۱ **شان نزول:** یہود کے چند علماء نے یہ کہا تھا کہ قرآن شریف کی عبارت تو رات جیسی فصیح نہیں ہے اس لئے ہم چاہیں تو قرآن جیسی عبارت بنا سکتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ ساری دنیا بھر کے انسان اور جنات ایک ہو جائیں جب بھی ان سے قرآن کے مانند کلام نہیں بن سکتا۔ اس آیت سے قرآن شریف کا معجزہ ہونا اور ایسا معجزہ ہونا ثابت ہوتا ہے جس کے مقابلہ سے جن وانسان عاجز ہیں۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ اللہ کے علم غیب کے موافق دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل ٹھہر چکے ہیں ان کے حق میں قرآن کی نصیحت اسی طرح رائیگاں ہے جس طرح بری زمین میں مینہ کا پانی رائیگاں جاتا ہے۔ اسی واسطے طرح طرح کی مثالیں دے کر جس قدر قرآن کی آیتوں سے ان لوگوں کو سمجھایا جاتا ہے اسی قدر قرآن کو جھٹلانے پر یہ لوگ آمادہ ہو جاتے ہیں۔

۲ **شان نزول:** ایک روز ابوجہل اور چند قریش نے جمع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یہ نیا دین تم نے اگر روپے کی لالچ سے یا قوم کے سردار رہنے کی طمع سے نکالا ہے تو ہم روپیہ کا چندہ کرنے کو اور قوم کا سردار تم کو بنانے کو موجود ہیں، اور اگر دماغی بیماری ہوگئی ہے جس کے سبب سے ایسی باتیں کرتے ہو تو اس کا علاج بھی ہو سکتا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا کہ ان باتوں میں سے ایک بات بھی نہیں ہے بات فقط اتنی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تم لوگوں کو اللہ کا حکم سناتا ہوں۔ اگر تم مانو

اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ عِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَ لَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْۤا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾

یا تمہارے لئے کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو پھر تم اس میں بہتی ہوئی نہریں جاری کردو ﴿۹۱﴾ یا تم ہم پر آسمان گرا دو جیسا کہ تم نے کہا ہے: ''ٹکڑے ٹکڑے کر کے'' یا تم اللہ اور فرشتوں کو ضامن لے آؤ ﴿۹۲﴾ یا تمہارے لئے طلائی گھر ہو یا تم (ہمارے سامنے) آسمان میں چڑھ جاؤ، اور ہم تو تمہارے (آسمان پر) چڑھنے پر (بھی) ایمان نہ لائیں گے جب تک تم ہم پر ایک کتاب نہ اتارو جس کو ہم پڑھیں'' تم فرماؤ: ''پاکی ہے میرے پروردگار! کو، میں (اس کے سوا) کون ہوں مگر ایک آدمی اللہ کا بھیجا ہوا'' ﴿۹۳﴾ اور لے کس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روکا جب ان کے پاس ہدایت آئی، مگر یہی بات مانع ہوئی کہ کہنے لگے: ''کیا اللہ نے آدمی کو رسول بنا کر بھیجا ہے'' ﴿۹۴﴾

گے تو تمہارے لئے اچھا ہے ورنہ تم جانو''۔ یہ سن کر انہوں نے ضد سے کہا: ''اچھا اگر تم سچے رسول ہو تو مکہ کی سرزمین میں باغ لگا دو نہریں جاری کرا دو، یا اپنا گھر سونے کا بنا لو، ہمارے سامنے آسمان پر چڑھ جاؤ یا اللہ اور فرشتے ہمارے روبرو آن کر تمہارے رسول ہونے کی گواہی دیویں یا اللہ کی طرف سے کوئی فرشتہ اس صداقت میں ہمارے پاس آجاوے۔ اگر ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں کر سکتے تو ہم پر آسمان کا کوئی ٹکڑا عذاب کے طور پر گرا دو۔'' ان باتوں پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں اور فرمایا کہ اے محبوب کریم ﷺ ان سے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ان خرافات سے پاک ہے کسی کی مجال نہیں کہ اس پر کچھ حکم لگاوے وہ مالک اور مختار ہے اور ہر بات پر قادر ہے میں تو بشر ہوں جیسے اور رسول ہیں ویسا ہی میں بھی رسول ہوں اگلے سب لوگوں نے وہی معجزے ظاہر کئے، جو ان کی قوم کے مناسب تھے۔ میں نے بھی تمہارے مناسب معجزات ظاہر کئے۔ کافروں کی باتوں کا یہ مجمل جواب ہے مفصل جواب متفرق آیتوں میں ہے۔

لے نافرمان لوگوں کے عذاب کا ذکر: اوپر کی آیتوں میں مشرکین مکہ کی سرکشی کی باتوں کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں فرمایا

قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾

تم فرماؤ: "اگر زمین پر فرشتے بستے ہوتے کہ اطمینان سے چلتے پھرتے، تو بیشک ہم ان پر آسمان سے فرشتے ہی رسول بنا کر بھیجتے" ﴿۹۵﴾ تم فرماؤ: "میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہی کے لئے کافی ہے۔" بیشک وہ اپنے بندوں کو خوب جاننے والا دیکھنے والا ہے ﴿۹۶﴾

بڑا سبب قرآن کی نصیحت کے نہ ماننے کا ان لوگوں کے نزدیک یہ ہے کہ یہ لوگ اس بات کو خلاف عقل جانتے ہیں کہ اللہ کا رسول کوئی انسان ہوسکتا ہے۔ ان لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اللہ کا رسول فرشتہ ہونا چاہیے۔ حالانکہ یہود کی باتوں کو یہ لوگ بہت مانتے ہیں اور یہود سے اکثر یہ لوگ سن چکے ہیں کہ بنی اسرائیل کے رسول موسیٰ علیہ السلام تھے۔ پھر بھی شیطان کے بہکانے سے یہ لوگ ایک ظاہر بات کو خلاف عقل جانتے ہیں۔ اے رسول اللہ کے! تم ان لوگوں سے کہہ دو جس طرح بنی آدم زمین پر رہتے ہیں اسی طرح اگر فرشتے بھی زمین پر بستے ہوتے اور فرشتوں کا اصلی صورت میں دیکھنا انسان کی طاقت سے باہر نہ ہوتا تو ان کے پاس کوئی فرشتہ رسول بنا کر بھیج دیا جاتا۔ اب اگر کوئی فرشتہ رسول بنا کر بھیجا بھی جاوے تو ضرور وہ انسان کی صورت میں ہوگا اور پھر ان لوگوں کا وہی شبہ باقی رہے گا جو اس وقت ہے۔ سورۃ الانعام (پارہ ۷) کی آیتوں میں یہ مضمون تفصیل سے گزر چکا ہے آگے فرمایا اے رسول اللہ کے! ان لوگوں سے یہ بھی کہہ دو کہ فرشتہ کی گواہی کچھ اللہ کی گواہی سے بڑھ کر نہیں۔ میں اپنے رسول ہونے پر اللہ کی گواہی پیش کرتا ہوں اور اللہ کی گواہی کا ثبوت یہ ہے کہ اسلام کی جن باتوں کی میں نصیحت کرتا ہوں اللہ کی مدد سے ان باتوں کی روز بروز ترقی ہوتی جاتی ہے اور اسلام کے برخلاف باتیں روز بروز دنیا سے اٹھ رہی ہیں اور یہ بھی کہہ دو کہ اللہ اپنے بندوں کے ذرا ذرا حال سے خبردار اور ان کے سب کاموں کو دیکھتا ہے۔ میں جو تم کو نصیحت کرتا ہوں وہ بھی اس کو معلوم ہے اور تم بغیر کسی سند کے زبردستی جو مجھ کو جھٹلاتے ہو وہ بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہے وقت مقررہ پر ان سب باتوں کا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرمادے گا۔ آگے فرمایا اللہ کے علم غیب میں جو لوگ راہ راست پر آنے والے ٹھہر چکے ہیں، وہی نیک کاموں کا ارادہ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں کو نیک کاموں کی توفیق دیتا ہے۔ اور جو لوگ اللہ کے علم غیب میں گمراہ ٹھہر چکے ہیں ان کو کوئی نصیحت کرنے والا راہ راست پر نہیں لاسکتا۔ اس لئے وہ لوگ اسی گمراہی کی حالت میں مر جاویں گے اور قیامت کے دن وہ میدان محشر تک تو بجائے پیروں کے منہ کے بل چلیں گے، اور پھر اوندھے منہ گھسیٹے جا کر دوزخ میں ڈال دیئے جاویں گے جہاں سوا ہر وقت کے عذاب کے آنکھوں سے کسی نجات کی صورت کے دیکھنے سے وہ اندھے اور کانوں سے سننے سے بہرے اور زبان پر لانے سے گونگے ہوں گے۔

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۭ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰي وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۭ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾

النصف

اور جس کو اللہ ہدایت دے وہی ہدایت پر ہے، اور جس کو وہ گمراہ کرے پس ان کے لئے اس کے سوا تم کوئی حمایتی نہ پاؤ گے، اور ہم انہیں قیامت کے دن ان کے منہ کے بل اندھے اور گونگے اور بہرے کر کے اٹھائیں گے، ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، جب آگ بجھنے لگے گی تو ہم اسے ان پر زیادہ بھڑکا دیں گے ﴿۹۷﴾ لہ یہ ان کی سزا اس سبب سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا اور کہہ دیا کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا سچ مچ ہم ازسرنو پیدا کر کے اٹھائے جائیں گے ﴿۹۸﴾ اور کیا وہ نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا وہ اس بات پر قادر ہے کہ ان جیسے (لوگ) پیدا کر دے اور ان کے لئے (عذاب کی یا موت و قیامت کی) اس نے ایک میعاد مقرر کر دی ہے جس میں کچھ شک نہیں پس ظالموں نے انکار کرنے کے سوا (اسے) قبول نہ کیا ﴿۹۹﴾

لہ ان آیتوں میں فرمایا کہ یہ عذاب ان لوگوں پر ظلم کے طور پر نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ظلم اپنی ذات پر حرام ٹھہرایا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ یہ عذاب ان لوگوں کی بداعمالی کی سزا کے طور پر ہوگا کیونکہ یہ اللہ کے کلام کو اور حشر کو جھٹلاتے تھے۔ پھر فرمایا کیا ان لوگوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ان کی عقل سے باہر اس پاک ذات نے بغیر ستون کے آسمان کس طرح بنائے اور پانی پر زمین کیونکر بچھائی، پھر آدم علیہ السلام کے پتلے کی طرح مٹی سے ان کے دوبارہ پتلے بنانا اور ان میں روح کا پھونکنا اس کی قدرت کے آگے کیا مشکل ہے۔ رہی یہ بات کہ آخر یہ کب ہوگا اس کے واسطے اللہ کے کارخانہ میں ایک وقت مقرر ہے۔ اس وقت کو بغیر کسی سند کے جو یہ لوگ جھٹلاتے ہیں اس کا خمیازہ ان کو بھگتنا پڑے گا۔

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآىِٕنَ رَحْمَةِ رَبِّیْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَ كَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ وَ لَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ فَسْــٴَـلْ بَنِیْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾

تم فرماؤ: ''اگر تم [۱] میرے پروردگار کی رحمت کے خزانوں کے مالک ہوتے تو اس وقت بھی تم بخیلی کرتے، اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہو جائیں'' اور انسان بڑا کنجوس ہے ﴿۱۰۰﴾ اور بیشک ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو نو نشانیاں [۲] روشن دیں، پس بنی اسرائیل سے پوچھو جب موسیٰ ان کے پاس آیا تو فرعون نے اس سے کہا: ''اے موسیٰ! میں خیال کرتا ہوں ضرور تجھ پر کسی نے جادو کر دیا ہے'' ﴿۱۰۱﴾

قریش مکہ کے معجزہ طلب کرنے کا ذکر

[۱] اوپر کی آیت میں قریش نے یہ بھی کہا تھا کہ اگر صفا پہاڑ سونے کا ہو جاوے گا تو ہم مسلمان ہو کر اس سونے کو ہر طرح سے اللہ کی راہ میں خرچ کریں گے۔ یہ اسکا جواب اللہ نے دیا ہے کہ ایک صفا پہاڑ تو کیا دنیا میں جتنی سونے چاندی کی کانیں اللہ تعالیٰ کے خزانے کی موجود ہیں، ان سب کے یہ مالک بن جاویں جب بھی خرچ کرنے میں تنگ دلی کریں گے کیونکہ ہر انسان کی جبلی عادت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ مال کے خرچ کرنے میں تنگ دلی کرتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کا ذکر

[۲] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ نشانیاں یہ تھیں: ❶ عصا ❷ ید بیضا ❸ قحط سالی ❹ پھول پھل کا نقصان ❺ طوفان کا آنا ❻ ٹڈی کا آنا ❼ جوؤں کی کثرت ❽ مینڈک کا ہونا ❾ خون کا ہونا۔ ان معجزوں کا ذکر کرنا یہ ایک اشارہ ہے کہ محمد ﷺ کچھ نئے رسول نہیں جو تم کہتے ہو فرشتہ رسول کیوں نہ ہوا ان سے پہلے موسیٰ علیہ السلام رسول ہو چکے ہیں اور چونکہ تم ان سے معجزات ایمان لانے کے لئے نہیں مانگتے بلکہ محض عناد و سرکشی سے سو یہ ہماری عادت نہیں، ورنہ ہم نے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو کیا نو معجزے کھلے کھلے نہیں دیئے تھے۔ جس طرح تم محمد ﷺ سے مقابلہ کرتے ہو یہ بھی کوئی نئی بات نہیں۔ موسیٰ علیہ السلام سے فرعون اور سرداروں نے کیا کچھ نہیں کیا ہے۔ پھر دیکھو کیا انجام ہوا کہ سب غرق ہو گئے بنی اسرائیل کو زمین شام پر بسنے کا حکم ہوا۔ چنانچہ وہ بسے اور حاکم ہوئے، پھر فرمایا کہ آپ بنی اسرائیل سے دریافت کریں کہ موسیٰ علیہ

قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَاۤءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ بَصَآىِٕرَۚ وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا (۱۰۲) فَاَرَادَ اَنْ یَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَ مَنْ مَّعَهٗ جَمِیْعًاۙ (۱۰۳) وَّ قُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِیْفًاؕ (۱۰۴)

موسیٰ نے کہا: ''بیشک [۱] تو خوب جانتا ہے کہ یہ نشانیاں کسی نے نہیں اتاریں مگر اسی نے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے جو کہ سمجھنے کے لئے (کافی) ذرائع ہیں، اور اے فرعون! میں تو سمجھتا ہوں کہ تو ضرور ہلاک ہونے والا ہے'' (۱۰۲) پھر اس نے چاہا کہ ان کو زمین (مصر) سے نکال دے (یعنی موسیٰ اور اس کی قوم کو) پس ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو غرق کر دیا (۱۰۳) اور ہم نے حکم دیا اس کے بعد بنی اسرائیل کو کہ (اب) اس سرزمین میں بسو، پھر جب آخرت کا وعدہ آئے گا تو ہم تم سب کو سمیٹ کر لے آویں گے (۱۰۴)

السلام کا قصہ درست ہے یا نہیں، اور موسیٰ علیہ السلام فرعون کے پاس آئے تو فرعون نے کہا کہ اے موسیٰ علیہ السلام میں تجھے جادو کردہ شدہ اور مخبوط العقل جانتا ہوں۔

[۱] فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر تصور کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فرعون! کیا تو نہیں جانتا کہ یہ نشانیاں اس نے اتاری ہیں جو آسمان اور زمین سارے جہان کا پیدا کرنے والا ہے اور یہ نشانیاں اس بات کو ثابت کرتی ہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں اور ان نشانیوں سے اللہ کی ہستی اور اس کی قدرت کا پورا پورا پتہ چلتا ہے۔ تو جو اس کا انکار کرتا ہے اور اسے نہیں مانتا مجھے جادوگر خیال کرتا ہے، ان باتوں سے ضرور ہلاک ہو جائے گا۔ فرعون نے اس بات کو سن کر یہ ارادہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو اور ان کے ساتھ بنی اسرائیل کو جلاوطن کر کے مصر سے کہیں دور نکال دیوے گا مگر اللہ عالم الغیب ہے اس نے فرعون کو مع اس کے لشکر کے قلزم میں غرق کر کے ہلاک کر دیا۔ پھر یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو یہ حکم دے دیا کہ فرعون تمہیں ملک مصر سے نکالنا چاہتا تھا۔ تو اب تو وہ ہلاک ہو گیا تو اس کی جگہ سلطنت کرو اور مشرق سے مغرب تک جہاں چاہو بسو رہو، کوئی تمہارا روک ٹوک کرنے والا نہیں ہے۔ ہاں جس وقت قریب قیامت ہو گا اور وعدہ کا دن آ جاوے گا اس وقت تمہیں اور تمہارے دشمنوں سب کو جزا اور سزا کے لئے دوبارہ زندہ کر کے ایک جگہ اکٹھا کیا جاوے گا۔

وَ بِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَ مَاۤ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِیْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖۤ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا یُتْلٰى عَلَیْهِمْ یَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾

اور ۱؎ ہم نے قرآن کو سچائی کے ساتھ اتارا اور وہ سچائی ہی کے ساتھ اترا اور ہم نے تمہیں بھیجا مگر خوشی اور ڈر سنانے کو ﴿۱۰۵﴾ اور ہم نے قرآن کو جدا جدا کر کے اتارا تا کہ تم اس کو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھو، اور ہم نے اسے بتدریج رہ رہ کر اتارا ہے ﴿۱۰۶﴾ تم ۲؎ فرماؤ کہ تم لوگ اس پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ بیشک وہ جنہیں اس کے اترنے سے پہلے علم دیا گیا تھا یہ قرآن جب ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو منہ کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں ﴿۱۰۷﴾

قرآن شریف کی حقیقت

۱؎ اب قرآن مجید کی حقیقت اور اس کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کے سبب بیان فرماتا ہے کہ قرآن مجید بالکل محفوظ ہے۔ خدا کے پاس سے آنے میں کوئی کمی بیشی اس میں نہیں ہوئی۔ یہ جبریل امین خداوند کریم کے پاس سے جوں کا توں لائے۔ پھر فرمایا کہ جو لوگ ایماندار ہیں اور تمہارے تابع اور مطیع ہیں تم ان کو خوش خبری سنانے والے ہو کہ انہیں ان کے نیک اعمال کا بدلہ آخرت میں اچھا ملے گا اور جنت ان کے ہی واسطے تیار ہوئی ہے۔ اور جو لوگ تمہاری نافرمانی کرتے ہیں اور تمہیں جھٹلاتے ہیں، آپ ان کے واسطے خوف سنانے والے ہیں کہ آخرت میں ان کا نتیجہ اور انجام اچھا نہیں ہوگا۔ دوزخ ان کے واسطے مقرر ہے پھر اللہ پاک نے یہ بات بیان فرمائی کہ ہم نے قرآن کو یکبارگی نہیں اتارا بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے جب جس بات کی ضرورت ہوئی ویسی ہی آیتیں نازل کیں تا کہ تمہیں لوگوں کو سنانا آسان ہو۔ اور پہلے اس قرآن کو لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا، پھر حسب ضرورت ۲۳ سال میں آنحضرت ﷺ پر نازل کیا۔

۲؎ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر ﷺ سے فرمایا کہ تم ان کافروں سے جو تم سے طرح طرح کی فرمائش اور معجزے مانگتے ہیں کہہ دو کہ تم قرآن پر ایمان لاؤ یا نہ لاؤ پہلی کتابوں میں اس کا ذکر موجود ہے۔ اس لئے اس کو وہ لوگ مانتے ہیں جو توریت و انجیل سے واقف ہیں جیسے ورقہ بن نوفل اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما وغیرہ، اللہ کے رسول کو سچا جانتے ہیں اور جب ان لوگوں کے روبرو قرآن پڑھا جاتا ہے تو سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں پاک ہے پروردگار ہمارا بیشک اس کا وعدہ سچا ہے وہ سجدہ میں روتے ہیں اور عاجزی ان کی زیادتی ہوتی ہے۔

وَّ يَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ السجدة قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ وَ لَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَ لَا تُخَافِتْ بِهَا وَ ابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿۱۱۰﴾

اور کہتے ہیں: ''پاکی ہے ہمارے پروردگار! کو بیشک ہمارے پروردگار کا وعدہ ضرور پورا ہونا تھا'' ﴿۱۰۸﴾ اور گر پڑتے ہیں سجدہ میں ٹھوڑی کے بل روتے ہوئے اور یہ قرآن ان کی عاجزی کو بڑھاتا ہے ﴿۱۰۹﴾ تم فرماؤ کہ [۱] تم اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر پکارو جو کہہ کر پکارو گے سب اسی کے اچھے نام ہیں، اور اپنی نماز نہ بہت [۲] آواز سے پڑھو اور نہ بالکل آہستہ پڑھو۔ ان دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کرو ﴿۱۱۰﴾

اللہ تعالیٰ کے ناموں کا ذکر

[۱] **شان نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ یا اللہ یا رحمٰن کہہ کر دعا مانگا کرتے تھے۔ یہ سن کر مشرکین مکہ کہنے لگے کہ ہم کو تو محمد ﷺ اکیلے اللہ کی عبادت کرنے اور اسی سے دعا مانگنے کو کہتے ہیں اور خود دو معبودوں کا نام لے کر دعا مانگتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ شریعت میں اللہ تعالیٰ کے جو نام آچکے ہیں دعا کے وقت لئے جاسکتے ہیں۔ ہاں ان مشرکوں نے لفظ اللہ سے لات اور لفظ منان سے منات تراش کر بتوں کے نام جو رکھے ہیں۔ جن بتوں کو یہ اللہ کا شریک جانتے ہیں اس سے اللہ کے رسول اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ان مشرکوں کو منع کرتے ہیں۔ ایک کم سو نام جو مشہور ہیں اور اکثر لوگوں کو یاد ہیں جو شخص ان کو یاد کرے گا وہ جنت میں جاوے گا۔

نماز میں قرآن پڑھنے کا طریقہ

[۲] **شان نزول:** غلبہ اسلام سے پہلے جب آنحضرت ﷺ مکہ میں بلند آواز سے نماز میں قرآن شریف پڑھا کرتے تھے، تو مشرکین قرآن شریف کو برا بھلا کہا کرتے تھے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو ناگوار ہوئی اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا کہ اوسط درجے کی آواز سے قرآن شریف پڑھا کرو نہ ایسی بلند آواز سے پڑھو کہ مشرکین سن کر برا بھلا کہیں نہ ایسا آہستہ ہو کہ قرآن کے سننے کے مشتاق صحابہ بھی قرآن کے سننے سے محروم رہ جاویں۔

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَ كَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ﴿۱۱۱﴾ ع

اور[1] یوں کہو تمام خوبیاں اسی اللہ (پاک) کے لئے ہیں جو نہ کوئی اولاد رکھتا ہے اور نہ اس کی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے، اور نہ کمزوری کی وجہ سے اس کا کوئی مددگار ہے اور اس کی بڑائی بڑا جان کر (بیان) کرو ﴿۱۱۱﴾

آیاتہا ۱۱۰ — ۱۸ سورۃ الکھف مکیۃ ۶۹ — رکوعاتہا ۱۲

سورۂ کہف مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو دس آیتیں اور بارہ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَ لَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ﴿۱﴾ سکتۃ

سب[2] تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر کتاب (قرآن) نازل فرمائی اور اس میں ذرا بھی کجی نہیں رکھی ﴿۱﴾

خواص سورہ کہف: اس سورت کو جمعہ کے دن پڑھے تو دوسرے جمعہ تک خوف وخطر سے امن میں رہے گا۔ جو کوئی روزانہ اس سورت کو پڑھے گا اگر وہ قرض دار ہے تو اس کا قرض ادا ہو جائے گا اور عزیز و اقارب میں عزت و آبرو پائے گا۔

[1] ارشاد ہوتا ہے کہ اے رسول اللہ کے تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ جس اللہ نے عزیر علیہ السلام عیسیٰ علیہ السلام اور ان مشرکوں کے بتوں کو سب کو پیدا کیا ہے، بڑائی اسی ذات کو سزاوار ہے کہ جس کے نہ کوئی اولاد ہے نہ اس کی بادشاہت میں کوئی اس کا شریک ہے اور وہ ایسا زبردست ہے کہ وہ کسی کی مدد کا محتاج نہیں۔

فضائل سورۂ کہف

[2] یہ سورۃ مکی ہے جو شخص اس سورۃ کو جمعہ کے دن پڑھے گا دو جمعوں تک اس کے ایمان کی روشنی بڑھ جائے گی۔ اور بڑی برکت اور ثواب کا باعث ہے اور سختی کے دور کرنے کے لئے یہ سورۃ اکسیر ہے۔ اور یہ سورۃ چوری کے امن و امان کے لئے بھی ہے۔ اس سورۃ کے پڑھنے سے سستی دور ہو جاتی ہے اور نیک کاموں کا شوق ہوتا ہے۔ اس سورۃ کو لکھ کر اپنے گھر میں رکھے وہ محتاجی اور قرضہ سے بے خوف رہے گا۔ جو شخص اس سورۃ کی اول کی دس آیتیں یاد کرے گا وہ دجال کے فتنہ سے امن میں رہے گا۔ جو شخص اس سورۃ کو پڑھتا رہے تو اس کے واسطے آسمان و زمین کے بیچ میں نور پھیل جائے گا۔ اس سورۃ کو کہف اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں ان لوگوں کا عبرت انگیز حال بیان کیا ہے جو کہف یعنی غار میں تین سو نو برس تک سوتے رہے تھے اور پھر

قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ یُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۲ مَّاكِثِیْنَ فِیْهِ اَبَدًا ۳ وَّ یُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۴ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّ لَا لِاٰبَآىِٕهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۵ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ یُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِیْثِ اَسَفًا ۶

عدل والی (اتاری) کہ اللہ کے سخت عذاب آنے والے سے ڈرائے اور ان مسلمانوں کو خوش خبری دے جو نیک عمل کرتے ہیں اس بات کی کہ بیشک ان کے لئے اچھا ثواب ہے ۲ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے ۳ اور ان لوگوں کو ڈرائیے جو کہتے ہیں کہ خدا اولاد رکھتا ہے ۴ اس بارے میں نہ تو وہ کچھ علم رکھتے ہیں اور نہ ان کے باپ دادا، بڑی بھاری بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے وہ بالکل جھوٹ بکتے ہیں ۵ (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم [۱]) کہیں تم اپنی جان ہلاکت میں نہ ڈال دو ان کے پیچھے اگر وہ اس بات (یعنی قرآن) پر ایمان نہیں لائے، غم کی وجہ سے (یعنی غم نہ کریں) ۶

اس کے بعد جاگے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ تعریف کے قابل وہی ذات مقدس خداوندی ہے جس نے اپنے خاص بندے پر خاص کتاب کو نازل فرمایا اور کتاب ایسی نازل کی ہے کہ جس میں کجی کو دخل نہیں۔ اس کی ہر بات عقل سلیم تسلیم کرتی ہے اور نہ صرف اس میں یہی وصف ہے بلکہ وہ کتاب یعنی قرآن بنی آدم کے لئے ایک ایسی سیڑھی ہے جو سعادت دارین کا وسیلہ ہے۔

قرآن مجید نازل ہونے کا سبب

[۱] پھر فرمایا کہ قرآن مجید ہم نے اس لئے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اللہ کے عذاب سے ڈریں اگر اس کے عذاب سے ڈریں گے تو ان کاموں سے بچیں گے جو عذاب کا موجب ہیں۔ جیسے عاد و ثمود وغیرہ کے حالات مذکور ہیں اور جہنم اور اس کے عذاب کی کیفیتیں مسطور ہیں۔ اور قرآن شریف کو اس لئے نازل فرمایا ہے کہ جو لوگ ایمان ہی پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اچھے عمل بھی کرتے ہیں ان کی سعادت کا بدلہ بہشت تیار ہے اور وہ بہشت چند روز کے لئے نہیں بلکہ ہمیشہ ہمیشہ راحت کے ساتھ وہاں رہیں گے۔

إِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْأَرْضِ زِينَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ أَيُّهُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴿٧﴾ وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ﴿٨﴾ أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا ﴿٩﴾ إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ﴿١٠﴾

بیشک جو کچھ زمین پر ہے ہم نے اسے اس کی آرائش بنایا ہے تا کہ ہم لوگوں کی آزمائش کریں کہ ان میں زیادہ اچھا عمل کون کرتا ہے ﴿۷﴾ اور[۱] بیشک ہر چیز جو کچھ زمین پر ہے سب کو ہم ایک دن صاف میدان (یعنی فنا) کر دیں گے ﴿۸﴾ کیا تم خیال کرتے ہو کہ پہاڑ کی کھوہ اور جنگل کے کنارے والے (یعنی اصحاب کہف) ہماری (قدرت کی نشانیوں میں سے) ایک عجیب نشانی تھے ﴿۹﴾ جب کہ ان جوانوں نے اس غار میں پناہ لی، پھر دعا مانگنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کا سامان مہیا کر دے ﴿۱۰﴾

یہودیوں کی گستاخی کا بیان

[۱] پھر فرمایا کہ ان لوگوں کو قرآن ڈراتا ہے جو مخلوق کو خالق کی اولاد بتاتے ہیں مثلاً عرب کے مشرکین فرشتوں کو خدا کی اولاد اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہود عزیر علیہ السلام کی نسبت خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ پھر فرمایا کہ یہ جو کہتے ہیں کہ خدا صاحب اولاد ہے نہ اس کو وہ جانتے ہیں نہ اس کے باپ دادا۔ پھر فرمایا کہ یہ بڑی بیہودہ اور گستاخی کی بات ہے جیسے یہ کر رہے ہیں اور یہ لوگ محض جھوٹ بکتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی دینے کا ذکر

مطلب اس آیت کا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت آرزو تھی کہ کسی طرح بد قوم ہلاک کے گرداب سے نجات پائے اور ان کے ایمان لانے کا آپ کو بہت غم رہتا تھا۔ اس لئے اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تسلی فرمائی کہ کیا آپ اپنے تئیں ہلاک کر دیں گے غم کے مارے ہرگز وہ ایمان نہ لائیں گے۔ چونکہ بعض اوقات بعض موحدوں کو یہ شبہ گزرتا ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ کافروں کو دنیا میں عیش و آرام بہت ملتا ہے، ان پر تو غضب نازل ہونا چاہیے تھا بھلا نعمت کا کیا موقع۔ اب ان مسلمانوں کی تسکین کے لئے ارشاد فرمایا کہ زمین پر جو چیزیں موجود ہیں وہ اہل زمین کی زینت کیلئے ہم نے بنائی ہیں اور اس میں ہمارا مطلب یہ ہے کہ ہم اہل دنیا کو آزمائیں کہ کون شکر کرتا ہے، اور اپنے مال کو اچھے کام میں لگاتا ہے اور کون سرکشی کرتا ہے۔

اور پر دنیا کی زیب و زینت کا ذکر فرما کر اس آیت میں فرمایا کہ ہم اس کو زینت و رونق کے بعد ایسا تباہ اور برباد کر دیں گے کہ ساری زمین بنجر بے گھاس اور چٹیل میدان ہو جاوے گی یعنی یہ زمین فنا ہو کر حشر کیلئے دوسری نئی زمین پیدا ہو گی۔

فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝۱۱ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَيُّ الْحِزْبَيْنِ اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ۝۱۲

پس ۱ہم نے سالہا سال تک غار میں ان کے کانوں پر نیند کا پردہ ڈال دیا (یعنی سلا دیا) ۝۱۱ پھر ہم نے ان کو جگا اٹھایا تاکہ ہم دیکھیں کہ دونوں گروہ میں سے کون ان کے ٹھہرنے کی مدت زیادہ ٹھیک بتاتا ہے ۝۱۲

اصحاب کہف کا بیان

۱**شان نزول:** اس کا حاصل یہ ہے کہ جب یہود نے قریش کو تین سوال دیئے کہ حضرت ﷺ سے پوچھو تو آپس میں کہنے لگے کہ ان جوانوں کا قصہ بہت عجیب ہے، محمد ﷺ اس کا جواب دے سکیں تو عجب کی بات ہے۔ حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور فرمایا کہ کھوہ والوں کا قصہ ہماری اس قدرت کے روبرو عجیب بات نہیں ہے کس لئے کہ آسمان وزمین کی پیدائش رات دن کا بدلنا، چاند سورج اور اس کے سوا بڑی بڑی نشانیاں ہماری قدرت کی ہیں جو اصحاب کہف کے قصہ سے بھی زیادہ ہیں۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ قصہ اصحاب کہف بیان ہوتا ہے کہ یہ سات آدمی تھے ان کے نام یہ ہیں: ❶ مکسلمینا ❷ یملیخا ❸ مرطوس ❹ پیونس ❺ ساریونس ❻ ذونوانس ❼ کشفیط لحونس اور ان کے کتے کا نام قمطیر ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اہل انجیل کی حالت ابتر ہوگئی وہ بت پرستی میں مبتلا ہوئے اور دوسروں کو بت پرستی پر مجبور کرنے لگے۔ ان میں دقیانوس بادشاہ بڑا جابر تھا جو بت پرستی پر راضی نہ ہوتا اس کو قتل کر ڈالتا تھا۔ اصحاب کہف شہر افسوس کے شرفاء اور معززین میں سے ایماندار لوگ تھے۔ دقیانوس بادشاہ نے بت پرستی اختیار کرنے کے لئے ان جوانوں کو بلا کر اپنے سامنے کھڑا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ثابت قدمی بڑھا دی، اور ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا جس سے انہوں نے دقیانوس کو یہی جواب دیا کہ ہم سوا اللہ تعالیٰ کے بتوں کے معبود ہونے کا خلاف عقل اقرار ہرگز زبان پر نہیں لاسکتے۔ کیونکہ انسان پر اکیلے اللہ کی تعظیم واجب ہے دقیانوس بادشاہ نے ان جوانوں سے یہ کہا کہ تمہاری جوانی پر مجھ کو ترس آتا ہے اس واسطے میں تمہارے قتل کرانے میں جلدی نہیں کرتا لیکن تم کو مہلت دیتا ہوں اگر اس مہلت کے بعد تم نے قوم کا مذہب اختیار نہیں کیا تو تم ضرور قتل کر دیئے جاؤ گے دقیانوس نے ان جوانوں کو اپنے دربار سے نکلوا دیا۔ اس مہلت کے زمانہ میں ان جوانوں نے اپنے دین پر قائم رہنے اور غار میں چھپ جانے کا مشورہ کیا اور اس ارادہ کے پورا ہو جانے میں اللہ کی رحمت پر بھروسہ کیا اور قریب کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر پناہ گزین ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے وہ دعا کی جس کا ذکر اوپر آیت میں ہے راستے میں سے ایک کتا بھی ساتھ لگ گیا اس کو دھتکارا تو وہ کتا بحکم خدا بول اٹھا کہ میں اللہ کے پیاروں سے محبت کرتا ہوں تم سو جانا میں چوکیدار بن کر نگہبانی کروں گا غرضیکہ غار میں وہ پڑ کر سو گئے ان کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں جس کے باعث بیدار معلوم ہوتے ہیں تین سو نو برس تک اسی حالت میں رہے۔ بادشاہ دقیانوس نے جو مہلت دی تھی اس مہلت کے بعد یہ جوان دقیانوس کے دربار میں حاضر نہیں ہوئے تو دقیانوس ان

کے رشتہ داروں پر خفا ہوا اور جوانوں کے حاضر کرنے کا حکم دیا جوانوں کے رشتہ داروں نے جواب دیا کہ گھروں سے تو وہ جوان چلے گئے مگر سنتے ہیں کہ بستی کے پاس جو پہاڑ ہے اس کے غار میں چھپ گئے ہیں۔ یہ سن کر دقیانوس نے غار کے منہ پر ایک دیوار چنوادی تا کہ وہ جوان بھوکے پیاسے اس غار کے اندر مرجاویں مگر تقدیر الٰہی کے آگے کسی کی کوئی تدبیر نہیں چلتی۔ اللہ تعالیٰ نے اس دیوار کو ان جوانوں کی حفاظت کا ایک ذریعہ ٹھہرا دیا تا کہ باہر سے کوئی غار میں جا کر ان جوانوں کی نیند میں خلل نہ ڈالے۔ اور یہ دیوار کا کام جس کے سپرد کیا تھا وہ نیک آدمی تھا اس نے اصحاب کے نام کی تعداد پورا واقعہ رانگ کی تختی پر کندہ کرا کرتانبے کے صندوق میں دیوار کی بنیاد کے اندر محفوظ کر دیا اور اسی طرح ایک تختی شاہی خزانہ میں بھی محفوظ کرادی گئی کچھ عرصہ بعد دقیانوس ہلاک ہوا زمانے گزرے سلطنتیں بدلیں، آخر کو ایک نیک بادشاہ فرمانروا ہوا، اس کا نام بیداروس تھا جس نے اڑسٹھ سال حکومت کی پھر ملک میں فرقہ بندی پیدا ہوئی اور بعض لوگ مرنے کے بعد اٹھنے اور قیامت آنے کے منکر ہو گئے بادشاہ ایک تنہا مکان میں بند ہو گیا اور اس نے گریہ وزاری سے بارگاہ الٰہی میں دعا کی: ''یارب کوئی ایسی نشانی ظاہر فرما جس سے خلق کو مردوں کے اٹھنے اور قیامت آنے کا یقین حاصل ہو'' اس زمانہ میں ایک شخص نے اپنی بکریوں کے لئے آرام کی جگہ حاصل کرنے کے واسطے اسی غار کو تجویز کیا اور دیوار گرانے کے بعد کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ گرانے والے بھاگ گئے۔ اصحاب کہف بحکم الٰہی خوش وخرم اٹھے۔ ایک نے دوسرے کو سلام کیا نماز کے لئے کھڑے ہو گئے فارغ ہو کر یملیخا سے کہا کہ آپ جایئے اور بازار سے کچھ کھانے کو بھی لایئے اور یہ بھی خبر لایئے کہ دقیانوس کا ہم لوگوں کی نسبت کیا ارادہ ہے، وہ بازار گئے شہر پناہ کے دروازہ پر اسلامی علامت دیکھی، نئے نئے لوگ پائے انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کی قسم کھاتے سنا۔ تعجب ہوا یہ کیا معاملہ ہے کل تو کوئی شخص اپنا ایمان نہیں ظاہر کرسکتا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لینے سے قتل کر دیا جاتا تھا، آج اسلامی علامتیں شہر پناہ پر ظاہر ہیں لوگ بے خوف وخطر حضرت کے نام کی قسمیں کھاتے ہیں۔ پھر آپ نانبائی کی دکان پر گئے کھانا خریدنے کے لئے اس کو دقیانوسی سکے کا روپیہ دیا جس کا چلن صدیوں سے موقوف ہو گیا تھا اور اس کا دیکھنے والا بھی کوئی باقی نہ رہا تھا۔ بازار والوں نے خیال کیا کہ کوئی پرانا خزانہ ان کے ہاتھ آ گیا ہے انہیں پکڑ کر حاکم کے پاس لے گئے وہ نیک شخص تھا اس نے بھی ان سے دریافت کیا کہ خزانہ کہاں ہے۔ انہوں نے کہا خزانہ کہیں نہیں ہے یہ روپیہ ہمارا اپنا ہے حاکم نے کہا یہ بات کسی طرح قابل یقین نہیں اس میں جو سنہ موجود ہے وہ تین سو برس سے زیادہ کا ہے اور آپ نوجوان ہیں ہم لوگ بوڑھے ہیں ہم نے تو کبھی یہ سکہ دیکھا ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا: ''میں جو دریافت کروں وہ ٹھیک ٹھیک بتاؤ تو عقدہ حل ہو جائے گا'' یہ بتاؤ کہ دقیانوس بادشاہ کس حال وخیال میں ہے حاکم نے کہا کہ آج روئے زمین پر اس نام کا کوئی بادشاہ نہیں، سینکڑوں برس ہوئے جب ایک بے ایمان بادشاہ اس نام کا گزرا ہے، آپ نے فرمایا: ''کل ہی تو ہم اس کے خوف سے جان بچا کر بھاگے ہیں، میرے ساتھی قریب کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر پناہ گزیں ہیں چلو میں تمہیں ان سے ملا دوں''۔ حاکم اور شہر کے عمائد اور خلق کثیر ان کے ہمراہ سر غار پہنچے۔ اصحاب کہف یملیخا کے انتظار میں تھے کثیر لوگوں کے آنے کی آواز اور کھٹکے سن کر سمجھے کہ یملیخا پکڑے گئے اور دقیانوسی فوج ہماری جستجو میں آ رہی ہے۔ اللہ کی حمد اور شکر بجا لانے لگے، اتنے میں یہ لوگ پہنچے یملیخا نے تمام قصہ سنایا، ان حضرات نے سمجھ لیا کہ ہم بحکم الٰہی اتنا طویل زمانہ سوئے اور اب اس لئے اٹھائے گئے ہیں کہ لوگوں

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّ رَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَيِّنٍ ؕ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ ﴿۱۵﴾

ہم ان کا ٹھیک حال تمہیں سناتے ہیں، وہ چند جوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کو ہدایت اور زیادہ دی ﴿۱۳﴾ اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا تھا جب کہ وہ (دربار بادشاہ کافر کے سامنے) کھڑے ہو کر بولے کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، ہم اس کے سوا کسی معبود کو ہرگز نہ پکاریں گے۔ اگر ایسا کیا تو ضرور ہم نے حد سے گزری ہوئی بات کہی ﴿۱۴﴾ یہ جو ہماری قوم ہے اس نے اللہ کے سوا اور خدا بنا رکھے ہیں یہ لوگ ان معبودوں کے ثبوت میں کوئی روشن دلیل کیوں نہیں لاتے پس اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے کہ جس نے خدا پر جھوٹ باندھا (باہر آکر آپس میں کہنے لگے) ﴿۱۵﴾

کے لئے بعد موت زندہ کئے جانے کی دلیل اور نشانی ہوں۔ حاکم سر غار پہنچا تو اس نے تانبے کا صندوق دیکھا اس کو کھولا تو تختی برآمد ہوئی۔ اس تختی میں ان اصحاب کے نام اور ان کے کتے کا نام لکھا تھا۔ یہ بھی لکھا تھا کہ یہ جماعت اپنے دین کی حفاظت کے لئے دقیانوس کے ڈر سے غار میں پناہ گزیں ہوئی۔ دقیانوس نے خبر پا کر ایک دیوار سے انہیں غار میں بند کر دینے کا حکم دیا۔ ہم یہ خیال اس لئے لکھتے ہیں کہ جب کبھی غار کھلے تو لوگ ان کے حال سے مطلع ہو جائیں۔ یہ لوح پڑھ کر سب کو تعجب ہوا اور لوگ اللہ کی حمد و ثناء بجا لائے کہ اس نے ایسی نشانی ظاہر فرما دی جس سے موت کے بعد اٹھنے کا یقین حاصل ہوتا ہے حاکم نے اپنے بادشاہ بیداروس کو واقعہ کی اطلاع دی وہ امراء و عمائد کو لے کر حاضر ہوا، اور سجدہ شکر الٰہی بجا لایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول کی، اصحاب کہف نے بادشاہ سے معانقہ کیا اور فرمایا: "ہم تمہیں اللہ کے سپرد کرتے ہیں والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اللہ تیری اور تیرے ملک کی حفاظت فرماوے اور جن و انس کے شر سے بچائے۔" بادشاہ کھڑا ہی تھا کہ وہ حضرات اپنے خوابگاہوں کی طرف واپس ہو کر مصروف خواب ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں وفات دی۔ بادشاہ نے سال کے صندوق میں ان کے اجساد کو محفوظ کیا اور اللہ تعالیٰ نے رعب سے ان کی حفاظت فرمائی، کہ کسی کی مجال نہیں کہ وہاں پہنچ سکے۔ بادشاہ نے سر غار مسجد بنانے کا حکم دیا اور ایک سرور کا دن معین کیا کہ ہر سال لوگ عید کی طرح وہاں آیا کریں۔ (خازن وغیرہ)

وَ اِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَ يُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ وَ تَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ اِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَ هُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ؕ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ ع وَ تَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّ هُمْ رُقُوْدٌ ۖۗ وَّ نُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَ ذَاتَ الشِّمَالِ ۖۗ وَ كَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ؕ

"اور جب تم ان (بت پرستوں) سے اور ان کے معبودوں سے الگ ہو گئے تو چلو غار میں جا بیٹھو، تمہارا پروردگار تم پر اپنی رحمت کشادہ کر دے گا اور تمہارے واسطے تمہارے کام میں آسانی کے سامان مہیا کر دے گا" ﴿۱۶﴾ (الحاصل وہ غار میں آسوئے) اور لے (اے مخاطب!) تو سورج کو دیکھ کہ جب نکلتا ہے تو انکے غار سے داہنی طرف بچ جاتا ہے، اور جب ڈوبتا ہے تو انکے بائیں طرف سے کتراتا ہوا گزر جاتا ہے، حالانکہ وہ اس غار کے کھلے میدان میں ہیں، یہ اللہ کی (قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے جس کو اللہ ہدایت دے تو وہی ہدایت پاتا ہے اور جس کو وہ بے راہ کرے پس تو ہرگز اس کا کوئی حمایتی راہ دکھانے والا نہ پائے گا ﴿۱۷﴾ اور تو ان کو جانے گا کہ وہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ پڑے سوتے ہیں اور ہم ہی انکو داہنی اور بائیں طرف کروٹ بدلواتے رہتے ہیں اور انکا کتا غار کی چوکھٹ ۲ پر اپنے دونوں بازو پھیلائے ہوئے ہے۔

لے قدرت کی یہ بھی نشانیاں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان جوانوں کے جسموں کو دھوپ مینہ اور برف کے صدمہ سے بچا دیا ہے اور تازہ ہوائیں ان کو پہنچتی ہیں۔

اصحاب کہف کا بیان اور قدرت کی نشانی

۲ یہ ایک اور نشانی بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھیں کھولے ہوئے رکھیں جیسے سوتے ہیں آنکھیں کھولے ہوئے کہ

لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ؕ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ؕ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ؕ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَاْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾

اگر تو انہیں جھانک کر دیکھے تو ان سے پیٹھ پھیر کر بھاگے اور ان سے ہیبت میں بھر جائے ﴿۱۸﴾ اور اسی طرح ہم نے (اپنی قدرت سے بعد موت [ا]) ان کو جگا دیا تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے احوال پوچھیں (پس) ان میں سے ایک نے پوچھا کہ (بھلا) تم کتنی دیر یہاں رہے، کچھ لوگ بولے: ''ہم ایک دن رہے یا دن سے کم'' (اس کے بعد) وہ کہنے لگے کہ تمہارا پروردگار ہی خوب جانتا ہے تم کس قدر یہاں ٹھہرے۔ پس اب اپنے میں سے ایک شخص کو یہ روپیہ دے کر شہر کو بھیجو پس وہ غور کرے کہ وہاں کون سا کھانا زیادہ ستھرا ہے کہ اس میں سے تمہارے لئے کھانے کو لائے اور چاہئے کہ نرمی کرے اور ہرگز کسی کو تمہاری خبر نہ ہونے دے ﴿۱۹﴾

دیکھنے والا شخص ان کو جاگتے ہوئے آدمی خیال کرے گا، لیکن حقیقت میں وہ سوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کے دائیں بائیں طرف کی کروٹیں بدلواتا رہتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ان کے ساتھ ایک کتا جو چلا گیا تھا وہ بھی غار کے منہ پر پنجے اپنے پھیلائے ہوئے سو رہا ہے۔ پھر فرمایا ان جوانوں کے آرام میں خلل نہ پڑنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس غار میں ایسی ہیبت پیدا کر دی ہے کہ اے مخاطب اگر تم غار کے اندر جھانک کر ان جوانوں کو دیکھنا چاہو تو دہشت کے مارے وہاں نہ ٹھہرو۔ یہ رعب ایسا ہی ہے جس طرح کا رعب اللہ تعالیٰ نے غار ثور میں اپنے رسول کی ہجرت کے وقت پیدا کر دیا تھا۔

[ا] مطلب یہ ہے کہ جس طرح تین سو نو برس تک ان کو سلایا اب ان کو اسی طرح اپنی قدرت سے اٹھا بٹھایا، یا بے آب و دانہ اتنی مدت تک وہ کیونکر سوتے رہے اور اٹھنے کے ساتھ ہی بھوک ان کو کیونکر لگ آئی۔ اتنی مدت تک ان کے جسم اور کپڑوں کو زمین نے کیونکر نہیں کھایا۔ سوتے اٹھتے ہی ان میں سے ایک نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کہ ہم کتنی دیر سوئے ہوں گے جواب ملا کہ دن بھر یا دو پہر سوئے ہوں گے۔ مگر جب انہوں نے ناخن اور بال بڑھے ہوئے دیکھے تو کہنے لگے: ''اللہ ہی کو خوب معلوم ہے کہ کتنی دیر سوئے''۔ (اس کے بعد کا مطلب اوپر قصے کے اندر آچکا ہے)۔

نصف القرآن باعتبار عدد الحروف ياء الفاء بعد اللام من التلطف الاول و اللام الثانية من النصف الاخير ۱۲

إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِي مِلَّتِهِمْ وَلَن تُفْلِحُوا إِذًا أَبَدًا ﴿٢٠﴾ وَكَذَٰلِكَ أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوا أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَا ۚ إِذْ يَتَنَازَعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ۖ رَّبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ﴿٢١﴾ سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۖ

بیشک اگر وہ کافر تمہاری خبر پا جاویں گے تو تم کو پتھروں سے کچل ڈالیں گے یا اپنے دین میں (جبراً) پھیر لاویں گے اور اس وقت تم ہرگز فلاح نہ پاؤ گے ⑳ اور ۱ؔ اسی طرح لوگوں کو ہم نے ان کی اطلاع کر دی کہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں۔ (ان کی وفات کے بعد) جس وقت وہ لوگ ان کے بارے میں آپس میں جھگڑنے لگے پس بعض نے کہا کہ ان کے غار پر ایک عمارت بناؤ ان کا پروردگار ان کے حال سے خوب واقف ہے جو اس کام میں غالب رہے تھے، انہوں نے کہا کہ ان کے غار پر ہم ضرور ایک مسجد بنائیں گے ㉑ اے محبوب ﷺ ۲ؔ جب تم ان سے اصحاب کہف کا حال بیان کر چکو تو (منکرین اختلاف کریں گے) اب کہیں گے کہ وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا ہے، اور کچھ لوگ کہیں گے کہ وہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے۔

۱ؔ شروع سورۃ سے اصحاب کہف کا قصہ جو یہاں تک گزرا کہ یہ لوگ ۳۰۹ برس تک پہاڑ کی کھوہ میں بے آب و دانہ سوتے رہے اور جب اللہ نے چاہا ان کو اٹھا کر کھڑا کر دیا۔ یہ آیت اس قصہ کا نتیجہ ہے۔ حاصل اس نتیجہ کا یہ ہے کہ جب اللہ اس بات پر قادر ہے کہ ۳۰۹ برس تک جسم کو اس نے زمین میں رکھ کر پھر اٹھا بٹھایا، تو قیامت کے آنے اور مر کر پھر جینے میں کون شک کر سکتا ہے۔

۲ؔ مطلب یہ ہے کہ نصاریٰ میں کئی فرقے ہیں۔ ایک فرقہ دوسرے فرقے کی بات کو نہیں مانتا۔ اسی واسطے فرمایا یہ قصہ سن کر آپ کے اختلاف کے سبب سے بعضے ان میں سے یہ کہیں گے کہ وہ غار میں چھپنے والے تین ہیں اور چوتھا ان کا کتا ہے اور بعضے یہ کہیں گے کہ پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا ہے۔ فرمایا کہ یہ ان لوگوں کی ایسی بے ٹھکانا باتیں ہیں جس طرح کوئی شخص ایک نشانہ پر پتھر مارنا چاہے مگر پتھر ایسا بے ٹھکانے پھینکے کہ کوئی پتھر نشانہ کے ادھر جاوے اور کوئی ادھر۔ غرضیکہ نشانہ پر ایک بھی نہ لگے۔ پھر

وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۬ۥ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾ وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾ وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾

یہ لوگ بے دیکھے بات کو ہانکتے ہیں اور بعضے کہیں گے کہ وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا ہے، (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) تم فرماؤ کہ ان کی تعداد تو میرے پروردگار ہی کو خوب معلوم ہے، ان کا اصلی حال تو بہت ہی کم لوگ جانتے ہیں۔ پس تم ان کے بارے میں (اہل کتاب سے) بحث نہ کرو مگر اتنی ہی بحث کرو جو (قرآن میں) ظاہر ہو چکی اور کچھ نہ پوچھو ان کے بارے میں کسی کتابی سے ﴿۲۲﴾ اور تم ہر گز کسی کام کی نسبت یوں نہ کہا کرو کہ میں [۱] اس کو کل کر دوں گا ﴿۲۳﴾ مگر یہ کہ اللہ چاہے (تو کر دوں گا) اور جب تم بھول جاؤ تو اپنے اللہ کو یاد کرو (یعنی ان شاء اللہ کہہ لو) اور کہو کہ قریب ہے کہ میرا پروردگار مجھے اس سے بھی نزدیک تر درستی کی راہ دکھائے (یعنی ایسے معجزات عطا فرمائے) ﴿۲۴﴾ اور اصحاب کہف اپنے غار میں تین سو برس رہے اور نو برس اوپر ﴿۲۵﴾

فرمایا: کچھ لوگ یہ بھی کہیں گے کہ وہ سات ہیں اور آٹھواں کتا ہے۔ لیکن اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ ان کی صحیح گنتی اللہ کو ہی معلوم ہے۔ پھر فرمایا ان کی گنتی کے جان لینے پر کوئی دین کا معاملہ منحصر نہیں ہے۔ اس لئے اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نہ تم اس بات میں ان لوگوں سے جھگڑا کرو نہ کسی سے ان کی گنتی کا حال پوچھو۔

ان شاء اللہ کہنے کا حکم

[۱] **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ جب قریش نے یہود کی تعلیم پر امتحاناً اللہ کے رسول سے روح اور ذوالقرنین اور اصحاب کہف کا حال پوچھا تھا، تو آپ نے فرمایا تھا کہ کل آنا میں سب خبر دے دوں گا۔ ان شاء اللہ نہیں فرمایا تھا اس پر کئی روز وحی نہیں آئی۔ کفار نے آپ کو طعنے دینے شروع کئے اور حضرت کو سخت غم لاحق ہوا۔ پھر مفصل قصہ بیان کر کے تنبیہ کرنے کو یہ

قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ؗ وَّلَا یُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ مَاۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ؕۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ۫ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾

تم فرماؤ: ''اللہ خوب جانتا ہے کہ کس قدر وہ رہے۔ اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کا علم ہے، وہ کیا ہی دیکھنے والا اور کیا ہی سننے والا ہے، ان کا خدا کے سوا کوئی بھی مددگار نہیں اور اللہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا'' ﴿۲۶﴾ اور تمہارے پروردگار[1] کی کتاب (قرآن) جو تمہیں وحی ہوئی ہے اس کو پڑھو اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور ہرگز تم اس کے سوا پناہ نہ پاؤ گے ﴿۲۷﴾

آیت نازل ہوئی کہ کبھی اللہ کی مشیت کو نہ چھوڑو، یوں کہا کرو کہ اگر اللہ نے چاہا تو یہ کام کر دوں گا، اور اگر بھول جاؤ تو پھر یاد کر کے کہہ لیا کرو اور یہ بھی معنے نکلتے ہیں کہ اگر کسی نماز کو بھول گیا تو یاد آتے ہی ادا کرے۔ پھر فرمایا: ''اے رسول اللہ کے! ان مشرکوں سے یہ بھی کہہ دو کہ میری نبوت کا ثبوت کچھ اس پر منحصر نہیں ہے، جو تم نے یہود کے سکھانے سے اصحاب کہف کا قصہ پوچھا اور میں نے باوجود امی ہونے کے صحیح صحیح وہ قصہ بیان کر دیا۔ بلکہ مجھ کو تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ اس سے بڑھ کر مجھ کو نبوت کا ثبوت عنایت کرے گا۔ پھر فرمایا کہ اصحاب کہف غار میں سو کر پھر جو جاگے، یہ مدت شمسی سال کے حساب سے تو تین سو اور قمری کے حساب سے تین سو نو برس کی ہے اور ان کے دوبارہ سو جانے اور اس قصے کے قرآن میں نازل ہونے تک کی مدت اللہ خوب جانتا ہے۔ کیونکہ آسمان و زمین کے دیکھنے سننے کی سب غیب کی باتیں اسی کو اچھی طرح معلوم ہیں۔ سوا اس کے اور کسی کا اس میں کچھ دخل نہیں۔

قرآن شریف کی نصیحت امیر و غریب پر یکساں کرنے کا حکم

[1] **شان نزول:** جس کا مطلب یہ ہے کہ سرداران کفار کی ایک جماعت نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ ہمیں غرباء اور شکستہ حالوں کے ساتھ بیٹھتے شرم آتی ہے، اگر آپ انہیں اپنی صحبت سے جدا کر دیں تو ہم اسلام لے آئیں اور ہمارے اسلام لے آنے سے خلق کثیر اسلام لے آئے گی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اللہ کا حکم نہیں بدل سکتا اس کا حکم یہی ہے کہ غریب امیر سب کو یکساں ایک ہی مجلس میں قرآن کی آیتیں نصیحت کے طور پر سنائی جاویں اور تم کو اللہ کی پناہ کے سوا کسی کی پناہ نہیں ہے۔ اس واسطے اللہ کی مرضی کے موافق تم اپنا کام کئے جاؤ۔ پھر فرمایا غریبوں کی مجلس میں اگر یہ مالدار مشرک نہ آویں تو اس کی

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۟ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ؕ

اور تم اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہتے ہیں اور اسی کی رضا مندی چاہتے ہیں اور تمہاری آنکھیں (یعنی توجہات) انہیں چھوڑ کر اور پر نہ پڑیں، کیا تم دنیا کی زندگانی کی آرائش چاہو گے اور تم اس شخص کا کہنا ہرگز نہ ماننا جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا اور وہ اپنی خواہش کے تابع ہو گیا اور اس کا کام حد سے گزر گیا ہو ﴿۲۸﴾ اور فرما دو کہ حق تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے، پھر جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر ہو جائے، بیشک [۱] ہم نے تیار کر رکھی ہے ظالموں کے واسطے وہ آگ کہ اس کی دیواریں (چاروں طرف سے) انہیں گھیر لیں گی۔

کچھ پروا نہ کرو، کیونکہ ان کے آنے سے فقط دنیا کی زیب و زینت ہے جو اللہ کو پسند نہیں ہے کہ خالص اللہ کے واسطے جو غریب مسلمان قرآن کی آیتوں کی نصیحت سننے کو تمہارے پاس آتے ہیں اور پھر اس نصیحت کے موافق خالص عقبیٰ کی بہبودی کی نیت سے صبح و شام اللہ کی عبادت میں لگے رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے تم کام رکھو اور جن لوگوں کے دل اللہ کی یاد سے غافل اور کفر میں گرفتار ہیں ان کی کوئی بات نہ مانو۔ کس لئے کہ ایسے لوگ اپنی مالداری کے غرور میں انسانیت کی حد سے بڑھ گئے ہیں کہ غریب مسلمانوں کو انسان نہیں گنتے۔ اس لئے ان کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھنے سے گھبراتے ہیں ایسے لوگوں سے کہہ دیا جاوے کہ یہ قرآن اللہ کا کلام ہے جس کا جی چاہے اسکو مانے جس کا نہ چاہے وہ نہ مانے۔ اب آگے آیتوں میں قرآن کی نصیحت ماننے اور نہ ماننے والوں کا نتیجہ بیان فرمایا ہے۔

قرآن کی نصیحت نہ سننے والوں کا ہولناک انجام

[۱] جو لوگ ہمارا حکم نہ مانیں گے اور قرآن کو خدا کا کلام نہ جانیں گے، ان کے لئے ہم نے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔ جب وہ دوزخ میں جائیں گے تو چاروں طرف سے آگ انہیں گھیر لے گی اور مثل قنات کے ان کے چاروں طرف ہو گی اگر وہ پانی

وَ اِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ یَشْوِی الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِیْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰٓىٕكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ یُحَلَّوْنَ فِیْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ

اور اگر وہ پانی کے لئے فریاد کریں گے تو انہیں پانی دیا جائے گا جیسے پگھلا ہوا تانبا، وہ ان کے مونہوں کو بھون ڈالے گا، کیا ہی برا پینا ہے اور وہ دوزخ کیا ہی بری ٹھہرنے کی جگہ ہے ﴿۲۹﴾ بیشک جو لوگ ایمان لائے [۱] اور عمل اچھے کئے تو ہم ایسوں کا اجر ضائع نہیں کرتے جو نیک کام کرے ﴿۳۰﴾ یہی لوگ ہیں جن کے لئے باغات ہیں ہمیشہ رہنے کے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان کو وہاں سونے کے کنگن پہنائے جاویں گے۔

مانگیں گے تو ان کو پانی ایسا ملے گا جیسا پگھلا ہوا تانبا۔ اور اس پانی کو جب ان کے منہ کے پاس لے جائیں گے تو ان کے مونہوں کو بھون ڈالے گا اور چہرے کی تمام کھال اتر کر اس پانی میں گر پڑے گی، اور جب زبردستی وہ پانی ان کو پلایا جاوے گا تو سب انتڑیاں کٹ کر باہر گر پڑیں گی۔ ان تکلیفوں سے تنگ آن کر اہل دوزخ اپنے مرنے کی دعا مانگیں گے۔ ہزار برس تک تو ان کی دعا کا کچھ جواب نہ ملے گا، پھر ہزار برس کے بعد دوزخ کے فرشتے ان سے یہ کہیں گے: ''کیا دنیا میں تمہارے پاس اللہ کے رسول نہیں آئے، اور اس عذاب سے تم کو نہیں ڈرایا'' وہ جواب دیویں گے کہ: ''ہاں آئے تو تھے، وہ فرشتے کہیں گے: ''جب تم نے اللہ کے رسولوں کا کہنا نہ مانا، اور دنیا میں اس عذاب کا حال سن کر بھی اللہ کی نافرمانی کو نہ چھوڑا تو پھر آج تم کو موت کہاں ہے اب تو تم کو ہمیشہ یہی عذاب بھگتنا پڑے گا''۔

قرآن شریف کے عمل کرنے والوں کا ذکر

[۱] اوپر کی آیت میں اہل دوزخ کا ذکر تھا۔ اس آیت میں اہل جنت کا ذکر فرمایا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے، اور انہوں نے اعمال صالحہ بھی کئے، ہم نیک کام کرنے والوں کے عمل کو ضائع نہیں کرتے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے واسطے باغ تیار ہے، اور ان کے مکان کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی اور ان باغوں میں ان کے واسطے ہر طرح کے سامان ہوں گے۔ یہاں تک کہ ان کے ہاتھوں میں کنگن بھی سونے کے ہوں گے اور جنتی ریشمی لباس نہایت نفیس سبز رنگ کا پہنیں گے، اور ان کے لئے وہاں تخت بچھائے جائیں گے اور وہ تکیہ لگائے ان پر بیٹھے ہوں گے۔ جنت اور اس کی ہر نعمت جو جنتیوں کو میسر ہوگی خوب عمدہ شے ہے اور یہ بہت اچھا انعام ہے اور بہشت بہت بڑے آرام کی جگہ ہے۔

وَّ يَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّ اِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآىِٕكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَ حَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾ ع وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّ حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّ جَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ؕ﴿۳۲﴾

اور سبز رنگ کے کپڑے باریک اور دبیز ریشم کے پہنیں گے، وہاں تختوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے، کیا ہی اچھا صلہ ہے، اور بہشت کیا ہی خوب آرام کی جگہ ہے ﴿۳۱﴾ اور ۱؎ ان لوگوں کو ان دو شخصوں کا حال بیان کر دو کہ ان میں سے ایک کو ہم نے انگوروں کے دو باغ دیئے اور ہم نے ان باغوں کے گرداگرد کھجوروں کے درخت پیدا کیے اور ان دونوں (باغوں) کے درمیان کھیتی بھی لگا رکھی تھی ﴿۳۲﴾

دو بھائیوں کا قصہ اور تکبر کا نتیجہ

۱؎ ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ہمارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ان کے سامنے ایک مثال بیان کر دو۔ وہ مثال یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں سے دو بھائی تھے ایک کا نام یہودا تھا وہ مسلمان تھا دوسرے کا نام قطروس تھا وہ کافر تھا۔ باپ کے ترکہ میں سے آٹھ ہزار دینار انہیں پہنچے۔ ہر ایک نے چار چار ہزار دینار پر قبضہ کیا۔ کافر نے تو اس روپیہ سے زمین و تالاب اور گھر کی آرائش بڑھائی اور جائداد پیدا کی اور مسلمان نے اپنے حصے کا سب روپیہ نیک کاموں میں صرف کر ڈالا۔ پھر فرمایا کہ ان دونوں میں سے ایک شخص نے جو کہ مشرک اور دار آخرت کا منکر تھا اور دنیا دار تھا دو باغ اپنے تمام مال سے ایسے تیار کرائے کہ اس میں انگوروں کے درخت تھے، اور دونوں باغوں کے گرد کھجوروں کے درخت تھے اور ان دونوں باغوں کے بیچ میں کھیتی ہوتی تھی۔ پھر فرمایا کہ قطروس کافر کے دونوں باغوں کے بیچ میں کھیتی ہوتی تھی۔ پھر فرمایا کہ قطروس کافر کے دونوں باغ نہایت سرسبز ہوئے اور خوب میوے ان میں لگے اور اس کی پیداوار میں کچھ کمی نہیں ہوئی تھی اور ان دونوں باغوں کے بیچ میں پانی کی نہریں جاری تھیں اور اس کافر کے ہاں ہر قسم کا میوہ بھی ہوتا تھا۔ لکھا ہے کہ قطروس نے اپنے مسلمان بھائی کو بہت ملامت کی اور کہا کہ میرا تمہارا روپیہ تو برابر تھا میں نے تو یہ باغ اور جائداد پیدا کی میرے ہاں غلام اور نوکر چاکر ہیں، تم مفلس اور پریشان ہو گئے۔ یہودا نے جواب دیا کہ بھائی اس مال سے تم نے دنیا کے باغ مول لئے اور میں نے جنت کے باغ، تم نے دنیا میں گھر بنایا میں نے جنت میں تم نے اپنی شادی کی میں نے اپنی حور عین کا مہر ادا کیا، تم نے لونڈی اور غلام اور نوکر چاکر جمع کیے، میں نے غلمان کی طلب کی قطروس نے اسے بہت ملامت کی اور یہ بات کہی کہ تم بہت بے وقوف ہو تم نے زر نقد کو ایک وعدہ کے بھروسہ پر کھو

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾

دونوں باغ اپنا پورا پھل لائے اور کسی میں ذرا بھی کمی نہ کی اور ان دونوں باغوں کے درمیان ہم نے نہر جاری کی ﴿۳۳﴾ اور اس شخص کے پاس اور بہت سے میوے تھے تو اپنے ساتھی سے بولا اور وہ اس سے ردوبدل کرتا تھا کہ میں تجھ سے مال میں زیادہ ہوں اور آدمیوں (یعنی کنبہ وغیرہ) کا بھی زیادہ زور رکھتا ہوں ﴿۳۴﴾ اور وہ اپنے اوپر ظلم (کفر) قائم کرتا ہوا اپنے باغ میں پہنچا اور یہ کہا کہ مجھے گمان نہیں کہ یہ باغ کبھی فنا ہو ﴿۳۵﴾ اور مجھے قیامت قائم ہونے کا یقین نہیں ہے اور اگر میں اپنے پروردگار کی طرف پھیرا گیا تو بیشک اس باغ سے بہت زیادہ اچھی پلٹنے کی جگہ پاؤں گا ﴿۳۶﴾

دیا۔ تم نے ناحق اپنے تئیں ذلیل اور محتاج کر دیا، پھر فرمایا کہ قطروس نے اپنے بھائی سے نہایت جھگڑا کیا اور بولا: ”دیکھو میرے پاس کس قدر مال ہے، اور میں کیسا عزت دار ہوں“ پھر اپنے بھائی یہودا کا ہاتھ پکڑ کر بہت فخر اور غرور کے ساتھ اپنے باغ میں لے گیا وہاں باغ کی بہار دکھا کر کہنے لگا کہ ”بھلا یہ رونق کہیں فنا ہونے والی ہے۔ اور یہ سامان کہیں نیست و نابود ہو سکتے ہیں اور مجھے تو یقین نہیں کہ قیامت قائم ہوگی اور تمہارے چار ہزار دینار وصول ہوں گے اور اس کا بدلہ تم کو ملے گا اگر تمہارے گمان کے موافق قیامت ہو بھی گئی اور میں تسلیم بھی کر لوں کہ قیامت آنے والی ہے تو بھی ہمارا کچھ نقصان نہیں ہم تو یہ جانتے ہیں کہ جب ہم کو یہاں ملا ہے تو وہاں بھی ملے گا، یہودا نے اس کی یہ بات سن کر یوں جواب دیا اور اس سے گفتگو شروع کی کہ اے بھائی تجھے کیا ہو گیا تو قیامت کا انکار کرتا ہے۔ اس کی قدرت میں تجھے کلام ہے جس نے تجھے مٹی سے پیدا کیا دیکھ تیری حقیقت کیا تھی تو ایک نطفہ ناچیز تھا۔ اس نے تجھ کو اپنی قدرت سے کیسا بنا دیا ہاتھ پاؤں دے کر ایک مرد معقول بنا دیا۔ پھر فرمایا کہ اس مسلمان یہودا نے اپنے بھائی کافر سے یہ کہا کہ تو تو نہیں مانتا مگر میں تو یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ میرا پروردگار میرا معبود ہے اس کے سوا کسی کو میں قابل عبادت نہیں جانتا سو اس کے کوئی خالق نہیں بلکہ اس کے سوا سب مخلوق ہیں پھر مخلوق قابل عبادت کیونکر ہو سکتی ہے۔

قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَاۗءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَاۗءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ﴿۴۰﴾

اس کے ساتھی نے (جو کہ دیندار اور غریب تھا) اس سے گفتگو کرتے ہوئے جواب دیا کہ کیا تو اس ذات پاک کے ساتھ کفر کرتا ہے جس نے تجھ کو (اول) مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے، پھر تجھ کو ٹھیک مرد کیا ﴿۳۷﴾ لیکن میں تو یہ اعتقاد رکھتا ہوں کہ اللہ میرا پروردگار ہے اور میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا ہوں ﴿۳۸﴾ اور جس وقت تو اپنے باغ میں پہنچا تھا تو تو نے یوں کیوں نہ کہا کہ جو اللہ کو منظور ہوتا ہے [۱] وہی ہوتا ہے۔ بغیر خدا کی مشیت کے (کسی میں) کوئی قوت نہیں، اگر تو مجھ کو مال اور اولاد میں اپنے سے کم دیکھتا ہے ﴿۳۹﴾ تو امید ہے کہ مجھے میرا پروردگار تیرے باغ سے بہتر دیوے اور اس تیرے باغ پر کوئی (تقدیری) آفت آسمان سے بھیج دے جس سے وہ باغ (دفعتاً) ایک صاف میدان ہو کر رہ جائے ﴿۴۰﴾

بقیہ قصہ دو بھائیوں کا، حشر کی تصدیق

[۱] اور یہ بھی کہا کہ بجائے اس فخر اور ناشکری کے لفظوں کے تو یہ کہنا کہ انسان کی کیا طاقت تھی کہ وہ ایسا باغ لگاتا اور اتنا مال کماتا تو خوب ہوتا۔ کیونکہ انسان کو جو کچھ فارغ البالی ہوتی ہے وہ اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتی ہے۔ اگرچہ مال و اولاد نہ ہونے کے سبب سے تو مجھ کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے، مگر مجھ کو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ آخرت میں تیرے اس باغ سے بہتر مجھے باغ دیوے گا۔ اور تیری اس ناشکری اور نافرمانی کے سبب سے اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ دور نہیں کہ وہ تیرے اس باغ پر کوئی آسمانی آفت بھیج دیوے۔ آخر کو اس ایماندار شخص کی زبان سے جو نکلا تھا وہی ہوا کہ جس باغ پر قیامت کا منکر اتراتا تھا آسمانی آفت سے وہ باغ اور کھیتی سب کچھ برباد ہو گیا اور وہ اترانے والا شخص اپنے اترانے پر پچھتایا اور نقصان پر افسوس سے

اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ﴿۴۱﴾ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ﴿۴۲﴾ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ ع وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ

یا اس کا پانی (زمین میں دھنس کر) خشک ہو جائے تو پھر اس کو ہرگز نہ پا سکے اور اس شخص کے میوہ جات کو آفت نے آگھیرا ﴿۴۱﴾ پس صبح اٹھا تو وہ دونوں ہاتھ حسرت سے ملتا رہ گیا اس پر کہ بہت کچھ جو اس نے باغ کے لگانے میں خرچ کیا تھا اور وہ باغ اپنی ٹٹیوں پر گرا ہوا تھا اور وہ کہنے لگا: "کیا خوب ہوتا کہ میں اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا" ﴿۴۲﴾ اور اس کے پاس کوئی جماعت ایسی نہ تھی کہ جو خدا کے سوا اس کی مدد کرتی اور نہ وہ بدلہ لینے کے قابل تھا ایسے موقع پر ثابت ہو گیا کہ اللہ برحق کا سب اختیار ہے ﴿۴۳﴾ وہی ثواب دینے میں بہتر ہے اور بدلہ دینے کے اعتبار سے وہی بہتر ہے ﴿۴۴﴾ اور ان لوگوں سے دنیا کی زندگی کی مثال بیان کرو[1] (وہ ایسی ہے) جیسے آسمان سے ہم نے پانی برسایا ہو۔ پھر اس کے ذریعہ سے زمین کا سبزہ خوب گنجان ہو کر نکلا۔

ہاتھ ملتا ہوا رہ گیا، اور اللہ کے عذاب کے آگے اس اترانے والے کی کوئی کچھ مدد نہ کر سکا۔ آخر قصہ پر اللہ تعالیٰ نے اس ایماندار شخص کے قول کی تائید فرمائی کہ قیامت کے دن ایمانداروں کو اچھا بدلہ ملنے والا ہے۔

قیامت کا ذکر

[1] ان آیتوں میں پروردگار نے اپنے رسول مقبول ﷺ سے فرمایا کہ تم لوگوں کے روبرو دنیائے فانی کی زندگی کی کہاوت بیان کر دو کہ جیسے آسمان سے پانی نازل ہوتا ہے اور اس کے سبب سے کھیتیاں سرسبز ہو جاتی ہیں اور ایک بہار ہوتی ہے۔ پھر بعد میں یہ سب بہار خشک ہو کر جاتی رہتی ہے۔ ہوا اس کو اڑا لے جاتی ہے، بہار کا موسم خزاں سے بدل جاتا ہے اور یوں کھیتی اور درخت کٹ کر میدان نکل آتا ہے۔ اسی طرح نطفہ سے آدمی کا بچہ پیدا ہوتا ہے اور جوانی کے زمانہ میں سرسبز ہو کر پھر بوڑھا ہو

فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿۴۶﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿۴۷﴾ ۚ

پھر وہ سوکھی گھاس ہو گیا جسے ہوائیں اڑائیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ﴿۴۵﴾ مال اور اولاد دنیا کی زندگی کی آرائش ہیں اور جو اعمال صالحہ باقی رہنے والے ہیں وہ تمہارے پروردگار کے نزدیک ثواب کے اعتبار سے بہت بہتر ہیں[۱] اور امید کے اعتبار سے سب سے بہتر ہیں ﴿۴۶﴾ اور (اس دن کو یاد کرنا چاہئے) جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور تم زمین کو دیکھو گے کہ کھلا میدان پڑا ہے اور ہم ان سب کو جمع کریں گے پس ان میں سے کسی کو نہ چھوڑیں گے ﴿۴۷﴾

جاتا ہے اور مر جاتا ہے۔ اس واسطے انسان کی زندگی کی مثال کھیتی کی فرمائی۔ پھر فرمایا کہ اللہ کو ہر چیز پر قدرت ہے یعنی اسی طرح حشر کے دن انسان کی ریڑھ کی ہڈی کے ایک ریزہ سے بیج کا کام لیا جائے گا اور دوسرے صور سے ایک مینہ برسے گا۔ جس کی تاثیر یہ ہوگی کہ اس ہڈی کے ریزہ سے ہر ایک مردہ جسم تیار ہو جاوے گا اور پھر جس طرح ماں کے پیٹ میں بچہ کا پتلا تیار ہو جانے کے بعد اس پتلا میں روح پھونک دی جاتی ہے اسی طرح اس جسم میں روح پھونک دی جاوے گی۔ پھر فرمایا کہ مال اور اولاد فقط جیتے جی کے ساتھی ہیں آدمی کے ساتھ ان میں سے قبر میں کوئی نہ جاوے گا۔ ہاں عمل ایسی چیز ہے کہ قبر میں آدمی کے ساتھ جاوے گا اور قیامت تک باقی رہے گا۔ آخر اس کے موافق جزا و سزا کا فیصلہ ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ باقیات صالحات کی کثرت کا حکم فرمایا جیسے پنجگانہ نمازیں اور تسبیح و تحمید اور یہ بھی پڑھے: اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

صدقہ جاریہ

جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا نیک عمل بند ہو جاتا ہے۔ ہاں جو شخص علم دین کا چرچا یا مسجد سرائے، یا اسی طرح کی اور کوئی ثواب کے جاری رہنے کی چیز چھوڑ کر مرے گا تو اس کا نیک عمل مرنے کے بعد بھی جاری رہے گا۔

[۱] ان آیتوں میں قیامت کا ذکر فرمایا کہ اعمال کا نتیجہ یہاں تو معلوم نہیں ہوتا مگر قیامت کے دن معلوم ہوگا اور قیامت کا دن وہ ہوگا جس دن پہاڑوں کو ہم اڑائیں گے یعنی جڑ سے اکھاڑ کر ہوا میں اڑا دیں گے۔ جیسے دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ پہاڑ دھنکی ہوئی روئی کے مشابہ ہو جاویں گے اور زمین اس دن کھلی ہوئی ہوگی اور پہاڑ بھی اس میں سے اڑ جائیں گے مردے بھی اس میں سے نکل آئیں گے اور ہم سب کو قیامت میں اکٹھا کریں گے۔ ان میں سے ایک کو بھی نہ باقی چھوڑیں گے پھر فرمایا کہ قیامت کے دن سب لوگ صف باندھے ہوئے اللہ کے روبرو کھڑے ہوں گے پھر مخلوق سے خطاب ہوگا کہ تم جیسے پہلی بار پیدا کئے

وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿۴۸﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿۴۹﴾ ع وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ

ع ۶ ۱۸

اور سب کے سب تمہارے پروردگار کے روبرو صف باندھ کر پیش کیے جاویں گے، بیشک ہم کہیں گے کہ تم ہمارے پاس ویسے ہی حاضر ہوئے جیسا ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، بلکہ تم یہ گمان کرتے تھے کہ ہم تمہارے لئے کوئی وعدہ کا وقت نہ رکھیں گے ﴿۴۸﴾ اور ۱ نامۂ اعمال رکھا جائے گا تو تم مجرموں کو دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اس سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: "ہائے خرابی ہماری! اس نامہ کو کیا ہوا اس نے ہمارے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا جسے گھیر نہ لیا ہو" اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہ سب (لکھا ہوا) موجود پایا، اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا ﴿۴۹﴾ اور (یاد کرو) ۲ جب کہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوا ابلیس کے۔

گئے تھے اور جو پہلی بار تمہاری حالت تھی یعنی ننگے، اکیلے کچھ مال تمہارے پاس نہ تھا اسی حالت سے اب تم ہمارے پاس آئے ہو" اور کافروں سے ارشاد ہوگا کہ "تم کو یہ خیال تھا کہ یہ قیامت ہونے والی نہیں اور تمہیں اس حساب و کتاب کی توقع نہ تھی"۔

قیامت کا ذکر

۱ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اچھے لوگوں کے دائیں ہاتھ میں اور برے لوگوں کے بائیں ہاتھ میں جب اعمال نامے دیئے جائیں گے۔ تو برے لوگ اپنے اعمال نامہ میں عمر بھر کے بد اعمال دیکھ کر بہت گھبرائیں گے اور سزا کے خوف سے بہت ڈریں گے مگر بے وقت کا گھبرانا اور ڈرنا ان کے کچھ کام نہ آوے گا۔ پھر فرمایا کہ اس دن اللہ تعالیٰ کسی پر کچھ ظلم نہ کرے گا۔ بلکہ ہر شخص کے عملوں کے موافق جزا و سزا کا فیصلہ کیا جاوے گا۔

۲ تمام اولاد آدم کو ابلیس کی دشمنی سے آگاہ کرنا: ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تمام اولاد آدم علیہ السلام کو ابلیس کی

كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ۗ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۚ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ بَدَلًا ﴿٥٠﴾ مَا أَشْهَدْتُهُمْ خَلْقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا خَلْقَ أَنْفُسِهِمْ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ عَضُدًا ﴿٥١﴾ وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَائِيَ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ

کہ قوم جن سے تھا پس اپنے پروردگار کے حکم سے نکل گیا، (پس اے آدم کی اولاد) بھلا کیا تم اس کو اور اس کی اولاد کو میرے سوا دوست بناتے ہو اور وہ تمہارے دشمن ہیں، ظالموں کے لئے (شیطان) کیا ہی برا بدل ملا ﴿۵۰﴾ نہ میں نے ان کو آسمانوں اور زمین کے بناتے وقت سامنے بٹھالیا تھا، نہ خود ان کے بناتے وقت (حاضر کیا) اور نہ میری شان کہ گمراہ کرنے والوں کو بازو بناؤں ﴿۵۱﴾ اور جس دن (اللہ) مشرکوں سے فرمائے گا کہ میرے ان شریکوں کو پکارو کہ جن کا تمہیں گمان تھا۔

دشمنی پر آگاہ فرمایا کہ یہ تمہارا اور تمہارے باپ کا دشمن ہے۔ جو لوگ ابلیس کے تابع اور خدا کے مخالف ہیں ان کو ڈرایا ہے کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا اور پالا اور پھر وہ شیطان کا دوست اور ہمارا دشمن بن گیا ہے۔ ہم نے فرشتوں سے کہا تھا کہ آدم کو سجدہ کرو، سب نے سجدہ کیا، مگر ابلیس نے سجدہ نہ کیا۔ کیونکہ اصل اس کی اچھی نہ تھی۔ آگ کے شعلہ سے اس کی پیدائش ہے اور فرشتوں کی اصل نور سے ہے۔ اس نے نافرمانی کی پھر فرمایا: ''اے بنی آدم تمہیں شرم نہیں آتی کہ ہم جیسے محسن اور خالق کی نافرمانی سے خوش ہو اور اس کی زیارت کو رفیق بناتے ہو'' حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں یعنی شیطان بھی دشمن ہے اور اس کی ذریت بھی۔ ان ظالموں نے کیا برا بدل حاصل کیا ہے خدائے تعالیٰ کے بدلہ میں شیطان کو قابل عبادت جانتے ہیں اور اس مالک حقیقی کے حکم کو نہیں مانتے۔ پھر جو تم شیطان اور اس کی ذریت کو مانتے ہو اور ان کے بہکانے سے بتوں کو پوجتے ہو اور ہر قسم کی نافرمانی کرتے ہو۔ نہ اللہ تعالیٰ نے کسی چیز کے پیدا کرنے میں ان بتوں سے کچھ مدد لی، نہ قیامت کے دن اپنے پوجا کرنے والوں کو کچھ مدد دیویں گے۔ بلکہ یہ پوجا کرنے والے مدد کے لئے جب ان بتوں کو پکاریں گے تو وہ جواب تک بھی نہ دیویں گے۔ پھر ان لوگوں کی نادانی ہے جو یہ ایسے عاجزوں کی پوجا کرتے ہیں۔ پھر فرمایا قیامت کے دن جب یہ نافرمان دوزخ کو دیکھیں گے اور یہ جان لیویں گے کہ اس میں ان کو رہنا پڑے گا تو بہت گھبرائیں گے۔ لیکن اس کا بے وقت کے گھبرانے سے کچھ فائدہ نہ ہوگا کیونکہ اس آگ سے بچ کر یہ کہیں جانہ سکیں گے۔

فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم مَّوْبِقًا ﴿٥٢﴾ وَرَاَ الْمُجْرِمُونَ النَّارَ فَظَنُّوا اَنَّهُم مُّوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا مَصْرِفًا ﴿٥٣﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ مِن كُلِّ مَثَلٍ ۭ وَكَانَ الْاِنسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ جَدَلًا ﴿٥٤﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَن يُّؤْمِنُوا اِذْ جَاءَهُمُ الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوا رَبَّهُمْ اِلَّا اَن تَاْتِيَهُمْ سُنَّةُ الْاَوَّلِينَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ﴿٥٥﴾

پس وہ ان کو پکاریں گے تو وہ انہیں کچھ بھی جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے درمیان ایک ہلاکت کا میدان کر دیں گے (یعنی آگ کی خندق) ﴿۵۲﴾ اور مجرم آگ کو دیکھیں گے تو سمجھیں گے انہیں اس میں گرنا ہے اور اس سے بچنے کی کوئی راہ نہ پاویں گے ﴿۵۳﴾ اور ۱ بے شک ہم نے لوگوں کے سمجھانے کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال طرح طرح سے بیان فرمائی اور آدمی ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے ﴿۵۴﴾ اور ۲ لوگوں کو کس چیز نے اس سے روکا کہ ایمان لاتے جب ہدایت ان کے پاس آئی اور اپنے پروردگار سے بخشش مانگتے، مگر یہ کہ ان کو بھی اگلے لوگوں کی سی حالت پیش آئے یا ان پر طرح طرح سے عذاب آئے ﴿۵۵﴾

قرآن کی نصیحت کا بیان

۱ اس آیت میں فرمایا کہ دوزخ کے سامان انسان اپنی خوشی سے آپ کرتا ہے، اور اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مارتا ہے ورنہ ہم نے تو قرآن مجید میں مضامین ضروریہ کو بار بار اور تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے، اور طرح طرح کی مثالیں دے کر انسان کو سمجھا دیا ہے مگر انسان اپنے جھگڑالو پنے سے باز نہیں آتا۔ کبھی اللہ کے کلام کو پچھلے لوگوں کی کہانیاں بتلاتا ہے کبھی اللہ کے رسول کو جادوگر کہتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

۲ ان آیتوں میں فرمایا کہ ان لوگوں کے قرآن کی نصیحت نہ ماننے اور شرک سے باز نہ آنے کا یہی سبب ہے کہ اللہ کے علم غیب کے موافق ان میں سے کچھ لوگوں پر پچھلی امتوں کی طرح دنیا کا کچھ عذاب وقت مقررہ پر آوے گا اور عذاب کے وقت مقررہ سے پہلے ان میں سے جو لوگ شرک کی حالت پر مر جاویں گے۔ ان کے سر پر آخرت کا عذاب ناگہاں آن کھڑا ہوگا۔

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿۵۶﴾

اور[۱] ہم رسولوں کو تو صرف خوش خبری اور ڈر سنانے کے لئے بھیجا کرتے ہیں (زبردستی ہدایت پر لانا ان کا فرض نہیں) اور جو کافر ہیں وہ باطل (کی سند) سے جھگڑا کرتے ہیں تاکہ اس سے حق کو ہٹا دیں اور انہوں نے میری آیتوں کو اور جس (عذاب) سے ان کو ڈرایا گیا تھا اس کو ٹھٹھا بنا لیا ﴿۵۶﴾

توحید کا بیان

[۱] اس آیت میں فرمایا کہ کچھ نبی آخر الزماں ﷺ ہی پر منحصر نہیں، اگلے انبیاء بھی ہم نے بھیجے ہیں۔ وہ سب اہل ایمان کو بشارت دیتے رہے اور کافروں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہی رہے۔ اور جو لوگ کافر ہیں ان کا ہمیشہ سے یہی قاعدہ رہا ہے کہ بیہودہ جھگڑے لگایا کرتے ہیں۔ معجزات دیکھتے جاتے ہیں اور پھر معجزوں کی فرمائش چلی جاتی ہے۔ ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ ہم حق کو باطل سے مٹا دیں اور قدرت کی دلیلوں اور عذاب کے مضامین کو ہنسی میں اڑاتے ہیں۔ اور خیال کرنے کی بات ہے کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوسکتا ہے کہ جس کے سامنے قرآن پڑھا جاوے اور اس کے مضامین بیان ہوں اور وہ شخص منہ پھیرے اور قبول نہ کرے اور اپنے افعال کے انجام کو بھول جائے، اس کو اتنی عقل نہ ہو کہ اس کفر اور انکار کا نتیجہ دوزخ ہے اور وہ اس بات کو نہ جانتا ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی پیروی میں نجات ہے اور کافروں کی پیروی کا انجام برا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اور ان کو سمجھنے کی قوت نہیں دی۔ اور ان کے کانوں کو بھی بہرا کر دیا ہے یعنی انہیں سننے کا بھی شوق نہیں اگر تم ان کو ہدایت کی راہ پر لانا چاہو گے تو بے فائدہ ہے، وہ کب آنے والے ہیں وہ کبھی تمہاری بات نہیں مانیں گے۔ پھر فرمایا کہ تمہارا پروردگار مغفرت کرنے والا ہے اور بندوں کے حال پر مہربان ہے۔ اگر کافر بھی توبہ کرلیں تو ان کے گناہ معاف ہوجائیں گے۔ اگر اللہ تعالیٰ یہیں ان کے اعمال کی گرفت کرنا چاہے تو یہیں عذاب بھیج دے مگر اللہ کو یہ منظور نہیں۔ بلکہ اللہ کو یہ منظور ہے کہ دنیا میں ان کو مہلت دی جائے اور قیامت کو ان کی سزا کا دن مقرر کیا جائے۔ خدا کے سوا ان کو کوئی پناہ دینے والا نہیں وہ جس کو چاہے پناہ دے جس کو چاہے نہ دے۔ اور وہ دیہات جن کا قصہ ہم نے تمہیں سنایا کہ انہوں نے پیغمبر کی تکذیب کی، تو ہم نے ان کو ہلاک کر دیا اور ان کی ہلاکت کا ہم نے ایک وقت مقرر کر رکھا تھا، جب وقت آیا ہم نے ان کو مزہ چکھایا۔ قریش ان کی اجڑی ہوئی بستیوں کو دیکھ کر عبرت کیوں نہیں پکڑتے اور شرک اور نافرمانی سے دست بردار کیوں نہیں ہوجاتے۔ عقلمند وہ ہے جو غیر کو دیکھ کر نصیحت پکڑے۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿۵۷﴾ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ ع وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾

ع ۸ ۲

اور اس سے زیادہ کون ظالم ہے جس کو اللہ کی آیتوں سے سمجھایا جائے پھر وہ ان سے منہ پھیرے اور اس کے ہاتھ جو آگے بھیج چکے ہیں اسے بھول جائے، بیشک ہم نے اس قرآن کے سمجھنے سے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں اور اس کے سننے سے ان کے کانوں میں ڈاٹ لگا دی ہے، اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو جب بھی وہ کبھی راہ نہ پاویں گے ﴿۵۷﴾ اور تمہارا پروردگار بخشنے والا رحمت والا ہے، اگر ان کے اعمال پر ان کو پکڑتا تو فوراً ہی ان پر عذاب بھیجتا، بلکہ ان کے لئے ایک میعاد مقرر ہے (یعنی قیامت) جس کے سامنے کوئی پناہ نہ پائیں گے ﴿۵۸﴾ اور یہ وہ بستیاں ہیں کہ جن کو ہم نے ہلاک کیا جبکہ انہوں نے ظلم کیا تھا اور ان کی ہلاکت کا ہم نے ایک وقت مقرر کر رکھا تھا ﴿۵۹﴾ اور لہ یاد کرو جب موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ جب تک میں دونوں دریاؤں کے ملنے کی جگہ نہ پہنچوں یا سالہا سال نہ چلا چلوں اپنے ارادہ سے باز نہ رہوں گا ﴿۶۰﴾

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کی ملاقات کا ذکر

لہ آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں وعظ فرما رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے پوچھا: ”سب میں زیادہ عالم کون ہے“۔ آپ نے فرمایا: ”میں“۔ یہ بات خدا کو ناگوار معلوم ہوئی کیونکہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جواب کو اللہ تعالیٰ کے علم پر نہیں سونپا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے خضر علیہ السلام سے ملنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہ تم سے بھی زیادہ عالم ہے، جو

فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿٦١﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتَاهُ آتِنَا غَدَاءَنَا لَقَدْ لَقِينَا مِن سَفَرِنَا هَٰذَا نَصَبًا ﴿٦٢﴾ قَالَ أَرَأَيْتَ إِذْ أَوَيْنَا إِلَى الصَّخْرَةِ فَإِنِّي نَسِيتُ الْحُوتَ وَمَا أَنسَانِيهُ إِلَّا الشَّيْطَانُ أَنْ أَذْكُرَهُ ۚ وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ﴿٦٣﴾ قَالَ ذَٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿٦٤﴾

پھر جب کہ دونوں دریاؤں کے ملنے کی جگہ پہنچے تو اپنی مچھلی (وہیں) بھول گئے، پس مچھلی نے دریا میں سرنگ کی طرح اپنا راستہ بنالیا ﴿۶۱﴾ پھر جب وہ دونوں آگے بڑھ گئے تو موسیٰ نے اپنے خادم سے کہا کہ " ہمارا صبح کا کھانا لاؤ بے شک ہمیں اپنے اس سفر میں بڑی مشقت اٹھانا پڑی" ﴿۶۲﴾ (خادم نے) کہا: " دیکھئے تو جبکہ ہم نے اس چٹان کے پاس آرام لیا تھا تو بیشک مچھلی کو میں وہیں بھول آیا اور مجھے شیطان ہی نے بھلا دیا کہ میں اس کا آپ سے ذکر کروں اور اس نے تو دریا میں اپنا رستہ عجیب طرح سے لیا" ﴿۶۳﴾ موسیٰ نے کہا: " یہی تو (وہ جگہ ہے کہ جس کو) ہم چاہتے تھے" پھر وہ (دونوں) اپنے قدموں کے نشانوں پر تلاش کرتے ہوئے واپس پھرے ﴿۶۴﴾

مجمع البحرین کے موقع پر ملے گا پھر موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ ان تک پہنچنے کی کیا صورت ہے۔ فرمایا: " اپنے تھیلے میں ایک مچھلی رکھ لو پھر جہاں وہ مچھلی گم ہو جاوے وہ وہیں ملیں گے"۔ پس موسیٰ علیہ السلام مچھلی تھیلے میں ڈال کر یوشع بن نون کو ہمراہ لے کر چلتے چلتے ایک موقع پر سمندر کے کنارے پہنچے۔ پھر جب وہ دونوں مجمع البحرین میں جہاں خضر علیہ السلام کا مکان ہے اور روم فارس کے دو دریا وہاں باہم ملتے ہیں، گئے تو ایک پتھر پر سر رکھ کر سو گئے۔ مچھلی اس تھیلے میں سے تڑپ کر دریا میں جا گری۔ جہاں تک وہ جاتی تھی پانی میں ایک سوراخ سا ہوتا جاتا تھا۔ حکم الٰہی سے پانی ادھر ادھر سے ملنے نہیں پاتا۔ پھر بیدار ہوئے، اور دونوں مچھلی کو بھول گئے۔ آگے چلے تو موسیٰ علیہ السلام نے یوشع سے کھانا مانگا اور کہا کہ اس سفر میں ہم تھک گئے۔ پھر جب مچھلی کو دیکھا تو غائب تھی۔ یوشع نے عذر کیا کہ حضرت آپ کو یاد نہیں جہاں آپ نے آرام کیا تھا، مچھلی تو وہیں مفقود ہو گئی تھی یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام الٹے پھرے اور خضر علیہ السلام سے ملاقات کے وقت انہوں نے یہ خواہش کی کہ میں تمہارے ساتھ چند روز اس ارادہ سے رہنا چاہتا ہوں کہ جو علم اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے، اس میں سے تم کچھ مجھ کو بھی سکھا دو۔

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَیْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾ قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰٓى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَیْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا وَّلَآ اَعْصِیْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾

(موقع پر پہنچ کر) انہوں نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا کہ جس کو ہم نے اپنے پاس سے رحمت دی تھی اور ہم نے اس کو سکھایا تھا اپنے پاس سے (خاص) علم ﴿۶۵﴾ موسیٰ نے ان سے کہا: ''کیا میں تمہارے ساتھ رہوں اس شرط سے کہ جو علم مفید آپ کو (اللہ کی طرف سے) [۱] تعلیم ہوا اس میں سے آپ مجھ کو بھی سکھادو گے'' ﴿۶۶﴾ انہوں نے جواب دیا: ''بیشک تم میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکو گے ﴿۶۷﴾ اور اس بات پر کیونکر صبر کر سکو گے جسے تمہارا علم محیط نہیں''۔ ﴿۶۸﴾ (موسیٰ نے [۲]) کہا: ''ان شاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں تمہارے کسی حکم کے خلاف نہ کروں گا'' ﴿۶۹﴾

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے علم کا ذکر

[۱] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک چڑیا دکھائی جو دریا میں سے پانی پی رہی تھی۔ فرمایا کہ اے موسیٰ تیرا اور میرا علم اللہ کے علم کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسا اس چڑیا نے اس دریا سے پانی پیا اور تو نے دیکھا کہ دریا میں کسی طرح سے بھی کمی نہیں آئی، پھر خضر علیہ السلام نے کہا کہ تم میرے ساتھ صبر نہ کر سکو گے، کیونکہ تمہارا حکم ظاہر پر ہے اور میرے سے ایسے فعل صادر ہوں گے کہ آپ کو حیرانی ہوگی۔ کیونکر صبر کرو گے۔ تم اس چیز پر کہ علم کی رو سے وہ تمہارے احاطہ قدرت سے باہر ہے۔

[۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ''ان شاء اللہ میں برداشت کروں گا، اور کسی بات میں آپ سے اختلاف نہ کروں گا''۔ پھر خضر علیہ السلام نے کہا: ''اچھا اگر تم میرے ساتھ رہتے ہو تو مجھ سے کوئی بات نہ پوچھنا، جب تک کہ میں خود ہی تم سے اس کا ذکر نہ کر دوں''۔ یعنی میرے کسی فعل پر اعتراض نہ کرنا، کہ تم نے یہ کیوں کیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ سب شرائط تسلیم کیں اور مع یوشع علیہ السلام کے حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ ہو لئے۔ پھر وہ چلے یہاں تک کہ دریا میں ان کو ایک کشتی ملی اس پر سوار ہوئے۔ اگرچہ ناخدا اول دہلہ میں ان کے سوار ہونے پر راضی نہ تھا۔ لیکن بعد معرفت حضرت خضر علیہ السلام کے ان کو بقدر تعظیم کشتی پر سوار کر لیا تو حضرت خضر نے لوگوں سے پوشیدہ اس میں شگاف کر دیا یعنی ایک تختہ نکال دیا۔ موسیٰ نے کہا: ''واہ صاحب یہ کیا کیا، انہوں نے بغیر کرایہ سوار کیا، اس کے عوض آپ کی احسان مندی یہ کہ کشتی لوگوں کو ڈبانے کے لئے کشتی کو پھاڑ ڈالا۔ حضرت یہ کیا سوجھی ابھی کشتی میں پانی بھر جائے گا۔ حضرت خضر نے کہا: ''چل دیجئے کیا میں کہہ نہیں چکا تھا کہ تم میرے ساتھ ہرگز نہیں ٹھہر سکو گے'' موسیٰ نے کہا: ''آپ بھول چوک پر مجھ سے مواخذہ نہ کیجئے اور میرے معاملہ میں مجھ پر سختی نہ

قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِیْ فَلَا تَسْـَٔلْنِیْ عَنْ شَیْءٍ حَتّٰۤى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَا رَكِبَا فِی السَّفِیْنَةِ خَرَقَهَا ؕ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِیْعَ مَعِیَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِیْ بِمَا نَسِیْتُ وَ لَا تُرْهِقْنِیْ مِنْ اَمْرِیْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰۤى اِذَا لَقِیَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِیَّةًۢ بِغَیْرِ نَفْسٍ ؕ لَقَدْ جِئْتَ شَیْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

ع ۱۱
۱۴

کہا: ’’پس اگر تم میرے ساتھ رہتے ہو تو مجھ سے کسی بات کو نہ پوچھنا جب تک میں خود تمہارے سامنے اس کا ذکر شروع نہ کروں‘‘ ﴿۷۰﴾ پس وہ دونوں چلے یہاں تک کہ جب کشتی (پر دریا) میں سوار ہوئے تو ان بزرگ (یعنی خضر) نے اس کشتی کو چیر ڈالا، موسیٰ نے کہا: ’’کیا تم نے اس کو اس لئے چیرا کہ اس کے سواروں کو ڈبا دو بیشک یہ تم نے بری بات کی‘‘ ﴿۷۱﴾ ان بزرگ (یعنی خضر) نے کہا: ’’کیا میں نہیں کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے‘‘ ﴿۷۲﴾ موسیٰ نے کہا: ’’آپ میری بھول چوک پر گرفت نہ کیجئے اور میرے معاملہ میں مجھ پر مشکل نہ ڈالیں‘‘ ﴿۷۳﴾ پھر دونوں (کشتی سے اتر کر آگے) چلے یہاں تک کہ جب ایک لڑکا ملا، خضر نے اس کو قتل کر دیا، موسیٰ نے کہا: ’’کیا تم نے ایک ستھری جان کو بے قصاص کے واجب ہوئے قتل کر دیا بیشک تم نے یہ بڑی بے جا حرکت کی‘‘ ﴿۷۴﴾

کیجئے‘‘۔ یعنی موسیٰ نے عذر کیا کہ بھول کر سوال کیا، آئندہ ایسا نہ ہوگا۔ الغرض کشتی سے اتر کر خشکی میں روانہ ہوئے تو دیکھا ایک گاؤں کے متصل چند لڑکے کھیل رہے تھے۔ ایک انہیں سے نہایت حسین و خوبصورت تھا۔ جب اس لڑکے کے پاس پہنچے تو خضر علیہ السلام نے اس کو علیحدہ کر کے آڑ میں لے جا کر مار ڈالا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ’’اس معصوم بچے کو تم نے ناحق قتل کیا، یہ بری بات کی‘‘۔

فضائل القرآن: (۱) امام دارمی وغیرہ نے حضرت عبیدہ بن لبابہ کی سند سے انہوں نے رزبن جیش سے نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جو شخص سورۂ کہف کے آخر کی آیتوں کو اس نیت سے پڑھے کہ شب کو فلاں وقت (اس کی آنکھ کھل جائے اور) وہ اٹھ جائے تو وہ برابر اٹھ جائے گا۔ عبیدہ فرماتے ہیں ہم نے اس کا تجربہ کیا ہے واقعی اسی طرح ہے۔ ۱۲۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۭ بَعْدَهَا فَلَا تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا ۫ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَيَاۤ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨاسْتَطْعَمَاۤ اَهْلَهَا فَاَبَوْا اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ؕ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ اَجْرًا ﴿۷۷﴾

ان ۱؎ بزرگ (یعنی خضر) نے کہا: "کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا بیشک تم ہرگز میرے ساتھ صبر نہ کرسکو گے" ﴿۷۵﴾ (موسیٰ نے) کہا: (خیر اب کے اور جانے دیں) "اگر اس کے بعد میں آپ سے کوئی بات پوچھوں پھر مجھے اپنے ساتھ نہ رکھنا۔ بیشک میری طرف سے آپ کا پورا عذر ہو چکا" ﴿۷۶﴾ پھر دونوں آگے چلے یہاں تک کہ جب ایک گاؤں کے لوگوں کے پاس آئے تو ان گاؤں والوں سے کھانا مانگا (کہ ہم مہمان ہیں) تو انہوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کردیا پھر ان کو وہاں ایک ایسی دیوار ملی کہ جو گرنا ہی چاہتی تھی تو ان بزرگ (یعنی خضر) نے اس کو سیدھا کردیا (موسیٰ نے) کہا: "اگر تم چاہتے تو اس پر کچھ مزدوری لے ہی لیتے" ﴿۷۷﴾

حضرت موسیٰ و حضرت خضر علیہما السلام کے علم کا نتیجہ

۱؎ حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے پھر وہی فرمایا کہ میں نہیں کہتا تھا کہ آپ میرے ساتھ صبر نہ کریں گے، اور معاملات میں دخیل ہوں گے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آئندہ اگر میں آپ کے معاملہ کے متعلق کچھ اعتراض کروں تو پھر مجھے ساتھ نہ رکھئے گا۔ اس کے بعد دونوں ایک گاؤں میں پہنچے۔ اور اس گاؤں والوں کا یہ دستور تھا کہ شام کے وقت سے گاؤں کا دروازہ بند کردیتے تھے تو پھر کسی کے واسطے ہرگز نہ کھولتے تھے۔ یہ شام کے بعد پہنچے اور گاؤں والوں سے کہا کہ دروازہ کھولو۔ کسی نے نہ کھولا پھر حضرت خضر علیہ السلام نے کہا کہ اچھا اگر دروازہ نہیں کھولتے تو ہم کو کھانا دو، ہم مسافر ہیں، اور اس وقت یہاں قیام ہے۔ ان گاؤں والوں نے کھانا دینے سے انکار کردیا۔ دونوں صاحب بھوکے رہے، اور گاؤں کے باہر ہی قیام پذیر رہے۔ اور صبح کو حضرت خضر علیہ السلام نے ایک دیوار جو کہ منہدم ہونے کے قریب تھی، سارے دن میں بنا کر کھڑی کردی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت گاؤں والوں نے تو ہمارے ساتھ ایسی بدسلوکی کی، اور آپ نے بلا اجرت کے ان کی دیوار بنادی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: "بس اب میرا اور تمہارے درمیان جدائی ہے۔ یعنی اب تو

قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِي وَبَيْنِكَ ۚ سَأُنَبِّئُكَ بِتَأْوِيلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٧٨﴾ أَمَّا السَّفِينَةُ فَكَانَتْ لِمَسَاكِينَ يَعْمَلُونَ فِي الْبَحْرِ فَأَرَدْتُّ أَنْ أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَاءَهُمْ مَّلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ غَصْبًا ﴿٧٩﴾ وَأَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِينَا أَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ﴿٨٠﴾ ۚ فَأَرَدْنَا أَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّأَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾

(ان بزرگ یعنی خضر نے) کہا کہ یہ وقت میرے اور تمہارے درمیان علیحدگی کا ہے (جیسا کہ خود تم نے شرط کی تھی) اب میں تم سے ان باتوں کا راز بتلائے دیتا ہوں کہ جن پر تم صبر نہ کر سکے ﴿۷۸﴾ وہ ۱؎ جو کشتی تھی وہ چند مسکینوں کی تھی جو (اس کے ذریعہ سے) دریا میں مزدوری کرتے پھرتے تھے۔ پس میں نے چاہا کہ اس میں عیب ڈال دوں اور (وجہ اس کی یہ تھی کہ) ان لوگوں سے پرے کی طرف ایک (ظالم) بادشاہ تھا جو ہر ثابت کشتی زبردستی پکڑ رہا تھا ﴿۷۹﴾ اور وہ جو لڑکا تھا پس اس کے ماں باپ مسلمان تھے، تو ہم کو اس بات کا خوف ہوا کہ وہ ان پر سرکشی اور کفر کا اثر نہ ڈال دے ﴿۸۰﴾ تو ہم نے چاہا کہ بجائے اس کے ان کا پروردگار ان کو ایسی اولاد دے جو پاکیزگی (یعنی دین) میں اس سے بہتر اور شفقت میں اس سے بڑھ کر ہو ﴿۸۱﴾

میری ہمراہی سے جدا ہو جاؤ، کیونکہ تم نے خود کہہ دیا تھا کہ اگر میں اب سوال کروں تو جدا کر دینا۔ لہٰذا اب میں تم کو ان تمام باتوں کا جو گزری ہیں، ان کی تاویلات (مطلب) بتاتا ہوں"۔ حاصل کلام یہ ہے کہ چڑیا کے پانی پینے کے قصہ سے اس سفر کا نتیجہ تو موسیٰ علیہ السلام سمجھ چکے تھے اور دوسرے اعتراض کے وقت جدائی کی شرط کو ظاہر کر دیا۔

۱؎ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ کشتی کا تختہ توڑنے کا سبب خضر علیہ السلام نے یہ بیان کیا کہ وہ کشتی ایسے محتاجوں کی تھی جن کی گزر اسی کشتی کے کرایہ کی آمدنی پر تھی، اور دریا کے پرلے کنارے پر ایک ظالم بادشاہ تھا۔ جس کے حکم سے بادشاہی لوگ اچھی ثابت کشتیاں مفت بیگار میں پکڑ لیتے تھے۔ اس واسطے میں نے اس کشتی کا ایک تختہ توڑ کر اس کو عیب دار کر دیا کہ باشاہی لوگ اس کشتی کو نہ پکڑیں اور ان محتاجوں کی آمدنی میں خلل نہ پڑے۔ صحیح مسلم کے حوالہ سے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت

وَ اَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِي الْمَدِيْنَةِ وَ كَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ لَّهُمَا وَ كَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا ۚ فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَاۤ اَشُدَّهُمَا وَ يَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۖ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ وَ مَا فَعَلْتُهٗ عَنْ اَمْرِيْ ؕ ذٰلِكَ تَاْوِيْلُ مَا لَمْ تَسْطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۸۲﴾ؕ ع وَ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِي الْقَرْنَيْنِ ؕ قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ﴿۸۳﴾ؕ

اور لے رہی وہ دیوار پس وہ اس شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا (جوان کے باپ نے رکھا تھا) اور ان کا باپ نیک آدمی تھا، تو تمہارے پروردگار نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں۔ تمہارے پروردگار کی رحمت سے اور (سارے کام الہام خداوندی سے) کئے ہیں کوئی کام میں نے اپنی رائے سے نہیں کیا، یہ حقیقت ہے ان باتوں کی جن پر تم سے صبر نہ ہو سکا ﴿۸۲﴾ اور (یہ لوگ) تم سے ذوالقرنین ۲ے کا حال پوچھتے ہیں تم فرماؤ کہ میں اس کا حال تمہارے سامنے بیان کرتا ہوں ﴿۸۳﴾

ہے کہ جو کوئی اس بادشاہ کی طرح کسی کا کچھ مال زبردستی چھین لے گا قیامت کے دن اس کی اسی قدر نیکیاں چھین کر مالک مال کو دیدی جائیں گی۔

لے اب آگے اس لڑکے کے مار ڈالنے کا سبب یہ بیان کیا کہ وہ لڑکا منکر ایمان و سرکش تھا کہ اس کی محبت میں آن کر اس کے ماں باپ کہیں کفر و سرکشی میں مبتلا نہ ہو جائیں، اس لئے خدا کو منظور ہوا کہ یہ مر جاوے، اور اس کے بدلے ان کو اور اولاد ملے جو تقویٰ و صلاح میں اس سے بہتر ہو، اور جو صلہ رحمی اور ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنے میں بھی بہتر ہو۔ چنانچہ اس کے بعد ان کی ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی جو نہایت نیک تھی، جس کے پیٹ سے ایک نبی پیدا ہوا۔ اور دیوار کا حال یہ ہے کہ وہ دو یتیم لڑکوں کی تھی جس کے نیچے خزانہ مدفون تھا اور ان کا باپ نیک مرد تھا۔ جس کی برکت سے خدا کو اس کی اولاد کے ساتھ احسان کرنا منظور تھا کہ جوان ہو کر وہ اپنا خزانہ نکال لیں اگر اس دیوار کو درست نہ کیا جاتا اور یہ گر پڑتی تو اور لوگ خزانہ لے لیتے۔ اس لئے اس کو درست کر دیا کہ ان کی جوانی تک نہ گرے۔ کہئے اس پر کیا اجرت لینی مناسب تھی؟ اس کے بعد موسیٰ، خضر علیہم السلام سے جدا ہو کر پھر بنی اسرائیل میں آ گئے۔ لیکن معلوم ہو گیا کہ دنیا میں خدا کے بندے مجھ سے بھی زیادہ عالم ہیں۔

۲ے حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا قصہ: شروع سورۃ کی تفسیر میں گزر چکا ہے کہ یہود کے سکھانے سے مشرکین مکہ نے

إِنَّا مَكَّنَّا لَهُ فِي الْأَرْضِ وَآتَيْنَاهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ﴿٨٤﴾ فَأَتْبَعَ سَبَبًا ﴿٨٥﴾ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۗ قُلْنَا يَا ذَا الْقَرْنَيْنِ إِمَّا أَنْ تُعَذِّبَ وَإِمَّا أَنْ تَتَّخِذَ فِيهِمْ حُسْنًا ﴿٨٦﴾ قَالَ أَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهُ ثُمَّ يُرَدُّ إِلَىٰ رَبِّهِ فَيُعَذِّبُهُ عَذَابًا نُكْرًا ﴿٨٧﴾

بیشک ہم نے اس کو زمین میں قابو دیا اور ہم نے اس کو ہر قسم کا سامان عطا فرمایا ﴿۸۴﴾ پس وہ ایک سامان کے پیچھے چلا ﴿۸۵﴾ یہاں تک کہ جب آفتاب کے غروب ہونے کی جگہ پہنچا تو اس کو ایک سیاہ رنگ کی کیچڑ کے چشمہ میں ڈوبتا ہوا پایا اور وہاں اس نے ایک قوم دیکھی ہم نے (الہاماً) یہ کہا: ''اے ذوالقرنین! (اب یہ لوگ تیرے اختیار میں ہیں) خواہ انہیں سزا دے یا ان کے ساتھ بھلائی اختیار کر'' ﴿۸۶﴾ ذوالقرنین نے عرض کی کہ جس نے ظلم کیا (یعنی کفر و شرک اختیار کیا ایمان نہ لایا) اسے تو ہم عنقریب سزا دیں گے، پھر وہ اپنے پروردگار کی طرف لوٹایا جائے گا۔ پس وہ اسے سخت عذاب میں مبتلا کرے گا ﴿۸۷﴾

روح، اصحاب کہف اور سکندر ذوالقرنین کا حال اللہ کے رسول ﷺ سے پوچھا تھا۔ روح اور اصحاب کہف کا حال تو بیان ہو چکا۔ یہ سکندر ذوالقرنین کا حال شروع ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو روئے زمین پر صاحب قدرت بنایا، اور ہر قسم کا سامان اس کو دیا۔ اور جب ان کو معلوم ہوا کہ اولاد سام میں سے ایک شخص چشمہ حیات سے پانی پیئے گا اور اس کو موت نہ آئے گی، تو وہ چشمہ حیات کی طلب میں مغرب و مشرق کی طرف روانہ ہوئے۔ اور آپ کے ساتھ حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی تھے، وہ چشمہ حیات تک پہنچ گئے اور انہوں نے پی بھی لیا۔ مگر ذوالقرنین کے مقدر میں نہ تھا، انہوں نے نہ پایا۔ اس سفر میں جانب مغرب روانہ ہوئے تو جہاں تک آبادی ہے وہ سب جگہ پہنچ گئے اور سمت مغرب میں وہاں پہنچے جہاں آبادی کا نام و نشان باقی رہا۔ وہاں انہیں آفتاب وقت غروب ایسا نظر آیا گویا کہ وہ سیاہ دلدل کے چشمہ میں ڈوبتا ہے۔ جیسا کہ دریائی سفر کرنے والے کو پانی میں ڈوبتا معلوم ہوتا ہے۔ اور اس چشمہ کے قریب ایک بت پرست قوم کو اس نے دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے ذوالقرنین! تجھے اختیار ہے خواہ ان کو سزا دے اور خواہ ان سے نیک سلوک کر۔ اس پر اس نے کہا: ''جو کوئی ظالم ہوگا پس اس کو ہم جلدی سزا دیں گے، اور پھر وہ اللہ کے پاس روانہ کر دیا جائے گا۔ وہاں بھی اسے سخت عذاب ہوگا اور جو ایمان لائے گا اور عمل نیک کرے گا پس اس کو نیک بدلہ ملے گا، اور اس سے اپنے معاملہ میں بھی ہم آسانی کریں گے''۔

وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨ الْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ اَمْرِنَا يُسْرًا ۸۸ۭ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۸۹ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا ۹۰ۙ كَذٰلِكَ ۭ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ۹۱

اور جو شخص کہ ایمان لے آوے گا اور نیک عمل کرے گا تو اس کا بدلہ بھلائی ہے (یعنی جنت) اور بیشک ہم (دنیا میں) اپنے معاملہ میں اس کو آسان بات کہیں گے'' ۸۸ (اس کے بعد پھر ایک سامان کے پیچھے چلا ۸۹ یہاں تک کہ جب سورج نکلنے کی جگہ (یعنی مشرق میں) پہنچا اس نے پایا سورج ایک ایسے گروہ پر نکلتا جن کے لئے ہم نے سورج سے بچنے کے لئے کوئی آڑ نہیں رکھی ۹۰ یہ قصہ اسی طرح ہے اور ذوالقرنین کے پاس جو کچھ تھا اس کی پوری پوری خبر ہمارے ہی پاس ہے ۹۱

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے سفر کا نتیجہ

لے پھر حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے مشرق کی طرف کا سفر کیا، اور ایسی سرزمین پر پہنچا جہاں پہلے پہل سورج نکلتا معلوم ہوتا ہے۔ اور وہاں اس نے ایک ایسی قوم کو دیکھا کہ جن کے لئے سورج کی دھوپ سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوئی آڑ نہیں بنائی۔ یعنی اس سرزمین پر نہ قدرتی کچھ پہاڑ درخت ایسے ہیں کہ ان کی آڑ سے وہ لوگ دھوپ سے بچ سکیں۔ اور وحشی پن کے سبب سے نہ اتنی عقل ان لوگوں میں ہے کہ وہ مکان بنا دیں۔ زمین میں سرنگیں کھود رکھی ہیں، دھوپ کے وقت ان میں گھس جاتے ہیں، اور ٹھنڈے وقت ان سرنگوں میں سے نکل کر دنیا کا کچھ کام دھندہ کر لیتے ہیں۔ آگے کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے جو حکم پہلے مغرب کی طرف والوں کو سنایا تھا، وہی حکم اس مشرقی قوم کو سنایا: ''اس قوم کے جو لوگ شرک پر اڑے رہیں گے، ان کو دنیا میں طرح طرح کے عذاب سے قتل کیا جاوے گا، اور عقبیٰ میں ایسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرے گا۔ اور اس قوم کے جو لوگ اللہ کی عبادت اور نیک عمل کریں گے، دنیا میں ہم لوگ بھی ان سے اچھی طرح پیش آویں گے، اور عقبیٰ میں بھی ان کو بڑا اجر ملے گا''۔ پھر فرمایا کہ ہم علام الغیوب ہیں، حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا پورا حال ہم کو معلوم ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس کے پاس کس قدر سپاہ تھی، اور اس کے پاس کیا کیا سامان تھا، اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا بالکل حق ہے۔

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِى الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا ﴿۹۴﴾

پھر ایک [1] سامان کے پیچھے چلا (شمال کی جانب) ﴿۹۲﴾ یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچا تو ان پہاڑوں سے اس طرف ایک ایسی قوم کو پایا کہ کوئی بات سمجھتے معلوم نہ ہوتے تھے ﴿۹۳﴾ انہوں نے کہا: "اے ذوالقرنین! بیشک یاجوج ماجوج زمین میں فساد مچاتے ہیں پس کیا ہم آپ کے لئے کچھ مال مقرر کردیں اس شرط پر کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنادیں" ﴿۹۴﴾

سدِ یاجوج ماجوج کا ذکر

[1] مغرب کی طرف اور مشرق کی طرف کے سفر سے فارغ ہو کر حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے شمال کی طرف کا جو سفر کیا۔ ان آیتوں میں اس کا ذکر ہے کہ اس سفر میں وہ دو پہاڑوں کی گھاٹی میں پہنچا۔ ان پہاڑوں کی دوسری طرف قوم رہتی تھی، جس کے لوگ نہ دوسری قوم کی بات سمجھ سکتے تھے نہ ان کی بات کوئی دوسری قوم سمجھ سکتی تھی، مگر ذوالقرنین کو اللہ تعالیٰ نے ان کی بابت کی سمجھ دی۔ اور ان لوگوں نے حضرت ذوالقرنین علیہ السلام سے یہ کہا کہ ان پہاڑوں کی پرلی طرف یاجوج ماجوج کی قوم رہتی ہے۔ اس قوم کے لوگ پہاڑوں کی گھاٹی میں سے ارلی طرف آن کر ہماری کھیتی اور جانوروں کو بہت نقصان پہنچاتے ہیں۔ ہم لوگ چندہ کر کے روپیہ دیتے ہیں۔ اس روپے کے خرچ سے ہمارے اور یاجوج ماجوج کے درمیان میں ایک دیوار بنا کر اس گھاٹی کو بند کر دیا جاوے۔ تو پھر یاجوج ماجوج ہم کو کچھ تکلیف نہ دے سکیں گے"۔ اس پر ذوالقرنین نے کہا کہ مجھے تمہارا روپیہ لینے کی تو حاجت نہیں، جو کچھ میرے پروردگار نے دیا ہے وہ بہت خوب ہے، اور بہت کچھ ہے۔ تم صرف جسمانی مدد دو، میں تمہارے اور ان کے درمیان آڑ کر دوں گا۔ لوہے کے تختے میرے پاس لاؤ اور بنیاد کھودو جب تک پانی نہ نکلے"۔ پھر اس میں پتھر پگھلائے ہوئے تانبے جمائے گئے، اور لوہے کے تختے اوپر نیچے چن کر ان کے درمیان لکڑی اور کوئلہ بھروا دیا اور آگ دے دی، اس طرح یہ دیوار پہاڑی کی بلندی تک اونچی کر دی گئی۔ اور دونوں پہاڑوں کے درمیان کوئی جگہ نہ چھوڑی گئی، اوپر سے پگھلا ہوا تانبا دیوار میں پلا دیا گیا، یہ سب مل کر ایک سخت جسم بن گیا، اور وہ دیوار اس قسم کی ہوگئی کہ اس کی بلندی کی وجہ سے یاجوج ماجوج اس پر چڑھ نہ سکتے ہیں، اور اس کی مضبوطی کی وجہ سے اس میں سوراخ نہ کر سکتے ہیں۔ پھر حضرت

قَالَ مَا مَكَّنِّي فِيهِ رَبِّي خَيْرٌ فَأَعِينُونِي بِقُوَّةٍ أَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ آتُونِي زُبَرَ الْحَدِيدِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا سَاوَىٰ بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انفُخُوا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَعَلَهُ نَارًا قَالَ آتُونِي أُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾ فَمَا اسْطَاعُوا أَن يَظْهَرُوهُ وَمَا اسْتَطَاعُوا لَهُ نَقْبًا ﴿٩٧﴾ قَالَ هَٰذَا رَحْمَةٌ مِّن رَّبِّي ۖ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ رَبِّي جَعَلَهُ دَكَّاءَ ۖ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّي حَقًّا ﴿٩٨﴾

ذوالقرنین نے کہا کہ جو کچھ میرے پروردگار نے مجھے قابو دیا ہے بہتر ہے، پس تم قوت بازو سے میری مدد کرو کہ میں تمہارے اوران کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنادوں ﴿۹۵﴾ مجھے لوہے کے تختے لادو“ (وہ لائے اور کام شروع ہوا) یہاں تک کہ جب وہ دونوں پہاڑوں کے کناروں سے برابر کردی تو کہا: ”(بھٹیاں سلگاؤ اور) اسے دھونکو“ یہاں تک کہ اس لوہے کو آگ کی طرح لال کردیا تو اس نے کہا: ”تم میرے پاس پگھلا کر تانبا لاؤ کہ اس پر ڈال دوں“ ﴿۹۶﴾ پس (ایسی مضبوط اور بلند دیوار تیار ہوگئی کہ) یاجوج ماجوج نہ تو اس پر چڑھ سکے اور نہ اس میں سوراخ کرسکے ﴿۹۷﴾ (دیوار کو دیکھ کر) ذوالقرنین نے کہا: ”یہ میرے پروردگار کی مہربانی ہے پھر جب میرے پروردگار کا وعدہ آوے گا تو اس کو پاش پاش کردے گا [۱] اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے“ ﴿۹۸﴾

ذوالقرنین علیہ السلام نے کہا کہ یہ رحمت الٰہی ہے، اور اس کے گرنے کا ایک وقت اللہ تعالیٰ نے مقرر کر رکھا ہے۔ جب وہ وقت آئے گا تو یہ گر جائے گی اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ حق ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب دجال کو قتل کر چکیں گے تو یہ وقت مقررہ آجاوے گا، سد یاجوج ماجوج وہ دیوار ہے جو کوہ یورال کے درہ کو بند کیے ہوئے ہے۔

[۱] ارشاد ہوتا ہے کہ جس روز وہ دیوار ٹوٹے گی، یہ نقشہ ہوگا ایک دوسرے پر اژدہام کی وجہ سے گریں گے، ٹڈی دل کی طرح اُمڈ آویں گے۔ پھر اس کے بعد صور پھونکا جاوے گا، اہل دنیا نیست و نابود ہوکر دوبارہ زندہ ہوں گے، اور سب جمع کیے جاویں گے۔ اور اس روز کافروں کے سامنے جہنم کو لاویں گے تاکہ اس میں وہ ڈالے جاویں۔ وہ کافر لوگ ہیں جن کی آنکھوں پر دنیا میں پردے پڑے ہوئے ہیں، اور قرآن کی نصیحت کے سننے سے ان کے کان گویا بہرے ہیں۔ اس سبب سے ایسے لوگ مرتے دم تک اسی حالت پر رہ کر آخر کو مرجاویں گے اور قیامت کے دن دوزخ کا ایندھن بنیں گے۔

وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ يَوْمَئِذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّ نُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا ﴿۹۹﴾ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضًا ﴿۱۰۰﴾ الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿۱۰۱﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ؕ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾

اور ہم اس دن انہیں چھوڑیں گے کہ ان کا ایک گروہ دوسرے پر گھس جائے گا اور صور پھونکا جاوے گا تو ہم سب کو اکٹھا کریں گے ﴿۹۹﴾ اور ہم اس دن جہنم کو کافروں کے سامنے لائیں گے ﴿۱۰۰﴾ (یہ) وہ لوگ (تھے) جن کی آنکھوں پر (دنیا میں) میری یاد سے پردہ پڑا تھا (اور وہ آیات الٰہیہ اور قرآن وایمان سے اندھے بنے رہے) اور وہ (شدت بغض سے) حق بات سن نہ سکتے تھے ﴿۱۰۱﴾ تو کیا کافروں [۱] نے یہ سمجھ لیا ہے کہ میرے بندوں کو میرے سوا حمایتی بنائیں گے، بیشک ہم نے کافروں کی مہمانی کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے ﴿۱۰۲﴾ تم فرماؤ: ”کیا ہم تمہیں [۲] بتادیں کہ کون لوگ اعمال کے لحاظ سے بالکل خسارہ میں ہیں“ ﴿۱۰۳﴾

قیامت میں عقائد پر جزا وسزا

[۱] اس آیت میں فرمایا ایسے لوگ شیطان کے بہکانے سے یہ سمجھتے ہیں کہ جن نیک لوگوں کی مورتوں (مجسموں) کی پوجا دنیا میں کرتے ہیں، عقبیٰ میں بھی نیک لوگ ان بت پرستوں کے کام آویں گے۔ پھر فرمایا یہ سمجھ ان لوگوں کی بڑی نادانی کی بات ہے۔ عقبیٰ میں وہ نیک لوگ ان کی بت پرستی سے بیزاری ظاہر کریں گے، اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ آخرت میں مشرک کی کسی طرح بخشش نہیں۔ اس واسطے ایسے لوگوں کی مہمانی کے واسطے دوزخ کی آگ تیار کر رکھی ہے۔

[۲] اس آیت میں فرمایا کہ اے محمد ﷺ! ان سے کہہ دو: ”کیا ہم تمہیں بتادیں کہ کس کا کام بیہودہ اور کس کی کوشش نکمی ہے، اور کون زیادہ نقصان میں ہے۔ پس زیادہ نقصان میں وہ لوگ ہیں جن کی کوشش دنیا میں الٹی ہوئی، اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم نے اچھے کام کئے یعنی اچھے عمل کئے۔ لیکن ان سب کے نیک اعمال اگر قیامت کے دن پہاڑ کے برابر بھی ہوں گے تو فساد

اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُهُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ هُمْ یَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ یُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾ اُولٰٓىٕكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ وَ لِقَآىٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِیْمُ لَهُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَزْنًا ﴿۱۰۵﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَ اتَّخَذُوْۤا اٰیٰتِیْ وَ رُسُلِیْ هُزُوًا ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ

وہ لوگ جن کی ساری کوشش دنیا کی زندگی میں گم ہوگئی اور وہ یہی سمجھ رہے ہیں کہ ہم اچھا کام کررہے ہیں ﴿۱۰۴﴾ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی آیتوں کا اور اس سے ملنے کا (یعنی قیامت کا) انکار کررہے ہیں۔ پس (اس لئے) ان کے سارے کام غارت ہوگئے۔ پس ہم قیامت کے دن ان کے نیک اعمال کا کوئی وزن قائم نہ کریں گے ﴿۱۰۵﴾ یہ دوزخ ان کا بدلہ ہے اس لئے کہ انہوں نے کفر کیا اور میری آیتوں اور میرے رسولوں کی ہنسی بنائی ﴿۱۰۶﴾ بیشک ۱؎ جو لوگ کہ ایمان لائے اور اچھے کام کئے ان کی مہمانی کیلئے فردوس کے باغ ہیں ﴿۱۰۷﴾ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے (نہ ان کو کوئی نکالے گا اور) وہاں سے جگہ بدلنا نہ چاہیں گے ﴿۱۰۸﴾ تم فرماؤ: ۲؎ "اگر سمندر (کا پانی) میرے رب کی

عقیدہ کی وجہ سے ان کے سب عمل ایسے اکارت ہوجائیں گے جیسے ہوا میں ریت اڑ جاتی ہے۔ اور ان کے عمل تولنے کے لئے ترازو بھی نہ کھڑی کی جاویگی۔ یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کے دلائل قدرت کو نہیں مانتے اور اس کے ملنے کا انکار کرتے ہیں"۔ اور پھر فرمایا کہ کفار کی سزا جہنم ہے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ انہوں نے ہمارے ساتھ کفر کیا، اور ہمارے کلام پر اور ہمارے رسولوں پر ٹھٹھے اڑائے ہیں۔

۱؎ اس آیت میں ارشاد ہوا کہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے، ان کا ٹھکانا جنت فردوس ہے۔ اللہ کی وحدانیت اور اللہ کے رسول کے سچے ہونے کا یقین ان کے دل میں ہے، اور زبان سے اس کا اقرار اور یقین کرتے ہیں۔ اور اس اقرار اور یقین کے موافق ہاتھ پیروں سے نیک عمل بھی کرتے ہیں۔ وہ جنت فردوس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہاں سے ٹلنا نہ چاہیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے علم کا ذکر

۲؎ **شان نزول**: اس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جب روح کی آیت نازل ہوئی کہ روح اللہ کا ایک حکم ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ لوگوں کو بہت تھوڑا سا علم دیا گیا ہے۔ روح کیا چیز ہے، بہت سے بھید اللہ کے بندوں کو معلوم

مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّىْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّىْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۲

باتوں کے لکھنے کے لئے سیاہی ہوتو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے پروردگار کی باتیں ختم نہ ہوں گی اگرچہ ہم ویسا ہی اور (سمندر) اس کی مدد کو لے آئیں'' ﴿۱۰۹﴾ تو فرماؤ: ۱ ''ظاہر صورت میں تو میں تم جیسا بشر ہوں۔ مجھے وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (برحق) ایک ہی معبود ہے، پس جو ۲ شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھتا ہو، اسے چاہئے نیک کام کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے'' ﴿۱۱۰﴾

نہیں۔ اس آیت کو سن کر یہود کے علماء نے یہ کہا کہ ہمارا علم تھوڑا نہیں ہے۔ ہمارے پاس توریت ہے، جس میں دین و دنیا کا علم موجود ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی، جس کے حاصل معنی وہی ہیں جو الہام الٰہی سے حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہما السلام کے روبرو اس وقت بیان کئے، جبکہ حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کشتی میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور ایک چڑیا نے ایک قطرہ پانی کا دریا میں سے پیا، اور حضرت خضر نے حضرت موسیٰ علیہما السلام کو جتلا دیا کہ میرا اور تمہارا علم اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں اتنا ہے جتنا دریا کے مقابلہ میں یہ چڑیا کا پیا ہوا ایک قطرہ ہے۔ پھر جب حضرت موسیٰ اور حضرت خضر علیہما السلام کے علم کو ملا کر اللہ کے علم کے مقابلہ میں قطرہ اور دریا کی نسبت ہے، تو فقط توریت کے علم کو اللہ کے علم سے جو نسبت ہے وہ ظاہر ہے۔ غرض نظر عبرت سے اس قصہ کو یہود دیکھتے تو بہ نسبت اللہ کے علم کے توریت کے علم کو تھوڑا کہنے کو ضرور کلام الٰہی جانتے۔

۱ مشرکین کا ذکر: اصحاب کہف اور حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کا قصہ بیان کرنے کے بعد مشرکین کے قائل کرنے کے لئے فرمایا: ''اے رسول اللہ کے! تم ان لوگوں سے کہہ دو کہ بشر ہونے میں تم اور میں برابر ہیں۔ پھر تم لوگوں کو کیا اتنی سمجھ نہیں کہ بغیر پڑھے لکھے یہ غیب کے قصے میں اس طرح سے کیونکر بیان کرسکتا ہوں جو پچھلی آسمانی کتابوں کے موافق ہیں۔ اور جو بات میں تم لوگوں کو آسمانی وحی کے موافق سمجھاتا ہوں، وہ بھی ہر شخص کی سمجھ میں آجانے کی بات ہے۔ جب اللہ نے تم کو تمہاری سب ضرورت کی چیزوں کو اس طرح سے پیدا کیا کہ اس میں کوئی اس کا شریک ثابت نہیں کرسکتے، تو پھر اس وحدہ لاشریک کی تعظیم میں شریک ٹھہرانا بڑے وبال کی بات ہے''۔

۲ نیک عمل کرنے پر اپنی تعریف کی خواہش نہ کرنا: **شان نزول:** جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک شخص ثواب آخرت

آیاتها ۹۸ ۔ ۱۹ سورۃ مریم مکیۃ ۴۴ ۔ رکوعاتها ۶

سورۂ مریم مکہ میں نازل ہوئی اس میں اٹھانوے آیتیں اور چھ رکوع ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

كٓهٰيٰعٓصٓ ۝١ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ۝٢

یہ لہ بیان ہے تمہارے پروردگار کی رحمت کا جو اس نے اپنے بندہ زکریا پر کی ۝٢

کے خیال سے تو نماز روزہ اور نیک کام کرے، لیکن کسی قدر اس کے دل میں یہ بھی خواہش ہو کہ لوگ اس کے نیک کام کی تعریف کریں، اور اس کو بڑا نیک گمان کریں۔ ایسے شخص کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پس جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی توقع رکھتا ہے، اسے چاہئے کہ خالص نیت سے نیک عمل کرے، اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

خواص سورہ مریم: جو شخص روزی کے سبب سے پریشان ہو تو سورۂ مریم کو سات بار پڑھ کر دعا کرے ان شاء اللہ رزق کی کشائش ہوگی۔ جو شخص حاکم کو اپنی عرضی دے تو لفافہ میں بند کرتے وقت سورۂ مریم پڑھ کر اس لفافہ کے اندر دم کردے تو مراد پاوے گا۔ جو شخص سورۂ مریم کو لکھ کر اپنے گھر میں رکھے گا تو اس سے خیر و برکت اور خوشی زیادہ ہوگی۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر

لہ یہ سورۂ مریم مکی ہے اس سورۃ میں مریم علیہا السلام کا قصہ ہے۔ حروف مقطعات کی تفسیر کا ذکر سورۂ بقرہ میں گذر چکا ہے، اور سورۂ آل عمران کی آیتوں میں حضرت مریم علیہا السلام کی ماں کی نذر ماننے کا حال معلوم ہو چکا ہے۔ اب یہاں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کا ذکر ہے کہ جب حضرت مریم علیہا السلام سیانی ہو گئیں تو زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم علیہا السلام کے لئے ایک عبادت خانہ بنوا دیا۔ اس عبادت خانہ میں زکریا علیہ السلام جب حضرت مریم علیہا السلام سے ملنے آتے تو حضرت مریم علیہا السلام کے پاس ان کو بے فصل کا میوہ رکھا ہوا نظر آیا کرتا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے ایک دن پوچھا: "مریم یہ میوہ کہاں سے آیا" تو حضرت مریم علیہا السلام نے جواب دیا کہ یہ میوہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ جب زکریا علیہ السلام نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے بے فصل کا میوہ حضرت مریم کو عنایت کیا تو زکریا علیہ السلام کے دل میں یہ خیال گزرا کہ وہ صاحب قدرت میرے بڑھاپے اور میری بیوی کے بانجھ پنے میں مجھے اولاد عطا فرمادے تو اس کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے۔ اسی خیال سے زکریا علیہ السلام نے یہ دعا کی جس کا ذکر ان آیتوں میں ہے کہ اے میرے پروردگار! میں تجھ سے کبھی سوال کر کے محروم نہیں رہا ہوں۔

اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا ③ قَالَ رَبِّ اِنِّیْ وَهَنَ الْعَظْمُ مِنِّیْ وَ اشْتَعَلَ الرَّاْسُ شَیْبًا وَّ لَمْ اَكُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا ④ وَ اِنِّیْ خِفْتُ الْمَوَالِیَ مِنْ وَّرَآءِیْ وَ كَانَتِ امْرَاَتِیْ عَاقِرًا فَهَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ⑤ یَّرِثُنِیْ وَ یَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ۖۗ وَ اجْعَلْهُ رَبِّ رَضِیًّا ⑥

جبکہ اس نے اپنے پروردگار کو آہستہ پکارا ③ عرض کیا کہ اے میرے پروردگار! میرے (بدن کی) ہڈیاں (بوجوہ بڑھاپے کے) کمزور ہوگئیں اور سر میں بالوں کی سفیدی پھیل گئی اور تجھ سے مانگ کر اے پروردگار میں کبھی محروم نہیں رہا ④ اور مجھے [1] اپنے بعد اپنے رشتہ داروں (کی طرف) سے اندیشہ ہے اور میری بیوی بانجھ ہے، پس (اس صورت میں) تو اپنی طرف سے مجھے ایک ایسا جانشین (یعنی بیٹا) عطا کر ⑤ کہ وہ میرے علوم خاصہ میں میرا وارث ہو اور یعقوب کے خاندان کا بھی اور اس کو اے پروردگار پسندیدہ بنا ⑥

میں تجھ سے اب التجا کرتا ہوں پوشیدہ کہ یا اللہ! بڑھاپے کے سبب سے اگرچہ میرے بدن کے سب جوڑ کمزور ہو گئے، اور سارا سر سفید ہو گیا لیکن اس سے پہلے کوئی میری دعا رایگاں نہیں گئی اس لئے تیری رحمت کے بھروسہ پر ایک دعا کر کے اس کی قبولیت کا امیدوار ہوں"۔

حضرت یحییٰ اور حضرت زکریا علیہما السلام کی شہادت

[1] حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے خالو تھے۔ چنانچہ معراج کی صحیح حدیثوں میں اسکی تفصیل آچکی ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام خالہ زاد بھائی ہیں۔ اگرچہ حضرت زکریا بیت المقدس کے متولیوں میں تھے، لیکن بڑھئی کا کام کر کے اپنے ہاتھ کی کمائی سے اپنی گزر کیا کرتے تھے۔ اس لئے ان کے پاس کچھ ایسا مال ومتاع تو نہیں تھا، صرف نبوت کے اپنے خاندان میں چلنے کے لئے لڑکے کی دعا مانگی، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول کی اور حضرت یحییٰ پیدا ہوئے۔ یہ نام حضرت یحییٰ کا اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے، اور فرما دیا ہے کہ اس سے پہلے اس نام کا کوئی آدمی دنیا میں نہیں ہوا۔ اس نام کے موافق اگرچہ حضرت یحییٰ علیہ السلام دنیا میں زیادہ نہیں جئے، اور بنی اسرائیل کے ہاتھ سے شہید ہوئے، اس واسطے گویا ہمیشہ اپنے نام کے موافق زندہ ہیں۔ بنی اسرائیل کا اس وقت کا بادشاہ ایک عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا، اور توریت کے حکم سے وہ نکاح جائز نہ تھا۔ اس لئے حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اس بادشاہ کو اس نکاح سے منع کیا۔ اس بادشاہ نے ضد کر کے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو شہید کر ڈالا۔ جس جگہ شہید ہوئے تھے، اس جگہ زمین میں سے خود بخود خون ابلتا تھا۔ اسی عرصہ میں

يٰزَكَرِيَّآ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ ِۣ اسْمُهٗ يَحْيٰى ۙ لَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝۷ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّكَانَتِ امْرَاَتِيْ عَاقِرًا وَّقَدْ بَلَغْتُ مِنَ الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝۸

(اللہ نے کہا) لہ: ''اے زکریا! ہم تجھے ایک فرزند کی خوشخبری دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے کہ اس سے پہلے ہم نے اس نام کا کوئی نہیں کیا'' ۝۷ زکریا نے عرض کیا کہ اے پروردگار! میرے کس طرح لڑکا ہوگا حالانکہ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بڑھاپے سے نہایت ہی ضعف کو پہنچ گیا ۝۸

بخت نصر بنی اسرائیل پر چڑھائی کے لئے آیا، اور ستر ہزار آدمی بنی اسرائیل کے قتل کیے جا چکے، تب وہ خون کا ابلنا بند ہوا۔ حاصل یہ ہے کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے عوض میں اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار آدمی کا قصاص لیا۔ حضرت زکریا علیہ السلام سے بھی بنی اسرائیل منحرف ہوگئے تو حضرت زکریا علیہ السلام نے جنگل میں جا کر ایک درخت کی پناہ لی۔ یہ پیڑ شق ہوگیا اور یہ اس کے اندر چھپ گئے۔ بنی اسرائیل بھی ان کی تلاش میں اس پیڑ کے پاس تک پہنچ گئے۔ شیطان ملعون بھی وہاں آن موجود ہوا اور آرے کی صورت بنی اسرائیل کو سجھائی۔ بنی اسرائیل نے لوہے کا آرا بنایا اور مع پیڑ کے حضرت زکریا کو بیچ میں سے چیر کر دو ٹکڑے کر ڈالا۔ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ایک ہی سال کی ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام پر خالص توریت کی شریعت کا زمانہ ختم ہوگیا۔ اب آگے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور توریت اور انجیل کی ملی ہوئی نبوت کا زمانہ ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ زکریا علیہ السلام کو جو اندیشہ تھا کہ ان کے پیچھے ان کے بھائی بند دین کو بگاڑ دیں گے۔ اس کا ظہور زکریا علیہ السلام کی زندگی میں ہی ہوگیا کہ بے دینی کے سبب سے اپنے اور غیر سب نے مل کر دونبیوں کو شہید کر ڈالا۔

لہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت زکریا علیہ السلام نے بیٹے کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست منظور کی اور ان سے کہا کہ اے زکریا علیہ السلام! ہم تجھے بیٹا ہونے کی خوشی سناتے ہیں، اور اس کا نام یحییٰ ہوگا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کی کہ اے پروردگار! میرے لڑکا کہاں سے ہوگا، میری بیوی بانجھ ہے، اور میں بھی بہت بڈھا ہو گیا ہوں پھر مزید اطمینان کے لئے فرشتہ نے کہا: ''بیشک حالت تو ایسی ہی ہے، مگر تمہارا پروردگار یوں فرماتا ہے کہ یہ ہمارے نزدیک آسان بات ہے، یعنی ہم بے اسباب بھی پیدا کر سکتے ہیں۔ اور جب وہ چاہتا ہے سبب اور مسبب دونوں کو دم بھر میں پیدا کر دیتا ہے''۔ پھر حضرت زکریا علیہ السلام نے عرض کی: ''اے میرے پروردگار! میرے واسطے کوئی علامت مقرر کیجئے جس سے مجھ کو یہ معلوم ہو جاوے کہ بچہ کی ولادت کا زمانہ قریب ہے''۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نشانی یہ ہے کہ تم باوجود صحت تین دن تک بات نہ کر سکو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب وہ زمانہ آیا تو حضرت زکریا علیہ السلام کو گویائی کی قدرت نہ رہی۔ پس

قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ﴿٩﴾ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ﴿١٠﴾ فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِـيًّا ﴿١١﴾ يٰيَحْيٰى خُذِ الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ۭ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ﴿١٢﴾ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا وَزَكٰوةً ۭ وَكَانَ تَقِيًّا ﴿١٣﴾ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا عَصِيًّا ﴿١٤﴾ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ﴿١٥﴾ ع

کہا: "ایسا ہی ہوگا" تیرے پروردگار نے فرمایا کہ یہ مجھے آسان ہے اور میں نے اس سے پہلے تجھے اس وقت بنایا تھا۔ جب تو کچھ بھی نہ تھا ⑨ زکریا نے عرض کیا کہ اے پروردگار میرے لئے کوئی نشانی مقرر کر فرمایا تیری نشانی یہ ہے کہ تو لوگوں سے تین رات دن کلام نہ کر سکے گا بھلا چنگا ہو کر ⑩ پس زکریا مسجد سے نکل کر اپنی قوم کے پاس آیا پس ان کو اشارہ کہا کہ تم لوگ صبح اور شام خدا کی تسبیح کرتے رہو ⑪ (جب یحییٰ پیدا ہو چکے تو ان کو کہا گیا): "اے یحییٰ! ؎ کتاب کے احکام کو مضبوط تھام" اور ہم نے بچپن ہی میں اس کو دانائی عطا کی ⑫ اور اپنے پاس سے شفقت اور پاکیزگی عنایت کی تھی اور وہ بڑا پرہیزگار تھا ⑬ اور اپنے ماں باپ سے اچھا سلوک کرنے والا تھا اور وہ سرکش و نافرمان نہ تھا ⑭ اور اس پر سلامتی ہے جس دن کہ وہ پیدا ہوا اور جس دن کہ انتقال کرے اور جس دن کہ وہ زندہ ہو کر اٹھایا جائے ⑮

جس روز ان کو امامت کرنی تھی اپنے حجرہ سے باہر نکلے، اور ان سے اشارہ سے کہا کہ تم لوگ بطور خود صبح و شام عبادت کرتے رہو، مجھ میں نماز پڑھانے کی قوت نہیں۔ اس علامت کے تھوڑے عرصے بعد حضرت یحییٰ علیہ السلام تولد ہوئے۔

؎ یحییٰ علیہ السلام لڑکپن ہی میں عبادت اور تلقین کیا کرتے تھے، اور کھیل کود میں مصروف نہیں ہوئے۔ اور ان کو حکم ہوا کہ اے یحییٰ! کتاب کو مضبوط ہو کر لو یعنی توراۃ پر استقلال کے ساتھ عمل کرو۔ اور وہ لڑکپن ہی میں ہمارے فضل سے علم لاہوتی حاصل کر چکے تھے۔ ہم نے یحییٰ علیہ السلام کو رحم دل اور پاکیزہ بنایا تھا۔ وہ پرہیزگار تھا اور ماں باپ سے سلوک کرتا تھا، اور ان

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ﴿۱۶﴾ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ﴿۱۷﴾ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا ﴿۱۸﴾ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا ﴿۱۹﴾

اور[1] (اے محبوب ﷺ) اس کتاب (یعنی قرآن) میں مریم کا ذکر کرو جبکہ وہ اپنے گھر والوں سے کنارہ کر کے ایک الگ جگہ مشرق کی طرف (غسل کے لئے) گئی ﴿۱۶﴾ پھر لوگوں کی طرف سے بیچ میں ایک پردہ ڈال لیا، پس اس حالت میں ہم نے اپنا فرشتہ (جبرئیل) کو بھیجا۔ پس وہ اس کے سامنے ایک تندرست آدمی کے روپ میں ظاہر ہوا ﴿۱۷﴾ مریم نے کہا: ''میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں اگر تجھے خدا کا ڈر ہے'' (تو یہاں سے ہٹ جاوے گا) ﴿۱۸﴾ فرشتہ نے کہا: ''میں تیرے پروردگار کا بھیجا ہوا (فرشتہ ہوں تاکہ میں تجھ کو ایک پاکیزہ لڑکا دوں'' ﴿۱۹﴾

کی خدمت میں مستعد تھا، اور سرکش اور نافرمان نہ تھا۔ اور جس دن وہ پیدا ہوا سلامتی کے ساتھ پیدا ہوا۔ اور یہی کیفیت اس کی موت کے دن کی ہے، اور یہی نقشہ اس کا اس روز ہوگا جس روز کہ قبر سے اٹھایا جائے گا۔

حضرت مریم علیہا السلام کا واقعہ

[1] یہ دوسرا واقعہ مریم علیہا السلام کا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھے جن کا نام عمران تھا۔ یہ عمران موسیٰ علیہ السلام کے والد نہیں ہیں۔ ان کی ایک بیوی حنہ بڑی نیک تھیں، اور وہ حضرت زکریا علیہ السلام کی سالی تھیں۔ انہوں نے خدا تعالیٰ سے نذر مانی تھی کہ میرے ہاں جو لڑکا پیدا ہوگا تو میں تیری نذر کروں گی۔ ان لوگوں میں اس نذر کا دستور قدیمی تھا مگر حنہ کے ہاں لڑکا نہ ہوا بلکہ لڑکی ہوئی جن کا نام مریم رکھا گیا۔ سب کو افسوس ہوا کہ اگر لڑکا ہوتا تو بیت المقدس کی خدمت کرتا۔ لڑکیوں کو بیت المقدس کا خادم بنانے کا حکم نہ تھا۔ مگر یہ واقعہ سورہ آل عمران میں گزر چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر باوجود لڑکی ہونے کے ان کا خادم ہونا قبول فرمالیا۔ حضرت مریم علیہا السلام کے باپ عمران حضرت مریم کے پیدا ہونے سے پہلے وفات پاگئے تھے۔ اس لئے اپنے خالو حضرت زکریا کے پاس حضرت مریم علیہا السلام پرورش پاکر بیت المقدس کی خدمت کیا کرتی تھیں۔ جب حضرت مریم سلام اللہ علیہا جوان ہوگئیں تو ایک دن کا ذکر ہے کہ غسل حیض کرنے کے واسطے لوگوں سے علیحدہ ہوئیں، اور شرقی جانب چلی گئیں۔ اور لوگوں کے اور اپنے درمیان ایک پردہ ڈال لیا، اور یہ اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اپنی قدرت کا نمونہ دنیا میں پیدا کرے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اس حالت میں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس جبرئیل علیہ السلام کو بھیجا۔ وہ ان کے سامنے ایک

قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ غُلٰمٌ وَّ لَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ وَّ لَمْ اَكُ بَغِيًّا ﴿۲۰﴾ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَىَّ هَيِّنٌ ۚ وَ لِنَجْعَلَهٗۤ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ﴿۲۱﴾ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ﴿۲۲﴾

(مریم نے) کہا: ''میرے کہاں سے لڑکا ہوگا حالانکہ مجھ کو کسی آدمی نے ہاتھ بھی نہیں لگایا اور نہ میں بدکار ہوں'' ﴿۲۰﴾ (فرشتہ نے) کہا: ''یوں ہی ہوگا تیرے پروردگار نے فرمایا ہے کہ یہ بات مجھ کو آسان ہے، اور اس لئے کہ ہم اس (فرزند) کو لوگوں کے لئے اپنی قدرت کی نشانی کریں اور اپنی طرف سے ایک رحمت اور یہ کام ٹھہر چکا ہے'' ﴿۲۱﴾ پس [۱] مریم کو (خود بخود) حمل رہ گیا پھر اسے لئے ہوئے ایک دور جگہ چلی گئی ﴿۲۲﴾

خوبصورت آدمی کی شکل بن کر آئے۔ حضرت مریم ان کو دیکھ کر آزردہ ہوئیں اور کہا کہ اے شخص! میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ اگر تو خدا ترس ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ اے مریم! آزردہ نہ ہو، میں انسان نہیں ہوں بلکہ تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا ہوں۔ اور مجھے خدا نے اس لئے بھیجا ہے کہ تمہیں ایک پاکیزہ لڑکا دے جاؤں۔ حضرت مریم نے کہا: ''میرے ہاں لڑکا کیوں ہونے لگا، کسی بشر نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا اور نہ میں خدانخواستہ بدکار ہوں''۔ یعنی نہ میرا کسی کے ساتھ نکاح ہوا ہے، اور نہ میں فاحشہ ہوں۔ اس کے جواب میں جبرئیل علیہ السلام نے کہا: ''یہ بات تو ٹھیک ہے مگر تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ ہم کو بے باپ کے پیدا کرنا کچھ مشکل نہیں''۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی چار قدرتیں عالم میں دکھائی ہیں:

۱. ماں اور باپ سے بھی پیدا کر کے دکھایا ہے جیسا کہ عام خلقت اور،
۲. بغیر ماں باپ کے جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش اور،
۳. فقط باپ سے جیسے حوا علیہا السلام پیدا ہوئیں اور،
۴. فقط ماں سے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام سے۔

الغرض وہ قادر مطلق ہے اس کو کوئی کام مشکل نہیں۔ پھر فرمایا کہ ہم کو یہ منظور ہے کہ اس لڑکے کو اپنی قدرت اور رحمت کا نمونہ بنائیں، اور یہ بات روز ازل میں قرار پا چکی ہے۔

[۱] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ سب عورتوں کے حمل کی جو حالت ہوتی ہے، وہ حضرت مریم کے حمل کی نہیں تھی۔ اور یہ بات نئی ہوئی کہ بجائے مرد اور عورت کے نطفہ کے فقط عورت کے نطفہ سے کلمہ کن کے موافق پتلا تیار ہوا، اور پتلے سے اس روح کا تعلق ہو گیا۔ جو روح جبرئیل علیہ السلام نے حضرت مریم کے جسم میں پھونک دی تھی۔ پس وہ اس حمل کو دیکھ کر ایک دور مکان میں جا بیٹھیں، اور جس وقت ان کو دردزہ شروع ہوا وہ ایک کھجور کے درخت کے نیچے گئیں۔ اس مقام پر نہ تو پانی تھا، نہ کوئی دائی۔

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِىْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿۲۳﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿۲۴﴾ وَهُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا ﴿۲۵﴾ فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِىْٓ اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿۲۶﴾ ۚ

پھر دردزہ اس کو کھجور کے پیڑ کی جڑ میں لے آیا۔ کہنے لگی: ''اے کاش! میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور ایسی ہو جاتی کہ کسی کو یاد بھی نہ آتی'' ﴿۲۳﴾ پس اس کو اس کے نیچے کی جانب سے (جبرئیل نے) آواز دی کہ غم نہ کھا بیشک تیرے پروردگار نے تیرے نیچے ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے ﴿۲۴﴾ اور اس کھجور کے درخت کے تنا کو (پکڑ کر) اپنی طرف ہلا۔ اس سے تجھ پر تازی پکی کھجوریں گریں گی ﴿۲۵﴾ پھر ان کو کھا اور پی اور آنکھیں ٹھنڈی رکھ۔ پھر اگر تو کسی آدمی کو دیکھے تو کہہ دینا کہ میں نے آج اللہ کے واسطے روزے کی نذر مان رکھی ہے۔ پس آج میں کسی آدمی سے ہرگز نہیں بولوں گی ﴿۲۶﴾

تھی، نہ کوئی کھانے کی شے، اور نہ کوئی پینے کی۔ الغرض ہر قسم کی بے سروسامانی تھی۔ ادھر بدنامی کا خیال سب سے زیادہ غالب تھا۔ ایسی حالت میں انسان کا مقتضائے طبعی ہے کہ گھبرا جاتا ہے، یہ بھی گھبرا گئیں اور کہنے لگیں کہ کاش میں اس دن سے پہلے ہی مر چکتی اور نیست و نابود ہو گئی ہوتی۔ اور لوگ میرا نام و نشاں بھی بھول گئے ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ قاعدہ ہے کہ ایسے وقتوں میں اپنے نیک بندوں کی ضرور دستگیری کرتا ہے۔ ان کی پائنتی کی طرف حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آواز دی کہ مریم غم نہ کھا، ذرا نظر اٹھا کے ادھر دیکھو۔ تمہاری پائنتی کی طرف اللہ تعالیٰ نے ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے، جس قدر پانی درکار ہو لے لو، اور اس کھجور کے درخت کو ہلاؤ تر و تازہ کھجوریں اس میں سے جھڑیں گی۔ حالانکہ وہ درخت خشک تھا۔ پس کھاؤ پیو اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ یہاں خداوند کریم نے علاوہ پیدائش عیسیٰ علیہ السلام کے دو عجیب قدرتیں اور بھی دکھائیں:

❶ ایک چشمہ کا پیدا کرنا

❷ دوسرے خشک درخت میں سے کھجوروں کا گرانا۔

پھر ارشاد ہوا کہ جب تو کسی آدمی کو دیکھے تو اس سے کلام نہ کیجیو اور اسے اشارہ سے کہہ دیجیو کہ میں نے رحمٰن کے لئے روزہ مانا ہے، اور میں آج کے دن کسی شخص سے بات نہ کروں گی۔ شریعت محمدی میں کھانے پینے کا روزہ ہوتا ہے، چپ کا روزہ منسوخ ہو گیا۔

فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ؕ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿۲۷﴾ يٰۤاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿۲۸﴾ فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ ؕ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِى الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿۲۹﴾

پھر وہ اپنی قوم کے پاس آئی عیسیٰ کو گود[1] میں لئے ہوئے، لوگوں نے کہا: ''اے مریم! تو نے بہت بری بات کی ﴿۲۷﴾ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی'' ﴿۲۸﴾ پس مریم نے اپنے بچہ کی طرف اشارہ کیا وہ لوگ کہنے لگے: ''بھلا ہم گود کے بچے سے کیسے بات کریں'' ﴿۲۹﴾

عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر اور حضرت مریم علیہا السلام پر تہمت اور چالیس روز کے بچہ کی شہادت

[1] جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہو چکے تو بعد چلہ کے مریم علیہا السلام ان کو گود میں لے کر اپنی قوم کے پاس آئیں۔ وہاں لوگوں کا ان پر ہنگامہ ہوا، اور طعن و تشنیع شروع ہوئی۔ کہنے لگے: ''اے مریم! یہ تو نے بری بات کی۔ اے ہارون کی بہن! (حضرت ہارون برادر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کی طرف نسبت کی کیونکہ ان کی نسل سے تھیں، اس لئے ہارون کی بہن کہا یہ عرب کا محاورہ ہے)۔ تیرا باپ تو بدکار نہ تھا اور نہ تیری ماں فاحشہ تھی، تو حرام کار کہاں سے پیدا ہوئی''۔ مریم نے اپنے بچہ کی طرف اشارہ کر دیا کہ خود اسی سے دریافت کر لو کہ میرا تو خاموشی کا روزہ ہے، مگر جس لڑکے کی پیدائش کو انوکھا کام کہا جاتا ہے اس کی جواب دہی خود دہ لڑکا ہی کر لیوے گا۔ حضرت مریم علیہا السلام کے اس اشارہ کے مطلب کو سمجھ کر قوم کے لوگوں کو بہت غصہ آیا، اور غصہ سے یہ کہنے لگے کہ چالیس دن کے بچہ نے دنیا میں کہیں باتیں کی ہیں، جو ہم اس لڑکے سے بات چیت کریں۔ قوم کے لوگوں کی سب باتیں سن کر عیسیٰ علیہ السلام گود میں سے آپ بول اٹھے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں (سب باتوں سے پہلے یہ جملہ اس واسطے فرمایا کہ کوئی ان کو خدا یا خدا کا بیٹا نہ سمجھے اور اس عجیب قدرت کو دیکھ کر اس کی عقل چکر میں نہ آئے) ''مجھ کو اللہ نے کتاب عنایت کی ہے، اور مجھ کو نبی بنایا ہے''۔ انجیل ان کو اس وقت تک نہ ملی تھی بلکہ نبوت بھی اور کتاب بھی تیس برس کی عمر میں دونوں ملیں مگر مجازاً انہوں نے یہ بات فرمائی۔ مقصد یہ ہے کہ مجھے کتاب ملنے والی ہے، اور میں نبی ہونے والا ہوں، اور مجھے اللہ نے برکت والا بنایا ہے، اور مجھ کو تا بہ زندگی نماز و زکوٰۃ کا حکم فرمایا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے حال میں علماء نے لکھا ہے کہ زکوٰۃ کے قابل نقد روپیہ جمع کرنا تو درکنار عیسیٰ علیہ السلام دوسرے دن کے لئے کوئی کھانے کی چیز نہیں رکھتے تھے۔ اسی واسطے زکوٰۃ کے معنی: ''گناہوں سے پاک رہنے'' کے ہیں۔ پھر فرمایا: ''پیدا ہونے کے دن، مرنے کے دن، حشر کے دن کی پریشانی سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو امن و امان میں رکھا ہے''۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ کلام فرمایا تو لوگوں کو حضرت مریم علیہا السلام کی برأت و طہارت کا یقین ہو گیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتنا فرما کر خاموش ہو گئے۔ اور اس کے بعد کلام نہ کیا،

قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ۛ اٰتٰىنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا ﴿۳۰﴾ وَّ جَعَلَنِیْ مُبٰرَكًا اَیْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَیًّا ﴿۳۱﴾ وَّ بَرًّۢا بِوَالِدَتِیْ ۫ وَ لَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا ﴿۳۲﴾ وَ السَّلٰمُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَ یَوْمَ اَمُوْتُ وَ یَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا ﴿۳۳﴾ ذٰلِكَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ ﴿۳۴﴾

بچے (یعنی عیسیٰ) نے کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب دی ہے اور مجھے نبی کیا ﴿۳۰﴾ اور اس نے مجھے مبارک کیا میں (جہاں) کہیں ہوں اور مجھے نماز وزکوٰۃ کا حکم دیا جب تک میں (دنیا میں) زندہ رہوں ﴿۳۱﴾ اور اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا بنایا) اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں کیا ﴿۳۲﴾ اور مجھ پر سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن کہ میں مروں اور جس دن (روز قیامت میں) زندہ کر کے اٹھایا جاؤں ﴿۳۳﴾ یہ ہے[لے] (قصہ) عیسیٰ مریم کے بیٹے کا۔ سچی بات جس میں لوگ اختلاف کرتے ہیں ﴿۳۴﴾

جب تک کہ اس عمر کو پہنچے جس میں بچے بولنے لگتے ہیں۔ اوپر گذرا ہے کہ ماں باپ سے بدسلوکی کرنے والا جنت کے، اور ظلم و زیادتی کرنے والا نیکیوں کو ہاتھ سے کھودینے کے سبب سے بڑا بدنصیب ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ہر ایک بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو شیطان اس بچے کی پسلی میں اپنی انگلی چھو کر اس بچہ پر اپنا تسلط جماتا ہے، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اس تسلط سے امن وامان میں رکھا ہے''۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوشیار ہو گئے تو وعظ و پند میں مصروف ہوئے، اور رفتہ رفتہ معجزات دکھانے شروع کئے۔ آخر کار ہزاروں آدمی ان کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ یہ کیفیت دیکھ کر یہود کو حسد ہوا اور اُس عہد کے حاکم کو بدگمان کر کے ان کو گرفتار کرایا، اور قصور یہ ثابت کیا کہ یہ قیصر سے باغی ہیں۔ وہ لوگ قید کر کے سولی دینے لے چلے۔ خدا نے اپنی قدرت سے ان کو اوپر زندہ اور سالم اٹھالیا، اور اُن میں سے ایک کو ان کا ہم شکل کر دیا۔ اُس کو انہوں نے سولی دے دی۔ اس کے بعد حضرت مریم (علیہا السلام) کا انتقال ہوا۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام ان کے روبرو ہی ہیرودس کے ہاتھ سے شہید ہو چکے تھے۔

[لے] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اصل حقیقت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی یہ ہے سچی بات میں لوگ جھگڑا لگاتے ہیں۔ یہود کہتے ہیں کہ معاذ اللہ وہ زنا سے پیدا ہوئے تھے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ وہ خدا کے بیٹے تھے، خدا ان کی شکل میں ظاہر ہوا تھا۔ یہود کا

مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝۳۵ وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝۳۶ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝۳۷ اَسْمِعْ بِهِمْ وَ اَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝۳۸ وَ اَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِيَ الْاَمْرُ ۘ

وقف لازم

اللہ کو سزاوار نہیں کہ وہ کسی کو اولاد ٹھہرائے، وہ (بالکل) پاک ہے اس سے، جب وہ کسی کام کا حکم فرماتا ہے تو صرف اس کو کُن (یعنی ہوجا) فرمادیتا ہے پس وہ فوراً ہوجاتا ہے ۝۳۵ اور عیسیٰ نے کہا: "بیشک اللہ میرا اور تمہارا پروردگار ہے، پس اس کی عبادت کرو یہ ہے سیدھا راستہ ۝۳۶ پھر ۱ (بھی) جماعتیں آپس میں مختلف ہوگئیں۔ پس کافروں کے لئے ایک بڑے دن کی حاضری سے خرابی ہے ۝۳۷ کتنے سنیں گے اور کتنے دیکھیں گے جس دن ہمارے پاس حاضر ہوں گے، لیکن یہ ظالم آج (دنیا میں کیسی کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں ۝۳۸ اور ان ۲ لوگوں کو پشیمانی کے دن سے ڈراؤ جبکہ (جنت ودوزخ کا) کام فیصل ہوچکے گا،

قول تو بالکل لچر تھا، اس لئے ان کی طرف توجہ نہیں کی گئی۔ عیسائیوں کو چونکہ دھوکا ہوگیا تھا اس لئے ان کو فرمایا کہ اللہ کی یہ شان نہیں کہ کسی کو بیٹا بناوے۔ وہ ان باتوں سے پاک ہے، جب اس کو کوئی کام کرنا منظور ہوتا ہے، وہ فرمادیتا ہے کہ ہوجا، پس وہ کام فوراً ہوجاتا ہے۔ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ پس اس کی عبادت کرو، سیدھا راستہ یہی ہے۔ نہ یہ کہ مجھے خدا یا خدا کا بیٹا سمجھو۔

۱ ارشاد ہوتا ہے ایسے منکر شریعت لوگوں کو قیامت کے دن بڑی خرابی پیش آنے والی ہے۔ اب دُنیا میں تو یہ لوگ اللہ کے رسول کی نصیحت کو رائیگاں کررہے ہیں، لیکن قیامت کے دن اس نصیحت کو سننے کو ان کے کان، اور نصیحت کے رائیگاں کرنے کے عذاب کو دیکھنے کے لئے ان کی آنکھیں کھل جاویں گی۔ مگر وہ بے وقت کا سُننا دیکھنا ان کے کچھ کام نہ آوے گا۔

۲ اس کے بعد آنحضرت ﷺ کو خطاب کر کے فرمایا کہ ان غافلوں کو حسرت کے دن سے مطلع کر دو تا کہ خوف کریں، اور

وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۴۱﴾

اور وہ لوگ آج دنیا میں) غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لاتے ﴿۳۹﴾ بیشک (ایک دن مریں گے اور تمام) زمین اور زمین پر جو کچھ ہے سب کے ہم ہی وارث ہوں گے اور وہ سب ہماری طرف پھریں گے ۱ ﴿۴۰﴾ اور کتاب (یعنی قرآن) میں ابراہیم (علیہ السلام) کو یاد کرو بیشک وہ ایک صدیق نبی تھا ﴿۴۱﴾

وہ حسرت کا دن وہ ہوگا جس دن ان کے لئے عذاب کا حکم دیا جائے گا۔ اور وہ دنیا میں غفلت میں پڑے ہیں، اور ایمان نہیں لاتے بظاہر یوم الحسرت قیامت کا دن ہے"۔ پھر فرمایا کہ دنیا میں جو مال اور زمین اور باغات بڑی محنت سے حاصل ہوتے ہیں، ان سب کا آخری مالک اللہ ہی ہے، اور سب کو ایک روز خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بیان

۱ یہ تیسرا تذکرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ کتاب میں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر ہے بیشک وہ سچے نبی تھے۔ یہاں اس وقت کی ثابت قدمی اور خدا پرستی مذکور ہے۔ جب ابتدائے شباب میں انہوں نے بت پرستی کو حقیر جانا، اور انہوں نے اپنے باپ سے کہا تھا: "اے باپ! تو ایسی چیزوں کی عبادت کیوں کرتا ہے جن کو نہ سننے کی طاقت اور نہ دیکھنے کی قدرت، نہ یہ چیزیں تیرے کام آسکتی ہیں یعنی بتوں کی پرستش نہ کرو۔ ان سے کوئی کام نہیں بن سکتا۔ اے باپ! مجھے اللہ نے وہ علم دیا ہے کہ تجھے حاصل نہیں، تو میرے کہنے پر چل۔ میں تجھے سیدھا راستہ بتاؤں گا۔ اے میرے باپ! شیطان کی پرستش نہ کر یعنی اس کا کہنا نہ مان، کیونکہ وہ بت پرستی کی ترغیب دلاتا ہے۔ بیشک شیطان خدا کا نافرمان ہے۔ اے میرے باپ! مجھے یہ خوف ہے کہ کہیں تجھ پر خدا کا عذاب نہ نازل ہو۔ بس اس صورت میں تو شیطان کا دوست قرار پائے گا"۔ یہ سب باتیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کمال محبت کی وجہ سے فرمائیں مگر ان کے باپ کی سمجھ میں نہ آئیں، اور وہ مرغ کی ایک ٹانگ ہی بتاتے رہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہدایت سوائے خدا کے دوسرے کے اختیار میں نہیں۔ غرضیکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نے جب بیٹے کی نصیحت سنی تو سن کر کیا جواب دیتے ہیں کہ اے ابراہیم! تو میرے معبودوں سے برگشتہ ہو گیا ہے۔ اگر تو اپنی اس حرکت سے باز نہ آئے گا، تو میں تجھ پر پتھر برساؤں گا، اور تجھے سنگسار کروں گا اور اپنی شکل مجھے نہ دکھا، اور ایک عرصہ تک مجھ سے الگ رہ، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: "اچھا سلام! میں الگ ہو جاتا ہوں، آپ میرا کہنا تو نہیں مانتے۔ خیر میں آپ کے لئے اپنے رب سے معافی مانگوں گا یعنی دعائے خیر کروں گا۔ بیشک میرا پروردگار مجھ پر مہربان ہے"۔

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَ لَا يُبْصِرُ وَ لَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ﴿۴۲﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْۤ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ﴿۴۳﴾ يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِيًّا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَبَتِ اِنِّيْۤ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا ﴿۴۵﴾ قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ عَنْ اٰلِهَتِيْ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ وَ اهْجُرْنِيْ مَلِيًّا ﴿۴۶﴾ قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا ﴿۴۷﴾

جبکہ اس نے اپنے باپ سے کہا کہ اے میرے باپ! تم ایسی چیز کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ کچھ سنے اور نہ کچھ دیکھے اور نہ تمہارے کچھ کام آئے ﴿۴۲﴾ اے میرے باپ! بیشک میرے پاس (میرے پروردگار کی طرف سے معرفت الٰہی کا) وہ علم آیا جو تم کو نہیں آیا۔ پس تم میرے کہنے پر چلو تاکہ میں تم کو سیدھا راستہ دکھاؤں ﴿۴۳﴾ اے میرے باپ! تم شیطان کی عبادت نہ کرو بیشک شیطان تو خدا کا نافرمان ہے ﴿۴۴﴾ اے میرے باپ! بیشک میں ڈرتا ہوں کہ تم کو خدا کا کوئی عذاب پہنچے۔ پس تم (عذاب میں) شیطان کے ساتھی ہو جاؤ ﴿۴۵﴾ (باپ نے) کہا: ''اے ابراہیم! کیا تو میرے معبودوں سے پھرا ہوا ہے بیشک اگر تو باز نہ آئے گا تو میں تجھے پتھروں سے سنگسار کردوں گا اور میرے پاس سے ایک مدت تک الگ ہو جا'' ﴿۴۶﴾ ابراہیم نے کہا: (بہتر) ''تجھے سلام ہے، قریب ہے کہ میں تمہارے لئے اپنے پروردگار سے مغفرت کی دعا کروں گا۔ بیشک وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے ﴿۴۷﴾

اور تم سے اور تمہارے معبودوں سے کنارہ کرتا ہوں۔ اور میں اپنے پروردگار سے دعا کروں گا۔ مجھے اُمید ہے کہ اپنے پروردگار سے دعا کر کے محروم نہ رہوں گا''۔ فرمایا کہ جب ابراہیم علیہ السلام ان بت پرستوں اور بتوں سے الگ ہوئے، ہم نے اُن کو ایک بیٹا اسحٰق اور ایک پوتا یعقوب علیہ السلام عطا کیا، اور ہم نے ہر ایک کو نبی بنایا، اور ہم نے اُن کو اپنی رحمتوں سے بہت کچھ بخشا۔ اور اُن کا ذکر خیر قیامت تک جاری کیا۔ جتنے باخدا لوگ ہیں وہ سب ان کو عزت کے ساتھ یاد کریں گے۔

وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّیْ ﳲ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّیْ شَقِیًّا ﴿۴۸﴾ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَ مَا یَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۙ وَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ ؕ وَ كُلًّا جَعَلْنَا نَبِیًّا ﴿۴۹﴾ وَ وَهَبْنَا لَهُمْ مِّنْ رَّحْمَتِنَا وَ جَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِیًّا ﴿۵۰﴾ ع وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ مُوْسٰۤى ٘ اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا وَّ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّا ﴿۵۱﴾ وَ نَادَیْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَیْمَنِ وَ قَرَّبْنٰهُ نَجِیًّا ﴿۵۲﴾

اور میں ایک کنارے ہو جاؤں گا تم سے اور ان سب سے جن کو تم اللہ کے سوا کچھ پوجتے ہو اور (علیحدہ ہو کر اطمینان سے) اپنے پروردگار کی عبادت کروں گا۔ امید ہے کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کے سبب سے بدبخت نہ ہوں" ﴿۴۸﴾ پس جب ان سے اور ان کے معبودوں سے کہ جن کو وہ اللہ کے سوا پوجا کرتے تھے کنارہ کر گیا تو ہم نے اس کو اسحٰق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) عطا کئے اور ہم نے (ان دونوں میں) ہر ایک کو نبی کیا ﴿۴۹﴾ اور ان سب کو ہم نے اپنی رحمت سے بہت کچھ بخشا اور ان کے لئے ہم نے ذکر جمیل بلند کیا (کہ ہمیشہ ہمیشہ لوگ ان کو عزت سے یاد کرتے رہیں گے) لہ ﴿۵۰﴾ اور کتاب میں موسیٰ کو یاد کرو بیشک وہ (اللہ کا) چنا ہوا (بندہ) تھا اور وہ بھیجا ہوا نبی تھا ﴿۵۱﴾ اور ہم نے اس کو آواز دی کوہ طور کے داہنی جانب سے اور ہم نے اس کو اپنا راز کہنے کے لئے قریب کیا ﴿۵۲﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر اور نبی اور رسول میں فرق

لہ ارشاد ہوتا ہے کہ کتاب میں موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کرو، موسیٰ علیہ السلام اللہ کے برگزیدہ تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نبی بھی تھے، اور رسول بھی۔ رسول اس کو کہتے ہیں جو صاحب کتاب اور صاحب شریعت ہو، اور نبی اُس کو کہتے ہیں جو دوسرے پیغمبر کی کتاب اور شریعت کا پابند ہو، اور موسیٰ علیہ السلام ایسے برگزیدہ ہیں کہ ہم نے ان کو طور کے دائیں طرف سے پکارا تھا، اور راز کہنے کے لئے ان کو قریب کیا تھا۔ اور شرف ان کو یہ عطا ہوا تھا کہ ہم نے اپنی رحمت سے ان کی مدد کے لئے ان کے بھائی ہارون کو نبوت دے کر متعین کیا۔ تمام قصہ سورۂ طٰہٰ (پارہ ۱۶) میں تفصیل سے آوے گا۔

وَ وَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا ﴿۵۳﴾ وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِسْمٰعِیْلَ٘ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَ كَانَ رَسُوْلًا نَّبِیًّاۚ ﴿۵۴﴾ وَ كَانَ یَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ۪ وَ كَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِیًّا ﴿۵۵﴾ وَ اذْكُرْ فِی الْكِتٰبِ اِدْرِیْسَ٘ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّیْقًا نَّبِیًّاۗۙ ﴿۵۶﴾ وَّ رَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِیًّا ﴿۵۷﴾

اور ہم نے اس کو اپنی رحمت سے اس کے بھائی ہارون کو بھی نبی بنا کر (مدد کیلئے) عطا کیا ﴿۵۳﴾ اور [۱] اس کتاب میں اسمٰعیل کو یاد کرو بیشک وہ وعدہ کا سچا تھا اور بھیجا ہوا نبی تھا ﴿۵۴﴾ اور وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور وہ اپنے پروردگار کو پسند تھا ﴿۵۵﴾ اور [۲] اس کتاب میں ادریس کو یاد کرو بیشک وہ ایک سچا نبی تھا ﴿۵۶﴾ اور ہم نے اس کو بلند مکان پر اٹھالیا (یعنی آسمان پر) ﴿۵۷﴾

حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا ذکر

[۱] تفسیر ابن حاتم میں معتبر سند سے ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے ایک شخص سے وعدہ کیا تھا کہ میں فلاں جگہ تمہارا انتظار کروں گا۔ وہ اتفاقاً ایک برس تک نہ آیا تو آپ وہیں موجود رہے۔ یہ ان کے صادق الوعد ہونے کی ایک ادنیٰ بات ہے، اور وہ مثل اپنے باپ کے نبی بھی تھے اور رسول بھی۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین مکہ کو یوں قائل کیا ہے کہ تمام عرب کے باپ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا تو یہ حال تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کی تاکید کیا کرتے تھے۔ اور ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ نماز کے وقت یہ لوگ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے، اور زکوٰۃ کو جرمانہ جانتے ہیں۔ اور پھر اپنے آپ کو اولاد اسمٰعیل کہتے ہیں۔ اسمٰعیل علیہ السلام کی عادتیں اللہ تعالیٰ کو پسند تھیں۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا بیان اور ان سے شروع ہونے والے علوم وفنون کا بیان

[۲] حضرت ادریس علیہ السلام کا نام اخنوخ ہے، اور آپ حضرت نوح علیہ السلام کے والد کے دادا ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد آپ ہی پہلے رسول ہیں۔ آپ کے والد حضرت شیث بن آدم ہیں۔ سب سے پہلے جس شخص نے قلم سے لکھا وہ آپ ہی ہیں۔ کپڑوں کے سینے اور سلے کپڑوں کے پہننے کی ابتدا بھی آپ ہی سے ہوئی۔ آپ سے پہلے لوگ کھالیں پہنتے تھے۔ سب سے پہلے ہتھیار بنانے والے، ترازو اور پیمانے قائم کرنے والے، اور علم نجوم وحساب میں نظر فرمانے والے بھی آپ ہی ہیں۔ یہ سب کام آپ ہی سے شروع ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر تیس صحیفے نازل کیے، اور کتب الٰہیہ کی کثرتِ درس کے باعث آپ کا نام ادریس ہوا، اور آپ کو زندہ آسمان پر اٹھالیا گیا۔ بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ مِن ذُرِّيَّةِ آدَمَ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَمِن ذُرِّيَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْرَائِيلَ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ۚ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُ الرَّحْمَٰنِ خَرُّوا سُجَّدًا وَبُكِيًّا ۩ ﴿٥٨﴾

یہ[1] وہ لوگ ہیں کہ جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے انبیاء میں سے آدم کی اولاد سے اور ان میں سے جن کو ہم نے سوار کیا تھا نوح کے ساتھ اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے اور ان میں سے کہ جن کو ہم نے راہ دکھائی اور منتخب کرلیا جب ان کے سامنے خدا کی آیتیں پڑھی جاتی تھیں تو (بے اختیار) سجدہ میں گر پڑا کرتے تھے اور روتے تھے ﴿۵۸﴾

شب معراج میں حضرت ادریس علیہ السلام کو آسمان چہارم پر دیکھا۔ حضرت کعب احبار وغیرہ سے مروی ہے کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا کہ میں موت کا مزہ چکھنا چاہتا ہوں، کیا ہوتا ہے۔ تم میری روح قبض کر کے دکھاؤ۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے روح قبض کر کے اسی وقت آپ کی طرف لوٹا دی، آپ زندہ ہو گئے۔ فرمایا کہ اب مجھے جہنم دکھاؤ تاکہ خوف الٰہی زیادہ ہو۔ چنانچہ یہ بھی کیا گیا، جہنم دیکھا۔ آپ نے مالک داروغہ سے فرمایا کہ دروازہ کھولو میں اس سے گزرنا چاہتا ہوں چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور آپ اس پر گزرے۔ پھر آپ نے ملک الموت سے فرمایا کہ مجھے جنت دکھاؤ۔ وہ آپ کو جنت میں لے گئے۔ آپ دروازہ کھول کر جنت میں داخل ہوئے۔ تھوڑی دیر انتظار کر کے ملک الموت نے کہا کہ آپ اپنے مقام پر تشریف لے چلیے، فرمایا: ''اب میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ تو وہ میں چکھ ہی چکا ہوں، اور یہ بھی فرمایا ہے وَإِن مِّنكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا کہ ہر شخص کو جہنم پر سے گذرنا ہے تو میں گذر چکا۔ اب میں جنت میں پہنچ گیا اور جنت میں پہنچنے والوں کیلئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ جنت سے نکالے نہیں جائیں گے۔ اب مجھے جنت سے چلنے کے لئے کیوں کہتے ہو''۔ اللہ تعالیٰ نے ملک الموت کو وحی فرمائی کہ حضرت ادریس علیہ السلام نے جو کچھ کہا میرے اِذن سے کہا، اور وہ میرے اِذن سے جنت میں داخل ہوئے، انہیں چھوڑ دو وہ جنت ہی میں رہیں گے، چنانچہ آپ وہاں زندہ ہیں۔

[1] اس آیت کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جن انبیاء کا ذکر اس سورۃ میں کیا گیا ہے یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نائب بنانے کیلئے پسند کیا ہے، اور ان کو نبوت کی نعمت دی ہے۔ مکہ کے مشرک یہ جو کہتے ہیں کہ اللہ کا رسول انسان نہیں ہوسکتا، یہ ان کی نادانی ہے۔ کیونکہ فرشتوں کو اصلی صورت میں دیکھنا انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ پھر بنی آدم کی ہدایت کے لئے فرشتہ رسول کیونکر ہوسکتا ہے۔ آخر کو فرمایا اللہ کی وہ عظمت ہے کہ باوجود نبی ہونے کے اپنے صحیفوں اور کتابوں میں جب یہ عذاب کی

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾

پھران کے بعد (بعضے) ایسے ناخلف ۱؎ ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نمازوں کو ضائع کیا اور اپنی نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑگئے۔ پس وہ عنقریب (آخرت میں) گمراہی کی سزا پائیں گے ﴿۵۹﴾ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کئے، پس یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان پر کچھ ظلم نہ کیا جائے گا ﴿۶۰﴾ وہ ہمیشہ رہنے کے ۲؎ باغ جن کا اللہ نے اپنے بندوں سے غائبانہ وعدہ فرمایا ہے، بیشک اس کا وعدہ آنے والا ہے ﴿۶۱﴾

آیتیں سنتے ہیں، تو عذاب سے ڈر کر سجدہ میں گر پڑتے ہیں، اور روتے ہیں، مگر مشرک عذاب کی آیتوں کو اس کان سے سن کر اس کان سے اڑادیتے ہیں۔ جس کا خمیازہ ایک دن ان کو بھگتنا پڑے گا۔

۱؎ اس آیت میں فرمایا کہ ان نیک لوگوں کی جگہ ایسے ناخلف آئے کہ نماز جیسی چیز کو جس کی ہر ایک شریعت میں تاکید ہے، انہوں نے یا تو بالکل چھوڑ دیا، یا بعضوں نے اس کو ادا بھی کیا تو شریعت کے حکم کے موافق ادا نہیں کیا۔ اور دنیا کے عیش و آرام کے پیچھے ایسے سرگرداں ہوئے کہ نیک کاموں کے کرنے اور برے کاموں سے بچنے کی کچھ پرواہ نہ کی۔ پھر فرمایا ایسے لوگ عقبیٰ میں بڑا نقصان اٹھاویں گے۔ ہاں ان میں سے جو لوگ عقبیٰ کی باتوں کا پورا یقین کر کے اپنے پچھلے گناہوں سے توبہ کریں، اور آگے کو نیک عمل کریں تو وہ لوگ بہشت میں جاویں گے، اور ان کے نیک عملوں کی جزا میں کچھ کمی نہ کی جائے گی۔ صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے بے وقت کی نماز کو مردہ نماز فرمایا ہے۔ ان حدیثوں کو آیت کے ساتھ ملانے سے یہ مطلب ہوا کہ رکوع سجدہ اچھی طرح نہ کرنے کی نماز اور بے وقت کی نماز اضاعوا الصلوٰۃ کے حکم میں داخل ہے۔

جنت اور اہل جنت کا ذکر

۲؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ نیک لوگوں سے بن دیکھی جنت کے دینے کا وعدہ جو اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، ایک دن اس وعدہ کا ظہور بلاشک ہونے والا ہے۔ پھر فرمایا: "یہ جنت وہ ہے جہاں سوائے السلام علیك کی آواز کے اور کوئی ایسی آواز جنتیوں کے کان میں نہ آوے گی، جو ان کے کانوں کو بری لگے"۔ پھر فرمایا: "وہاں صبح و شام ان کو طرح طرح کی نعمتیں کھانے کو ملیں گی۔ جنت میں اگرچہ صبح و شام نہیں ہے، صبح صادق نہیں ہے، صبح صادق سے لے کر سورج کے نکلنے تک کا جیسا ٹھنڈا وقت ہوتا

لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا سَلٰمًا ؕ وَ لَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا ۞ تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ۞ وَ مَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَ مَا خَلْفَنَا وَ مَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ۞ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَ اصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ۞

اس (جنت) میں وہ کوئی فضول بات نہ سنیں گے بجز آپس میں سلام کی آواز کے اور ان کو اس میں ان کا کھانا صبح و شام ہے (۶۲) یہ جنت وہ ہے کہ ہم اپنے بندوں میں سے اس کا وارث ایسے لوگوں کو کریں گے جو پرہیزگار ہیں (۶۳) اور (جبرئیل نے محبوب ﷺ سے عرض کی): "ہم فرشتے نہیں اتارتے مگر تمہارے[1] پروردگار کے حکم سے۔ اسی کا ہے جو کچھ کہ ہمارے آگے اور جو کچھ کہ ہمارے پیچھے اور جو کچھ اس کے درمیان ہے، اور تمہارا پروردگار بھولنے والا نہیں (۶۴) وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ اس کے درمیان ہے سب کا پروردگار ہے، پس اسی کی عبادت کرو اور اس کی عبادت پر قائم رہو"۔ (اے مخاطب) کیا اس کے نام کا دوسرا (یعنی اس کے مانند) جانتا ہے؟ (۶۵)

ہے، وہاں ہمیشہ ایسا وقت رہے گا۔ پھر فرمایا یہ جنت ان لوگوں کی میراث ہے جو دنیا میں نیک کاموں کے کرنے اور برے کاموں سے بچنے کی عادت رکھتے ہیں۔

[1] **شان نزول:** بخاری شریف میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے یوں فرمایا کہ آپ میرے پاس جلدی جلدی کیوں نہیں آیا کرتے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی گویا خدا تعالیٰ نے جبرئیل کی طرف سے ان کی زبان سے یہ جواب دیا کہ ہم تمہارے رب کے حکم سے آیا کرتے ہیں۔ وہ مصلحت وقت سے خوب واقف ہے۔ اس کو آگے اور پیچھے اور درمیان کا حال خوب معلوم ہے۔ جب وہ مصلحت سمجھتا ہے ہم کو بھیجتا ہے۔ دیر کر کے آنے میں کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بھول گیا۔ وہ بھولنے والا نہیں وہ پروردگار ہے۔ وہ آسمان اور زمین کے درمیان کی چیزوں کی پرورش کرنے والا ہے۔ جس کو اس قدر علم ہو وہ کب تم کو بھول سکتا ہے۔ پس تم کو چاہیے کہ اسی کی عبادت کرو، اور اس کی عبادت میں جو تکلیف ہو اس کو تحمل سے برداشت کرو۔ کیونکہ وہ یکتا ہے، کوئی اس کا ہم نام نہیں۔ یعنی ایسا دوسرا نہیں جو اس بے قراری کو دفع کر سکے۔

وَيَقُولُ الْإِنْسَانُ ءَإِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ أُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ أَوَلَا يَذْكُرُ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْئًا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيَاطِينَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيعَةٍ أَيُّهُمْ أَشَدُّ عَلَى الرَّحْمَٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ أَعْلَمُ بِالَّذِينَ هُمْ أَوْلَىٰ بِهَا صِلِيًّا ﴿٧٠﴾

اور انسان (یعنی کافر) [۱] یوں کہتا ہے کہ جب میں مرجاؤں گا تو کیا پھر زندہ کر کے (قبر سے) باہر نکالا جاؤں گا ﴿٦٦﴾ کیا انسان اس بات کو یاد نہیں کرتا کہ پہلے بھی اس کو ہم نے ہی پیدا کیا تھا اور وہ کچھ بھی نہ تھا ﴿٦٧﴾ پس [۲] قسم ہے تمہارے پروردگار کی! کہ ہم ان منکرین بعثت کو اور شیاطین سب کو گھیر لائیں گے، پھر ان سب کو دوزخ کے آس پاس حاضر کریں گے کہ گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ہوں گے ﴿٦٨﴾ پھر ہم الگ کریں گے ہر گروہ میں سے جو ان میں سے خدا پر سب سے زیادہ بیباک ہوگا ﴿٦٩﴾ پھر بیشک ہم خوب ایسے لوگوں کو جانتے ہیں جو دوزخ میں جانے کے زیادہ سزاوار ہیں ﴿٧٠﴾

[۱] ان آیتوں کی تفسیر ہے جن کا حاصل یہ ہے کہ جس صاحبِ قدرت نے پانی جیسی پتلی چیز سے ماں کے پیٹ میں انسان کا پتلا بنا کر اس پتلے میں رُوح پھونک دی، اس کو آدم کے پتلے کی طرح انسان کو دوبارہ پیدا کرنے کے وقت مٹی کا پتلا بنانا اور اس پتلے میں روح کا پھونک دینا کیا مشکل ہے؟۔

دوبارہ زندہ ہونے کا ذکر

[۲] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے تاکید کے طور پر اپنی ذات کی پاک قسم کھا کر فرمایا کہ ضرور سزا اور جزا کے لئے ایک دن سب کو دوبارہ زندہ کیا جاوے گا تا کہ دُنیا کا پیدا کرنا ٹھکانے لگے، اور جن شیاطینوں کے بہکانے سے منکرین حشر دوبارہ زندہ ہونے کا انکار کرتے ہیں، ان کے ساتھ انکو بھی زندہ کیا جاوے گا، اور دوزخ کے کنارہ پر ان سب کو کھڑا کیا جاوے گا۔ جہاں دوزخ کی دہشت سے گھٹنوں میں سر ڈال کر بیٹھ جائیں گے۔ پھر ان میں سے بڑے بڑے سرکشوں کو چھانٹ کر دوزخ میں جھونکا جاوے گا، اور جو پہلے جھونکنے کے قابل ہیں ان کا حال اللہ کو خوب معلوم ہے۔

وَاِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا ﴿۷۱﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا ﴿۷۲﴾ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿۷۳﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿۷۴﴾

اور تم میں سے ایسا کوئی نہیں جس کا گزر دوزخ پر نہ ہو[۱]۔ تمہارے پروردگار کے ذمہ یہ بات ٹھہر چکی ہے ﴿۷۱﴾ پھر ہم پرہیزگاروں کو تو بچالیں گے اور ظالموں کو اس میں چھوڑ دیں گے گھٹنوں کے بل گرے ہوئے ﴿۷۲﴾ اور جب پڑھی جاتی ہیں ان (منکر) لوگوں کے سامنے ہماری روشن آیتیں تو یہ کافر لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ بتاؤ کون سے گروہ کا ان دو گروہ میں مکان اچھا ہے[۲] اور مجلس کس کی اچھی ہے ﴿۷۳﴾ اور ان سے پہلے ہم نے بہت سے ایسے ایسے گروہ ہلاک کئے ہیں کہ جو ان سے بھی بہتر سامان خانہ داری اور نمود کے اعتبار سے تھے ﴿۷۴﴾

پل صراط پر سے گزرنے کا بیان

۱۔ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ پل صراط پر سے تمام لوگوں کا گذرنا انتظام الٰہی میں قطعی طور پر ٹھہر چکا ہے۔ لیکن پرہیزگار لوگ تو صحیح سلامت اس پر سے گذر کر جنت میں چلے جائیں گے، اور گنہگار لوگ اوندھے منہ دوزخ میں گر پڑیں گے۔ صحیح حدیثوں میں آیا ہے کہ جس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہوگا، وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے ضرور دوزخ سے نکل کر جنت میں جائے گا۔

۲۔ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ جب ہماری روشن دلیلیں کفار کو سنا دی جاتی ہیں، تو ان دلائل کو سن کر یہ کافر مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ یہاں کس کو زیادہ مرتبہ اور دولت حاصل ہے اور راحت ہے۔ اُسی کو آخرت میں بھی عزت اور راحت حاصل ہوگی، اور چونکہ تم یہاں تکلیف میں ہو، اس لئے وہاں پر بھی تکلیف اٹھاؤ گے۔ اللہ پاک فرماتا ہے: "ہم نے بھی بہت سے کافروں کی جماعتوں کو ہلاک کیا جو اسباب اور نمود میں ان سے بہتر تھے۔ اس لئے یہ ان کی دلیل غلط ہوگئی کیونکہ دنیا پر آخرت کا قیاس کرنا حماقت ہے۔ دنیا میں کافروں کیلئے ڈھیل چھوڑتے ہیں اور جلدی مواخذہ نہیں لیتے لیکن جب ہم چاہتے ہیں عذاب دیتے ہیں، وہ اس سے بچ نہیں سکتے۔ اگر ان کا یہ قیاس صحیح ہوتا تو دنیا میں وہ قومیں جو ان سے زیادہ مالدار تھیں عذابِ الٰہی میں گرفتار نہ ہوتیں"۔

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿۷۵﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اهْتَدَوْا هُدًى ؕ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿۷۶﴾

(اے محبوب! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱) تم فرماؤ: ''جو کوئی گمراہی میں ہو تو خدا بھی اس کو (دنیا میں) ڈھیل دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جس چیز کا انہیں وعدہ دیا گیا ہے اس کو دیکھ لیں گے۔ خواہ عذاب کو (دنیا میں) خواہ قیامت کو (دوسرے عالم میں) تب ان کو معلوم ہو جاوے گا کہ کس کا بڑا درجہ ہے اور کون کمزور ہے لشکر کے اعتبار سے ﴿۷۵﴾ اور جنہوں نے ہدایت پائی اللہ ان کو زیادہ ہدایت دیتا ہے ۲ اور باقی رہنے والی نیکیاں تمہارے پروردگار کے نزدیک ثواب میں بہتر ہیں، اور انجام کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہیں'' ﴿۷۶﴾

۱ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ ان سے فرما دیجئے جو گمراہی میں پڑا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اسے مال و دولت میں اور ترقی دیتا ہے۔ کیونکہ دنیا کے اسباب جس قدر زیادہ ہوں گے، اسی قدر نافرمانی بھی زیادہ ہوگی۔ اس لئے اس نافرمانی کی سزا بھی زیادہ ہوگی۔ واضح ہو کہ عذاب الٰہی کبھی دنیا میں آیا کرتا ہے اور کبھی قبر میں، اور کبھی قیامت میں بھی ہوتا ہے، اور بعض کو تینوں جگہ عذاب دیا جائے گا۔ اور بعض کو دو جگہ، اور بعض کو ایک جگہ۔ اور جو سب سے زیادہ شقی ہیں، ان کو تینوں ہی جگہ عذاب ہوگا بلکہ دنیا میں تو سرتاپا راحت ہی میں بسر کریں گے، اور مرنے کے بعد سے عذاب سخت میں مبتلا رہیں گے، جو ابدالآباد تک رہے گا یعنی ان پر سے عذاب ختم نہ کیا جائے گا۔

مرنے کے بعد سوائے نیک عمل کے کچھ کام نہ آوے گا، خدا کا بیٹا بنانے کا جواب

۲ اس آیت میں اللہ جل شانہ، نے فرمایا کہ وجاہت اور سامان جس پر کافروں کو ناز ہے، کچھ بھی نہیں چندروزہ ہے۔ ہاں نیک اعمال ہی تادیر باقی رہتے ہیں، اور خدا کے پاس جزاء اور بدلہ کے لحاظ سے بہت ہی بہتر ہیں۔ نیکوں کو آخرت میں نیک بدلہ اور عمدہ مرتبہ اور بہتر مکان ملے گا، جو سدا رہے گا۔ معتبر سند سے مسند بزاز میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''مال اور اولاد دنیا میں چھوڑ کر جانے کی چیزیں ہیں۔ ہاں جو عمل آدمی نے عمر بھر کئے ہیں، وہ مرنے کے بعد اس کے ساتھ جانے کی چیز ہے''۔ مسند امام احمد اور ابوداؤد میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت ہے جس میں یہ ذکر ہے کہ نیک عمل اچھی صورت، اور بدعمل بری صورت بن کر قبر میں ہر ایک مُردہ کے پاس آتے ہیں۔

اَفَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ کَفَرَ بِاٰیٰتِنَا وَ قَالَ لَاُوۡتَیَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ﴿۷۷﴾ اَطَّلَعَ الۡغَیۡبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنۡدَ الرَّحۡمٰنِ عَهۡدًا ﴿۷۸﴾ کَلَّا ؕ سَنَکۡتُبُ مَا یَقُوۡلُ وَ نَمُدُّ لَهٗ مِنَ الۡعَذَابِ مَدًّا ﴿۷۹﴾ وَّ نَرِثُهٗ مَا یَقُوۡلُ وَ یَاۡتِیۡنَا فَرۡدًا ﴿۸۰﴾ وَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّیَکُوۡنُوۡا لَهُمۡ عِزًّا ﴿۸۱﴾ کَلَّا ؕ سَیَکۡفُرُوۡنَ بِعِبَادَتِهِمۡ وَ یَکُوۡنُوۡنَ عَلَیۡهِمۡ ضِدًّا ﴿۸۲﴾

تو کیا[1] تم نے اسے دیکھا جو ہماری آیتوں کا منکر ہوا اور کہتا ہے کہ مجھے ضرور مال اور اولاد ملیں گے ﴿۷۷﴾ کیا وہ غیب پر مطلع ہو گیا ہے یا اس نے اللہ سے اقرار لے رکھا ہے ﴿۷۸﴾ ہرگز نہیں (محض غلط کہتا ہے اب) ہم اس کو لکھ رکھیں گے جو کچھ وہ کہتا ہے اور اس کیلئے عذاب لمبا بڑھاتے جائیں گے ﴿۷۹﴾ اور کچھ وہ کہتا ہے (یعنی مال و اولاد کا دعویٰ کرتا ہے) اس کے ہم ہی وارث ہوں گے اور وہ ہمارے پاس اکیلا آئے گا ﴿۸۰﴾ اور مشرکوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لئے کہ وہ ان کے حامی و مددگار ہوں ﴿۸۱﴾ ہرگز نہیں، وہ تو (قیامت کے دن) ان کی پرستش سے صاف انکار کر جائیں گے اور ان کے مخالف ہو جائیں گے ﴿۸۲﴾

[1] **شان نزول:** بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ حضرت حباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا زمانہ جاہلیت میں عاص بن وائل سہمی پر قرض تھا۔ وہ اس کے پاس تقاضے کو گئے تو عاص نے کہا کہ میں تمہارا قرض نہ ادا کروں گا جب تک تم سید عالم محمد مصطفیٰ کے منکر نہ ہو جاؤ، اور کفر اختیار نہ کرو۔ خباب نے فرمایا: ''ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ تو مرے اور مرنے کے بعد زندہ ہو کر اُٹھے''۔ وہ کہنے لگا کہ کیا مرنے کے بعد پھر اُٹھوں گا، وہ کہنے لگا ''ہاں!''۔ عاص نے کہا: ''تو پھر مجھے چھوڑ دیجئے یہاں تک کہ میں مر جاؤں اور مرنے کے بعد پھر زندہ ہوں، اور مجھے مال و اولاد ملے۔ جب ہی آپ کا قرض ادا کروں گا'' اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ: ''وہ جو یہ بات کہتا ہے کہ کیا اس نے لوح محفوظ میں دیکھ لیا ہے کہ آخرت میں اس کو مال و اولاد ملے گی، ایسا نہیں ہے۔ جو کچھ اس کے گناہ ہیں سب لکھے جاتے ہیں۔ اور ہم اس کے لئے عذاب پر عذاب بڑھائیں گے، یہاں جس طرح مال پر مال دیتے ہیں۔ وہاں اسی طرح عذاب پر عذاب دیں گے، اور دُنیا کا مال و دولت سب چھوڑ کر ہمارے پاس تن تنہا حاضر ہوگا۔ اور جو لوگ کہ دین سے غافل ہیں، ان کا بھی قاعدہ ہے کہ خدا کے سوا اوروں کو معبود بناتے ہیں۔ تا کہ وہ معبود باطل عزت کا باعث ہوں۔ حالانکہ یہ بات بالکل فضول ہے، نہ کوئی بت عزت دے سکے اور نہ کوئی دنیا کا حاکم۔ پھر کسی

اَلَمْ تَرَ اَنَّاۤ اَرْسَلْنَا الشَّیٰطِیْنَ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿۸۳﴾ فَلَا تَعْجَلْ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾ یَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِیْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾ وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِیْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾ لَا یَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿۸۷﴾

وقف لازم وقف لازم

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیطانوں کو۱ کافروں پر چھوڑ رکھا ہے کہ وہ ان کو ابھارتے رہتے ہیں ﴿۸۳﴾ پس تم ان کے لئے (عذاب کی) جلدی نہ کرو، ہم تو ان کی گنتی پوری کرتے ہیں ﴿۸۴﴾ جس روز ہم پرہیزگاروں کو رحمٰن کی طرف مہمان بنا کے لے جائیں گے ﴿۸۵﴾ اور ہم مجرموں کو دوزخ کی طرف پیاسے (جانوروں کی طرح) ہانکیں گے ﴿۸۶﴾ (تو لوگ) کسی کی شفاعت کا اختیار نہ رکھیں گے، مگر وہی۲ جس نے خدا کے پاس (سے) وعدہ پالیا ہے ﴿۸۷﴾

کی اطاعت کیوں کرے۔ اطاعت اُسی کی کرنی چاہئے جس کے ہاتھ میں عزت ہے، اور عزت دنیا کی بے مزہ ہے اور ناپائیدار۔ اور آخرت کی عزت پائیدار ہے اور مزیدار ہے۔ اور بت جنہیں یہ پوجتے تھے انکے مخالف ہوجائیں گے، اور ان پر لعنت کریں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں زبان دے گا اور وہ کہیں گے: ''یا رب! انہیں عذاب کر انہوں نے ہمارا کہنا کیوں مانا''۔

کفار کی ذلت ورسوائی

۱ ان آیتوں میں منکرین حشر کا سبب فرمایا کہ ان کے کفر کے سبب سے شیطان ان پر ایسا مسلط ہوگیا ہے کہ ان کی عقل بالکل جاتی رہی ہے۔ اے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ جلدی نہ کریں، ہم ان کی مدت گن رہے ہیں اور حساب لگا رہے ہیں۔ یعنی ہمارے ہاں ان کے عذاب کا ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ وقت آوے گا، ان کو عذاب دیا جاوے گا۔ کافروں کی میعاد اس دن پوری ہوگی جس دن متقی اللہ کے پاس مہمان بن کر آئیں گے۔ یعنی نہایت عزت سے لائے جائیں گے، اور وہ دن وہ ہوگا کہ گنہگار جہنم میں پیاسے روانہ کردیئے جاویں گے، چونکہ آفتاب کی تپش اس روز زیادہ ہوگی، اور کافر گرمی کے مارے بھُن بھُن جائیں گے، پھر اسی وقت دوزخ کی طرف روانہ کردیئے جائیں گے۔ ان کے ساتھ اتنا بھی سلوک نہ کیا جائے گا کہ ان کو پانی پلا کر ان کی پیاس بجھا دی جائے، بلکہ ذلت اور مصیبت کی حالت میں وہ دوزخ میں بھیج دیئے جائیں گے۔

۲ مشرکین مکہ کہتے تھے کہ جن لوگوں کی مورتوں کی ہم پوجا کرتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ سے سفارش کر کے ہم کو اس عذاب سے چھڑا لیں گے۔ مشرکین مکہ کی اس بات کا جواب اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں یہ دیا کہ شفاعت کرنے کی مجال وہاں اسی شخص کو ہوگی جس سے اللہ تعالیٰ نے اقرار کرلیا ہے، جیسے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ قرآن میں ان سے خطاب فرمایا جاتا ہے کہ عنقریب آپ کو ایسا دیں گے کہ آپ راضی ہوجائیں گے۔ اس کے جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں عرض کیا کہ جب تک میرا ایک اُمتی بھی دوزخ میں رہے گا میں راضی نہ ہوں گا۔ آگے ارشاد ہوتا ہے کہ بعض گمراہ یوں بکواس لگاتے ہیں کہ اللہ کا ایک بیٹا بھی ہے۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ﴿۹۶﴾

اور کافروں نے کہا کہ خدا نے اولاد اختیار کی ﴿۸۸﴾ (خدا نے فرمایا) بیشک تم ایسی سخت بات گھڑ کر لائے ﴿۸۹﴾ قریب ہے کہ آسمان اس سے پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر جائیں ﴿۹۰﴾ اس سبب سے کہ انہوں نے خدا کے لئے اولاد بتائی ﴿۹۱﴾ اور رحمٰن کے لائق نہیں کہ اولاد اختیار کرے ﴿۹۲﴾ جتنے بھی آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اللہ تعالیٰ کے روبرو بندے ہو کر حاضر ہوں گے ﴿۹۳﴾ بیشک وہ ان کا شمار جانتا ہے اور ان کو ایک ایک کر کے گن رکھا ہے ﴿۹۴﴾ اور قیامت کے دن ان میں ہر ایک اس کے پاس تنہا حاضر ہوگا ﴿۹۵﴾ بیشک [۱] جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے عنقریب اللہ تعالیٰ ان کے لئے (دلوں میں) محبت پیدا کر دے گا ﴿۹۶﴾

ان سے خطاب ہوتا ہے کہ تم بڑی بھاری بات بنا کر لائے ہو یعنی یہ بڑا گستاخی کا کلمہ ہے، یہ ایسا سخت کلمہ ہے کہ اس کی شامت سے اگر آسمان پھٹ پڑیں تو بعید نہیں، اور زمین پھٹ جائے تو کچھ دور نہیں، اور پہاڑ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں تو کچھ عجب نہیں ہے۔ خدا کے لئے بیٹا ثابت کرتے ہو، حقیقت میں بڑی حماقت کی بات ہے۔ آگے فرمایا کہ یہ کافر جو خدا کے لئے بیٹا ثابت کر رہے ہیں، یہ احمق اتنا نہیں سمجھتے کہ خدا کی شان نہیں کہ کسی کو بیٹا بنا دے۔ آسمان اور زمین میں کوئی ایسا نہیں جو اللہ کا بندہ نہ ہو۔ پھر جب سب بندے ہیں تو بیٹا کہاں سے ہو سکتا ہے جو بیٹا ہوتا تو وہ بندہ نہ ہوتا بلکہ اللہ کا ہم جنس اور مدمقابل ہوتا، اور وہاں یہ بات نہیں۔ پس بیٹا بھی ممکن نہیں۔ آگے فرمایا کہ ان میں سے کوئی ہمارے عذاب سے نہیں بچ سکتا۔ اور ان میں سے ہر ایک علیحدہ علیحدہ ہمارے سامنے قیامت کے دن پیش ہوگا، اور اپنے عمل کی سزا پائے گا۔

[۱] خدا سے محبت کا نتیجہ اور محبوبانِ خدا کی شان: اوپر کی آیت میں متقی لوگوں کے ساتھ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جو

فَاِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ ؕ هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾ ع

پس ہم ؂ نے اس قرآن کو تمہاری زبان (عربی) میں اس لئے آسان کیا ہے کہ تم اس سے پرہیزگاروں کو خوشخبری سنادو اور جھگڑالو لوگوں کو اس سے خوف دلاؤ ﴿۹۷﴾ اور ہم نے ان سے پہلے بہت سے گروہوں کو (ان کی بدعملیوں سے) ہلاک کردیا ہے تو کیا تم ان میں سے کسی کو دیکھتے ہو یا ان کی کچھ آواز بھی سنائی دیتی ہے ﴿۹۸﴾

محبت کرے گا اس کا ذکر گذر چکا ہے کہ ان کو مہمانوں کی سی خاطرداری سے اٹھاوے گا۔ اسکے علاوہ نیک لوگوں سے جب اللہ تعالیٰ محبت کرنے لگتا ہے تو ایسے نیک لوگوں کی طرف تمام مخلوق الٰہی کے دل مائل ہوجاتے ہیں۔ اور دنیا ایسے لوگوں کو عزیز رکھنے لگتی ہے، اور فرشتے بھی اس شخص سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو محبوب کرتا ہے تو جبرئیل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ: ''فلاں میرا محبوب ہے'' جبرئیل علیہ السلام اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان میں شہرت کردیتے ہیں کہ: ''اللہ تعالیٰ فلاں بندہ کو محبوب رکھتا ہے سب اس کو محبوب رکھیں''۔ تو آسمان والے اس کو محبوب رکھتے ہیں۔ پھر زمین میں اس کی مقبولیت عام کردی جاتی ہے۔

مسئلہ اس سے معلوم ہوا کہ مومنین صالحین و اولیاء کاملین کی مقبولیتیں ان کی محبوبیت کی دلیل ہیں۔

؂ ان آیتوں میں فرمایا: ''اے رسول اللہ کے! یہ قرآن عربی زبان میں اس آسانی کے لئے نازل کیا گیا کہ تم عقبیٰ کی خرابی سے ڈرایا کرو۔ نیک کام کرنے والوں کو عذاب آخرت سے نجات، اور جنت میں داخل ہونے کی خوشخبری، اور جھگڑالو لوگوں کو عذاب آخرت کا ڈر سنادو۔ اس پر بھی ان میں سے جو لوگ سرکشی اور بے جا جھگڑوں سے باز نہ آویں، تو ان کو یہ جتلا دیا جاوے کہ ان سے پہلے بہت سے جھگڑالو لوگ طرح طرح کے عذابوں سے اس طرح دنیا میں ہلاک ہو کر آخرت کے عذاب میں گرفتار ہوچکے ہیں، کہ دنیا میں کہیں ان کا نشان تک باقی نہیں رہا۔ اگر یہ لوگ بھی ان پچھلی قوموں کے قدم بقدم چلیں گے تو یہی انجام ان کا ہوگا۔ اللہ سچا ہے، اللہ کا وعدہ سچا ہے''۔

ایاتہا ۱۳۵ | ۲۰ سورۃ طٰہٰ مکیۃ ۴۵ | رکوعاتہا ۸

سورۂ طٰہٰ مکہ میں نازل ہوئی اس میں ایک سو پینتیس آیتیں اور آٹھ رکوع ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بخشش کرنے والا مہربان ہے۔

طٰهٰ ۝۱ مَاۤ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لِتَشۡقٰۤی ۝۲ اِلَّا تَذۡكِرَةً لِّمَنۡ یَّخۡشٰی ۝۳ تَنۡزِیۡلًا مِّمَّنۡ خَلَقَ الۡاَرۡضَ وَ السَّمٰوٰتِ الۡعُلٰی ۝۴ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَی الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰی ۝۵

(اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ۱) ہم نے تم پر یہ قرآن اس لئے نہیں اتارا ہے کہ تم مشقت میں پڑو ۝۲ بلکہ اس شخص کی نصیحت کے لئے اتارا ہے جو (اللہ سے) ڈر رکھتا ہو ۝۳ یہ اس کی طرف سے اتارا ہوا ہے کہ جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ۝۴ وہ بڑی رحمت والا عرش پر جلوہ گر ہوا (جیسا اس کی شان کے لائق ہے) ۝۵

خواص سورہ طٰہٰ: اکیس مرتبہ اس سورت کو پڑھنا لڑکیوں کے نکاح کے واسطے نہایت مفید ہے رشتہ جلد پیدا ہو جائے گا۔ اس سورۃ کو زعفران و مشک سے طشتری پر لکھ کر پینے سے حاکم کے روبرو روز بروز مرتبہ بڑھتا رہے گا۔

۱ **شان نزول:** حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تہجد کی نماز فرض ہوئی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کی نماز میں یہاں تک کھڑے رہتے تھے کہ آپ کے قدم مبارک پر ورم آجاتا تھا۔ آپ کا یہ حال دیکھ کر مکہ کے مشرک لوگ کہتے تھے: "یہ قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو محنت و مشقت میں ڈالنے کے لئے اُتارا گیا ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کی اس بات کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! یہ قرآن اللہ تعالیٰ نے تم پر تکلیف اُٹھانے کے لئے نہیں اتارا، بلکہ یہ قرآن تو ان لوگوں کی نصیحت کے لئے اتارا ہے جن کے دل میں آخرت کے عذاب کا ڈر نہیں ہے۔ وہ مسخرا پن سے ایسی باتیں کرتے ہیں کہ قرآن تم کو اور مسلمانوں کو محنت و مشقت میں ڈالنے کے لئے اُترا ہے۔ یہ منکر قرآن لوگ قیامت کے دن نیک کام والوں کی محنت اور مشقت کے اجر کو دیکھیں گے تو پچھتاویں گے کہ انہوں نے یہ محنت و مشقت کیوں نہیں اٹھائی۔ خدا بڑا صاحب قدرت ہے جس نے زمین اور بلند آسمانوں کو پیدا کیا ہے۔

لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰی ﴿۶﴾ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی ﴿۷﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ﴿۸﴾ وَهَلْ اَتٰىكَ حَدِیْثُ مُوْسٰی ﴿۹﴾

وقف لازم

اسی کا ہے[۱] جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ کہ زمین میں ہے اور جو کچھ کہ ان کے درمیان ہے اور جو کچھ اس گیلی مٹی کے نیچے ہے ﴿۶﴾ اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ جانتا ہے چھپے بھید کو اور اس سے زیادہ چھپے بھید کو بھی ﴿۷﴾ وہ اللہ کہ جس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، اسی کے سب نام اچھے ہیں ﴿۸﴾ اور کیا تمہیں موسیٰ[۲] کی خبر آئی ہے ﴿۹﴾

[۱] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ آسمان سے لے کر ساتویں زمین کے نیچے تک سب کچھ اللہ کے قبضہ اور اختیار میں ہے۔ علم اس کا ایسا وسیع ہے کہ آدمی کے دل میں جو بات آچکی یا آنے والی ہے، یہ سب اس کو معلوم ہے۔ ایسے معبود کی تعظیم میں جو دوسروں کو شریک کرتے ہیں، وہ بڑے نادان ہیں۔ مشرکین مکہ کو جب اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی باتیں سمجھائی جاتی تھیں تو وہ مشرک مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم بھی تو کبھی اللہ، کبھی رحمان، کبھی رحیم، کہہ کر دعائیں مانگتے ہو۔ پھر اللہ کو وحدہ لاشریک بھی کہتے ہو۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے یہ دیا کہ اس ایک ذات کی بہت سی صفتیں ہیں۔ ان صفتوں کے موافق اس کے بہت سے نام ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے ایک کم سو نام ہیں۔ جو شخص ان کو یاد کر لے گا وہ جنت میں داخل ہوگا"۔

[۲] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ شعیب علیہ السلام سے اجازت لے کر جب موسیٰ علیہ السلام مدین سے مصر کو اپنی ماں اور اپنے بھائی ہارون سے ملنے کے لئے آرہے تھے، تو اس سفر میں ان کی بی بی بھی ان کے ساتھ تھیں۔ زنانے کے ساتھ کے سبب سے موسیٰ علیہ السلام راتوں کو راستہ چلتے تھے۔ وہ سخت جاڑے کا موسم تھا۔ برف کے پڑنے سے ایک رات بڑی سردی ہوئی، اور اتفاق سے اس رات کو موسیٰ علیہ السلام راستہ بھی بھول گئے تھے۔ اسی حالت میں طور پہاڑ کی داہنی طرف کچھ آگ کی سی روشنی دکھائی دی۔ اس روشنی کو دیکھ کر انہوں نے اپنی بی بی سے کہا کہ تم یہاں ٹھہری رہو، میں جہاں آگ کی روشنی ہے، وہاں جا کر آگ لے آتا ہوں۔ اور آگ کے پاس کوئی آدمی ملا تو اس سے راستہ بھی پوچھ لوں گا۔ جب موسیٰ علیہ السلام آگ کے پاس گئے تو ان کو آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں تمہارا رب ہوں۔ تم طویٰ نام کے پاک میدان میں ہو۔ اس لئے تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو، اور اللہ تعالیٰ نے تم کو نبوت کے لئے پسند کیا ہے۔ اس واسطے تم کو جو حکم دیا جاتا ہے اس کو سنو۔ وہ حکم یہ ہے کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں ہے، اسی کی عبادت کیا کرو، اور اس کی یاد قائم رکھنے کے لئے نماز پڑھا کرو۔ اور یاد رکھو کہ دنیا نیک و بد کے امتحان کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ اس واسطے نیکی و بدی کی جزا و سزا کے واسطے قیامت ایک روز ضرور آنے والی ہے۔

اِذْ رَاٰ نَارًا فَقَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِقَبَسٍ اَوْ اَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿۱۰﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ یٰمُوْسٰى ﴿۱۱﴾ اِنِّیْۤ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿۱۲﴾ وَ اَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا یُوْحٰى ﴿۱۳﴾ اِنَّنِیْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ ﴿۱۴﴾ اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰى ﴿۱۵﴾ فَلَا یَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَّا یُؤْمِنُ بِهَا وَ اتَّبَعَ هَوٰىهُ فَتَرْدٰى ﴿۱۶﴾ وَ مَا تِلْكَ بِیَمِیْنِكَ یٰمُوْسٰى ﴿۱۷﴾

جب کہ اس نے ایک آگ دیکھی تو اپنی بی بی سے کہا کہ تم یہاں ٹھہرو مجھے آگ دکھائی دی ہے امید ہے کہ میں اس میں سے تمہارے پاس کوئی چنگاری لاؤں یا (وہاں) آگ کے پاس راستہ کا پتہ پاؤں ﴿۱۰﴾ پس جب وہ آگ کے پاس آئے تو آواز دی گئی کہ اے موسیٰ ﴿۱۱﴾ بیشک میں تمہارا پروردگار ہوں، پس تم اپنی جوتیاں اتار ڈالو۔ بیشک تم ایک پاک میدان میں ہو جس کا نام طویٰ ہے ﴿۱۲﴾ اور میں نے تم کو (نبی بنانے کے لئے) منتخب فرمایا ہے پس جو کچھ تم کو وحی کی جاتی ہے غور سے سنو ﴿۱۳﴾ بیشک میں ہی اللہ ہوں کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، تو میری ہی عبادت کرو اور میری یاد کے لئے نماز قائم رکھو ﴿۱۴﴾ بیشک قیامت آنے والی ہے۔ چاہتا ہوں کہ میں اس کے وقت کو سب سے چھپاؤں کہ ہر جان کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جائے ﴿۱۵﴾ پس ہرگز تم کو اس کے یقین لانے سے وہ باز نہ رکھے جو شخص اس وقت کے ظہور پر ایمان نہیں رکھتا ہے اور اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتا ہے ﴿۱۶﴾ پھر تم ہلاک ہو جاؤ اور اے موسیٰ! یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا چیز ہے؟ ﴿۱۷﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزے ملنے کا ذکر

لہ حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب اللہ تعالیٰ نے پوچھا: "اے موسیٰ! تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا چیز ہے" تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا: "یہ میرے ہاتھ کی لکڑی ہے۔ میں اس پر ٹیک لگایا کرتا ہوں،

اور اس سے اپنی بکریوں کے واسطے پتے جھاڑا کرتا ہوں، اور میرے لئے اس میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں''۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی لکڑی کا حال بیان کر چکے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: ''موسیٰ! تم اس لکڑی کو زمین میں ڈال دو'' حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو زمین میں ڈال دیا، اور ڈالتے ہی اس لکڑی کا سانپ بن کر دوڑنے لگا۔ یہ حالت دیکھ کر موسیٰ ڈر گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ڈرو نہیں! اس سانپ کو پکڑ لو، پھر وہ سانپ سے لکڑی ہو جائے گی'' اب آگے اللہ تعالیٰ نے دوسرے معجزے کی تدبیر بتلائی کہ موسیٰ تم اپنے ہاتھ کو بغل میں دبا کر نکالو، اور پھر دیکھو تمہارے ہاتھ سفید اور اس میں سورج کی سی روشنی ہو جائے گی۔ یہ سفیدی برص کی بیماری کی طرح نہ ہوگی، بلکہ جب تم چاہو گے سفیدی جاتی رہے گی۔ یہ تمہارا دوسرا معجزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت دکھانے کیلئے تم کو یہ دو بڑے معجزے دیئے ہیں۔ اب تم مصر میں فرعون کے پاس جا کر تبلیغ کرو، موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر میں پرورش پائی تھی، تو وہ فرعون کے رُعب کا حال خوب دیکھ چکے تھے۔ اس لئے فرعون کے پاس جانے کا حکم سن کر موسیٰ علیہ السلام نے یہ دعا کی کہ یا اللہ! تو اپنی رحمت سے میرا دل ایسا کھول دے کہ میں بے دھڑک تیرا پیغام فرعون کو پہنچا دوں۔ تو اپنی قدرت سے اس کو آسان کر دے۔ میری زبان میں لکنت ہے، اس کو ٹھیک کر دے۔ تا کہ فرعون اور اس کی قوم کے لوگ میری بات کو اچھی طرح سمجھیں۔ جس طرح اپنی رحمت سے مجھ کو پیغمبر بنایا ہے، اسی طرح میرے بھائی ہارون کو نبوت دے کر میرا مددگار بنا دے۔ تا کہ اس کے شکریہ میں ہم دونوں بھائی ہر وقت تیری یاد میں لگے رہیں۔ ہماری حالت کچھ تجھ سے چھپی نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو اس دعا کے جواب میں فرمایا: ''تمہاری دعا قبول ہو گئی۔ تمہاری دعا کے موافق سب باتیں تم کو مل جائیں گی'' جب موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر میں پرورش پا رہے تھے، تو فرعون کی بیوی آسیہ نے موسیٰ علیہ السلام کو ایک دن فرعون کی گود میں دے دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی داڑھی نوچ ڈالی۔ اس سے فرعون کو اپنے خواب کی وہ تعبیر یاد آئی جو نجومیوں نے بتلائی تھی کہ بنی اسرائیل میں ایک لڑکا ایسا پیدا ہوگا جو فرعون کا دشمن ہوگا، اور اس کے ہاتھ سے فرعون کی سلطنت کو زوال آئے گا۔ یہ تعبیر یاد کر کے فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مار ڈالنے کا قصد کیا۔ آسیہ نے فرعون کو اس قصد سے روکا اور کہا کہ اتنے چھوٹے بچے بالکل نا سمجھ ہوتے ہیں، تم کو میری بات کا یقین نہ ہو تو ایک رکابی میں آگ کے انگارے، اور دوسری میں کچھ جواہرات منگوا کر اس بچے کے سامنے رکھو، اور دیکھو تو یہ کون سی رکابی میں ہاتھ ڈال دیتا ہے۔ جب یہ رکابیاں آئیں تو موسیٰ علیہ السلام جواہرات کی رکابی میں ہاتھ ڈالنا چاہتے تھے، لیکن جبرئیل علیہ السلام نے ادھر سے موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ کھینچ کر انگاروں کی رکابی میں ڈال دیا، اور ایک انگارہ موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں دے کر وہی ہاتھ ان کے منہ میں دیدیا، جس سے ان کی زبان جل گئی اور اس میں لکنت آ گئی۔ صحیح بخاری میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: ''میری نبوت کے زمانہ میں تمہارا وہی مرتبہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کی نبوت میں ہارون کا تھا۔ فقط اتنا ہی فرق ہے کہ ہارون نبی تھے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے''۔

قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ ﴿۱۸﴾ قَالَ أَلْقِهَا يَا مُوسَىٰ ﴿۱۹﴾ فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعَىٰ ﴿۲۰﴾ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۖ وقفة سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ ﴿۲۱﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿۲۲﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ﴿۲۳﴾ اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿۲۴﴾ ع قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي ﴿۲۵﴾ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿۲۶﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي ﴿۲۷﴾ يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿۲۸﴾ وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي ﴿۲۹﴾ هَارُونَ أَخِي ﴿۳۰﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿۳۱﴾ وَأَشْرِكْهُ فِي أَمْرِي ﴿۳۲﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿۳۳﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿۳۴﴾ إِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿۳۵﴾

ع ۱۰

انہوں نے کہا ''یہ میری لاٹھی ہے میں (کبھی) اس پر سہارا لگایا کرتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے واسطے پتے جھاڑا کرتا ہوں اور میرے لئے اس میں اور بھی فائدے ہیں'' ﴿۱۸﴾ فرمایا: ''اے موسیٰ! اس کو ڈال دو'' ﴿۱۹﴾ پس موسیٰ نے اس کو ڈال دیا تو یکا یک وہ (خدا کی قدرت سے) دوڑتا ہوا سانپ ہوگیا ﴿۲۰﴾ فرمایا: ''اس کو پکڑلو اور مت ڈرو، ہم تو اس کو ابھی اس کی پہلی حالت پر کردیں گے ﴿۲۱﴾ اور تم اپنا (داہنا) ہاتھ اپنی (بائیں) بغل میں ملالو (پھر نکالو) تو وہ بلا کسی عیب (یعنی بلا کسی مرض وغیرہ) کے نہایت سفید نکلے گا، یہ دوسری نشانی ہے ﴿۲۲﴾ چاہتے ہیں کہ ہم اپنی (قدرت کی) بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں ﴿۲۳﴾ (اب یہ نشانیاں لے کر) تم فرعون کے پاس جاؤ۔ وہ بہت حد سے گزر گیا ہے'' ﴿۲۴﴾ عرض کی: ''اے میرے پروردگار! میرے لئے میرا سینہ کھول دے ﴿۲۵﴾ اور میرا یہ کام (تبلیغ کا) میرے لئے آسان فرمادے ﴿۲۶﴾ اور میری زبان کی گرہ کھول دے ﴿۲۷﴾ تاکہ لوگ میری بات سمجھ سکیں ﴿۲۸﴾ اور میرے گھر والوں میں سے میرے لئے ایک وزیر مقرر کردے ﴿۲۹﴾ میرے بھائی ہارون کو ﴿۳۰﴾ اس کے ذریعہ سے میری قوت کو مضبوط کردے ﴿۳۱﴾ اور ان کو میرے (اس تبلیغ کے) کام میں شریک کردے ﴿۳۲﴾ تاکہ ہم خوب کثرت سے تیری پاکی بیان کریں ﴿۳۳﴾ اور تیری بہت یاد کریں ﴿۳۴﴾ بیشک تو ہمارے حال کا دیکھنے والا ہے'' ﴿۳۵﴾

قَالَ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰى ﴿۳۶﴾ وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلَیْكَ مَرَّةً اُخْرٰۤى ﴿۳۷﴾ اِذْ اَوْحَیْنَاۤ اِلٰۤى اُمِّكَ مَا یُوْحٰۤى ﴿۳۸﴾ اَنِ اقْذِفِیْهِ فِی التَّابُوْتِ فَاقْذِفِیْهِ فِی الْیَمِّ فَلْیُلْقِهِ الْیَمُّ بِالسَّاحِلِ یَاْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّیْ وَ عَدُوٌّ لَّهٗ ؕ وَ اَلْقَیْتُ عَلَیْكَ مَحَبَّةً مِّنِّیْ ۚ۬ وَ لِتُصْنَعَ عَلٰى عَیْنِیْ ﴿۳۹﴾

وقف لازم

فرمایا ''اے موسیٰ! تمہاری درخواست منظور کی گئی ﴿۳۶﴾ اور بیشک ہم نے تم پر ایک بار اور احسان کیا ﴿۳۷﴾ جب ہم نے الہام کیا تمہاری ماں کی طرف جو کچھ الہام کرنا تھا ﴿۳۸﴾ کہ اس بچہ (یعنی موسیٰ) کو صندوق میں رکھ کر دریا میں ڈال دو، تا کہ دریا اس کو (مع صندوق کے) کنارے پر ڈالے کہ اس کو میرا اور اس کا دشمن (فرعون) اٹھالے، اور (اے موسیٰ! علیہ السلام) ہم نے تم پر اپنی طرف کی محبت ڈالی (کہ جو دیکھے محبت کرے) اور اس لئے کہ تم میری نگاہ کے سامنے پرورش پاؤ ﴿۳۹﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور اللہ تعالیٰ کے احسانات

لے حاصل مطلب ان آیتوں کا یہ ہے کہ اوپر نبوت اور معجزوں کے احسانات کا ذکر فرما کر ان آیتوں میں فرمایا کہ اے موسیٰ علیہ السلام! اللہ کے احسانات کچھ اسی پر منحصر نہیں کہ اس نے تم کو نبی کیا معجزے دیئے، بلکہ تم پر اس کے یہ احسانات بھی ہیں کہ بنی اسرائیل کے لڑکوں کے قتل کئے جاتے وقت جب تمہاری پیدائش ہوئی، تو تمہاری جان کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ نے تمہاری ماں کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ دودھ پلانے کے بعد وہ تم کو ایک صندوق میں لٹا کر نیل دریا میں وہ صندوق بہادے۔ اس دریا سے ایک بڑی نہر نکل کر فرعون کے محل میں گذرتی تھی۔ فرعون مع اپنی بی بی آسیہ کے نہر کے کنارے پر بیٹھا تھا۔ نہر میں صندوق آتا دیکھ کر اس نے غلاموں اور کنیزوں کو اس کے نکالنے کا حکم دیا۔ وہ صندوق نکال کر سامنے لایا گیا۔ کھولا گیا تو اس میں نورانی شکل فرزند، جس کی پیشانی سے وجاہت واقبال کے آثار نمودار تھے، نظر آیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں تمہاری ایسی محبت ڈال دی کہ وہ تمہارے پالنے کو تیار ہو گئے۔ اور اللہ کے حکم سے جب تم نے کسی غیر آیا کا دودھ پیا تو تمہاری بہن نے تمہاری ماں کا در پردہ پتہ دیا۔ غرض اس تدبیر سے اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہاری ماں کے پاس پہنچا دیا تا کہ تمہارے دیکھنے سے تمہاری ماں کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ اور تمہاری جدائی کا غم تمہاری ماں کے دل سے جاتا رہے۔ مطلب یہ ہے کہ انسانی تدبیر سے تقدیر کا لکھا نہیں ٹل سکتا۔ اپنی تدبیر کے موافق فرعون نے بنی اسرائیل کے ہزاروں لڑکے قتل کروا دیئے، مگر تقدیر الٰہی کے موافق اس نے جو خواب دیکھا تھا آخر اس کا ظہور ہو کر رہا۔

إِذْ تَمْشِيٓ أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَٰكَ إِلَىٰٓ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَٰكَ مِنَ ٱلْغَمِّ وَفَتَنَّٰكَ فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِيٓ أَهْلِ مَدْيَنَ ثُمَّ جِئْتَ عَلَىٰ قَدَرٍ يَٰمُوسَىٰ ﴿٤٠﴾ وَٱصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي ﴿٤١﴾

جبکہ تمہاری بہن چلی تھی، پس کہتی تھی: ''میں تمہیں وہ لوگ بتاؤں جو اس بچہ کی اچھی طرح پرورش کریں'' پھر (اس تدبیر سے) ہم تم کو تمہاری ماں کے پاس پھیر لائے تا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کرے۔ اور اے موسیٰ! (علیہ السلام) تم نے ایک شخص (قبطی) کو مار ڈالا تھا، پھر ہم نے تم کو اس غم سے نجات دی اور ہم نے تمکو خوب جانچ لیا۔ پس تم کئی برس مدین کے لوگوں میں رہے۔ پھر اے موسیٰ! موافق تقدیر الٰہی کے (یہاں) آئے ﴿۴۰﴾ اور میں نے تم کو خاص اپنے لئے پسند کر لیا ﴿۴۱﴾

فرعون کی ہلاکت کا ذکر

ان آیتوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک اور واقعہ کا ذکر فرمایا جاتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کی قوم کے ایک کافر قبطی کو مارا تھا، وہ مر گیا۔ کہا گیا ہے کہ اس وقت آپ کی عمر بارہ سال کی تھی۔ اس واقعہ پر آپ کو فرعون کی طرف سے اندیشہ ہوا تو مدین ایک شہر جو مصر سے آٹھ منزل کے فاصلہ پر ہے، یہاں حضرت شعیب علیہ السلام رہتے تھے، کے پاس آئے۔ اور کئی برس تک حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس رہے، اور ان کی صاحبزادی صفوراء کے ساتھ آپ کا نکاح ہوا۔ اب موسیٰ علیہ السلام کی عمر چالیس برس کی ہوگئی۔ اور نبوت کے ملنے کا زمانہ قریب آ گیا۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں مصر کا ارادہ پیدا کیا۔ اور راستہ میں جس طرح نبوت ملی اس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ ان آیتوں میں موسیٰ علیہ السلام اور ہارون کو فرعون کی ہدایت کے لئے جانے کا حکم ہوا۔ اور فرمایا کہ فرعون سے نرم لفظوں میں بات چیت کرنا۔ کیونکہ سخت بات سے آدمی کو غصہ آ جاتا ہے۔ جس کے سبب سے سمجھ میں آتی ہوئی بات کو بھی آدمی نہیں سمجھتا۔ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نافرمان لوگوں کو پہلے مہلت دیتا ہے، جب مہلت کے زمانہ میں وہ اپنی نافرمانی سے باز نہیں آتے تو کسی سخت عذاب میں ان کو پکڑ لیتا ہے''۔ اللہ نے اپنی عادت کے موافق فرعون اور اس کی قوم کو بہت بڑی مہلت دی، اور اس مہلت کے زمانہ میں دو نبی موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام ان لوگوں کی فہمائش کے لئے بھیجے، اور مع اپنی نشانیوں کے بھیجے۔ اور ان نبیوں نے نرم لفظوں سے ہدایت بھی کی۔

اِذْهَبْ اَنْتَ وَ اَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَ لَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ۚ﴿۴۲﴾ اِذْهَبَاۤ اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ۚۖ﴿۴۳﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿۴۴﴾ قَالَا رَبَّنَاۤ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ عَلَيْنَاۤ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿۴۵﴾ قَالَ لَا تَخَافَاۤ اِنَّنِيْ مَعَكُمَاۤ اَسْمَعُ وَ اَرٰى ﴿۴۶﴾

تم اور تمہارے بھائی دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ اور میری یاد کرنے میں سستی نہ کرنا ﴿۴۲﴾ دونوں فرعون کی طرف جاؤ بیشک وہ حد سے گزر گیا ہے ﴿۴۳﴾ پس اس سے (جا کر) نرمی سے بات کرنا، شاید وہ نصیحت قبول کرے یا کچھ ڈرے'' ﴿۴۴﴾ دونوں ۱؎ نے عرض کی کہ اے پروردگار! ہمارے بیشک ہم ڈرتے ہیں کہ وہ ہم پر زیادتی کرے یا شرارت سے پیش آئے ﴿۴۵﴾ فرمایا: ''ڈرو نہیں، میں تمہارے ساتھ ہوں میں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں ﴿۴۶﴾

ان نبیوں نے ہدایت کے موافق عمل بھی کیا، لیکن فرعون کی سرکشی دن بدن بڑھتی گئی۔ تو آخیر کو فرعون اور اس کی قوم کو دریائے قلزم میں ڈبو کر ہلاک کر دیا۔

۱؎ فرعون بڑا ظالم بادشاہ مشہور تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ایک فرعونی مارا گیا تھا۔ اس کا بھی خوف تھا کہ فرعون جب دیکھے گا تو ضرور بدلہ لے گا۔ اس سبب سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مل کر خدا سے دعا کی کہ ''یا اللہ! فرعون ہم پر کوئی زیادتی نہ کرنے پائے''۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تسکین فرمائی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، ہر وقت تمہاری اور فرعون کی باتیں سنتا رہوں گا، اور جو معاملہ وہ تمہارے ساتھ کرے گا، اسے دیکھتا بھی رہوں گا۔ پس تم دونوں اسکے پاس جاؤ اور جا کر یہ کہو: ''ہم تیرے پروردگار کی طرف سے پیغمبر ہیں۔ تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو کر دے، اور ان کو تکلیف نہ دے۔ اور ہم اپنے دعویٰ کے ثبوت کیلئے معجزہ لے کر آئے ہیں''۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو عصا اور ید بیضا کا معجزہ بھی دکھایا، جس سے فرعون ڈر گیا۔ اور پھر موسیٰ علیہ السلام کو جادوگر اور ان کے معجزہ کو جادو بتلایا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام سے یہ وعدہ کیا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جب جادوگروں کے مقابلے کے وقت ان جادوگروں نے اپنی رسیوں اور لکڑیوں کے سانپ بنا کر چھوڑے تو موسیٰ علیہ السلام ان سانپوں کو دیکھ کر کچھ ڈرنے لگے تھے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فوراً ان کی تسکین کی اور فرمایا: ''ڈرو نہیں! تم ہی غالب رہو گے۔ تم اپنے ہاتھ کی لکڑی جھٹ پٹ زمین میں ڈال دو۔ تمہاری لکڑی کا سانپ جادوگروں کے ان سب سانپوں کو ابھی نگل جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا یہ کرشمہ دیکھ کر جادوگر ایمان لے آئیں گے''۔ اس حدیث سے یہ مطلب اچھی طرح سمجھ میں آ جاتا ہے کہ ایک معجزہ کا اثر فرعون کے دل پر تو یہ ہوا کہ وہ عمر بھر معجزہ کو جادو بتلا کر دوزخ میں جھونکے جانے کے قابل قرار پایا، اور اسی معجزے کا اثر جادوگروں کے دل پر یہ ہوا کہ وہ ایمان دار بن کر جنتی ٹھہرے۔

فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ وَ لَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَ السَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿۴۷﴾ اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَاۤ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَ تَوَلّٰى ﴿۴۸﴾ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾

پس تم دونوں اس کے پاس جاؤ پھر کہو کہ ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ پس تو ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو بھیج دے اور انہیں تکلیف نہ دے، بیشک ہم تیرے پاس تیرے پروردگار کی طرف سے نشانی لائے ہیں اور سلامتی اس کے لئے ہے جو ہدایت کی پیروی کرے ﴿۴۷﴾ بیشک [۱] ہماری طرف وحی ہوئی ہے کہ عذاب اس پر ہے کہ جو (ہماری نبوت کو اور ان احکام کو جو ہم لائے) جھٹلائے اور (ہماری ہدایت سے) منہ پھیرے ﴿۴۸﴾ فرعون نے کہا: "تم دونوں کا خدا کون ہے اے موسیٰ!" ﴿۴۹﴾ (موسیٰ نے) کہا: "ہمارا خدا وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت عطا فرمائی پھر اس کو راہ دکھائی" ﴿۵۰﴾ (فرعون نے) کہا: "پھر کیا حال ہے جو پچھلے زمانوں میں گزر چکے ہیں" ﴿۵۱﴾

فرعون کا قصہ اور قدرت کی نشانیاں

[۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ارشاد ہے کہ فرعون سے تم یوں کہنا کہ ہم کو بذریعہ وحی بھی حکم بھیجا ہے کہ جو کوئی اللہ کے رسولوں کو جھٹلائے گا، اور اللہ کے حکم سے اس کے رسول جن باتوں کی نصیحت کرتے ہیں، ان کو نہ مانے گا، تو وہ آخرت میں سزا بھگتے گا سورۃ الشعراء (پارہ ۱۹) میں آوے گا کہ فرعون خدا کی ہستی کا اس قدر منکر تھا کہ خدا کی ہستی کے اقرار کو قابل قید جرم گنتا تھا۔ اسی واسطے اگرچہ موسیٰ اور ہارون علیہما السلام نے اوپر کی آیتوں میں فرعون سے یہ کہا تھا کہ ہم دونوں تیرے رب کے بھیجے ہوئے رسول ہیں لیکن فرعون نے غرور کے مارے ان لفظوں کو نہیں دہرایا، بلکہ موسیٰ اور ہارون علیہم السلام سے یہ کہا کہ تم دونوں کا رب کون ہے موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو اس کا جواب یہ دیا کہ ہمارا رب وہ ہے جس نے آدمی کو آدمی کی صورت میں، اور جانور کو جانور کی صورت میں پیدا کیا۔ اور پھر ہر ایک کو زندگی بسر کرنے کا طریقہ سکھایا۔ مثلاً آدمی اور جانور کے بچہ کو پیدا ہوتے ہی دودھ پینے کا طریقہ سکھایا۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے سب کو پیدا کیا ہے، اور اسکی تعظیم سب پر واجب ہے، تو پچھلی بہت سی قومیں ایسی گذری ہیں، جنہوں نے اس واجب کو ادا نہیں کیا۔ پھر آخر ان کا کیا انجام ہوگا۔ موسیٰ

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿۵۲﴾ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۵۴﴾

(موسیٰ نے) کہا: "ان کا علم میرے اللہ کے پاس کتاب میں (یعنی لوح محفوظ میں) ہے۔ میرا پروردگار نہ بھٹکتا ہے اور نہ بھولتا ہے" ﴿۵۲﴾ وہ (اللہ ہے) جس نے تمہارے لئے زمین کو (مثل) فرش کیا اور تمہارے لئے اس میں چلتی راہیں رکھیں اور آسمان سے پانی برسایا۔ پھر[۱] ہم نے اس (پانی) کے ذریعہ سے طرح طرح کے سبزے کے جوڑے نکالے ﴿۵۳﴾ (اور) تم کو اجازت دی کہ خود کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو (بھی) چراؤ، بیشک عقلمندوں کے لئے اس میں (قدرت کی) نشانیاں ہیں ﴿۵۴﴾

علیہ السلام نے جواب دیا: "اللہ کے کارخانے میں بھول چوک نہیں ہے۔ ان سب پچھلی قوموں کا حال اللہ تعالیٰ کے پاس ایک کتاب میں لکھا ہوا ہے۔ اس کے موافق ایک دن نیکی اور بدی کا فیصلہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا انتظام کہ اس نے اتنی بڑی زمین بچھونے کی طرح پانی پر بچھائی۔ جس میں کہیں کھیتی ہے، کہیں باغات ہیں، کہیں ایک شہر سے دوسرے شہروں کے جانے کے راستے ہیں۔ آسمان ہے تو ایسا ہی ہے کہ ہر سال وقت مقررہ پر اس میں سے پانی برستا ہے۔ یہ سب انتظام اس بات کا گواہ ہے کہ ایک دن نیک و بد کا ضرور فیصلہ ہوگا تا کہ سب انتظام ٹھکانے لگے۔

[۱] موسیٰ علیہ السلام نے اپنی نصیحت میں فقط مینہ (بارش) کا ذکر کیا تھا۔ اس ذکر کو پورا کرنے کے لئے یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اس مینہ سے طرح طرح کے اناج انسان کے کھانے کے لئے، اور طرح طرح کا چارہ چوپایوں کیلئے پیدا ہوتا ہے۔ پھر فرمایا "اے بنی آدم! اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا اناج خود کھاؤ، اور چوپایوں کو چراؤ، اور یہ یاد رکھو کہ اس ہر سال کے انتظام میں سمجھ دار لوگوں کے لئے اللہ کی قدرت کی یہ نشانیاں ہیں کہ جس طرح ایک مینہ کے اثر سے ہر سال مردہ زمین میں سے طرح طرح کا اناج پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح حشر کے دن ایک مینہ کے اثر سے ہر مردہ شخص کی مٹی سے اس کا جسم تیار ہو جائے گا۔ اور جس طرح اب خلاف عقل پانی جیسی پتلی چیز سے ماں کے پیٹ میں بچہ کا پتلا تیار ہو کر اس میں رُوح پھونک دی جاتی ہے، اسی طرح اس دن ہر مردہ شخص کی مٹی سے جو پتلا تیار ہوگا اس میں رُوح پھونک دی جاوے گی۔ سورہ ق میں آوے گا کہ مرنے کے بعد جنگل دریا میں جہاں جہاں ہر مردہ شخص کی مٹی جاوے گی، اس کا سب پتہ اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق لوح محفوظ میں لکھا

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَ مِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾ وَ لَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَ اَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى ﴿۵۷﴾ فَلَنَاْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهٖ فَاجْعَلْ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكَ مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهٗ نَحْنُ وَ لَاۤ اَنْتَ مَكَانًا سُوًى ﴿۵۸﴾

ہم نے تم کو زمین ہی سے پیدا کیا اور پھر تم کو (بعد موت) اسی میں لے جاویں گے اور (قیامت کے دن) پھر دوبارہ اسی زمین سے تم کو نکالیں گے ﴿۵۵﴾ اور بیشک ہم نے فرعون کو اپنی سب نشانیاں دکھائیں، پس اس نے جھٹلایا اور نہ مانا ﴿۵۶﴾ کہنے لگا: ۱؎ "اے موسیٰ! کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو ہماری زمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال دو ﴿۵۷﴾ تو ضرور ہم بھی تمہارے آگے ویسا ہی جادو لائیں گے۔ پس تم ہمارے اور اپنے درمیان ایک وعدہ مقرر کرلو کہ جس کے نہ ہم خلاف کریں اور نہ تم خلاف کرو ہموار میدان میں (مقابلہ ہوتا کہ سب دیکھیں)" ﴿۵۸﴾

ہوا ہے۔ اس سے ہر مردہ شخص کی مٹی کا جمع ہو جانا اچھی سمجھ میں آجاتا ہے۔ آخر کو فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کی معرفت فرعون کو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی یہ سب نشانیاں دکھائی اور سمجھائی گئیں۔ لیکن اس نے اللہ کے رسول موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلایا اور اللہ کی قدرت کی ایک نشانی کو بھی نہ مانا۔ جس کا انجام یہ ہوا کہ دنیا میں بڑی ذلت سے وہ ڈوب کر مر گیا، اور آخرت میں سخت عذاب بھگتے گا۔ فرعون کی مثال سے قریش کو یہ بات سمجھائی گئی تھی کہ ان میں سے جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے جھٹلانے سے باز نہ آویں گے، ان کا بھی یہی انجام ہوگا جو فرعون کا ہوا۔

۱؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ فرعون نے کہا: "اے موسیٰ! تم اپنے جادو کے زور سے ہم کو ملک مصر سے نکال دینے اور خود اس ملک پر قبضہ کر لینے کا ارادہ جو رکھتے ہو، تمہارا یہ ارادہ ہرگز پورا نہ ہوگا۔ ہم بھی تمہارے مقابلے کے لئے جادوگر بلواتے ہیں۔ اے موسیٰ! مقابلے کے لئے ایک وقت مقرر کرلو، اور اس وقت کے خلاف نہ ہم کریں گے، اور نہ تم کرنا۔ وقت مقررہ پر ہم بھی موجود رہیں گے، اور تم بھی رہنا، اور مقابلہ ایک صاف میدان میں ہونا چاہئے"۔ مصریوں کے ہاں سال بھر کے بعد ایک بڑا جشن ہوتا ہے، جس طرح ہندوؤں کے ہاں بت پرستی کے لئے میلے ہوتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ منظور ہوا کہ اس روز مجمع عام میں مقابلہ ہوگا تو سب لوگوں کو حق معلوم ہو جائے گا۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ اس کام کے لئے جشن کا دن مقرر کرلو، اور چاشت کے وقت لوگوں کو جمع ہو جانا چاہئے یعنی دس گیارہ بجے۔ یہ وقت مقرر کرنا بھی اس مصلحت سے تھا کہ لوگوں کا مجمع زیادہ ہو جائے، اور دوپہر سے پہلے نبوت کا ڈنکا بج جائے۔ پس فرعون دربار سے اٹھ کر گھر چلا گیا۔ اس نے ہر

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ الزِّينَةِ وَأَنْ يُحْشَرَ النَّاسُ ضُحًى ﴿٥٩﴾ فَتَوَلَّى فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهُ ثُمَّ أَتَى ﴿٦٠﴾ قَالَ لَهُمْ مُوسَى وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوا عَلَى اللَّهِ كَذِبًا فَيُسْحِتَكُمْ بِعَذَابٍ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرَى ﴿٦١﴾ فَتَنَازَعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ وَأَسَرُّوا النَّجْوَى ﴿٦٢﴾

موسیٰ نے) کہا: ''تمہارا وعدہ میلے کا دن ہے اور یہ کہ لوگ دن چڑھے جمع کئے جائیں'' ﴿٥٩﴾ پس (یہ سن کر) فرعون اپنی جگہ لوٹا، پھر اپنے مکر کا سب سامان فراہم کیا، پھر (وقت مقررہ پر سب کو لے کر) آیا ﴿٦٠﴾ موسیٰ ۱؎ نے جادوگروں سے کہا کہ تمہیں خرابی ہو خدا پر جھوٹ نہ باندھو کہ وہ تمہیں عذاب سے ہلاک کر دے، اور بیشک جس نے جھوٹ باندھا وہ نامراد رہا ﴿٦١﴾ پس ۲؎ (یہ سن کر) جادوگر باہم اپنے معاملہ میں اختلاف اور خفیہ گفتگو کرنے لگے ﴿٦٢﴾

قسم کے حیلہ کئے اور طرح طرح کی تدبیریں کیں، جا بجا جادوگروں کے پاس آدمی بھیجے، اور ان سے انعام کا وعدہ کیا۔ وقت مقررہ پر جادوگروں کو جمع کر کے اس روز میدان میں آ گیا۔

جادوگروں سے مقابلہ

۱؎ تاریخ مقررہ پر جادوگر میدان میں آئے اور فرعون بھی مع اپنے مصاحبوں کے وہاں آیا، اور ایک اونچی جگہ تخت بچھا کر بیٹھا۔ اس وقت موسیٰ علیہ السلام نے جادوگروں سے کہا کہ اے کم بختو! تم جادو کی جھوٹی باتوں کو جادو کے زور سے سچی کر کے جو دکھاتے ہو، اس سے تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو کیونکہ مثلاً اللہ کی پیدا کی ہوئی رسی اور لکڑی کے سانپ ہونے کا اقرار جو تم لوگوں سے کراتے ہو، تو اس میں اللہ کو جھٹلاتے ہو کہ رسی اور لکڑی نہیں بلکہ سانپ ہیں۔ اس جھوٹ کے جرم میں اللہ تعالیٰ تمہیں کسی آفت میں ہلاک کر دے گا۔ اس لئے جھوٹا شخص کبھی فلاح نہیں پاتا، نہ اس کے مال میں برکت ہوتی ہے، اور نہ کام میں۔ دیکھو قرآن شریف سے صاف صاف یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ ہے۔ افسوس ہے کہ اس زمانہ میں بہت سے لوگ مسلمان کہلاتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔

۲؎ جادوگر جب موسیٰ سے مقابلہ کو آئے تو موسیٰ علیہ السلام کو یہ حال دیکھ کہ نہ ان کے پاس کچھ جادو کا سامان ہے، نہ ان کی اس لکڑی پر جو ان کے پاس ہے کچھ اثر ہے، تو انہوں نے آپس میں مشورہ کیا اور اپنی کارروائی خفیہ طور پر کی، اور مصریوں سے کہنے لگے کہ یہ دونوں جادوگر ہیں۔ اور ان کا مقصد یہ ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تم کو تمہارے ملک سے نکال دیں۔ اور تمہارے

قَالُوْٓا اِنْ هٰذٰىنِ لَسٰحِرٰنِ يُرِيْدٰنِ اَنْ يُّخْرِجٰكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى ﴿۶۳﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿۶۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿۶۵﴾ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿۶۶﴾

کہنے لگے: ''بیشک یہ دونوں جادوگر ہیں چاہتے ہیں کہ تم کو تمہاری زمین سے اپنے جادو کے زور سے نکال دیں اور چاہتے ہیں کہ تمہارے عمدہ مذہب اٹھادیں ﴿۶۳﴾ پس تم جادو کا سب سامان جمع کرلو پھر میدان میں صف باندھ کر آؤ، اور بیشک کامیاب ہوا آج کے دن جو غالب رہا'' ﴿۶۴﴾ وہ بولے: ''اے موسیٰ! یا تو پہلے تم (اپنا) عصا ڈالو یا ہماری طرف سے پہل ہو'' ﴿۶۵﴾ (موسیٰ نے) کہا: ''بلکہ تم ہی پہلے ڈالو'' پس یکایک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کے زور سے موسیٰ کے خیال میں ایسی معلوم ہونے لگیں جیسے (سانپ کی طرح) چلتی دوڑتی ہوں ﴿۶۶﴾

عمدہ مذہب کو مٹانا چاہتے ہیں۔ اب ہم سب کو مل کر ان دونوں سے مقابلہ کرنا چاہئے، ان دونوں کا جادو مصر میں نہ پھیل جائے۔ جس سے ہماری روزی اور عزت میں فرق آئے اور ہم کو مصر چھوڑنا پڑے۔ جادوگروں نے یہ بھی کہا کہ ہم سب جادوگروں کو ایک دل ہو کر جادو کا ہنر دکھانا اور ایک ساتھ دنگل میں جانا چاہئے۔ تاکہ موسیٰ اور ہارون علیہم السلام پر رعب پڑے۔ اور یہ سب اس لئے ہے کہ فرعون جیسا بادشاہ آج کے دن دنگل میں موجود ہے۔ آج کی جیت بڑی فلاح کی بات ہے'' اس کے بعد سب جادوگروں نے ایک زبان ہو کر موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ موسیٰ چاہو تو تم اپنی لکڑی سانپ بن جانے کیلئے زمین پر ڈالو نہیں تو ہم پہلے ڈالتے ہیں۔ موسیٰ نے کہا: ''تم ہی اپنی رسیاں اور لکڑیاں زمین پر ڈالو''۔ جادوگروں نے جونہی اپنی رسیاں اور لکڑیاں زمین پر ڈالیں تو یہ دکھائی دینے لگا کہ زمین سانپوں سے بھر گئی، اور میلے کے میدان میں سانپ دوڑ رہے ہیں۔ اس سے موسیٰ علیہ السلام کے دل میں کچھ دہشت سمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تسکین کی، اور فرمایا: ''موسیٰ علیہ السلام! ڈرو نہیں، تم غالب رہو گے۔ تم اپنے داہنی ہاتھ کی لکڑی زمین میں ڈال دو کہ اس کا سانپ جو بنے گا، وہ اس جادو کے سب کارخانہ کو نگل جاوے گا اور کوئی جادو کہیں فلاح کو نہ پہنچے گا''۔

فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰى ﴿۶۷﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰى ﴿۶۸﴾ وَ اَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ؕ وَ لَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰى ﴿۶۹﴾ فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ وَ مُوْسٰى ﴿۷۰﴾

پس موسیٰ کے دل میں تھوڑا سا خوف معلوم ہونے لگا ﴿۶۷﴾ ہم نے کہا: ''ڈرو نہیں بیشک تو ہی غالب ہے ﴿۶۸﴾ اور جو تیرے دائیں ہاتھ میں عصا ہے اسے زمین پر ڈال دے، وہ جو جادوگروں نے سانگ بنایا ہے نگل جائے گا۔ بیشک جو کچھ بنایا ہے وہ تو صرف جادوگروں کا فریب ہے اور جادوگر کہیں جاوے فلاح نہیں ہوتی'' ﴿۶۹﴾ پس ۱ سب جادوگر سجدہ میں گرائے گئے (بلند آواز سے) کہنے لگے کہ ہم ہارون اور موسیٰ کے پروردگار پر ایمان لائے ﴿۷۰﴾

جادوگروں کا ایمان لانا

۱ ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کی لکڑی کو زمین میں ڈال دیا، اور اس لکڑی کا اژدہا بن گیا تو وہ اژدہا ان سب رسیوں اور لکڑیوں کو نگل گیا۔ یہ حالت دیکھ کر جادوگروں کو یقین ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام جادوگر نہیں ہیں بلکہ ان کو تائید غیبی ہے۔ اس لئے وہ سجدہ میں گر پڑے، اور سمجھ گئے کہ فرعون کا خدائی کا دعویٰ بالکل جھوٹا ہے۔ کیونکہ اگر اس کا وہ دعویٰ سچا ہوتا تو موسیٰ علیہ السلام کا غلبہ ہرگز نہ ہوتا۔ اس واسطے ہم صاف کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کا جو رب ہے، وہی ہمارا بھی رب ہے۔ جادوگروں کی یہ بات سن کر فرعون نے ان کو ڈرایا اور کہا کہ تم نے بغیر میرے حکم کے موسیٰ علیہ السلام کے کہنے کو مان لیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام تم سے بڑھ کر جادوگر اور تم سب کے استاد ہیں۔ پھر فرعون نے کہا کہ اس حکم عدولی کی سزا یہ ہے کہ میں تم سب کا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کٹوا ڈالوں گا۔ اور پھر کھجور کے ٹنڈ میں لٹکا کر تم کو سولی دوں گا۔ جس سے تم کو معلوم ہو جائے گا کہ میری سزا سخت اور پائیدار ہے، جادوگروں نے فرعون کی یہ دھمکی سن کر اس کو جواب دیا کہ ہم کو ہمارے پیدا کرنے والے کی قسم ہے کہ ہم تیری دھمکی سے ڈر کر موسیٰ علیہ السلام کے معجزے کو نہ جھٹلائیں گے۔ جو سزا تیرا جی چاہے وہ ہمارے حق میں تجویز کر۔ جس طرح دنیا کی زندگی ناپائیدار ہے، وہی تیری تجویز کی ہوئی سزا کا حال ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی ٹھہرائی ہوئی جزا و سزا تیری جزا و سزا سے بڑھ کر ہے، اس لئے ہم نے اللہ کو اپنا معبود مان لیا اور تو نے زبردستی ہم کو جادو کی تعلیم جو دلوائی تھی، اس سے اور باقی کے سب گناہوں سے ہم نے توبہ کی، تاکہ اللہ تعالیٰ ہمارے سب گناہوں کو معاف کر دے۔

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۭ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ ۡ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ﴿۷۱﴾ قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰي مَا جَاۗءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۭ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۷۲﴾ۭ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ﴿۷۳﴾ اِنَّهٗ مَنْ يَّاْتِ رَبَّهٗ مُجْرِمًا فَاِنَّ لَهٗ جَهَنَّمَ ۭ لَا يَمُوْتُ فِيْهَا وَلَا يَحْيٰي ﴿۷۴﴾

(فرعون نے) کہا: ''کیا تم اس پر ایمان لائے قبل اس کے کہ میں تمہیں اجازت دوں۔ بیشک یہ تو تمہارا بڑا سردار معلوم ہوتا ہے کہ جس نے تم سب کو جادو سکھایا۔ پس مجھے قسم ہے ضرور میں تمہارے کاٹوں گا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں اور تم سب کو کھجور کے پیڑوں پر لٹکا کر سولی چڑھاؤں گا اور ضرور تم جان جاؤ گے کہ ہم میں سے کس کا عذاب سخت اور دیرپا ہے'' ﴿۷۱﴾ انہوں نے کہا: ''ہم تجھے ہرگز ترجیح نہ دیں گے ان واضح دلیلوں پر جو ہمارے پاس آئیں اور ترجیح نہ دیں گے ہم تجھے خدا پر کہ جس نے ہم کو پیدا کیا، پس تجھ کو جو کچھ کرنا ہے (دل کھول کر) کر ڈال، تو اس دنیا ہی کی زندگی میں تو کرے گا ﴿۷۲﴾ بیشک ہم تو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تاکہ وہ ہمارے گناہوں کو بخش دے اور اس کو بھی جو تو نے ہم کو مجبور کیا جادو پر'' اور اللہ بہتر ہے اور سب سے زیادہ باقی رہنے والا ﴿۷۳﴾ بیشک [۱] جو کوئی اپنے پروردگار کے حضور محروم ہو کر آئے پس اس کیلئے ضرور جہنم ہے جس میں نہ مرے گا اور نہ جئے گا ﴿۷۴﴾

فرعون کے مع اس کے لشکر کے ڈوبنے کا قصہ

[۱] ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جو شخص شرک کی حالت میں مر کر اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوگا، وہ ہمیشہ اسی حالت میں

وَمَنْ يَّاْتِهٖ مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصّٰلِحٰتِ فَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الدَّرَجٰتُ الْعُلٰى ﴿۷۵﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا مَنْ تَزَكّٰى ﴿۷۶﴾ ع

اور جو شخص پروردگار کے حضور مومن ہو کر حاضر ہوگا کہ اس نے اچھے عمل کئے ہوں، پس ان لوگوں کے لئے بلند مرتبے ہیں ﴿۷۵﴾ ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بدلہ اس کا ہے جو شخص (کفر ومعصیت سے) پاک ہوا ﴿۷۶﴾

دوزخ میں رہے گا کہ نہ تو سختی اس کی موت کا سبب قرار پا سکے گی، نہ زندگی ہی سے اس کو کچھ فائدہ پہنچے گا۔ اور جو ایماندار شخص نیک عمل لے کر اللہ تعالیٰ کے روبرو حاضر ہوگا، وہ عقبیٰ میں بڑا رتبہ پائے گا کہ ہمیشہ جنت میں رہے گا۔ کیونکہ شرک سے بچنے والوں کا اللہ تعالیٰ نے یہی بدلہ مقرر کیا ہے۔ جب فرعون بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کر دینے پر کسی طرح راضی نہ ہوا، تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو حکم دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر ایک رات مصر سے چل کھڑے ہوں۔ اور دریا قلزم پر پہنچ کر دریا کے پانی میں اپنے ہاتھ کی لکڑی ماریں، اللہ کے حکم سے دریا میں سوکھا راستہ پیدا ہو جائے گا۔ اور بغیر خوف فرعون کے حملہ اور دریا کی طغیانی کے اے موسیٰ علیہ السلام! تم اور بنی اسرائیل تو دریا میں سوکھے راستہ سے دریا پار ہو جاؤ گے۔ فرعون اپنا لشکر ساتھ لے کر تمہارا پیچھا کرے گا، تو وہ مع اپنے لشکر کے دریا میں ڈوب کر ہلاک ہوگا۔ کیونکہ فرعون نے اپنی قوم کو برے راستہ پر لگایا، اور قوم کے لوگوں نے اس کا کہنا مانا، اس لئے ان سب کی یہی سزا ہے، جو انہوں نے بھگتی۔ فرعون اور اس کے لشکر کے ڈوب کر ہلاک ہونے کا قصہ سورۃ الاعراف (پارہ ۹) میں گذر چکا ہے، آگے فرعون کی ہلاکت کے بعد تورات کے نازل ہونے کے، اور من وسلویٰ کے اتارنے کے احسانات کو یاد دلا کر بنی اسرائیل کو ارشاد ہے کہ اے بنی اسرائیل! اللہ کی دی ہوئی نعمتیں کھاؤ، اور ان نعمتوں کی ناشکری نہ کرو، ورنہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ اور یہ خوب یاد رکھو کہ جو شخص اللہ کے غضب میں گرفتار ہوا، اس کے لئے دنیا اور آخرت دونوں جگہ میں خرابی ہے۔ آخری آیت میں قریش کو شرک سے باز آنے کی رغبت دلائی، اور فرمایا: ''جو شخص شرک سے توبہ کر کے اللہ کی وحدانیت اور اللہ کے رسول کی صداقت پر قائم رہے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے سب گناہ معاف کر دے گا''۔

کافر اور مومن کی دوزخ میں حالت

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کافروں کو دوزخ میں موت نہیں ہے۔ کلمہ گو گناہگار جو دوزخ میں ڈالے جائیں گے، وہ جل کر مر جائیں گے۔ یہاں تک کہ کوئلہ ہو جائیں گے۔ پھر میری شفاعت کے سبب سے جنت میں داخل ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مجرم کے معنے ان آیتوں میں مشرک کے ہیں۔ اسی واسطے مجرم کا لفظ مومن کے مقابلہ میں فرمایا۔ آخری آیت میں توبہ کا ذکر ہے، اور پر توبہ کی شرائط بیان ہو چکی ہیں۔

وَلَقَدْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى ۙ اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْ فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّلَا تَخْشٰى ﴿۷۷﴾ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُوْدِهٖ فَغَشِيَهُمْ مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ۭ ﴿۷۸﴾ وَاَضَلَّ فِرْعَوْنُ قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ﴿۷۹﴾ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ﴿۸۰﴾ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ﴿۸۱﴾ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ﴿۸۲﴾

اور بیشک ہم نے موسیٰ کو وحی بھیجی کہ میرے بندوں (یعنی بنی اسرائیل) کو (مصر سے) راتوں رات لے چل، پھر ان کیلئے دریا میں (عصا مار کر) سوکھا (خشک) رستہ نکال دے۔ تجھے ڈر نہ ہوگا کہ فرعون آ پکڑے اور نہ ڈوبنے سے اندیشہ ہوگا ﴿۷۷﴾ فرعون اپنا لشکر لے کر ان کے پیچھے چلا تو انہیں دریا نے ڈھانک لیا جیسا ڈھانک لیا (یعنی غرق کر دیا) ﴿۷۸﴾ اور فرعون نے اپنی قوم کو گمراہ کیا اور انہیں سیدھی راہ نہیں دکھائی ﴿۷۹﴾ اے بنی اسرائیل! بیشک ہم نے تم کو تمہارے دشمنوں سے نجات دی اور تم کو کوہ طور کی دائیں جانب کا ہم نے (توریت دینے کا) وعدہ دیا اور تم پر من وسلویٰ اتارا ﴿۸۰﴾ (اور فرمایا) کہ پاک چیزیں ہم نے جو تم کو روزی دیں ان کو کھاؤ (اور پیو) اور اس میں زیادتی نہ کرو کہ کہیں تم پر میرا غضب نازل ہو جائے، اور جس شخص پر میرا غضب نازل ہوا بیشک وہ (ہلاکت میں) گرا ﴿۸۱﴾ اور بیشک میں بڑا بخشنے والا ہوں اس کا کہ جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے عمل کئے، پھر (اسی) ہدایت پر قائم رہا ﴿۸۲﴾

وَمَآ اَعۡجَلَكَ عَنۡ قَوۡمِكَ يٰمُوۡسٰى ﴿۸۳﴾ قَالَ هُمۡ اُولَآءِ عَلٰٓى اَثَرِىۡ وَعَجِلۡتُ اِلَيۡكَ رَبِّ لِتَرۡضٰى ﴿۸۴﴾ قَالَ فَاِنَّا قَدۡ فَتَنَّا قَوۡمَكَ مِنۡۢ بَعۡدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ ﴿۸۵﴾

اور[1] (جب موسیٰ کوہ طور پر حاضر ہوئے تو ہم نے پوچھا): ''اے موسیٰ! تو نے اپنی قوم سے (آگے آنے میں) کیوں جلدی کی'' ﴿۸۳﴾ عرض کی کہ وہ یہ ہیں میرے پیچھے اور اے میرے پروردگار! تیری طرف میں جلدی کرکے اس لئے حاضر ہوا کہ تو راضی ہو ﴿۸۴﴾ خدا نے[2] فرمایا: ''تیرے آنے کے بعد ہم نے تیری قوم کو بلا میں ڈالا اور ان کو سامری نے گمراہ کردیا'' ﴿۸۵﴾

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا توریت لینے جانا

[1] ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام توریت لینے کوہ طور پر گئے تو بنی اسرائیل میں سے چند شخصوں کو منتخب کرکے اپنے ساتھ لے گئے، اور جب کوہ طور قریب آیا تو موسیٰ علیہ السلام قوم کے لوگوں سے آگے بڑھ کے جلدی سے پہاڑ پر پہنچ گئے، اور ان کے ساتھ کے لوگ پیچھے رہ گئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ سے پوچھا کہ قوم کے لوگوں کو چھوڑ کر جلدی کرکے کیوں چلے آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ وہ لوگ بھی پیچھے آتے ہیں، یا اللہ میں جلدی کرکے اس واسطے چلا آیا کہ کوہ طور پر حاضر ہونے سے تیرے حکم کی تعمیل جلدی کروں، تاکہ تو مجھ سے خوش ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی نظر انسان کے دل پر لگی رہتی ہے کہ انسان ہر ایک کام کس نیت سے کرتا ہے''۔

[2] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں سامری نام کا ایک سنار تھا۔ اس نے بچھڑا بنایا، اور جبرائیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے کی مٹی جو سامری نے اٹھا رکھی تھی، وہ اس نے اس بچھڑے کے منہ میں ڈال دی۔ جس سے وہ بچھڑا گائے کی آواز کی طرح آواز نکالنے لگا، اور بنی اسرائیل اس بچھڑے کی پوجا کرنے لگے۔ کوہ طور پر جب یہ قصہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو جتلایا، اور اس قصہ کو سن کر موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے اس غصہ اور رنجیدہ ہونے کا ذکر ان آیتوں میں ہے۔ فرمایا: ''اے موسیٰ علیہ السلام! تمہارے پیچھے بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے بچھڑے کی بلا بھیج کر آزمایا لیکن وہ آزمائش میں پورے نہ اُترے، اور سامری کے بہکانے سے بہک گئے''۔ موسیٰ غصہ اور رنج میں اُلٹے پھرے، اور قوم کے لوگوں سے کہا: ''اے میری قوم کے لوگو! میری معرفت کیا تمہاری دین و دنیا کی بہبود کے لئے کتاب آسمانی توراۃ کے نازل فرمانے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا تھا۔ جس کتاب کے لینے کے لئے میں تم سے دین پر قائم رہنے کا عہد لے کر کوہ طور پر گیا تھا۔ پھر اس کتاب کے نازل ہونے سے پہلے تم نے سامری کا کہنا کیوں مانا، اور بلا سند بچھڑے کو اپنا معبود کیوں ٹھہرایا گیا۔ مجھ

فَرَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ۚ۬ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ۬ؕ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا مَاۤ اَخْلَفْنَا مَوْعِدَكَ بِمَلْكِنَا وَلٰكِنَّا حُمِّلْنَاۤ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ فَقَذَفْنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلْقَى السَّامِرِيُّ ۙ﴿۸۷﴾

پس موسیٰ اپنی قوم کی طرف غصہ میں بھرا افسوس کرتا ہوا پلٹا (آکر) کہا کہ اے میری قوم! کیا تمہارے پروردگار نے تم سے اچھا وعدہ نہیں کیا تھا، کیا تم پر میعاد مقررہ سے کچھ زیادہ زمانہ گزر گیا تھا یا تم نے یہ چاہا کہ تم پر تمہارے پروردگار کا غضب نازل ہو۔ پس تم نے مجھ سے وعدہ خلاف کیا ﴿۸۶﴾ انہوں نے کہا کہ ہم نے آپ کا وعدہ اپنے اختیار سے خلاف نہ کیا ولیکن قوم قبط کے زیوروں کے کچھ بوجھ ہم سے اٹھوائے گئے پس (سامری کے کہنے سے) اس کو ہم نے (آگ میں) ڈال دیا۔ پھر سامری نے بھی اسی طرح ڈالا ﴿۸۷﴾

کوکوہ طور پر برسوں کا عرصہ گذر گیا تھا جو تم میرا انتظار نہ کر سکے، اور جب تم نے میرے عہد کو توڑا تو کیا تم نے اللہ کے غضب میں گرفتار ہونے کا ارادہ بھی دل میں ٹھان لیا تھا۔ کیونکہ خدا کے رسول کی مخالفت کے سبب سے فرعون اور اس کی قوم کے سب لوگ جس طرح غضب الٰہی میں گرفتار ہوئے، وہ ماجرا اب تک تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوگا۔ قوم کے لوگوں نے جواب دیا "اے رسول (علیہ السلام) اللہ کے! ہم نے جان بوجھ کر تمہارے عہد کو نہیں توڑا، بلکہ قبطی قوم کا وہ زیور جو ہمارے پاس رہ گیا تھا، ہارون علیہ السلام کے کہنے سے پہلے تو ہم نے اور سامری نے سب نے مل کر وہ زیور ایک گڑھے میں دبا دیا تھا۔ لیکن اس کے بعد پھر سامری نے اس زیور کا بچھڑا بنا کر ہم کو ایسا بہکایا کہ بالکل بے قابو کر دیا۔

انسان اور شیطان

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انسان کے تمام جسم میں جس طرح خون پھرتا ہے، اسی طرح بہکانے کے وقت ہر شخص کے تمام جسم میں شیطان چکر لگاتا ہے"۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "بغیر یاد الٰہی کے آدمی کو شیطان کے پھندے سے اور کوئی چیز نہیں بچا سکتی"۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان کے بہکانے سے بنی اسرائیل اس لئے بالکل بے قابو ہو کر سامری کے کہنے میں آ گئے کہ انہوں نے ہارون علیہ السلام کی یاد الٰہی کی نصیحت کو نہیں مانا۔ جس سے شیطان کے پھندے میں پھنس گئے۔

فَاَخْرَجَ لَهُمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ فَقَالُوْا هٰذَآ اِلٰهُكُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰى ۬ فَنَسِیَ ﴿۸۸﴾ اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا یَمْلِكُ لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿۸۹﴾ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْۤا اَمْرِیْ ﴿۹۰﴾

تو[۱] (اس سب زیور سے) سامری نے ان کے لئے ایک بچھڑا نکالا بے جان کا دھڑ گائے کی طرح بولتا۔ پھر کہنے لگے کہ یہ ہے تمہارا اور موسیٰ کا خدا، پس موسیٰ تو بھول گئے ﴿۸۸﴾ تو کیا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ بچھڑا نہ تو ان کی کسی بات کا جواب دیتا اور نہ ان کے کسی نفع و نقصان[۲] کا اختیار رکھتا ہے ﴿۸۹﴾ اور بیشک ان سے ہارون نے اس سے پہلے کہا تھا کہ اے میری قوم! سوائے اس کے نہیں تم اس بچھڑے کے سبب فتنہ میں پڑے اور بیشک پروردگار تو تمہارا خدا ہے، پس میری پیروی کرو اور میرا کہا مانو ﴿۹۰﴾

[۱] ان آیتوں کا حاصل مطلب وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے کہ ہارون علیہ السلام کے کہنے سے بنی اسرائیل اور سامری سب نے مل کر وہ زیور جو گڑھے میں ڈال کر دبا دیا تھا، سامری نے اس زیور کو گڑھے میں سے نکال کر بچھڑا بنایا۔ اور جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدم کے نیچے کی مٹی اس بچھڑے کے منہ میں ڈال دی، جس سے وہ بچھڑا گائے کی سی آواز سے بولنے لگا۔ اس بچھڑے کے بولنے سے سامری اور اس کے ساتھی بنی اسرائیل سے کہنے لگے کہ تمہارا معبود یہی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام بھولے سے کوہ طور پر چلے گئے۔ آگے فرمایا: "ان لوگوں نے کیا اتنی بات بھی نہیں دیکھی کہ بنی اسرائیل میں سے بارہ ہزار کے قریب آدمیوں نے، جو اس بچھڑے کی پوجا نہیں کی، ان کو اس نے کچھ نقصان نہیں پہنچایا۔ اور جنہوں نے اس کی پوجا کی نہ ان کے کسی مقصد کو سن کر اس نے کچھ جواب دیا، نہ کسی کا کوئی مقصد پورا کیا۔ خدا کی شان یہ نہیں ہے، اس کی شان تو وہ ہے کہ جب اس نے فرعون اور اس کی قوم کو نقصان پہنچانا چاہا تو ایک دم میں ان سب کو ہلاک کر دیا، اور بنی اسرائیل کو جب اس نے فائدہ پہنچانا چاہا تو ان کے اتنے بڑے دشمن کے پھندے سے انہیں چھوڑا دیا۔

[۲] ارشاد ہوتا ہے کہ جس وقت سامری نے قوم موسیٰ کو گمراہ کیا، اس وقت حضرت ہارون علیہ السلام نے ان کو بہت سمجھایا، اور کہا کہ اے قوم کے لوگو! یہ تمہاری آزمائش کے لئے بچھڑا تیار ہوا ہے، تم سامری کے بہکانے میں نہ آؤ۔ اور امتحان الٰہی میں پورے اترو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تمہارا رب رحمٰن ہے۔ وہ ذات پاک جس نے اپنی رحمت سے تمہاری خاطر دنیا میں ہزاروں راحت کے سامان پیدا کئے، اور آخرت میں تمہارے لئے جنت تیار کی۔ پس تم میری پیروی کرو سامری کی نہ کرو،

قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿۹۱﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿۹۲﴾ اَلَّا تَتَّبِعَنِ ؕ اَفَعَصَيْتَ اَمْرِيْ ﴿۹۳﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَاْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ ۚ اِنِّيْ خَشِيْتُ اَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿۹۴﴾

انہوں نے جواب دیا: ''ہم تو اس بچھڑے کی پرستش پر اس وقت تک جمے بیٹھے رہیں گے جب تک ہمارے پاس موسیٰ لوٹ کر آئیں'' ﴿۹۱﴾ موسیٰ نے (آکر) کہا: ''اے ہارون! تمہیں کس لے بات نے روکا تھا جب تم نے انہیں گمراہ ہوتے دیکھا تھا ﴿۹۲﴾ تو تم میرے پیچھے (چلے) آتے، تو کیا تم نے میرا حکم نہ مانا'' ﴿۹۳﴾ ہارون نے کہا: ''اے میرے ماں جائے! (بھائی) میری داڑھی نہ پکڑو اور نہ میرے سر کے بال، مجھے یہ ڈر ہوا کہ تم کہو گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میری بات کا انتظار نہ کیا'' ﴿۹۴﴾

اور اللہ کے امتحان میں پورے اترو۔ میں تمہارا دوست اور خیر خواہ ہوں''۔ ہارون علیہ السلام کی اس نصیحت کا بنی اسرائیل نے یہ جواب دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے کوہ طور سے واپس آنے تک ہم اس بچھڑے کی پوجا کبھی نہ چھوڑیں گے۔ اس پر حضرت ہارون علیہ السلام اور ان کے ساتھ بارہ ہزار لوگ جنہوں نے اس بچھڑے کی پوجا کی تھی ان سے علیحدہ ہو گئے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کوہ طور پر سے واپس آنا۔ اور سامری پر غصہ ہونا

لے ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہ طور پر سے واپس تشریف لائے تو آپ نے شور مچانے اور باجے بجانے کی آوازیں سنیں جو بچھڑے کے گرد ناچتے تھے۔ تب آپ نے اپنے ستر ہمراہیوں سے فرمایا: ''یہ فتنہ کی آواز ہے''۔ جب قریب پہنچے تو غصہ میں آکر اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے سر کے بال داہنے ہاتھ میں، داڑھی بائیں ہاتھ میں پکڑی، اور فرمایا کہ جب بنی اسرائیل بہک گئے تھے تو تم نے اس کی اطلاع مجھ کو کوہ طور پر آن کر کیوں نہیں دی۔ میں نے جو کوہ طور پر جاتے وقت تم سے کہا تھا کہ بنی اسرائیل کی خبر گیری رکھنا کہ ان میں کسی طرح گمراہی نہ پھیلے۔ اس کا خیال تم نے کیوں نہیں رکھا''۔ ہارون علیہ السلام نے کہا: ''بھائی میری داڑھی اور میرے سر کے بال نہ پکڑو، میں صرف اس خیال سے کوہ طور پر نہیں گیا کہ میرے یہاں سے چلے جانے کے بعد بنی اسرائیل میں پھوٹ نہ پڑ جائے، اور اس پھوٹ کو دیکھ کر تم کہیں یہ کہنے لگو کہ کوہ طور پر جاتے وقت بنی اسرائیل کی پھوٹ کے روکنے کی نصیحت جو کی گئی تھی، وہ نصیحت کیوں نہیں یاد رکھی۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سامری کی طرف متوجہ ہوئے کہ تو نے ایسا کیوں کیا۔ اس نے کہا: ''مجھ کو وہ بات نظر آئی تھی جو ان کو نہ آئی۔

قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾ قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۠ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ وَانْظُرْ اِلٰۤى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾

موسیٰ نے (سامری سے) کہا: ''اے سامری! تیرا کیا حال ہے'' ﴿۹۵﴾ اس نے کہا: ''میں نے وہ چیز دیکھی جو اوروں نے نہیں دیکھی، پس میں نے فرشتہ (یعنی جبرئیل) کے نشان قدم (خاک) کی ایک مٹھی بھر لی۔ پس میں نے وہ (خاک بچھڑے کے قالب کے اندر) ڈال دی اور میرے دل کو یہی بات پسند آئی'' ﴿۹۶﴾ (موسیٰ نے) کہا: ''پس جا کہ دنیا کی زندگی میں تیری یہ سزا ہے کہ تو یہ کہتا پھرے گا کہ مجھ کو کوئی ہاتھ نہ لگانا، اور بیشک تیرے لئے ایک وعدہ کا وقت ہے (یعنی آخرت میں عذاب) جو کبھی تجھ سے ٹلنے والا نہیں'' اور تو اپنے معبود (باطل) کی طرف دیکھ جس کی پوجا پر تو جما ہوا بیٹھا تھا قسم ہے ہم اسے ضرور جلائیں گے، پھر ریزہ ریزہ کر کے دریا میں بہائیں گے ﴿۹۷﴾

یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کی میں نے خاصیت دیکھی کہ جہاں وہ قدم رکھتا تھا، زمین سرسبز ہو جاتی تھی۔ پس میں نے اس مٹی کو متبرک پا کر ایک مٹھی بھر لی تھی۔ پھر میں نے اس کو ڈھلے ہوئے بچھڑے میں ڈال دیا، جس کو میں نے اپنی ہی ہوائے نفسانی سے کیا، کوئی دوسرا اس کا محرک نہ تھا''۔ اس پر موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے کہا کہ تیرے اس جرم کی سزا یہ ہے کہ جب تک تُو زندہ رہے گا جنگل میں مارا مارا پھرے گا، اور سب سے علیحدہ رہے گا۔ اگر اتفاقاً کوئی چھو جائے گا تو تُو اور چھونے والا دونوں شدید بخار میں مبتلا ہوں گے۔ وہ جنگل میں یہی شور مچاتا پھرتا تھا کہ کوئی چھو نہ جانا، اور وحشیوں اور درندوں میں زندگی کے دن نہایت تلخی و وحشت میں گذارتا تھا، اور آخرت کا عذاب بھی اس کے ذمہ قائم رہا۔ پھر فرمایا: ''تو اور تیرے ساتھی جس بچھڑے کی پوجا میں لگے ہوئے تھے، اس کو جلا کر اس کی راکھ دریا میں بکھیر دی جاوے گی، تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جاوے کہ یہ کیسا معبود تھا کہ اپنے تئیں آگ سے محفوظ نہ رکھ سکا۔ اس کی پرستش بڑی حماقت تھی، اور اس کی راکھ دریا میں اس وجہ سے بہا دی تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اس کی پرستش فعل بے فائدہ تھا''۔ اس کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نصیحت کے طور پر بنی اسرائیل سے فرمایا: ''تمہارا معبود وہ ہی اللہ ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اور جس کو ہر چیز کی خبر ہے''۔

إِنَّمَآ إِلَٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِي لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾ كَذَٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَآءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ آتَيْنَاكَ مِن لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾ مَّنْ أَعْرَضَ عَنْهُ فَإِنَّهُ يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وِزْرًا ﴿١٠٠﴾ خَالِدِينَ فِيهِ ۖ وَسَآءَ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِمْلًا ﴿١٠١﴾ يَوْمَ يُنفَخُ فِي الصُّورِ ۚ وَنَحْشُرُ الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ زُرْقًا ﴿١٠٢﴾

تمہارا معبود تو صرف وہی اللہ ہے جس کے سوا کسی کی عبادت نہیں وہ (اپنے) علم سے تمام چیزوں کو احاطہ کیے ہوئے ہے ﴿۹۸﴾ (اے محبوب ۱) ہم تم سے اسی طرح گزشتہ واقعات کی خبریں بیان کرتے ہیں، اور ہم نے تم کو اپنے پاس سے ایک نصیحت نامہ دیا ہے (یعنی قرآن) ﴿۹۹﴾ جو کوئی اس سے منہ پھیرے تو بیشک وہ قیامت کے دن ایک بوجھ (گناہ کا) اٹھائے گا ﴿۱۰۰﴾ وہ اس (عذاب) میں ہمیشہ رہے گا اور یہ بوجھ قیامت کے دن ان کے لئے کیا ہی برا ہوگا ﴿۱۰۱﴾ جس ۲ روز کہ صور پھونکا جاوے گا (جس سے مردے زندہ ہو جاویں گے) اور ہم اس دن مجرموں کو اٹھائیں گے (اس حالت سے) کہ ان کی آنکھیں نیلی ہوں گی ﴿۱۰۲﴾

۱ ان آیتوں میں فرمایا کہ جس طرح اس سورت میں پہلے لوگوں کے چند قصے بیان کئے گئے ہیں، اسی طرح قرآن میں جگہ جگہ پچھلے انبیاء اور پچھلی اُمتوں کا ذکر آیا ہے۔ تا کہ اہل کتاب ان قصوں کو اپنی کتابوں کے موافق پا کر اور مشرکین مکہ یہ غیب کی باتیں اُمی رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سُن کر قرآن کو اللہ کا کلام، اور جن پر یہ کلام اترا ہے ان کو اللہ کا سچا رسول جان لیں۔ پھر فرمایا ''ایسی سیدھی بات سمجھانے کے بعد بھی جو کوئی قرآن کو اللہ کا کلام نہ مانے گا، اور اس کی نصیحت کو قبول کرنے سے منہ پھیرے گا، تو قیامت کے دن ایسے گناہوں کے بوجھ کے نیچے یہ لوگ دبے ہوئے ہوں گے۔ جس بوجھ کی سزا میں ہمیشہ گرفتار رہیں گے۔ پھر فرمایا: ''قیامت کے دن بوجھ ان کو بہت برا لگے گا، جس کی سزا ان کو ہمیشہ بھگتنی پڑے گی''۔ فرمایا: ''بدعملوں کا بوجھ ایسا بوجھ ہے کہ جو گویا آدمی کو دوزخ میں ڈال دے گا''۔

۲ ان آیتوں میں ارشاد ہے کہ ایسے لوگوں کو یہ بوجھ اس دن اٹھانا پڑے گا جس دن صور کی آواز سن کر یہ دوبارہ زندہ ہو جائیں گے، اور ایسی حالت سے میدان محشر میں کھڑے ہونگے کہ ان کی آنکھوں کی پتلیاں حشر کے دن نیلی ہوں گی، اور منہ کالا ہوگا۔ دنیا میں جو سالہا سال عیاشیاں کی ہیں، ان سب کو وہاں کی مصیبتوں کے آگے بھول جائیں گے، اور آپس میں چپکے چپکے باتیں کرنے کے طور پر کوئی اس مدت کو دس دن کی مدت بتلائے گا، کوئی ایک دن کی، کوئی پہر دو پہر کی، اور کوئی گھڑی بھر کی۔ یہ

يَتَخَافَتُونَ بَيْنَهُمْ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا عَشْرًا ﴿١٠٣﴾ نَّحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَقُولُونَ إِذْ يَقُولُ أَمْثَلُهُمْ طَرِيقَةً إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا يَوْمًا ﴿١٠٤﴾ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنسِفُهَا رَبِّي نَسْفًا ﴿١٠٥﴾ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ﴿١٠٦﴾ لَّا تَرَىٰ فِيهَا عِوَجًا وَلَا أَمْتًا ﴿١٠٧﴾ يَوْمَئِذٍ يَتَّبِعُونَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهُ ۖ وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَٰنِ فَلَا تَسْمَعُ إِلَّا هَمْسًا ﴿١٠٨﴾

آپس میں چپکے چپکے کہتے ہوں گے کہ تم لوگ دنیا میں نہ رہے مگر دس دن ﴿۱۰۳﴾ ہم خوب جانتے ہیں ان کی حقیقت جو وہ کہیں گے۔ جب کہ ان میں سب سے بہتر رائے والا کہے گا کہ تم صرف ایک ہی دن رہے تھے ﴿۱۰۴﴾ اور [1] لوگ تم سے پہاڑوں کی نسبت پوچھتے ہیں (کہ قیامت میں ان کا حال ہوگا)۔ تم فرماؤ: "انہیں میرا پروردگار ریزہ ریزہ کر کے اڑا دے گا ﴿۱۰۵﴾ تو زمین کو ہموار میدان کر چھوڑے گا ﴿۱۰۶﴾ کہ جس میں (اے مخاطب) تو نہ کچھ ناہمواری اور نہ کوئی بلندی یعنی ٹیلہ دیکھے گا ﴿۱۰۷﴾ اس [2] دن سب کے سب پکارنے والے (یعنی صور پھونکنے والے فرشتے) کے پیچھے دوڑیں گے، اس کی پیروی میں کجی نہ ہوگی اور سب آوازیں رحمٰن کے حضور پست ہو کر رہ جائیں گی۔ پس تو نہ سنے گا مگر بہت آہستہ آواز ﴿۱۰۸﴾

مصیبت ہمارے کیسے پیچھے پڑی کہ جس کی انتہا ہی نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ ہم ان کی باتوں سے خوب واقف ہیں، ان میں جو بڑا ہو گا وہ یوں کہے گا کہ تم دنیا میں تو ایک دن ٹھہرے تھے۔

قیامت کے ذکر پر قریش کا تعجب

[1] **شان نزول:** اس کا حاصل یہ ہے کہ قریش نے جب قرآن شریف میں قیامت کا حال اور دنیا کے ویران پانے کا حال سنا تو پہاڑ ان کے دل میں ایک بڑی سخت اور پائدار چیز گزری۔ اس لئے انہوں نے اعتراض کے طور پر پوچھا کہ کیا صور پھونکنے سے پہاڑ بھی اُڑ جائیں گے۔ ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

[2] اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ صور کی آواز سن کر جب یہ لوگ قبور سے اٹھیں گے تو جس طرح اب بتوں کے تھان کی طرف پوجا کے لئے سیدھے دوڑتے ہیں، اسی طرح قیامت کے دن میدان محشر کی طرف حساب و کتاب کے لئے دوڑے ہوئے چلے آویں گے۔

میدان حشر اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شفاعت: صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ﴿١١٠﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾ وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾

اس دن [۱] کسی کی شفاعت کام نہ دے گی مگر اس کی کہ جس کو خدا نے اجازت دے دی ہے اور اس کی بات پسند فرمائی ﴿۱۰۹﴾ وہ (اللہ) ان سب کے اگلے پچھلے احوال کو جانتا ہے اور ان کا علم اس کو گھیر نہیں سکتا ﴿۱۱۰﴾ اور تمام منہ جھک جائیں گے اس زندہ قائم رکھنے والے کے سامنے اور بیشک وہ نامراد رہا جس نے ظلم (یعنی شرک) کا بوجھ اٹھایا ﴿۱۱۱﴾ جو نیک عمل کرے اور ہو مسلمان تو اس کے لئے نہ کسی زیادتی کا اندیشہ ہوگا اور نہ نقصان کا ﴿۱۱۲﴾

میدان محشر میں گرمی اور پسینے سے جب لوگ بہت گھبرائیں گے تو آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہم السلام تک کے انبیاء کے پاس التجا کے لئے جائیں گے، کہ یہ انبیاء اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب و کتاب شروع ہو جانے کی سفارش کر دیں۔ یہ سب انبیاء جواب دیں گے کہ آج اللہ تعالیٰ کے غصہ کی وہ حالت ہے کہ آج سے پہلے نہ کبھی ہوئی، اور اس کے بعد نہ کبھی ہوگی۔ اس لئے ہم اس سفارش کے باب میں کچھ نہیں کر سکتے۔ آخر خاتم الانبیاء محمد ﷺ اس سفارش کو اپنے ذمہ لیں گے، اور آپ کی سفارش سے حساب و کتاب شروع ہو جائے گا۔ آپ کی یہ سفارش تمام اُمتوں کے حق میں ہوگی۔ اس واسطے اس سفارش کو بڑی سفارش کہتے ہیں (یعنی شفاعت)۔ آیت میں جو ذکر ہے کہ میدان محشر میں اللہ تعالیٰ کے جلال کے سبب سے سب کی آوازیں ایسی دب جائیں گی کہ سوائے قدموں کی کھس کھس کی آواز کے کسی کے بولنے کی آواز نہ آئے گی۔ اس حدیث کا مطلب اچھی طرح سمجھ میں آ سکتا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جلال کے سبب سے سوائے خاتم الانبیاء ﷺ کے اور انبیاء بھی اس میدان میں اللہ تعالیٰ کے روبرو اور کچھ نہیں بول سکیں گے، یہ مرتبہ رسول اللہ ﷺ کو ہی ملا ہے۔

[۱] حاصل مطلب یہ ہے کہ کافر کہتے ہیں کہ جن کی مورتوں کو یہ لوگ پوجتے ہیں، وہ اللہ کی بارگاہ میں سفارش کر کے قیامت کے دن اپنی پوجا کرنے والوں کو دوزخ کے عذاب سے چھڑائیں گے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ قیامت کے دن کسی کی سفارش ان کو فائدہ نہ دے گی، مگر اس کی جس کو اللہ نے مجاز کیا ہے۔ جو شخص شرک میں گرفتار رہ کر بغیر توبہ کے مر جائے گا، تو ایسے شخص کے حق میں اللہ تعالیٰ کا یہ قطعی وعدہ ہے کہ ایسا شخص ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں گرفتار رہے گا۔ اللہ کے رسول ﷺ بھی شرک کرنے والوں سے بیزار ہوں گے، ان کی سفارش ہرگز نہ ہوگی۔ پھر فرمایا ہر ایک شخص کے دنیا کے عملوں کا حال اور اس کا عقبیٰ کا انجام

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّصَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿۱۱۳﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾

اور[1] اسی طرح ہم نے اسے عربی قرآن اتارا اور اس میں طرح طرح سے عذاب کے وعدے دیئے کہ کہیں انہیں ڈر ہو یا ان کے دل میں کچھ سوچ پیدا کرے ﴿۱۱۳﴾ پس سب سے بلند قدر اللہ بادشاہ برحق ہے اور (اے محبوب! صلی اللہ علیہ وسلم) قرآن پڑھنے میں جلدی نہ کرو اس سے پہلے کہ جب تک اس کی وحی تمہاری طرف پوری پہنچائی نہ جائے اور عرض کرو کہ اے میرے پروردگار! میرا علم بڑھا دے ﴿۱۱۴﴾

اللہ تعالیٰ کو خوب معلوم ہے۔ اس نے قیامت کے دن کا یہ غیب کا فیصلہ لوگوں کو جتلا دیا ہے، کہ اس دن مشرک لوگ نقصان اٹھائیں گے، اور ایماندار نیک عمل لوگوں کو اس دن کچھ نقصان نہ پہنچے گا۔ اور صاحب قدرت وہ ایسا ہے کہ اس کی قدرت کے آگے سب عاجز اور اس کی بارگاہ میں ناک رگڑتے اور گڑگڑاتے ہیں۔ اس واسطے اس کے حکم اور فیصلہ کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

[1] ان آیتوں میں فرمایا کہ اسی طرح سے ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا، جس طرح ہم نے تم سے پہلوں کے راستی آمیز ہدایت خیز قصے بیان کئے۔ اسی طرح اس قرآن میں عذاب آخرت سے ڈرانے کی آیتیں جگہ جگہ ہیں، تاکہ یہ لوگ عذاب آخرت کی آیتوں کو سن کر شرک سے باز آجائیں، اور پرہیزگاری اختیار کریں، یا ان کو سمجھ بوجھ پیدا ہو۔ پھر فرمایا: ''قیامت میں اللہ تعالیٰ یہ فرمائے گا کہ آج وہ بادشاہت کا دعویٰ کرنے والے کہاں گئے۔ اس وقت کوئی جواب نہ دے گا۔ پھر خود فرمائے گا کہ ساری بادشاہت اللہ ہی کو ہے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں اس کی تبلیغ اور اس کو یاد کرنے کا بہت شوق تھا۔ اس لئے فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تم جلدی نہ کیا کرو، اور تم مشقت نہ اٹھاؤ، جب ایک مضمون کی وحی تمام ہو چکے، تب آپ پڑھا کریں۔ اور یہ دعا کرتے رہا کریں کہ یاالٰہی! میرا علم زیادہ کر۔ تاکہ وقتاً فوقتاً وحی آتی رہے اور آپ کا علم بڑھتا رہے۔ پھر فرمایا کہ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے برخلاف گیہوں کا دانہ جو کھایا۔ اس قصے کے ذکر کرنے سے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تسکین بھی فرمائی ہے کہ قریش سیدھی سیدھی باتیں جو قرآن کی نہیں مانتے، اور شیطان کے بہکانے میں آکر اللہ کے حکم کے برخلاف کام کرتے ہیں، یہ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے انسان کی ایک قدیمی عادت ہے۔ اس لئے اس کا کچھ رنج نہیں کرنا چاہیے۔

وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾

اور بے شک ہم نے آدم کو اس سے پہلے ایک تاکیدی حکم دیا تھا پس وہ بھول گیا اور ہم نے اس کا قصد محکم نہ پایا ﴿۱۱۵﴾ اور ۱؎ جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کی طرف سجدہ کرو تو سب سجدہ میں گرے مگر ابلیس نے قبول نہ کیا ﴿۱۱۶﴾ پس ۲؎ ہم نے فرمایا کہ اے آدم! بیشک یہ تیرا اور تیری بی بی کا دشمن ہے پس ایسا نہ ہو کہ تم دونوں کو جنت سے نکال دے، پھر تم مشقت میں پڑ جاؤ ﴿۱۱۷﴾

۱؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جب فرشتوں کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تو سوائے شیطان کے اور سب فرشتوں نے اس حکم کی تعمیل کی، اور فقط شیطان نے اس حکم کی تعمیل میں سرکشی کی راہ سے یہ عذر پیش کیا: "یا اللہ تو نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا، اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے، اور آگ مٹی سے بہتر ہے۔ اس لئے آدم کو قبلہ ٹھہرا کر میں سجدہ کیونکر کرسکتا ہوں" شیطان یہ نہ سمجھا کہ نُور نار سے بہتر ہے۔ پھر نوری فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل جب فوراً بلا عذر کرلی، تو اس ناری جسم کو کسی عذر کے پیش کرنے کا کیا موقع باقی رہا۔ غرض اس سرکشی کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے شیطان کو مردود ٹھہرا کر آسمان پر سے زمین پر اُتار دیا۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کو یہ جتلا دیا کہ تمہارے سبب سے شیطان کو یہ ذلت ہوئی ہے، اسی واسطے شیطان تمہارا اور تمہاری بی بی کا دشمن ہو گیا ہے۔

آدم علیہ السلام کو شیطان کا بہکانا۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت

۲؎ آگے فرمایا کہ شیطان تم دونوں کو جنت سے زمین پر اُتار دینے کی تدبیر کرے گا تم اس کا کہنا ہرگز نہ ماننا۔ کیونکہ اگر تم نے شیطان کا کہنا مان کر جس درخت کے پھل سے تم کو روکا گیا ہے، وہ پھل کھا لیا تو پھر تم کو زمین پر اُتار دیا جائے گا۔ جہاں تمہیں طرح طرح کی تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی۔ محنت سے کھیتی نہ کرو گے تو بھوکے، اور کپڑوں کی تدبیر نہ کرو گے تو ننگے رہو گے۔ ہاتھ سے پانی نہ بھرو گے تو پیاسے، اور دھوپ میں کھیتی کرو گے تو گرمی کی تکلیف اٹھاؤ گے۔ یہ جنت کی سی راحت جاتی رہے گی۔ اللہ سچا ہے، اور اس کا علم غیب کے موافق یہ بات جو آدم علیہ السلام کو جتلائی تھی کہ شیطان آدم علیہ السلام کے اور ان کی بی بی کے جنت سے نکلوا دینے کی تدبیر میں لگا ہوا ہے۔ آخر اس کا ظہور یہ ہوا کہ شیطان نے آدم علیہ السلام کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ اس درخت کے پھل سے آدم علیہ السلام کو اس لئے منع کیا گیا ہے کہ اگر آدم علیہ السلام اس پھل کو کھا لیویں گے تو ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔ آدم علیہ السلام اور ان کی بیوی شیطان کے اس فریب میں آگئے، اور دونوں نے گیہوں کے دانے کھا لئے۔

إِنَّ لَكَ أَلَّا تَجُوعَ فِيهَا وَلَا تَعْرَىٰ ﴿١١٨﴾ وَأَنَّكَ لَا تَظْمَأُ فِيهَا وَلَا تَضْحَىٰ ﴿١١٩﴾ فَوَسْوَسَ إِلَيْهِ الشَّيْطَانُ قَالَ يَا آدَمُ هَلْ أَدُلُّكَ عَلَىٰ شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلَىٰ ﴿١٢٠﴾ فَأَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ لَهُمَا سَوْآتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِن وَرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ ﴿١٢١﴾ ثُمَّ اجْتَبَاهُ رَبُّهُ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدَىٰ ﴿١٢٢﴾

بیشک یہاں جنت میں تو تمہارے لئے یہ (آرام) ہے کہ تم نہ (کبھی) بھوکے رہو اور نہ ننگے ﴿۱۱۸﴾ اور یہ کہ نہ تم کو اس جگہ پیاس لگے گی اور نہ دھوپ کی تپش ﴿۱۱۹﴾ پس شیطان نے آدم کی طرف وسوسہ ڈالا کہنے لگا: ''اے آدم! کیا میں تم کو ایسا درخت بتلاؤں کہ (جس کے کھانے سے) تم ہمیشہ (زندہ) رہو اور وہ بادشاہی کہ پرانی نہ ہو'' ﴿۱۲۰﴾ پس ان دونوں نے اس میں سے کھالیا تو ان دونوں کی شرمگاہیں ان پر ظاہر ہوگئیں اور دونوں اپنے اوپر (بدن ڈھانکنے کو) جنت کے (درختوں کے) پتے چپکانے لگے اور آدم سے اپنے پروردگار کے حکم میں لغزش واقع ہوئی تو (جو چاہا تھا اس کی) راہ نہ پائی ﴿۱۲۱﴾ پھر (جب انہوں نے معذرت کی تو) ان کو ان کے پروردگار نے چن لیا تو ان پر اپنی رحمت سے متوجہ ہوا اور اپنے قرب خاص کی راہ دکھائی ﴿۱۲۲﴾

گیہوں کے دانے کھاتے ہی جنت کا لباس اتر گیا، اور دونوں ننگے ہوکر انجیر کے پتوں سے اپنے ستر کو ڈھانکنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ شیطان کے بہکانے سے آدم علیہ السلام بہک گئے، اور انہوں نے اللہ کے حکم کو ٹال دیا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام توبہ واستغفار میں مشغول ہوئے، اور بارگاہ الٰہی میں دعا کی۔ اب آگے آدم علیہ السلام اور شیطان کو زمین پر اتارنے کا حکم دے کر فرمایا کہ تم ایک دوسرے کے دشمن ہوگئے۔ مطلب یہ ہے کہ شیطان اولاد آدم کے بہکانے کی دشمنی سے کبھی باز نہ آئے گا، لیکن آسمانی کتابیں اور رسول بھیج کر قیامت تک اللہ تعالیٰ آدم کی اولاد کو شیطان کے پھندے سے بچنے کی ہدایت فرماتا رہے گا۔ اس لئے جو لوگ اس ہدایت کے پابند بن کر شیطان کو اپنا دشمن اور رسولوں کو اپنا پیشوا قرار دیں گے، وہ دنیا میں شیطان کے پھندے سے اور عقبیٰ میں اس کے خمیازہ سے بچتے رہیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی بڑائی سے بڑھ کر شیطان کے پھندوں سے بچانے والی کوئی چیز دنیا میں نہیں ہے''۔ جب شیطان ملعون ٹھہرایا جا کر آسمان پر سے نکالا جانے لگا، تو اس

قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيعًا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُمْ مِّنِّي هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقَىٰ ﴿۱۲۳﴾ وَمَنْ أَعْرَضَ عَن ذِكْرِي فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا وَنَحْشُرُهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِي أَعْمَىٰ وَقَدْ كُنتُ بَصِيرًا ﴿۱۲۵﴾

فرمایا ”تم دونوں اکٹھے جنت سے اترو، تم میں سے (دنیا میں) ایک دوسرے کا دشمن ہے۔ پھر اگر میری طرف سے تم سب کو ہدایت آئے (یعنی کتاب یا رسول)۔ پس جو میری ہدایت کا پیرو ہو وہ نہ (دنیا میں) بھٹکے اور نہ (آخرت میں) بدبخت ہو ﴿۱۲۳﴾ اور [۱] جو میری یاد سے منہ پھیرے گا تو بیشک اس کے لئے زندگی تنگ ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا کر کے (قبر سے) اٹھائیں گے“ ﴿۱۲۴﴾ وہ کہے گا: ”اے میرے پروردگار! تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا اور میں تو (دنیا میں) آنکھوں والا تھا“ ﴿۱۲۵﴾

نے اللہ تعالیٰ کے روبرو اولاد آدم کے بہکانے کی قسم کھائی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے جاہ وجلال کی قسم کھا کر فرمایا کہ اولاد آدم میں سے جو شخص گناہ کر کے توبہ استغفار کرتا رہے گا، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کے ہر طرح کے گناہ معاف کرتا رہے گا۔

عذاب قبر و قیامت کا ذکر

[۱] ان آیتوں کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے آسمانی کتاب اور اللہ کے رسول ﷺ کو نہ مانا، وہ مرتے ہی عذاب قبر میں گرفتار ہوگا۔ اور فرمایا ایسا شخص قیامت کے دن اندھا اٹھے گا۔ اور جب وہ عرض کرے گا: ”یا اللہ! میں تو دنیا میں آنکھوں والا تھا“ تو جواب ملے گا کہ تو نے ظاہری آنکھوں سے اللہ کی قدرت کی نشانیوں کو نہیں دیکھا، اور دل کی آنکھوں سے آسمانی کتاب کی نصیحت کو نہیں مانا۔ قیامت کے دن بعضے گنہگار گناہوں کے انکار کو اپنے بچاؤ کا سبب خیال کریں گے، لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھ پیروں سے گناہوں کی گواہی دلوا کر ان کو دوزخ کے قابل ٹھہرائے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے عذاب قبر سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرما کر فرمایا: ”نافرمان لوگ جب قبر میں منکر نکیر کے سوالوں کا پورا جواب نہ دیں گے، تو ان کی قبروں میں آگ کا فرش بچھا کر آگ کا لباس ان کو پہنا دیا جائے گا۔ اور دوزخ کی گرم ہوا بھی ان کی قبروں میں آتی رہے گی، اور ان کی قبروں کو یہاں تک تنگ کیا جائے گا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ جائیں گی۔ اور ایک بہرہ گونگا فرشتہ لوہے کا ایسا بھاری ہتھوڑا لے کر آئے گا کہ اگر وہ ہتھوڑا پہاڑ پر بھی مارا جائے تو پہاڑ مٹی ہو جائے۔ یہ فرشتہ اس ہتھوڑے سے ہر وقت ان لوگوں کو مار مار کر ان کے جسموں کو خاک کر دے گا، اور پھر اس سے جسم بنا کر اس میں روح پھونک دی جائے گی۔ ایسے لوگوں پر یہی عذاب قیامت

قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾ ع

ارشاد ہوگا اسی طرح تیرے پاس ہماری آیتیں آئی تھیں، پس تو نے ان کو بھلا دیا اور اسی طرح آج تیری کوئی خبر نہ لے گا اور ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں [۱] ﴿۱۲۶﴾ جو کوئی حد سے گزر جائے اور اپنے پروردگار کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور بیشک آخرت کا عذاب تو سخت تر اور بہت ہی دیر پا ہے ﴿۱۲۷﴾ پس [۲] ان کو اس سے راہ نہ ملی کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قومیں ہلاک کر دیں (جو رسولوں کو نہیں مانتی تھیں) کہ یہ ان کے بسنے کی جگہ چلتے پھرتے ہیں۔ بیشک اس میں عقلمندوں کے لئے (بڑی بڑی) نشانیاں ہیں ﴿۱۲۸﴾

تک رہے گا۔ کیونکہ عذاب کی میعاد قیامت تک کی ہے۔ اس واسطے آگے فرمایا: ''قیامت کے دن کا عذاب، قبر کے عذاب سے زیادہ سخت ہوگا''۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کو عذاب قبر سے پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی اور فرمایا کہ گناہ گار کلمہ گو لوگوں پر بھی عذاب قبر ہوگا، اللہ تمام مسلمانوں کو گناہ سے بچائے رکھے آمین!

قرآن مجید حفظ کر کے بھلانا

مسئلہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قرآن شریف کے بھولنے والے کو کوڑھی ہو کر قیامت کے دن اٹھایا جائے گا''۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو قیامت کی اس رسوائی سے بچائے، اور مسلمانوں کو یہ توفیق دے کہ قرآن شریف پڑھ کر کوئی نہ بھولے۔

[۱] ارشاد ہوتا ہے کہ جو کیفیت ہم نے کفار کی بیان کی ہے، اسی طرح ہم اس کو سزا دیں گے جو نافرمانی کرے گا، اور ہمارے کلام پر ایمان نہ لائے گا، اور جو عذاب ہم نے بیان کیا ہے، وہ کسی شخص خاص کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ ہر کافر کے واسطے ہے۔ پھر فرمایا کہ منکر نکیر کے سوال کے بعد اچھے لوگوں کو ان کا جنت کا ٹھکانہ، اور برے لوگوں کو ان کا دوزخ کا ٹھکانا فرشتے دکھا کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ ان ٹھکانوں میں رہنے کے لئے قیامت کے دن تم کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ برے لوگ اپنے دوزخ کے ٹھکانے میں عذاب قبر سے زیادہ عذاب مرتے ہی دیکھ لیتے ہیں، اس لئے اس کے آگے عذاب قبر کو غنیمت جان کر یہ دعا کرتے ہیں کہ قیامت قائم نہ ہو، اور ان کو دوزخ کے ٹھکانے میں نہ رہنا پڑے۔

[۲] اوپر عذاب قبر اور عذاب آخرت کا ذکر تھا۔ ان آیتوں میں فرمایا: ''اس عذاب کی قدر تو مرنے کے بعد کھل جائے گی، لیکن دنیا میں سوداگری کی غرض سے یہ لوگ اکثر ملک شام کا سفر کرتے رہتے ہیں۔ اور اس سفر میں قوم ثمود اور قوم لوط کی اجڑی ہوئی

وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾ فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾

اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک بات نہ گزر چکی ہوتی (یعنی تاخیر عذاب) تو ضرور ان کو عذاب (دنیا ہی میں) لپٹ جاتا اور اگر ایک وعدہ (یعنی قیامت کا دن) ٹھہرا ہوا نہ ہوتا ﴿۱۲۹﴾ پس [۱] ان کی باتوں پر صبر کرو اور اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ پاکی بیان کرو، سورج چمکنے سے پہلے (یعنی نماز فجر) اور اس کے ڈوبنے سے پہلے (یعنی نماز ظہر وعصر) اور رات کی گھڑیوں میں (یعنی نماز مغرب وعشاء) اس کی پاکی بولو اور دن کے کناروں پر اس امید پر کہ تم راضی ہو ﴿۱۳۰﴾

بستیاں انہیں نظر آیا کرتی ہیں۔ ان بستیوں کو دیکھ کر ان میں سے سمجھدار لوگوں کو کیا یہ عبرت نہیں ہوتی کہ جو کوئی ان اجڑی ہوئی قوموں کے قدم بقدم چلے گا، اس کا بھی مرنے سے پہلے وہی انجام ہے۔ اللہ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے''۔ پھر فرمایا: ''ان لوگوں کی سرکشی تو یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ اب تک سوائے مکہ کے قحط کے اور کسی عذاب کی ایسی بلا ان کو آن کر چمٹ جاتی جس سے انہیں پیچھا چھوڑانا مشکل ہو جاتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے علم غیب کے موافق دنیا کے پیدا ہونے سے پہلے ایک انتظام قرار پا کر ہر کام کا وقت مقرر ہو چکا ہے۔ اس وقت مقررہ تک اگر یہ لوگ اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو علاوہ عذاب قبر اور عذاب قیامت کے، دنیا میں بھی ان پر کوئی ایسی سخت آفت آ جائے گی، جس سے ان کی ساری سرکشی خاک میں مل جائے گی۔ اللہ سچا ہے، اللہ کا کلام سچا ہے۔ آخر کار کچھ عرصہ کے بعد بدر کی لڑائی کے وقت اہل مکہ کے بڑے بڑے سرکشوں پر آفت کے آ جانے کا وقت مقررہ آن پہنچا کہ دنیا میں یہ لوگ بڑی ذلت سے مارے گئے، اور مرتے ہی عذاب قبر میں گرفتار ہو گئے۔

نماز کی تاکید

[۱] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اے ہمارے محبوب ﷺ! تم ان کی بکواس کا خیال نہ کرو، اور ان کی گستاخیوں پر صبر کرو۔ اور طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے اللہ کی عبادت میں مشغول رہا کرو۔ اور دن کے اول اور آخر میں اور رات کے وقت بھی اللہ کی عبادت میں مشغول رہا کرو۔ مقصد یہ ہے کہ آخرت کی کھیتی بونے سے کسی وقت غافل نہ ہوئیں کہ آپ کو اس قدر انعام ملے کہ آپ راضی ہو جائیں۔ آخرت میں آیت کے وعدہ کا یہ ظہور ہوگا کہ امت کے گنہگاروں کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا، آپ کی شفاعت سے وہ جنت میں داخل ہوں گے۔ صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن کا اپنی اُمت کا انجام یاد کر کے رونے لگے۔

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَٰجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَوٰةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَأَبْقَىٰ ﴿١٣١﴾

اور (اے سننے والے) ؎ اپنی آنکھیں نہ پھیلا اس کی طرف جو طرح طرح کے سامان زندگی و دنیا کی آرائش ہم نے کافروں کے برتنے کے لئے دی ہے تاکہ ہم انہیں اس کے سبب سے فتنہ میں ڈالیں، اور رزق (یعنی جنت) تیرے پروردگار کا سب سے اچھا اور سب سے زیادہ دیرپا ہے ﴿١٣١﴾

اسی وقت جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے محبوب! رونے کی کوئی بات نہیں ہے، قیامت کے دن تمہاری اُمت کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جائے گا کہ تم خوش ہو جاؤ گے''۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ وہ خوشی یہی ہوگی کہ اُمت محمدیہ کے جن گناہگاروں کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا، آپ کی شفاعت سے وہ لوگ دوزخ میں سے نکال کر جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ اس آیت میں نماز پنجگانہ کی طرف اشارہ ہے۔ طلوع آفتاب سے پہلے کی عبادت سے نماز فجر مراد ہے۔ قبل غروب سے ظہر و عصر اور ساعت شب سے مغرب و عشاء اور اطراف انہار سے اور نمازیں مراد ہیں۔ مثلاً چاشت اشراق، اور عین شغل دنیاوی کے وقت اللہ کی یاد کو نہ بھولنا۔

؎ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ کافروں کے مال و متاع کی طرف مسلمانوں کو نظر رغبت نہیں کرنی چاہئے۔ وہ مال و متاع جو کافروں میں سے بعض کو ملا ہے یہ دنیا کی زندگی کی آزمائش ہے، آخرت میں کچھ کارآمد نہیں۔ اور یہ مال و متاع دولت و حشمت ان کو آزمائش کے واسطے دیا گیا ہے، وہ مرتے وقت اس کی جدائی کا داغ دل پہ لے کر جائیں گے۔ فرمایا: ''مال و دولت، آرائش کے اسباب جو کفار کو دیئے گئے ہیں مثلاً مکان اور عمدہ لباس، عمدہ عورتیں، اور سواریاں، میز کرسی، جھاڑ فانوس، شیشہ آلات وغیرہ یہ بالکل نکمی چیزیں ہیں۔ کیونکہ خدا کی یاد سے غافل کرنیوالی، اور آخرت کے خسارے والی ہیں، آخرت کے توشہ کا ان کے دل میں خیال بھی نہیں پیدا ہوتا۔ اور ان میں سے کوئی چیز اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ جب یہاں سے جاتا ہے خالی ہاتھ جاتا ہے۔ ہاں اس دولت و متاع کے چھوڑنے کا صدمہ اس کے ہمراہ ہوتا ہے۔ بددین لوگوں کو دنیا میں چند روز کے لئے اللہ تعالیٰ نے کچھ دولت و حشمت جو دی ہے نیک لوگوں کو اس پر کچھ نظر نہیں ڈالنی چاہئے۔ کیونکہ نیک لوگوں کے لئے عاقبت میں جو کچھ خدا نے ہمیشہ کے لئے رکھا ہے اس کے مقابلہ میں اس دنیا کی چند روزہ خوشحالی کی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''نیک لوگوں کیلئے جنت میں جو نعمتیں پیدا کی گئیں ہیں، وہ نہ دنیا میں کسی نے آنکھوں سے دیکھیں، نہ کانوں سے سنیں، نہ کسی کے دل میں ان کا خیال گذر سکتا ہے''۔

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۭ لَا نَسْــَٔــلُكَ رِزْقًا ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۭ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾ وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ﴿۱۳۳﴾

اور[1] اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دے اور خود بھی اس پر ثابت رہ، ہم تجھ سے کچھ روزی نہیں چاہتے، روزی تو ہم تجھے دیتے ہیں، اور عاقبت کی بھلائی پرہیز گاروں کے لئے ہے ﴿۱۳۲﴾ اور کافروں[2] نے کہا: ''یہ (رسول) ہمارے پاس کوئی نشانی خدا کی طرف سے (اپنی نبوت کی) کیوں نہیں لاتے'' (جواب یہ ہے کہ) کیا ان کے پاس پہلی کتابوں کے مضامین کا ظہور نہیں آیا ﴿۱۳۳﴾

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب ﷺ! اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیا کرو، اور آپ بھی نماز میں مصروف رہا کریں۔ اللہ تعالیٰ کی بادشاہت ایسی نہیں کہ اس کو کسی کی کمائی کی محتاجی ہو۔ وہ سب کو رزق دیتا ہے، لیکن عقبیٰ میں محنت سے بڑھ کر بدلہ ان ہی لوگوں کو ملے گا، جو عقبیٰ کے بدلہ کی نیت سے نیک کام کرتے، اور برے کاموں سے بچتے ہیں۔ جو لوگ عقبیٰ کے منکر ہیں اگر وہ رسم کے طور پر کوئی نیک کام کریں گے تو ان کا بدلہ ان کو دنیا میں ہی مل جائے گا، نہ عقبیٰ کے بدلہ کا انہیں یقین ہے، نہ ان کو عقبیٰ میں کچھ بدلہ ملنے والا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ماں کے پیٹ میں جب بچے کا پُتلا تیار ہو جاتا ہے تو اس میں روح پھونکے جانے سے پہلے اس کی تمام عمر کا رزق اللہ کے حکم سے فرشتہ لکھ دیتا ہے''۔ صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایتیں ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس طرح کسی شخص کے دروازہ پر نہر ہو، اور وہ ہر روز پانچ دفعہ اس نہر میں نہائے تو اس کے بدن پر میل کچیل کچھ نہ رہے گا۔ اسی طرح پانچوں وقت کی نماز کے پڑھنے سے ایک رات دن کے آدمی کے صغیرہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں''۔

قریش مکہ کا ذکر

[2] **شان نزول:** مشرکین مکہ رسول اللہ ﷺ کی شان میں کہتے تھے کہ اگر یہ سچے رسول ہیں تو مثلاً جس طرح صالح علیہ السلام نے اونٹنی کو پتھر میں سے پیدا ہو جانے کا ظاہر معجزہ اپنی قوم کے لوگوں کو دکھا دیا، اس طرح یہ رسول ہم کو کوئی معجزہ کیوں نہیں دکھلاتے، مشرکین کی اس بات کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اُمّی رسول کی معرفت پچھلی کتابوں کے سچے قصے جو ان لوگوں نے سنے ہیں، کیا اس سے اتنی بات ان لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتی کہ اُمّی شخص تو درکنار کوئی اہل کتاب بھی وہ غیب کے سچے قصے بغیر آسمانی کتاب کی مدد کے نہیں بیان کر سکتا۔ تو اب اس میں کیا شک باقی رہا کہ قرآن کتاب آسمانی ہے۔ اور جن پر یہ قرآن نازل ہوا ہے، وہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اور اسی آسمانی کتاب کی مدد سے اللہ کے رسول ﷺ وہ غیب کی

وَلَوْ اَنَّاۤ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَاۤ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿۱۳۴﴾ قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿۱۳۵﴾ ع

اور اگر ہم ان کو رسول کے آنے سے پہلے کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے تو (روز قیامت) ضرور کہتے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہماری طرف کوئی رسول (دنیا میں) کیوں نہیں بھیجا کہ ہم تیرے کلام پر چلتے اس سے پہلے کہ ہم ذلیل و رسوا ہوتے ﴿۱۳۴﴾ تم ان سے فرماؤ: "سب راہ دیکھ رہے ہیں [1] پس تم یہی راہ دیکھو، پھر تم کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ سیدھی راہ والے کون ہیں اور کس نے ہدایت پائی" ﴿۱۳۵﴾

باتیں بیان کیا کرتے ہیں۔ اپنے رسول کو بھیج کر ان پر آسمانی کتاب اس واسطے نازل فرمائی ہے کہ اللہ کی مرضی اور ناراضگی کے کاموں کے جان لینے میں لوگوں کا انجانی کا عذر نہ رہے"۔ آگے فرمایا: "اگر ہم چاہتے تو بغیر رسول کے بھیجے ان کو عذاب میں مبتلا کر دیتے، مگر وہ یہ عذر کرتے: "اے پروردگار! تو نے ہمارے پاس اپنا رسول کیوں نہ بھیجا، تا کہ ہمیں اپنی ذلت اور رسوائی سے پہلے تیرے احکام معلوم ہو جاتے اور ہم ان کو مان لیتے"۔

[1] ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب ﷺ! تم کافروں سے کہہ دو کہ دنیا میں ہر ایک انتظار کر رہا ہے پس تم بھی منتظر رہو۔ ذرا آنکھ بند ہو جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ سیدھی راہ پر چلنے والا اور ہدایت پانے والا کون ہے۔ جب تک دنیا میں موجود ہو یہ باغ و بہار اسی وقت تک کی ہے۔ اور جب آنکھیں بند ہو جائیں گی حقیقت کھل جائے گی۔